

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۱۲

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

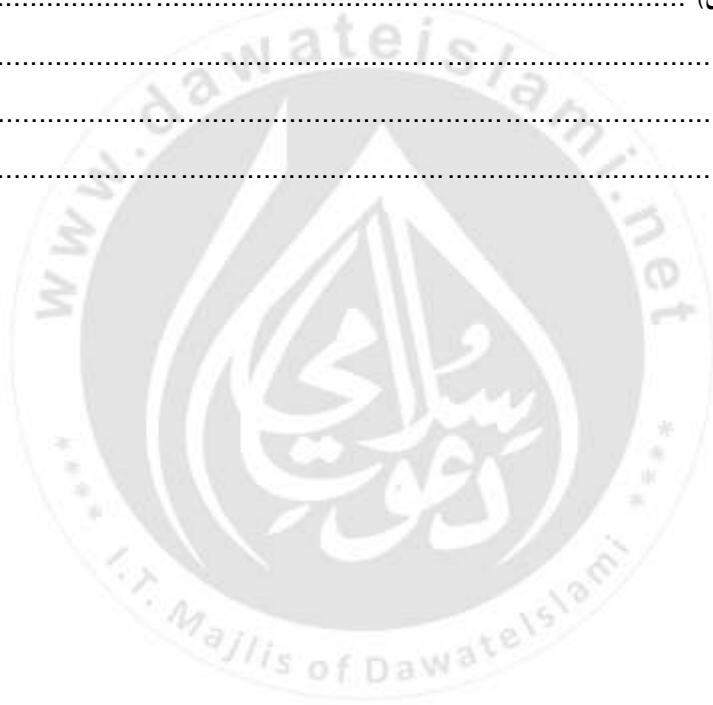
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
9	فہرست مضامین
67	فہرست ضمنی مسائل
101	باب المہر
101	رسالہ
101	البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل ^{۱۳۰۵ھ}
101	(زوج بعد وطی بھی مہر معجل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مسٹر محمود کارد)
201	باب الجہاز
201	(جہیز کا بیان)
211	فصل اول
227	فصل دوم
261	باب نکاح الکافر
261	(کافر کے نکاح کا بیان)
267	باب المعاشرة
267	(زوجین کے باہمی برتاؤ کا بیان)
273	باب القسم
273	(بیویوں میں باری مقرر کرنا اور حقوق میں مساوات رکھنا)
287	باب النکاح الثانی
287	رسالہ
287	اطائب التہانی فی النکاح الثانی ^{۱۳۱۲ھ}
287	(بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصل احکام)
321	کتاب الطلاق

321.....	(طلاق کا بیان)
513.....	باب الکناہ
513.....	(طلاق کنایہ کا بیان)
513.....	رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق ^{۱۳۱۱ھ}
513.....	(طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل کے بیان میں)
637.....	باب تفویض الطلاق
637.....	(تفویض طلاق کا بیان)
657.....	مآخذ و مراجع
681.....	ضمیمہ
681.....	مآخذ و مراجع



فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 اَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد دوازدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۷۶۶۵۷۷۲

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰

* مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

نام کتاب _____ فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم
 تصنیف _____ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری، ریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 ترجمہ عربی عبارات _____ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
 پیش لفظ _____ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
 ترتیب فہرست _____ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
 تخریج و تصحیح _____ مولانا ندیر احمد سعیدی، مولانا محمد عباس رضوی
 باہتمام و سرپرستی _____ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت، پاکستان
 کتابت _____ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
 پیسٹنگ _____
 صفحات _____ ۶۸۸
 اشاعت _____ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء
 مطبع _____
 ناشر _____ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
 قیمت _____ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
 مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
 مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
 ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۱۰۱	باب البہر
۲۰۱	باب الجہاز
۲۶۱	باب نکاح الکافر
۲۶۷	باب المعاشرہ
۲۷۱	باب القسم
۲۸۷	باب النکاح الثانی
۳۲۱	کتاب الطلاق
۵۱۳	باب الکناہ
۶۳۷	باب تفویض الطلاق
۶۵۷	مآخذ و مراجع
	<u>فہرست رسائل</u>
۱۰۱	○ البسط المسجل
۲۸۷	○ اطائب التہانی
۵۱۳	○ رحيق الاحقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ اعلیٰ حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزان علم و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ رضویہ لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج اور کتاب النکاح پر مشتمل خوبصورت ضخیم جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ کتاب النکاح کے اکثر و بیشتر حوالہ جات کی تخریج فاضل جلیل، فن اسماء الرجال و مناظرہ کے ماہر حضرت علامہ مولانا محمد عباس رضوی ساکن گوجرانوالہ نے فرمائی ہے، جس پر ادارہ کے اراکین ان کے شکر گزار ہیں۔ اب بفضلہ تعالیٰ جل مجدہ و بعنا یتہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

اب تک شائع ہونے والی جلدوں کی تفصیل سنین اشاعت اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

پہلی جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء	صفحات ۸۳۸
دوسری جلد	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ / نومبر ۱۹۹۱ء	صفحات ۷۱۰
تیسری جلد	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ / فروری ۱۹۹۲ء	صفحات ۷۵۶
چوتھی جلد	رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / جنوری ۱۹۹۳ء	صفحات ۷۶۰

صفحہ ۶۹۲	ربیع الاول ۱۴۱۴ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء	پانچویں جلد
صفحہ ۷۳۶	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء	چھٹی جلد
صفحہ ۷۲۰	رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / دسمبر ۱۹۹۴ء	ساتویں جلد
صفحہ ۶۶۳	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء	آٹھویں جلد
صفحہ ۹۴۶	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ / اپریل ۱۹۹۶ء	نویں جلد
صفحہ ۸۳۲	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ / اگست ۱۹۹۶ء	دسویں جلد
صفحہ ۷۳۶	جلد محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء	گیارہویں جلد

بارہویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد پنجم کے باب المہر سے باب تفویض الطلاق کے آخر تک ۳۲۸ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ بتوفیق اللہ تعالیٰ و بفضلہ اس راقم پُر تقصیر عفی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست بھی راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل نو عنوانات زیر بحث لائے گئے ہیں:

- | | |
|----------------------|-----------------------|
| (۱) باب المہر | (۲) باب الجہاز |
| (۳) باب نکاح الکافر | (۴) باب المعاشرۃ |
| (۵) باب القسم | (۶) باب النکاح الثانی |
| (۷) کتاب الطلاق | (۸) باب الکناۃ |
| (۹) باب تفویض الطلاق | |

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گراں قدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

- (۱) البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل (۱۳۰۵ھ)
- وطی کے بعد مہر معجل کی وصولی کے لئے عورت کو منع نفس کا حق حاصل ہے یا نہیں۔
- (۲) اطائب التہانی فی النکاح الثانی (۱۳۱۲ھ)
- نکاح ثانی کے احکام میں۔

(۵) ر حیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (ھ)

طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل

نوٹ: اس جلد کے مسئلہ نمبر ۱۲۱ کے آخر سے عربی عبارت کا کچھ حصہ جو فتاویٰ رضویہ قدیم جلد پنجم کے صفحہ ۴۱۳ سے ۴۱۸ تک تھا غیر مربوط ہونے کی وجہ سے خارج کر دیا گیا ہے، دراصل یہ عربی عبارت مصنف علیہ الرحمۃ کی تصنیف جلیل جد الممتار کی ہے جو سہواً یہاں نقل ہو گئی تھی۔

حافظ عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات

(جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

رجب المرجب ۱۴۱۸ھ

نومبر ۱۹۹۷ء





فہرست مضامین

۱۰۲	مسٹر محمود کی پانچ وجوہ مختصرہ	۱۰۱	باب المہر
۱۰۳	جواب سوال اول۔	۱۰۱	۵ رسالہ البسط المستعمل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعتل) وطی کے بعد مہر معتل کی وصولی کیلئے عورت کو منع نفس کا حق حاصل ہونے کا مفصل بیان) یہ رسالہ دو سوالوں کے جواب پر مشتمل ہے)
۱۰۳	عورت کو اختیار حاصل ہے کہ جب تک مہر معتل وصول نہ کر لے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے۔	۱۰۱	سوال اول
۱۰۳	مہر معتل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرنے والی عورت ناشزہ نہ ہوگی۔	۱۰۱	ہندہ تا وصول مہر معتل شوہر کے یہاں جانے سے انکار رکھتی ہے آیا اسے حق منع نفس حاصل ہے، ناشزہ تو نہ ہوگی۔
۱۰۳	وطی، رضاء عورت کے باوجود عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ مہر معتل کی وصولی کے لئے اپنے آپ کو وطی کے لئے شوہر کے حوالے نہ کرے اور اس کے ساتھ سفر سے انکار کرے۔	۱۰۲	سوال دوم
۱۰۳	برائے وصولی مہر معتل وطی و سفر سے انکار کرنیوالی عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔	۱۰۲	جب ادائے مہر معتل سے پہلے برضائے زن وطی ہو تو منع نفس کا حق ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں، اور کیا یہ مذہب صاحبین ہے اور اسے مذہب امام پر مسٹر محمود کی اپنے فیصلہ میں ایجاد کردہ وجوہ سے ترجیح صحیح ہے یا نہیں۔

۱۰۹	مزارعت یعنی بٹائی پر کھیت دینا جائز ہے۔	۱۰۴	حق منع نفس و منع سفر کے بارے میں امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین کے مذہب میں فرق۔
۱۰۹	امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے	۱۰۵	اکثر اکابر ائمہ و علماء و فقہاء اس مسئلہ میں مذہب امام کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی پر جزم و اعتقاد کرتے ہیں۔
۱۱۰	ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔	۱۰۵	متون خاص نقل مذہب صحیح و معتمد کیلئے وضع کئے جاتے ہیں۔
۱۱۰	جواب سوال دوم۔	۱۰۵	اقتضار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔
۱۱۱	مجتہد کے سوا کسی کو قوت دلیل پر نظر کا اختیار نہیں۔	۱۰۶	تعلیل دلیل ترجیح ہوتی ہے۔
۱۱۱	مسائل وقت و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول پر فتویٰ ہے۔	۱۰۶	ملتی الا بحر متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔
۱۱۱	لاکھوں مسائل معاملات میں قول امام پر فتویٰ ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد بھی موافق ہوں۔	۱۰۶	ملتی الا بحر میں جو قول مقدم ہو وہی رائج و مختار للفتویٰ ہوتا ہے۔
۱۱۱	مشقت جالب تیسیر ہے۔	۱۰۶	فقیہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔
۱۱۲	امام ابو یوسف علیہ السلام امام اعظم سے ہم پلہ نہیں۔	۱۰۷	صاحب ہدایہ اکثر قول قوی کو مقدم کرتے ہیں اور قول مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے
۱۱۲	بے اذن امام اعظم امام ابو یوسف نے مجلس درس قائم کی پانچ سوالوں کے جواب میں محیر ہو کر پھر خدمت امام رجوع لائے۔	۱۰۷	بائع نے وصولی ثمن سے قبل اگر بیع کا بعض حصہ مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے حق حاصل ہے۔
۱۱۲	جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیامت تک مضطرب رہے گا۔	۱۰۸	علامہ شیخی زاہد دیار رومیہ کے عالم، دولت عثمانیہ کے قاضی اور صاحب در مختار کے معاصر تھے۔
۱۱۲	امام ابو یوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں۔	۱۰۸	علامہ خیر الدین رملی صاحب در مختار کے استاذ ہیں۔
۱۱۲	امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، تنقیح کے بعد کھلتا کہ جس حدیث سے امام صاحب نے فرمایا ہے میرے خواب میں بھی نہ تھی۔	۱۰۹	علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیہ ترک۔

۱۱۷	امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔	۱۱۳	متون شروع پر اور شروع فتاویٰ پر مقدم ہیں۔
۱۱۷	علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقول امام فتویٰ دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف پر فتویٰ دیا ہو۔	۱۱۳	متن و شرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔
۱۱۸	قول امام سے قول صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے۔	۱۱۳	متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتمد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔
۱۱۸	صاحب ہدایہ فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ بہر حال میرے نزدیک واجب ہے۔	۱۱۴	صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔
۱۱۸	وقت عشاء میں قول صاحبین کو درر میں مفتی بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قول امام سے عدول کا کوئی سبب نہیں۔	۱۱۴	امام کمال الدین ابن الممام صاحب فتح القدیر لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں
۱۱۸	بغیر ضعف دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلافِ زمان قول امام پر قول صاحبین مرجح نہیں ہو سکتا۔	۱۱۴	معاصرت دلیل منافرت ہے۔
۱۱۹	ضعف دلیل جس کے سبب قول امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیب کریں۔	۱۱۴	امام قاضی خاں اصحاب ترجیح سے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔
۱۱۹	بیع عین پر وارد ہوتی ہے۔	۱۱۵	علماء نے شروع و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحات صرف اس بناء پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔
۱۱۹	نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منافع بضع پر وارد ہوتا ہے۔	۱۱۵	جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہوگا۔
۱۲۰	بصورت تجدد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم ہے۔	۱۱۵	عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔
۱۲۰	بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔	۱۱۵	صاحب محیط ائمہ ترجیح سے ہیں
۱۲۰	اشیائے متعددہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔	۱۱۶	بعض جگہ قول صاحبین پر فتویٰ کی وجوہ۔
۱۲۰	ثمن مؤجل ہو تو جس بیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہو جاتا ہے۔	۱۱۶	ایک تہائی مذہب کے قریب قول صاحبین قول امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قول امام پر ہی ہے۔

۱۲۰	امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حق جس بیچ میں اصل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔	۱۲۰	ہر عاقد وحالف اور واقف و موصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔
۱۲۱	زید ہندہ سے نکاح کر کے چلا گیا رخصت نہیں ہوئی۔ دو برس بعد ہندہ نے نالش کی کہ رخصت کرائے یا طلاق دے، اس نے طلاق لکھ دی، پدر ہندہ نے مہر معاف کر دیا، ہندہ معافی مہر منظور نہیں کرتی نصف مہر مانگتی ہے۔	۱۲۱	مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی تھا، آج کل کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے۔
۱۲۱	باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، نہ ہر گز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے۔	۱۲۵	فساد تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے۔
۱۲۲	خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدت لازم نہیں۔	۱۲۵	جو مہر بیان تعجل و تاخیر سے معرا ہو وہ موت یا طلاق سے پہلے فی الحال واجب الادا ہے یا نہیں۔
۱۲۲	مرد کہے کہ میں اس شرط پر اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے اور ہندہ نے معاف نہیں کیا تو نہ مہر معاف ہوا نہ طلاق پڑی۔	۱۲۶	فقہ زن کے سبب طلاق دے دے تو مہر کی بھی ادا لازم ہوگی یا نہیں۔
۱۲۲	مہر کا معجل یا مؤجل ہونا بیان ہو تو وہ ورثہ وہ جو متعارف ہو یعنی وہاں جس کا رواج ہو وہ ٹھہریگا۔	۱۲۶	کون سا وہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف رہ جاتا ہے۔
۱۲۲	بے خبری میں رضاعی بہن سے نکاح کر لیا مہر واجب ہوا یا نہیں۔	۱۲۶	مہر نفس عقد سے واجب ہوتا اور وطی یا خلوت یا موت احد الزوجین سے تاکد و تقرر پاتا ہے۔
۱۲۲	نکاح فاسد میں مہر مثل بعد وطی لازم ہوتا ہے جو مہر مستی سے زائد نہ ہو۔	۱۲۶	بعد تاکد و تقرر اگر عورت مرتدہ ہو جائے تو بھی مہر یا اس کا کوئی حصہ ساقط نہ ہوگا۔
۱۲۳	محارم سے پناہ بخدا اگر کوئی نکاح کے بعد وطی کر لے تو مہر مثل پورا واجب ہوگا اگرچہ باندے ہوئے مہر سے وہ دو چند ہو۔	۱۲۷	موکدات ثلثہ وطی، خلوت صحیحہ، موت احد الزوجین سے پہلے اگر معاذ اللہ مرتدہ ہو جائے تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا۔
۱۲۳	مہر شرع محمدی کی مقدار کیا ہے۔	۱۲۷	اگر عورت اپنے شوہر کے باپ یا بیٹے یعنی شوہر کی اصول و فروع سے کسی سے زنا کرائے تو بھی پورا مہر ساقط ہو جائے گا جبکہ موکدات ثلثہ سے کوئی اب تک واقع نہ ہوا تھا۔

۱۳۲	ہندہ کا مہر موجد ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور طلاق بھی نہ ہوئی، ہندہ مہر لینے کی کس وقت مستحق ہے۔	۱۲۷	یونہی اصل و فرع شوہر کا بشت بوسہ لینا یا مس ذکر یا بشتوت اصل یا فرع کے ذکر کی طرف نظر کرنا۔
۱۳۳	زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جب مہر طلب کیا گیا تو کہا مہر دس درہم تھا تعداد مہر نہ ہندہ کو یاد ہے نہ اس کے ولی خالد کو، نہ قاضی اور نہ وکیل کو، اور نہ یہ یاد ہے کہ نکاح کے گواہ کون کون مقرر ہوئے تھے، مگر اس قوم میں مہر کم درجہ پانچ سو روپیہ اور دو دینار سرخ اکثر ہے، دس درہم کسی کا نہیں بلکہ شہر بھر میں شاید کسی کا بھی ۱۰ درہم مہر نہ ہو۔ ولی ہندہ پانچ سو روپیہ اور دو دینار سرخ کا طالب ہے، ہندہ دس درہم پائے گی یا بموجب عرف پانچ سو روپیہ اور دو دینار سرخ۔	۱۲۷	عورت اگر اپنی صغیرہ (سوت) کو دودھ پلا دے قبل وطی یا خلوت صحیحہ یا موت یا شوہر کی موت سے پہلے ایسا کیا تو مہر ساقط ہو جائے گا۔
۱۳۵	مہرہ ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھا	۱۲۷	اگر ان مؤکداتِ ثلاثہ سے کسی ایک کے وقوع سے پہلے بخیار بلوغ مرد یا عورت فسخ نکاح اختیار کرے تو پورا مہر ساقط ہو جائے گا۔
۱۳۵	عامہ ازواج مطہرات و بنات مکرمات حضور پر نور علیہ و علیہن الفضل الصلوات و اکمل التیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔	۱۲۷	اگر عقد فاسد قبل از وطی حقیقی متارکہ ہو جب بھی پورا مہر ساقط ہو جائے گا۔
۱۳۶	نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں	۱۲۷	اگر معاذ اللہ مرد مرتد ہو یا عورت کی دختر سے زنا کرے یا عورت کی اصل و فرع کسی سے یا ان میں سے کسی کا بشتوت بوسہ لے یا مساس کرے یا ہم آغوش ہو یا فروج اندرونی پر نظر کرے ان سب صورت میں نصف ساقط ہو جائے گا جبکہ مؤکداتِ ثلاثہ سے پہلے ان میں سے کوئی بات واقع ہو۔
۱۳۶	ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم اور دوسری پر چار ہزار دینار تھا۔	۱۲۷	قبل وطی یا خلوت کے طلاق ہو تو نصف مہر دینا ہوگا۔
۱۳۶	حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا۔	۱۲۸	اگر کبیرہ نے صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو دونوں حرام ہو گئیں اور صغیرہ کا مہر نصف ساقط نصف لازم۔
۱۳۶	درہم شرعی کا وزن۔	۱۳۰	زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کیا زوجہ بحالتِ نابالغی بکر کے گھر مر گئی ورنہ نابالغہ بکر شوہر پر کس قدر مہر کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔
۱۳۷	دینار کا وزن۔		

۱۳۰	ہمارے بلاد میں عام مہور بیان تعمیل و تاجیل سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔	۱۳۷	دینار کی قیمت
۱۳۱	زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا مرد کہتا ہے میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر استعاطہ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں۔	۱۳۷	سکہ رائج سے دینار و درم کا حساب۔
۱۳۲	مہر مرکب واجب ہوتا ہے، مؤجل کب اور مغل کب۔	۱۳۷	عہد پاک رسالت میں سونائی قولہ سات روپیہ ۷/۵-۵-۳ پائی تھا۔
۱۳۲	خلوت صحیحہ و جوہ مہر کے لئے ضروری ہے یا نہیں۔	۱۳۷	مرد نے نان نفقہ بند کر لیا عورت نے مہر کا دعویٰ کیا، اس صورت میں مہر اس کو دلا یا جائیگا یا نہیں۔
۱۳۲	خلوت صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔	۱۳۸	مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے عرف و عادات پر عمل ہوگا۔
۱۳۲	مہر مؤجل کی تعریف۔	۱۳۹	وقت نکاح مہر مؤجل و مغل کی تصریح نہ ہو تو کس وقت واجب الادا ہوگا۔
۱۳۲	مہر مؤجل اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔	۱۳۹	مہر معاف کر دینا نیک کام ہے یا نہیں۔
۱۳۲	اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا۔	۱۳۹	مدیون کو مہلت دینے یا دین معاف کرنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔
۱۳۳	خلوت صحیحہ و جوہ مہر کے لئے شرط نہیں۔	۱۳۹	مدیونوں سے درگزر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی اور اس کو جنت میں جگہ بخشی۔
۱۳۳	و جوہ مہر عقد نکاح سے ہوتا ہے البتہ خلوت سے مہر متناکد ہوتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی و خلوت صحیحہ طلاق دینا تو نصف مہر لازم ہوتا جبکہ خلوت واقع ہو گئی تو کل لازم آئے گا۔	۱۴۰	نکاح کے وقت وکیل نے تعداد مہر بتائی شوہر کی طرف سے کہا گیا کہ اس کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ اس کا دسواں حصہ ادا کر سکے، وکیل نے کہا کہ مجھ کو مہر کم کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ مہر ایسا نہیں کہ دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، اس مہر پر نکاح ہو گیا، لڑکی نابالغہ کی رخصت ہوئی مگر بوجہ عدم بلوغ وطی نہ ہوئی، لڑکی کا باپ بے مرضی شوہر اپنے گھر لے گیا اور دعویٰ بعض مہر کا بولایت خود کرتا ہے، اس صورت میں اس کو مہر دلا یا جائے گا یا نہیں۔
۱۳۳	زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت بھی ہو گئی مہر مؤجل قرار پایا تھا ہندہ مطالبہ مہر کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی ہے زید ہندہ کے نہ آنے کے سبب مہر دینے سے منکر ہے مطالبہ صحیح ہے یا نہیں، ہندہ کے نہ آنے سے مہر ساقط ہوا یا نہیں۔	۱۴۰	مہر میں مغل و مؤجل کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وہ عرف بلد پر رہے گا۔

۱۵۰	مذکورہ روایات ثلاثہ کے سوا جو اقوال مجہولہ ہیں کہ مہر فاطمی پانچ سو درہم یا چالیس مثقال سونا یا انیس مثقال سونا تھا سب بے اصل ہیں۔	۱۳۴	ایک عورت بے اجازت شوہر کئی بار میکے چلی گئی اور اکثر لڑتی رہتی ہے، شوہر کو مارا بھی، شوہر ان وجوہ سے مہر نہ دے تو مواخذہ تو نہ ہوگا اور اس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں۔
۱۵۱	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی۔	۱۳۴	عورت کے فاسقہ اور گنہگار ہونے سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔
۱۵۲	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں درہم مختلف ہوتے تھے۔	۱۳۴	ناشرہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔
۱۵۳	عہد فاروقی میں درہم تین طرح کے تھے:	۱۳۵	وقت نکاح مہر فاطمی کا لفظ کہا سکہ رائج سے یا درہم سے اس کی تعداد نہ بتائی تو مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائے گا بوجہ اختلاف روایات۔
۱۵۴	(۱) دس درہم دس مثقال کے ہم وزن۔	۱۳۵	مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات اور ان میں نفیس تطبیق۔
۱۵۴	(۲) دس درہم چھ مثقال کے ہم وزن۔	۱۳۵	مہر فاطمی کے بارے میں روایات مسندہ معتد بہا تین ۳ ہیں۔
۱۵۴	(۳) دس درہم پانچ مثقال کے ہم وزن۔	۱۳۵	اول: مہر مبارک درہم و دینار نہ تھے بلکہ ایک زرہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی۔
۱۵۴	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انواع ثلاثہ (دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث لیا جس کا مجموعہ سات بنتا ہے، اور ایسا درہم مقرر فرمایا جس میں سے درہم سات مثقال کے ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ و عطا میں خصومت سے بچنے کے لئے وہی درہم جاری رہا۔	۱۳۷	دوم: چار سو اسی ^{۴۸۰} درہم تھے۔
۱۵۵	حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چار سو ^{۴۸۰} مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی ^{۴۸۰} درہم کو بی۔	۱۳۹	سوم: چار سو مثقال چاندی تھے۔

۱۵۹	صراحتاً کہی ہوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالت نہ سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔	۱۵۶	نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ عورت کے باپ کو شوہر کی ماں نے دودھ پلایا ہے لا علمی میں ہمبستری ہو چکی مہر کی نسبت کیا حکم ہے۔
۱۵۹	زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحتاً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قول شوہر معتبر ہوگا اور وہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔	۱۵۶	نکاح فاسد میں متار کہ بالقول ہی ہو سکتا ہے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔
۱۶۰	بلا تملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔	۱۵۷	نکاح محارم نادانستہ واقع ہو جائے تو بعد و طی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسئی سے زائد ہو۔
۱۶۰	گھر مین پہننے کے کپڑے جن کا دینار یکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا تھا وہ دے کر دغوی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہیے۔	۱۵۷	ہندہ کا نکاح بالغی میں زید کے ساتھ ہوا رخصت نہیں ہوئی، ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں۔
۱۶۰	عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دغوی کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دغوی ثابت نہ ہوگا۔	۱۵۷	نکاح نافذ غیر لازم ہو اور رد سے پہلے احد الزوجین کا انتقال ہو جائے تو کل مہر لازم ہوگا۔
۱۶۰	اپنی زوجہ کو بے طلاق دے اس کی رضاعی بہن سے بھی نکاح کر لیا جب اس کا حرام ہونا معلوم ہوا تو ثانیہ کو طلاق دینا چاہا وہ مطالبہ مہر کرتی ہے اس صورت میں صرف تفریق معتبر ہے یا اس پر طلاق ہوگی اور مہر زوج پر لازم ہوگا یا نہیں۔	۱۵۷	نکاح موقوف تھا ہنوز نافذ نہ ہوا تھا احد الزوجین نے انتقال کیا تو اصلاً کچھ مہر نہ ملے گا۔
۱۶۰	ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔	۱۵۸	زید نے نکاح کیا عورت کو مرد کے قابل نہ پایا طلاق دے دی مہر لازم ہوگا تو کتنا۔
۱۶۰	نکاح فاسد میں متار کہ واجب ہے۔	۱۵۹	زید نے اپنی منکوحہ کو نکال دیا اور کئی مہینے نان نفقہ نہ دیا پھر طلاق دے دی۔ عورت کا مہر (۵ ص ۵) تھا زید نے ایک مکان (ص ۵) کا بعوض دین مہر رجسٹری کر دیا تھا اب عورت کو بے دخل کر دیا، اپنے دے ہوئے زیور واپس لینے کا دعویٰ ہے کیا حکم ہے۔
		۱۵۹	جب زن و شوہ ایک دوسرے کو کچھ بہہ کریں تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے۔

۱۶۰	متار کہ فتح ہے طلاق نہیں اگرچہ الفاظ طلاق سے ہو۔	۱۶۳	شوہر نے مرہ مغل کا چھٹا حصہ وقت نکاح ادا کر دیا، اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت ہوئی خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو دغوی کا اختیار ہے یا نہیں۔
۱۶۱	نکاح فاسد میں حقیقتاً وطی کر چکا ہو تو مہر مثل و مہر مستی میں سے جو کم ہو گا لازم آئے گا۔	۱۶۵	مہر کی تعداد شرعی پیگیری کیا ہے اور حضرت خاتونِ جنت کا مہر کیا تھا۔
۱۶۱	نکاح فاسد میں محض خلوت یا بوس و کنار بشوت یا غیر فرج میں دخول سے مہر لازم نہیں ہوتا۔	۱۶۵	مہر شرعی پر نکاح کیا تو بعد طلاق کتنا مہر دے اور (مال عہ ۲۵۰) کا سودی قرضدار بھی ہے۔
۱۶۱	نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں شرائط صحت سے کوئی مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔	۱۶۶	زید نے اپنی دختر نابالغہ کا عروہ سے نکاح کر دیا وکیل نے تصریح کر دی کہ جو مہر بندھا ہے وہ اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ وقت رخصت اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے نہ ہنوز رخصت ہوئی ہے تو ہندہ یا اس کے باپ کو جزا یکل مہر کہ مطالبہ کا کس وقت اختیار ہو گا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا۔
۱۶۱	معا دوہ بنوں سے نکاح فاسد ہے، یونہی ایک کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی فاسد ہے۔	۱۶۶	مہر مؤجل کے کیا معنی ہیں اور غیر مؤجل کے کیا، اور مغل کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔
۱۶۱	نکاح فاسد میں قبل کے بجائے دُبر میں وطی ہوئی تو مہر لازم نہ ہو گا۔	۱۶۶	دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔
۱۶۱	چونکہ نکاح فاسد میں طلاق دراصل نہیں بلکہ فتح ہے لہذا اس سے تعداد طلاق میں کمی نہ ہوگی۔	۱۶۷	دس درہم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔
۱۶۱	زید نے ہندہ سے دس درہم پر نکاح کیا، ہندہ میں درہم کارواج نہیں، کیا بجائے دس درہم دس درہم بھر چاندی کافی ہوگی یا اس کی تعداد روپے سے پوری کی جائے گا، اگر روپے آنے تجویز ہوں تو کتنے ہوں گے۔	۱۶۷	مہر درجہ دوم شرع پیگیری قائم کیا گیا تو قاضی نکاح خواں نے کہ اس کی تعداد کیا ہے، جو قاضی شاہد تھا اس نے کہا (ص ۶۵) روپے۔
۱۶۲	کم از کم مہر دو تولے ساڑھے ساٹھ ماشے چاندی ہے۔	۱۶۷	مہر درجہ اول، دوم، سوم، چہارم کی تعداد کتنی ہے۔
۱۶۲	نکاح (مال صہ عہ ۲۵۰۰۰) مہر پر ہوا اب شوہر مہر میں اضافہ کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو اس کے کیا شرائط ہیں۔		

۱۶۸	زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھے طلاق دوں تو مہر سو روپے دوں اور تو خود طلاق چاہے تو تین روپے، ہندہ طلاق چاہتی ہے تو سو کی مستحق ہوگی یا تین کی۔	۱۷۱	اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار داد صریح بھی اتنا معجل ہو جائے گا باقی بدستور مؤجل یا مؤخر رہے گا۔
۱۶۹	ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو قبالہ لکھ دی کہ جو کچھ تقریبات شادی و غمی و خاندانی میں صرف ہوگا اس کے سرانجام کا صرفہ میرا ہے اور آمدنی و تنخواہ و جاگیر سے کوئی علاقہ نہیں، اس قبالہ کے بعد وہ یا اس کی اولاد اس شرط کو وفا نہ کرے تو زوجہ کو جو کچھ دے وہ اس کے مہر میں شمار کرے تو کیا حکم ہے۔	۱۷۲	بے تعیین مہر نکاح ہوگا یا نہیں اور شرعی مہر کہا تو کس قدر لازم ہوگا۔
۱۶۹	شوہر نے جو کچھ عورت کو دیا اگر قسم کے ساتھ کہہ دے کہ میں نے مہر میں دیا تو تین صورتوں کے ماسوا میں اس کا قول مان لیا جائے گا۔	۱۷۲	مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی ہے آج کل کے سکے سے کتنے روپے ہوں۔
۱۷۱	مہر معجل و مؤجل کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس وقت زرمہ وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں۔	۱۷۳	مہر ازواج مطہرات سوائے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ پانچ سو درہم ہے سکہ مروجہ سے کس قدر ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرمائی جائے۔
۱۷۱	مہر تین قسم ہے: (۱) معجل (۲) مؤجل (۳) مؤخر۔	۱۷۳	دس درہم شرعی کے سکے مروجہ سے کس قدر ہوتے ہیں۔
۱۷۱	مہر مؤخر یہ ہے کہ نہ پیشگی ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو یونہی جو مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو۔	۱۷۳	آجکل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں، دل میں خیال کر کے کہ دینا پڑتا نہیں زبانی جمع خرچ ہے قبول کر لو نکاح کرے تو کیا حکم ہے۔
۱۷۱	آج کل عام مہر بطور مؤخر ہی بندھتے ہیں۔	۱۷۳	وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا پانے کی زوجہ مستحق ہے۔
۱۷۱	مہر مؤخر میں جب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں۔	۱۷۳	میکے والوں نے محض ٹھوٹی خبر پر کہ سسرال والے زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے ان کا ارادہ مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا ہے، نصف مہر معجل ہے اور نصف غیر معجل، معجل میں زمانہ کی کوئی حد نہیں اسے روک رکھنا قبل طلاق مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں۔
۱۷۱	مہر معجل و مؤجل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی۔		

۱۷۶	تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے۔	۱۷۴	جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔
۱۷۶	ایک شخص بعد نکاح بے قربت کئے مر گیا مہر کتنا لازم ہوا، اس عورت کا نکاح کتنے دن بعد کیا جائے، بعض لوگ کہتے ہیں ایسے نکاح کی عدت نہیں کیونکہ جب قربت نہیں تو عدت کس چیز کی، اور بعض کہتے ہیں تین ماہ کے بعد نکاح کیا جائے۔	۱۷۴	اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہوگا تو اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے دے تو جائز ہے۔
۱۷۷	حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کا مہر شرعی باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے کا کچھ مواخذہ ہے۔	۱۷۴	سود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہو تب بھی حرام قطعی رہتی۔
۱۷۷	عورت کے ورثاء سے اس کا مہر شوہر یا ورثاء سے شوہر بخشوالیس تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔	۱۷۴	حقوق العباد میں اگر صاحب حق راضی ہوں تو ممانعت نہیں رہتی۔
۱۷۷	زید نے ایک فاحشہ سے بعد توبہ مہر شرعی پیہری پر نکاح کیا اس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں اور ہو تو اس کا نکاح معلوم تو مہر مثل معلوم نہیں ہو سکتا۔ بعد مرگ زید وہ عورت اسے گالیاں دیتی ولد الزنا کہتی ہے، اب وہ لوگ اس کے یہاں آتے ہیں جو زید کی زندگی میں نہیں آتے تھے، راتوں کو گھومتی ہے وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وہ سب اشیاء پر دغوی کرتی ہے اس کا مہر کتنا ہوگا۔	۱۷۴	پر ایما مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے لینا حلال ہے۔
۱۷۸	مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے، مہر معجل پر نکاح ہو اور تقریباً ۲۵ برس گزریں مہر ادا نہ ہو تو وہ مؤجل ہوگا یا اس کا استحقاق نہ رہے گا۔	۱۷۵	مؤجل میں کا بین کا لکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے تو موافق شریعت اس کا مضمون کیا ہے۔
۱۷۹	دیہات میں مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور اگر ہوتی ہے تو یوں کہ زبور وغیرہ مہر معجل ہوتا ہے اور بعض قاضی غیر معجل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل اور نہ مؤجل کچھ نام نہیں رکھتے، ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ پہلے مہر دے دو تو رخصت ہوؤں گی۔	۱۷۵	مہر مثل میں مہر ازواج مطہرات افضل ہے یا خاندانی مثل ام و عمر۔
۱۷۹	عورت سے خاوند نے مہر معاف کرنے کو کہا انکار پر اسے سخت پریشان کیا، تنگ رکھا، ساس سر نے بھی برا بھلا کہا، وہ میسک آگئی، خاوند لینے آیا تو اس نے کہا جب تک کل مہر نہ لے لوں گی نہ جاؤں گی کیا بیخ سے بے مہر ادا کئے زبردستی لجا سکتے ہیں۔	۱۷۵	مہر مثل سے اپنے خاوندان پدر ہی کا مہر مراد ہے۔
		۱۷۶	ازواج مطہرات اثبات المؤمنین ہیں، اثبات المؤمنات نہیں۔

۱۸۰	شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافی مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔	۱۸۲	معصومین مدعیہ ہے کہ مہر ۱۱۰ روپے ہے وکیل اور گواہ مرچکے ہیں چار پچازاد بہنیں، تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع محمدی تھا، ایک بہن کا مہر پانچ سو معلوم ہوا ہے، ایسی صورت میں معصومین کا مہر کیا قرار پائے گا۔
۱۸۰	مرد و عورت صرف روزِ اوّل کو ٹخنے میں رہے اور دشمن کو ٹخنے کے گردا گرد مارنے کو کھڑے رہے، زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقرر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔	۱۸۳	ایک شخص تیس سال سے غائب ہے اس کا بھائی اس کی زوجہ کو اس کے شوہر کا حصہ نہیں دیتا کہ پانچ چھ برس سے اس کی کوئی خبر نہیں غالباً مر گیا ہوگا اور قانون کہتا ہے کہ تین برس بعد دعویٰ مہر اب اگر تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کر سکتی ہوں، مہر کی تعداد دو سو بتاتی ہے، ہندہ کے اعزاء کو تعداد یاد نہیں، ہندہ اپنی والدہ اور چھو بھی بھتیجیوں بھائیوں کا بھی یہی مہر بتاتی ہے، کیا اس صورت میں اہل محلہ کچہری میں اس کا حق دلانے کے لئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا مہر دو سو روپے تھا یا نہیں۔
۱۸۰	اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔	۱۸۴	ایک شخص پندرہ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وہ عورت مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں۔
۱۸۰	بی بی کے نزع کے وقت مہر کی معافی چاہی اس نے آواز بند ہو جانے کے سبب سر ہی ہلادیا، مہر معاف ہو گیا یا نہیں۔	۱۸۴	ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کر لیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔
۱۸۱	تحریر طلاق دی اس میں یہ بھی لکھا کہ تیرے بطن کے دونوں سچے تیرے مہر میں دے تو کیا حکم ہے۔	۱۸۴	اولاد ثابت النسب باپ کا ترکہ پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔
۱۸۱	مہر معجل ہے، عورت کو طرح طرح کی اذیتیں تکلیفیں شوہر دیتا ہے نفقہ بھی نہیں دیتا، کا عورت نالش کر کے مہر وصول کر سکتی ہے اور اپنے نفس کو اس سے روک سکتی ہے۔	۱۸۴	نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔

۱۸۵	ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا کس کے گواہ معتبر ہوں گے کی کمی یا زیادتی کے۔	۱۹۳	نکاح کے لئے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا کس کے گواہ معتبر ہوں گے کی کمی یا زیادتی کے۔
۱۸۹	نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے یا نہیں، مہر کی نقد ادھار، ان کا کیا شرعی حکم ہے۔	۱۹۳	یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔
۱۸۹	اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے قرضہ کے وصول کر سکتی ہے۔	۱۹۳	اگر طالق و مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ وطی اور دخول نہیں ہوا تو کیا حکم ہے۔
۱۸۹	زوج نے جو زیور مہر معجل دیا اگر واپس لے لے تو مقروض ہوگا یا نہیں۔	۱۹۳	اگر طالق اور مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔
۱۸۹	زوج نے پانسو روپے کا مکان منجملہ مہر معجل خرید کر دینے کا وعدہ کیا تو زوجہ مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں۔	۱۹۳	ثبوت خلوت صحیحہ یا دخول گواہوں سے ہوگا یا طالق و مطلقہ سے۔
۱۸۹	جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کرے نان نفقہ پاسکتی ہے یا نہیں۔	۱۹۳	جو شخص ایسی بات کا انکار کرے جس میں اس کا نفع ہو تو اس کا قول معتبر نہیں۔
۱۸۹	مہر غیر معجل بعد خلوت صحیحہ کب سے کب تک پانے کی مستحق ہے، اگر ہر وقت پانے کی مستحق ہو تو جب تک وصول نہ کر لے زوج کے گھر جانے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں۔	۱۹۳	نفی پر شہادت معتبر نہیں۔
۱۸۹	مہر کی اقسام ثلاثہ یعنی معجل، مؤجل اور مؤخر کی تعریفات اور احکام کی تفصیل۔	۱۹۵	کسی قبیلہ میں رسم ہے کہ عقد سے پیشتر جو شرائط متعلق عقد طے کرنا ہوتے ہیں والدین یا اور اعزہ طے کرتے ہیں نوشاہ خاموش رہتا ہے جو طے ہوتا ہے اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے، اور پابندی کرتا ہے زید اسی قبیلہ کا ہے یہ طے ہوا کہ زید بعد بلوغ زوجہ سسرال میں رہ کر نان و نفقہ کی خبر گیری کرے گا اور بعض مہر جو پانچ ہزار پانسو روپے ہے جلد اد و غیر منقولہ دو سالہ کے اندر زوجہ کے نام خرید و ادایا نقد دیگا، زید معاہدوں سے منکر ہے کہتا ہے یہ معاہدہ میرے والد سے ہوا تھا نہ مجھ سے، حالانکہ اُس وقت وہ موجود تھا اور بالغ تھا اور کسی بات پر انکار نہ کیا، کیا زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار نہیں۔
۱۹۱	ایک شخص نے نکاح کیا اپنی ساری جائداد کا مہر کیا جائداد علی التوریت چلی آ رہی ہے جو ایک کھیت زمین بارانی اور مکان سکتی اور آمدنی خانقاہ ہر قسم حصہ خود، ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے وہ غرض سب جائداد منقولہ و غیر منقولہ بیوی کے نام کر کے بہہ کر دی یہ جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کیسا مہر لازم ہوگا۔		

۱۹۹	اس حدیث کا مطلب جس میں فرمایا گیا کہ جن کا نکاح ہوا اور ان کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روزِ قیامت زانی وانیہ اٹھائے جائیں گے۔	۱۹۵	المعروف کالمشروط۔
۲۰۱	باب الجہاز (جہیز)	۱۹۵	عقد سے پہلے یہ طے ہوا کہ مہر مؤجل باجل دو سال ہے دو سال کے اندر بعض مہر ساڑھے پانچ ہزار روپے جلد ادائیغہ منقولہ زوجہ کے نام شوہر خرید دے گا یا نقد ادا کرے گا مگر وقت عقد صرف اتنا کہا گیا کہ مہر مؤجل مطلق ہو گا یا باجل دو سال مؤجل۔
۲۰۱	جہیز کا مالک بی بی کی حیات میں اس کا شوہر ہے یا وہ خود۔	۱۹۷	زید نے اپنے نواسے خالد کی منگنی میں ایک زیور اس کے والد عمرو کو دے کر کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں اس وقت خالد نابالغ تھا عمرو نے قبول کر کے لڑکی کو خالد کی طرف سے پہنایا اب لڑکا لڑکی جوان ہیں لڑکا طلاق پر آمادہ ہے زیور وغیرہ واپس ہوئے، زید کہتا ہے وہ زیور جو میں نے دیا تھا مجھے ملے، لڑکا کہتا ہے کہ مجھے، عمرو کہتا ہے مجھے ملنا چاہئے۔ کون مستحق واپسی ہے۔
۲۰۲	اگر شوہر اس زیور میں بے اذن زوجہ تصرف کرے جو اسے جہیز میں ملا تھا تو نافذ ہو گا یا نہیں۔	۱۹۸	نابالغ کو ہبہ کیا اس کے باپ نے قبضہ کر لیا تو ہبہ تام ہو گیا۔
۲۰۲	باپ جو چیز اپنی صحت کی حالت میں بیٹی کو سوئپ دے وہ اس سے واپس نہیں لے سکتا نہ اس کے وارثوں کے لینے کا کوئی حق۔	۱۹۸	ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔
۲۰۲	ان شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا دولہا کی جانب سے دلہن کو بھیجا جاتا ہے یا اس امید کہ ادھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا جوڑے بہت گراں قیمت اور اس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت بھی ہوتی ہے کہ ادھر سے دوسو کا جائے گا تو ادھر سے چار سو کا آئے گا۔ اس صورت میں کیا جلدائی پر واپس لیا جا سکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کر دے تو کیا حکم ہو گا۔	۱۹۹	والدین نے بخیال دنیا اس قدر وسیع مہر بند ہوا یا کہ لڑکا کسی طرح ادا نہیں کر سکتا، لڑکے نے اس خیال سے کہ منظور نہ کروں گا تو نکاح منظور نہ ہو گا منظور کر لیا، بالغ لڑکی نے کچھ دن بعد بخوشی معاف کر دیا، چند لوگ کہتے ہیں یہ نکاح ناجائز ہے اور صحبت حرام۔

۲۰۶	ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔	۲۰۳	والدین زوجہ نے بہو کو کچھ زیور واسطے تالیف دیا، یہ سمجھ کر کہ کہا ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں دوسرے کام میں لائیں گے جیسا تاثر بطور رعایت دیا کرتے ہیں، اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔
۲۰۸	موہوب لہ، ملک سے خروج مانع رجوع ہبہ ہے۔	۲۰۳	جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی وار مرگئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔
۲۰۸	عاریت سے بحالت بقاء ہر وقت رجوع جائز و حلال ہے۔	۲۰۳	عورتیں جو بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں ان سے وہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔
۲۰۸	جو اشیاء عاریتاً لی جائیں وہ اگر بلا تعدی ہلال ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔	۲۰۳	عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔
۲۰۸	مستعار شئی میں اگر بحالت استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہور ہو۔	۲۰۴	بلاد شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔
۲۰۹	اگر عاریت کسی وقت معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقت معین کے بعد بھی اپنے پاس اسے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقت معین کے بعد استعمال نہ کی ہو۔	۲۰۴	ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔
۲۰۹	فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے۔	۲۰۵	قربت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں۔
۲۱۰	باپ نے بیٹے کی شادی اپنے صرف سے کی اب بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ ہوگی یا والد زید۔	۲۰۶	عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔
۲۱۱	باپ کے انتقال کے بعد بکر نے اپنی دو چھوٹی بہنوں کی پرورش کی، ان کی شادیاں بھی بعد بلوغ کر دیں، خرچ پرورش و شادی مال متر و مکسر سے کیا، یہ خرچ بکر کو ان دو چھوٹی بہنوں سے بحراطلے گا یا نہیں۔	۲۰۶	ہبہ میں جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔
۲۱۲	حکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کو پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں۔	۲۰۶	دے کر پھیرنے والا مثل توتے کے ہے کہ قے کر کے پھر کھالے۔

۲۱۶	تجہیز میں جمع و مولد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصہ پر پڑے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یوں ہی اجنبی۔	۲۱۲	غیر کے مال میں اذن ولایت تصرف ناجائز ہے۔
۲۱۷	اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔	۲۱۲	چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مال غیر تصرف جائز ہے۔
۲۱۷	عقد ایک رابطہ ہے اور رابطہ کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔	۲۱۴	مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔
۲۱۷	جوشی مقصود سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔	۲۱۴	جو اہل زمانہ کو نہ جانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔
۲۱۷	جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وہ جوازِ صلح سے مانع نہیں ہوتی۔	۲۱۴	نفقہ مثل کے معنی
۲۱۷	صلح شرعاً ایک عقد ہے جو ارفع نزاع اور قاطع خصومت ہے۔	۲۱۵	تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرانہ پایگا۔
۲۱۷	جہالت اگر نماز عت تک پہنچانے والی ہو تو وہ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔	۲۱۵	ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔
۲۱۷	ایسا فعل جو رضائے تبادلہ ملکیں پر دال ہو وہ بیع کارکن ہے۔	۲۱۵	اگر کوئی شخص اپنا مال تلف ہوتا ہوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذن اطلاق نہ ہوگی۔
۲۱۸	تعاطی اہل الجاہلین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور رائج ہے مگر بیان بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اجماعاً منعقد نہ ہوگی۔	۲۱۵	نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔
۲۲۰	امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے۔	۲۱۶	بصورت شرکت ہبہ، قرض، اطلاق مال اور تملیک بلا عوض جائز نہیں جب تک شریک صراحتاً نہ کہہ دے۔
۲۲۱	غاصب اگر معصوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وہ ان لوگوں کے پاس ہلال ہو جائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہی کر سکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔	۲۱۶	شرکت عنان اور شرکت مفادہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔
		۲۱۶	شرکت عین میں دوسرے کے حصہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف جائز نہیں۔

۲۲۸	(۴) شرح وقایہ میں ہبہ واپسی کا حکم ہے، کیا ہبہ جہیز اسی قسم کا ہے۔	۲۲۱	دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔
۲۲۸	(۵) جو شئی منجانب مدعیہ دالما کو ملے ہو اس کی واپسی کا مدعیہ کو کیا حق ہے۔	۲۲۱	بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفاً ہبہ نہیں، بخلاف والدین ان کا جہیز عرفاً ہبہ ہوگا۔
۲۲۸	(۶) جو سامان مدعا علیہ نے وقت شادی اپنی بی بی کو دیا مدعیہ اسے بھی لے سکتی ہے۔	۲۲۲	قبول علم کی فرع۔
۲۲۸	(۷) مرحومہ کے حکم سے جو شئی اس کے صرف کے لئے رہن ہوئی اسے کون چھڑائے گا۔	۲۲۲	اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا ملک ہے تو جن لوگوں کو واپس کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں گے مگر جو شخص اذن واپس سے بے خبر ہو گا وہ جو کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔
۲۲۸	جواب سوال اول تا چہارم۔	۲۲۵	ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔
۲۲۸	بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔	۲۲۵	ہبہ مشاع غیر محتمل قسمت کی شرط صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔
۲۲۸	اشیاء منقولہ میں اسے جب کا وقت معروف ہو جائے ہے ورنہ نہیں۔	۲۲۷	فیض النساء نے اپنی سوتیلی لڑکی کی شادی کی، شادی کے ڈیڑھ برس بعد لڑکی مر گئی فیض کل سامان جہیز کی واپسی کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے پاس سے یہ سب سامان کیا تھا اس لئے اس کی واپسی کی میں حقدار ہوں، سامان جہیز واپس لینے کا رواج مدراس میں جاری ہے۔ لڑکی کا شوہر جواب دیتا ہے کہ زیورہ وغیرہ مرحومہ کے حکم سے اس کے معالجہ وغیرہ میں رہن رکھے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ میرا بہت روپیہ صرف ہوا، مرحومہ کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا زندہ تھا وہ اس کے مال کا مالک ہوا اور اس کے بعد میں بطور باپ وارث ہوں، حکم شرعی کیا ہے۔
۲۲۸	جن چیزوں کے استقناع کا رواج ہو ان میں اجرت دے کر معدوم شئی کا ہونا جائز ہے ورنہ نہیں۔	۲۲۷	(۱) مدراس میں لڑکی مر جائے تو جہیز واپس لینے کا رواج ہے کیا حکم ہے۔
۲۲۸	شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے محتمل ہے ورنہ نہیں۔	۲۲۸	(۲) شرع میں رواج ملک کو کیا دخل ہے۔
		۲۲۸	(۳) جہیز کا سامان عاریہ سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔

۲۳۲	ملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔	۲۲۸	مرتن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے میں مطلقاً حکمِ حرمت دیا جائیگا کہ بے طمع نفع بہ مرہون قرض نہ دینے کا عرف و رواج ہے۔
۲۳۳	ہبہ تاحین حیات ہبہ کاملہ ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل ہے۔	۲۲۹	جب دو امر محتمل ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔
۲۳۵	احد المعاقدين کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔	۲۲۹	عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔
۲۳۶	بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔	۲۲۹	بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریہ دیا تھا بیٹی کہتی ہے تملیک یا اس کے مرنے کے بعد اس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔
۲۳۶	ماں کا دغوی اختصاص محتاجِ بینہ ہونا چاہئے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو، دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جدا ہو کر بطور خود تنزوت کی ہو۔	۲۳۰	جہاز میں جس کا قول معتبر ہوگا بقسم معتبر ہوگا۔
۲۳۸	لڑکی نے باپ کے مال سے دستکاری کر کے جہیز کا کچھ سامان تیار کیا ماں کے مرنے بعد باپ نے وہ سامان جہیز میں اسے دے دیا تو یہ سب اسی کا ہے اسی کے بھائیوں کو حق نہیں کہ وہ اسے ماں کا ترکہ قرار دے کر اپنا حصہ طلب کریں۔	۲۳۰	عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت واجب ہے۔
۲۳۹	دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔	۲۳۰	اگر ایک خاص مقدار تک حسبِ حیثیت جہیز دینے کا عرف ہو اور اس کے زائد عاریت تو اس مقدار تک تملیک سمجھیں گے اور زائد میں قول واقع بالاتفاق معتبر مانیں گے۔
۲۴۴	بی بی بے جہیز رخصت ہو کر آئی تو شوہر کو پانے خسر سے ان دراہم و دانیز کا مطالبہ پہنچتا ہے جو اس نے بھیجے ہوں جبکہ بعد زفاف زمانہ دراز تک چُپ نہ بیٹھا ہو۔	۲۳۱	بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا پھر کہا میں نے قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال سے تو کس کا قول معتبر ہوگا۔
۲۴۴	زمانہ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔	۲۳۲	شوہر نے زوجہ کو کوئی چیز بھیجی، عورت کہتی ہے ہدیہ ہے، شوہر کہتا ہے مہر، تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

۲۳۹	اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شئی کو رہن رکھا یا بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دیا تو رہن نافذ صحیح ہو گیا۔ اب جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو مالک مرتہن شئی کو واپس نہیں لے سکتا۔	۲۳۵	ایک زمانہ تک کسی شئی میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہوا حالانکہ پہلے بھی مدعی کے کوئی امر مانع نہ تھا اس کا مدعی مسموع نہ ہوگا۔
۲۳۹	مالک کی اجازت سے کوئی شئی کسی نے رہن کر دی تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتہن کا دین دے کر اپنی چیز چھڑالے اور جو کچھ مرتہن کو دے وہ مدیون یا اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔	۲۳۵	اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔
۲۵۰	سوتیلی ماں نے حسب رواج ملک مال و متاع بنام جہیز لڑکی کو دیا لڑکی کے بعد واپسی چاہتی ہے دیتے وقت نہ تو تملیک کی نیت ہوتی ہے نہ عاریت بہہ کی، لہذا حسب رواج ملک واپس ہو اس پر پر قضاوی طلب کئے گئے، بریلی سے بھی فتویٰ آیا جس کا مطلب بتایا گیا کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں، نہ فیض النساء واپسی جہیز کی حقدار ہو سکتی اس کا مدعی مرد و دو اور رواج ملک متروک، کیا یہ مطلب صحیح ہے؟	۲۳۵	اب سوال پنجم۔
۲۵۲	انجمن نے یتیمہ کا نکاح کیا، شوہر نے اسے نہ رکھا سامان جہیز جو انجمن نے دیا تھا واپس آیا اس کی مالک یتیمہ ہے یا انجمن۔	۲۳۷	مہوب شئی کا ہلاک ہو جانا یا مہوب لہ، کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع بہہ سے مانع ہیں۔
۲۵۲	صدر انجمن جس کے حکم سے سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہوتا ہے۔	۲۳۸	عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔
۲۵۳	اگر کسی کو غیرہ معین شئی کی خریداری کا وکیل کیا تو شرائ وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کے لئے خریداری کی نیت کر لی ہو یا مال مؤکل سے شئے خریدی ہو۔	۲۳۸	جواب سوال ششم:
۲۵۵	اگر دو شخص کسی کو ایک گھر بہہ کر دیں تو یہ بہہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔	۲۳۸	جواب سوال ہفتم
۲۵۵	فضولی کا شرائ جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے۔	۲۳۹	بے اجازت مالک کوئی شے رہن کر دی مالک نے بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرتہن سے اپنی چیز واپس لے لے اپنا دین مدیون سے لیتا رہے۔

۲۶۱	باب نکاح الکافر	۲۵۵	اگر دوسرے کے لئے کچھ خرید تو شرائہ اس مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اسے دوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیچ کر، اس پر بائع نے کہا میں نے فلاں کے لئے بیچ کی تو یہ شرائہ موقوف ہوگی۔
۲۶۱	زید قادیانی ہو گیا، اس کی عورت مسلمان ہی رہی، کیا حکم ہے۔	۲۵۶	وقت شادی زید کے والدین حسب دستور جوڑے چڑھائے، بعد نکاح لڑکی کے والدین نے کچھ زیور جوڑے جہیز میں دئے، پھر زید نے کچھ زیور بنوایا، علاوہ معمولی کپڑوں کے کچھ کپڑا بھی، عورت نے شوہر کے مرتے وقت پر بلکہ اب تک مہر میں معاف نہ کیا اس مال کا مالک کون ہے، مہر کی ادا کس کے ذمہ ہے۔
۲۶۲	مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۵۶	داد و ستد معقد و معروف کہ درانتظام مناکحت مروج است از روئے شرع شریف جائزست، اگر چیزے و نقدے بنابر عرف از نلک گرفتہ میشود خواہ بشرط یا بغیر بشرط چنانکہ در بنگالہ و رہما دستور است کہ قبل نکاح بطور ساجق و خرچہ ضیافت احباب طرفین سے گیرند جائز خواہد شد یا نہ شد اُلح۔
۲۶۳	عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ ہو گئی اور نکاح فسخ ہو گیا۔	۲۵۸	قبل عقد حسب رواج کچھ زیور لڑکی کو دیا، رخصت سے قبل داماد کا انتقال ہو گیا، اس صورت میں وہ زیور قابل واپسی ہے یا نہیں۔ اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھایا جاتا ہے جو بعد رخصت واپس آ جاتا ہے، یہ شخص بہت قلیل المعاش ہے اس کے والدین اتنی حیثیت نہیں رکھتے کہ اتنی مالیت کو بعد رخصت موہو بہ سمجھ لیں اور رواج بھی یہی ہے کہ ایسا چڑھاوا واپس لے لیا جاتا ہے۔
۲۶۳	کیا اب شوہر بے طلاق دئے اس سے تعلق ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا۔	۲۵۹	چڑھاوے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں۔
۲۶۳	ہندہ تجدید ایمان کر لے تو کیا زید و ہندہ تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں۔	۲۵۹	لگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی ملک ہے۔
۲۶۳	بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔	۲۵۹	زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ بیوہ پار کرتا تھا اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا اس کی شادی اس کے باپ عمر و نے کی، زید مر گیا، عورت اپنے خسر سے جہیز اور اپنا مال وزر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اسے دیا گیا تھا یعنی چڑھاوا اور مہر طلب کرتی ہے کیا حکم ہے۔
۲۶۳	کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب ہوگا۔		

۲۶۷	چھاتی منہ میں لینے کے احکام۔	۲۶۳	اس صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین رہے گا یا اب نئی تعداد فریقین کی رضامندی پر ہوگی۔
۲۶۷	مرد کے لئے حلال ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے پاؤں تک جہاں سے چاہے لطف اندوز ہو مگر وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔	۲۶۳	کیا اس صورت حال میں ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی؟
۲۶۸	بیوی کا بوسہ مسنون و مستحب ہے اگر نیت صالحہ ہو، تو اس پر اجر پائے گا۔	۲۶۳	عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی، یہی مفتی بہ ہے۔
۲۶۸	عورت اگر دودھ والی نہ ہو تو اس کا پاکستان منہ میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔	۲۶۳	مرتدہ بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی، مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔
۲۶۸	مرد اگر دودھ والی بیوی کا پاکستان منہ میں لے تو یہ خیال رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ حلق میں نہ جائے۔	۲۶۳	مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا۔
۲۶۸	مرد کو قصد بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔	۲۶۳	مرتدہ عورت جیسے بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی کم از کم مہر مثلاً ایک دینار پر بھی مجبور کی جاسکتی ہے۔
۲۶۸	اگر بیوی زیادہ دودھ والی ہے ورنہ خدشہ ہے کہ دودھ حلق میں جائے گا تو پاکستان منہ میں لینا مکروہ ہے۔	۲۶۳	ہندہ بکی نابالغ لڑکی سے بے اس کے ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۲۶۸	جب عورت کو گھر پر چھوڑ جائے تو کتنی مدت تک سفر میں رہ سکتا ہے۔	۲۶۵	رافضیہ سے نکاح ہو سکتا ہے؟
۲۶۹	شوہر کو اپنے ہمراہ میں اپنی بی بی کو رکھنے کا اختیار ہے یا نہیں۔	۲۶۵	اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔
۲۷۰	عورت پر تنگی کرنا اور اسے ضرر پہنچانا بحکم قرآن ممنوع ہے۔	۲۶۵	کھٹک نے اپنی عورت کو اپنے مذہب کے موافق طلاق دے دی چار ماہ بعد عورت مسلمان ہوئی اسی جلسہ میں اس کا نکاح کرادیا گیا نکاح کیسا ہوا اور عدت کی ضرورت تھی یا نہیں۔
۲۷۰	اگر مہر مغل نہ ہو تو اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کو روکنے کا کوئی اختیار نہیں۔	۲۶۵	کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔
		۲۶۷	باب المعاشرة
		۲۶۷	بوسہ کا حکم۔

۲۷۴	مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں، یونہی بحکم قرآن عظیم مردوں پر عورتوں کے۔	۲۷۰	مالی جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔
۲۷۵	جس کے دو بیٹیاں ہوں اور اُن میں عدل نہ کرے تو قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اُٹھے گا۔	۲۷۰	منسوخ پر عمل حرام ہے۔
۲۷۵	رعایت مساوات و زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں، اگر ان میں سے ایک قوم طوائف سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں۔	۲۷۰	شوہر شرعاً گاہ زن وقت جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے؟ یونہی اگر مس کرے۔
۲۷۶	عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے، آیا جو چیز ایک کو دے وہی دوسری کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو۔	۲۷۰	کیا عورت شوہر کے آلہ تناسل کو چھوئے تو حرج ہے۔
۲۷۹	ہندہ نے بعد ولادت تکلیف ولادت سے بچنے کے لئے جماع نہ کرنے کا عہد کیا اور شوہر سے کہا کہ تمہیں صبر نہ آئے گو دوسری شادی کر لو اور جو مقدرت نہ ہو تو مجھے نان نفقہ نہ دو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے کہ شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کرے۔	۲۷۱	بوقت جماع رویت فرج منوع اور نابینائی کا سبب ہے۔
۲۸۰	ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی اس صورت میں اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔	۲۷۸	عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کر سکتی، اور اس صورت میں ناشرہ بھی نہیں۔
۲۸۱	باپ نے اپنی جوان لڑکی نسبت ایک لڑکے سے کر دی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے ٹھٹھا کر دوسرے سے کر دی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس سے پہلے نسبت کی تھی۔	۲۷۳	باب القسم
۲۸۱	خلف وعدہ کی تین صورتیں ہیں۔	۲۷۳	عورت کو بے وجہ تکلیف و اذیت دینا اور دو زوجہ میں مساوات نہ کرنا، دونوں کو ایک مکان میں بجز رکھنا جائز ہے یا نہیں۔
۲۸۲	نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی وہابی وغیرہ بد مذہب ہے تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔	۲۷۳	بیبیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی انکی بد خوئی پر صبر، اُن کی دل جوئی، ان کے مراعات جو خلاف شرع نہ ہو محبوب شرع ہے۔
		۲۷۳	ایسے شخص کی فضیلت کی چند حدیثیں۔

۲۸۹	اڈل: اہل تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار اور حرام جانتے ہیں۔ نکاح کی حاجت والی جوان عورتیں اگر نکاح سے روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامت نفس کسی گناہ میں مبتلا ہو گئیں تو اس کا وبال نکاح سے روکنے والوں پر پڑے گا۔	۲۸۳	مگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجنا جائز نہیں جب تک مگنی باقی ہے۔
۲۹۰	حدیث کی رو سے لڑکی جب بارہ برس کی ہو جائے تو اس کا نکاح کر دینا چاہئے۔	۲۸۴	نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں۔
۲۹۰	دوم: اہل افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جنال مشددین ہیں انہوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی اور فرض حتمی قرار دے دیا۔	۲۸۵	شوہر نے کچھ دنانیز سسرال بھیجے، انہوں نے حسب عادت دُلہا کے کپڑے بنادئے، وہ مدعی کہ میں نے مہر میں دئے تھے اس صورت میں اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دے کر کہا کہ کچھ بنائی کی اجرت، کچھ سوت کی قیمت وغیرہ میں صرف کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کر دیا، پھر دعوٰی کیا کہ میں نے مہر میں دئے، اس صورت میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔
۲۹۰	وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرا دیتے ہیں۔	۲۸۶	مگنیت کے ہاں شکر، اخروٹ اور پھل وغیرہ بھیجے گئے اور کسی وجہ سے نکاح نہ ہوا، اگر مخاطب کی اجازت سے یہ چیزیں تقسیم ہوئی ہیں تو واپس نہ ملیں گی ورنہ ملیں گی جبکہ عرف سے تملیک ثابت نہ ہو۔
۲۹۰	تشدد و بیجانا جائز اور سبب ہلاک ہے۔	۲۸۷	باب النکاح الثانی
۲۹۱	مصنف کی تحقیق ائین کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنت، مباح مکروہ اور حرام سب کچھ ہے۔	۲۸۷	۵ رسالہ اطائب التہانی فی النکاح الثانی (نکاح ثانی کے احکام اور بیوہ کے نکاح کو فرض بتانے والوں اور نہ کرنے والوں کو کافر کہنے والوں کی خبر گیری)
۲۹۱	نکاح کی مختلف صورت اور ان کے احکام کی تفصیل۔	۲۸۸	خلاصہ فتویٰ مولوی عبدالرحیم دہلوی در بارہ نکاح بیوہ۔
۲۹۱	کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔	۲۸۹	جواب از مصنف (الخصرت امام احمد رضا فاضل بریلوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
۲۹۱	کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔	۲۸۹	نکاح بیوی کے مسئلہ میں جابلان ہند کے دو فرقے ہو گئے

۲۹۴	کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلاف شرع و معصیت ہے۔
۲۹۵	عورتوں کی عادات کے متعلق چند احادیث۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔
۲۹۵	عورتیں ٹیڑھی پٹلی سے پیدا ہوئیں۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کرنا فرض قطعی ہے۔
۲۹۶	شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی معرفت میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر اجر ہے۔	۲۹۱	جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہوا انہیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔
۲۹۶	عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں تو سیدھی جنت کو چلی جائیں۔	۲۹۱	جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وہ اگر خود نہ کریں گی گنہگار ہوں گی اور اولیاء اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔
۲۹۶	شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔	۲۹۱	فرائض ادا نہ کرنے یا ان کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔
۲۹۷	ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔	۲۹۱	ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریات دین سے ہو۔
۳۰۰	حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اُمّ بانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح کا واقعہ۔	۲۹۲	مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔
۳۰۱	عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زنانِ قریش ہیں جو اپنے بچوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگران و محافظ ہوتی ہیں۔	۲۹۲	مرد پر نکاح اسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وہ مہر نفقہ کا مالک ہو ورنہ وہ ترک نکاح پر گنہگار ہوگا۔
۳۰۲	حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح کا واقعہ۔	۲۹۲	اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جور و ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔
۳۰۳	ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک اور سن وصال۔	۲۹۳	جور و ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے۔
۳۰۳	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔	۲۹۳	بو وقتِ تعارض حق العبد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔
		۲۹۳	کس حالت میں نکاح سنت ہے۔

۳۰۸	وانکحوا الایالیٰ میں ایہ کا معنی ہے زن بے شوہر جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ اور بیوہ سب داخل ہے۔	۳۰۳	جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا۔
۳۰۸	بالخصوص بیوہ کے نکاح سے متعلق چند قرآنی آیات۔	۳۰۴	سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرو القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد شرفاء قریش کے پیغامات نکاح کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔
۳۰۸	عدت وفات (غیر حاملہ) کی۔ نص قرآن چار ماہ دس دن ہے۔	۳۰۵	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا قصہ جن کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۳۰۹	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہیت کرام و صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے توکا، فعلاً اور تقریراً نکاح ثانی کی اباحت بالتواتر ثابت ہے۔	۳۰۶	یتیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال سے نکاح نہ کرنے والی بیوہ کی تعریف میں چند احادیث۔
۳۰۹	حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات یتیمات تھیں۔	۳۰۷	تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بارہا ہوگا۔
۳۰۹	نکاح ثانی کو ازروئے شرع حلال نہ جاننا کفر ہے۔	۳۰۷	دخول جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔
۳۱۰	حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جفاکشی کا ایک واقعہ۔	۳۰۷	حدیث شریفہ ان اول من یفتیح باب الجنة الا انی اری امرۃ تبادری کا مطلب۔
۳۱۲	جو مباح کبائر اور اتباع شیطان کی طرف منجر ہو وہ اس عارِ جہ کی وجہ سے مباح نہیں ہوتا۔	۳۰۷	مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریات دین سے ہو۔
۳۱۲	عوام کے سامنے حقائق عالیہ اور دقائق عالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک و افہام و راہ ہو شرعاً ممنوع ہے۔	۳۰۷	نکاح ثانی کی اباحت ضروریات دین سے ہے۔
		۳۰۸	اباحت نکاح ثانی کا ثبوت قرآن مجید کی متعدد آیات سے ہے۔

۳۱۸	لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔	۳۱۲	اشاعتِ علم فرض اور کتمانِ علم حرام ہے۔
۳۱۸	تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں۔	۳۱۲	لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنہیں وہ سمجھیں۔
۳۱۸	اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔	۳۱۲	عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں بھال اس پر ہتے ہوں وہاں علماء متاخرین نے غیر حالتِ نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔
۳۱۸	خلاصہ مقصود۔	۳۱۵	قرآن مجید کی دسوں قراتیں حق اور منزل من اللہ ہیں اور دسوں طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔
۳۱۸	کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہو سکتیں۔	۳۱۵	جہاں جو قراءۃ رائج ہو نماز اور غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قرأت سے ان کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مبادہ وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دین خراب کر لیں۔
۳۲۱	کتاب الطلاق	۳۱۶	قریش نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی از سر نو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بناؤں خلیل میں کیں۔
۳۲۱	فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔	۳۱۶	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حفظ دین نو مسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیر کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھا، ان کی اصلاح نہ فرمائی۔
۳۲۱	طلاق کے بارے میں اقوالِ شلاش:	۳۱۷	تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیبہ میں جرأت و جسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبال عظیم و نکال صریح کا اندیشہ ہے۔
۳۲۱	(۱) مطلقاً مباح	۳۱۷	کلمہ گو کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فطیح ہو کفر سے بچانا فرض قطعی ہے۔
۳۲۲	(۲) عورت کی آوارگی اور بڑھاپے کے سبب سے جائز و نہ ممنوع۔	۳۱۷	مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے اگرچہ اس میں ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں۔
۳۲۲	(۳) ضرورت ہو تو جائز۔	۳۱۷	اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔
۳۲۳	بے ضرورت طلاق اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند، پھر بھی طلاق دے تو واقع ہے۔	۳۱۷	احتمال اسلام کو چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔

۳۲۲	والدین کی نافرمانی حرام ہے۔	۳۲۳	غیر مدخولہ کے مہر کا حکم
۳۲۲	حرام سے اجتناب واجب ہے۔	۳۲۳	نا قابل جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔
۳۲۲	بے حاجت بے وجہ شرعی طلاق مکروہ، مگر دے گا تو پڑ جائے گا۔	۳۲۳	متعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔
۳۲۲	حالت حیض میں طلاق مکروہ، مگر دے گا تو واقع ہوگی۔	۳۲۴	طلاق نہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، اور شوہر عورت کو شرعی طور پر نہ رکھ سکے تو حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے۔
۳۲۲	طلاق نہ دینے کا اقرار کر کے طلاق دی تو واقع ہے، وعدہ خلافی کا گناہ البتہ ہوگا۔	۳۲۵	طلاق کسی کا حق نہیں اور ضرورت پر حق اللہ اور حق العبد دونوں ہے۔
۳۲۲	طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعاً باطل نہیں کر سکتا۔	۳۲۵	وقوع کے بعد طلاق اس معنی میں حق اللہ ہے کہ اس کی شہادت بے مطالبہ ضروری ہے اور بے وجہ شرعی ادائے شہادت میں تاخیر سے فاسق اور مردود الشہادۃ ہے۔
۳۲۳	انت طالق لایردک قاض سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔	۳۲۵	شوہر جب ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق حق العبد ہے۔
۳۲۳	طلاق کا جب سے اقرار کرے اسی وقت سے واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔	۳۲۸	عورت کی کچھ خلقی پر اسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بغیر روت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔
۳۲۶	حکم کی دو قسمیں ہیں۔	۳۲۸	رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔
۳۲۶	حکم دیانت اور حکم قضاء کی تفصیل۔	۳۲۸	حالمہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔
۳۲۶	عورت کی طرف اضافت اور اس کے نام کے بغیر طلاق دینے میں دیانۃ طلاق واقع نہ ہوگی۔	۳۳۰	شہنی واحد میں حل و حظر دو جہت سے مجتمع ہونا بعید نہیں۔
۳۳۷	اگر عورت کی طرف کا حکم ہے پھر بھی شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۳۳۰	طلاق کے حلال و مبغوض ہونے کا بیان قرآن و حدیث سے۔
۳۳۸	"اگر تو زن منی سے طلاق اپنی عورت کی نیت کا انکار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔"	۳۳۱	بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔
۳۳۸	"تیری جیسی مطلقہ ہے" نیت نہیں تو طلاق نہ ہوگی۔	۳۳۲	ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔

۳۳۹	۳۵۳	ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا، اس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر طلاق کی قسم کھائی ہے۔ اب شراب پئے تو طلاق واقع ہوگی۔	"اگر میری اجازت کے بغیر نکلی تو طلاق کی قسم کھالی ہے" شوہر کا قول معتبر ہے۔
۳۴۰	۳۵۳	لفظ میں اضافت نہ ہو اور قرائن بھی نہ ہو تو شوہر کی نیت پر دار و مدار ہوگا۔	"طالق" کہنے کی صورت میں شوہر سے پوچھا جائیگا کہ یہ کس کی نیت کی ہے۔
۳۴۰	۳۵۵	عورت نے کہا "مجھے گراں خرید ا تو بعیب کے ساتھ لوٹا دو"۔ شوہر نے کہا "تجھ کو عیب کے ساتھ لوٹا دیا نیت طلاق ہے تو واقع ہے، اور اگر صرف اتنا کہا لوٹا دیا، طلاق واقع نہ ہوگی۔	یک طلاق دو طلاق سے طلاق کی صورت میں قضاء بھی طلاق نہیں۔
۳۴۱	۳۵۸	بے اضافت طلاق میں اگر قرائن سے طلاق متبادر ہو تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہے۔	می دہم کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا۔
۳۴۲	۳۵۸	مبہم اور بے اضافت الفاظ طلاق میں مدار شوہر کے قول پر ہے۔	رات میں کہا یک طلاق دو طلاق سے طلاق، صبح کو بے اضافت خبر دیا کہ "طلاق دادہ ام" دیا نیت طلاق واقع نہیں۔
۳۴۳	۳۵۹	یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔	ترک اضافت کی مختلف صورتیں۔
۳۴۴	۳۵۹	اگر نیت طلاق کی نیت تھی اور ظاہر کیا کہ طلاق کی نیت نہ تھی تو سارا وبال شوہر پر ہوگا۔	وقوع طلاق کے لئے لفظ یا نیت میں اضافت ضروری ہے۔
۳۴۴	۳۶۰	تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔	لفظ میں وجوہ اضافت کی تین صورتیں ہیں۔
۳۴۸	۳۶۰	ماں نے کہا عورت کو طلاق دے دو، لڑکے نے کہا طلاق طلاق، عورت پر طلاق واقع ہو گئی۔	"طلقی" کے جواب میں مارا اور کہا کہ یہ طلاق ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر کہا یہ "تجھے طلاق" تو واقع ہے۔
۳۴۹	۳۶۰	تین طلاقیں ہو گئی تو بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں نہیں آسکتی۔	متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔
۳۵۰	۳۶۱	نکاح کے پہلے اقرار نامہ لکھا میں اُلفت کا خرچ چلاؤں گا اور علیم اللہ کی حکم عدولی نہیں کروں گا اور اس کا خلاف کروں تو طلاق، نان نفقہ نہ دینے اور حکم عدولی کرنے پر طلاق نہ ہوگی۔	جو عرفاً معبود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔
۳۵۰			لفظ میں اضافت نہ ہو تو دیا نیت پر مدار ہوگا، اور قضاء اگر قرائن اضافت پر دلالت کرتے ہوں تو شوہر کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا۔

Page 37 of 688

۳۷۶	عصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے،	۳۷۰	عدت کا وجوب خلوتِ صحیحہ کے بعد ہے نہ کہ خلوتِ فاسدہ کے بعد۔
۳۷۶	حلالہ کی تفصیل۔	۳۷۰	دورانِ عدت نکاح ہر گز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام محض ہوگا۔
۳۷۷	حالتِ غضب میں طلاق دینے کے بارے میں مولوی عبدالحی صاحب کے ایک فتویٰ کا رد۔	۳۷۱	"میں اس کو طلاق دے چکا" تین بار کہنے سے تین طلاق ہوئی، البتہ گنہگار ہوا۔
۳۷۷	ایک جلسہ میں تین طلاقیں کے تین ہونے پر جمہور صحابہ تابعین وائمہ اربعہ کا اجتماع ہے۔	۳۷۱	طلاق میں عصہ کا عذر بیکار ہے کیونکہ طلاق اکثر غصہ میں ہی ہوتی ہے۔
۳۷۸	غصہ جنون کی حد کو پہنچ جائے تو طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اس کی تحقیق ضروری ہے کہ واقعہ عقل زائل ہو چکی تھی۔	۳۷۳	طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم بامعتبر ہے۔
۳۷۹	عصہ کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔	۳۷۳	مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں۔
۳۷۹	کسی نے شوہر سے کہا "اپنی عورت کو طلاق دے دے" اس نے کہا ہاں ہاں، اس کا تفصیلی حکم۔	۳۷۳	مدعی گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔
۳۸۰	بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو کہا یا آپ فرمایا بولتے ہیں۔	۳۷۳	عورت کو یقین ہے کہ شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں تو اس پر فرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کرے۔
۳۸۰	لفظ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور امر و نہی کے بعد واعدہ کے لئے ہوتا ہے۔	۳۷۳	دل میں طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔
۳۸۱	طلاق دل میں دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے اتنی آواز سے نہ کہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو سن سکے۔	۳۷۳	نابالغ نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا باپ دلائل وکالیہ دے سکتا ہے۔
۳۸۱	کسی نے بڑبڑچھا "تو نے اپنی عورت کو کیا کیا" اس نے جواب میں اگر یہ کہا "اپنے دل میں طلاق دے دی" طلاق واقع نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہا "اپنے دل سے طلاق دے دی" ایک رجعی واقع ہوئی۔	۳۷۴	حمل کی حالت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
۳۸۲	تین طلاق سے عورت نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے، تین سے کم میں کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ نکاح سے تو باہر ہو جاتی ہے مگر دوبارہ نکاح کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔	۳۷۵	عورت کو حمل ہو نامانع وقوعِ طلاق نہیں۔

۳۸۲	لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہو جائے گی۔	۳۸۲	غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے۔
۳۸۲	کسی نے قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں طلاق دی واقعہ نہ ہوگی۔	۳۸۳	طلاق کے ٹھوٹے اقرار سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
۳۸۷	جبراً طلاق دلوائی، استثناء یا کلمہ نفی آہستہ کہا کہ مکروہ نہ سُن سکا قضاء طلاق ہی ہے دیاتاً طلاق نہیں۔	۳۸۳	چکھری نے شوہر کو نوٹس دیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اپنی عورت کو اگر نہ لے گئے تو تین طلاق۔ اس سے کچھ نہ ہوگا۔
۳۸۷	جبر و اکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔	۳۸۳	صرف گھبراہٹ کا نام جنون نہیں، اس عالم میں طلاق دے گا واقع ہو جائے گی۔
۳۸۷	مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔	۳۸۳	عقل زائل نہ ہو تو غصہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، ایسی تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
۳۸۸	شوہر موجود نہ ہو اور عورت یقین جانتی ہو کہ شوہر طلاق دے چکا ہے تو عدت کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ لیکن واپس آ کر اگر شوہر نے انکار کیا تو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرنا ہوگا۔	۳۸۴	جنون کے ثبوت کے لئے گواہان عادل یا پہلے بھی جنون طاری ہوتا ہے۔
۳۸۹	تین طلاق سے عورت مغفلہ قابلِ حلالہ ہو جاتی ہے، ایسی عورت سے طالق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادہ نشینی نہیں۔	۳۸۵	گواہان عادل سے جنون ثابت ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔
۳۸۹	حلالہ کی صورت کیا ہے۔	۳۸۵	جس کے بارے میں معلوم و مشہور ہو کہ غصہ آتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے، اس کی طلاق بھی اس عالم میں واقع نہ ہوگی۔
۳۹۰	نابالغہ اور نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے	۳۸۵	جبر و اکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
۳۹۰	باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔	۳۸۵	نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ۔ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔
		۳۸۵	اجبار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

۳۹۶	وہابیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صریح تبرک لکھے ہیں۔	۳۹۰	ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف بوقت نکاح کیا تھی۔
۳۹۶	امام مالک اور امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ میں بدرجہا افضل ہیں۔	۳۹۰	بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحۃً ایجاب و قبول کرنا کافی نہیں۔
۳۹۶	ابن اسحاق دجال و کذاب ہے۔	۳۹۰	بالغ شوہر نے عورت کو طلاق دی، یہ واقع ہے عورت راضی ہو یا ناراض۔
۳۹۶	طلاق کے شرعی گواہ موجود ہوں تو شوہر کے قول قسم کسی کا اعتبار نہیں۔	۳۹۱	خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کے لئے تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں۔
۳۹۶	عورت طلاق ثابت نہ کر سکے اور یقین جانتی ہو کہ طلاق دی ہے تو جس طرح ممکن ہو شوہر سے چھٹکارا حاصل کر لے۔	۳۹۲	بے اضافت طلاق میں نیت شرط ہے، بے نیت کہے کا طلاق نہ ہوگی۔
۳۹۷	باجماع ائمہ اربعہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں	۳۹۲	"جا، طلاق طلاق طلاق وادم" اگر قسم کھا کر کہہ دے دونوں سے نیت طلاق نہ تھی مان لیں گے۔ اگر دونوں پر قسم نہ کھائے یا دوسری بات پر قسم سے انکار کر دے تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ اگر دوم پر حلف لے کہ "طلاق وادم" یہ نیت نہ تھا اور "جا" پر قسم نہ لے تو حاکم تین طلاق کا حکم دے گا۔
۳۹۸	ایک مجلس میں تین دے کر رجعت کی نیت جائز نہیں۔	۳۹۵	دھمکی کی نیت سے طلاق دی واقع ہے۔
۳۹۸	بنیت حلالہ عورت کا بغیر اذن ولی کفو میں نکاح کر لینا صحیح ہے۔	۳۹۵	صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔
۳۹۸	شوہر ثانی کی طلاق کے بغیر بنیت حلالہ نکاح کر نیوالی کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی۔	۳۹۵	اثقہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔
۳۹۸	مطلقہ مغفلہ کو شوہر ثانی نے صحبت کے بغیر طلاق دے دی تو شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی۔	۳۹۵	ایک مجلس میں تین طلاقیں کا ایک ہونا، چاروں اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔
۳۹۸	طلاق کے بغیر عورت کا نکاح کسی اور سے کر نیوالے یا بلا صحبت شوہر ثانی کے طلاق دینے کی صورت میں شوہر اول سے نکاح کرانے والے زنا کے دلال ہیں۔	۳۹۵	وہابیہ کا قدیمی داب۔

۳۹۸	رضا بالحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کفر ہوتی ہے۔	۳۹۸	مطلقہ مغفلہ سے دوران عدت وطی کر نیوالے پر حد جاری ہوگی۔	۴۰۰
۳۹۸	حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔	۳۹۸	ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح حرام و باطل ہے۔	۴۰۱
۳۹۹	میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی حلالہ پر راضی کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔	۳۹۹	صرف طلاق کا سن کر عدت میں نکاح پڑھا دینے والے گنہگار ہیں ان پر توبہ فرض ہے۔	۴۰۱
۳۹۹	جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔	۳۹۹	سید علی ترمذی کی طرح منسوب کی گئی کتاب ارشاد الطالین کی عبارت کے بارے میں سوال۔	۴۰۱
۳۹۹	رسم باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔	۳۹۹	جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل پوچھنا ناجائز ہے۔	۴۰۳
۳۹۹	لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں تو اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھے جائیں گے۔	۳۹۹	جو کسی مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہو جائے اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہو گیا۔	۴۰۳
۳۹۹	بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصل ضرورت نہیں۔	۳۹۹	مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہاں بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔	۴۰۳
۳۹۹	بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔	۳۹۹	عورت مرتدہ ہو جائے تو حلالہ سے چھٹکارا نہیں مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔	۴۰۳
۳۹۹	مسئلہ شرعیہ محل استہزا نہیں ہوتا ایسا کرنے والا گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔	۳۹۹	حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے۔	
۴۰۰	اقرار طلاق سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔	۴۰۰	ایک جلسہ میں تین طلاقیں کو ایک ماننا جمہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔	۴۰۴
۴۰۰	تین طلاق کے بعد عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے جب تک حلالہ نہ ہو۔	۴۰۰	سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں کلمات گستاخی بکنے والا کھلار افضی ہے۔	۴۰۴
۴۰۰	عورت کو تین طلاق دے کر عدت میں وطی کرنا زنا خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔	۴۰۰	تین طلاق کے بعد عورت بغیر حلالہ جائز نہیں۔	۴۰۶
۴۰۰	مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔	۴۰۰	آیت کریمہ الطلاق ص۳۲۸ کا شان نزول۔	۴۰۷

۴۰۷	تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق، ان کے بعد بغیر حلالہ عورت جائز نہیں۔	۴۰۷	نکاح میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور بے شرط لگائے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر کی امید ہے۔
۴۰۸	مطلقہ حائضہ کی عدت۔	۴۰۸	حدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ کا مطلب۔
۴۰۸	مطلقہ صغیرہ اور آنسہ کی عدت۔	۴۰۸	ایک بار میں تین طلاق باجماع ائمہ تین ہیں۔
۴۰۸	مطلقہ حاملہ کی عدت۔	۴۰۸	ایک مجلس میں تین طلاق کے بعد حلالہ ضروری ہے۔
۴۰۸	کفو کسے کہتے ہیں۔	۴۰۸	مسئلہ طلاق ثلاثہ در مجلس واحد پر اجماع کی تحریر۔
۴۰۸	غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔	۴۰۸	پوسٹ کارڈ پر تین طلاق ایک ساتھ لکھی تین واقع ہو گئیں۔
۴۰۸	نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔	۴۰۸	تحریری طلاق میں عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو وکیل نہ بنانا منافی طلاق نہیں۔
۴۰۸	مرد عورت دو ۲ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جائے گا۔	۴۰۸	کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کا تب مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو۔
۴۰۸	نکاح ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔	۴۰۸	خط خط کے مہر مہر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔
۴۰۸	عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں زاحرام ہوا۔	۴۰۸	تحریر سے طلاق اس وقت پڑتی ہے کہ شوہر کو اقرار ہو کہ تحریر میری ہے۔
۴۰۸	دورانِ عدت نکاح کرنی والے سے عورت کو فوراً جدا کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔	۴۰۸	طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص۔
۴۰۸	ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے بلا نکاح رکھے یا نکاح کر سکے۔	۴۰۸	طلاق میں زبان سے کہنا ضروری نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا جبر واکراہ شرعی ہو۔
۴۰۸	حرام کار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔	۴۰۸	الکتاب کا الخطاب۔
۴۱۶		۴۱۶	طلاق دی چھوڑ دیا، صریح طلاق کے الفاظ ہیں۔

۴۱۶	طلاق کو شرائط پر موقوف کیا شرائط نہ پائے گئے طلاق واقع نہ ہوئی۔	۴۱۶	"واسطہ نہیں رہا" کنایہ ہے، سابقہ دو صریح طلاقیں و توقع طلاق کا قرینہ بن جائیں گی۔
۴۲۱	عورت طلاق کی دعویٰ ہے گواہی میں اس کے بھائی ہیں اور شوہر غائب ہے، ناک کا دل عورت کے بیان پر جسے اور عدت گزر چکی ہو تو نکاح کر سکتا ہے۔	۴۱۸	شوہر نے کاتب سے کہا دستبرداری کی تحریر لکھ دو، اس نے تین طلاقیں لکھ دیں سن کر انہیں عورت کے پاس بھیج دیا، تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔
۴۲۱	آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے۔	۴۱۸	ثبوتِ خط کے لئے اس کا اقرار یا گواہاں عادل کی شہادت درکار ہے۔
۴۲۱	عادلہ عورت کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہو گئی اور عدت گزر گئی جواز نکاح کے لئے کافی۔	۴۱۹	قرآن سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے کہ خط فلاں کا ہے۔
۴۲۲	طلاق کے ایک گول مول سوال پر تنبیہ۔	۴۱۹	خط مشابہ خط اور خاتم مشابہ خاتم ہو سکتی ہے۔
۴۲۲	تحریری طلاق میں شوہر کا اقرار یا گواہان عادل سے اس کا ثبوت ضروری ہے۔	۴۱۹	عورت کو شوہر کی تحریر ہونے کا اعتبار ہے، اور وہ انکار نہ کرے تو اس کے موافق عمل کر سکتی ہے۔
۴۲۳	طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت معاف کی، جاہلانہ بات ہے، اس سے عدت ساقط نہیں ہوتی۔	۴۱۹	شوہر نے کہا "تجھے تین طلاق اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی"۔ "رکھی" میں دو احتمال ہیں ہائے مجہولہ و معروفہ۔ اول میں اس قول کے بعد کچھ چھپائے گی طلاق پڑے گی، اور ثانی میں چھپایا ہو تو اسی وقت پڑ گئی۔
۴۲۳	دورانِ عدت عورت سے نکاح باطل ہے۔	۴۱۹	فارغ خطی باقاعدہ لکھا کہ میں فلاں ابن فلاں اپنی زوجہ فلاں کو طلاق دیتا ہوں، تو اگرچہ زوجہ کو اس کی اطلاع نہ دی طلاق واقع ہو گئی۔
۴۲۳	محلل جب تک نکاح صحیح کے بعد وطی نہ کرے عورت شوہرِ اول کے لئے حلال نہیں ہوتی۔	۴۲۰	معاهدوں میں دستاویز کا لکھنا حسب عرف معاہدے کی تہدید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔
۴۲۳	نکاح فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں نکاح نافذ ضروری ہے۔	۴۲۰	المشروط عرفاً کا مشروط لفظاً۔
۴۲۳	گواہوں کے سامنے طلاق دی، اب انکاری ہے، اگر گواہ عادل ہوں اس کا انکار نہ سنا جائے گا۔	۴۲۰	عورت سے شوہر نے کہا "تو مہر معاف کر دے تو میں طلاق دوں"۔ اس نے مہر معاف کر دی لیکن شوہر نے طلاق نہ دی۔ مہر معاف نہ ہوا۔

۴۲۶	جابلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے۔	۴۲۳	گواہ عادل نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ ہو تو عورت شوہر سے حلف لے اگر قسم کھا کر طلاق سے انکار کر دے تو عورت خود کو اس کی زوجہ سمجھے، اور عورت کے سامنے طلاق دے کر مکر گیا اور گواہ نہ ہوں تو عورت ہر ممکن صورت سے اس سے چھٹکارا حاصل کرے۔
۴۲۷	عورت پر جب طلاق بائن پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔	۴۲۴	جو مطلقہ ثلاثہ تین طلاق دینے والے شوہر سے کسی طور پر چھٹکارا حاصل کرنے پر قادر نہیں اور بالکل بے بس ہے وہ کبھی بھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن و شور کا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال صرف شوہر پر ہے۔
۴۲۷	"تو میرے پاس سے چلی جا" حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت طلاق کی ضرورت ہے۔	۴۲۴	خطوط سے طلاق کا ثبوت، شوہر کے اقرار یا گواہانِ عادل کی گواہی پر موقوف ہے۔
۴۲۷	"تجھ کو اختیار ہے جو چاہے کر" حالتِ مذاکرہ میں نیت طلاق کی ضرورت نہیں۔	۴۲۴	ثبوت تحریر کے بعد، وقت تحریر سے طلاق مانی جائے گی اور عدت کے اندر جتنی بار خط آیا سب جدید طلاقیں مانی جائیں گی۔
۴۲۷	صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن ہو جائے گی۔	۴۲۵	تاسیس اولیٰ ہے بنسبت تاکید کے۔
۴۲۷	عدت اسی وقت سے لی جائے گی جب سے طلاق بائن دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو۔	۴۲۵	طلاق صریح غیر کولاق ہو جاتی ہے۔
۴۲۷	تمام احکام عدت وقت طلاق سے ثابت ہو جائیں گے۔	۴۲۵	اگر بعض خطوط سے یہ پتا چلے کہ پہلے کے طلاق کی خبر دے رہا ہے تو اس کو انشاء نہ قرار دیں گے۔
۴۲۷	جس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے۔	۴۲۵	اگر بذریعہ خط طلاق دینے والا منکر ہو اور شہادت کافیہ نہ ہو تو اصلاً ثبوت طلاق نہ ہوگا۔
۴۲۷	طلاق بائن پڑے ہی مہر واجب الاداء ہو گیا	۴۲۵	شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔
۴۲۷	طلاق دے کر میاں بیوی دونوں منکر ہو جائیں تو باہم تعلقات حرام اور جماع زنا ہے۔	۴۲۶	اگر بذریعہ خط طلاق دے کر انکار کرنے والا اگر اس انکار میں جھوٹا ہے تو اس کا لینے والا خدا ہے، عورت اس وبال سے پاک اور مجذبا ہے۔
۴۲۸	طلاق کی گواہی کے لئے دعوٰی ضروری نہیں کوئی دعوٰی نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔		

۴۲۸	قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دغوی بھی شہادت سُنے۔	۴۲۸	شومر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں اصلاً مسموع نہ ہوگا۔
۴۲۸	حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدم دغوی شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔	۴۲۸	بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔
۴۲۹	گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شومر ایک کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے۔	۴۲۹	طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ کافی ہیں۔
۴۲۹	فاسق گواہوں کے ذریعہ دُنیوی کچھری سے دُگری حاصل کر لینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۲۹	طلاق کی آواز سُنی، دینے والے کو دیکھا نہیں، گواہی نہیں دے سکتے۔
۴۲۹	اغواء کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔	۴۳۳	فلاں کو طلاق دی۔ "دی" کا لفظ تین بار کہنے سے تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی۔
۴۳۰	طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال کا ایک عورت کی ماں ایک بھابھ اور ایک اجنبی عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔	۴۳۳	اگر فی الواقع تین طلاق دے دے تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو چھوڑ دے اور بغیر حلالہ اس کو ہاتھ نہ لگائے۔
۴۳۰	تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔	۴۳۳	مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شومر مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید ہوگا۔
۴۳۰	فرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہیں۔	۴۳۳	جبکہ زید نے تین بار جُد اُجدایہ الفاظ اپنی زبان سے کہے "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ دھمکانے جبر واکراہ سے اگرچہ کھلوانے والا ہندو یا کوئی اور تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی۔
۴۳۱	امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور معنی جتنے پر اتفاق ہو وہ ثابت ہے۔	۴۳۳	مرد نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے اس دو یا تین بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو طلاق ہو گئی اس کی تعیین کا اختیار شومر کو ہے۔
۴۳۱	اختلاف شہود موجب ردِ شہادت ہے۔	۴۳۴	دو بیویوں کے شومر نے خالی الذہن ہو کر کسی لفظ سے کسی کی نیت کہنے بغیر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ تفریق کر سکتا ہے یعنی ایک پر ایک اور دوسری پر دو ڈال سکتا ہے۔

۴۳۰	جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ دنیویہ اس حد تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید کے حق میں متمم ہو تو اس کی گواہی ضرر زید پر قبول نہیں۔	۴۳۶	ایک شخص کی دو عورتیں ہیں، اس نے کہا "اپنی عورت کو طلاق دی" کسی کی تصریح نہ کی، اس کی مختلف صورتوں کا حکم۔
۴۳۱	انقضائِ عدت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔	۴۳۶	مسئلہ مذکورہ بالا کل اٹھاون ^{۵۸} صورتوں کا تفصیلی بیان اور ان کے احکام۔
۴۳۱	نشہ والے کی بیوی بھاگی اور وہ اس کے پیچھے گیا مگر اسے نہ پارکا اور کہا "سہ طلاق" اگر کہتا ہے کہ بیوی مراد تھی تو طلاق ہو گئی۔	۴۳۷	مذکورہ اٹھاون صورتوں کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے۔
۴۳۲	"اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق" کہنے سے طلاق ہو گی یا نہیں۔	۴۳۷	زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی۔
۴۳۲	بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت بفق الطلاق" یا "یو کہا" میرے اذن کے بغیر مت نکلتا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے۔" وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہو گی۔	۴۳۷	مدخولہ جمعا و تفریقاً تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔
۴۳۳	مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت طلاق دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا، لیکن عورت جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرے۔	۴۳۷	کلام جب تک مؤثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے۔
۴۳۴	گواہ ثقہ اور عادل ہوں تو شوہر کا انکار کچھ کام نہ دے گا، طلاق ثابت ہو جائے گی۔	۴۳۸	ایسا دعویٰ جسمیں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔
۴۳۴	گواہ ثقہ عادل نہ ہو اور شوہر منکر طلاق ہو تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۴۳۸	جسکے پاس دو زوجہ ہوں وہ بلا تعین اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ طلاق جس کی طرف چاہے پھیر دے تعین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہوگا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہو نا لازم آتا ہو۔
۴۳۴	گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا شوہر منکر طلاق سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔	۴۴۰	زید دو طلاق کا اقراری ہے۔ عمرو ہندہ وصفیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے کہا کہ "تین طلاق دیتا ہوں" ایسی صورت میں طلاق مغفلہ نہ ثابت ہونے کا بیان۔
		۴۴۰	آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنان ناقصات العقل میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔

۴۴۴	دوسرے کی دی ہوئی طلاق جب تک شوہر نافذ نہ کرے محض بے اثر ہوتی ہے۔	۴۴۴	دو طلاقیں فلاں کی لڑکی اور فلاں کہہ کر دیں اور تیسری میں عورت کا نام لیا تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔
۴۴۷	تحریر سے شوہر کا اقرار یا ثبوت ضروری ہے۔	۴۴۵	مرسوم و معبود و تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلااِکراہ ہو۔
۴۴۸	شوہر نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے دو یا اس کو کہہ دو کہ وہ طلاق والی ہے یا اس کو لکھ دو کہ وہ طلاق والی ہے تو طلاق فی الحال واقع ہو جائے گی۔	۴۴۵	طلاق نامے کی تحریر پر زن و اولیاء زن کہاں تک کاربند ہو سکتے ہیں، اس کی تین صورتیں ہیں۔
۴۴۸	"آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دیں" اس جملہ سے مذاکرہ یا نیت کے ساتھ طلاق پڑ جائے گی۔	۴۴۵	تحریری طلاق نامہ بصیغہ رجسٹری ہی کیوں نہ ہو شوہر انکار کر دے تو ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہوگی۔
۴۵۰	طلاق صریح جب بائن کو لاحق ہو تو بائن ہو جاتی ہے۔	۴۴۵	قاضی حجت شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا، نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔
۴۵۰	خط اس کو سُنادیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب ہو جائے، طلاق معلق ہے۔	۴۴۵	شوہر کے اقرار و انکار کا پتہ نہ چلے تو عمل غلبہ ظن پر ہوگا اور اگر شوہر آکر انکار کر دے تو یہ غلبہ ظن کام نہ دے گا۔
۴۵۱	میں نے پانی زوجہ کو علیحدہ کر دیا طلاق بائن ہے۔	۴۴۵	کافی لرخصۃ العمل اور مغنی حاجت الاثبات میں شرعاً فرق زمین و آسمان کا ہے۔
۴۵۱	کسی نے پوچھا "اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی" اس نے کہا "ہاں"۔ یہ نیت طلاق کا بیان ہے۔	۴۴۷	یہ تحریر کہ میری عورت کو کہہ دینا کہ میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، تحریر کے وقت سے ہی طلاق واقع ہو گئی چاہے کوئی عورت کو اطلاع دے یا نہ دے۔
۴۵۱	صریح طلاق میں نیت کی ضرورت نہیں۔	۴۴۷	طلاق رجعی میں ایام عدت کے اندر زبان سے رجعت کر سکتا ہے عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔
۴۵۱	طلاق خود تحریر کرنا یا دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اپنے دستخط کر دینا ایک ہے۔	۴۴۷	طلاق رجعی کی صورت میں عدت گزر جائے تو شوہر عورت کی رضامندی سے بلا حلالہ از سر نو نکاح کر سکتا ہے۔

۴۵۱	خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں۔	۴۵۱	شوہر کو شک ہو کہ دو طلاقیں تھیں یا تین، تو دو ہی سمجھی جائیں گی جب تک گواہوں سے تین ثابت نہ ہوں۔
۴۵۲	آج سے اس قدر ماہوار ماہ بماء دیا کرے گا، نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔	۴۵۲	"میں نے تجھ کو طلاق دی میرے گھر سے نکل جا" دوبار کہا اور لفظ "نکل جا" سے ایک بار بھی نیتِ طلاق کی تو تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔
۴۵۲	شوہر کے خط پر اطمینان ہو کہ اسی کا لکھا ہوا ہے تو عورت اپنے کو مطلقہ تصور کر سکتی ہے۔ لیکن پردیس سے آکر انکار کرے تو گواہوں کی ضرورت ہوگی۔	۴۵۲	لفظ "گھر سے نکل جا" رد کا احتمال بھی رکھتا ہے اس لئے حالتِ مذاکرہ میں بھی نیت کی ضرورت ہے۔ ۴۵۷ عورت کو حرام سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لفظ بائن زبان سے کہے بائن ہوگی نیت کی ضرورت نہیں۔
۴۵۳	میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔	۴۵۳	ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو حلِ جدید کے ساتھ نہ لوٹے گی۔
۴۵۳	زوجہ نے دعوٰی کیا کہ شوہر نے مجھے یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا کہ "میری ماں کی وصیت ہے کہ اگر اپنی بیوی کو زوجیت میں رکھے گا میں حشر میں دامنگیر ہوں گی" اس سے طلاق نہ ثابت ہوگی بلکہ اتنا اگر خود شوہر اقرار کرے تو اس سے بھی طلاق ثابت نہ ہوگی۔	۴۵۳	ایک مجلس کی تین، تین ہی ہیں۔
۴۵۳	عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بنیت طلاق نہ کہے کہ نکل جا۔	۴۵۳	آن واحد میں تین اکھٹی طلاقیں واقع ہونا کسی آیت و حدیث سے ثابت نہیں تو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم کہاں سے لیا اور اس پر اجماع کیسے منعقد ہو گیا۔
۴۵۳	لفظ "جا" حالتِ مذاکرہ میں طلاق ثابت کرے گا اور اس سے پہلے کی طلاق صریح اس کے لئے مذاکرہ ہوگی۔	۴۵۳	ایک مجلس میں تین طلاقیں کے وقوع کے منکر مخالفِ سوادِ اعظم ہیں۔
۴۵۵	طلاق بائن سے عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۴۵۳	حکم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکمِ خدا ہے۔
۴۵۵	زبان سے کہا طلاق دیتا ہوں، طلاق نامہ لکھا گیا میں تجھ کو تلافی دیتا ہوں، گواہ ایک عورت، اس مسئلہ کی مختلف صورتوں کے احکام۔	۴۵۵	حق سبحنہ و تعالیٰ نے حق عمر میں فرمایا "لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم"

۴۶۳	غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔	۴۶۰	طلاق دے کر گھر میں ڈال لینے کی مختلف صورتوں کے احکام۔
۴۶۳	طلاق کے لئے مالکانہ دینے کا جو رواج ہے اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔	۴۶۰	دیدہ دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ ابلیس ہے۔ ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔
۴۶۴	بطور خلع شوہر کو کچھ رقم دینا جائز ہے چاہے عورت خود دے یا اس کی طرف سے کوئی اور دے۔	۴۶۲	طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکب حرام فاسق۔
۴۶۴	بکرنے لا علمی میں غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا تو گنہگار نہیں۔	۴۶۲	فاسق کی امامت ناجائز ہے۔
۴۶۴	منکوحہ غیر سے لا علمی میں نکاح کرنے والے کی اولاد کا نسب اسی ناک سے ثابت ہوگا۔	۴۶۲	جو فاسق کو امامت پر برقرار رکھے گا گنہگار ہوگا۔
۴۶۴	خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لا علمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔	۴۶۲	فاسق قضاء شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔
۴۶۴	کسی شخص نے خاوند والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہر اول کی ہوگی۔	۴۶۲	فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہگار ہے۔
۴۶۴	غیر منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔	۴۶۲	قضاء عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے۔
۴۶۵	طلاق بائن غیر مغلطہ کی صورت میں شوہر سے عدت کے اندر بھی نکاح ہو سکتا ہے اور دوسرے سے بعد عدت۔	۴۶۲	نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صداہا احکام دینیہ اس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں۔
۴۶۵	طلاق بائن ہوتے ہی عورت خود مختار ہو جاتی ہے شوہر اول سے نکاح پر مجبور نہیں ہو سکتی۔	۴۶۲	فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔
۴۶۶	حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد حلالہ بھی ضروری ہے۔	۴۶۲	کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کر لے تو کیا حکم ہے۔

۴۷۰	متوفی کی بیوی مستحق وراثت ہوتی ہے۔	۴۶۶	طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا۔ اٹھارہ سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی، اس عورت پر کس کا دغویٰ صحیح ہے، مسئلہ کی مختلف صورتوں کا حکم۔
۴۷۰	آلہ بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر سبب فسخ نکاح نہیں۔	۴۶۶	امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔ (حاشیہ)
۴۷۰	ائمہ شافعیہ کے نزدیک جنون، برص مستحکم اور جذام مستحکم سے خیار فسخ نکاح کے حاصل ہونے کا مطلب۔	۴۶۷	نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا، تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔
۴۷۱	زوجہ متوفی کا مستحق میراث ہونا نص قرآنی سے ثابت۔	۴۶۸	نکاح متعہ اور نکاح موقت صحیح نہیں۔
۴۷۱	متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطور میراث ملتا ہے۔	۴۶۸	نکاح میں توقیت لفظ سے ہوتی ہے۔
۴۷۱	وراثت زوجہ ضروریات دین سے ہے اور تمام فرق اسلام کا اس پر اجماع ہے۔	۴۶۸	بے ضرورت شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔
۴۷۱	یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں صریح کلمہ کفر ہے۔	۴۶۸	بے حاجت صحیحہ طلاق مت دو کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (الحديث)
۴۷۲	عروض جذام کو مزیل نکاح سمجھ کر عورت اشتقاق وراثت کا انکار جہل و سفاہت ہے۔	۴۶۹	آیہ کریمہ "محسنین غیر مصافحین" میں کون سی ممانعت کی طرف اشارہ ہے۔
۴۷۲	بعد زفاف اگر نکاح فسخ بھی ہو جائے تب بھی پورا مہر لازم الادا ہوتا ہے۔	۴۶۹	سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایک شبہ کا ازالہ۔
۴۷۲	بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا نان و نفقہ باتفاقِ مذہب صحیح حنفی و شافعی واجب نہیں۔	۴۶۹	ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہوں سکتی۔
۴۷۲	نکاح فاسد کی معتدہ اور معتدۃ الموت کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ حائل ہو۔	۴۶۹	نفس لٹارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔
۴۷۳	ناشرہ کے لئے نفقہ نہیں۔	۴۶۹	متوفی کی زوجہ کو مہر قطعاً ملے گا۔

۴۷۳	نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو تو موت احوال زوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا ہو اور قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔	۴۷۸	عورت کو دینی، دنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائے گی۔
۴۷۵	بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان و نفقہ واجب ہے جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔	۴۷۸	ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔
۴۷۵	آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔	۴۷۸	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو ضرر مت پہنچاؤ۔
۴۷۵	عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان و نفقہ نہیں ہوئی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر کے مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔	۴۷۸	ظالم و جابر شوہر کے پاس عورت کے رہنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔
۴۷۵	شوہر کی رضا سے عورت مہر وغیرہ مال پر خلع کرے تو جائز ہے۔	۴۷۸	شوہر کے ظلم و تعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً والدین کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔
۴۷۵	جذائی عورت کے ادائے حقوق پر قادر ہو تو اس طلاق واجب نہیں، قادر نہ ہو تو طلاق دے، طلاق واجب ہو اور نہ دے تو جبراً ہی طلاق لی جاسکتی ہے۔	۴۷۹	شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔
۴۷۶	بے شوہر کے طلاق دیئے طلاق تحصیلدار کے دیئے نہیں ہوتی۔	۴۷۹	ترک واجب گناہ جس پر حاکم سزا دے سکتا ہے۔
۴۷۶	شوہر بڑھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دئے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔	۴۷۹	جس معصیت پر حد لاگو نہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔
۴۷۷	موجودہ کچھریوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۷۹	حنفی مذہب میں شوہر کی زیادتی کی صورت میں بے طلاق عورت خود نکاح کرے ایسا ممکن نہیں۔
۴۷۷	زید نے واقع میں طلاق نہیں دی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے۔		

۴۸۵	تفویض طلاق کی صورت میں اختیار مجلس تک باقی رہتا ہے۔	۴۸۰	فسخ نکاح کی مختلف صورتیں اور ان کا احکام۔
۴۸۶	"نہ تو میری زوجہ نہ میں تیرا شوہر" اس جملہ سے صاحبین کے نزدیک طلاق واقع نہیں۔	۴۸۰	وہ صورتیں جن میں فسخ نکاح کے لئے حاجت قضا نہیں ہوتی بلکہ مرد و عورت میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ خود فسخ کر دے۔
۴۸۷	طلاق لفظ سے ہے دل کا تصور کچھ نہیں۔	۴۸۰	وہ صورتیں جن میں فسخ نکاح کیلئے قضاء قاضی شرط ہے۔
۴۸۷	وعدہ اور طلب مشورہ سے طلاق نہیں ہوتی۔	۴۸۱	قاضی شرع نائب شرع مطہر ہوتا ہے۔
۴۸۷	امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں نفقہ نہ دینے پر تفریق نہیں ہے بلکہ اداۓ نفقہ پر قادر نہ ہونے پر۔	۴۸۱	امامت در نماز حق حکام ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔
۴۸۷	مسئلہ عنین کی تفصیل۔	۴۸۱	جنون موت فسخ نکاح نہیں۔ مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا۔
۴۸۷	جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا اس پر طلاق دین فرض ورنہ گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔	۴۸۲	قول مرجوح فتویٰ اور حکم، جہل و خرقِ اجماع ہے۔
۴۸۸	زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے تو مردود ہوگا۔	۴۸۲	مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔
۴۸۸	جنون کی بنیاد پر موجودہ کچھریوں کے حاکم کا نکاح فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل۔	۴۸۲	مذہب اربعہ سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے منصب قضاء پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو بوقتِ ضرورت قول مرجوح پر فیصلہ کر دے تو اس کی قضاء نافذ ہوگی۔
۴۸۸	امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو۔	۴۸۲	مقلد کس صورت میں قول مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔
۴۸۹	علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تقدیم دیتے ہیں۔ جو مؤید ہو۔	۴۸۲	مفتی کا قول مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔
۴۸۹	زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔	۴۸۲	قاضی مقلد بالقضاء بالمذہب کا کسی دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔
۴۹۰	احد الزوجین کو خیار عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہ ترجیح۔	۴۸۲	قاضی مقلد مقید بالقضاء بالمذہب کسی دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔
		۴۸۳	شوہر کی بیماری اور معذوری سبب فسخ نکاح نہیں۔

۴۹۴	دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق و غیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔	۴۹۰	مذہب امام، امام مذاہب سے ہے جس سے بلاوجہ عدول ہر گز جائز نہیں۔
۴۹۴	تفریق حاکم طلاق بائن ہوتی ہے۔	۴۹۰	امام ابو یوسف اعظم ارکان مذہب ہیں۔
۴۹۴	طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت فرض ہے۔	۴۹۰	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مرجع و مقدم ہے۔
۴۹۴	نامرد کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور طلاق ہو تو عورت مہربائے گی۔	۴۹۰	متون کی جلالت شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔
۴۹۵	ثبوت نامردی کے لئے محض سند ڈاکٹر ناکافی و نامعتبر ہے۔	۴۹۰	علماء کی تصریح کے مطابق شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔
۴۹۶	نامرد کا نکاح جائز ہے اگر ہمبستری میں عورت کے حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ فوراً طلاق دے دے۔	۴۹۱	قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔
۴۹۶	نامرد کا نکاح جائز عورت کے دعویٰ نامردی پر ہی فسخ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔	۴۹۱	قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔
۴۹۶	مرد ادائے حقوق زوجیت پر قادر نہ ہو تو طلاق دینا فرض ہے۔	۴۹۱	امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔
۴۹۷	نامرد شوہر اگر طلاق نہ دے تو عورت اور مرد کسی فقیہ عالم کو پہنچ مقرر کریں۔	۴۹۱	امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔
۴۹۷	مسئلہ تفریق عنین کی تفصیل۔	۴۹۱	جو متون و شروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاویٰ میں ہے۔
۴۹۹	اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں۔	۴۹۱	مسئلہ جنون پر روایت خلاف کی تردید، اس روایت میں بھی روز مرافعہ سے ایک سال کلی کی مہلت دینی ضروری ہے۔
۵۰۰	اگر مرد پہنچ مقرر کرنے بھی راضی نہ ہو تو عورت وہاں کے اعلم علماء بلد کے یہاں شوہر کے نامردی کا دغویٰ پیش کرے۔	۴۹۲	مہلت کے بعد عورت کے دغویٰ ثانیہ تک بدستور میاں بیوی رہیں گے۔
		۴۹۲	دوبار دغویٰ پیش ہونے پر قاضی عورت کو اختیار دے گا۔ اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو قاضی تفریق کر دے گا ورنہ اختیار باطل ہوگا۔

۵۰۸	اس صورت میں زید البتہ واجب ہے کہ ادائے حق پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔	۵۰۱	مسئلہ تفریق کی تفصیل۔
۵۰۸	ایک اور مسئلہ عنین۔	۵۰۲	نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچھری میں نالش عدم طلاق کی کرتا ہے گنہگار ہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نزلش کرتا ہے مسموع ہے۔
۵۰۹	ثبوت نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں عورت پر قادر ہو گیا فہما، ورنہ پھر عورت کے دعوٰی کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔	۵۰۳	مذہب حنفی میں عیب اہل زوجین سے دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلاف مذہب ہے، بایں ہمہ ضرورت واقعہ ہو تو امام محمد کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔
۵۰۹	مفقود الخبر کی بیوی شوہر کی عمر ستر سال ہو نے تک انتظار کرے۔	۵۰۴	عیب اہل زوجین سے حصوں خیار کی صورت میں مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔
۵۰۹	زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔	۵۰۶	عیب کی وجہ سے تفریق بے حکم حاکم شرع نہیں ہو سکتی۔
۵۰۹	مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔	۵۰۶	جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ حاکم شرعی ہے۔
۵۱۰	ضرورتِ صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔	۵۰۶	نامرد ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے اگر مرد ظلماً طلاق نہ دے تو عورت مسئلہ کو قاضی کے سامنے پیش کرے اور وہ مسئلہ تفریق پر عمل کرائے۔
۵۱۰	شوہر نے اپنے طور پر عورت کو مار ڈالا مگر وہ بچ گئی، اس سے طلاق یا تفریق نہ ہوگی۔	۵۰۷	تفریق حاکم سے طلاق بائن ہو جاتی ہے۔
۵۱۰	حنفیہ کے نزدیک غیبتِ زوج یا عسرت کے سبب عدم ادائے نفقہ باعثِ تفریق نہیں۔	۵۰۷	جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں تفریق بین الزوجین کی صورت ہوگی۔
۵۱۱	عورت کا اندام نہانی ناقابلِ ادخال تھا بعد از نکاح کبھی شوہر وزن میں مجامعت نہ ہو سکی اور نہ کوئی اولاد ہوئی اب وہ عورت فوت ہو گئی اس عورت کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہو سکتے ہیں۔	۵۰۸	ایک بار بھی ہمبستری ہو چکی تو دعوٰی عنینیت کا حق نہیں پہنچتا،

۵۳۲	طلاق رجعی کے بعض الفاظ۔	۵۱۱	عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دعویٰ فتح نہیں۔
۵۳۲	تشریح ^{۳۲} صورتیں جن بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے۔	۵۱۳	باب الکناۃ
۵۳۹	بیس صورتیں جن میں ایک اگر نیت ہو تو اگر طلاق رجعی پڑے گی اور اگر نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔	۵۱۳	و حقیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (طلاق کے کنائی الفاظ کے بیان میں)
۵۵۲	طلاق میں بارہ ^{۱۲} صورتیں منع ہیں یعنی مرد ان حال پڑ جاتی ہے جب تک عورت پر قید نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے۔	۵۱۳	بائن وہ طلاق ہے جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے۔
۵۵۶	فہرست الفاظ طلاق۔	۵۱۳	طلاق بائن کی پہلی صورت۔
۵۵۶	ان سب صورتوں میں اگر نیت طلاق ہو تو طلاق بائن پڑ جائے گی۔	۵۱۴	طلاق بائن کی دوسری صورت۔
۵۵۸	میں تجھے تیرے ہاتھ بیجا کناہ طلاق ہے اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔ (حاشیہ)	۵۱۴	طلاق بائن کی تیسری صورت۔
۵۵۸	فقط چند اہوں یا ہوا کافی نہیں، اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ (حاشیہ)	۵۱۵	طلاق بائن کی چوتھی صورت۔
۵۵۸	اگر کہا میں نے تجھے تیرے بھائی، ماموں، چچا یا کسی اجنبی کو دے دیا تو کچھ نہیں۔ (حاشیہ)	۵۱۵	ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ کا ایک ہی حکم ہے۔
۵۵۸	"مجھ میں تجھ میں کچھ نہ رہا" کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ نیت طلاق کرے۔ (حاشیہ)	۵۱۵	طلاق بائن کی پانچویں صورت۔
۵۵۹	شوہر نے بیوی کے فاعل غلطی کے مطالبے پر لکھ بھیجا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ غلطی ہے تو تین طلاقیں ہو گئیں۔	۵۱۵	اس صورت میں پنجم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں۔
۵۵۹	جب زید نے تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ کا اس کے پاس جانا حرام محض ہے۔	۵۱۵	طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجعت کا اختیار دی جائے گا۔
۵۵۹	مطلقہ ثلاثہ کا شوہر اول سے بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا۔	۵۱۵	طلاق بائن کے بعض الفاظ۔
۵۵۹	لفظ فارغ غلطی معنی طلاق میں صریح ہے۔	۵۱۵	ایک سو پچیس ^{۱۵} صورتیں جن میں اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق بائن پڑ جائے گی۔
		۵۱۵	پینتیس صورتیں جن میں بلا حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔

۵۶۲	طلاق رجعی بائن کو لاحق ہونے سے بائن ہو جاتی ہے۔	۵۵۹	صریح محتاج نیت نہیں ہوتا۔
۵۶۳	اقرار بالطلاق قضائی طلاق ہے۔	۵۵۹	طلاق کے بارے میں کون سا لفظ اور کونسا کنایات میں سے ہوتا ہے۔
۵۶۳	"ماکتا نہیں" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔	۵۶۰	خط میں لکھا کہ "تجھ فار غلطی دی" تو لکھتے ہیں ایک طلاق واقع ہو گئی اور اگر یہ لکھا کہ "خط پہنچے تو تجھے فارغ خطی" تو خط پہنچنے پر طلاق ہو گئی۔
۵۶۳	فارغ خطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے استعمال اور معنی کی تشریح۔	۵۶۰	ایک دفعہ طلاق تحریر دی دوبارہ پھر طلاق تین لکھ بھیجی۔ اگر پہلے طلاق کی عدت ختم ہو چکی ہے تو یہ واقع نہ ہوگی ورنہ یہ سب وقع ہوں گی۔
۵۶۳	مرد جس کو اپنی عورت کے طلاق کا اختیار دے، یہ اختیار اسی مجلس تک باقی رہے گا۔	۵۶۰	"تو مجھ پر حرام ہے" کہنے سے طلاق نیت پر موقوف نہیں ہوتی اگرچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔
۵۶۲	مفوض ملک ہوتا ہے۔	۵۶۰	فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و مفاد ہوتی ہے۔
۵۶۲	مملک اپنی مرضی سے کام کرتا ہے مملک کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔	۵۶۰	جو لفظ عرف میں طلاق کے لئے غالب الاستعمال ہو وہ طلاق کے لئے صریح ہو گا چاہے کسی لغت کا ہو۔
۵۶۲	وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔	۵۶۱	صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔
۵۶۲	فضولی کے طلاق کا نفاذ شوہر کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اجازت کی مختلف شکلوں کا بیان۔	۵۶۱	تائیس تاکید سے اولیٰ ہے۔
۵۶۷	تحریر طلاق کی تفسیر کے لئے حرف بحر پڑھا کر سننا ضروری نہیں، مضمون پر مطلع ہونا کافی ہے۔	۵۶۱	طلاق بصورت تحریر کسی مختلف اشکال کا حکم۔
۵۶۸	طلاق نامہ کے مضمون پر مطلع ہوئے بغیر مہر یا دستخط کر دئے، طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۶۱	بیوی کو کہا "تو مہرے کام کی نہیں" تو بہ نیت طلاق، طلاق بائن واقع ہو جھٹائے گی۔
۵۶۹	"طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں" اس جملہ سے دو طلاق واقع ہوئیں۔	۵۶۲	طلاق رجعی صریح، بائن کو لاحق ہو جاتی ہے۔
۵۶۹	لفظ فار غلطی جہاں کے محاورہ میں صریح ہو صریح ہے ورنہ اس سے بائن طلاق واقع ہوگی۔	۵۶۲	اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہو چکی تو بلا نیت طلاق واقع ہوگی کو نکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو لاحق نہیں ہوگی اور نہ اس کے بائن لاحق ہوگی کیونکہ یہ بائن ہے۔

۵۶۹	دور جمع طلاق ہوں تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے، تین طلاقیں ہو جائیں تو بلا حلالہ وہ عورت شوہر اول کے لئے جائز نہیں، اور دو طلاقیں بائن ہوں تو عورت نکاح سے نکل گئی مگر اس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے چاہے عدت گزر چکی ہو یا نہیں۔	۵۶۲	"صفائی دے دیا" یہ لفظ کنایہ ہے نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔
۵۷۰	"چھوڑتا ہوں" کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو طلاق مغلطہ واقع ہوگی۔	۵۷۳	بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔ شوہر قسم کھا کر عدم نیت طلاق کا قول کرے تو مان لیا جائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا بیچ کی ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم لے سکتی ہے۔
۵۷۰	بدیہیات پر اہل علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے۔	۵۷۴	لا دعویٰ کا لفظ عربی لفظ "انک مجارۃ" کا ہم معنی ہے نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔
۵۷۰	جابل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوء ادب ہے۔	۵۷۵	شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے تو عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔
۵۷۰	خسرو داماد میں لڑائی کے دوران داماد کہے کہ "اگر تم کل چھڑواتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں" اس سے ایک طلاق رجعی ہو جائے گی۔	۵۷۵	لفظ "لا دعویٰ" سے شوہر نے طلاق کی نیت کی تھی اور اب جھوٹی کھالی تو عند اللہ طلاق ہو گئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے عورت پر کوئی الزام نہیں۔
۵۷۰	"دوسرے سے نکاح کرو" بنیت طلاق کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول مقسم معتبر ہوگا۔	۵۷۵	لفظ "لا دعویٰ" کا سوال مکرر۔
۵۷۱	"چھوڑ دیا میرے کام کی نہیں" سے دو بائن طلاقیں واقع ہوں گی۔	۵۷۶	"وہ میری بیوی نہیں، مجھ کو اس سے غرض نہیں" یہ الفاظ طلاق سے نہیں، نیت طلاق ہو تب بھی ان سے طلاق واقع نہ ہوگی۔
۵۷۱	طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔	۵۷۷	"وہ میری بیوی نہ رہی، وہ میرے نکاح سے باہر ہے، میرے کام کی نہ رہی" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں۔
۵۷۱	"میں نے تجھے چھوڑ دیا" صریح ہے اور "تو میرے کام کی نہیں ہے" کنایہ ہے۔	۵۷۸	عوام کا یہ گمان غلط ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔
۵۷۱	بائن جب رجعی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنا دیتی ہے۔	۵۷۸	طلاق بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی مثلاً کہا انت بائن، پھر کہا انت بائن، تو ایک ہی بائن طلاق ہوگی۔
۵۷۲	"تمہارا جہاں جی چاہے چلی جاؤ، دوسرا خاوند کر" یہ الفاظ کنایہ کے ہیں ان سے وقوع طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔		

۵۸۵	"آزاد کیا" نیت طلاق سے کنایہ ہے، یہ لفظ تین دفعہ کہا ایک واقع ہوگی دو لغو ہوگی۔	۵۷۸	عدم نیت کے بارے میں شوہر کا قول بقسم معتبر ہے۔
۵۸۵	طلاق بائن کے بعد زن و مرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت کے اندر یا بعد عدت نکاح جدید کر سکتا ہے۔	۵۷۹	جبر و اکراہ در بارہ نکاح محل صحت و نفاذ لازم نہیں۔
۵۸۵	بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی اگر اس کو خبر قرار دینا ممکن ہو۔	۵۸۰	مکرہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔
۵۸۵	ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی۔	۵۸۰	مکرہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔
۵۸۵	جب تک عدت نہ گزرے زن مدخولہ طلاق مفرق و مجموع سب کی محل ہے۔	۵۸۰	"میں بے شادی شدہ ہوں، میرا نکاح کسی سے نہ ہوا، وطن میں میرا کسی سے سروکار نہیں" یہ سب الفاظ طلاق میں سے نہیں۔
۵۸۶	لفظ "حرام" بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے۔	۵۸۱	عورت بغداد میں ہے شوہر نے کہا بغداد کی ساری عورتیں مطلقہ ہیں، اگر اپنی عورت کی نیت نہ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔
۵۸۶	تم نے ایسا کہا "لہذا وہ مجھ پر حرام ہے" اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس فعل کو سبب حرمت سمجھتا ہے اگر یہی مراد ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۸۱	لفظ وطن بلد و قریہ سے عام ہے۔
۵۸۶	یہ جہال کا خیال ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے نکلے تو نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۵۸۲	"میں نے تجھے آزاد کیا" بشرط نیت طلاق بائن واقع ہوگی، اور تین کی نیت سے کہا تو تین ہوں گی۔
۵۸۶	بنائے باطل پر اقرار طلاق محض لغو ہے۔	۵۸۳	"چھوڑنا" طلاق صریح کا لفظ ہے "جہاں چاہے چلی جا" کنایہ ہے۔ دونوں لفظ کہے تو پہلے والا صریح بعد والے کنایہ کے لئے قرینہ بن جائے گا۔
۵۸۸	"ہم تجھ کو نہ رکھیں گے زمانہ مستقبل کے لئے وعدہ ہے۔ اگر صریح لفظ "طلاق دیں گے" ہو تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔	۵۸۳	اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار کہے نہ طلاق۔ "چھٹی دی" کا لفظ حالت غضب میں طلاق کے لئے ہی ہے۔
۵۸۸	فارسی زبان میں لفظ "طلاق می کنم" کہا تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر "طلاق کنم" کہا تو نہیں ہوگی۔	۵۸۵	"جو شخص شریعت مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کریگا گنہگار و مستحق سزا و عذاب ہے۔

۵۸۸	لفظ "میکم" محض حال کے لئے اور لفظ "کنم" محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ "اطلق" حال و استقبال میں دائر ہے۔	۵۸۸	"تو میرے مکان سے نکل جا" کنایاتِ طلاق سے ہے بہ نیت طلاق اس سے طلاق ہو جائے گی۔	۵۹۲
۵۸۹	"ہمارے قابل نہ رہی" کنایہ کے الفاظ میں سے ہے لیکن حالت، غضب میں سب و شتم کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس لئے وقوع طلاق کے لئے نیت بہر حال ضروری ہے۔	۵۸۹	شوہر نے بہ نیت طلاق کہا کہ "تو اب کوئی شوہر کر لے" تو طلاق بائن واقع ہوگی۔	۵۹۲
۵۸۹	عورت کو نکال دینا اور کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیلِ غضب ہے نہ کہ دلیلِ طلاق۔	۵۸۹	"مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں" یہ لفظ کنایاتِ طلاق سے ہے کہ بشرطِ نیت اس سے طلاق بائن ہوتی ہے۔	۵۹۲
۵۸۹	شوہر "نہ رکھیں گے ہمارے قابل نہ رہی" کہہ کر چلا گیا، صرف اتنی بات سے عورت کو نکاحِ ثانی ہر گز جائز نہیں۔	۵۸۹	طلاق بائن کے بعد بے تجدید نکاحِ مباشرت عورت سے حرام ہے۔	۵۹۵
۵۸۹	مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہور طلاق موتِ حقیقت یا حکماً ہر گز نکاحِ ثانی جائز نہیں۔	۵۸۹	اضافت صریحہ نہ ہو تو مدار شوہر کی نیت پر ہے۔	۵۹۶
۵۹۰	"جس سے چاہے مباشرت کر جسے چاہے خاوند بنا، مجھ تجھ سے تعلق نہ رہا" یہ تینوں الفاظ کٹائی ہیں۔ تیسرے کے لئے حالتِ غضب میں نیت کی ضرورت نہیں۔ ان تینوں لفظوں کی مختلف صورتوں کا حکم۔	۵۹۰	لفظ "آزاد کیا" سے طلاق بائن ثابت ہو جاتی ہے۔	۵۹۷
۵۹۲	"مجھے اس سے کام نہیں، میں اس کو نہیں رکھوں گا، رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ الفاظ طلاق کے نہیں ہیں۔	۵۹۲	عام حالت میں وقتِ تحریر نوٹس سے طلاق مانی جائے گی۔	۵۹۷
۵۹۲	مرد نے کہا کہ "اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ نہ تو ایلاء ہے اور نہ ہی قسم، لہذا کفارہ لازم نہیں۔	۵۹۲	کون سی عدت کا عورت نفقہ پاتی ہے اور کون سی عدت کا نہیں پاتی۔	۵۹۸
۵۹۳	بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔	۵۹۳	تطلق علی الخیر یہ۔	۵۹۸
۵۹۳	اگر کوئی یوں کہے کہ "اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی، چور یا شرابی ہوں" تو حالف نہیں ہوگا۔	۵۹۳	"مجھے تجھ سے سروکار نہیں" لفظِ طلاق میں سے نہیں۔	۶۰۰
۵۹۳	الفاظ کٹائی سے متعلق ایک فتویٰ کی تنقید۔	۵۹۳		

۶۰۸	خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔	۶۰۱	شوہر نے کہا "میرے قول مجھے تجھ سے کو سروکار نہیں" کو طلاق سمجھو "اس سے بھی طلاق نہ ہوگی۔
۶۰۸	میرا اس کا کوئی تعلق نہیں بنیت طلاق طلاق ہے۔	۶۰۲	جو شرعاً معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں۔
۶۰۹	گول مول سوال پر فہمائش۔	۶۰۲	سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ کہے کہ "میں نے اس کو واقع کیا۔
۶۰۹	چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدم بلوغ دونوں محتمل ہیں۔	۶۰۲	مرد نے بیوی سے کہا "تو یہ گمان کر لے کہ تو طلاق والی ہے" تو طلاق نہ ہوگی۔
۶۰۹	مفتی کا خود شقوق قائم کر کے ہر شق کا جواب دینا خلاف مصلحت شرعیہ ہے۔	۶۰۳	"کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار ہوا۔ عورت کا نکاح باقی ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔
۶۰۹	لامذہب یعنی زندیق دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔	۶۰۳	بیمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔
۶۰۹	اگر نکاح ہی نہ ہو تو طلاق کیسی۔	۶۰۳	"تو میرے نکاح سے باہر ہے" حالت غضب میں طلاق بائن واقع ہوگی۔
۶۰۹	"مجھ سے محمود سے کوئی تعلق نہ رہا" کتایہ ہے وقوع طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔	۶۰۵	طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔
۶۰۹	کتایہ میں نیت طلاق ہونے یا نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۶۰۶	"مجھ کو کوئی دغوی نہیں، جہاں چاہے چلی جا" الفاظ کتایہ سے ہیں نیت ہو تو ایک طلاق، نیت نہ ہو تو کچھ نہیں۔
۶۰۹	مجھ سے تجھ سے سروکار نہیں، الفاظ طلاق میں سے نہیں۔	۶۰۶	عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔
۶۱۰	مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں، الفاظ طلاق کنائی سے ہے۔	۶۰۶	قسم کھانے سے انکار کرے تو نکاح جدید کی ضرورت ہے۔
۶۱۰	"چھوڑ دیا" صریح ہے۔	۶۰۷	"دست برداری، میرا بالکل تم سے کچھ تعلق نہ رہا" کتایہ ہے حالت غضب میں طلاق واقع ہو جائے گی۔
۶۱۱	صریح بائن کو لاحق ہو جاتی ہے۔	۶۰۷	عورت نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا "تو ہماری بہن ہو چکی" طلاق بائن واقع ہو گئی۔
		۶۰۸	تو ہماری بہن ہو چکی "یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔

۶۱۴	امام اعظم کے نزدیک کم از کم دو ماہ اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔	۶۱۱	رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر بائن ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔
۶۱۵	مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر سرزنش۔	۶۱۱	صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔
۶۱۵	دانستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے۔	۶۱۱	صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔
۶۱۵	خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔	۶۱۱	کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔
۶۱۵	مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت کرنے والا بے ادب مختل الدین ہے۔	۶۱۱	فتاویٰ خیرہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔
۶۱۵	"میں کسی قابل نہیں جواب دے دوں گا، میری بیوی نہیں ماموں زاد بہن ہے" الفاظ طلاق میں سے نہیں۔	۶۱۲	شوہر نے بیوی کو کہا انت طالق فاعتدی یا انت طالق واعتدی یا انت طالق اعتدی تو کیا حکم ہے۔
۶۱۶	"فلاں سے اس کی شادی کردو" کنایہ کے الفاظ میں سے ہے، طلاق کے لئے نیت شرط ہے۔	۶۱۳	وقت اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف جو فتویٰ متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔
۶۱۶	"طلاق کنائی میں نیت کے بارے میں شوہر سے قسم لی جائے گی، اگر کہے طلاق مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ ہوگا اور عورت کا دوسری جگہ نکاح محض حرام ہوگا۔	۶۱۳	اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالا جماع عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔
۶۱۶	طلاق بالکنایہ کی صورت میں شوہر قسم سے انکاری ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی۔	۶۱۳	طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا تھا تو عدت وقت طلاق سے شمار ہوگی۔
۶۱۷	لفظ کنائی استعمال کر کے شوہر غائب ہو گیا اور اس پر قسم نہ رکھی جاسکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔	۶۱۳	امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتویٰ میں تطبیق۔
۶۱۷	"تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ" بنیت طلاق طلاق ہے۔	۶۱۴	ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاء عدت کے لئے کافی ضرور ہے۔

۶۱۸	شوہر نے عورت کو گھر سے نکالتے وقت کہا "تو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں" بعد میں پوچھنے پر شوہر نے اقرار کیا "میں اس کو اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں جب وہ گئی" اس صورت میں طلاق بائن واقع ہو گئی۔	۶۱۸	کسی شخص نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ "وہ میرے کام کی نہیں رہی" اور نیت طلاق سے انکار کرتا ہے تو بیوی اس سے حلف لے سکتی ہے اگر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے سامنے پیش کیا جائے وہاں بھی انکاری ہو تو طلاق بائن ہوگی۔	۶۲۳
۶۱۸	عرصہ چھ سال اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے اور جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم نہیں ہوتی۔	۶۱۸	"میں عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں چاہے کسی سے عقد کرے یا بیٹھی رہے، مجھے کچھ عذر نہیں" ان الفاظ سے بشرط نیت طلاق واقع ہوگی۔	۶۲۴
۶۱۸	طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے وقت سے ہی جدا ہوں تو عدت اسی وقت سے لی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوں تو وقت اقرار سے۔	۶۱۸	"چلی جا" نیت طلاق سے طلاق ہے۔	۶۲۴
۶۱۸	قول امام محمد کہ عدت وقت طلاق سے اور فتوائے متاخرین کہ وقت اقرار سے ہے، ان میں تطبیق و توفیق۔	۶۱۸	"میرے مطلب کی نہیں" بشرط نیت طلاق ہے۔	۶۲۵
۶۲۰	بے اضافت صریح طلاق میں مدار نیت پر ہوگا۔	۶۲۵	حاملہ کی عدت واضح حمل ہے۔	۶۲۵
۶۲۱	"آزاد کیا" سے محل غضب میں طلاق بائن ہو جائیگی، لیکن عورت کی طرف اضافت نہ ہو تو مدار شوہر کی نیت پر ہوگا۔	۶۲۵	بلا اثوت طلاق اور عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام ہے۔	۶۲۵
۶۲۱	"چلی جا" کنایات سے ہے۔ اگر اس پر حلف لینے سے انکار کرے کہ میں نے اپنی عورت مراد نہیں لی تھی تو معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے۔	۶۲۶	"ہفتہ کے اندر میرے پاس نہ آئے تو جہاں چاہے جائے، تجھے اختیار تیرے دل کا مجھے اختیار میرے دل کا" بشرط نیت طلاق ہے۔	۶۲۶
۶۲۲	غصہ اور حمل کی حالت میں نیز عورت دور ہو تب بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔	۶۲۶	کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے انکاری ہو تو حاکم شرعی کے حضور نالاش کی جائے اگر شوہر اس کے سامن بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔	۶۲۶
۶۲۳	"وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی" بشرط نیت طلاق واقع ہوگی۔	۶۲۶	"میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو" اس جملہ سے حالت مذاکرہ و غضب میں طلاق واقع ہوگی۔	۶۲۶
		۶۲۷	"اپنے گھر کو چلی جا میرے کام کی نہیں، میں نے تجھے طلاق دی" عدم نیت کی صورت میں صرف آخری لفظ سے طلاق رجعی پڑے گی۔	۶۲۷

۶۳۱	شوہر کا یہ کہنا کہ اس خط کو بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں صالح ایقاع طلاق نہیں۔	۶۲۷	حاملہ کو طلاق رجعی دیا اور وضع حمل سے قبل رجوع نہ کیا تو اب برضاء عورت دوبارہ نکاح کی حاجت ہے۔
۶۳۱	بیوی نے طلاق مانگی، شوہر نے کہا طلاق دادہ انگار (بزبان فارسی) یا کہا اجسی انک طالق (بزبان عربی) یعنی تو خود کو طلاق شدہ شمار کر، تو نیت کے باوجود طلاق نہیں ہوگی۔	۶۲۷	حلالہ تین طلاقیں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں۔
۶۳۲	شوہر کا یہ کہنا کہ "اگر آپ میری بیوی کا نکاح کرادیں گے تو مجھے کسی سے نوع کا عذر نکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا" بظاہر ترک نزاع کا وعدہ ہے۔	۶۲۷	لزوجہ حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے فنیہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔
۶۳۲	"مجھے اپنی بیوی سے اب کچھ سروکار نہیں رہا" الفاظ طلاق سے نہیں۔	۶۲۸	متعدد الفاظ سے چند طلاقیں دین تو غیرہ مدخولہ ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاتی ہے بقیہ لغو ہیں۔
۶۳۲	لفظ "سروکار" کے لغوی معانی۔	۶۲۸	"میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں، میرے کام کی نہیں" سے دو بائن طلاقیں واقع ہو گئیں۔
۶۳۳	شوہر کا یہ کہنا محض لغو و غلط ہے کہ "میری بیوی میری بلا اجازت گئی تو نکاح سے باہر ہونا اظہر من الشمس ہے"۔	۶۲۸	رخصتی سے پہلے عورت کو طلاق ہو گئی تو عدت کی حاجت نہیں۔
۶۳۳	جو اقرار غلط بناء پر ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔	۶۲۸	بائن کا رجعی کو لحوق امتناع رجعت کی وجہ سے رجعی کو بھی بائن بنادیتا ہے۔
۶۳۳	مندرجہ ذیل تین الفاظ کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے: (۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے سے کر دو (۲) برضاء و رغبت آپ کو اجازت دی (۳) اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دی۔	۶۲۹	"چھوڑتا ہوں" کا لفظ صریح ہے تین بار کہا تو طلاق مغلطہ واقع ہو گئی۔
۶۳۴	کتنی ہی کنایات باندھیں اور سب سے نیت طلاق بھی کی ہو تب بھی صرف ایک واقع ہوگی کیونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔	۶۲۹	"اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا" ایک بائن طلاق ہوگی۔
۶۳۴	خط کو حرف بحرف پڑھ کر سنا دیں تاکہ اس پر شرعاً طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ بھی پڑھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔	۶۳۱	طلاق کی رجسٹری واپس کر دینے سے طلاق واپس نہیں ہوتی۔
		۶۳۱	چند الفاظ کے بارے میں الفاظ طلاق سے ہونے نہ ہونے کا فیصلہ۔

۶۳۸	شوہر کی اجازت سے دوسری کو طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں: تفویض، توکیل، رسالہ۔	۶۳۴	دوسرے نکاح کی اجازت دینے کی صورت میں قرائن سابقہ ولاحقہ کی موجودگی میں قضاء ایک طلاق واقع ہوگی۔
۶۳۸	الفاظ تفویض تین ہیں: تخیر، امر بالید اور مشیر۔	۶۳۵	دلالت قال دلالت حال کی طرح ہے۔
۶۳۹	عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو باطل محض اور حرام قطعی ہے۔	۶۳۵	دلالت حال دلالت مقال سے عام ہے۔
۶۴۰	تفویض طلاق کی صورت میں اپنے نفس کو اختیار کرنے نہ کرنے میں میاں بیوی میں اختلاف ہو تو عورت کو گواہ پیش کرنے ہوں گے، اسی قسم کے ایک مسئلہ سے متعلق عالمگیری کے ایک جزئیہ کی توضیح۔	۶۳۵	خط کی بناء پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب شوہر مقرر یا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ محض مشابہت خط پر حکم نہیں۔
۶۴۰	خلع کے بعد جب عدت گزر جائے تو عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے نہیں کر سکتی۔	۶۳۶	طلاق کے مسئلہ میں عورت مسئلہ قضاء پر عمل کرے گی۔
۶۴۱	شوہر خلاف ظاہر دغوی کرے تو عورت کا قول مقول معتبر ہوگا۔	۶۳۶	اقرار کا زب کا دینا کوئی اثر نہیں ہوتا۔
۶۴۱	عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول مقول معتبر ہوگا۔	۶۳۶	خلوت صحیحہ کے بعد طلاق سے کل مہر واجب ہو جاتا ہے۔
۶۴۱	مولیٰ نے غلام کو کہا کہ میں نے کل تیرے عتق کا تجھے اختیار دیا تھا مگر تو نے خود کو آزاد نہیں کیا، غلام نے کہا میں نے ایسا کر لیا تھا، تو غلام کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔	۶۳۷	باب تفویض الطلاق
۶۴۲	کسی شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے کل تجھے مال کے بدلے آزاد کیا تھا مگر تو نے قبول نہیں کیا، غلام کہتا ہے کہ میں نے قبول کر لیا تھا، تو مولیٰ کا قول مقول معتبر ہوگا۔	۶۳۸	میں اس شرط پر تم سے نکاح کروں گی تم کسی سے شادی نہ کرو، اور اگر کرو تو مجھے اپنے نفس کا اختیار رہے گا، یہ اختیار دوسری عورت کی شادی کی خبر سننے کی مجلس پر محدود رہے گا۔
۶۴۲	قبل نکاح عورت کو اختیار دینے کی صحت کے لئے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق کا اختیار ہے۔	۶۳۸	فضول واجنبی کلام اور جنگ سے مجلس بدل جاتی ہے۔

۶۵۱	ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پورا ہونا قطعی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہ ہوں۔	۶۴۳	تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک ضروری ہے۔
۶۵۲	جس عورت کو مرد نے طلاق تفویض کی وہ یہ کہہ کر گھر سے چلی گئی کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، تو طلاق نہ ہوگی۔	۶۴۳	طلاق فضولی اجازتِ زوج پر موقوف ہوتی ہے۔
۶۵۲	استفتاء میں تغیر و تبدل کرنے والے گنہگار ہیں انہیں خوفِ خدا چاہئے۔	۶۴۳	تفویض طلاق کی شرط پر نکاح کی مختلف صورتوں کا حکم۔
۶۵۳	ایک شخص نے اپنی عورت کو نکاح کے بعد "امروا بیدھا" مختار کر دیا نکاح سے خارج ہو نا اور آزاد ہونے کے ساتھ اختیار دیا، یہ طلاق کی تفویض ہے، نیت کرے گا طلاق پڑے گی، نہ کرے گا نہ پڑے گی۔	۶۴۳	تفویض طلاق ملک یا اس کی طرف اضافت کرنے سے صحیح ہوتی ہے۔
۶۵۴	زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی میعاد رکھی، اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت ہے طلاق معلق ہوگی۔	۶۴۴	جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو مستحسن ہوتا ہے۔
۶۵۵	گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔	۶۴۴	مرد نے عورت کو تفویض طلاق کسی شرط سے معلق کی تو وقوع شرط پر عورت کو اسی مجلس تک اختیار رہے گا، مجلس بدلنے سے اختیار جاتا رہے گا اس کے بعد اپنے نفس کو طلاق دے گی تو واقع نہ ہوگی۔
۶۵۵	طلاق کے بارے میں اکیلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔	۶۴۴	تبدیلی مجلس کی صورتیں۔
۶۵۷	مآخذ و مراجع	۶۴۴	تفویض معلق بالشرط کی دو قسمیں ہی مطلق و موقت۔
۶۸۱	ضمیمہ مآخذ و مراجع	۶۴۶	سوال دیگر متعلقہ مسئلہ مذکورہ بالا۔
		۶۴۸	جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرد عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔



فہرست ضمنی مسائل

۴۸۱	امامت در نماز حق حکام ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔		حیض
	نکاح	۴۶۶	امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم از کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں۔
۱۲۰	نکاح عورت کے گوشت پوست پر نہیں منع بضع پر وارد ہوتا ہے۔	۶۱۴	امام اعظم کے نزدیک کم از کم دوماہ اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن میں تین حیض گزر سکتے ہیں۔
۱۵۶	نکاح فاسد میں متار کہ بالقول ہی ہو سکتا ہے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تیری راہ کھول دی یا تجھے چھوڑا۔	۶۱۸	عرصہ چھ سال میں اگرچہ تین حیضوں کا گزر جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے جانا ظاہر ہے مگر نہ گزرنے کا بھی احتمال ہے۔
۱۶۰	ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح فاسد۔		امامت
۱۶۰	نکاح فاسد میں متار کہ واجب ہے۔	۴۶۲	فاسد کی امامت ناجائز ہے۔
۱۶۱	معاذ دو ^۲ بہنوں سے نکاح فاسد ہے، یونہی ایک کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی فاسد ہے۔	۴۶۲	جو فاسق کو امامت پر باقی رکھے گاہنگار ہوگا۔
		۴۶۳	غیر منکوحہ سے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے پڑھ لی تو پھیرنی واجب ہے۔

۱۸۴	ایک بہن نکاح میں تھی پھر دوسری سے بھی کر لیا یہ دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں یا نہیں، نکاح دوم کا کیا حکم ہے اور ان دونوں سے جو اولاد ہو اس کا کیا حکم ہے۔	۲۲۳	دورانِ عدت عورت سے نکاح باطل ہے۔
۲۶۲	مسلمان کا نصرانیہ یا مجوسیہ سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۲۸۸	زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح کر لے تو مرد دود ہوگا۔
۲۶۵	اگر دھوکے سے کسی رافضیہ سے نکاح کر لے کہ معلوم نہ ہو کہ یہ رافضیہ ہے تو کیا حکم ہے۔		محرمات
۲۸۳	متنگنی کے بعد دوسرے کو پیغام بھیجنا جائز نہیں جب تک متنگنی باقی ہے۔	۳۰۱	ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح حرام و باطل ہے۔
۲۹۱	مصنف کی تحقیق اتنی کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنت، مباح مکروہ اور حرام سب کچھ ہے۔	۳۰۸	ایک شخص نے کسی عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے تو وہ اس پر ضرور حرام ہے چاہے بلا نکاح رکھے یا نکاح کر کے۔
۲۹۳	کس حالت میں نکاح سنت ہے۔		ولایت
۲۹۴	کس کے حق میں نکاح مباح ہے۔	۱۱۵	عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔
۳۷۰	دورانِ عدت نکاح ہر گز صحیح نہیں ہوتا بلکہ حرام محض ہوگا۔	۱۲۱	باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کا مہر معاف کرنے کا اختیار نہیں، نہ ہر گز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے۔
۴۰۸	نکاح کے لئے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت نہیں۔	۲۶۳	ہندو کی نابالغ لڑکی سے بے اس کی ولی کی اجازت کے اور بے مسلمان کئے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں۔
۴۰۸	مرد عورت دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیں نکاح ہو جائے گا۔	۳۹۰	نابالغہ و نابالغ کا نکاح بذریعہ ولی کے ہو سکتا ہے۔
۴۰۸	نکاح ثانی کے لئے مرد کو پہلی بیوی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔	۳۹۰	باپ نے نو دس سالہ لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے سے کر دیا تو درست ہے۔
۴۰۸	عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہیں نرا حرام ہوا۔	۳۹۹	بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں۔

۳۹۱	خلوت ہو چکی تو عدت واجب، حیض والی کے لئے تین حیض، ورنہ تین ماہ۔ اگر خلوت نہیں ہوئی تو عدت لازم نہیں۔	۳۹۰	بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحۃً ایجاب و قبول کرنا کافی نہیں۔
۴۰۸	مطلقہ حائضہ کی عدت۔		کفایت
۴۰۸	مطلقہ صغیرہ اور آنکھ کی عدت۔	۳۹۹	بالغہ کو اپنے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو مگر اس کا کوئی ولی ہو ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا۔
۴۰۸	مطلقہ حاملہ کی عدت	۴۰۸	کفو کسے کہتے ہیں۔
۴۲۳	طلاق نامہ میں شوہر کا یہ لکھنا کہ میں نے عدت معاف کی، جاہلانہ بات ہے، اس سے عدت ساقط نہیں ہوتی۔	۴۰۸	غیر کفو میں عورت کا نکاح کس صورت میں جائز اور کس صورت میں ناجائز ہے۔
۴۲۷	عدت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے طلاق بائن دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو۔		عدت
۴۲۷	تمام احکام عدت وقت طلاق سے ثابت ہو جائیں گے۔	۱۲۲	خلوت و دخول سے قبل طلاق دی تو عورت پر عدت لازم نہیں۔
۴۲۷	جس حیض میں طلاق دی وہ عدت میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد تین حیض کا مکمل درکار ہوں گے۔	۲۶۵	کافر کے لئے عدت اصلاً نہیں۔
۴۹۴	طلاق میں حائضہ کے لئے تین حیض کی عدت فرض۔	۳۰۸	عدت وفات (غیر حاملہ) کی، بنص قرآن چار ماہ دس دن ہے۔
۴۹۶	تہائی میں یکجائی ہوئی تو عدت بھی بعد طلاق واجب ہوگی۔	۳۲۸	حاملہ کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوتی ہے۔
۴۹۶	نامرد کا نکاح جائز عورت کے دعویٰ نامردی پر ہی فسخ نکاح کا حکم نہ ہوگا۔	۳۶۸	حرہ موطوہ اور لونڈی کے ایام عدت کی تفصیل۔
۶۱۳	وقت اقرار سے عدت کا معتبر ہونا ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہ و تابعین کے خلاف جو فتویٰ متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہو۔	۳۶۹	خلوت صحیحہ پائی گئی تو عدت واجب ہے اگرچہ دخول نہ ہو، اور اگر خلوت بھی نہ ہوئی تو عدت ضروری نہیں۔
		۳۷۰	عدت کا وجوب خلوت صحیحہ کے بعد ہے نہ کہ خلوت فاسدہ کے بعد۔

۶۱۳	اگر طلاق اقرار سے پہلے معلوم ہو تو بالا جماع عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ کہ وقت اقرار سے۔	۴۲۷	عورت پر جب طلاق بائن پڑگئی عورت نکاح سے نکل گئی اب شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا۔
۶۱۳	طلاق اگر اقرار سے پہلے ثابت نہ ہو مگر وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو مجدا کر دیا تھا تو عدت وقت طلاق سے شمار ہوگی۔	۴۲۷	طلاق رجعی میں ایام عدت کے اندر زبان سے رجعت کر سکتا ہے عورت کی رضامندی ضروری نہیں۔
۶۱۴	ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی عدت کا انقضاء لازم نہیں مگر یہ مدت انقضاء عدت کے لئے کافی ضرور ہے۔	۵۱۵	طلاق رجعی میں عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائے گا۔
۶۱۸	جب تک تین حیض نہ گزریں حیض والی عورت کی عدت ختم نہیں ہوتی۔	حلالہ	
۶۱۸	طلاق پہلے دی، اقرار بعد میں کیا، اگر طلاق کے وقت سے ہی جدا ہوں تو عدت اسی وقت سے لی جائے گی اور ساتھ رہتے ہوں تو وقت اقرار سے۔	۳۸۹	حلالہ کی صورت کیا ہے۔
۶۲۵	حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔	۳۹۸	حلالہ بغیر وطی زوج ثانی صحیح نہیں۔
	رجعتی سے پہلے عورت کو طلاق ہوگئی تو عدت کی حاجت نہیں۔	۳۹۹	میاں بیوی میں اصلاح اور مشکل کشائی کی نیت سے کسی حلالہ پر راضی کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔
۶۵۱	ذات الحیض کی عدت کا چار ماہ میں پورا ہونا قطعی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہ ہوں۔	۴۰۸	حلالہ کی تفصیل
رجعت		۴۰۹	نکاح میں حلالہ کی شرط لگانا گناہ ہے اور بے شرط لگائے دل میں ارادہ ہو تو اس پر اجر کی امید ہے۔
۳۲۸	رجعت میں زبان سے یہ کہہ لینا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں رکھ لیا۔	۴۲۳	محلل جب تک نکاح صحیح کے بعد وطی نہ کرے عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوتی۔
۳۶۰	تین طلاقیں ہو جائیں تو رجعت محال ہے۔	۴۲۳	نکاح فاسد و موقوف حلالہ کے لئے کافی نہیں نکاح نافذ ضروری ہے۔
۳۶۸	طریق رجعت کیا ہے۔	۴۶۶	حلالہ سے بچنے کے لئے مرتد ہونے سے ارتداد کا گناہ الگ رہا اور پھر مسلمان ہونے کے بعد حلالہ بھی ضروری ہے۔
۳۶۸	رجعت کا بہتر طریقہ		

۵۵۹	خلع	مطلقہ ثلاثہ کا شوہر اول سے بلا حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا۔
۲۲۷	۳۶۴	حلالہ تین طلاقیں پر لازم ہوتا ہے اور جب لازم ہوتا ہے تو اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں۔
	۳۷۵	تعلیق
۴۲۰	۶۳۰	طلاق کو شرائط پر موقوف کیا شرائط نہ پائے گئے طلاق واقع نہ ہوئی۔
۴۴۲	عنین	بیوی سے مرد نے کہا "ان خرجت بفق الطلاق" یا یوں کہا "میرے اذن کے بغیر مت نکلتا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے"۔ وہ عورت نکلی تو طلاق نہ ہو گئی۔
۴۵۱	۴۷۰	خط اس کو سنا دیں تاکہ طلاق شرعاً اس پر واجب ہو جائے، طلاق معلق ہے۔
۴۵۲	۴۸۷	آج سے اس قدر ماہوار ماہ بماء دیا کرے گا، نہ دے تو طلاق واقع ہوگی۔ اس صورت میں ایک مہینہ گزر گیا اور نہ دیا تو طلاق واقع ہو جائیگی۔
۵۶۰	۴۹۵	خط میں لکھا کہ "تجھ فارغ خطی دی" تو لکھتے ہی ایک طلاق واقع ہو گئی اور اگر یہ لکھا کہ "خط پہنچے تو تجھے فارغ خطی" تو خط پہنچنے پر طلاق ہو گئی۔
۶۳۳	۴۹۵	خط کو حرف بحرف پڑھ کر سنا دیں تاکہ اس پر شرعاً طلاق واقع ہو جائے اگر خط کا ایک لفظ بھی پڑھنے سے رہ گیا طلاق واقع نہ ہوگی۔
۶۵۳	۴۹۶	زیور بنوانے پر طلاق معلق کی اور چھ ماہ کی میعاد رکھی، اگر تعلیق میں عورت کی طرف سے اضافت ہے طلاق معلق ہو گئی۔

۴۹۷	مسئلہ تفریق عنین کی تفصیل۔	ظہار	
۵۰۲	نامرد نے عورت کو طلاق دے دی، اب کچھری میں نالش عدم طلاق کی کرتا ہے گنہگار ہے ہاں اگر عدت باقی تھی اور رجعت کی نالش کرتا ہے مسموع ہے۔	اپنی بیوی کو بہن کہا، نہ ظہار ہے نہ طلاق۔	۵۸۴
۵۰۸	ایک اور مسئلہ عنین۔	طلاق کے بعد "بجائے میری ماں بہن کے" کہا تو ظہار کا محل نہیں۔	۶۰۵
۵۰۹	ثبوت نامردی کے بعد مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائے گی، اگر اس میں عورت پر قادر ہو گیا فہما، ورنہ پھر عورت کے دغوی کرنے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا۔	"تو ہماری بہن ہو چکی" یہ ظہار نہیں کیونکہ اس میں تشبیہ نہیں۔	۶۰۸
	مفقود	نسب	
۵۰۹	مفقود الخبر کی بیوی شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے۔	منکوحہ غیر سے لاعلمی میں نکاح کرنے والے کی اولاد کا نسب اسی نکاح سے ثابت ہوگا۔	۴۶۳
۵۰۹	زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے مذہب کا بیان۔	کسی شخص نے خاوند والی عورت سے جان بوجھ کر نکاح کیا تو اولاد شوہر اول کی ہوگی۔	۴۶۳
۵۰۹	مفقود الخبر کی زوجہ کے بارے میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان۔	خیار	
۵۸۹	مفقود الخبر کی بیوی کو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقہ یا حکم ہرگز نکاح ثانی جائز نہیں۔	تفویض طلاق کی صورت میں اختیار مجلس تک باقی رہتا ہے۔	۴۸۵
۶۱۷	لفظ کنائی استعمال کر کے شوہر غائب ہو گیا اور اس پر قسم نہ رکھی جا سکی تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔	زوجین میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔	۴۸۹
		احد الزوجین کو خیار عیب حاصل نہ ہونے کے مذہب کے لئے سات وجوہ ترجیح۔	۴۹۰

۴۷۲	نکاح فاسد کی معتدہ اور معتدۃ الموت کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ حاملہ ہو۔	۵۰۳	مذہب حنفی میں عیب ابدالزوجین سے دوسرے کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اختیار ہے مگر یہ خلاف مذہب ہے، بایں ہمہ ضرورت واقعی ہو تو امام محمد کے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے۔
۴۷۳	ناشزہ کے لئے نفقہ نہیں۔	۵۰۴	عیب ابدالزوجین سے حصوں خیار کی صورت میں مسئلہ امام محمد کی تفصیل۔
۴۷۳	نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو تو موت ابدالزوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا ہو اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا۔		نفقہ
۴۷۳	بیمار شوہر پر بھی عورت کا نان و نفقہ واجب ہے جبکہ وہ عورت اس کی قید میں رہے۔	۱۰۳	برائے وصولی مہر مجمل و طی و سفر سے انکار کرنیوالی عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔
۴۷۵	آوارہ گرد عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے لازم نہیں۔	۱۴۴	ناشزہ عورت کے لئے نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔
۴۷۵	عورت کی طرف سے کوئی بات مسقط نان و نفقہ نہیں ہوئی شوہر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم شوہر کو مجبور کرے کہ وہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے۔	۱۶۰	گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینار بحکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا تھا وہ دے کر دغلی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہیں بنایا تھا تو اس میں شوہر کا قول معتبر نہ ہونا چاہئے۔
۴۷۸	شوہر کے ظلم و تعدی کی وجہ سے عورت مجبوراً والدین کے پاس رہے تو نفقہ شوہر پر لازم ہے۔	۱۸۹	جب تک شوہر مہر مجمل ادا نہ کرے نان نفقہ پاسکتی ہے یا نہیں۔
۵۱۰	حنفیہ کے نزدیک غیبت زوج یا عسرت کے سبب عدم ادائے نفقہ باعث تفریق نہیں۔	۲۱۴	نفقہ مثل کے معنی۔
۵۹۸	کون سی عدت کا عورت نفقہ پاتی ہے اور کونسی عدت کا نہیں پاتی۔	۲۶۳	مرتدہ کے لئے نفقہ نہیں۔
	حجر	۳۳۳	طلاق کا جب سے اقرار کرے اسی وقت سے واقع مانی جائے گی نفقہ البتہ آج تک کا اور آج سے عدت کا نفقہ دلائیں گے۔
۳۹۹	لڑکے اور لڑکی کو جب آثار بلوغ ظاہر ہوں تو اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثار بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھ جائیں گے۔	۴۷۲	بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا نان و نفقہ باتفاق مذہب صحیح حنفی و شافعی واجب نہیں۔

۵۷۹	جبر واکراہ در بارہ نکاح محل صحت و نفاذ و لزوم نہیں۔		حیل
۵۸۰	مکرہ کے تمام تصرفات قولیہ منعقد ہوتے ہیں۔	۳۸۷	جبر واکراہ کی طلاق سے بچنے کا حیلہ۔
۵۸۰	مکرہ کا نکاح، عتاق اور طلاق لازم ہے۔	۶۲۷	لزوم حلالہ کے بعد اس کو ساقط کرنے کے جو حیلے قننیہ وغیرہ میں مذکور ہیں سب باطل ہیں۔
	عتاق		اکراہ
۶۳۱	مولیٰ نے غلام کو کہا کہ میں نے کل تیرے عتق کا تجھے اختیار دیا تھا مگر تُو نے خود کو آزاد نہیں کیا، غلام نے کہا میں نے ایسا کر لیا تھا، تو غلام کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔	۳۸۵	جبر واکراہ کے ساتھ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔
۶۳۲	کسی شخص نے اپنے غلام کو کہا کہ میں نے کل تجھے مال کے بدلے آزاد کیا تھا مگر تُو نے قبول نہیں کیا، غلام کہتا ہے کہ میں نے قبول کر لیا تھا، تو مولیٰ کا قول معتبر ہوگا۔	۳۸۵	اجہار شرعی کی صورت میں اگر صرف تحریر دی زبان سے کچھ نہ کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔
	جنائز	۳۸۶	لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جبر نہیں اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دے دی تو بالاتفاق طلاق ہو جائے گی۔
۲۹۹	ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے چاہے وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔	۳۸۶	کسی نے قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے کر یا ہاتھ پاؤں باندھ کر شراب پلا دی اس نشہ میں طلاق دی واقع نہ ہوگی۔
	اقرار	۴۷۸	عورت کو دینی، دنیوی، جانی اور جسمانی ضرر کا اندیشہ ہو تو شوہر کے پاس رہنے پر مجبور نہیں کی جائے گی۔
۱۸۰	مرد و عورت صرف روزِ اوّل کو ٹھے میں رہے اور دشمن کو ٹھے کے گرد اگر دمار نے کو کھڑے رہے، زوجین کو بھی یہ معلوم تھا، صبح مرد نے طلاق دے دی، مرد دخول کا مقرر ہے اور عورت منکر۔ یہ دخول یا خلوت معتبر ہے یا نہیں۔	۴۷۹	شوہر کسی طرح درست نہ ہو تو اس سے جبراً طلاق حاصل کی جاسکتی ہے۔
۱۸۰	اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے۔	۵۷۱	طلاق بائن کے بعد عورت دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔

۴۰۰	عورت کا اندام نہانی ناقابلِ ادخال تھا بعد از نکاح کبھی شوہر وزن میں جماعت نہ ہو سکی اور نہ کوئی اولاد ہوئی اب وہ عورت فوت ہو گئی اس عورت کے کیا کیا حقوق شوہر پر عائد ہو سکتے ہیں۔	۵۱۱
۶۰۸	خط سے اس وقت تک طلاق نہیں ہوتی جب تک شوہر خط لکھنے کا اقرار نہ کرے۔	تفسیر
۶۳۶	اقرار کا ذب کا دینا بے کوئی اثر نہیں ہوتا۔	۳۰۸
	حقوق العباد	۳۰۸
۱۷۴	حقوق العباد میں اگر صاحبِ حق راضی ہوں تو ممانعت نہیں رہتی۔	۳۰۸
۱۷۴	پر ایما مال جبراً لینا حرام اور اس کی خوشی سے لینا حلال ہے۔	۴۰۷
۲۷۴	مردوں کے حقوق عورتوں پر جس طرح ہیں بونہی حکم قرآن عظیم مردوں پر عورتوں کے۔	۴۶۹
۲۷۵	جس کے دو ایہیاں ہوں اور اُن میں عدل نہ کرے تو قیامت کے دن ایک طرف کو جھکا ہوا اُٹھے گا۔	فوائد حدیثیہ
۲۹۳	بوقتِ تعارض حق العبد حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے۔	۱۹۹
۲۹۶	شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق کی معرفت میں عورتوں کے لئے جہاد کے برابر اجر ہے۔	۳۰۷
۲۹۶	عورتیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں اور نماز پڑھیں تو سیدھی جنت کو چلی جائیں۔	۴۰۹
۲۹۷	شوہر کے بیوی پر بعض حقوق کا ذکر۔	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
۳۲۵	شوہر جب ادائے حق زوجہ پر قادر نہ ہو تو طلاق حق العبد ہے۔	۳۰۰

۳۰۲	حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیغام نکاح کا واقعہ۔	۳۱۲	جو مباح کھائے اور اتباع شیطان کی طرف منحرف ہو وہ اس عارضہ کی وجہ سے مباح نہیں رہتا۔
۳۰۳	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال سن چار ہجری میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔	۳۱۲	عوام کے سامنے حقائق عالیہ اور دقائق عالیہ کا ذکر جو ان کے مدارک و افہام وراء ہو شرعاً ممنوع ہے۔
۳۱۶	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حفظِ دین نو مسلمین کے لئے قریش کی طرف سے تعمیر کعبہ میں کی گئی تبدیلیوں کو برقرار رکھا، ان کی اصلاح نہ فرمائی۔	۳۱۷	تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرات و جسارت محض جہالت اور سخت ہے جس میں وبالِ عظیم و نکالِ صریح کا اندیشہ ہے۔
عقائد و کلام		۳۱۷	کلمہ گو کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فظیح ہو کفر سے بچنا فرض قطعی ہے۔
۲۹۱	فرائض ادا نہ کرنے یا ان کی ادائیگی سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا۔	۳۱۷	مسلمان کے کسی قول یا فعل میں کوئی ضعیف سے ضعیف تاویل ایسی نکلتی ہو جس کے سبب سے حکم اسلام ہو سکتا ہو تو اسی کی طرف جانا لازم ہے اگرچہ اس میں ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں۔
۲۹۱	ایسے فرض کی فرضیت کا منکر کافر ہو جاتا ہے جس کی فرضیت ضروریاتِ دین سے ہو۔	۳۱۷	اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔
۲۹۱	مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔	۳۱۷	احتمال اسلام کو چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں۔
۳۰۷	تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بار بار ہوگا۔	۳۱۸	لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو جو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔
۳۰۷	دخولِ جنت میں اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔	۳۱۸	تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہے۔
۳۰۷	مباح پر طعن صرف اسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو۔	۳۱۸	اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔
۳۰۷	نکاح ثانی کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہے۔	۳۰۳	جاہلوں سے ذات و صفات کے دقیق مسائل بوجھنا ناجائز ہے۔
۳۰۹	نکاح ثانی کو از روئے شرع حلال نہ جانتا کفر ہے۔	۳۰۳	جو کسی مسلمان کے لئے چاہے کہ کافر ہو جائے اس کے ہونے سے پہلے وہ خود کافر ہو گیا۔

۴۰۳	حدود و تعزیر	حکم علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے۔
۲۷۰	مالی جرمانہ شرعاً ناجائز و باطل ہے۔	یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں کلمہ کفر ہے۔
۴۰۰	عورت کو تین طلاق دے کر عدت میں وطی کرنا زناہِ خالص ہے جبکہ اس کی حرمت کا علم ہو۔	رَبِّ بَدْمَذِہِاں
۴۰۰	مطلقہ مغفلہ سے دورانِ عدت وطی کرنا وطی کرنا جاری ہوگی۔	نسبت کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس سے لڑکی کی نسبت کی وہ رافضی وہابی وغیرہ بدمذہب ہے تو نسبت چھڑانا شرعاً لازم ہے۔
۴۰۰	مسلمانوں کو حرام کار مرد و عورت سے مقاطعہ کرنا لازم ہے۔	وہابیہ کی اکثر عادت ہے کہ مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک اور بے ایمان ٹھہرا دیتے ہیں۔
۴۰۸	دورانِ عدت نکاح کرنا وطی کرنا عورت کو فوراً مجذبا کر دیا جائے، اگر نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔	وہابیہ کا قدیمی داب۔
۴۰۸	حرامکار مرد و عورت سے برادری والوں کو مکمل مقاطعہ کرنا ضروری ہے۔	وہابیہ محمد بن اسحاق کے مقلد ہیں اور انہوں نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صریح تبرک لکھے ہیں۔
۴۲۹	اغواء کرنے والے کو برادری سے خارج کرنا اور اس سے میل جول چھوڑ دینا لازم ہے۔	ایک جلسہ میں تین طلاقیں کو ایک ماننا جمہور اسلام کے خلاف ابن قیم ظاہری کا مذہب ہے۔
۴۳۳	مطلقہ ثلاثہ کو حلالہ کے بغیر رکھنے والا شوہر مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید ہوگا۔	سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں کلمات گستاخی بکنے والا کھلارافضی ہے۔
۴۶۰	دیدہ دانستہ غلط طلاق کی شہرت دینا حرام اور کارِ اہل بیس ہے۔ ایسے لوگ تعزیر کے مستحق ہیں۔	ایک مجلس میں تین طلاقیں کے وقوع کے منکر مخالف سواد اعظم ہیں۔
۴۷۹	تزک واجب گناہ جس پر حاکم سزا دے سکتا ہے۔	لامذہب یعنی زندقہ دہریہ کا نکاح ہی نہیں ہوتا۔
۴۷۹	جس معصیت پر حد لا گونہ ہوتی ہو اس پر تعزیر ہے۔	

۱۱۳	افتاء و رسم الفتی	متون و فتاویٰ باہم متعارض ہوں تو معتمد وہی ہوگا جو متون کے موافق ہوگا۔
۱۱۴	متون خاص نقل مذہب صحیح و معتمد کیلئے وضع کئے جاتے ہیں۔	صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں۔
۱۱۵	ملتقی الا بحر متون معتمدہ فی المذہب سے ہے۔	امام کمال الدین ابن الہمام صاحب فتح القدر لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں۔
۱۱۶	ملتقی الا بحر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح و مختار للفتویٰ ہوتا ہے۔	امام قاضی خاں اصحاب ترجیح سے ہیں اُن کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔
۱۱۷	فقیہ النفس امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔	علماء نے شروح و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحات صرف اس بناء پر رد کر دیں کہ متون ان کے خلاف پر ہیں۔
۱۱۸	صاحب ہدایہ اکثر قول قوی کو مقدم کرتے ہیں اور قول مختار کی دلیل کو مؤخر کرنا ان کی عادت مستمرہ ہے	جس پر متون ہوں وہی قول معتمد ہوگا۔
۱۱۹	علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتویٰ دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے مگر بضرورت داعیہ ترک۔	صاحب محیط النہ ترجیح سے ہیں۔
۱۲۰	امام اعظم کے بعد امام ابو یوسف پھر امام محمد پھر امام زفر و حسن بن زیاد کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے	بعض جگہ قول صاحبین پر فتویٰ کی وجوہ۔
۱۲۱	ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف فتویٰ دیں۔	ایک تہائی مذہب کے قریب قول صاحبین قول امام کے خلاف ہے لیکن اکثر اعتماد قول امام پر ہی ہے۔
۱۲۲	مسائل وقف و قضاء میں غالباً امام ثانی کے قول پر فتویٰ ہے۔	علماء نے اس کی تصحیح فرمائی کہ ہم پر بقول امام فتویٰ دینا لازم اگرچہ مشائخ نے اس کے خلاف پر فتویٰ دیا ہو۔
۱۲۳	لاکھوں مسائل معاملات میں قول امام پر فتویٰ ہے اگرچہ امام ابو یوسف کی رائے سے امام محمد بھی موافق ہوں۔	قول امام سے قول صاحبین کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کی طرف بلا ضرورت عدول نہ کیا جائے۔
۱۲۴	متون شروع پر اور شروح و فتاویٰ پر مقدم ہیں۔	صاحب ہدایہ فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ بہر حال میرے نزدیک واجب ہے۔
۱۲۵	متن و شرح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔	

۴۹۱	قاعدہ یہ ہے کہ عمل اس قول پر ہوگا جس پر جزم و اعتماد کرنے والے کثیر ہوں۔	۱۱۸	وقت عشاء میں قول صاحبین کو در میں مفتی بہ کہا اس پر اعتماد جائز نہیں کہ قول امام سے عدول کا کوئی سبب نہیں۔
۴۹۱	امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے۔	۲۰۹	فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہے۔
۴۹۱	جو متون و شروح میں ہے وہ اس پر مقدم ہے جو فتاویٰ میں ہے۔	۲۱۳	مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے۔
۵۸۶	بنائے باطل پر اقرار طلاق محض لغو ہے۔	۲۱۳	جو اہل زمانہ کو نہ جانے اور فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقے کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔
۶۰۹	چودہ برس کی لڑکی میں بلوغ و عدم بلوغ دونوں محتمل ہیں۔	۴۲۶	جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام اور مخالفانِ دین کی طرف رجوع کر سخت اشد حرام ہے۔
۶۰۹	مفتی کا خود شقوق قائم کر کے ہر شق کا جواب دینا خلافِ مصلحت شرعیہ ہے۔	۴۸۲	قول مرجوح فتویٰ اور حکم جہل و خرقِ اجماع ہے۔
	فوائد اصولیہ	۴۸۲	مقلد کس صورت میں قول مرجوح یا دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر سکتا ہے۔
۱۰۵	اقتصار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل ہیں۔	۴۸۲	مفتی کا قول مرجوح پر فتویٰ باطل ہے نیز کسی دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فتویٰ نہیں دے سکتا۔
۱۰۶	تعلیل دلیل ترجیح ہوتی ہے۔	۴۸۸	امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو راجح و معتمد ہو۔
۱۱۰	جواب سوال دوم۔	۴۸۹	علامہ ابراہیم حلبی اسی قول کو تقدیم دیتے ہیں۔ جو مؤید ہو۔
۱۱۱	مجتہد کے سوا کسی کو قوتِ دلیل پر نظر کا اختیار نہیں۔	۴۹۰	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مرجح و مقدم ہے۔
۱۱۱	مشقت جالب تیسیر ہے۔	۴۹۰	متون کی جلالتِ شان کو کوئی کتاب نہیں پہنچ سکتی۔
۱۱۸	بغیر ضعف دلیل یا ضرورت یا تعامل یا اختلافِ زماں قول امام پر قول صاحبین مرجح نہیں ہو سکتا۔	۴۹۰	علماء کی تصریح کے مطابق شروح فتاویٰ پر مقدم ہیں۔

۳۳۲	حرام سے اجتناب واجب ہے۔	۱۱۹	ضعف دلیل جس کے سبب قولِ امام سے عدول جائز ہے وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدین فتویٰ اس کے ضعف پر تنصیف کریں۔
۳۳۹	متکلم جب اپنے کلام میں جواب سے الگ بات ذکر کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ الگ کلام مانا جاتا ہے۔	۱۲۰	بصورتِ تجدّد بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں اور نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم ہے۔
۳۵۰	جو عرفاً معبود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے موجود لفظاً ہو۔	۱۲۰	اشیائے متعدّدہ میں اقباض بعض اقباض کل نہیں۔
۳۵۹	یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔	۱۹۵	المعروف کالمشروط۔
۳۹۵	صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتا۔	۲۰۳	عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔
۳۹۸	رضا بالحرام حرام بلکہ بعض دفعہ کُفر ہوتی ہے۔	۲۱۵	ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔
۴۲۵	تائیس اولیٰ ہے نسبت تاکید کے۔	۲۱۵	اگر کوئی شخص اپنا تلف ہوتا ہوا دیکھے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اذن اطلاق نہ ہوگی۔
۴۲۵	شان خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں۔	۲۱۵	نابالغ تبرع کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس کے مال سے کسی کو تبرع کرنے کا اختیار ہے۔
۴۳۷	کلام جب تک مؤثر بن سکے کالغو نہ ٹھہرائیں گے۔	۲۱۷	عقد ایک ربط ہے اور ربط کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔
۴۳۸	ایسا دعوٰی جسمیں کوئی حصہ کلام کالغو جاتا ہو تسلیم نہ کریں گے۔	۲۱۷	جوشی مقصود سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔
۴۴۱	انقضاء عدت کو اجنبی اور محلیت طلاق سے خارج کر دیتی ہے۔	۲۲۲	قبول علم کی فرع۔
۴۷۸	ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔	۲۲۸	بعض احکام شرع بحکم شرع عرف پر دائر ہوتے ہیں۔
۵۱۰	ضرورتِ صادقہ میں کسی امام کی تقلید صرف اس مسئلہ میں ان کے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔	۲۲۹	جب دو امر محتمل ہوگا تو اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔
۵۵۹	صریح محتاج نیت نہیں ہوتا۔	۲۲۹	عرف غالب کا اعتبار ہوگا مغلوب نامقبول ہوگا اور جہاں دونوں برابر ہوں وہاں تعین مراد کا قول بقسم معتبر ہوگا۔
۵۶۱	صحیح یہ ہے کہ "طلاق لے" طلاق صریح ہے۔	۲۳۲	مملک جہت تملیک کو زیادہ جانتا ہے۔
۵۶۱	تائیس تاکید سے اولیٰ ہے۔	۲۷۰	منسوخ پر عمل حرام ہے۔

۱۳۸	مہر کی اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی وہاں اس شہر کے عرف و عادات پر عمل ہوگا۔	۵۶۶	مفوض ملک ہوتا ہے۔
۱۳۰	مہر میں مہر و مہر کی وضاحت نہ کی گئی ہو تو وہ عرف بلد پر رہے گا۔	۵۶۶	ملک اپنی مرضی سے کام کرتا ہے ملک کی مرضی کا پابند نہیں ہوتا۔
۱۳۰	ہمارے بلاد میں عام مہر بیان تعجیل و تاخیر سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے۔	۶۰۲	جو شرعاً معتبر نہ ہو اس کو معتبر بنانا کسی کے بس میں نہیں۔
۱۳۱	زنا سے حاملہ سے لاعلمی میں نکاح کیا مرد کہتا ہے میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا۔ یہ عذر اسقاط مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں۔	۶۳۳	جو اقرار غلط بنا پر ہو وہ معتبر نہیں ہوتا۔
۱۳۲	خلوت صحیحہ کی تعریف کیا ہے۔	۶۳۵	دلالت قال دلالت حال کی طرح ہے۔
۱۳۲	مہر مہر کی تعریف۔	۶۳۵	دلالت حال دلالت مقال سے عام ہے۔
۱۳۲	مہر مؤجل اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آئے گا، اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔	۶۳۴	جو کچھ سوال میں ہو جواب اس کو متضمن ہوتا ہے۔
۱۳۲	اگر مؤجل کہا اور کوئی میعاد بیان نہیں کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا۔		فوائد فقہیہ
۱۳۳	خلوت صحیحہ وجوب مہر کے لئے شرط نہیں۔	۱۴۳	مہر شرع محمدی کی مقدار کیا ہے۔
۱۵۹	جو بات عرف و رواج سے ثابت ہو وہ ایسی ہی ہے جیسے زبان سے شرط کی گئی ہو۔	۱۴۴	ہر عاقد و حالف اور واقف و موصی کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کرنا لازم۔
۱۵۹	صراحتاً کہی ہوئی بات عرف و رواج وغیرہ سے دلالت سمجھی جانے والی بات پر ترجیح رکھتی ہے۔	۱۴۵	فساد تسمیہ کے وقت مہر مثل قائم ہوتا ہے۔
۱۶۰	متارکہ فتح ہے طلاق نہیں اگرچہ الفاظ طلاق سے ہو۔	۱۴۶	کون سا وہ امر ہے جس سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے اور کون سا وہ جس سے نصف رہ جاتا ہے۔
۱۶۱	نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں شرائط صحت سے کوئی مفقود ہو مثلاً بے شہود نکاح۔	۱۳۶	درہم شرعی کا وزن۔
۱۶۱	چونکہ نکاح فاسد میں طلاق دراصل نہیں بلکہ فتح ہے لہذا اس سے تعدد طلاق میں کمی نہ ہوگی۔	۱۳۷	دینار کا وزن۔

۳۳۶	حکم دیانت اور حکم قضاء کی تفصیل۔	۱۶۲	کم از کم مہر دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔
۳۳۳	ترک اضافت کی مختلف صورتیں۔	۱۶۶	مہر موجد کے کیا معنی ہیں اور غیر موجد کے کیا، اور موجد کے کیا، اور ان کا کیا حکم ہے۔
۳۳۴	وقوع طلاق کے لئے لفظ یا نیت میں اضافت ضروری ہے۔	۱۶۶	دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے۔
۳۳۴	لفظ میں وجود اضافت کی تین صورتیں ہیں۔	۱۶۷	دس درہم کی آجکل کے روپے سے قیمت۔
۳۷۰	صحت خلوت کی بنیاد مانع حقیقی کے معدوم ہونے پر ہے اگرچہ مانع شرعی موجود ہو۔	۱۷۱	مہر موجد کی کچھ تعداد ہے یا نہیں، اور کس وقت زر مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور کوئی سبب ہے یا نہیں۔
۳۹۵	ایک مجلس میں تین طلاقیں کا ایک ہونا، چاروں اماموں کے مذہب کے خلاف ہے۔	۱۷۱	مہر تین قسم ہے: (۱) موجد (۲) موجد (۳) مؤخر۔
۴۲۰	معاهدوں میں دستاویز کا لکھنا حسب عرف معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔	۱۷۲	بے تعیین مہر نکاح ہوگا یا نہیں اور شرعی مہر کہا تو کس قدر لازم ہوگا۔
۴۲۰	المشروط عرفاً کا لفظ لفظاً۔	۱۷۳	وہ کون سی صورت ہے کہ صرف ایک جوڑا کپڑا پانے کی زوجہ مستحق ہے۔
۴۲۵	طلاق صریح غیر کو لاحق ہو جاتی ہے۔	۱۷۵	مہر مثل سے اپنے خاندان پر رہی کا مہر مراد ہے۔
۴۲۷	صریح کے بعد بائن طلاق دی تو وہ صریح بھی بائن ہو جائے گی۔	۱۸۹	مہر کی اقسام ثلاثہ یعنی موجد، موجد اور مؤخر کی تعریفات اور احکام کی تفصیل۔
۴۳۷	زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی۔	۲۲۱	دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔
۴۳۷	مدخولہ جماعاً و تفریقاً تین طلاق تک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین سے آگے طلاق ہی نہیں۔	۲۳۰	عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کی رعایت واجب ہے۔
۴۴۵	کافی لخصۃ العمل اور مغنی حاجت الاثبات میں شرعاً فرق زمین و آسمان کا ہے۔	۲۳۰	شیئی واحد میں حل و حظر دو جہت سے مجتمع ہونا بعید نہیں۔
۴۵۰	طلاق صریح جب بائن کو لاحق ہو تو بائن ہو جاتی ہے۔	۲۳۲	طلاق دینے کے حق کو شوہر شرعاً باطل نہیں کر سکتا۔
۴۵۹	ایک یا دو طلاق دے کر نکاح کیا تو صل جدید کے ساتھ نہ لوٹے گی۔	۳۳۶	حکم کی دو قسمیں ہیں۔

۶۱۸	قولِ امام محمد کہ عدت وقتِ طلاق سے اور فتوائے متاخرین کہ وقتِ اقرار سے ہے، ان میں تطہیق و توفیق۔	۴۹۴	تفریق حاکم طلاق بائن ہوتی ہے۔
۶۲۸	بائن کا رجعی کو لحوق امتناع رجعت کی وجہ سے رجعی کو بھی بائن بنادیتا ہے۔	۵۵۹	طلاق کے بارے میں کون سا لفظ اور کونسا کنایات میں سے ہوتا ہے۔
۶۳۴	کتنی ہی کنایات بائنہ ہوں اور سب سے نیتِ طلاق بھی کی ہوتی ہے صرف ایک واقع ہوگی کیونکہ بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔	۵۵۹	جو لفظ عرف میں طلاق کے لئے غالب الاستعمال ہو وہ طلاق کے لئے صریح ہوگا چاہے کسی لغت کا ہو۔
۶۳۸	فضول واجنبی کام اور جنگ سے مجلس بدل جاتی ہے۔	۵۶۲	اگر اپنی بیوی کو کہا "تو مجھ پر حرام ہو چکی تو بلا نیت طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہ صریح ہے مگر یہ بائن کو لاحق نہیں ہوگی اور نہ اس کو بائن لاحق ہوگی کیونکہ یہ بائن ہے۔
۶۳۸	شوہر کی جازت سے دوسری کو طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں: تفویض، توکیل، رسالہ۔	۵۷۱	بائن جب رجعی کو لاحق ہو تو اس کو بھی بائن بنادیتی ہے۔
۶۳۸	الفاظِ تفویض تین ہیں: تخیر، امر بالید اور مشیت۔	۵۸۵	بائن کو بائن لاحق نہیں ہوتی۔ اگر اس کو خبر قرار دینا ممکن ہو۔
۶۳۳	تفویض طلاق کے لئے ملک یا اضافت الی الملک ضروری ہے۔	۵۸۵	ایک طلاق کے بعد صرف غیر مدخولہ مزید طلاق کی محل نہیں رہتی۔
	دعویٰ	۵۸۶	لفظ "حرام" بوجہ عرف ملحق بالصریح ہے۔
۱۶۰	عورت نے اقرار کیا کہ یہ چیز شوہر کی ملک تھی پھر دعویٰ کرے کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو گئی ہے تو بغیر گواہوں کے عورت کا یہ دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔	۶۱۱	رجعی بائن کے ساتھ جمع ہو کر ہو جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رجعت ممتنع ہوتی ہے۔
۱۶۴	شوہر نے مہر منجمل کا چٹا حصہ وقت نکاح ادا کر دیا، اب ہندہ زوجہ کو باقی پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق پہنچتا ہے یا نہیں، اور اگر رخصت ہوئی خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو دعویٰ کا اختیار ہے یا نہیں۔	۶۱۱	صریح نیت کی محتاج نہیں ہوتی۔
۱۸۴	ایک شخص پندرہ ماہ باہر رہا، واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بی بی کے آٹھ ماہ کا حمل ہے وہ طلاق پر آمادہ ہے بعد طلاق وہ عورت مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں۔	۶۱۱	صریح جب کنایہ طلاق سے مؤخر ہو تو وہ نیت طلاق پر قرینہ نہیں بن سکتی۔
		۶۱۱	کنایات میں قرینہ کو مقدم ہونا چاہئے۔

۵۰۸	ایک بار بھی، ہمبستری ہو چکی تو دغوی عینیت کا حق نہیں پہنچتا،	۱۹۳	اگر طالق و مطلقہ میں خلوت و دخول کے بارے میں اختلاف ہو تو کس کے قول پر اعتماد ہوگا۔
۵۰۸	اس صورت میں زید البتہ واجب ہے کہ ادائے حق پر قادر نہ ہو تو طلاق دے دے۔	۲۲۹	بیٹی کو جہیز دیا پھر مدعی ہوا کہ میں نے عاریۃً دیا تھا بیٹی کہتی ہے تمہارا یا اس کے مرنے کے بعد اس کا شوہر یہ کہتا ہو تو کس کا قول کب اور کس طرح معتبر ہوگا۔
۵۱۱	عورت کے عیب کے سبب شوہر کو دغوی فتح نہیں۔	۲۳۶	بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔
۶۳۱	شوہر خلاف ظاہر دغوی کرے تو عورت کا قول معتبر ہوگا۔	۲۳۶	بحالت عدم عرف مدعی کا قول بقسم معتبر ہوگا یہ حکم باپ کے لئے ہے حقیقی ماں کو بھی اس سے عرفاً لاحق کیا گیا ہے۔
۶۳۱	عورت مدعیہ طلاق ہو اور شوہر منکر تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔	۲۳۶	ماں کا دغوی اختصاص محتاج بینہ ہونا چاہئے مگر دو صورتوں میں، ایک یہ کہ باپ مال نہ رکھتا ہو، دوسرے یہ کہ ماں نے اس سے جدا ہو کر بطور خود تنزیل کی ہو۔
	شہادت	۲۳۵	ایک زمانہ تک کسی شئی میں تصرف ہوتا دیکھتا رہا پھر مدعی ہوا حالانکہ پہلے بھی دغوی کے کوئی امر مانع نہ تھا اس کا دغوی مسموع نہ ہوگا۔
۱۸۹	ہندہ مدعیہ نے گواہوں سے ثابت کیا کہ میرا مہر ایک لاکھ روپے تھا شوہر نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ دس ہزار تھا کس کے گواہ معتبر ہوں گے کمی کے یا زیادتی کے۔	۲۳۵	اگر اجنبی نے جہیز دیا بعد مرگ عروس عاریت کا مدعی ہوا تو بے بینہ اس کا قول معتبر نہیں۔
۱۹۳	ثبوت خلوت صحیح یا دخول گواہوں سے ہوگا یا طالق و مطلقہ سے۔	۳۶۶	عورت نے شوہر کی بے خبری میں کسی اور سے شادی کر لی بچہ پیدا ہوا شوہر اول دغوی کرے تو دغوی مسموع ہے۔
۱۹۴	نفی پر شہادت معتبر نہیں۔	۳۹۵	اثقہ گواہوں سے طلاق کا ثبوت ہو تو شوہر کے انکار کا اعتبار نہیں۔
۳۶۷	شوہر تیسری طلاق کا منکر ہے اور ایک کافرہ گواہ اس کی گواہی بالکل معتبر نہیں۔	۴۶۶	طلاق کے دو مہینہ کے بعد بکر سے نکاح ہوا۔ اٹھارہ سال بعد وہاں سے بھاگ کر خالد کے پاس گئی، اس عورت پر کس کا دغوی صحیح ہے، مسئلہ کی مختلف صورتوں کا حکم۔
۴۱۵	طلاق کی گواہی میں شوہر اگر موجود ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے اور موجود نہ ہو تو باپ دادا کے نام کا ذکر ضروری ہے، بے اس کے گواہی ناقص۔		

۴۵۳	میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں طلاق کے گواہ عورت کے معتبر ہوں گے۔ اگر گواہ عادل نہ ہوں تو شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کیا جائے گا، شوہر کے گواہ پیش نہیں ہو سکتے۔	۴۲۸	طلاق کی گواہی کے لئے دعوٰی ضروری نہیں کوئی دعوٰی نہ کرے تو گواہوں پر فرض ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔
۴۹۳	دیانات اور مذہبی معاملات میں فاسق وغیر مسلم کی بات معتبر نہیں۔	۴۲۸	حقوق العباد میں قبول شہادت کے لئے تقدّم دعوٰی شرط ہے حقوق اللہ میں شرط نہیں۔
۶۵۵	گواہ شرعی نہ ہوں تو طلاق ثابت نہ ہوگی۔	۴۳۰	طلاق کے گواہوں میں ایک لڑکا بارہ چودہ سال ایک عورت کی ماں ایک بھانج اور ایک اجنبی عورت۔ پھر طلاق کی تعداد میں ان کے درمیان اختلاف۔ ان مختلف صورتوں کا حکم۔
۶۵۵	طلاق کے بارے میں اکیلی عورت کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔	۴۳۰	تنہا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں۔
	قضاء	۴۳۰	فرع کی گواہی اصل کے لئے اور اصل کی گواہی فرع کے حق میں نہیں۔
۴۲۸	قاضی پر لازم ہے کہ حد خالص، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعوٰی بھی شہادت سُنے۔	۴۳۱	امام صاحب کے نزدیک شہادت میں لفظاً اور معنی جتنے پر اتفاق ہو وہ ثابت ہے۔
۴۳۵	قاضی حجت شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا، نہ مجرد خط کے ساتھ کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو سکتا ہے۔	۴۳۱	اختلاف شہود موجب ردّ شہادت ہے۔
۴۶۲	فاسق قضاء شرعی کے عہدہ کا مستحق نہیں ہوتا۔	۴۳۲	شوہر کا انکار طلاق ثقہ گواہوں کی موجودگی میں اصلاً مسموع نہ ہوگا۔
۴۷۷	موجودہ کچھریوں کے فیصلہ سے شرعاً طلاق واقع نہیں ہوتی۔	۴۳۲	بھائی کی گواہی بہن کے حق میں شرعاً قبول ہے۔
۴۸۱	قاضی شرع نائب شرع مطہر ہوتا ہے۔	۴۳۲	طلاق کے ثبوت کے لئے دو شرعی گواہ کافی ہیں۔
۴۸۱	مقلد قاضی اپنے مذہب کے خلاف حکم نہیں کر سکتا۔	۴۳۳	طلاق کی آواز سُنی، دینے والے کو دیکھا نہیں، گواہی نہیں دے سکتے۔
۴۸۲	مذہب اربعہ سے غیر حنفی قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے یا حنفی قاضی جسے سلطان نے منصب قضاء پر مقرر کیا ہو اور اجازت دے رکھی ہو بوقت ضرورت قول مرجوح پر فیصلہ کر دے تو اس کی قضاء نافذ ہوگی۔	۴۴۰	جو شخص زید سے عداوت ظاہرہ دینیہ اس حد تک رکھنے والا ہو کہ اس کے باعث زید کے حق میں متمم ہو تو اس کی گواہی ضرر زید پر قبول نہیں۔

۱۳۶	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔	۴۸۲	قاضی مقلد مقید بالقضاء مبالغہ بہ کسی دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کرنا باطل ہے۔
۱۳۶	ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم اور دوسری پر چار ہزار دینار تھا۔	۴۸۳	شوہر کی بیماری اور معذوری سبب فسخ نکاح نہیں۔
۱۳۶	حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا۔	۴۸۸	جنون کی بنیاد پر موجودہ کچھریوں کے حاکم کا نکاح فسخ کرنا باطل ہے۔ اس مسئلہ کے تفصیلی دلائل۔
۱۳۷	عہد پاک رسالت میں سونانی تولہ سات روپیہ ۷ آنہ ۵۔ ۵/۳ پائی تھا۔	۵۰۶	جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام اہل شہر میں فقہ کا علم ہو وہ حاکم شرعی ہے۔
۱۵۱	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت ہوئی۔	۵۷۵	شوہر عدم نیت طلاق پر قسم کھانے سے انکار کرے تو عورت معاملہ قاضی کے سامنے پیش کرے وہ انکار کی صورت میں تفریق کر دے گا۔
۱۵۳	رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں دراہم مختلف ہوتے تھے۔		تاریخ و تذکرہ
۱۵۳	عہد فاروقی میں دراہم تین طرح کے تھے :	۱۰۸	علامہ شیخی زاہد دیار رومیہ کے عالم، دولت عثمانیہ کے قاضی اور صاحب در مختار کے معاصر تھے۔
۱۵۳	(۱) دس درہم دس مثقال کے ہم وزن۔	۱۰۸	علامہ خیر الدین رملی صاحب در مختار کے استاذ ہیں۔
۱۵۳	(۲) دس درہم چھ مثقال کے ہم وزن۔	۱۱۲	بے اذن امام اعظم امام ابو یوسف نے مجلس درس قائم کی، پانچ سوالوں کے جواب میں متحیر ہو کر پھر خدمت امام رجوع لائے۔
۱۵۳	(۳) دس درہم پانچ مثقال کے ہم وزن۔	۱۳۵	مہرہ ازواج مطہرات و حضرت فاطمہ زہرا کس قدر تھا۔
۱۵۳	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انواعِ ثلاثہ (دس، چھ، پانچ) میں سے ہر ایک کا ثلث لیا جس کا مجموعہ سات بنتا ہے، اور ایسا درہم مقرر فرمایا جس میں سے درہم سات مثقال کے ہم وزن ہوں چنانچہ بعد ازاں اخذ و عطا میں خصومت سے بچنے کے لئے وہی درہم جاری رہا۔	۱۳۶	عامہ ازواج مطہرات و بنات مکرمات حضور پر نور علیہ وعلیہن افضل الصلوات واکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔

۱۵۵	حاصل یہ قرار پایا کہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس ہوا چار سو ۴۰۰ مثقال چاندی تھی اور زرہ برسم پیشگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی ۴۸۰ درہم کو بی۔	۱۵۷	بالغ نے وصولی ثمن سے قبل اگر بیع کا بعض حصہ مشتری کے حوالے کر دیا تو بقیہ کو روکنے کا اسے حق حاصل ہے۔
۳۰۳	ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک اور سن وصال۔	۱۲۰	بیع میں اگر چند چیزیں ایک عقد بیع میں اور بعض بخوشی دے دیں، بعض باقی کو روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو۔
۳۰۴	سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرؤ القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی اصغر اور حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں۔ امام مظلوم کی شہادت کے بعد شرفاء قریش کے پیغامات نکاح کو مسترد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ چنانچہ آپ جب تک زندہ رہیں کسی سے نکاح نہ کیا۔	۱۲۰	ثمن مؤجل ہو تو جس بیع کا استحقاق بالاجماع زائل ہو جاتا ہے۔
۳۰۵	حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صحابیہ کا قصہ جن کا نام نامی رباب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔	۱۲۰	امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ حق جس بیع میں ۱۲۰ صل عقد کا اقتضاء نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے۔
۳۱۰	حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا جفا کشی کا ایک واقعہ۔	۱۲۰	بیع مقایضہ میں احد البدلین کی تسلیم اوٹا واجب نہیں۔
۳۱۶	قریش نے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کی ازسرنو تعمیر کے وقت کیا کیا تبدیلیاں بنا کر خلیل میں کیں۔	۲۱۷	ایسا فعل جو رضائے تبادل ملکین پر دال ہو وہ بیع کارکن ہے۔
۳۹۰	ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف بوقت نکاح کیا تھی۔	۲۱۸	تعاط احد اجانبین سے بعض کے نزدیک بیع جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور رائج ہے مگر بیان بدل ضروری ہے اگر بدل مجہول ہوگا تو بیع اہمًا منعقد نہ ہوگی۔
	بیوع	۲۸۸	شرائط بیع میں سے جو شرط مفسد معروف ہو جائے محتمل ہے ورنہ نہیں۔

۲۵۵	ہبہ	فضولی کا شرائط جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے۔
۲۵۵	جب زن و شو ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کریں تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ نکاح منقطع ہو جائے۔	اگر دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شرائط اس مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اسے دوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو، ہاں اگر یوں کہا ہو کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیچ کر، اس پر بالغ نے کہا میں نے فلاں کے لئے بیچ کی تو یہ شرائط موقوف ہوگی۔
۱۹۸	نابالغ کو ہبہ کیا اس کے باپ نے قبضہ کر لیا تو ہبہ تام ہو گیا۔	مزارعت
۱۹۸	ذی رحم محرم کو ہبہ کیا تو واپس نہیں لے سکتا۔	مزارعت یعنی بنائی پر کھیت دینا جائز ہے۔
۲۰۳	ہلاک موہوب مطلقاً مانع رجوع ہبہ ہے۔	اشربہ
۲۰۵	قربت محرمہ اور زوجیت دونوں مانع رجوع ہبہ ہیں۔	نشہ آور اور رقیق شئی قلیل بھی ہو تو حرام ہے۔
۲۰۶	عوض صریح موانع رجوع ہبہ سے ہے۔	قرض
۲۰۶	ہبہ یل جہاں رجوع کا اختیار ہو وہاں بھی رجوع سے گنہگار ہوگا۔	مدیون کو مہلت دینے یا دین معاف کرنے والا قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہوگا۔
۲۰۶	دے کر پھیرنے والا مثل سٹے کے ہے کہ قے کر کے پھر کھالے۔	مدیونوں سے درگزر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی اور اس کو جنت میں جگہ بخشی۔
۲۰۶	ہبہ سے رجوع مکروہ تحریمی ہے۔	اگر عورت چاہے تو سب مہر کو مثل نقد یا اپنے قرضہ کے وصول کر سکتی ہے۔
۲۰۸	موہوب لہ، بلکہ سے خروج مانع رجوع ہبہ ہے۔	زوج نے جو زیور مہر مجمل دیا اگر واپس لے لے تو مقرض ہوگا یا نہیں۔
۲۱۰	باپ نے بیٹی کی شادی اپنے صرف سے کی اب بہو کا جہیز روکتا ہے کہتا ہے میں نے جو شادی میں صرف کیا ہے اس کے عوض میں نے یہ مال رکھ لیا ہے، اس مال اسباب کی مالک زوجہ ہوگی یا والد زید۔	بیٹی کا باپ پر قرض تھا جہیز دیا پھر کہا میں نے قرضہ میں دیا ہے، بیٹی کہتی ہے نہیں اپنے مال سے تو کس کا قول معتبر ہوگا۔

۲۲۱	بہن بھائی ترکہ میں شریک ہوں اور بھائی بہن کو جہیز دے تو یہ عرفا بہہ نہیں بخلاف والدین ان کا جہیز عرفا بہہ ہوگا۔	۱۵۹	زیور وغیرہ جو شوہر نے عورت کو دیا اور تملیک صراحۃً یا عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی تو اس میں قول شوہر معتبر ہوگا اور وہ جبراً واپس لے سکتا ہے۔
۲۲۲	اگر کسی نے کہا میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی لوگوں کو اجازت دی کہ جو لے وہ اس کا ملک ہے تو جن لوگوں کو واہب کے اس اذن کی خبر ہوئی وہ جو بھی لیں گے اس کے مالک بن جائیں گے مگر جو شخص اذن واہب سے بے خبر ہوگا وہ جو کچھ لے گا اس کا مالک نہیں ہوگا۔	۱۶۰	بلا تملیک شوہر زیور وغیرہ عورت کے برتنے، پہننے اور استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہو سکتی۔
۲۲۵	ہبہ مشاع محتمل قسمت صحیح نہیں اور نہ ہی مفید ملک۔	۲۰۳	والدین زوج نے بہو کو کچھ زیور واسطے تالیف دیا، یہ سمجھ کر کہ کہا ہمارے گھر میں رہے گا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہوگا جب چاہیں دوسرے کام میں لائی گئے جیسا تاہر بطور عاریت دیا کرتے ہیں، اپنے گھر کی زیبائش کے لئے نہ کہ بطور تملیک اس صورت میں اس کے مالک والدین ہیں یا نہیں۔
۲۲۵	ہب مشاع غیر محتمل قسمت کی شرط صحت یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو۔	۲۰۳	عورتیں جو بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ ان کی ملک نہ ہوں گے۔
۲۳۵	ہبہ تاحین حیات ہبہ کالمہ ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل ہے۔	۲۰۸	عاریت سے بحالت بقاء ہر وقت رجوع جائز و حلال ہے۔
۲۳۵	احد المعاقدين کی موت رجوع ہبہ کے موانع میں سے ہے۔	۲۰۸	جو اشیاء عاریتاً لی جائیں وہ اگر بلا تعدی حلال ہو جائیں تو ضمان لازم نہیں۔
۲۳۷	موہوب شعی کا ہلاک ہو جانا یا موہوب لہ، کی ملک سے خارج ہونا دونوں رجوع ہبہ سے مانع ہیں۔	۲۰۸	مستعار شعی میں اگر بحالت استعمال نقصان آجائے تو ضمان لازم نہیں بشرطیکہ استعمال معہود ہو۔
۲۵۵	اگر دو شخص کسی کو ایک گھر ہبہ کر دیں تو یہ ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ مشاع نہیں۔	۲۰۸	اگر عاریت کسی وقت معین تک ہو اور لینے والا واپسی پر قدرت کے باوجود وقت معین کے بعد بھی اپنے پاس اسے روکے رکھے تو اب ہلاک ہونے پر ضامن ہوگا اگرچہ وقت معین کے بعد استعمال نہ کی ہو۔
			عاریت

۲۱۷	صلح شرعاً ایک عقد ہے جو ارفع نزاع اور قاطع خصومت ہے۔	۲۳۸	عاریت امانت ہے بے تعدی اس میں ضمان نہیں۔
۲۱۷	جہالت اگر منازعت تک پہنچانے والی ہو تو وہ جوازِ صلح سے مانع ہوگی۔		سود
	امانت	۱۷۳	سود کے لینے اور دینے پر اگر دونوں راضی ہوں تب بھی حرام قطعی ہے۔
۲۲۰	امین ضامن ہوتا ہے جبکہ تعدی کرے		شرکت
	غصب	۲۱۶	بصورتِ شرکت ہبہ، قرض، اتلافِ مال اور تملیک بلا غرض جائز نہیں جب تک شریک صراحۃً نہ کہہ دے۔
۲۲۱	غاصب اگر معضوبہ شئی کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے اور وہ ان لوگوں کے پاس ہلاں ہو جائے تو وہ اصل مالک کے لئے ضامن ہوں گے اور غاصب کی طرف رجوع نہی کر سکیں گے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ غاصب کی طرف رجوع کریں گے۔	۲۱۶	شرکتِ عنان اور شرکتِ معاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور مال میں ماذون التصرف ہوتے ہیں۔
	وقف	۲۱۶	شرکتِ عین میں دوسرے کے حصہ سے اجنبی محض ہے اور اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف جائز نہیں۔
۲۲۸	اشیاء منقولہ میں اسے چکا وقت معروف ہو جائز ہے ورنہ نہیں۔		قسمت
	اجارہ	۲۱۷	اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بلا تراضی ناممکن ہے، یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں۔
۲۲۸	جن چیزوں کے استصناع کا رواج ہو ان میں اجرت دے کر معدوم شئی کا بنانا جائز ہے ورنہ نہیں۔		صلح
		۲۱۷	جو جہالت مفضی الی المنازعۃ نہ ہو وہ جوازِ صلح سے مانع نہیں ہوتی۔

۲۶۱	زید قادیانی ہو گیا، اس کی عورت مسلمان ہی رہی، کیا حکم ہے۔		رہن
۲۶۳	عورت نے شریعت کی توہین کی تو کیا وہ مرتدہ ہو گئی اور نکاح فسخ ہو گیا۔	۲۲۹	مرتہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذن راہن بے شرط ہو تو جائز ورنہ حرام، مگر ہمارے زمانے میں مطلقاً حکم حرمت دیا جائیگا کو بے طبع نفع بہ مرہون قرض نہ دینے کا عرف و رواج ہے۔
۲۶۳	بعد تجدید ایمان عورت بلا اجازت شوہر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔	۲۴۹	بے اجازت مالک کوئی شے رہن کردی مالک نے بعد میں بھی اس تصرف کو جائز نہ کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس رہن کو فسخ کر کے مرتہن سے اپنی چیز واپس لے لے اپنا دین مدیون سے لیتا رہے۔
۲۶۳	عورت اگر کفر کرے تو نکاح سے نہیں نکلتی، یہی مفتی بہ ہے۔	۲۴۹	اگر مالک سے پوچھ کر اس کی شئی کو رہن رکھا یا بعد رہن مالک نے اس تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دیا تو رہن نافذ صحیح ہو گیا۔ اب جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو مالک مرہون شئی کو واپس نہیں لے سکتا۔ مالک کی اجازت سے کوئی شئی کسی نے رہن کر دی تو مالک کو اختیار ہے کہ مرتہن کا دین دے کر اپنی چیز چھڑالے اور جو کچھ مرتہن کو دے وہ مدیون یا اس کے وارثوں سے واپس لے لے۔
۲۶۳	مرتدہ بعد اسلام تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی۔		وکالت
۴۰۳	مرتدہ اور مرتد کا نکاح جہاں بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔	۲۵۴	صدر انجمن جس کا حکم سے سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائزہ انجمن میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہوتا ہے
۴۰۳	عورت مرتدہ ہو جائے تو حلالہ سے چھ نکاح نہیں مسلمان ہوگی تو پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی۔	۲۵۴	اگر کسی کو غیرہ معین شئی کی خریداری کا وکیل کیا تو ثراء وکیل کے لئے ہوگی مگر جبکہ وکیل نے مؤکل کے لئے خریداری کی نیت کر لی ہو یا مال مؤکل سے شے خریدی ہو۔
	بیمین	۵۶۲	وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا۔
۳۵۳	ایک شخص کو لوگوں نے شراب پینے کے لئے بلایا، اس نے جھوٹ کہا کہ میں نے شراب پینے پر طلاق کی قسم کھائی ہے۔ اب شراب پئے تو طلاق واقع ہوگی۔		سیر

۳۷۳	طلاق کی مدعیہ عورت کی قسم بامعتبر ہے۔	۳۷۳	قرآن مجید کی دسویں قراتیں حق اور منزل من اللہ ہیں اور دسویں طرح اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔
۳۷۳	مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا بلکہ اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں۔	۳۷۳	جہاں جو قرآن رائج ہو نماز اور غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے، جس قرات سے ان کے کان آشنا نہ ہوں وہ نہ پڑھی جائے مباد وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنا دیں خراب کر لیں۔
۴۲۹	گواہوں کو طلاق کی تعداد یاد نہ ہو اور شوہر ایک کی قسم کھالے تو اس کی قسم کا اعتبار ہے۔	۴۲۹	فرائض
۴۳۳	مرد طلاق نہ دینے کی قسم کھائے اور عورت طلاق دینے کی، اعتبار شوہر کی قسم کا ہوگا، لیکن عورت جس طرح ممکن ہو چھٹکارا حاصل کرے۔	۴۳۳	اولاد ثابت النسب باپ کا ترک پائے گی اگرچہ حرامی ہو۔
۴۴۴	گواہ شرعی موجود نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا شوہر منکر طلاق سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔	۴۴۴	نکاح فاسد و باطل میں زوجین ایک دوسرے کے وارث نہیں۔
۵۷۳	شوہر قسم کھا کر عدم نیت طلاق کا قول کرے تو مان لیا جائے گا اور قسم لینے کے لئے قاضی یا بیخ کی ضرورت نہیں، خود عورت بھی شوہر سے یہ قسم لے سکتی ہے۔	۵۷۳	یہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے۔
۵۹۳	اگر کوئی یوں کہے کہ "اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی، چور یا شرابی ہوں" تو حالف نہیں ہوگا۔	۵۹۳	تجہیز میں جمع و موائد داخل نہیں تو تجہیز کے علاوہ خرچ کرے گا اگر وارث ہوگا تو اسی کے حصہ پر پڑے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یوں ہی اجنبی۔
۶۰۴	بیمین غموس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا۔	۶۰۴	متوفی کی بیوی مستحق وراثت ہوتی ہے۔
۶۰۶	عدم نیت کے بارے میں شوہر بیوی کے سامنے قسم کھالے مان لے گی۔	۶۰۶	زوجہ متوفی کا مستحق میراث ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔
۶۲۶	کنایہ میں شوہر نیت کے بارے میں حلف سے انکاری ہو تو حاکم شرعی بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی۔	۶۲۶	متوفی کی اولاد نہ ہو تو اس کی بیوی کو چوتھا اور اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بطور میراث ملتا ہے۔

۵۸۸	لفظ "میکنم" محض حال کے لئے اور لفظ "کنم" محض مستقبل کے لئے، جبکہ عربی میں لفظ "اطلق" حال واستقبال میں دائر ہے۔	۴۷۱	وراثت زوجہ ضروریات دین سے ہے اور تمام فرق اسلام کا اس پر اجماع ہے۔
	لغت	۴۷۱	یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت نہیں کلمہ کفر ہے۔
۵۶۳	فارغ خطی کے اصلی معنی اور باب طلاق میں اس کے استعمال اور معنی کی تشریح۔	۴۷۲	عروض جذام کو مزیل نکاح سمجھ کر عورت استحقاق وراثت کا انکار جہل وسفاہت ہے۔
۵۷۳	لا دَعُوْا کا لفظ عربی لفظ "انک مجارہ" کا ہم معنی ہے نیت ہو تو طلاق بائن ہوگی۔	۶۰۳	"کسی مصلحت سے اپنی عورت کی زوجیت سے انکار کیا تو جھوٹے حلف پر گنہگار ہوا۔ عورت کا نکاح باقی ہے اور ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔
	لفظ وطن لفظ بلد وقریہ سے عام ہے۔		تہذیب و تمدن
۶۳۲	لفظ "سروکار" کے لغوی معانی۔	۲۰۲	ان شہروں میں یہ متعارف ہے کہ جوڑا ڈولھا کی جانب سے دُھن کو بھیجا جاتا ہے بایں اُمید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا جوڑے بہت گراں قیمت اور اس کے ہمراہ اور کچھ بھی بھیجا جاتا ہے اور صراحت بھی ہوتی ہے کہ اُدھر سے دو سو کا جائے گا تو اُدھر سے چار سو کا آئیگا۔ اس صورت میں کیا جدائی پر واپس لیا جاسکتا ہے یا نہیں، اور اگر ہلاک کر دے تو کیا حکم ہوگا۔
	ترغیب و ترہیب	۲۰۳	جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع میں خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں طلاق ہوئی تو کُل لے لے گی اور مرگئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔
۵۸۵	"جو شخص شریعتِ مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کریگا گنہگار و مستحق سزا و عذاب ہے۔	۲۰۴	بلادِ شام وغیرہ میں اس امید پر مہر بڑھاتے ہیں کہ عورت کثیر جہیز لائے گی۔
۶۱۵	مسئلہ شرعیہ میں غلط اعتراف کی ترغیب پر شرز نش۔		منحو
۶۱۵	دائستہ حق کو باطل اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے۔	۳۸۰	بعض اطرافِ ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ "نے" نہیں کہتے، مثلاً تو کیا بولتے ہیں۔
		۳۸۰	لفظ نعم (ہاں) خبر کے بعد تصدیق کے لئے اور امر و نہی کے بعد وعدہ کے لئے ہوتا ہے۔

۳۹۶	ابن اسحق دجال و کذاب ہے۔	۶۱۵	مقدس ہستیوں کی طرف رجوع عن الحق کی نسبت کرنے والا بے ادب مختل الدین ہے۔
	حظر و اباحت	۶۵۲	استفساء میں تغیر و تبدل کرنے والے گنہگار ہیں انہیں خوف خدا چاہئے۔
۱۳۹	مہر معاف کر دینا نیک کام ہے یا نہیں۔		حساب
۱۶۲	نکاح (ماصہ عم) مہر پر ہوا اب شوہر مہر میں اضافہ کر سکتا ہے یا نہیں، اگر کر سکتا ہے تو اس کے کیا شرائط ہیں۔	۱۲۵	مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی تھا، آج کل کے روپے سے ایک سو ساٹھ روپے۔
۱۴۳	میکے والوں نے محض بھوٹی خبر پر کہ سسرال والے زہر دے دیں گے ہندہ کو روک رکھا ہے ان کا ارادہ مہر وصول کر کے دوسری جگہ شادی کر دینے کا ہے، نصف مہر مہر مہر ہے اور نصف غیر مہر مہر مہر میں زمانہ کی کوئی حد نہیں اسے روک رکھنا قبل طلاق مہر وصول کرنا، دوسری جگہ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۱۳۷	سکہ رائج سے دینار و درم کا حساب۔
۱۴۴	جو معاملات برادری سے طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا حکم ہے۔	۱۴۲	مہر شرعی جو بنات صالحات کا چار سو مثقال چاندی ہے آج کل کے سکے سے کتنے روپے ہوئے۔
۱۴۴	اگر زوجہ یہ جانے کہ نباہ نہ ہوگا تو اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے دے تو جائز ہے۔	۱۴۳	مہر ازواج مطہرات سوائے ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ پانچ سو درہم ہے سکہ مروّجہ سے کس قدر ہوتے ہیں، وزن درہم اور اوقیہ اور مثقال اور دینار کی صراحت فرمائی جائے۔
۱۴۷	حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے کامہ شرعی باندھنا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے کا کچھ مواخذہ ہے۔	۱۴۳	دس درم شرعی کے سکہ مروّجہ سے کے روپے ہوتے ہیں۔
۱۴۷	عورت کے ورثاء سے اس کا مہر شوہر یا ورثائے شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔		اسماء الرجال
۱۸۰	شوہر پر حرام قطعی ہے کہ زوجہ پر معافی مہر کا جبر کرے اور نہ ایسا کرنے سے معاف ہوگا۔	۳۹۶	امام مالک اور امام ہشام بن عروہ تبع تابعین سے ہیں اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ میں بدرجہا افضل ہیں۔

۲۷۰	عورت پر تنگی کرنا اور اسے ضرر پہنچانا حکم قرآن ممنوع ہے۔	۲۱۲	حکم دیانت بحالت عدم وصی وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا، ان کے کھانے پینے کی چیزیں ان کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تبذیر ان پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ بچے ان کے پاس ہوں۔
۲۷۰	شوہر شرمگاہ زن وقت جماع دیکھے تو کچھ حرج ہے؟ یونہی اگر مَس کرے۔	۲۱۲	غیر کے مال میں اذن و ولایت تصرف ناجائز ہے۔
۲۷۰	کیا عورت شوہر کے آلمی تناسل کو چھوئے تو حرج ہے۔	۲۱۲	چند صورتوں میں بلا اذن و ولایت مال غیر تصرف جائز ہے۔
۲۷۱	بوقت جماع رویت فرج ممنوع اور ناپیدائی کا سبب ہے۔	۲۱۵	تبرع اور احسان کرنے والا کسی سے مجرانہ پائیگا۔
۲۷۸	عورت کو شوہر سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کی جاسکتی، اور اس صورت میں ناشزہ بھی نہیں۔	۲۵۹	چڑھاوے کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں۔
۲۷۳	بیبیوں کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی، انکی بد خوئی پر صبر، اُن کی دل جوئی، ان کے مراعات جو خلاف شرع نہ ہو محبوب شرع ہے۔	۲۵۹	لگن کا حکم اور یہ کہ وہ کس کی ملک ہے۔
۲۸۰	ایسی لڑکی جو بظاہر جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی اس صورت میں اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں۔	۲۶۷	بوسہ کا حکم۔
۲۸۱	باپ نے اپنی جوان لڑکی کی نسبت ایک لڑکے سے کردی، کچھ عرصہ کے بعد اس سے چھڑا کر دوسرے سے کردی، کیا یہ جائز ہے، اور کیا اس میں اس لڑکے کی اجازت و رضامندی ضروری ہے جس سے پہلے نسبت کی تھی۔	۲۶۷	چھاتی مٹنے میں لینے کے احکام۔
۲۸۳	نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں۔	۲۶۸	بیوی کا بوسہ مسنون و مستحب ہے اگر نیت صالحہ ہو، تو اس پر اجر پائے گا۔
۲۹۰	تشدد و بیجا ناجائز اور سبب ہلاک ہے۔	۲۶۸	عورت اگر دودھ والی نہ ہو تو اس کا پستان منہ میں لینا شوہر کے لئے جائز ہے۔
۲۹۱	نکاح کی مختلف صورت اور ان کے احکام کی تفصیل۔	۲۶۸	اگر بیوی زیادہ دودھ والی ہے ورنہ خدشہ ہے کہ دودھ حلق میں جائے گا تو پستان مٹنے میں لینا مکروہ ہے۔

۳۱۳	عمامہ کا شملہ چھوڑنا سنت ہے مگر جہاں جہاں اس پر ہنستے ہوں وہاں علماء متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔
۳۲۱	فاحشہ عورت کو طلاق دینی مستحب ہے۔	۲۹۱	کون سی عورت کو نکاح حرام قطعی ہے۔
۳۲۸	عورت کی کج خلقی پر اسے طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ حتی الامکان نباہ کیا جائے، اگر بصورت دینی ہی ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کی ترغیب دینا خلاف شرع و معصیت ہے۔
۳۳۱	بے نمازی عورت کے ادائے مہر پر قادر نہ ہو تب بھی طلاق دینا مستحب ہے۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کرنا واجب ہے۔
۳۳۲	ماں باپ طلاق کا حکم دیں تو طلاق دینی واجب ہے۔	۲۹۱	کس عورت کو نکاح کرنا فرض قطعی ہے۔
۳۳۲	والدین کی نافرمانی حرام ہے۔	۲۹۱	جن عورتوں پر نکاح فرض یا واجب ہوا انہیں نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔
۳۳۲	تین طلاق سے عورت مغفلہ قابل حلالہ ہو جاتی ہے۔	۲۹۱	جن عورتوں پر نکاح فرض و واجب ہو وہ اگر خود نہ کریں گی گنہگار ہوں گی اور اولیاء اگر مقدور بھر کوشش نہ کریں تو وہ بھی گنہگار ہوں گے۔
۳۸۹	ایسی عورت سے طالق کی ہمبستری زنا ہے، اگر مسئلہ جانتے ہوئے ایسا کیا تو زانی، اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم۔ اور ایسا شخص قابل خلافت و سجادہ نشینی نہیں۔	۲۹۲	مرد پر نکاح اسی وقت فرض و واجب ہوگا جب وہ مہر نفقہ کا مالک ہو ورنہ وہ ترک نکاح پر گنہگار ہوگا۔
۳۹۹	جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔	۲۹۲	اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہوئے کا خوف ہے اور اگر کرے تو جو رو ظلم کا ڈر ہے تو نکاح فرض نہ ہوگا۔
۳۹۹	رسم باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔	۲۹۳	جو رو ظلم ایسی معصیت ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے اور زنا سے بازرہنا حقوق اللہ سے ہے۔
۳۹۹	مسئلہ شرعیہ محل استہزا نہیں ہوتا، ایسا کرنے والا گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے۔	۲۹۳	بحکم حدیث غیبت، زنا سے سخت تر گناہ ہے۔
۴۶۲	طلاق بائن میں بے نکاح، اور رجعی میں بعد عدت بے نکاح اور تین میں بے حلالہ عورت سے ملنا حرام قطعی، جتنے لوگ ایسے شخص کے شریک ہوں سب مرتکب حرام فاسق۔	۳۱۲	اشاعت علم فرض اور کتمان علم حرام ہے۔
۴۶۲	فاسق کی تقلید ناجائز اور اس کا مقلد گنہگار ہے۔	۳۱۲	لوگوں سے وہ باتیں کہی جائیں جنہیں وہ سمجھیں۔

۵۵۹	جب زید نے تین طلاقیں دے دیں تو مطلقہ کا اس کے پاس جانا حرام محض ہے۔	۴۶۲	قضاء عرف یعنی نکاح خوانی کا عہدہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے۔
۵۷۰	بدیہیات پر اہل علم حوالہ طلب نہیں کیا کرتے۔	۴۶۲	فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان۔
۵۷۰	جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوء ادب ہے۔	۴۶۲	کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق ثلاثہ دے کر اپنی مطلقہ سالی سے نکاح کر لے تو کیا حکم ہے۔
۵۹۳	بیوی کا دودھ پینا حرام ہے۔	۴۶۳	غیر محرم عورت کو بلا نکاح اپنے مکان میں رکھنا اور خلوت میں اس کے ساتھ ہونا فسق ہے۔
۵۹۵	طلاق بائن کے بعد بے تجدید نکاح مباشرت عورت سے حرام ہے۔	۴۶۳	طلاق کے لئے مالکانہ دینے کا جور واج ہے اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔
۶۳۸	جس عورت پر عدت واجب ہو وہ مرد عدت سے قبل دوسرے مرد سے نکاح کرے تو ناجائز و باطل و زنا و حرام ہے۔	۴۶۴	خاوند والی عورت سے علم رکھنے کے باوجود نکاح کیا یا لا علمی میں کیا اور علم آنے پر اس کو چھوڑا نہیں تو یہ زانی ہے۔
	فضائل و مناقب	۴۶۷	نیت ہو کہ تھوڑے دنوں بعد طلاق دے دوں گا، تو یہ متعہ نہ ہوگا، لیکن ایسی عادت بنانا یا لوگوں کو اس کی ترغیب دینا جائز نہیں۔
۱۱۲	امام ابو یوسف علیہ السلام امام اعظم کے ہم پلہ نہیں۔	۴۶۸	نکاح متعہ اور نکاح موقت صحیح نہیں۔
۱۱۲	جو مسئلہ امام اعظم کے حضور طے نہ ہو لیا وہ قیمت تک مضطرب رہے گا۔	۴۶۸	بے ضرورت شرعیہ طلاق شرعاً ممنوع ہے۔
۱۱۲	امام ابو یوسف فرماتے ہیں جس مسئلہ میں ہمارے استاذ کا کوئی قول نہیں اس میں ہم پریشان حال ہیں۔	۴۶۹	ایک وقت چار تک عورتیں رکھنے کی شرعی اجازت ہے اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں
۱۱۲	امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں بعض مسائل میں جانتا کہ حدیث میری طرف ہے، نتیجہ کے بعد کھلتا کہ جس حدیث سے امام صاحب نے فرمایا ہے میرے خواب میں بھی نہ تھی۔	۴۷۶	شوہر بڑھا ہو اور عورت کے ادائے حقوق پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ طلاق دے دے مگر عورت بے طلاق دے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔
		۴۸۷	جو مرد عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا اس پر طلاق دینا فرض ورنہ گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔

۱۶۵	مہر کی تعداد شرعی پیہری کیا ہے اور حضرت خاتونِ جنت کا مہر کیا تھا۔	۱۱۷	امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی ہیں۔
۱۶۷	مہر درجہ اول، دوم، سوم، چہارم کی تعداد کتنی ہے۔	۳۰۱	عرب کی عورتوں میں سب سے بہتر زنانِ قریش ہیں جو اپنے بچوں پر بہت زیادہ مہربان اور شوہروں کے مال کی زیادہ نگرانی و محافظہ ہوتی ہیں۔
۱۷۶	ازواجِ مطہرات اقامت المؤمنین ہیں، اقامت المؤمنات نہیں۔	۳۰۳	جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں جمع فرمادے گا۔
۲۳۹	دادا باپ کی طرح ہے سوائے چند مسائل کے۔	۳۰۶	یتیم بچوں کے لئے بیٹھی رہنے والی اور ان کے خیال سے نکاح نہ کرنے والی بیوی کی تعریف میں چند احادیث۔
۲۴۳	زمانہ دراز سے کون سا زمانہ مراد ہے۔	۳۱۸	کسی کی بیٹیاں اور بہنیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادیوں سے زیادہ غیرت اور عزت والی نہیں ہو سکتیں۔
۲۸۱	خلف وعدہ کی تین صورتیں ہیں۔	۴۵۹	حکم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکم خدا ہے۔
۲۹۵	عورتیں ٹیڑھی پبلی سے پیدا ہوئیں۔	۴۵۹	حق سبحانہ و تعالیٰ نے حق عمر میں فرمایا "لعلمہ الذین یستنبطونہ منکم"
۳۲۳	نا قابلِ جماع نابالغہ کو طلاق دی تو مہر کا حکم۔	۴۹۰	مذہب امام، امام مذاہب سے ہے جس سے بلا وجہ عدول ہرگز جائز نہیں۔
۳۲۳	متعہ یعنی جوڑا کی تفصیل۔	۴۹۰	امام ابو یوسف اعظم ارکانِ مذہب ہیں۔
۴۰۱	سید علی ترمذی کی طرف منسوب کی گئی کتاب ارشاد الطالبین کی عبارت کے بارے میں سوال۔	۴۹۱	امام قاضی خاں فقیہ النفس ہیں۔
۴۱۵	تحریر بے شہادت یا اقرار کا تب مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ اسی کا معلوم ہوتا ہو۔	۶۱۵	خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کبھی حق سے رجوع نہیں کیا۔
۴۱۵	خط خطہ کے مہر مہر کے مشابہ ہو سکتی ہے۔		متفرق
۴۱۹	قرآن سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا ہے کہ خط فلاں کا ہے۔	۱۱۴	معاصرت دلیلِ منافرت ہے۔
		۱۳۵	مہر حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مقدار میں بظاہر مختلف روایات اور ان میں نفیس تطبیق۔

۵۹۲	مرد نے کہا کہ "اگر بیوی کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" یہ نہ تو ایلا ہے اور نہ ہی قسم، لہذا کفارہ لازم نہیں۔	۴۲۱	آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے۔
۵۹۸	تطفل علی الخیریہ۔	۴۴۰	آج کل عدالت شرعیہ مردوں میں کم ہے اور زنانہ نقصات العقل میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں۔
۶۱۱	فتاویٰ خیر یہ اور محیط میں اختلاف کی طرف اشارہ۔	۴۶۹	سیدنا امام حسن مجتبیٰ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ایک شبہ کا ازالہ۔
۶۱۳	امام محمد کے ارشاد اور متاخرین کے فتویٰ میں تطبیق۔	۴۶۹	نفس تارہ سختی سے دبتا ہے اور ڈھیل دینے سے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔
		۴۸۲	مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔





باب المہر

رسالہ

البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل^{۱۳۰۵ھ}

(زوجہ بعد وطی بھی مہر معجل لینے کے لئے اپنے نفس کو روک سکتی ہے اس بارے میں کشادہ تحریر اور فیصلہ مسٹر محمود کارد)

مسئلہ ۲۰: از مراد آباد مرسلہ محمد نبی خاں صاحب یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۰۵ھ

سوال اوّل

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے ہندہ کا نکاح ہوا، نصف معجل نصف مؤجل ٹھہرا، حسبِ رواج ہندہ کی رخصتی ہو گئی کہ وطی برضائے ہندہ واقع ہوئی، بعدہ، زید بد اطوار نکلا اور ہندہ سے بہت ایذا و اضرار و تکلیف و آزار کے ساتھ پیش آیا، ہندہ ان وجوہ سے ناراض ہو کر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی اور تا وصول مہر معجل اس کے پاس جانے سے انکار رکھتی ہے، اس صورت میں ہندہ کو مہر معجل لینے تک حق منع نفس حاصل ہے یا نہیں؟ اور منع کرنے سے ناشزہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا

توجروا

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب اداۓ مہر معجل سے پہلے وطی برضائے زوجہ واقع ہو جائے تو اس صورت میں برخلاف مذہب امام مذہب صاحبین کو کہ منع نفس کا حق ساقط ہو جاتا ہے بوجہ عہہ مصرحہ ذیل ترجیح دینی صحیح و رجح اور نظر فقہی میں قرین تحقیق و تنقیح ہے یا نہیں:

(۱) در مختار میں ہے جب ایسے امر کی نسبت مابین ابو حنیفہ اور ان کے مریدوں (یعنی صاحبین) کے اختلاف ہو تو رائے مریدوں کی غالب ہونی چاہئے۔

(۲) امام ابو حنیفہ اور امام محمد دونوں محض ذہنی باتوں کے مقنن تھے لیکن قاضی ابویوسف کو اسی قدر علم روایات تھا اور بوجہ عہدہ قاضی القضاۃ کے موقع متعلق کرنے کا حالات انسان سے حاصل تھا اور ان کے قواعد خصوصاً معاملات دنیوی اور تعبیر شرع میں اس قدر مستند سمجھے جاتے ہیں کہ جب امام ابو حنیفہ یا امام محمد کی رائے ان سے متفق ہو تو ان کی رائے از روئے ایک قاعدہ مسلمہ کے قبول کی جاتی ہے۔

(۳) سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی کتاب مستند شرع یعنی فتاویٰ عالمگیری (کی عبارت یہ ہے) اس سے ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ کی رائے کے خلاف نہ صرف ان کے دو مشہور مریدوں بلکہ شیخ الصغار نے بھی جہاں تک کہ بحث ہم خانگی کو تعلق ہے رائے ظاہر کی ہے۔

(۴) امام ابو حنیفہ اور ان کے دو مرید قانون حنفی میں تین استاد سمجھے گئے ہیں اور میں قاعدہ عام تصور کرتا ہوں کہ اختلاف رائے ہو تو دو اکی رائے بمقابلہ تیسرے کے غالب ہوگی بموجب معمولی قاعدہ شرع کے میں رائے دو مریدوں کی بطور کثرت رائے منجملہ تین استادوں کے اختیار کرتا ہوں۔ (۵) اس حق کے نفاذ میں کہ زوجہ کے ساتھ ہم خانگی کرے مانع یہ بیان کیا گیا ہے کہ مہر معجل ادا نہ ہوا ہو اور یہ قاعدہ محض اس مواخذے کی مشابہت پر مبنی ہے جو بائع کو مال پر تا اداۓ قیمت قبل حوالگی مال کے حاصل رہتا ہے لیکن اس مواخذے میں دراصل حق ملکیت مشتری کا قیاس کر لیا گیا ہے اور جبکہ حوالگی عمل میں آجائے گی تو اسی وقت وہ مواخذہ ختم ہو جاتا ہے انتہی، بینوا تو جروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں دنیا و آخرت میں ہم پر انعام کرنے والے

الحمد لله المنعم فی المعجل والموجل

عہ: یہ وجوہ مسٹر محمود اپنے فیصلے میں ایجاد کیں ۱۲ (م)

والصلوة والسلام علی من ختم دفتر الرسالة واسجل علی الہ وصحبہ وجییع اہل دینہ المبجل۔	اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور صلوٰۃ و سلام اس ذات پر جس نے رسالت کا دفتر ختم کیا اور مضبوط کیا، اور اُن کی آل و اصحاب اور ان کے تمام برگزیدہ دین والوں پر۔ (ت)
---	--

جواب سوال اوّل

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ کو حق منع نفس حاصل ہے اُسے اختیار ہے جب تک مہر معجل وصول نہ کر لے اپنے آپ کو تسلیم شوہر نہ کرے
اس منع کئے سے ناشرہ نہ ہوگی۔ وقایہ میں ہے:

لہا منعه من الوطی والسفر بہا والنفقة لو منعت ولو بعد وطی او خلوة برضاہا ¹ ۔	معجل مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع سے اور سفر پر ساتھ لے جانے سے روکنے اور نفقہ وصول کرنے کا بیوی کو حق ہے اگرچہ وطی اور خلوت رضا مندی سے ہو جانے کے بعد روک دے۔ (ت)
---	---

نقایہ میں ہے:

قبل اخذ المعجل لہا منعه من الوطی والسفر بہا ولو بعد وطی برضاہا بلا سقوط النفقة ² ۔	مہر معجل وصول کرنے سے قبل بیوی کو حق ہے کہ خاوند کو جماع، سفر پر ساتھ لے جانے سے روک دے اگرچہ رضا مندی سے و طی کے بعد ہو، بیوی کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (ت)
--	--

کنز میں ہے:

لہا منعه من الوطی والاخراج للمہر وان وطئها ³ ۔	بیوی کو مہر کے لئے و طی اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے (ت)
---	--

تنویر الابصار میں ہے:

لہا منعه من الوطی والسفر بہا ولو وطی او خلوة رضتھا ⁴ ۔	خوشی سے و طی یا خلوت کے بعد بھی بیوی کو مہر وصول کرنے کیلئے خاوند کو جماع اور سفر پر لے جانے سے منع کرنے کا حق ہے۔ (ت)
---	---

¹ شرح الوقایۃ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۵۱۲

² مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ باب المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

³ کنز الدقائق باب المہر ایچ ایم کمپنی کراچی ص ۱۰۴

⁴ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

در مختار میں ہے:

لان کل وطأة معقود علیہا فتسليم البعض لا یوجب تسليم الباقي ^۱	ہر وطی مہر کے بدلے میں ہے (ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے) تو بعض کا بدل دینے سے باقی کا دینا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)
--	--

اسی میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها ولو منعت نفسها للمهر دخل بها ^۲ اھم ملخصاً	خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے خاوند کو اپنے سے روک رکھا ہو دخول ہو چکا یا نہیں اھ ملخصاً (ت)
--	---

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجل لینے سے پہلے وطی یا خلوت برضائے عورت واقع ہو جانا صاحب مذہب امام اقدم قدمہ اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حق منع نفس و منع سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں، اور عورت کو اختیار ہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو اگرچہ اس سے پہلے بارہا وطی برضامندی ہو چکی ہو اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف خلوت برضا واقع ہو جانا بھی حق منع نفس و منع سفر دونوں کا مسقط ہے، امام ابو القاسم صفار علیہ رحمۃ الغفار در بارہ سفر قول امام اور در بارہ وطی قول صاحبین پر فتوے دیتے تھے اصل معنی اس تفصیل کے یہی ہیں ان کے بعد جس نے ادھر میل کیا انہیں کا اتباع کیا مثلاً امام صدر شہید شرح جامع صغیر میں ان کا مسلک نقل کر کے فرماتے ہیں: وانہ حسن^۳ (بیشک وہ حسن ہے۔ ت) امام بزدوی شرح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

هذا احسن في الفتيا ^۴ كما نقله عنه في البنایة كذا الطحطاوی عن البحر عن غایة البیان۔	یہ فتویٰ کے لئے مناسب ہے، جیسا کہ صاحب، بنایہ نے اس کو بنایہ میں ان سے نقل کیا ہے، اور ایسے ہی طحطاوی نے بحر سے انہوں نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہے (ت)
---	--

جو اہر الاخلاطی میں ہے:

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار باب نفقة مطبع مجتبائی دہلی ۶۷۱-۶۷۲

^۳ حاشیۃ الجامع الصغیر باب فی المہور مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱

^۴ البنایۃ فی شرح الہدایۃ باب المہر المکتبۃ الامدادیۃ کھلمکرہ ۱۵۶/۲

واستحسن بعض المشايخ اختياره ¹ ۔	بعض مشائخ نے ان کے مختار کو پسند فرمایا ہے (ت)
--	--

اسی طرح ہندیہ میں محیط سے ہے: ولفظه مشایخنا²۔ (اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ نے۔ ت) مگر اکثر اکابر ائمہ و علماء فقہاء مذہب امام کو ترجیح دیتے اور اسی پر جزم و اعتماد کرتے ہیں متون کہ خاص نقل مذہب صحیح و متعمد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں علی العموم اسی مذہب پر ہیں۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے: بہ صرح المتون قاطبة³ (تمام متون اس کی تصریح کر چکے ہیں۔ ت) اور وقایہ و نقایہ و تنویر و در مختار کی عبارتیں سُن چکے کہ انہوں نے تصریحاً مذہب صاحبین کی نفی فرمائی اور جب ماتن نے باب نفقہ میں ولو منعت نفسها للمهر⁴۔ (اگرچہ بیوی نے مہر کے لئے اپنے کو روک رکھا ہو۔ ت) فرمایا شارح نے دخل بها⁵ (داخل ہو چکا ہو یا نہ۔ ت) اور بڑھایا تاکہ اس کی نفی پر تنصیص تام ہو جائے، اسی طرح وانی و مختار میں بھی اسی پر اقتضاد کیا اور در مختار میں صرف اسی مذہب پر دلیل قائم کی کہما سبق نقلہ (جیسا کہ اس کی نقل گزری۔ ت) اور اقتضار و تعلیل دونوں دلیل اختیار و تعویل، ردالمحتار میں ہے:

اقتصاراً فی المتن (یعنی تنویر الابصار) یفید ترجیحہ ⁶ اہ ملخصاً ذکرہ فی کتاب القضاء مسئلة ولاية بيع التركة لامستغرة بالدين۔	ماتن کا یعنی تنویر الابصار کا اس پر اکتفاء کرنا ترجیح کو مفید ہے اہ ملخصاً۔ اس کو انہوں نے کتاب القضاء میں قرض میں مستغرق ترکہ کی ولایت بیع کے مسئلہ میں ذکر کیا ہے۔ (ت)
---	--

طحاوی میں ہے:

الاقتصار عليه يدل على اعتماده ⁷ اہ ذکرہ قبیل الوصية بثلاث المال۔	اس پر اکتفاء ان کے اعتماد کی دلیل ہے اہ اس کو انہوں نے ثلث مال کی وصیت سے قبل ذکر کیا۔ (ت)
---	--

¹ جوابر الاخلاطی فصل فی المهر قلمی نسخہ ص ۶۳

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها بمرها نوری کتب خانہ پشاور ۱/۳۱۷

³ فتاویٰ خیرہ باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱/۶۹

⁴ در مختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

⁵ در مختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

⁶ ردالمحتار مطلب فی بیع التركة المستغرة بالدين دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۴۰

⁷ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الوصایا دار المعرفة بیروت ۴/۳۲۱

عقوالدریہ میں ہے: التعلیل دلیل التوجیح¹ (علت کو بیان کرنا توجیح کی دلیل ہے۔ ت) اسی میں ہے:

ہو المرح اذ هو المحلی بالتعلیل ² ذکر ہما فی النکاح قبل باب الولی۔	یہی رائج ہے کیونکہ یہی دلیل سے مزین ہے، یہ دونوں باتیں انہوں نے کتاب النکاح میں باب الولی سے پہلے ذکر کی ہیں۔ (ت)
--	---

علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں کہ بتصریح فاضل شامی متون معتمدہ المذہب سے ہے قول امام کو مقدم رکھا اور اسی پر حکم دے کر صاحبین کی طرف خلاف نسبت کی،

حيث قال هذا قبل الدخول وكذا بعده خلافاً لهما ³ ۔	جب انہوں نے کہا کہ یہ دخول کے بعد ہوا پہلے اس میں صاحبین کا خلاف ہے (ت)
---	---

اور وہ خود دیباچہ ملتقی میں تصریح فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں میں جس قول کو مقدم لاؤں وہی رائج ہے شارح نے فرمایا: وہی مختار للفتویٰ ہے، متن و شرح کی عبارت یہ ہے:

صرحت بذكر الخلاف بين اثمتنا وقدمت من اقاويلهم ما هو الارجح (المختار للفتوى ⁴) (ملخصاً)	میں نے اپنے ائمہ کے ہاں اختلاف کی تصریح کردی اور ان میں سے زیادہ رائج قول کو پہلے ذکر کیا، رائج وہ ہے جو فتویٰ کے لئے مختار ہے (ملخصاً)۔ (ت)
--	--

اسی طرح فتاویٰ قاضی خاں میں امام علامہ فقیہ النفس نے قول امام کی تقدیم کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر و اظہر ہو، خود اپنے فتاویٰ کے خطبے میں فرمایا:

قدمت ما هو الاظهر واقتنحت بما هو الاشهر ⁵ ۔	میں ظاہر کو مقدم اور مشہور ابتداء کرتا ہوں۔ (ت)
--	---

علماء فرماتے ہیں تو جسے یہ پہلے بیان کریں وہی قول معتمد ہے، حاشیہ طحطاویہ میں ہے:

¹ عقود الدرہ کتاب النکاح حاجی عبد الغفار وپسران ارگ بازار قندھار ۱/۷۱

² عقود الدرہ کتاب النکاح حاجی عبد الغفار وپسران ارگ بازار قندھار ۱/۷۱

³ ملتقی الابحر باب المهر مؤسسة الرسالة بیروت ۲۵۱/۱

⁴ مجمع الانهر شرح ملتقی الابحر مقدمہ کتاب دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۱

⁵ فتاویٰ قاضی خان مقدمہ کتاب نوکشتو لکھنؤ ۲

اصطلاحہ تقدیم الاظهر فیکون المعتمد اھ ^۱ ذکرہ فی کتاب الوصایا اول باب الوصی۔	ان کی اصطلاح زیادہ ظاہر کو مقدم کرنا ہے تو وہی قابل اعتماد ہے اھ، اس کو انہوں نے کتاب الوصایا میں باب الوصی کے شروع میں بیان کیا ہے۔ (ت)
--	--

امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ کی عادت مستمرہ ہے کہ استدلال کے وقت قول مختار کی دلیل اخیر میں لاتے ہیں تاکہ اقوال سابقہ کے دلائل سے جواب ہو جائے اور نقل اقوال کے وقت غالباً قول قوی کو پہلے ذکر فرماتے ہیں تاکہ اول صحیح مسئلہ سمع متعلم میں آئے، در مختار میں نہر الفائق سے ہے:

تاخیر صاحب الهدایۃ دلیلہما ^۲ ای فی مسئلۃ کساد فلوس القرض، ظاہر فی اختیارہ قولہما ^۲ ذکرہ اخر باب الصرف قبیل التذنیب۔	صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو مؤخر لانا (یعنی قرض والے سگے کے بند ہو جانے کے مسئلہ میں) ان کے قول کو مختار بنانے کی دلیل ہے، اس کو انہوں نے تذنیب سے قبیل باب الصرف کے آخر میں ذکر کیا ہے (ت)
---	---

اسی طرح فتح القدیر میں ہے، افندی زین الدین رومی نتائج الافکار حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

من عادة المصنف المستمرة ان يؤخر القوى عند ذکر الادلة على الاقوال المختلفة ليقع المؤخر بمنزلة الجواب عن المقدم وان كان قدم القوى في الاكثر عن نقل الاقوال ^۳ ۔	مصنف کی عادت مستمرہ ہے کہ دلائل ذکر کرتے وقت قوی دلیل کو آخر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ پہلے اقوال کا جواب بن سکے، یہ اختلافی بحث میں ایسا کرتے ہیں اگرچہ وہ قوی قول کو ذکر میں پہلے لاتے ہیں جب اقوال کو نقل کرنا ہو، اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔ (ت)
---	--

اب یہاں انہوں نے مذہب امام کو پہلے نقل بھی کیا اور اُسی کی دلیل کو مؤخر بھی لائے اور قول صاحبین کو برقرار بھی نہ رکھا تو بوجہ عدیدہ ترجیح قول کا افادہ فرمایا، علامہ سید جلال اللہ والدین خوارزمی نے کفایہ حاشیہ ہدایہ میں تائید مذہب امام کو دو بالا کیا اور ایک مسئلہ متفق علیہا سے جسے صاحبین بھی تسلیم فرمائیں، قول امام کو رنگ ایضاً دیا،

حيث قال، لا بی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ انها منعت منه ما قابل البدل کما لو سلم	جب انہوں نے فرمایا امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ بیوی بدل کے مقابل کو روک سکتی ہے جیسا کہ کوئی بائع
--	---

^۱ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوصی دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰/۳

^۲ در مختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۷۵

^۳ نتائج الافکار

البائع بعض المبیع الی المشتري لا یسقط حقه فی حبس ما بقی منه ¹ ۔	بعض بیع مشتری کو سوئپ دے تو بائع کے لئے باقی بیع کے روکنے کا حق ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)
---	--

اسی طرح صدر الشریعہ شرح وقایہ و کافی شرح وافی و اختیار شرح مختار و مستخلص شرح کنز و غیر ہا شرح میں مذہب امام پر دلیل قائم کی اور دلیل صاحبین سے جواب دئے، امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن المہام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح القدیر میں ترجیح ہدایہ اور علامہ شیخی زادہ عالم دیار رومیہ قاضی دولت علیہ عثمانیہ معاصر و مستند صاحب در مختار نے مجمع الانہر میں تقدیم ملتقی اور علامہ یوسف چلبی نے ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعہ العظمیٰ میں اعتماد متین و شرح اور محقق علامہ وسیع النظر دقین الفکر محمد بن عابدین شامی نے رد المحتار علی الدر المختار میں افادات در مختار کو مقرر و مسلم رکھا اور ترجیح مذہب امام میں خلاف و نزاع کی طرف بھی اشارہ نہ کیا پھر بکثرت علماء اہل متون و شروح و فتاویٰ ان مذکورین اور ان کے غیر باب النفقات میں عورت کو طلب مہر معجل کے لئے بالفاظ ارسال و اطلاق منع نفس کا استحقاق بتاتے ہیں اور اصلاً عدم وطی و خلوت برضا کی قید نہیں لگاتے کہا یظہر بالمرأۃ الی کتبہم (جیسا کہ انکی کتب کی طرف مراجعت سے ہوتا ہے۔ ت) بلکہ شرح وقایہ میں تو صورت مسئلہ یوں فرض کی کہ:

خروجها بحق كما لو لم يعطها المهر المعجل فخرجت عن بيته ² ۔	بیوی کا باہر نکلنا برحق ہے جیسا کہ خاوند نے اس کو مہر معجل نہ دیا ہو تو وہ اس کے گھر سے نکل جائے۔ (ت)
---	--

اور ظاہر ہے کہ شوہر کے یہاں آنے کے بعد غالباً وطی واقع ہی ہوتی ہے بانیہم حکم مطلق چھوڑا تنقید کی طرف مطلق التفات نہ فرمایا یہ اطلاقات بھی اُسی اختیار مذہب امام سے خبر دے رہے ہیں، لاجرم علامہ خیر الدین رحمتی استاذ صاحب در مختار نے قول امام ہی پر فتویٰ دیا اور مذہب آخر کا ذکر تک نہ کیا، فتاویٰ خیر یہ لنفع البریہ میں ہے:

سئل فی المرأة اذا سلمت نفسها قبل استكمال ما شرط تعجيله لها من المهر هل لها بعد ذلك منع نفسها عنه اجاب لها منع نفسها حتى تستكمل	ان سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو مہر معجل وصول کرنے سے پہلے اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر چکی ہو کیا پھر مہر معجل کے لئے اپنے آپ کو خاوند سے روک سکتی ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں روک سکتی ہے یہاں تک کہ مہر معجل پورا
--	--

¹ کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۳۹۰-۵۰/۳

² شرح الوقایہ باب النفقہ مطبع مہتابی دہلی ۱۳۴۲

<p>ذٰلک عند الامام وان کانت سلمت نفسها وبه صرح المتون قاطبة¹۔</p>	<p>وصول کر لے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے، اگرچہ بیوی پہلے اپنے آپ کو سوئچ چکی ہو، اس مسئلہ پر تمام متون تصریح کر چکے ہیں۔ (ت)</p>
--	---

آخر یہ علمائے محققین و عظمائے مدققین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فتوائے امام صفار و اختیار بعض مشائخ سے غافل نہ تھے، پھر قول امام ہی پر جزم و اعتماد فرماتے ہیں، کوئی تو قول صاحبین کا نام تک نہیں لیتا اور اکثر متون کا یہی حال ہے، کوئی صاف وہ الفاظ بڑھاتا ہے جس سے ان کے مذہب کی تصریح نفی ہو جائے، کوئی صرف مذہب امام ہی پر دلیل قائم کرتا ہے، کوئی دلیل صاحبین سے جواب دیتا ہے، جنہوں نے وعدہ کیا کہ قول قوی کو مقدم لائیں گے وہ اسی مذہب کی تقدیم کرتے ہیں، جنہوں نے التزام کیا کہ دلیل معتمد کی تاخیر کریں گے وہ اسی کی دلیل پیچھے لاتے ہیں۔ غرض طرح طرح سے ترجیح و تصحیح مذہب امام کا فائدہ فرتے ہیں، اور کبرائے ناظرین شرح و محشین کہ مذکور ہوئے تقریر و تسلیم سے پیش آتے ہیں 'ناچار ماننا پڑے گا کہ ان سب کے نزدیک معتمد و مرجع و محقق و مستفاد مذہب امام ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور قوت دلیل کہ مطالعہ ہدایہ و کافی و اختیار و کفایہ وغیرہ سے واضح ہوتی ہے اس پر علاوہ، پس جبکہ یہی 'مذہب امام اعظم ہے اور اسی پر 'متون کا اجماع اور اسی کی دلیل قوی اور اس قدر کثرت سے اس کے مرجحین، توجہ کیا ہے کہ اس سے عدول کیا جائے حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتویٰ دے، اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک، نہ ہو، کمافی مسئلتی جواز المزارعة و تحريم القليل من الامانع المسکر جیسا کہ مزارعت کے جواز اور قلیل مسکر پانی کی تحریم کے دونوں مسئلوں میں ہے۔ ت اور حکم دیتے ہیں کہ قول امام سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ مشائخ مذہب اس کے خلاف پر فتویٰ دیں۔ 'منیہ و 'سراجیہ و 'محیط امام سرخسی و فتاویٰ 'عالمگیری و 'بحر الرائق و 'نہر الفائق و 'فتاویٰ خیریہ و 'تنویر الابصار و 'شرح علائی 'حاشیہ طحاویہ وغیرہ بکتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، در مختار میں ہے:

<p>یاخذ القاضي كالمفتي بقول أبي حنيفة على الإطلاق ثم بقول أبي يوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زياد وهو الاصح منية وسراجية²۔</p>	<p>قاضی بھی مفتی کی طرح امام صاحب کے قول مطلقاً لے گا، پھر امام ابو یوسف، پھر امام محمد، پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے اقوال کو لے گا، یہی صحیح ہے، منیہ و سراجیہ۔</p>
--	--

¹ فتاویٰ خیریہ باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱۹۷۱

² در مختار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۲۷

بحر الرائق میں فرمایا:

یجب علينا الافتاء بقول الامام وان افق المشائخ بخلافه ¹ ۔	ہم پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل واجب ہے اگرچہ مشائخ اس کے خلاف پر فتویٰ دے چکے ہوں۔ (ت)
---	---

اور ایسا ہی فتاویٰ خیر یہ میں ہے خصوصاً صورت مسئلہ میں جبکہ تقریر سوال سے ظاہر کہ زید کی طرف سے سوء معاشرت ہندہ کے ساتھ واقع ہوئی تو یہاں تو ایک اور فتویٰ قول امام کے موافق ہے تہذیب میں کلام امام ابوالقاسم نقل کر کے فرماتے ہیں:

المختار عندی فی المنع ان کان سوء المعاشرة من الزوج لها المنع وان کان من جهتها فلیس لها المنع وفي السفر قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ² ۔	میرے نزدیک منع کے بارے میں مختار یہ ہے کہ اگر بد اخلاقی خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو منع حق ہے اور اگر بد اخلاقی بیوی کی طرف سے ہو تو پھر اس کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند سے روک رکھے، سفر کے بارے میں فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے (ت)
---	---

اسی طرح فتاویٰ ابراہیم شاہی و فتاویٰ حمادیہ میں اس سے نقل کیا، یہ ہے اس بارے میں کلام اجمالی، اور قدرے تفصیلی ان مباحث کی ہمارے فتوئے ثانیہ میں آتی ہے وبالله التوفیق، بالجملة صورت مستفسرہ میں عند التحقیق مفتی وقاضی کے لئے قول امام ہی پر اعتماد ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

جواب سوال دوم

اقول: وبالله التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق اس تقریر میں امر اول ایک سخت حیرت انگیز بات ہے، در مختار میں اس مطلب کا کہیں پتا نہیں بلکہ اس میں صراحۃً اس کا خلاف مصرح کتاب القضاء میں فرماتے ہیں:

یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفة علی الاطلاق ³ ۔	قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لے گا۔ (ت)
---	---

پھر منیۃ المفتی و فتاویٰ سراجیہ سے نقل کیا ہوا الاصح⁴ (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) ہاں ایک قول حاوی قدسی سے یہ لائے کہ وقت دلیل پر مدار ہے پھر اسے بھی برقرار نہ رکھا، اور نہر الفائق سے نقل فرمایا: الاول اضبط⁵ (وہی

¹ بحر الرائق فصل تقلید ابی سعید کینی کراچی ۱/ ۷۰۔ ۲۲۹

² تہذیب

³ در مختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۷۲

⁴ در مختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۷۲

⁵ در مختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۷۲

زیادہ مضبوط ہے۔ ت) اور تحقیق و توفیق وہ ہے جو ماتن نے فرمایا کہ لایخیخیر الا اذا كان مجتهدا یعنی جو خود مجتہد ہو وہ قوتِ دلیل پر نظر کرے اور ہم پر وہی ترتیب لازم کہ علی الاطلاق مذہبِ امام پر افتا و قضا کریں جب تک کوئی مانع قوی و عظیم نہ پایا جائے کما سنذکرہ ان شاء اللہ تعالیٰ (ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو عنقریب ہم ذکر کریں گے۔ ت)

امردوم کے جواب، میں اولاً عبارت در مختار کہ ابھی گزری اور وہ عبارت کثیرہ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ لکھتا ہوں بس ہیں۔ عیاً کلماتِ علماء میں نہ عموماً نہ بعد تخصیص معاملات دنیوی کہیں اس کا نشان نہیں کہ جب امام ابو یوسف کے ساتھ حضرات طرفین سے ایک رائے اور ہو تو ان کی تجربہ کاری کے باعث اُس کا قبول قاعدہ مسلمہ ہے، ہاں علماء نے مسائل وقف و قضاء کی نسبت بیشک فرمایا کہ وہاں غالباً قولِ ثانی پر فتویٰ ہے، اس سے ہر وہ امر کے زیر قضا آئے مراد نہیں تاکہ امثال صوم و صلوات کے سوا نکاح و بیع و ہبہ اجارہ و رہن وغیرہ تمام ابواب فقہ کو عام ہو جائے یوں تو وقف بھی اسی قبیل سے تھا، پھر خاص اسے الگ گننے کے کیا معنی، نہ ہر گز عالم میں کوئی عالم اس کا قائل، اور خود ہزاراں ہزار کتب فقہ اس کے خلاف پر گواہ عادل، کہ لاکھوں مسائل معاملات میں بھی قولِ امام ہی پر فتویٰ ہے اگرچہ رائے امام ابو یوسف سے امام محمد بھی موافق ہوں بلکہ یہ امر خاص اُن مسائل میں اکثری طور پر ہے جنہیں فقہاء کتاب القضاء و کتاب الوقف میں لکھتے ہیں اشباہ والنظائر میں جہاں یہ فائدہ زیر قاعدہ المشقة تجلب التيسير (مشقت کے سبب حکم میں آسانی ہو جایا کرتی ہے۔ ت) وہاں یہی مسائل شمار کئے۔ حیث قال:

<p>ووسع ابو يوسف رحمة الله تعالى في القضاء والوقف والفتوى على قوله فيما يتعلق بهما فجوز للقاضي تلقين الشاهد وجوز كتاب القاضي الى القاضي من غير سفر ولم يشترط فيه شيئاً مما شرطه الامام و صحح الوقف على النفس وعلى جهة تنقطع ووقف المشاع ولم يشترط التسليم الى المتولى ولا حكم القاضي وجوز استبدالها عند الحاجة</p>	<p>امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضاء و وقت کے متعلق وسعت پیدا کی ہے، ان دونوں بابوں میں ان کے قول پر فتویٰ ہوگا، انہوں نے گواہ کو قاضی کی تلقین، قاضی کا قاضی کو بغیر سفر خط، بغیر ان شرائط کے جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لگائی ہیں کو جائز قرار دیا ہے، انہوں نے وقف علی النفس (یعنی اپنی جائدادیوں وقف کرے کہ تاحیات وہ خود اسکی آمدنی سے ممنوع رہے گا) اور وقف علی جمرہ منقطعہ اور غیر منقسم چیز کے وقف کو جائز کہا ہے اور متولی کو سونپ دینے کی شرط نہیں لگائی اور نہ ہی</p>
--	--

الیہ بلا شرط وجوزہ مع الشرط ترغیباً فی الوقف وتیسیراً علی المسلمین ¹ ۔	انہوں نے وقف کے لئے قاضی کے حکم کی شرط لگائی ہے، اور انہوں نے وقف کو ضرورت کے وقت تبدیل کرنے کو بلا شرط جائز قرار دیا ہے اور بلا ضرورت اس کے تبدیل کرنے کو مع جائز الشرط جائز قرار دیا ہے تاکہ وقف کرنے میں ترغیب اور مسلمانوں کے لئے آسانی ہو۔ (ت)
--	---

ان مسائل میں تو موافقت رائے دیگر، کی بھی حاجت نہیں کما یظہر بالمرآجعة (جیسا کہ کتب کی طرف سے مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ت) تو کلمات علماء اس قید کے مساعد نہیں۔

ربا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ امام ابو یوسف علماء امام اعظم کے ہم پلہ ہیں، امام سے بے اذن لئے ان کے مجلس درس منعقد کرنے پر
امام کا کسی کو پانچ سوال دے کر بھیجنا ان کے ہر مسئلے میں مختلف جواب دینا، ہر جواب پر مسائل کی طرف سے تخطیہ ہونا آخر
متحیر ہو کر خدمتِ امام میں رجوع لانا، مشہور اور اشباہ والنظائر وغیرہ میں مذکور۔ علماء فرماتے ہیں جو مسئلہ امام کے حضور طے نہ
ہو لیا قیامت تک مضطرب رہے گا، امام ابو یوسف بعض مسائل میں پریشان ہو کر فرماتے: جہاں ہمارے استاد کا کوئی نہیں اس
میں ہمارا یہی حال (پریشان) ہے۔ بحر الرائق کے مفسدات الصلوٰۃ میں ہے:

لقد صدق صاحب الفتاوی الظہیریۃ حیث قال فی الفصل الثالث فی قراءة القرآن ان کل مالہ یرو عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فیہ قول بقی کذلک مضطرب بالی یوم القیامۃ وحکی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ انہ کان یضطرب فی بعض المسائل وکان یقول کل مسئلۃ لیس لشیخنا فیہا قول فنحن فیہا ہکذا انتہی ² ۔	فتاویٰ ظہیریہ والے نے درست فرمایا، جو انہوں نے قراءت قرآن کی فصل ثالث میں فرمایا کہ جس معاملہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی قول مروی نہ ہو وہ معاملہ قیمت تک باعثِ اضطراب ہی رہے گا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ وہ بعض مسائل میں مضطرب تھے تو انہوں نے فرمایا: جس معاملہ میں ہمارے شیخ کا کوئی قول نہ ہو تو اس میں ہمارا یہی حال ہوتا ہے انتہی۔ (ت)
---	---

امام ابو یوسف سے منقول ہے میں بعض مسائل میں جانتا حدیث میری طرف ہے تنقیح کے بعد کھلتا کہ امام نے جس حدیث
سے فرمایا وہ میری خواب میں نہ تھی او کما قال رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

¹ الاشباہ والنظائر القاعدة الرابعة المشققة تجلب التيسير ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۱۱/ ۱۵- ۱۱۴

² بحر الرائق باب مفسدات الصلوٰۃ شیخ ایم سعید کمپنی کراچی

امر سوم میں فتاویٰ عالمگیری کو سب کتب پر ترجیح دی گئی حالانکہ وہ ایک فتاویٰ ہے، اور علماء ارشاد فرماتے ہیں: عمدہ ترین کتب مذہب متون ہیں پھر شروح پھر فتاویٰ عند التحالف متون سب پر مقدم ہیں اور فتاویٰ سب سے مؤخر۔ پھر کیونکر روا ہو کہ سب میں مفضول کو سب سے افضل قرار دیجئے۔ ردالمحتار میں ہے:

مافی الفتاویٰ اذا خالف مافی المشاہیر عن الشروح لا یقبل ^۱ ۔	فتاویٰ میں جو کہا گیا ہو وہ مشہور شروحات کے مخالف ہو تو قبول نہ ہوگا۔ (ت)
--	---

در مختار میں ہے:

حیث تعارض متنہ و شرحہ فالعمل علی المتون کہا تقرر مراراً ^۲ ۔	جب متن و شرح میں تعارض ہو تو متن پر عمل ہوگا، جیسا کہ کئی دفعہ گزرا۔ (ت)
---	--

بحر الرائق میں ہے:

اذا تعارض مافی المتون والفتاویٰ فالبعتمد مافی المتون کہا فی انفع الوسائل وکذا یقدم مافی الشروح علی مافی الفتاویٰ ^۳ اھ نقلہ الشامی من القضاء فی فصل الحبس۔	اگر متون اور فتاویٰ میں مذکور کا تعارض ہو تو متون کا ذکر کردہ قابل اعتماد ہے جیسا کہ انفع المسائل میں ہے، اور یونہی جو شروحات میں ہو وہ فتاویٰ سے مقدم ہے اھ اس کو علامہ شامی نے کتاب القضاء فصل فی الحبس سے نقل کیا ہے۔ (ت)
--	--

حموی شرح اشباہ میں ہے:

غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولو کان بطریق المفہوم مقدم علی مافی فتاویٰ وان لم یکن فی عبارتها اضطراب ^۴ ۔	یہ چیز مخفی نہیں کہ جو متون اور شروح میں ہو اگرچہ بطریق مفہوم ہی ہو وہ فتاویٰ میں مذکور پر مقدم ہے اگرچہ فتاویٰ کی عبارات میں اضطراب نہ بھی ہو (ت)
---	--

^۱ درالمختار کتاب الرضاع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۲

^۲ درمختار کتاب القضاء مسائل شتی مطبع مجتبائی دہلی ۲/۸۶

^۳ ردالمختار کتاب القضاء فصل فی الحبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۱۷، بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی الحبس ایچ ایم سعید کمپنی

کراچی ۶/۲۸۵

^۴ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجر والمآذون ادارة القرآن کراچی ۲/۸۰

رہا امام صفار کا دربارہ وطی قول صاحبین اختیار فرمانا، اس کا جواب ہمارے فتوائے سابقہ سے مل سکتا ہے جس سے ظاہر کہ قول امام کو کئی وجہ سے ترجیح ہے: اوکا قوت دلیل جس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوگی۔

ہمیشہ کثرت مفیدان و مسلمان ترجیح جن میں ایک امام برہان الحق والدین فرغانی صاحب ہدایہ جن کی جلالت شان آفتاب نیم روز و ماہتاب نیم ماہ سے اظہر، ایک امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام ہیں جن کی نسبت علماء کی تصریح کہ پایہ اجتہاد رکھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے بعض معاصر انہیں لائق اجتہاد کہتے حالانکہ معاصرت دلیل منافرت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قد منّا غیر مرة الکمال من اهل التوجیح کما افادہ فی قضاء البحر بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اهل الاجتہاد ¹ ۔	ہم متعدد بار پہلے ذکر کر چلے ہیں کہ امام کمال اہل ترجیح سے ہیں جیسے کہ بحر کے قضاء کے باب میں افادہ کیا ہے بلکہ ان کے بعض معاصرین نے تصریح کی ہے کہ وہ اہل اجتہاد میں سے ہیں۔ (ت)
--	---

ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے، غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ان ما یصححہ غیرہ لانہ کان فقیہ النفس ² ۔	علامہ قاسم کی تصحیح القدوری میں ہے کہ جس کو امام قاضی خان صحیح قرار دیں، وہ قول دوسروں کے اقوال پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)
---	--

اور فرماتے ہیں ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے، ردالمحتار میں ہے:

کن علی ذکر مما قالوا لا یعدل عن تصحیح قاضی خاں فانہ فقیہ النفس ³ ۔	فقہاء کرام نے جو فرمایا اسے یاد رکھو کہ امام قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)
---	--

ہمیشہ اجماع متون جن کی عظمت مکان ابھی سُن چکے پھر ان کا اطلاق و اتفاق کیسا ہوگا واللہ اعلم

¹ ردالمحتار کتاب العتق باب التدبیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۵

² غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الاجارات الفن الثانی ادارة القرآن کراچی ۲/۵۶۲-۵۵۵

³ ردالمحتار کتاب الہبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۱۳

دیکھا ہے کہ علماء نے شروح و فتاویٰ کی بعض صریح تصحیحات صرف اس بنا پر رد کر دی ہیں کہ متون اس کے خلاف پر ہیں، درمختار کی کتاب القسمۃ میں ہے :

قال فی الخانیة وعلیہ الفتویٰ لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول ¹ ۔	خانہ میں فرمایا کہ فتویٰ اسی پر ہے لیکن متون پہلے قول پر ہیں تو اسی پر اعتماد ہوگا۔ (ت)
---	---

دیکھو امام اجل قاضی خاں سامرنج، اور علیہ الفتویٰ سلفظ ترجیح جسے علماء آکد الفاظِ فصیح سے شمار کرتے ہیں بالینمہ کہا گیا کہ متون اول پر ہیں تو وہی معتمد ہے، امام کے نزدیک عصبات کے بعد ولایت نکاح ماں کو ہے۔ قسمستانی شرح مختصر الوقایہ میں لکھا صاحبین کے نزدیک غیر عصبہ ولی نہیں، اور یہی ایک روایت امام سے ہے، پھر مضمرات شرح قدوری سے نقل کیا: وعلیہ الفتویٰ² (اور اس پر فتویٰ ہے۔ ت) مگر محققین نے نہ مانا کہ خلاف متون ہے۔ بحر الرائق ونہر الفائق دونوں میں فرمایا:

ماقبل من ان الفتویٰ علی الثانی غریب لمخالفتہ المتون الموضوعة لبيان الفتویٰ اھ ³ ۔	جو کہا جاتا ہے کہ فتویٰ ثانی پر ہے یہ غریب ہے کیونکہ یہ متون کے مخالف ہے جو کہ فتویٰ کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اھ (ت)
--	---

علامہ شامی نے رد المحتار اسے نقل کر کے مقرر رکھا، کنوئیں سے نجاست نکلے اور وقت وقوع نہ معلوم ہو تو امام ایک یا تین دن سے تنجیس مانتے ہیں اور صاحبین فی الحال صاحب محیط کہ ائمہ ترجیح سے ہیں دربارہ وضو غسل و عین قول امام اور ان کے ماورا میں قول صاحبین اختیار کرتے اور وہ امام زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں اسی تفصیل کو هو الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہتے ہیں اور اسی پر بحر الرائق ومنح الغفار وتنویر الابصار ودر مختار میں جزم کیا، بااں ہمہ علامہ شامی سے رد کرتے اور عدم تسلیم کی پہلی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ مخالف لاطلاق المتون قاطبۃ⁴ (یہ تمام متون کے اطلاق کے مخالف ہے۔ ت) حموی شرح اشباہ میں ایک مسئلے کی نسبت جس میں روایت ابی یوسف کو حاوی قدسی میں علیہ الفتویٰ اشباہ میں المصحح المعتمد کہا، فرماتے ہیں:

¹ درمختار کتاب القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹/۲

² جامع الرموز فصل الولی والكفۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۶۷

³ بحر الرائق باب الاولیاء والا کفیاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۲، رد المحتار بحوالہ البحر والنہر باب الولی دار احیاء التراث العربی

بیروت ۲/۳۱۲

⁴ رد المحتار فصل فی البراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۲

مجرد دعوی الحاوی ان الفتاوی علیہ لایقتضی انه المصحح المعتمد فی المذهب کیف واصحاب المتون قاطبة والشروح ماشون علی قولہما (یعنی الطرفین) ومشی اصحاب المتون تصحیح التزاحمی علی ان مافی المتون والشروح مقدمہ علی مافی الفتاوی ¹ ۔	حاوی کا صرف یہ دعویٰ کر دینا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اس سے یہ لازم آتا کہ یہی تصحیح شدہ اور قابل اعتماد ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ تمام متون اور شروح طرفین کے قول پر ہیں، اور تمام متون اس تصحیح کا التزام کیے ہوئے ہیں کہ متون و شروح کے مسائل فتاویٰ کے مسائل پر مقدم ہیں۔ (ت)
---	--

رباعیہ مذہب امام ہے، اور علماء فرماتے ہیں قول امام ہی پر اعتماد ضرور ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ کرام مذہب صاحبین کی تصحیح کریں کمایا تی انفا ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ عنقریب آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)

امر چہارم میں جس قاعدہ کا ذکر ہوا جب سے مذہب حنفی عالم میں آیا کسی عالم نے دربارہ اختلاف امام و صاحبین اُسے جاری نہ کیا، نہ ہرگز تمام دنیا میں کوئی اس کا قائل، بلکہ سلف و خلف کا اجماع کامل اُس کے برخلاف پر گواہ عادل، ہزار ہا مسائل میں صاحبین نے خلاف کیا، پھر شوق و غروب سے کتب فقہ جمع کر کے دیکھے قول صاحبین معدود ہی جگہ مفتی ملے گا جہاں اختلاف زمانہ کے سبب تغیر حکم ہوا یا تعامل و دفع حرج کے مثل کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آئی، علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

حصل المخالفة من الصحابين في نحو ثلث المذهب ولكن الاكثر في الاعتماد على قول الامام ² ۔	صاحبین کا تقریباً ایک تہائی مذہب میں اختلاف ہے لیکن اکثر اعتماد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہے۔ (ت)
--	--

میں یہاں ائمہ محققین کی بعض عبارات اقتصار کرتا ہوں جن سے کا شمس ظاہر کہ سوا موضع معدودہ کے قول امام ہی پر اعتماد لازم، اور اس کے خلاف کثرت رائے، بلکہ فتوائے مشائخ پر بھی التفات نہیں کہ ایک آفتاب لاکھ ستاروں کو چھپا لیتا ہے، اسی "سب سے عمدہ خلاصہ سب سے حال کی مستند کتاب" فتاویٰ عالمگیری میں محیط امام شمس الانمہ سرخسی سے ہے:

اذا اختلفوا في بابينهم قال عبد الله بن	جب احناف کا آپس میں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن مبارک
--	--

¹ غمز عيون البصائر شرح الاشياء والنظائر الفن الثالث القول في احكام الجمعية ادارة القرآن كراچی ۲۳۸/۲

² حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار مقدمة الكتاب دار المعرفة بیروت ۲۸/۱

المبارک یؤخذ بقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لانہ کان من التابعین وراحہم فی الفتویٰ ^۱ ۔	کے قول کے مطابق امام ابو حنیفہ کا قول قابل عمل ہوتا ہے کیونکہ وہ تابعی ہیں اور دیگر تابعین کے فتاویٰ کے مقابل انہوں نے فتاویٰ پیش کئے۔ (ت)
--	--

تنویر الابصار میں ہے:

یاخذ بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق ^۲ ۔	قاضی مطلقاً امام ابو حنیفہ کے قول کو لے گا۔ (ت)
--	---

در مختار کامیہ و سراجیہ سے نقل کرنا گزرا ہوا الاصح (وہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ القاضی کالمفتی (قاضی کی مثل ہے۔ ت) اور یہ بھی کہ نہر الفائق میں اسی کو اضبط کہا، اسی کی کتاب ادب المقال میں تصحیح کی، کما فی الحاشیۃ الطحطاویۃ (جیسا کہ حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ ت) اسی پر امام محقق علی الاطلاق نے جزم فرمایا، اور بعض مشائخ جو کہیں قول صاحبین پر افتا کر دیتے ہیں اُسے بلاوجہ قوی محض نامقبول ٹھہرایا۔ حاشیہ شامیہ میں ہے:

ردالمحقق ابن الہمام علی بعض المشائخ حیث افتوا بقول الامامین بانہ لا یعدل عن قول الامام الا لضعف دلیلہ ^۳ ۔	بعض مشائخ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا تو محقق ابن ہمام نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے قول سے اعراض نہیں کیا جاسکتا تاہی کہ ان کی دلیل کمزور ہو۔ (ت)
--	--

بحر الرائق میں ہے:

قد صححوا ان الافتاء بقول الامام فینتج من هذا انه يجب علينا الافتاء بقول الامام وان افقی المشائخ بخلافه ^۴ اھ نقلہ العلامة الطحطاوی اول القضاء۔	مشائخ نے تصحیح فرمائی ہے کہ فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم پر امام کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے اگرچہ مشائخ نے قول امام کے خلاف فتویٰ دیا ہو اھ اس کو طحطاوی نے باب قضاء کی ابتداء میں نقل کیا ہے۔ (ت)
--	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث فی ترتیب الدلائل للعمل بہا نورانی کتب خانہ پشاور ۳۱۲/۳

^۲ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲

^۳ ردالمحتار مطبع عن الامام اذا صح الحدیث الخ دار احیاء التراث بیروت ۲۶/۱

^۴ بحر الرائق کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۶ - ۲۶۹

فتاویٰ خیر یہ "کی کتاب الشہادات مسئلہ شہادۃ الاعلیٰ میں ہے:

<p>یہ طے شدہ ہے کہ ہمارے ہاں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہی عمل و فتویٰ ہوگا، اور صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول یا کسی اور کے قول پر بغیر ضرورت فتویٰ نہ ہوگا (اور ضرورت کی مثال، ضعیف دلیل یا عرف و تعامل کا اس کے خلاف ہونا ہے) جیسا کہ مزارعت کا مسئلہ ہے اگرچہ مشائخ تصریح کر چکے ہوں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ صاحبِ مذہب ہیں اور سب سے مقدم امام ہیں (شعر کا ترجمہ) جب حدام کچھ کہے تو اس کی تصدیق کرو، کیونکہ بات وہی ہے جو حدام کہتی ہے۔ (ت)</p>	<p>المقرر ایضاً عندنا انه لا یفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنه الی قولہما او قول احدہما او غیرہما بالضرورة (من ضعف دلیل او تعامل بخلافه) لمسئلة المزارعة وان صرح المشائخ بان الفتوی علی قولہما لانه صاحب المذہب والامام المقدم۔</p> <p>اذا قلت حدام فصدقوها</p> <p>فان القول ما قلت حدام¹</p>
--	--

بعینم اسی طرح بحر الرائق کی کتاب الصلوٰۃ بحث اوقات میں تصریح فرمائی اور اس سے رد المختار وحاشیہ طحطاویہ میں نقل کر کے مقرر رکھا، امام المحققین شیخ الاسلام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید میں فرماتے ہیں:

<p>میرے نزدیک ہر حال میں امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ (ت)</p>	<p>الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال</p> <p>2</p>
---	---

مسئلہ وقتِ عشا میں جو قول صاحبین کو درر میں مفتی بہ بتایا علامہ نوح آفندی نے اس پر فرمایا:

<p>اس پر اعتماد درست نہیں کیونکہ امام صاحب کے مقابلہ میں صاحبین کے قول کو ترجیح نہیں ہو سکتی مگر جب کوئی سبب ہو مثلاً دلیل کا ضعف، ضرورت، تعامل یا اختلاف زمان میں سے کوئی چیز ہو، اور جبکہ ان میں سے کچھ بھی نہیں تو امام کے قول پر عمل ہوگا</p>	<p>لا یجوز الاعتماد علیہ لانه لا یرجح قولہما علی قولہ الابوجب من ضعف دلیل او ضرورة او تعامل او اختلاف زمان ولم یوجد شیء من ذلك فالعمل علی قولہ³ اھنقلہما</p>
---	---

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الشہادات دار المعرفۃ بیروت ۳۳/۲

² حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/

³ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۷۵/۱

العلامة الطحطاوی فی مبحث اوقات الصلوة۔	علامہ طحطاوی نے ان دونوں عبارتوں کو اوقات صلوة کی بحث میں ذکر کیا ہے (ت)
--	--

پھر یہ ضعیف دلیل جسے علماء معج عدول فرماتے ہیں اس کے معنی بھی سمجھ لیجئے یہ وہ ہے کہ اعظم ائمہ مجتہدان فتویٰ اُس کے ضعف پر تنصیف کریں، نہ وہ جسے من و تو اپنے اذہان قاصرہ سے ضعیف سمجھ لیں کہ اول تو یہ دلائل جو مصنفین لکھتے ہیں کیا معلوم امام کی نظر انہیں پر تھی اور ہو بھی تو ہم کیا اور ہمارا ضعیف سمجھنا کیا

گدائے خاک نشین تو حافظا مخروش

نظام مملکت خویش خسرواں دانند

(اے حافظ! گدائے خاک نشین کو مت چھیڑ کہ ملک کے نظام کو چلانا خود بادشاہ ہی جانتا ہے) علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

انه قد يظهر قوة له بحسب ادارا كه ويكون الواقع بخلافه او بحسب دليل ويكون لصاحب المذهب دليل اخر لم يطلع عليه انتهي ¹	بھی امام کی دلیل کی قوت ظاہر ہوتی ہے جس کا ادراک کر لیا جاتا ہے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا ہے، یا یہ ہوتا ہے یہ کچھ دلیل سمجھے حالانکہ صاحب مذہب (امام صاحب) کی دلیل کچھ اور ہے جس پر اطلاع نہ ہوئی انتھی (ت)
---	---

اب مجھے اس تحقیق ایتق کے بعد اصلاً ضرورت نہ رہی کہ امر پنجم کی طرف توجہ کروں، میرا یہی کلام ہر گونہ دلائل کے جواب میں بس ہے معذاً جو کچھ اُس میں بیان ہوا اُسی دلیل سے ماخوذ ہے جو ہدایہ و شرح وقایہ و کافی و اختیار و مستخلص وغیرہا میں مذہب صاحبین پر ظاہر کی گئی اور اُس کے ساتھ ہی انہیں کتابوں میں اُس کا نفیس جواب بھی دے دیا جہاں تک میری نظر ہے کوئی کتاب مستند ایسی نہ ملے گی جس میں یہ تقریر مسطور اور اُس کا جواب نہ مذکور ہو میں یہاں صرف در مختار کے وہ مختصر لفظ جو انہوں نے امام صدر الشریعہ وغیرہ سے اخذ کر کے لکھے نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں دلیل امام میں فرماتے ہیں:

كل طاعة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي ²	ہر وطی مہر کا بدل ہے تو بعض مہر کا سونپنا باقی کے سونپنے کا موجب نہیں بنتا ہے۔ (ت)
--	--

اس مرام نفیس کی توضیح و تلخیص یہ ہے کہ بیع عین پر وارد ہوتی ہے وہ ایک بار سپرد ہو کر کیا باقی ہے

¹ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب القضاء مطبع دار المعرفة بیروت ۱۷۶/۳

² در مختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۲۰۲/۱

کہ محبوس ہو بخلاف نکاح کہ عورت کے گوشت پوست پر وارد نہیں منافع بضع پر ہے اور وہ متجدد تو بعض کی تسلیم کل کی تسلیم نہیں، نہ بعض پر رضا سے کل پر رضا لازم، وعبارة آخری شرع نے حق جس دیا ہے نہ اختیار استرداد، اور بیع میں تجدید منع بشکل استرداد ہی معقول، اور نکاح میں منفعت ماضیہ کی واپسی محال تو نہ ہوگا مگر جس منفعت آئندہ، ولہذا اگر بیع میں بھی چند چیزیں ایک عقد میں بیچیں اور بعض بخوشی دے دیں بعض باقی کر روک سکتا ہے جب تک تمام ثمن وصول نہ ہو، کہ یہاں بھی بوجہ تعدد اقباض بعض اقباض کل نہیں، کفایہ میں ہے:

لو سلم البائع بعض المبيع الى المشتري لا يسقط حقه في حبس ما بقي منه ¹ ۔	اگر بائع مشتری کو کچھ بیع سوپ دے تو باقی کو روک رکھے گا حق اس سے ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)
---	--

پس فرق واضح ہو گیا اور استدلال ساقط، میں یہاں تطویل کلام نہیں چاہتا کہ یہ امر تو علما پہلے ہی طے فرما چکے مگر شاید اتنا کہنا بیکار نہ ہو کہ خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بیع و نکاح کے اس مسئلہ میں زمین و آسمان کا فرق رکھتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک مہر مؤجل کے لئے بھی عورت کو حق، منع حاصل، اور ثمن مؤجل ہو تو استحقاق حبس بالاجماع زائل، وہ فرماتے ہیں حق جس بیع میں اصل عقد کا مقتضی نہیں اور نکاح میں بحالت اطلاق نفس عقد کا مقتضی ہے، ولہذا شوہر پر تقدیم تسلیم مطلقاً لازم اگرچہ مہر اشیائے متعینہ سے ہو جیسے عبد یا دار یا ثوب، اور بیع میں مشتری پر تقدم اُسی حالت میں ضرور کہ مبیعین ہو اور ثمن دین، جیسے درہم و دینار، امام سخاوی نہایت یہاں کی پہلی شرح ہے تقریر مذہب ابی یوسف میں فرماتے ہیں:

قال ان موجب النكاح عند الطلاق تسليم المهر عيناً كان او ديناً فحين قبل الزوج الاجل مع علمه بموجب العقد فقد رضى بتأخير حقه الى ان يوفي المهر بعد حلول الاجل وبه فارق البيع لان تسليم الثمن اولا ليس من موجبات البيع لامحالة الاترى ان البيع لو كان مقايضة لاتجب تسليم احد	انہوں نے کہا کہ نکاح کا موجب مطلقاً مہر کا ادا کرنا ہے خواہ نقد ہو یا دین ہو، تو جب خاوند نے مہر کے لئے مدت مقررہ قبول کر لی جبکہ وہ نکاح کے موجب کے جانتا ہو تو گویا اس نے مدت مقررہ گزرنے تک اپنے حق کو مؤخر کرنا تسلیم کر لیا، اسی نکتہ کی بنا پر نکاح اور بیع میں فرق واضح ہو گیا، کیونکہ بیع میں اوٹا ثمن کی ادائیگی اس کا موجب لازمی نہیں، آپ جانتے ہیں کہ بیع مقایضہ (سامان کا سامان سے سودا) میں کسی بدل کا
---	---

¹ کفایہ مع فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ ستمبر ۲۵۰/۱۳

البديلين اولافلم يكن المشتري راضياً بتأخير حقه في المبيع الى ان يوفي الثمن وجعل (ف) فتوى على قول ابي يوسف ¹ ۔	بھی ادا کرنا ابتداءً ضروری نہیں، لہذا بیع میں ثمن کی ادائیگی تک مشتری بیع کی تاخیر پر راضی نہ ہوا اور فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے (ت)
--	---

اسی طرح فتح القدیر وغیرہ شروع ہدایہ میں ہے پھر باوجود اس قدر تفرقوں کے کیونکر مانا جائے کہ نکاح میں یہ حکم محض
مشابہت بیع ہی پر مبنی ہے کہ اس کے احکام سے کہیں تفاوت نہ کر سکے، یہ مسئلہ ایک مبسوط رسالے کے قابل تھا،

وفيما ذكرنا كفاية لاهل الدراية والله ولي الهداية منه البداية واليه النهاية۔ والله تعالى اعلم۔	جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس اہل فہم کے لئے کفایت ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کا مالک اور اسی سے ابتداء اور انتہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۳: از سہسوان ۲۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے صرف نکاح کر کے چلا گیا، رخصت نہ ہوئی، نہ ایک نے دوسرے کی
صورت دیکھی، دو برس بعد ہندہ نے اس پر نالش کی، رخصت کرائے یا طلاق دے۔ وہ کچھری میں آیا اور حاکم کے سامنے طلاق
نامہ لکھ دیا، پدر ہندہ نے کل مہر ہندہ بے اجازت ہندہ معاف کر دیا، ہندہ اس معافی کو نا منظور کرتی اور اپنا نصف مہر مانگتی ہے،
اس صورت میں ہندہ پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ اور اس کا دعویٰ مہر صحیح ہے یا نہیں؟ اور باپ کے معاف کئے سے مہر معاف
ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

باپ کو کسی طرح اپنی بیٹی کے مہر معاف کر دینے کا اختیار نہیں، نہ ہر گز اس کے معاف کئے معاف ہو سکے

فان البنت ان كانت بالغة فلا ولاية للاب عليها اصلوا ان كانت صغيرة فالولاية للنظر ولانظر فيما تمحض للضرر وكتب المذهب طافحة بهذا۔	اگر بیٹی بالغ ہو تو باپ کو اس پر بالکل ولایت نہیں اور اگر نا بالغ ہو تو پھر باپ کی ولایت شفقت پر مبنی ہے تو جو چیز محض ضرر ہو وہ شفقت نہیں ہو سکتی مذہب کی کتب اس بیان میں بھر پور ہیں۔ (ت)
--	--

¹ العناية حاشية على الهداية مع فتح القدیر باب المهر مكتبة نورية رضوية سحر ۲۴۹/۳

ف: خط کشیدہ عبارت عنایہ میں نہیں، یہ نہایہ کی ہے، اور نہایہ دستیاب نہیں۔ نذیر احمد

پس اگر زید نے بلا شرط معافی مہر طلاق دی تھی تو بیشک ہندہ پر طلاق بائن واقع ہوئی جس کے سبب وہ زید کے نکاح سے نکل گئی اور از انجا کہ ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی عدت کی بھی حاجت نہیں،

فی مجمع الانہر طلق غیر المدخول بہا بآنت لالی عدۃ ^۱ اہملتقط۔	مجمع الانہر میں ہے: غیر مدخول بہا کو طلاق دی تو عورت بآنتہ ہو جائے گی اور عدت نہ ہوگی اہ ملتقطا (ت)
---	---

اور اس لئے نصف مہر ہندہ زید پر واجب الادا، جس کے دغوی کا اسے ہر وقت اختیار،

اذا الاحالة تنتظر بعد الافتراق بموت او طلاق۔ کہ موت یا طلاق کی وجہ سے افتراق کے بعد کوئی قابل انتظار نہیں۔ (ت)	
---	--

اور اگر اُس نے یوں کہا کہ میں نے ہندہ کو اس شرط پر طلاق دی کہ مجھے مہر معاف ہو جائے تو صورتِ مسئلہ میں نہ مہر معاف ہو نہ طلاق پڑی اذافات الشرط فالت بشرط (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اس تقدیر پر دعویٰ مہر میں حکم ہوگا جو عورت کو بحالت زوجیت دیا جاتا ہے کہ مہر مجمل ہو تو فی الفور لے سکتی ہے اور کچھ وعدہ مقرر رہا ہو تو میعاد معلوم تک نہیں مانگ سکتی اور کچھ نہ ٹھہرا ہو تو اُس شہر کے رواج پر چھوڑیں گے یعنی ایسی حالت میں جو وہاں کا عرف ہو اُسی پر عمل ہے،

فی النقایة المعجل والمؤجل ان بیننا فذاك والا فالتعارف ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	نقایہ میں ہے کہ اگر مہر مجمل یا مؤجل بیان کرے تو بہتر ورنہ جو عرف میں ہو وہ ٹھہریگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۴: ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ از سہوان مرسلہ حافظ علی محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اُس کی رضاعی بہن کے ساتھ بوجہ لاعلمیت کے ہوا اور وہ اس کے تصرف میں بھی رہی، تو اس صورت میں زید پر دین مہر واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مسئلہ میں پورا مہر مثل واجب ہے اگرچہ مہر مسمیٰ سے زائد ہو، رد المحتار و طحاوی علی الدر المختار میں زیر قول شارح ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی ولیبیزد علی المسی لرضاہا بالخط (نکاح فاسد و طی کر لینے سے مہر مثل واجب ہوتا ہے اور وہ مقررہ سے زائد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ساقط

^۱ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی طلاق غیر امدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۰۰

^۲ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

پر راضی تھی۔ ت) فرمایا:

<p>خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے محرم عورت سے نکاح کیا تو امام صاحب کے ہاں اس پر حد نہیں، ہاں اس عورت کا مہر مثل جتنا گراں ہو خاوند پر لازم ہوگا اھ تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں، ہاں یوں کہا جاسکتا ہے کہ محرم سے نکاح فاسد نہیں بلکہ ابتداء ہی باطل ہے الخ تو استثناء نہ ہوا۔ (ت)</p>	<p>وفي الخانية لو تزوج محرمة لاحد عليه عند الامام وعليه مهر مثلها بالغاً ما بلغ اھ فھي مستثناة الا ان يقال ان نکاح المحارم باطل لا فاسد¹۔ الخ ای فلا استثناء۔</p>
--	--

خانیہ میں اس کی امثلہ میں فرمایا:

<p>جیسے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، یا باپ کی بیوی یا بیٹی کی بیوی الخ تو اس میں انہوں نے سسرال رشتے بھی ذکر کئے، تو اس سے رضاعی محرمات کا شامل ہونا بطریقہ اولیٰ واضح ہو گیا۔ رد المحتار میں شبہ عقد کی مثال لکھی ہے جیسے محرم عورت سے نکاح کر کے وطی کر لی ہو۔ اس عبارت میں انہوں نے محرمات نسب، رضاعیہ، صہریہ یہ سب کو شامل کیا ہے (ت) واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>نحو الام والبنت والاخت والعمة والخالة او تزوج بامرأة ابیه وابنه الخ² ف ذکر محرمات الصھر ایضاً فاذا شمول محرمات الرضاع بالاولیٰ وقال فی رد المحتار قوله شبهة العقد کو طی محرم نکحها مانصبه اطلق فی المحرم فشمول المحرم نسباً ورضاعاً و صہریة³۔ واللہ تعالیٰ اعلم</p>
---	--

یکم ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ

از ازماہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب

مسئلہ ۵:

<p>کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مہر کی مقدار کیا ہے؟ بینوا تو جروا</p>	<p>چہ سے فرمائند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ تعداد مہر شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہ مقدار است؟ بینوا تو جروا۔</p>
---	--

الجواب:

<p>شریعت پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے</p>	<p>مہر در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست</p>
--	---

¹ رد المحتار باب المہر مطلب فی نکاح الفاسد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۱/۲

² فتاویٰ قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المہر نوکثور لکھنؤ ۱۷۵/۱

³ رد المحتار کتاب الحدود مطلب فی بیان شبہة العقد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۳/۳

یعنی وہ درہم جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود
ہماں قدر بکلم شرع محمد لازم آید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ بآرک وسلم، قال اللہ تعالیٰ

وَأَتَيْنَاكُمْ أَحَدَهُنَّ قَطْطاً^۱، پس تعین نتواں کرد کہ ہمیں قدر
مقدار مہر شرعی است نہ غیر او آرے ایں لفظ در بسیارے از
عوام اہل حرفہ ایں بلاد شائع و ذائع است مان کہ او را مقابل
رسم شرفا و متمولان ہند نہادہ باشند آناں در مہور مغالات
وافراط را از حد گزرا نیدہ برگردن کم مایہ پنجہ پنجاہ ہزار و صد
ہزار و ازاں ہم فنروں تر بارمی نہادند ایناں بتقلیل گرانیدہ مہر
کی سہل الحصول می بستند و ایں را بمقاصد شرع مطہر نزدیک
تر دانستہ مہر شرع محمدی می گفتند تا رفتہ رفتہ تسمیہ و تعین از
میان برخاست و در بسیارے از عقود ایشان ہمیں لفظ برز بانہا
ماندا گر پیچی قدر مہر بستہ شد گویند شرع محمدی و گریچی و چوں
ایں لفظ اصطلاح خاص ایشان ست واجب ست در فہم مرادش
رجوع ہم ایشان کردن فانہ یجب ان یحمل کلام کل
عاقدا و حالف و موص و واقف علی عرفہ^۲ کما فی رد
المحتار وغیرہ

لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار نہیں بلکہ جتنا بھی مقرر کر دیا
جائے وہ شریعت محمدی میں لازم ہوگا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور تم ان
عورتوں میں سے بعض کو بہت زیادہ مال دیتے ہو، اس لئے
کوئی تعین نہیں کی جاسکتی کہ یہ مقدار شرعیہ اور یہ نہیں ہے
ہاں شرعی مہر کا لفظ اس علاقے کے اہل ہنر لوگوں میں مشہور
ہے تاکہ اس کو بڑے مالدار لوگوں اور معزز خاندانوں کی رسم
کے برابر رکھا جائے جو اپنے ہاں بہت بھاری مہر مقرر کرتے
تھے وہ اس حد تک بڑھ گئے کہ ولی اپنے سے کم مایہ لوگوں کی
گردن پر بھی پچاس ہزار پچپن ہزار اور لاکھ اور اس سے بھی
زیادہ بوجھ ڈالتے ہیں، تو اہل ہنر نے مہر کا بوجھ کم کرنے کے
لئے اور سہل اور معتدل کام کو شریعت کے قریب تر خیال
کر کے اس کو شرعی مہر کہنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ یہ نام
مشہور ہو گیا اور اکثر طور پر نکاح میں جب پوچھا جائے کہ کتنا
مہر ہے تو جواب میں شرعی کہہ دیتے ہیں جب یہ لفظ خاص
لوگوں کی اصطلاح بن گیا تو اب لازماً اس کی مراد یا مقدار کا
تعیین معلوم کرنے کیلئے ان کی طرف رجوع کرنا ضروری
ہوا کیونکہ عقد، قسم، وصیت اور وقف کرنے والے لوگوں کے
کلام کو ان کے عرف پر محمول کرنا ہوتا ہے جیسا کہ رد المحتار
وغیرہ میں ہے،

^۱ القرآن الکریم ۲۰/۴

^۲ رد المحتار باب التعلیق ۴/۹۹، باب الایلاء ۴/۵۵۳، کتاب البیوع ۴/۱۴، دار احیاء التراث العربی بیروت

<p>لہذا اس لفظ کو استعمال کرنے والے لوگوں سے معلوم کیا جائے، اگر اس سے ان کا مقصد مہر کی کم از کم مقدار ہے تو دس درہم مراد ہوں گے اور اگر کسی قوم کا مقصد حضرت بتول زہرا جناب عزت مآب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ہے تو یہ چار سو مثقال چاندی مراد ہوگی جو آج کل کے سکہ کے حساب سے ایک سو ساٹھ^{۱۰} روپے ہوں گے، اور اگر اس لفظ کو استعمال کرنے والے کچھ لوگ خالی ذہن ہیں اور کوئی مراد معین نہیں ہے ویسے ہی زبان پر یہ لفظ لاتے ہیں اس کے مفہوم و مراد کو نہیں جانتے، میرے خیال میں اکثریت ایسی ہی ہے جو ایسی صورت میں نکاح ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اس لئے کہ وہی اصل اور معتدل ہے اس سے عدول جائز نہیں ہے جب تک مقرر شدہ ہو نا معلوم نہ ہو اور مقرر شدہ یہاں مفقود ہے کیونکہ مجہول ہے، تو لازمی طور پر اصل کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو کہ مہر مثل ہے۔ ہدایہ وغیرہ جو احکام کی علت کو بیان کرنے والی کتب ہیں انکی طرف رجوع کرو۔ (ت)</p> <p>واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>پس اگر مراد و متعارف ایثاں یا گروہے از ایثاں ازیں لفظ ہماں مائل مقادیر مہرست دراں گروہ وہ درہم لازم آید و قوسے را کہ مقصود و مفہوم مہر سراق عفت فلک رفعت کنیز ان درگاہ طہارت پناہ حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ایہا الکریم و علیہا باشد آنجا چار صد مثقال سیم کہ بسکہ نوقت یک صد و شصت روپیہ است واجب شود و کسانکہ خود اذہان ایثاں نیز از معنی ایں لفظ خالی ست ہمیں سخنے ست کہ برزباں رانند و مفہوم و مرادش خود ندانند (ومی ترسم کہ غالب ہمچنین باشک) تا آنکہ ظاہر آنکہ مہر مثل لازم گردو اذہوا الاصل اذہوا الا عدل فلا عدول عنہ الا عند صحة التسمیة وقد فسدت لمکان الجہالة فوجب المصیر الی الاصل وراجع لہدایة وغیرہا من الکتب المعللة۔</p>
--	---

مسئلہ ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معرایان تعیل و تاخیر سے قبل از موت و طلاق واجب الادائی الحال ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئلہ میں نہ عموماً و جب ادائی الحال ہے نہ کلیۃً عدم، بلکہ مدار عرف و عادت پر ہے، اگر عرف یہ ہے کہ قبل از موت و طلاق ادا کر دیتے ہیں تو فی الحال ادا لازم ہے ورنہ نہیں،

<p>مختصر الوقایہ میں ہے کہ معجل یا مؤجل مہر کو بیان کیا گیا ہو تو بہتر ورنہ عرف میں جو مراد ہو وہی ٹھہرے گا، انکی شرح میں ہے</p>	<p>فی مختصر الوقایة والمعجل والمؤجل ان بینا والا فالبتعارف^۱ و فی شرحہا</p>
--	---

^۱ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

مختصر الوقایہ والمختار هذا فان المتأخرين اختار وهذا بناءً على المتعارف ^۱ والله اعلم بالصواب وعنده تعالى امر الكتاب تعالى امر الكتاب۔	یہی مختار ہے کیونکہ متأخرین نے مہر کو عرف پر مبنی قرار دیا ہے۔ (ت) والله اعلم بالصواب وعنده تعالى امر الكتاب
---	---

مسئلہ ۷: از او جین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرماید علمائے شریعت پناہ دریں مسئلہ کہ اگر زن فاسقہ گردد مرد بوجہ فسق او طلاقش دہد مہر ساقط شود یا نہ و بچہ کار تمام مہر عورت دُور میشود و بچہ کار نصف ے ماند۔ بینوا بیانا شافیا اجر کما للہ تعالیٰ اجرا و افیا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ اگر بیوی کو فاسقہ ہو جانے کی وجہ سے مرد نے طلاق دے دی ہو تو کیا اس کا مہر ساقط ہو جائے گا یا نہیں، اور کس وجہ سے پورا مہر ختم ہو جاتا ہے اور کس وجہ سے نصف مہر رہ جاتا ہے، مکمل بیان فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو پورا اجر عطا فرمائے۔ (ت)
---	--

الجواب:

مہر بنفس عقد زن و شوئی واجب شود بو طی یا خلوت صحیحہ یا موت احد الزوجین تاکد و تقرر یا بد کہ بعد وقوع یکے ازینما بہیج وجہ پارہ ازاں بے ادا یا ابراء ساقط نہ گردد اگرچہ زن معاذ للہ فسق و فجور و زرد، یا عیاداً باللہ مرتدہ شود فی الدر المختار یتاکد عند وطی او خلوة صحت او موت احدہما ^۲ و فی ردالمحتار، افادان المہر وجب بنفس العقد لکن مع احتمال سقوطہ برد تھا او تقبیلہا ابنہ او تنصفہ بطلاقہا قبل الدخول، وانما یتأ کد لزوم تمامہ بالوطی	مہر محض نکاح سے لازم ہو جاتا ہے اور وطی یا خلوت صحیحہ یا فریقین میں سے کسی کے فوت ہو جانے سے مہر پکا ہو جاتا ہے اور مذکورہ امور کے بعد مہر میں سے کوئی حصہ بغیر ادائیگی یا بغیر معاف کئے ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی فاسقہ فاجرہ یا معاذ اللہ مرتدہ بن جائے، در مختار میں ہے: وطی یا خلوت صحیحہ یا زوجین میں سے کسی کے فوت ہو جانے پر مہر پکا ہو جاتا ہے، اور ردالمحتار میں ہے کہ اس معلوم ہوا کہ مہر محض نکاح سے واجب ہو جاتا ہے لیکن مرتدہ ہو جانے یا خاوند کے بیٹے کو بوس و کنار کرنے سے ساقط ہو جانے کا احتمال باقی رہتا ہے یا دخول سے قبل طلاق ہو جانے کی
--	---

^۱ شرح الوقایہ باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ

^۲ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۷ھ

ونحوہ (الی قولہ) قال فی البدائع واذا تأکد المهر بما ذکر لایسقط بعد ذلك وان كانت الفرقة من قبلها لان البدل بعد تأکد لایحتمل السقوط الا بالابراء کالثلث اذا تأکد بقبض المبیع¹ اه آرے اگر پیش از وقوع چیزے از مؤکدات ثلث مذکور زن معاذ اللہ ارتداد کند یا با پدر یا پسر شوہر یعنی اصل یا فرعش زنا نماید بشہوت پدر یا پسر شوہر را بوسہ دہد یا دست بذکر آناں رساند یا ذکر شاں را بہ شہوت نظر کند یا ضرہ صغیرہ خود را شیر دہد یا احد الزوجین بخیار بلوغ فسخ نکاح اختیار کند یا در عقد فاسد پیش از وطی حقیقی متاسر کہ شود دریں صورت ہمہ مهر ساقط گردد و اگر شوہر معاذ اللہ مرتد شود یا بامادر یا دختر زن یعنی اصل یا فرعش زنا کند یا بشہوت مادر یا دختر زن را بوسہ آہنہا چند یا مساس کنند یا در بر کشد یا فرج اندرونی آہنہا سینند، درصونیم مهر سقوط پذیرد و غیر ایں صورت صور تہائے دیگر نیز ہست کہ اگر در جملہ انہا بتفصیل کلام و تحقیق احکام و تنقیح مرام پردازیم رسالہ مستقلہ مے باید نوشت فی الدر المختار یجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوة² رد المحتار لو قال بكل فرقة

بنا پر نصف مہر کا احتمال ہو سکتا ہے، اور وطی وغیرہ سے پورا مہر پکا ہو جاتا ہے، یہ بیان انہوں نے یہاں تک فرمایا کہ بدائع میں فرمایا کہ جب مہر مذکور پکا ہو جائے تو اس کے بعد ساقط نہ ہوگا اگرچہ بیوی کی طرف سے فرقت ہو، کیونکہ بدل (وطی) حاصل ہو جانے کے بعد اس کا بدل (مہر) ساقط ہونے کا احتمال نہ رکھے گا مگر جب عورت معاف کردے جیسا کہ بیع میں بیعہ پر قبضہ سے ثمن لازم ہو جاتا ہے اہاں اگر مہر کو پکا کرنے والی مذکورہ تین چیزوں سے قبل عورت معاذ اللہ مرتد ہو جائے یا خاوند کے باپ یا بیٹے سے یعنی اس کے اصول و فروع میں سے کسی کے ساتھ زنا کیا یا ان میں کسی کا شہوت سے بوسہ لیا یا یا ان کی شرمگاہ کو چھو لیا یا ان کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھا، یا اپنی شیر خوار سوکن کو دودھ پلایا، یا زوجین میں سے کسی کو خیار بلوغ تھا تو اس اختیار سے نکاح فسخ کر دیا، یا نکاح فاسد تھا تو حقیقی وطی سے قبل متار کہ ہو گیا، تو ان تمام صورتوں میں پورا مہر ساقط ہو جائے گا، اور اگر خاوند معاذ اللہ مرتد ہو گیا یا اس نے بیوی کی اصل یا فرع یعنی ماں یا بیٹی کو شہوت سے چھو لیا یا ان سے زنا کر لیا یا بوس و کنار کر لیا یا دبوچ لیا یا انکی اندرونی فرج کو دیکھ لیا تو ان تمام صورتوں میں نصف مہر ساقط ہو جائے گا، ان مذکور صورتوں کے علاوہ اور بھی ایسے امور ہیں جن سے مہر کُل یا نصف ساقط ہو جاتا ہے، اگر ان تمام امور کی تفصیل اور ان کے احکام کی تحقیق اور مقاصد کی

¹ رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰/۲

² در مختار باب المہر مطبع مجتہائی دہلی ۱/۱۷۷

تنقیح کی جائے تو اس سے ایک مستقل کتاب بن جائے۔ درمختار میں ہے کہ دخول سے قبل یا خلوت سے قبل طلاق دینے سے نصف مہر واجب ہوگا۔ اور ردالمحتار میں کہا کہ اگر مصنف طلاق کی بجائے خاوند کی طرف سے فرقت کہ دیتے تو اس میں خاوند کا مرتد ہونا، زنا، بوس کنار، بیوی کی ماں یا بیٹی سے معافہ، قبل از خلوت تمام کو شامل ہو جاتا (یہ قسمستانی نے نظم سے نقل کیا ہے) اھ اور اس میں بحر سے اس نے قنیه سے نقل کیا ہے کہ اگر خاوند نے قبل از دخول طلاق دی تو نصف مہر، اور اگر عورت کی طرف سے فرقت کی وجہ پائی جائے تو پورا مہر خاوند کی ملکیت میں آجائے گا^۱، تنویر الابصار میں ہے: وطی سے پورا اور بغیر وطی نصف مہر دینا ہوگا اگر خاوند مرتد ہو جائے، اور اگر وطی سے قبل عورت مرتد ہو جائے تو اس پر کچھ مہر نہ ملے گا اھ، درمختار میں ہے: اگر بڑی بیوی نے شیر خوار سوکن کو دودھ پلایا تو دونوں حرام ہو جائیں گی اور بڑی سے اگر وطی نہ ہوئی تو اسکا پورا مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ فرقت کی وجہ اس نے پیدا کی ہے اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا کیونکہ اس سے دخول نہیں کیا گیا، ملخصاً ردالمحتار میں ہے: نکاح فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح ہوا

من قبلہ لشمیل مثل ردتہ وزناہ و تقبیله ومعانقته لامرأته و بنتها قبل الخلوة قهستانی عن النظم^۱ اھ وفيه عن البحر عن القنيه طلقها قبل الدخول اوجاءت الفرقة من قبلها يعود نصف المهر في الاول ولكل في الثاني الى ملك الزوج^۲ الخ وفي التنوير للموطوعة كل مهرها ولغيرها نصفه لو ارتد ولا شيء لو ارتدت^۳ اھ وفي الدر المختار لو ارضعت الكبيرة ضررتها الصغيرة حرمتا ولا مهر للكبيرة ان لم توط لمبجى الفرقة منها وللصغيرة نصفه لعدم الدخول^۴ اھ ملخصاً، وفي ردالمحتار في النكاح الفاسد بعدم الشهود مثلاً، مهر المثل ان يکن دخل اماً

^۱ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۲/۲

^۲ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۲/۲

^۳ درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۰/۱

^۴ درمختار شرح تنویر الابصار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۳/۱

اگر دخول کیا گیا ہو تو مہر مثل لازم ہوگا اور دخول نہ کیا ہو تو کوئی مہر نہ ہوگا اھ ملتقطاً، در مختار میں ہے: بالغ لڑکے یا لڑکی کو خیار فسخ بالبلوغ ہو تو یہ فسخ قاضی کی قضاء کی شرط سے مؤثر ہوگا (پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی فسخ سے قبل فوت ہو گیا) تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور پورا مہر بھی لازم ہوگا الخ، شامی میں ہے کہ مصنف کا قول کہ کل مہر لازم ہوگا اس لئے کہ کل مہر دخول حقیقی یا حکمی مثلاً خلوت صحیحہ کے ساتھ لازم ہو جاتا ہے یونہی دخول سے قبل کسی کے مر جانے سے کل مہر لازم ہوتا ہے اور اس دخول یا موت کے بغیر مہر ساقط ہو جائے اگرچہ یہ فرقت لڑکے کے خیار بلوغ کی وجہ سے ہو کیونکہ فرقت خیار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور جب نکاح فسخ ہو تو کالعدم ہو جاتا ہے جیسا کہ نہر میں ہے۔ اسکو محفوظ کر لو۔ واضح رہے کہ بعض علماء نے اس مسئلہ میں ضابطہ بنایا کہ اگر دخول سے قبل فرقت کی وجہ عورت کی طرف سے ہو تو پورا مہر ساقط ہوگا اور خاوند کی طرف سے ہو تو مہر نصف ہوگا۔ اسی ضابطہ کی بنیاد پر علامہ شامی نے نظم سے منقول علامہ تمستانی کا قول بیان کیا ہے، اور بعض نے اس ضابطہ سے لڑکے کے خیار بلوغ کی صورت کو مستثنیٰ قرار دیا کہ اگر یہ خیار بلوغ لڑکے کی طرف سے ہو تو نصف مہر نہ ہوگا بلکہ ساقط

اذالم یدخل لایجب شئی^۱ اھ ملتقطاً وفی الدرالمختار لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر^۲ الخ وفی الشامیۃ قوله ویلزم کل المہر لان المہر کمایلزم جبیعہ بالدخول ولو حکماً کالخلوة الصحیحة کذلک یلزم بموت احدہما قبل الدخول اما بدون ذلک فیسقط ولو الخیارمنہ لان الفرقة بالخیار فسخ للعقد والعقد اذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النہر^۳ اھ هذا۔ (یعنی فاحفظ هذا) واعلم ان من العلماء من قررله ضابطۃ وہی ان کل فرقة جاءت من قبل الزوج قبل الدخول فانہا تنصف المہر، وکل فرقة اتت من قبلہا تسقط وهو الذی یبتنی علیہ ما ذکر الشامی من استثنیٰ منہا خیار البلوغ لما مرانہ وان کان منہ لاینصف بل یسقط

^۱ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۲/۲

^۲ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۳/۱-۱۹۲

^۳ درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۳۰۱/۲

ہوگا، اسی کو دُر مختار میں اختیار کیا، لیکن ذخیرہ میں اس کو رد کیا ہے مثلاً اگر کسی نے (لوٹڈی) بیوی کو دخول سے قبل خرید لیا اور اس کا مالک بن گیا تو یہ نکاح فسخ ہو گیا اور پورا مہر ساقط ہوا، حالانکہ وجہ فرقت خاوند کی طرف سے ہے، اس کے بعد انہوں نے نیا ضابطہ یہ بتایا کہ اگر خاوند کی طرف سے فرقت کی وجہ ہو اور وہ وجہ طلاق بنے تو مہر نصف ہوگا اور جو فرقت فسق بنے تو مہر ساقط ہو جائے گا، پھر اس ضابطہ کو بحر میں رد کیا کہ جب خاوند مرتد ہو جائے تو قبل دخول مہر نصف ہوگا حالانکہ یہ فرقت مرد کی طرف سے فسخ ہے طلاق نہیں ہے، جیسا کہ تمہیں معلوم ہے، پھر بحر نے کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ کے لئے کوئی ضابطہ نہ بنایا جائے بلکہ ہر جزئیہ کا جواب اس کی دلیل کے مطابق علیحدہ دیا جائے، اسی بناء پر اس عبد ضعیف نے بعض جزئیات کے ذکر پر اکتفاء کیا اور کسی ضابطہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ مجدہ

اتموا حکم (ت)

وهو الذي اختاره في الدر المختار ولكن ردھما في الذخيرة بما اذا ملك الزوج قبل الدخول بشراء مثلاً حيث يفسخ النكاح ويسقط المهر كله مع انها فرقة جاءت من قبله وحقق الضابطة بان كل فرقة جاءت من قبله وهي طلاق فانها تنصف وكل ما جاءت وهي فسخ فانها تسقط وردة في البحر بردة الزوج حيث تنصف كما علمت مع انها فسخ جاء من قبله ثم قال فالحق ان لا يجعل لهذه المسألة ضابط بل يحكم في كل فرد بما افاده الدليل اه¹ هذا هو الذي حمل العبد الضعيف على الاقتصار على ذكر بعض الصور وعدم التعرض لضابط۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتموا حکم۔

مسئلہ ۸: از ائادہ قریب کچہری مفتی مرسلہ مولوی حبیب علی صاحب علوی ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح شرعی دو ہزار روپے مہر پر بکر بالغ کے ساتھ کیا، قصار دختر مذکورہ بعد نکاح کے ایام نابالغی میں زید کے گھر مرگئی اب زید پدر و دیگر وارثان شرعی متوفاتہ مذکورہ کو دعویٰ مہر مذکور کا بکر شوہر دختر متوفاتہ پر شرعاً پہنچتا ہے تو کس قدر کا، بحوالہ کتب معتبرہ فقہ حنفی جواب مرحمت ہو، گو اس مسئلہ کا جواب اصول سے بہت صاف دیا جاسکتا ہے مگر مستفتی کو اصرار کہ بحوالہ کتاب اس صورت خاص میں حکم دیا جائے۔ میرے پاس جو کتابیں ہیں ان میں باوصف تلاش یہ صورت خاص نہ ملی، چونکہ آپ کا کتب خانہ بہت بڑا ہے

¹ بحر الرائق باب الاولیاء والاکیفاء ایچ ایم سعید کراچی ۱۲/۱۳

اور نظر کی اکثر کتب پر بہت وسیع ہے اس واسطے صورت مسئلہ تحریر کی جاتی ہے، جواب سے جس قدر جلد مشرف فرمائے گا ممنون ہوں گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگرچہ موت احد الزوجین کے سبب مہر کا متنازعہ ہو جانا اور تمام و کمال لازم آنا یونہی علی وجہ الاطلاق جمیع کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں مبین جس میں بالغ و نابالغ و دخول و عدم دخول کی اصلاً کوئی تفسید و تخصیص نہیں اور صرف اسی قدر جواب مسئلہ میں قطعاً بس تاہم اگر یہ صورت خاص معینہ ہی درکار ہے کہ عورت نابالغ ہو اور ولی اس کا نکاح ایک مہر پر کر دے اور وہ قبل بلوغ شوہر نادیدہ مر جائے تو یہ جزئیہ بھی بہت کتب میں صاف صاف مصرح اور حکم اس کا وہی کہ بوجہ موت کل مہر لازم بلکہ علماء نے اس صورت میں اس کی تصریح فرمائی کہ ولی مزوج غیر اب و جد ہو جہاں نکاح لازم نہیں ہوتا اور بعد بلوغ صغیر و صغیرہ کو اختیار طلب فسخ دیا جاتا ہے تو شاید کسی کو عدم تاکد کا توہم ہو تا نہ کہ تزویج پدر کہ قطعاً لازم و ناقابل فسخ ہے یہاں کسی کو بھی اُس کا وہم گزرنا اصلاً معقول نہیں۔ ملتقی الابحر اور اُس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

لولی انکح الصغیرہ والصغیرۃ فان مات احدہما ورثتہ الا خر بلغاً اولاً ویجب المہر کلہ وان مات قبل الدخول اھ ^۱ ملتقطاً قلت و معلوم ان ضمیر مات الی احدہما الشامل للزوج والزوجة کما لا یخفی۔	ولی کو نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے۔ پھر اگر دونوں میاں بیوی میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرا وارث ہوگا اور پورا مہر واجب ہوگا بالغ ہوں یا نابالغ، اگرچہ وہ دخول سے قبل ہی فوت ہو گیا ہو اھ ملتقطاً قلت مات کی ضمیر دونوں سے ایک کے لئے ہے جو خاوند بیوی دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے (ت)
---	--

در مختار میں ہے:

یتورثان فیہ (یعنی الصغیر والصغیرۃ) ویلزم کل المہر ^۲ ۔	اس صورت میں دونوں نابالغ لڑکا اور لڑکی باہم وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا (ت)
--	---

تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق میں ہے:

^۱ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الاولیاء والا کفاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۵

^۲ در مختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۳

<p>وتوارثا قبل الفسخ لان النكاح صحيح والملک به ثابت فان مات احدهما فقد انتهی النكاح سواء مات قبل البلوغ او بعده لان الفرقة بينهما لا تنقح الا لقضاء القاضي فيتوارثان ويوجب المهر كله وان مات قبل الدخول الخ¹۔</p>	<p>قبل از فسخ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے کیونکہ نکاح صحیح ہے، اور اس سے ملکیت ثابت پس جب کوئی مر گیا تو نکاح تو مکمل ہو چکا، یہ موت بلوغ قبل ہو یا بعد، کیونکہ ان میں فرقت ہوئی تو قضاء قاضی سے ہوتی، اس لئے آپس میں وارث بنیں گے اور پورا مہر لازم ہوگا اگرچہ دخول سے قبل مراہو الخ (ت)</p>
--	--

پس صورت مستفسرہ میں کل مہر مسکئی ذمہ بکر لازم ہوا جس میں نصف یعنی ایک ہزار روپے کا وہ خود وارث ہے بقیہ وراثت ہزار روپے کا اس پر دعویٰ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹: ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر کی زوجہ منکوحہ کو اُس کی غیبت میں بھگا کر لے گیا اور اُس سے زنا کرتا ہے اور واسطے براءت الزام تعزیرات ہند کے دعویٰ دلایا ہے دین مہر شرعی زوجہ بکر کی جانب سے بصیغہ دیوانی دائرہ کر کر بیان کر آیا کہ مجھ کو بکر نے طلاق دے دی میرا مہر شرعی بکر زوج میرے سے دلایا جائے۔ اس صورت میں از روئے شرع شریف زوجہ ہندہ مفرورہ وصول یابی مہر کا استحقاق ہے یا نہیں، اور مہر ہندہ کا مؤجل ہے اور کوئی میعاد معین قرار نہ پائی اور بکر نے طلاق بھی نہیں دی۔ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جب تک موت یا طلاق واقع نہ ہو عورت کو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں کہ جب مہر مؤجل بندھا اور میعاد کی کوئی شرح بیان میں نہ آئی کہ سال بھر بعد ادا کیا جائے گا یا دس برس تو شرعاً اس کی میعاد موت یا طلاق قرار پاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

<p>لا خلاف لاحد ان تأجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح وان كان لالى غاية معلومة فقد اختلف المشايخ فيه قال بعضهم يصح وهو الصحيح وهذا لان الغاية معلومة في نفسها</p>	<p>اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مہر کے لئے مدت مقرر کی جاسکتی ہے مثلاً مہینہ یا سال وغیرہ، یہ صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا صحیح ہے، اور یہی اصح ہے کیونکہ انتہا معلوم ہے کہ وہ طلاق یا موت ہے۔</p>
--	---

¹ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الاولیاء والا کفاء مطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۲۵/۲

<p>وهو الطلاق اوالموت الایری ان تأجیل البعض صحيح وان لم ينص على غاية معلومة كذا في المحيط 1 -</p>	<p>دیکھا نہیں کہ بعض مہر کو مؤخر کرنا صحیح ہے اگرچہ اس کی انتہا نی مدت معلوم نہ ہو، محیط میں یونہی ہے۔ (ت)</p>
---	--

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

<p>رجل تزوج امرأة بآلف على ان كل الالف مؤجل ان كان الاجل معلوما صح التأجيل وان لم يكن لا يصح واذا لم يصح التأجيل يؤمر الزوج بتعجيل قدر ما يتعارفه اهل البلدة فيؤخذ منه الباقي بعد الطلاق او بعد الموت ولا يجبره القاضي على تسليم الباقي ولا يحبسہ²۔</p>	<p>ایک شخص نے عورت سے نکاح کیا ہزار مہر پر، اور مکمل ہزار مؤخر کیا، تو اگر انتہائی مدت معلوم ہے تو صحیح ہے، اگر معلوم نہیں تو صحیح نہیں، تو جب صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے لحاظ سے جتنا ہو سکے فوری ادا کرو اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اور قاضی اس پر باقی کی وصول پر جبر نہ کرے گا اور نہ ہی اس کو قید کرے گا۔ (ت) پس میعاد سے پہلے دین کا مطالبہ ہر گز روا نہیں، نہ ایسا دعویٰ مسنوع ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم</p>
--	--

مسئلہ ۱۰: از سبجول ضلع ہسٹانچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب تاجر لٹھا ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بلا وجہ شرعی اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دیدی، جب ہندہ
کے ولی یعنی خالد اس کے باپ نے زید سے مہر طلب کیا تو زید مدعی اس امر کا ہوا کہ میرا مہر دس درم کا تھا، اور صورت یہ واقع
ہوئی ہے کہ تعداد مہر کی نہ ہندہ اور نہ اُس کے ولی خالد کو یاد ہے اور نہ قاضی نکاح خواں اور نہ وکیل کو یاد ہے اور نہ یہ امر یاد ہے
کہ وقت نکاح کون کون گواہ مقرر ہوئے تھے لیکن اُس قوم میں ادنیٰ ادنیٰ عورتوں کا بھی مہر کم درجہ پانچ سو روپے اور دو^۱
دینار سُرخی اکثر ہیں اور دس درہم مہر جیسا کہ دعوٰی زید کا ہے اُس قوم میں کسی کا نہیں بلکہ غالباً اُس شہر میں بھی جہاں یہ
دونوں طلاق دہندہ اور مطلقہ رہتی ہے شاید کسی کا بھی نہ ہو اور اسی اعتبار سے کہ اکثر عرف قوم میں ادنیٰ درجہ پانچ سو روپے اور
دو دینار سُرخی ہے، خالد

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل الحادی عشر فی منع المرأة نفسها ثورانی مکتب خانہ پشاور ۳۱۸/۱

² فتاویٰ قاضی باب فی ذکر مسائل المہر نوکسور لکھنؤ ۱۷۳/۱

ولی ہندہ مدعی اور طالب پانچ سو روپے اور دو دینار سُرخ کا ہے پس ایسی شکل میں ہندہ بقول اپنے زوج طلاق دہندہ کے دس ۱۰ درم پائے گی یا بموجب عرف اپنی قوم کے حسب دعوٰی اپنے ولی خالد کے پانچ سو روپیہ اور دو دینار سُرخ پانے کی مستحق ہوگی۔
بینوا تو جروا

الجواب:

عبارت سوال سے واضح کہ یہ طلاق بعد رخصت و خلوت زن و شو واقع ہوئی، پس اگر واقع ایسا ہی ہے تو صورت مستفسرہ میں زوج و زوجہ میں جو اپنے دعوے پر گواہان عدول شرعی قائم کر دے گا اسی کے موافق فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر دونوں اپنے اپنے مطابق گواہ شرعی دے دیں تو عورت کے مہر مثل پر نظر کریں گے اگر وہ پانچ سو روپے دو دینار سُرخ کی اور اگر دس ۱۰ درم سے زائد اور پانچ سو روپے دو دینار سے کم ہو تو جتنا مہر مثل ہو اسی قدر دلایا جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی اپنے دعوے پر گواہ نہ لاسکے تو بھی مہر مثل کو دیکھیں گے، اگر پانچ سو روپے دو دینار یا اس سے زائد ہو تو عورت سے قسم لے لیں واللہ میرا نکاح اس سے دس درم نہ ہوا، اگر قسم کھالے گا دس ۱۰ درم کی ڈگری ہوگی، اور انکار کیا تو پانچ سو روپے دینے ہوں گے، اور اگر دس ۱۰ درم سے زائد پانچ سو روپے دو دینار سے کم ہو تو مرد و زن دونوں سے قسم ہائے مذکورہ لیں گے، اور اولیٰ یہ کہ شوہر سے ابتدا کریں، اگر وہ قسم سے انکار کرے پانچ سو روپے دو دینار دلائیں اور قسم کھائے تو عورت سے قسم لیں اگر وہ انکار کرے دس درم پائے اگر وہ بھی کھالے تو مہر مثل دلائیں۔

تنویر الابصار، در مختار اور رد المحتار میں ہے کہ اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا، یہ اختلاف قیام نکاح کے دوران ہوا ہو (یعنی قبل از دخول یا بعد از دخول اور یوں ہی یہ اختلاف طلاق و دخول کے بعد ہوا ہو، رحمتی) تو دونوں میں سے جس کی مہر مثل تائید کرے اس کی بات معتبر ہوگی اور ساتھ قسم بھی لی جائیگی، اور دونوں میں سے جس نے گواہ پیش کئے تو گواہی قبول کر لی جائے گی خواہ مہر مثل زوج یا زوجہ کی موافقت کرے یا نہ کرے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو بیوی کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار ان اختلافاً فی قدرہ حال قیام النکاح (ای قبل الدخول اوبعدہ کذا بعد الطلاق والدخول رحمتی) فالقول لمن شہد له مہر المثل ببینہ وای اقام بینة قبلت سواء شہد مہر المثل له اولہا اولا وان اقاماً فبینتہا مقدمۃ ان شہد له وبینتہ ان شہد لها، لان البینات لا تثبت خلاف الظاہر

<p>خاوند کے گواہ مقدم ہوں گے اگر مہر مثل بیوی کی تائید کرے کیونکہ گواہی خلافِ ظاہر کو ثابت کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور اگر مہر مثل دونوں کے دعووں کے بین بین ہے تو دونوں سے قسم لی جائے گی (بہتر ہے کہ پہلے خاوند کی قسم لی جائے، تو جو قسم سے انکار کرے اس پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو جائے گا) اور اگر دونوں نے قسم دے دی یا گواہ پیش کر دئے تو پھر قاضی مہر مثل پر فیصلہ دے اھ ملتقطا قلت (میں کہتا ہوں کہ) یہاں دُر کی عبارت میں کوتاہی ہے جس پر علامہ شامی نے توجہ دلائی ہے اور مسئلہ کی وضاحت خانیہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>وان كان مهر المثل بينهما تحالفاً (والاولی البداء قبتحلیف الزوج فأیہما نکل لزمه دعوی الآخر) فان حلفاً اور برہنا قضی به (ای ببہر المثل) ^۱ اھ ملتقطاً قلت وفي عبارة الدر ههنا تقصیرنبه علیه الشامی وایضاح المسئلة في الخانية والهندية وغيرهما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۱۱: از بریلی مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

مہر ازواج مطہرات حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کس قدر تھا؟ اور مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کس قدر مع تعداد درہم و دینار و تطبیق سکہ رائج الوقت ارشاد ہو اور وزن درہم و دینار موافق وزن اس وقت کے کیا ہے؟ و بینواتو جروا الجواب:

عامہ ازواج مطہرات و بنات مکرمات حضور پُر نور سیدہ الکائنات علیہ وعلیہن افضل الصلوٰۃ اکمل التحیات کا مہر اقدس پانچ سو درہم سے زائد نہ تھا۔

<p>صحیح مسلم شریف میں ہے ابو سلمہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج کیلئے بارہ اوقیہ (چالیس درہم فی اوقیہ) اور ایک نش مقرر فرمایا۔</p>	<p>مسلم فی صحیحہ عن ابی سلمة قال سألت عائشة رضي الله تعالى عنها كم كان صداق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قالت كان صداقه لازواجه ثنتي عشرة اوقية ونش، قالت اتدري ماالنش،</p>
---	---

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۳/۱-۲۰۲، رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲-۳۶۱

<p>قلت لا قالت نصف اوقية فتلك خمس مائة دراهم¹ احمد والدارمی والاربعة عن امير المؤمنين عمر الفاروق الاعظم رضى الله تعالى عنه قال ما علمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نکح شیئاً من نسائه ولا انکح شیئاً من بناته على اكثر من اثنتی عشرة اوقية²۔</p>	<p>تو آپ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے نش کیا ہوتا ہے، میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا: نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں، تو یہ کل پانسو درہم ہوئے۔ امام احمد، دارمی اور سنن اربعة (ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ) نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج یا صاحبزادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو یہ مجھے معلوم نہیں۔ (ت)</p>
---	---

مگر ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان خواہر جناب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کا مہر ایک روایت پر چار ہزار درہم تھا
فی سنن ابی داؤد (جیسا کہ سنن ابی داؤد میں ہے۔ ت) دوسری میں چار ہزار دینار تھا⁴۔

<p>فی المستدرک صححه الحاكم واقره الذهبي ولا يخالف هذا ما مر من حديثي امر المؤمنين وامير المؤمنين رضى الله تعالى عنهما فان هذه الامهات لم يكن من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بل من ملك الحبشة سيدنا النجاشي رضى الله تعالى عنه۔</p>	<p>جیسا کہ مستدرک میں امام حاکم نے اس کی تصحیح کی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا، اور یہ حضرت ام المؤمنین اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کا مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ مہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے بادشاہ حضرت سیدنا نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کیا تھا۔ (ت)</p>
---	---

اور حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو چاندی⁵ علیٰ ما ذکر فی البرقاة الجزم بہ عن روضة الاحباب
والمواهب (جیسا کہ مرقاة میں ذکر فرمایا کہ روضة الاحباب اور مواہب نے اس پر جزم کیا ہے۔ ت) درہم شرعی کا وزن ۳
ماشے ۵-۱/۱ سرخ چاندی ہے کما حققنا فی الزکوة

¹ صحیح مسلم کتاب النکاح باب الصداق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸۸

² جامع الترمذی ابواب النکاح امین کینی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۲

³ سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب الصداق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۷

⁴ المستدرک للحاکم کتاب النکاح مہرام حبیبہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

⁵ مرقاة المفاتیح کتاب النکاح فصل ثانی حدیث۔ ۳۳ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/۳۶۰

من فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الزکوٰۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور دینار ایک مثقال یعنی چار ماشے سونا، یہی وزن سب سے ہے یعنی سات مثقال وزن میں برابر دس درہم کے، فی تنویر الابصار کل عشرة دراهم وزن سبعة مساویل^۱ (تنویر الابصار میں ہے کہ ہر دس لکھ وزن سات مثقال ہے۔ ت) اور باعتبار قیمت ایک دینار شرعی دس درہم کا تھا،

فی رد المحتار فی الہدایۃ کل دینار عشرة دراهم فی الشرع قال فی الفتح ای یقوم فی الشرع بعشرة کذا کان فی الابتداء ^۲ ۔	رد المحتار میں ہے کہ ہدایہ میں ہے کہ ہر دینار دس درہم ہے شرع، فتح میں فرمایا ہے کہ شرع میں ہر دینار کی قیمت دس درہم مقرر ہوئی جیسا کہ ابتداء میں تھا۔ (ت)
--	---

یہاں کاروپہ ۱۱ ماشہ ۲ سُرخ ہے تو درہم اس کا ۲۵/۷ ہے کہ مجنس کرنے سے درہم ایک سو چھپیس روپیہ ۴۵۰ ہوا تو درہم روپے کا ۲۶/۱۱ یعنی ۴۵۰/۲۵/۷ ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہے کہ معہ ۷ روپے برابر م ۲۵ درہم کے یا ایک روپیہ برابر ۳-۷/۳ درم کے، ولذا انصاب فقہ کہ دو سو^۳ درم ہے اس درم اس روپے سے ۵۶ آتی ہے صما ۵۰/۵۰ درم کے مالہ ۱۴۰ ہوئے اور چار سو^۴ مثقال کے ایک سو ساٹھ^۵ روپے، دس درہم اقل مقدار مہر ہے عا ۹/۱۲-۵/۳ پائی یعنی دو روپے پونے تیرہ آنہ اور پانچواں حصہ پیسے کا، چار ہزار درم کے یہاں کہ سکہ سے ایک ہزار ایک سو بیس^۶ روپے ہوئے، اور ہر دینار دس درہم کا ہے، لہذا چار ہزار دینار کے گیارہ ہزار دو سو روپے۔ اس حساب سے ظاہر ہوا کہ زمانہ اقدس رسالت میں سونے کی قیمت ساڑھے سات روپے تولہ سے بھی کم تھی کہ جب دینار یعنی ساڑھے چار ماشہ سونا دس درم یعنی دو روپے بارہ آنے ۹-۵/۳ پائی کا تھا تو بحساب اربعہ ایک تولہ سونا معہ ۵/۷-۵/۳ پائی کا ہوا، یہ برکات دنیا تھیں علاوہ برکات دینیہ کے جن کا شمار اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا وَإِنْ تَعَدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا^۷ (اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔ ت)

مسئلہ ۱۲: از بڑودہ گجرات کلاں محلہ بھوتی کا جھانپہ نظام پورہ مرسلہ امر اومائی بنت غلام حسین ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ عورت کا مہر سوا دس ہزار روپے کا ہے، مرد نے نان و نفقہ بند کر لیا ہے، عورت نے مہر کا دعوٰی کیا ہے، اس صورت میں مہر سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

^۱ در مختار تنویر الابصار باب زکوٰۃ المال مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ

^۲ رد المحتار باب زکوٰۃ المال دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱/۲

^۳ القرآن الکریم ۱۸/۱۶

الجواب:

اگر مہر پیشگی یعنی شوہر کے پاس جانے سے پہلے دینا قرار پایا تھا کوئی میعاد معین ٹھہری تھی کہ اتنی مدت کے بعد دیا جائے گا اور وہ مدت گزر گئی جب تو عورت ابھی دعوٰی کر سکتی ہے اور مہر فوراً دلایا جائے گا، اور اگر کچھ مدت مقرر نہ ہوئی تھی تو وہاں اُس شہر کے عرف و عادت پر عمل ہوگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ ایسی صورت میں عورت جب طلب کرے ادا کیا جاتا ہے تو دعوٰی قابلِ سماعت ہے مہر ابھی دلایا جائے، اور اگر عرف یہ ہے کہ ایسی حالت میں جب مرد و عورت میں کسی کا انتقال ہو یا مرد طلاق دے دے اُس وقت مہر کا مطالبہ ہوتا ہے تو اُنسی وقت ملے گا اس سے پہلے دعوٰی نہ سنا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بیننا فذاک والا فالمتعارف ¹ ۔	مہر معجل یا مؤجل کی مدت بیان کر دی گئی ہو تو وہی مراد ہے ورنہ جو عرف میں ہو وہی مراد ہوگا (ت)
--	---

ہمارے شہروں کا عرف یہی ہے تو یہاں عورت کو پیش از طلاق یا موت مطالبہ مہر کا اختیار نہیں، ایسے ہی عرف کے سبب ردالمحتار کتاب القضاء میں ہے:

حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت والطلاق ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت بعد ثابت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۱۳: ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بوقت نکاح تصریح مہر معجل و مؤجل نہیں ہوئی تو کس وقت میں مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہوگا؟

الجواب:

جب طلاق یا زن و شوہر میں کسی کی موت واقع ہو اس وقت واجب الادا ہوگا اس سے پہلے عورت مطالبہ نہیں کر سکتی،

هو المتعارف في بلاد في رد المحتار حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ہمارے علاقہ میں یہی متعارف ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی کو مہر کے مطالبہ کا حق طلاق یا موت کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

¹ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

² ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲۳

³ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲۳

مسئلہ ۱۴: از بڑو و پہلی پلٹن تیسری کمپنی مکان شیخ امام صوبہ دار مرسلہ رحمت بی ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۱ھ
 شرع محمدی حنفیہ مذاہب کا اس سوال کے جواب میں کیا حکم ہے میرا مہر سات سو روپے کا تھا میں نے اپنے شوہر کو معاف کر دیا
 میں نے نیک کام کیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

بیشک نیک کام کیا اور اس میں بڑے ثواب کی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>من نفس عن غریبہ او محی عنہ کان فی ظل العرش یوم القیامۃ^۱۔ رواہ الامام احمد و مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والامام البغوی شرح السنۃ عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال هذا حدیث حسن۔</p>	<p>جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں ہو۔ (اسے امام احمد اور امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بغوی نے شرح السنۃ میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔)</p>
--	--

اگلی امتوں میں ایک گنہگار آدمی اپنے مدیونوں سے درگزر کرتا تھا جب وہ مر اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائی
^۲ رواہ الشیخان عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اس کو بخاری اور مسلم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
 ہے۔) اور اُسے جنت میں جگہ بخشی^۳ رویا ہ عنہ و عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما (انہوں نے اس سے اور ابو
 مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔) مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: جب یہ اپنے مدیون سے درگزر کرتا تھا تو مجھے زیادہ
 لائق ہے کہ درگزر فرماؤں^۴ رواہ مسلم عن ابی مسعود و عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کلہم عن النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو مسلم نے ابو مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ان سب نے
 نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر مسماۃ ہندہ صغیرہ نابالغہ کا

^۱ مسند امام احمد حدیث ابو قتادہ انصاری مطبوع دار الفکر ۳۰۸/۵

^۲ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعة فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۲

^۳ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعة فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۲

^۴ صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعة فصل انظار المعسر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸/۲

نکاح عمر کے ساتھ کرنا چاہا، وقت نکاح کے وکیل نکاح نے تعداد مہر کی مبلغ دس ہزار روپے اور دو دینار سُرخ ظاہر کی، اس پر عمرو کی طرف سے لوگوں نے کہا کہ تعداد مہر کی بہت ہے، عمرو کی حیثیت اتنی بھی نہیں کہ دسواں حصہ اس کا ادا کر سکے، تعداد مہر کی کم کرنا چاہئے، وکیل نکاح نے جواب دیا کہ تعداد مہر کم کرنے کا مجھ کو اختیار نہیں ہے مگر یہ مہر ایسا نہیں ہے جو دونوں کی زندگی میں لیا دیا جائے، جبکہ اس مہر پر نکاح ہو گیا اور ہندہ باپ کے گھر سے آکر عمرو کے گھر دو تین مہینے رہی مگر بوجہ صغیرہ و نابالغہ ہونے ہندہ کے عمرو کو استمتاع و طی نہیں ہوا بعدہ، زید ہندہ کو بلا مرضی عمرو کے اپنے گھر لے گیا اور اب عمرو کے گھر نہیں آنے دیتا ہے اور دغوی بعض مہر کا بہ ترک بعض مہر کے منجانب ہندہ کو بولایت پانے بوجہ نابالغی ہندہ کے کرتا ہے پس اس صورت میں مہر عمرو سے دلایا جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

مہر میں جب نہ یہ شرط کی جائے کل یا اس قدر پیشگی لیں گے جسے مہر کہتے ہیں، نہ اُس کے ادا کے لئے کوئی میعاد معین کی جائے، مثلاً سال دو سال، یا جو قرار پائے، جسے مہر کہتے ہیں، تو وہ عرفِ بلد پر رہے گا، جس شہر میں عام طور پر یہ رواج ہو کہ مثلاً نصف یا ربع یا کسی قدر بغیر تصریحِ تعیل کے بھی پیشگی لیتے ہیں وہاں اتنا پیشگی دینا ہوگا، اور جہاں عرفیوں ہے کہ بے موت یا طلاق لینا دینا نہیں ہوتا وہاں جب تک زوجین میں کسی کا انتقال یا طلاق واقع نہ ہوا اختیارِ مطالبہ نہ دیں گے۔ مختصر الوقایہ میں ہے

المعجل والمؤجل ان بینا فذاك والا فالمتعارف ¹	اگر مہر معجل و مؤجل کی مدت بیان کی گئی ہو تو بہتر ورنہ متعارف مراد ہوگا۔ (ت)
---	--

ہمارے بلاد میں عام مہر بیانِ تعیل و تاخیر سے خالی ہوتے ہیں اور رواج یہ ہے کہ اُس کے لزوم ادا کو موت یا طلاق پر موقوف رکھا جاتا ہے، پس صورتِ مسئلہ میں اگر وکیل نکاح اس مضمون کی تصریح بھی نہ کرتا کہ یہ وہ مہر نہیں جو زندگی میں لیا دیا جائے تاہم پدرِ ہندہ بحالتِ نابالغی اور خود ہندہ بعد بلوغ تا وقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو عمرو سے کسی جزو مہر کا مطالبہ نہیں کر سکتے، ردالمحتار میں ہے:

حق طلبہ انہا ثبت لہا بعد الموت او الطلاق لامن وقت النکاح ²	بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کے وقت سے نہیں ہوگا۔ (ت)
---	--

¹ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

² ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۴

یہاں کہ وکیل نکاح نے وقت نکاح اس مضمون کی صاف تصریح کر دی بدرجہ اولیٰ کسی کو اختیار مطالبہ نہیں۔
واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا کہ زنا سے حاملہ تھی نکاح غیر زانی سے کہ اُسے اس کے حمل سے اطلاع نہ تھی ہو گیا، آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ عذر مرد کا کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ حاملہ، اسقاطِ مہر کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مسئلہ میں نکاح صحیح ہے اب نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، مگر جس صورت میں حمل اس مرد سے نہیں رہا تو اُسے قبل از وضع حمل مباشرت اور اس کے دواعی اس عورت کے ساتھ جائز نہیں۔ درمختار میں ہے:

وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ ولو من حربی او سیدھا المقربہ وان حرم وطؤها اور دواعیہ حتی تضع ^۱ ۔	زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے غیر زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح نہیں کیونکہ اسکی نصب ثابت ہوگی خواہ حربی سے یا مالک سے جب وہ اقرار کرے اگرچہ زنا کی حاملہ سے نکاح جائز مگر جماع اور دواعی حرام ہیں جب تک وہ بچہ کو جنم نہ دے۔ (ت)
---	--

اور یہ عذر کہ میں نے باکرہ سمجھ کر نکاح کیا تھا نہ کہ حاملہ، مہر کو ساقط نہ کرے گا کہ کفایت عورت کی طرف سے معتبر نہیں۔
کتاب مذکور میں ہے:

لا تعتبر من جانبها لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءة الفراش وهذا عند الكل في الصحيح ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	عورت کی طرف سے کفایت نہیں کیونکہ خاوند کے لئے بیوی بستر بنتی ہے تو اسے کمتر مفروش سے رنج و غیظ نہیں آتا۔ صحیح مذہب میں اس پر سب کا اتفاق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۱۷: از ذخیرہ مسئلہ مولوی برکات احمد صاحب وکیل دیوانی
مولانا صاحب دام عہدہ بنگم، سالم مسنون کے بعد عارض ہوں، ایک مسئلہ شرعی بتا دیجئے، وہ یہ ہے

^۱ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹/۱

^۲ درمختار باب الکفاء مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۳/۱

کہ مہر کب واجب ہوتا ہے، اگر مہر ہو تو کس وقت؟ خلوتِ صحیحہ مہر کے واسطے ضروری ہے یا نہیں؟ اور خلوتِ صحیحہ کس کو کہتے ہیں اس کی تعریف کیا ہے؟ بینو اتوجروا

الجواب:

مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو خواہ از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کر سکتا، اور مؤجل وہ جس کے لئے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال، یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اُس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ جامع الرموز میں ہے:

المهر المعجل والمؤجل ان بینا ای بین فی العقد كله او بعضه یكون معجلاً او مؤجلاً فذاك المبین واجب اداؤہ علی ما بین ¹ ۔	مہر معجل اور مؤجل اگر بوقت عقد بیان ہو چکے ہیں یعنی تمام یا بعض معجل ہوگا یا مؤجل ہوگا، تو اس بیان کے مطابق ادائیگی واجب ہوگی۔ (ت)
---	--

اور اگر مؤجل کہا اور کائی میعاد اصلاً نہ بیان کی تو وہ طلاق یا موت تک مؤجل ٹھہرے گا اور بعد فرقت ہی واجب الادا ہوگا اس سے پہلے مطالبہ کا عورت کو اصلاً استحقاق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

من اول الفروع المذكورة فی کتاب القضاء قبل باب التحکیم مسئلة عدم سماع الدعوی بعد مرور کذا سنه، لامات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من وقت النکاح فلها طلب موخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد البوت او الطلاق لا من وقت النکاح ² ۔	کتاب القضاء میں تحکیم کے باب سے قبل سب سے پہلا جزئیہ یہ مذکورہ کہ اتنے سال گزر جانے کے بعد دعوی قابلِ سماعت نہیں ہوتا، اس پر تفریع یہ ہے کہ نکاح کے وقت سے مثلاً بیس سال بعد خاوند فوت ہو جائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر شدہ مہر کے مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجل میں بیوی کو مطالبہ کا حق ہے، کیونکہ مہر مؤجل میں بیوی کو مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ہوتا ہے نکاح کے وقت سے مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ (ت)
--	---

¹ جامع الرموز باب المهر مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۸۳۳

² ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴

اسی طرح جس پارہ مہر یا کل مہر کی نسبت تعیل و تاخیر کا کچھ ذکر نہ آیا وہ بھی موت یا طلاق تک مؤجل ٹھہرے گا کہ ایسی صورت میں مدار عرفِ بلد پر ہے اور یہاں عام عرفِ شائع فی البلاد یہی ہے کہ جس مہر کی تعیل مشروط نہ ہوئی اُس کا مطالبہ تا وقت فرقت نہیں کیا جاتا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بیننا فذاک والا فالمتعارف ¹ ۔	مؤجل اور مؤجل کی مدت بیان ہو چکی تو بہتر ورنہ اس میں عرف کا اعتبار ہوگا کہ کتنا مؤجل ہے یا معجل۔ (ت)
--	--

اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن و شو تہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ اُن میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت و قابلیت صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز میں فرض یا ماہ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا کل ذلک فی الخانیة والدر المختار وحاشیة (یہ تمام بحث خانیہ، در مختار اور اس کے حواشی میں ہے۔ ت) اور خلوت صحیحہ وجوب مہر کی شرط نہیں، وجوب مہر تو عقد نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متاكد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی و خلوت صحیحہ طلاق تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہو گئی کل لازم آئے گا۔ نقایہ میں ہے:

يجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوة الصحيحة ² اھ	نصف مہر، طلاق قبل از خلوت صحیحہ سے واجب ہوتا ہے اھ
ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ملخصاً۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے نکاح ہوا اور خلوت صحیحہ برضائے زوجہ واقع ہو گئی اور مہر مؤجل قرار پایا تھا اب ہندہ مطالبہ کرتی ہے اور زید کے پاس نہیں جاتی، اور زید در صورت نہ آنے ہندہ کے مہر دینے سے منکر ہے، اس صورت میں یہ مطالبہ صحیح اور بوجہ نہ آنے ہندہ کے مہر ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

کوئی جزو مہر کا بعد وقوع خلوت صحیحہ ذمہ شوہر سے ساقط نہیں ہو سکتا اور تمامی مہر کا ادا کرنا زید

¹ مختصر الوقایة فی مسائل الهدایة فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

² مختصر الوقایة فی مسائل الهدایة فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۵

پر لازم، مگر ہندہ کو بوجہ تاخیر و وقوع خلوت برضائے زوجہ بالاتفاق مطالبہ مہر و منع نفس کا اختیار حاصل نہیں، امام ابو یوسف سے کہ مہر مؤجل میں تاخیر منع منقول ہے قبل از تسلیم نفس و وقوع وطی یا خلوت صحیحہ برضائے زوجہ پر محمول ہے کہ وہ بعد از تسلیم مہر مؤجل میں بھی اختیار منع نہیں دیتے حالانکہ وہاں بوجہ تعجیل حق منع و مطالبہ مؤکد ہو چکا ہے پس مؤجل میں کہ ایسا نہیں بالاولیٰ نہ دیں گے۔

ہدایہ میں ہے: بیوی کو مہر مؤجل کی صورت میں اپنے اسے خاوند کو منع کرنے کا حق ہوتا ہے تک وصول نہ کرے، اور اگر تمام مہر مؤجل ہو تو پھر اس کو اپنے سے خاوند کو روکنے کا حق نہیں کیونکہ اس نے مہر مؤجل کر کے اپنے مطالبہ کا حق ساقط کر دیا ہے جیسا کہ بیع میں ہوتا ہے، اس میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے اور مہر مؤجل کی صورت میں اگر دخول ہو چکا ہو تو عورت کو منع کا حق ہے مہر مؤجل وصول کرنے تک یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک ہے۔ اس میں صاحبین کا قول یہ ہے کہ اس کو اس کے منع کا حق نہیں ہے انتہی ملخصاً، اسی طرح دوسری کتب میں بھی ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ اتم و احکم۔ (ت)

فی الهدایۃ وللبراءۃ ان تمنع نفسها حتی تأخذ المہر ای المعجل ولو کان المہر کلہ مؤجلاً لیس لہا ان تمنع نفسها لاسقاطها حقہا بالتأجیل کما فی البیع وفیہ خلاف ابی یوسف وان دخل بها فکذلک الجواب عند ابی حنیفۃ وقال لیس لہا ان تمنع نفسها^۱ انتہی ملخصاً ومثلہ فی غیرہا من کتب الفقہ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ اتم و احکم۔

۲۵ محرم ۱۳۱۳ھ

مسئلہ ۱۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بغیر اجازت شوہر کے کئی مرتبہ اپنے میکے چلی گئی اور اپنے شوہر سے اکثر لڑتی رہتی ہے اور اب کی دفعہ اُس نے اپنے شوہر کو مارا بھی، اگر شوہر مہر اُس کا ان وجوہ کے سبب نہ دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں اور اُس کو اپنے گھر رکھے یا نہیں؟ بیادینا تو جروا

الجواب:

وہ عورت فاسقہ ہے سخت گنہگار ہے، مگر ان حرکات کے سبب مہر ساقط نہ ہوگا، رکھنے نہ رکھنے کا مرد کا اختیار ہے مگر اگر نہ رکھنا چاہے تو طلاق دے دے یہ جائز نہیں کہ نکال دے اور طلاق نہ دے اور خبر گیری بھی نہ کرے ہاں وہ خود ہی نکل جائے تو اس پر نان و نفقہ واجب نہیں جب تک واپس نہ آئے

کیونکہ نافرمان ہے اور اس کے لئے خاوند پر نفقہ

لانہا ناشرة ولا نفقة للناشرة وقال

^۱ ہدایہ باب المہر المكتبة العربية کراچی ۱/۳۱۳

تَعَالَى فَأَمْسِكُوهُمْ بِعُرُوفٍ أَوْ سُرُوحٍ يُسَعَّرُونَ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	واجب نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کو پاس رکھو بھلائی سے یا ان کو چھوڑ دو بھلائی سے۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۲۰: از لکھنؤ محمود نگر صاحب المطابع مرسلہ مولوی عبدالعلی صاحب مدراسی ۱۷ صفر ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایجاب و قبول مہر فاطمی پر بلا تصریح و تعیین دراہم و سکہ وغیرہ ہو یعنی بروقت نکاح صرف مہر فاطمی کا لفظ کہا جائے یہ نہ کہا جائے کہ مہر فاطمی پر جس کے اس قدر دراہم شرعی یا سکہ رائج الوقت ہوتے ہیں تو اس صورت میں مہر فاطمی ہی رہے گا یا مہر مثل کی طرف عود کر جائے گا بوجہ اختلاف روایات کے جو دربارہ مہر جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارد ہیں۔ بینوا تو جروا
الجواب:

مہر فاطمی ہی رہے گا۔ ذخیرہ پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے:

واللفظ للبحر لیس من صور عدم التسمیة مآلو تزوجت بمثل مهر والزوج لا یعلم مقدار مهر امہا فانہ جائز بمقدار مهر امہا الخ ^۲ ۔	الفاظ بحر کے ہیں مہر مقرر نہ ہونے کی یہ صورت نہیں ہے کہ بیوی کا مہر اس کی ماں کے مہر کے برابر ہو اور خاوند کو ماں کے مہر کا علم نہ ہو کیونکہ بیوی کی ماں کے مہر مقدار پر مہر رکھنا جائز ہے الخ (ت)
--	--

مہر اقدس حضرت سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم میں اگرچہ روایات بظاہر مختلف ہیں مگر بتوفیق
اللہ تعالیٰ ان سب میں تطبیق بروجہ نفس و دقیق حاصل ہے فاقول: وباللہ التوفیق اس بارے میں روایات مسندہ معتد بہا
تین^۳ ہیں:

اول یہ کہ مہر مبارک درم و دینار نہ تھے بلکہ ایک زرہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولی
المسلمین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو عطا فرمائی تھی وہی مہر میں دی گئی،

اخرج ابن سعد في طبقاته اخبرنا خالد بن مغلد ثنا سليمان بن ابي بلال ثنا جعفر بن محمد عن ابيه	ابن سعد نے طبقات میں تخریج کی ہے کہ خالد بن مغلد نے بیان کیا ان کو سلیمان ابن بلال نے حدیث بیان کی جعفر بن محمد نے اپنے والد سے بیان کیا حضرت
---	---

^۱ القرآن الکریم ۲۳۱/۲

^۲ بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۶/۳

علی کرم وجہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر ایک لوہے کی درع دی، عازم سے انہوں نے حماد بن زید سے انہوں نے ایوب سے انہوں نے عکرمہ سے بیان کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت فاطمہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تو اپنی حطمی درع (تلواروں کو توڑنے والی زرہ) مہر میں دے دے۔ حافظ نے اصاہہ میں کہا یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کیا تو فرمایا: اس کو مہر میں کچھ دو۔ تو انہوں نے عرض کی: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری حطمی زرہ کہاں ہے؟ احمد نے اپنی مسند میں ابن ابی نجیح وہ اپنے والد اور انہوں نے ایک ایسے شخص سے روایت کیا جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ وہ فرما رہے تھے کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی صاحبزادی کا رشتہ طلب کروں تو مجھے خیال آیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں، پھر مجھے آپ کی شفقت اور مہربانی یاد آئی، پس میں نے رشتہ طلب کیا تو

اصدق علی فاطمة درعا من حديد وعن عازم عن حماد بن زید عن ایوب عن عکرمہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعلی حین زوجہ فاطمة اعطها درعک الحطیبة¹، قال الحافظ فی الاصابة هذا مرسل صحیح الاسناد²، وابدؤد فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما تزوج علی فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال له رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعطها شیئا قال ما عندی شیئ قال این درعک الحطیبة³۔ واحد فی مسندہ من طریق ابن ابی نجیح عن قبیلہ عن رجل سمع علیا یقول اردت ان اخطب الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنتہ فقلت مالی من شیئی ثم ذكرت صلتہ وعائدتہ وخطبتہا الیہ

¹ الطبقات الکبریٰ لابن سعد باب ذکر بنات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/۸

² الاصابة فی تمییز الصحابة ترجمہ ۸۳۰ فاطمة الزہرا رضی اللہ عنہا دار صادر بیروت ۳/۷۷۷

³ سنن ابوداؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۲۸۹/۱

<p>آپ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کچھ نہیں تو فرمایا تیری خطمی رزہ کہاں ہے جو میں نے تجھے اسلحہ کے طور پر فلاں موقعہ (یعنی بدر کے روز) غنیمت میں سے دی تھی؟ میں نے عرض کیا: وہ میرے پاس ہی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: وہ اسے دے دو۔ ابن اسحاق نے سیرت کبریٰ میں یوں بیان کیا کہ ابن نوح نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے کہا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منگنی کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا پاس کچھ ہے نے کہا: کچھ نہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیری وہ رزہ کہاں ہے جو میں نے تجھے بدر کی غنیمت میں سے دی تھی۔ (ت)</p>	<p>فقال وهل عندك شئى، قلت لا، قال فآلين درعك الحطبية التى اعطيتك يوم كذا وكذا، قلت هو عندي، قال فاعطها اياه¹ ابن اسحق فى السيرة الكبرى حدثني ابن نجيج عند مجاهد عن علي كرم الله تعالى وجهه انه خطب فاطمة رضى الله تعالى عنها فقال له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم هل عندك من شئى، قلت لا، قال فما فعلت الدرع التى سلحتكها يعنى من مغانم بدر²۔</p>
---	---

دوم چار سو اسی^{۸۰} درم تھے،

<p>امام احمد نے مناقب میں اور ابوداؤد اور ابوحاتم رازی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، ان تمام نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا بعض کا سیاق بعض سے اتم ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ مانگنے آئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا، تو یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے انہیں رشتہ</p>	<p>اخرجه الائمة احمد فى المناقب وابوداؤد ابوحاتم الرازى وابن حبان فى صحيحه كلهم عن انس رضى الله تعالى عنه بعضهم اتم سياقا من بعض، قال جاء ابوبكر ثم عمر يختبان فاطمة الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، فسكت ولم يرجع اليهما شيئا فانطلقا الى على رضى الله تعالى عنه يأمرانه بطلب ذلك</p>
--	--

¹ مسند احمد بن حنبل مروى از على رضى الله عنه دار الفكر بيروت ۸۰/۱

² السنن الكبرى مروى عن محمد بن اسحق كتاب الصدق دار صادر بيروت ۲۳۵/۷

طلب کرنے کو کہا تو حضرت علی فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھے ایسے معاملے کی طرف متوجہ کیا جس سے میں غافل تھا تو میں فوراً چادر سنبھالتے ہوئے اٹھا حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فاطمہ کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ آپ نے پوچھا: تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کی: گھوڑا ہے اور ایک اونٹ ہے گھوڑا تو تیرے لئے ضروری ہے لیکن اونٹ کو فروخت کر دو۔ تو میں نے اس کو چار سو اسّی ۴۸۰ درہم میں فروخت کر دیا وہ آپ کے پاس لا کر میں نے آپ کی گود میں ڈال دئے۔ تو آپ نے ان میں سے ایک مٹھی بھر اٹھا کر فرمایا: اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اس کی خوشبو خرید لاؤ۔ اور فرمایا: اس رقم سے جہیز تیار کرو۔ تو ایک بُنی ہوئی چار پائی اور ایک چڑے کا تکیہ جس میں کھجی بھری تھی تیار کئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! جب تیرے پاس فاطمہ پہنچ جائے تو کوئی بات نہ کرنا جب تک میں نہ پہنچ جاؤں۔ تو حضرت فاطمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ آئیں حتیٰ کہ وہ کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور دوسری جانب میں تھا تو اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے، الحدیث۔ اور خمیس ہے کہ ایک روایت ہے کہ مگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے

قال علی فنبہانی لامر کنت عنه غافلاً فقمت اجر ردائی حتی اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت تزوجنی فاطمہ قال عند شیعی، فقلت فرسی وبُدنی، قال اما فرسک فلا بد لك منها واما بدنک فبعها فبعتهما باربیع مائۃ وثمانین درهما فجئته بها فوضعتها فی حجرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقبض منها قبضہ فقال ای بلال ابتع بها لنا طیباً وامرهم ان یجهزوها فجعل لها سریراً مشروطاً بالشرط ووسادۃ من ادم حشوہا لیف وقال لعلی اذا اتتک فلا تحدث شیئاً حتی اُتیک فجاءت مع امر ایمن حتی قعدت فی جانب البیت وانا فی جانب وجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث^۱، وفي الخیسی فی روایۃ خطبها فزوجها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

^۱کنز العمال بحوالہ مسند انس حدیث مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳/۸۵ - ۶۸۴

<p>وسلم علی اربعاً مائة وثمانین درهماً^۱ الخ وفيه قيل انه باع الدرع بأثنى عشرة اوقية والاوقية اربعون درهم وكان ذلك مهر فاطمة من على رضي الله تعالى عنها^۲۔</p>	<p>نکاح کر دیا اور مہر چار سو اسی^۱ درہم تھا، اور نہیں میں یہ بھی کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے زرہ فروخت کی بارہ اوقیہ کے عوض میں۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے تھا (ت)</p>
--	---

سوم چار سو مثقال چاندی،

<p>اخرج الحافظ رضي الدين ابو الخير احمد بن اسعيل القزويني لاحاكمي وابو على الحسن بن شاذان عن انس ايضاً رضي الله تعالى عنه في حديث طويل قال فيه في خطبة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ثم ان الله تعالى امرني ان ازوج فاطمة من على ابن ابى طالب فأشهدوا اني قد زوجته على اربع مائة مثقال فضة ان رضي بذلك على ثم دعا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بطبق من بسر ثم قال انتهبو افانتهبنا ودخل على فتبسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في وجهه ثم قال ان الله عز وجل امرني ان ازوجك فاطمة على اربع مائة مثقال فضة ارضيت بذلك، فقال قدر ضيت بذلك يا رسول الله، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم جمع الله</p>	<p>حافظ رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسعیل قزوینی حاکمی اور ابو علی حسن بن شاذان نے بھی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو روایت کیا طویل حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دوں، تو گواہ ہو جاؤ کہ میں نے یہ نکاح چار سو مثقال چاندی پر کر دیا ہے بشرطیکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر راضی ہوں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بسر کھجور وں کا بڑا ٹوکرا طلب فرمایا اور فرمایا: اس میں سے چن چن کر کھاؤ۔ تو ہم نے کھائیں۔ اتنے میں حضرت علی آئے تو آپ نے ان کی آمد پر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح تجھ سے کروں چار سو مثقال چاندی پر، کیا تو راضی ہے؟ تو حضرت علی نے عرض کیا: میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کرتے ہوئے</p>
---	--

^۱ تاریخ الخمیس تزوج علی یفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موسسة شعبان بیروت ۳۶۱/۱

^۲ تاریخ الخمیس تزوج علی یفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موسسة شعبان بیروت ۳۶۲/۱

<p>شملکمما واعزجدکمما وبارک علیکمما واخلج منکمما کثیرا طیباً، قال انس فواللہ لقد اخرج منہما الکثیر الطیب^۱، ورواہ ابن عساکر نحوه من طریق محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبد الملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد بن دینار عن ہشیم عن یونس بن عبد عن الحسنین عنہما و عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکرہ محمد بن طاہر فی تکملة الکامل بن عدی کما نقلہ الحافظ فی لسان المیزان۔</p>	<p>فرمایا: اللہ تعالیٰ تم دونوں کے حال متفق فرمائے اور تمہاری بزرگی کو باعث بنائے اور تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے اور تم میں سے اللہ تعالیٰ کثیر طیب پیدا فرمائے۔ تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر طیب پیدا فرمائے۔ اور ابن عساکر نے اسی طرح کی روایت محمد بن شہاب بن ابوالحیاء سے انہوں نے عبد الملک بن عمر سے انہوں نے یحییٰ بن معین سے انہوں نے محمد بن دینار سے انہوں نے ہشیم سے انہوں نے یونس بن عبد عن الحسنین عنہما و عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے، اس کو محمد بن طاہر (بن القیسرانی) نے تکملہ کامل بن عدی میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ اس کو حافظ نے لسان المیزان میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)</p>
--	--

ان کے سوا جو اقوال مجہولہ ہیں کہ پانسودرم مہر تھا یا چالیس مثقال سونا،

<p>نقلہا فی الرحمانیۃ عن بعض حواشی شرح الوقایۃ۔</p>	<p>ان دونوں روایتوں کو شرح وقایہ کے بعض حاشیوں سے رحمانیہ میں نقل کیا ہے (ت)</p>
---	--

یا انیس^{۱۹} مثقال ذہب،

<p>ذکرہ فی المرقاة انه اشتہر بین اہل مکة قال ولا اصل له^۲۔</p>	<p>اس کو مرقاة میں ذکر کیا ہے کہ یہ اہل مکہ میں مشہور ہے جس کی کوئی اصل نہیں (ت)</p>
--	--

سب بے اصل ہیں۔

<p>اما ما حوّل القاری من توجیہ هذا المشہور بقوله اللهم الا ان یقال ان هذا المبلغ قیمة درع علی رضی اللہ</p>	<p>لیکن مآ علی قاری نے جو اس روایت کی مشہور توجیہ اپنے اس قول سے فرمائی، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زرہ کی یہ</p>
--	---

^۱ المواہب اللدنیہ بحوالہ حدیث انس رضی اللہ عنہ زواج علی من فاطمہ رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۸۵

^۲ مرقاة المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲۶/۳۶۰

قیمت تھی۔ فاقول: (تو میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بنتا نہیں جیسا کہ تجھے معلوم ہو چکا کہ وہ زرہ چار سو اسی^{۳۸۰} درہم مین فروخت ہوئی تھی جب کہ ۱۹ مثقال سونا اس زمانہ مبارک کے بھاؤ سے صرف ایک سو نوے^{۱۹۰} درہم کا بنتا ہے، کیونکہ ایک دینار مثقال کا اور ہر دینار دس^{۱۰} درہم کا تھا، ہاں ہو سکتا ہے کہ یہ اندازہ بعد کے زمانے میں مدینہ منورہ کے کسی بھاؤ کا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور یونہی ان کی وہ تاویل جس میں وہ درہم اور مثقال کے وزنوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ دس^{۱۰} درہم سات^۷ مثقال میں کچھ کسریں ہوں جن کا اعتبار نہ کیا گیا ہو فاقول: (تو میں کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی قابل توجہ نہیں کیونکہ اس طرح چار سو^{۴۰۰} مثقال چاندی پانچ سو اکہتر^{۵۱۲} درہم اور کچھ کسر ہوتے ہیں اور چار سو اسی^{۳۸۰} درہم تین سو پچھتیس^{۳۶۵} مثقال ہیں تو پہلے میں کسر نصف سے زائد ہوئی جس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور دوسرے میں نہایت ہی کم ہے تو اس کو قابل لحاظ نہیں کہا جاسکتا، اس کے علاوہ درہم میں زیادتی کو ساقط کرنے اور صرف اس ۸۰ پر اکتفا کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے بلکہ اگر ایسا ہوتا تو پورا پانچ سو^{۵۰۰} کہنا چاہئے تھا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، غور کرو، ہو سکتا ہے انکے کلام کی کوئی دوسری وجہ بن سکے (ت)

تعالیٰ عنہ^۱ فاقول: لایلتئم لما علمت انها بیعت بأربعمئة وثمانین درهما تسعة عشر مثقالاً من الذهب لا تبلغ بسعر ذاك الزمن المبارك الامائة وتسعين درهما اذ كل دينار مثقال وكل دينار بعشرة دراهم نعم يجوز ان يكون هذا التقدير ببعض الاسعار الواقعة في البلدة الكريمة في بعض الازمنة المتأخرة والله تعالیٰ اعلم، وكذا ما حاول هو رحمه الله تعالیٰ من الجمع بين تقديري الدراهم والمثاقيل بأن عشرة دراهم سبعة مثاقيل مع عدم اعتبار الكسور^۲۔ فاقول: لا یتجة ایضاً فان اربعمئة مثقال فضة على هذا خمس مائة واحد وسبعون درهما كسر، وأربع مائة وثمانون درهما ثلث مائة ستة وثلاثون مثقالاً فلکسر فی الاول ازید من النصف فلا یحذف وفي الثاني اقل فلا یرفع علی انه لا معنی یحذف وفي الثاني اقل فلا یرفع علی انه لا معنی لاسقاط الزیادة فی الدراهم والقصر علی ثمانین بلا لو كان لقیل خمسائة كام لا یخفی فلیتأمل لعل لكلامه وجهاً آخر۔

اب بتوفیقہ تعالیٰ توفیق سنئے، پہلی دو روایتوں میں وجہ تطبیق ظاہر ہے کہ مہر میں زرہ دی کہ چار سو اسی^{۳۸۰} کو بکی، اب چاہے کہئے خواہ اتنے درم، حافظ محب الدین احمد بن عبد اللہ طبرین نے دونوں روایت میں اسی طرح توفیق کی، ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ میں فرماتے ہیں:

^۱ مرقاة المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳۶۰/۲

^۲ مرقاة المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۳۶۰/۲

<p>اختلف في صداقها رضي الله تعالى عنها كيف كان' فقيلا كان الدر ولم يكن اذ ذاك بيضاء ولا صفراء وقيل كان اربع مائة وثمانين وورد ما يدل كلا القولين ويشبهه ان العقد وقع على الدرع وانه صلى الله تعالى عليه وسلم اعطاها عليا ليبيعه فباعها واتاه بثمانها فلا تضاد بين الحديثين¹ اھ ملخصا</p>	<p>حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مہر کے متعلق اختلاف ہے کہ کی تھا، بعض نے کہا کہ زرہ تھی اور درہم یا دینار نہ تھے اور بعض نے کہا کہ چار سو اسی ۴۸۰ درہم تھے۔ دونوں باتوں پر دلالت کرنیوالی مناسب اور مشابہ بات یہ ہے کہ نکاح کا انعقاد زرہ پر ہوا اور بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی کہ فروخت کر دو، تو انہوں نے فروخت کر کے قیمت آپ کو پیش کر دی، تو دونوں حدیثوں میں تضاد نہ رہا اھ ملخصا (ت)</p>
---	---

اور پُر ظاہر کہ روایت مسندہ ثانیہ کے الفاظ ہی خود اس تطبیق کے شاہد ہیں ولہذا علامہ زر قانی نے شرح مواہب لدنیہ میں کلام طبری نقل کر کے فرمایا:

<p>هذا الجمع مدلول الحديث السابق²۔</p> <p>اور روایت ثالثہ سے ان کی باتوں کہ حدیث زرہ کو ہمارے علمائے کرام نے مہر معجل پر محمول فرمایا جو وقت زفاف اقدس ادا کیا گیا۔</p> <p>قلت ويشهد له ايضا الحديث المذكور حيث ذكر انه جاء بالدر اھم فامر صلى الله تعالى عليه وسلم بشراء الطيب وان تجهز وقال لعلی ما قال فان ذلك انما كان حين زفت لاحين العقد كما لا يخفى۔</p>	<p>یہ پہلی حدیث کا مدلول ہے جو دونوں کو جمع کرتا ہے۔ (ت)</p> <p>میں کہتا ہوں کہ اس پر مذکورہ حدیث بھی شاہد ہے، جس میں ذکر ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے درہم پیش کئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خوشبو اور جہیز خریدنے کا حکم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو گفتگو فرمائی وہ زفاف کے وقت ہے نہ کہ نکاح کے وقت کی، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)</p>
--	--

مولانا علی قاری مرقاۃ میں زرہ کی نسبت فرماتے ہیں دفعہا لہا مہر امعجلا³ یہ مہر معجل کے طور پر دی گئی تھی۔ (ت) امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

¹ شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبی ذکر تزویج علی بفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۶/۲

² شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ ذخائر العقبی ذکر تزویج علی بفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دار المعرفۃ بیروت ۶/۲

³ مرقاۃ المفاتیح کتاب النکاح باب الصداق فصل ثانی المكتبة الحبیبیہ کوئٹہ ۳۶۰/۶

ان کے ہاں عادت تھی کہ مہر کا کچھ حصہ دخول س قبل معجل طور پر دے دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ بعض علماء نے اسی بناء پر فرمایا کہ پہلے کچھ ادائیگی کے بغیر دخول جائز نہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، زہری، قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول کو وہ حضرت علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منع فرمانے کی دلیل قرار دیتے ہیں جس اس روایت میں ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو انہوں نے دخول کا ارادہ فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پہلے کچھ ادا کئے بغیر دخول سے منع فرمایا، تو انہوں نے عرض کی میرے پاس تو کچھ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنی زرہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دو۔ چنانچہ انہوں نے زرہ دے دی اور اس کے بعد دخول کیا۔ یہ الفاظ ابوداؤد کے ہیں اور اسی کو نسائی روایت کیا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو درہم تھا جو کہ چاندی ہے الخ قلت (میں کہتا ہوں) ابوداؤد والی حدیث صریح نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ واقعہ بناء یعنی دخول کا ہے جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ نکاح سے چند ماہ بعد ہوا ہے۔ پھر تیسری روایت تصریح کر رہی ہے کہ نکاح چار سو مثقال چاندی ہوا ہے، اور پہلی روایات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا ہے۔ جو شخص حدیث میں

ان العادة عندهم كان تعجيل بعض المهر قبل الدخول، حتى ذهب بعض العلماء الى انه لايدخل بها حتى يقدم شيئاً لها، نقل عن ابن عباس وابن عمر والزهرى وقتاده تمسكاً بمنعه صلى الله تعالى عليه وسلم علياً فيما رواه ابن عباس (رضى الله تعالى عنهما) ان علياً رضى الله تعالى عنه لما تزوج بنت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اراد ان يدخل بها فمنعه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حتى يعطيها شيئاً فقال يا رسول الله ليس لي شئى فقال "اعطها درعك" فاعطاها درعه ثم دخل بها اللفظ لابی داؤد و رواه النسائى ومعلوم ان الصداق كان اربع مائة درهم وهى فضة¹ الخ قلت وحديث ابى داؤد كما ترى نص صريح لايقبل التأويل ان هذا كان حين البناء ومعلوم ان البناء كان بعد عدة اشهر من حين العقد، ثم الرواية الثالثة مصرحة بأن العقد وقع على اربعمائة مثقال فضة وليس فى الروايات الاولى ما يصرح بصددور العقد على الدرع ومن مارس

¹ مرقاة المفاتيح باب الصداق فصل اول المكتبة الحبيبية کوئٹہ ۳۵۶/۲

ممارست رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ راوی حضرات بعض چیزوں کو مختصر کر جاتے ہیں، تو اس لئے ضروری ہے کہ قابل احتمال کو منصوص کی طرف پھیرا جائے جبکہ مختلف روایات کو حتی الامکان جمع پر محمول کرنا طے شدہ بات ہے، یہ بات بالکل واضح ہے پھر محقق کا یہ قول کہ یہ بات معلوم ہے کہ مہر چار سو درہم تھے اس کو مر قاة میں مشکل قرار دیا کیونکہ مثقال اور درہم والی دونوں حدیثوں میں اس کی مخالفت ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) کوئی اشکال نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد اور ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد تک مختلف درہم تھے تو کچھ کا وزن ایک مثقال اور کچھ کا اس سے کم تھا، پھر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکو ایک وزن سب سے پر مقرر کیا۔ ردالمحتار میں طحطاوی سے انہوں نے منح الغفار سے نقل کیا کہ جاننا چاہئے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں درہم مختلف تھے بعض دس اور ہم کا وزن دس ۱۰ مثقال تھا اور بعض دس ۱۰ کا چھ مثقال، اور بعض دس ۱۰ کا وزن پانچ مثقال تھا، تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں قسموں میں سے ہر ایک کا ثلث لیا تاکہ لینے دینے میں جھگڑا نہ ہو، تو مجموعہ کا وزن سات ہوا اس لئے دس درہم کا وزن سات مثقال قرار پایا اھ ملخصاً۔ اور خزانیہ المفتیین ظ کے رمز سے امام ظہیر الدین کے فتاویٰ کی طرف اشارہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں وزن مختلف تھے، بعض درہم بیس ۲۰ قیراط تھے

الاحادیث علم ان الرواة ربما يختصرون الاشياء فلا بد من رد المحتمل الى المنصوص والجمع متعين مهبا امکن فكيف وهو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق كان اربع مائة درہم استشكله في البرقة لمخالفته لحديثي المثاقيل والدرهم جميعاً. اقول: ولا اشكال فان الدرهم كانت مختلفة على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعهد ابي بكر الصديق الى زمن امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنها فمنها ما كان زنة مثقال ومنها دون ذلك ثم ان عمر هو الذي درها الى وزن سبعة في رد المحتار عن الطحطاوي عن منح الغفار اعلم ان الدرهم كانت في عهد عمر رضي الله تعالى عنه مختلفة فمنها عشرة دراهم على وزن عشرة مثاقيل عشرة على ستة مثاقيل وعشرة على خمسة مثاقيل فاخذ عمر رضي الله تعالى عنه من كل نوع ثلثا كي لا تظهر الخصومة في الاخذ والعطاء فالمجموع سبعة ولذا كانت الدرهم العشرة وزن سبعة^۱ اھ ملخصاً. وفي خزانة المفتين برمز فتاوى الامام ظهير الدين ان الاوزان في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

^۱ ردالمحتار باب زكاة المال دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸ و ۲۹

<p>وعہد ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت مختلفة فمنها ما كان الدرهم عشرون ما كان عشرة قراريط وهو الذي يسمي وزن خمسة، ومنها ما كان اثني عشر قراريط وهو الذي يسمي وزن ستة فلما كان في زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ طلبوا منه ان يجمع الناس على نقد واحد فاخذ من كل نوع¹ الخ ومن الدليل على ذلك ان المحقق جعل الدرع ماعجل من المهر وقد بيعت باربع مائة وثمانين فكيف يكون المعجل من اربع مائة اربع مائة وثمانين۔</p>	<p>اور بعض کا وزن ۱۰ اوس قیراط تھا جن کو پانچ کا وزن کہتے تھے، اور بعض کا وزن بارہ ۲ قیراط تھا جن کو چھ کا وزن کہتے تھے، تو جب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عہد آیا تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ ایک سکہ ہونا چاہئے تو آپ نے ہر ایک میں سے کچھ لیا الخ اس پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محقق علیہ الرحمۃ نے زرہ کو مہر معجل قرار دیا جو کہ چار سو اسی^{۲۸۰} دراہم میں فروخت ہوئی، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کل چار سو^{۳۰۰} میں سے چار سو اسی^{۲۸۰} معجل ہوں۔ (ت)</p>
--	--

پس حاصل یہ قرار پایا کہ اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس واقع ہوا چار ۴۰۰ مثقال چاندی تھی۔ ولہذا علماء سیر نے اس پر جزم فرمایا، مرقاة میں ہے،

<p>ذكر السيد جمال الدين المحدث في روضة الاحباب ان صداق فاطمة رضي الله تعالى عنها كان اربع مائة مثقال فضه وكذا ذكره صاحب المواهب² الخ۔</p>	<p>سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں ذکر کیا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھی۔ اسی کو صاحب مواہب نے ذکر کیا ہے الخ۔</p>
--	--

زرہ برسم بیٹگی وقت زفاف دی گئی کہ بحکم اقدس چار سو اسی^{۲۸۰} درم کو بیکی،

<p>وبه ظهر ما في العلامة المحب الطبري يشبه ان العقد وقع على الدرع وانما حقه ان يقال ان المعجل كانت الدرع ولعل حامله عليه ذهوله عن</p>	<p>اس سے علامہ محب طبری کے قول پر اعتراض بھی واضح ہو گیا جو انہوں نے کہا کہ "حق کے مشابہ یہ ہے کہ نکاح زرہ پر ہوا" جبکہ حق بات یہ ہے کہ کیوں کہا جائے کہ زرہ مہر معجل تھی، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ</p>
---	--

¹ خزانة المفتين فصل في مال تجارة قلمی نسخہ ۴۲ و ۴۱/۱

² مرقاة المفاتيح باب الصداق فصل ثانی المكتبة الحبيبية کوئٹہ ۳۶۰/۶

<p>حدیث المثنائیل المصر اہبان العقد انم وقع علیہا لاعلی الدرع ولاعلی الدراهم ولذا لم یذکر الا قولین کبار ایت۔</p>	<p>انداز اس حدیث سے ذہول کی وجہ سے اختیار کیا جس میں مثنائیل کے باری میں تصریح ہے کہ نکاح ان پر ہوانہ کہ زرہ پر، اور نہ ہی دراہم پر ہوا۔ اسی لئے انہوں نے صرف دو قول ہی ذکر کئے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے (ت)</p>
---	--

مثنال ساڑھے چار ماشہ ہے، اور یہاں کاروپہ سوا گیارہ ماشہ، تو چار سو مثنال کے پورے ایک سو ساٹھ^{۱۰} روپے ہوئے فاحفظہ
فلعلک لاتجد هذا التحریر فی غیر هذا التحریر (اس کو محفوظ کر لو، ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ تحریر دوسری جگہ نہ ملے۔
ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از پبلی بھیت محلہ بشیر خاں مسئلہ احمد حسین خاں صاحب آنریری مجسٹریٹ ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسلمان سے ایک مسلمان کا نکاح ہوا، اُس کے بعد نکاح کنندہ کو معلوم
ہوا کہ اُس عورت کے باپ سے مجھ کو رشتہ شیر خوارگی ہے یعنی میری ماں نے اس کے باپ کو دودھ پلایا ہے اور اس زمانہ میں
بوجہ عدم واقفیت ہمبستری بھی ہو گئی، ایسی صورت میں نسبت جواز نکاح کے کیا حکم ہوگا اور مہر کی نسبت کیا حکم فرمایا جائے گا؟
بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ امر مذکور معلوم وثابت ہو لیا تو ظاہر ہوا کہ وہ عورت اس شخص کی بھتیجی ہے اور نکاح ناجائز و فاسد،

<p>فی ردالمحتار یحرم من الرضاع اصولہ وفرعہ وفروع ابیہ وفرعہ^۱۔</p>	<p>ردالمحتار میں ہے کہ رضاعت سے اس کے اصول وفروع اور اس کے والدین کے فروع اور فروع کے فروع ہو جاتے ہیں۔ (ت)</p>
--	---

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے ترک کر دے اور اُس جدا ہو جائے زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا تیرے نکاح کو ترک کیا،

<p>فی ردالمحتار فی البزازیة، المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لاتكون الابا لقول کخلیت سبیلک او ترکتک^۲ الخ۔</p>	<p>ردالمحتار میں ہے بزازیہ میں ہے کہ نکاح فاسد میں دخول کے بعد متارکہ کہ صرف قول (مثلاً میں نے تیرا راستہ آزاد کیا یا تجھے چھوڑ دیا ہے) سے ہوتا ہے الخ (ت)</p>
--	--

^۱ ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۹۲

^۲ ردالمحتار باب المہر مطلب فی النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۲-۵۱

اور از انجا کہ ہمبستری یعنی مجامعت واقع ہوئی عورت کے لئے مہر مثل تمام و کمال لازم آیا اگرچہ مہر مسٹی سے زائد ہو، نکاح فاسد میں ضروریہ حکم ہے کہ جب مہر کچھ معین کیا گیا تو لازم تو مہر مثل ہی آئے گا مگر قرار یافتہ سے زیادہ نہ دلایا جائے گا، مثلاً ہزار روپیہ مہر ٹھہرا تھا تو اگر مہر مثل ہزار یا ہزار سے زائد ہے تو ہزار ہی دلانے جائیں گے اور مہر مثل ہزار سے کم ہے تو صرف اسی قدر دلانے گے ہزار تک نہ بڑھائیں گے، لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ازاں جملہ نکاح محارم کہ نادانستہ وقوع میں آیا وہاں بعد و طی مہر مثل پورا لازم آتا ہے اگرچہ مسٹی سے زائد ہو مسٹی کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے گا اور یہاں یہی صورت واقع ہے کہ وہ اس کی بھتیجی اور محرم رضاعی ہے۔

فی تنویر الابصار، یجب مہر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لا بغیرہ ولم یزد علی المسی ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ اتم واحکم۔	تنویر الابصار میں ہے: نکاح فاسد میں مہر مثل صرف جماع سے لازم آتا ہے کسی غیر جماع سے نہیں، وہ مہر مثل بھی مقرر سے زیادہ نہ ہو۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلہ اتم واحکم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۲۲: ۵ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح ایام نابالغی میں زید کے ساتھ ہوا اور نکاح کے روز سے ایک لمحہ کو بھی ہندہ زید کے گھر نہیں گئی اور نہ ہم صحبت ہوئی اس صورت میں ہندہ مہر چاہے تو پاسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

سائل مظہر کہ زن و شو نے انتقال کیا اور ان میں ایک کا مرجانا بھی مہر کو مؤکد کرتا ہے، پس صورت مذکورہ میں کل مہر ہندہ ترکہ زید پر لازم ہے جبکہ وہ نکاح لازم واقع ہوا جیسا کہ اب وجد نے کیا یا نافذ غیر لازم تھا اور پیش از رد، احد الزوجین کا انتقال ہو گیا۔

فی الدر المختار، یتأكد عند وطء او خلوة صحت او موت احدھما ^۲ الخ۔	در مختار میں ہے: وطی یا خلوت صحیحہ یا دونوں میں سے کسی کی موت سے مہر لازم ہو جاتا ہے الخ (ت)
--	--

اور اگر نکاح منعقد ہی نہ ہوا تھا جیسے غیر اب وجد نے نابالغی ہندہ میں غیر کفو سے یا مہر مثل میں کمی فاحش کے ساتھ نکاح کر دیا کہ شرعاً ایسا نکاح باطل ہے یا موقوفاً منعقد ہوا اور ہنوز نافذ نہ ہونے پایا تھا کہ

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی، دہلی ۲۰/۱

^۲ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی، دہلی ۱۹/۱

اُن میں ایک نے انتقال کیا جیسے بحالتِ ولایت پدر اُس کے غیر نے بے اسکی اجازت نکاح کر دیا اور ہنوز باپ نے جائز نہ کیا تھا کہ احد الزوجین نے وفات پائی تو اس صورت میں اصلاً کچھ مہر وغیرہ نہ ملے گا۔

فی ردالمحتار، المہر کما یرلزم جمیعہ بالدخول والخلوة کذلک بموت احدهما قبل الدخول اما بدون ذلک فتیسقط لان العقد اذا انفسخ يجعل کانه لم یکن نہراہ ^۱ مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم۔	ردالمحتار میں ہے کہ جس طرح دخول اور خلوت صحیحہ سے پورا مہر لازم ہو جاتا ہے ایسے ہی دونوں میں سے کسی کی موت قبل از دخول سے بھی لازم ہو جاتا ہے، اگر مذکورہ صورتیں نہ واقع ہوئی تو مہر ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ جب نکاح فسخ ہو تو وہ کالعدم ہو جاتا ہے، نہراہ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۲۳: ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے نکاح کیا، اُس عورت کو مرد کے قابل نہ پایا، اُس کے جسم میں ہڈی ہے، ایک زمانے کے بعد زید نے اُسے طلاق دے دی، اب اس کا مہر دینا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
الجواب:

اس صورت میں آدھا مہر دینا آئے گا۔ درمختار میں ہے:

یجب نصفہ بطلاق قبل وطء اوخلوة ^۲ ۔	طلاق قبل از خلوت سے نصف مہر لازم ہوتا ہے۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

الخلوة بلامائع کرتق التلاحم (و قرن) عظم (و عفل غدة) کالوطء تأکد المہر ^۳ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم	خلوت ایسی کہ جہاں کوئی مانع نہ ہو۔ مثلاً شرمگاہ میں گوشت پُرا ہو جائے، ہڈی ہو جائے، غدود ہو جائے ان موانع کے بغیر خلوت ہو تو وہ وطی کے حکم میں ہے مہر لازم ہو جاتا ہے اھ ملتقطاً (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

^۱ ردالمحتار باب الول دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۷/۲

^۲ درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۷/۱

^۳ درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۹/۱

مسئلہ ۲۴:

از ریاست ریواں محلہ گھوگر مرسلہ عبداللہ خاں صاحب چاک سوار

۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ منکوحہ ہندہ کو بابتباہ زنا اپنے مکان سے نکال دیا، چار ماہ سے زائد ہوتا ہے کہ نان نفقہ مطلقاً نہ دیا، قریب ایک ماہ کے ہوتا ہے کہ جلسہ واحد میں تین طلاق دے مگر نہ زور و عورت کے بلکہ دوسرے اشخاص کے۔ دین مہر عورت کا صہ^۱ پایا تھا شوہر نے قطعہ مکان مالیتی صہ بعوض دین مہر رجسٹری کرا کر دخل دے دیا تھا اب بے دخل کر کے نکال دیا اپنے دے ہوئے زیورات کا مسماۃ سے بچر واکراہ بنالاش کچھری دعویدار ہے۔ پس صورت مسئلہ میں آیا مرد مجاز ہے کہ علاوہ دین مہر کے جو اشیاء از قسم زیورات وغیرہ عورت کو بنوادیا تھا جبراً واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب بحوالہ کتب معتبرہ مع ترجمہ عبارت عربی جلد مرحمت فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، عورت کے زور و ہونا کچھ شرط نہیں، قطعہ مکان کہ بعوض دین مہر دیا تھا ملک عورت ہے عورت بذریعہ نالاش واپس لے سکتی ہے، علاوہ مہر جو اشیاء مثل زیور وغیرہ زید نے ہندہ کو دیں اگر گواہان عادل شرعی یا اقرار زید سے ثابت ہو کہ وہ چیزیں زید نے ہندہ کو ہبہ کر دی تھیں تو زید ان کی واپسی کا اختیار نہیں رکھتا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا وهب ازوجین لصاحبه لا يرجع فی الهبة وان انقطع النکاح بینہما ^۱	جب میاں بیوی نے ایک دوسرے کو کوئی ہبہ دیا تو رجوع کا اختیار نہیں اگرچہ بعد کو نکاح منقطع ہو جائے۔ (ت)
---	---

یونہی جس چیز کی نسبت اُس کی مالک سمجھی جاتی ہے اُس میں بھی زید کو اختیار واپسی نہیں۔ علماء فرماتے ہیں: المعهود عرفاً کالمشروط نصاً (عرف میں ثابت ایسے ہے جیسا کہ نص کر کے مشروط کیا ہو۔ ت) مگر جبکہ اس قسم دوم کی چیز میں زید گواہان شرعی سے ثابت کر دے کہ میں نے دیتے وقت جتا دیا تھا کہ برتنے کے لئے دیتا ہوں تجھے مالک نہیں کرتا، تو البتہ وہ چیز ملک شوہر سمجھی جائے گی اور وہ بالجبر واپس لے سکتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں: الصریح یفوق الدلالة (صرحت کو دلالت پر فوقیت حاصل ہے۔ ت) اسی طرح زیور کپڑا وغیرہ ہر وہ چیز کہ شوہر نے دی اور تمملیک صراحۃً خواہ عرفاً کسی طرح ثابت نہ ہوئی اس میں بھی قول شوہر کا معتبر ہے۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۶/۴

جبراً واپس لے سکے گا اور بلا تملیک شوہر عورت کے برتنے پہننے، استعمال کرنے سے ملک عورت ثابت نہیں ہو سکتی البتہ گھر میں پہننے کے کپڑے جن کا دینا حکم نفقہ شوہر پر واجب ہو چکا ہو وہ دے کہ اگر دعوٰی کرے کہ میں نے عورت کو مالک نہ کیا تھا اس میں شوہر کا قول معتبر ہونا چاہیے۔ عقود الدریہ میں ہے:

<p>قال في البحر وفي البدائع اقررت بالزوجها ثم ادعت الانتقال اليها لايثبت الانتقال الا بالبينة اهـ ولا بد من بينة على الانتقال اليها منه بهبة او نحو ذلك ولا يكون استمتاعها بمشريه ورضاه بذلك دليلا على انه ملكها ذلك كما تفهمه النساء والعوام وقد افتيت بذلك مرارا، وينبغي تقييده بما لم يكن من ثياب الكسوة الواجبة على الزوج اهـ¹ ملخصاً والله تعالى اعلم۔</p>	<p>بحر میں فرمایا کہ بدائع میں ہے کہ بیوی نے خاوند کی ملکیت کا اقرار کیا اور پھر اس کے اپنی طرف منتقل ہو جانے کا دعویٰ کیا تو اب بیوی کی ملکیت شہادت کے بغیر ثابت نہ ہوگی اھ، گواہ ضروری ہیں کہ شوہر نے بذریعہ ہبہ وغیرہ عورت کو مالک کر دیا بیوی کا خاوند کی خریدی ہوئی چیز سے فائدہ پانا اگرچہ خاوند کی رضامندی سے ہو، یہ بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ عام طور پر عورتیں اور عوام سمجھ لیتے ہیں کہ یہ خاوند کی طرف سے ملکیت کر دی گئی ہے میں نے کئی باریہ فتویٰ جاری کیا اھ یہاں یہ قید مناسب ہے کہ وہ دی ہوئی چیز پہننے کے کپڑے نہ ہوں جن کا دینا شوہر پر واجب ہو چکا تھا اھ ملخصاً (ت) واللہ تعالیٰ اعلم</p>
--	--

مسئلہ ۲۵: از کثرہ ڈاک خانہ ادیرہ ضلع گیامر سلسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جاہل نے بدون طلاق اپنی زوجہ کی رضاعی بہن سے نکاح کر لیا، جب اس کو معلوم ہوا کہ جمع بین الاختین حرام ہے تب اس نے ثانیہ کو طلاق دینا چاہا، ثانیہ نے کہا کہ مجھ کو طلاق دینا چاہتے ہو تو میرا مہر ادا کرو۔ تو اس صورت میں بہ سبب ناجوازی نکاح زوجہ ثانیہ کے حق میں صرف تفریق ہی معتبرہ یا اس پر طلاق واقع ہوگا اور مہر زوجہ ثانیہ زوج پر باوجود عدم جواز نکاح لازم آئے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ایک بہن جب نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح نکاح فاسد ہے، متارکہ یعنی چھوڑ دینا جُدا کر دینا واجب ہے، اور وہ طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے، یہاں تک کہ اگر الفاظ طلاق کہے گا جب بھی متارکہ ہی ٹھہرے گا طلاق

¹ عقود الدریۃ کتاب الفرائض حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب قندھار افغانستان ۳۵۰/۲

میں شمار نہ ہوگا، پھر اگر اس دوسری سے حقیقۃً وطیٰ یعنی خاص فرج داخل میں بقدر حشفہ ایلاج ذکر، کرچکا تھا تو مہر مثل و مہر مسیٰ سے جو کم ہو لازم آئے گا ورنہ کچھ نہیں اگر پر خلوت بلکہ بوس و کنار بہ شہوت بلکہ غیر فرج میں ادخال کرچکا ہو،

در مختار میں ہے کہ نکاح فاسد میں صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ نکاح فاسد وہ ہے کہ جس میں صحت نکاح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو، مثلاً بے شہود نکاح اور مہر مثل بھی مقرر مہر سے زیادہ نہ ہوگا، اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مسیٰ سے تو بھی مہر مثل لازم ہوگا، یہاں خلوت وغیرہ سے مہر واجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ وطی کے قائم مقام نہیں ہے کیونکہ نکاح فاسد میں وطی خود حرام ہے اہ اختصار^۱ اور ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول، جیسے گواہ^۲ اور اسی طرح اگر دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا ہو، ماتن کا قول کہ صرف شرمگاہ میں وطی سے مہر لازم ہوتا ہے تو دُبر میں وطی کرنے سے مہر لازم نہ ہوگا، خلاصہ اور فقیہ یونہی مَس اور بوس کنار شہوت سے کئے ہوں تو بھی مہر بطریق اولیٰ لازم نہ ہوگا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی بھی تصریح کی ہے، بحر املیٰ^۳ در مختار کی عدت بحث میں ہے کہ نکاح فاسد میں خلوت، عدت کو واجب نہیں کرتی اور نکاح فاسد میں طلاق سے عدد طلاق کم نہ ہوگا کیونکہ یہ فسخ ہے، جو ہر اہـ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فی الدر المختار یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة کشہود بالوطی فی القبل لابغیرہ کالخلوة لحرمة وطئہا ولم کزد علی المسی ولو کان دون المسی لزم مہر المثل^۱ اہ باختصار و فی ردالمحتار قولہ کشہود ومثله تزوج الاختین معاً ونکاح الاخت فی عدة الاخت قولہ فی القبل فلو فی الدبر لایلزمہ مہر خلاصۃ وقنیۃ فلا یجب بالمس والتقبیل بشہوة شیئی بالاولیٰ کما صرحوا بہ ایضاً بحر^۲ اہ ملتقطاً۔ و فی الدر من العدة: الخلوة فی النکاح الفاسد لاتوجب العدة والطلاق فیہ لاینقص عدد الطلاق لانه فسخ جوہرۃ^۳ اہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

از جنگل کوکرہ ڈاک خانہ گولا ضلع کھیری مرسلہ عبدالرحمن خاں صاحب

مسئلہ ۲۶:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح بعوض دس درہم کے کیا تو

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۱/۱

^۲ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱/۲۔ ۳۵۰

^۳ در مختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۲۵۸/۱

ایسی صورت میں کہ ملک ہند میں رواج درہم کا نہیں ہے، بجائے دس درہم کے دس درہم چاندی کافی ہوگی یا تعداد اُس کی روپے آنے سے پوری کرنی ہوگی، اگر روپے آنے مہر کے تجویز کئے جائیں گے تو کس قدر ہوں گے؟ اور کم سے کم کتنا مہر ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا

الجواب:

چاندی کافی ہے، سکہ ہونے کی کچھ ضرورت نہیں، کم سے کم مہر دس درہم ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی اُس تولے سے جس کے حساب میں انگریزی روپیہ سوا گیارہ ماشے کا ہے، نہ روپیہ بھر کا تولہ جو بعض بلاد میں معروف ہے، مہر خود اس قدر چاندی ہو یا چاندی کے سوا اور کوئی شے اتنی ہی چاندی کی قیمت کی،

<p>در مختار میں ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس ۱۰ درہم چاندی جس کا وزن سات ۷ مثقال ہو، یہ چاندی سکے کی شکل میں ہوں یا بے سکے اگرچہ قرض ہو یا کوئی سامان ہو جس کی قیمت دس درہم بوقت نکاح ہو۔ ردالمحتار میں ہے اگر دس ٹکڑیاں مہر مقرر کیا یا سامان جس کی قیمت دس ٹکڑیوں کے برابر ہو دس ٹکڑوں برابر نہ ہو تو بھی جائز ہے (ت)</p>	<p>فی الدر المختار، قلہ عشرة دراهم فضة وزن سبعة مثاقيل مضروبة كانت اولاً ولو دیناً او عرضاً قيمته عشرة وقت العقد^۱ فی ردالمحتار "فلوسى عشرة تبرأ او عرضاً قيمة عشرة تبرأ الا مضروبة" صح^۲۔</p>
---	--

وزن کے اعتبار سے دس درہم کے دو روپے ایک اٹھنی چوٹی اور ۹-۵/۳ پائی ہوئے یعنی کچھ کم دو روپے تیرہ آنے، اگر روپے اٹھنی چوٹی دے تو اسی قدر دینا ہوگا، لان الجنس لا معتبر فيه للقيمة (کیونکہ جنس میں قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ ت) اور چاندی کے علاوہ اور کوئی چیز دے تو دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی قیمت معتبر ہوگی مثلاً چاندی ۱۲۔ تولہ ہو تو ایک روپے ساڑھے پندرہ آنے کی قیمتی شے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۷: شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے بتعین صہ عہ (۲۵۰۰۰) ہزار مہر کے ہوا زید کو مہر میں اضافہ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے لئے کیا شرائط لازم و ضروری ہیں؟ بینواتو جروا

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۷۱ء

^۲ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰/۲

الجواب:

شوہر کو ہر وقت زوجہ کے مہر میں زیادت کرنے کا اختیار ہے اور اب مہر یہی قرار پائے گا جو بعد اس زیادت کے مقرر ہوا اور اس کے لئے تجدید نکاح کی حاجت نہیں، بلا تجدید بھی زیادت کر سکتا ہے، نہ گواہوں کی ضرورت تنہائی میں باہم اضافہ کر لینا صحیح ہو جائے گا، نہ زیادت جنس مہر سے ہونی لازم، خلاف جنس بھی صحیح ہے، مثلاً روپے مہر تھے اب کوئی جائداد اضافہ کر دی وہ روپے اور یہ جائداد سب کا مجموعہ مہر ہو جائے گا، نہ اگلے مہر کا صرف تین شرطیں درکار ہیں، دو^۱ بالاتفاق۔ ایک تو اس زیادت کا معلوم و معین ہونا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تیرے نے تیرے مہر میں کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادت باطل دوسرے^۲ اسی جلسہ میں عورت کا اسے قبول کر لینا، اگر عورت نے قبول نہ کیا یا بعد مجلس بدلنے کے قبول کیا زیادت صحیح نہ ہوگی۔ تیسری^۳ شرط مختلف فیہ "بقائے نکاح ہے اگر بعد زوال نکاح بموت زوج یا طلاق بائن یا انقضائے عدت بعد طلاق رجعی زیادت کی تو ایک روایت پر صحیح نہ ہوگی۔ نہر الفائق میں اسی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا۔ در مختار میں ہے:

زید علی ماسی فانہا تلزمہ بشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ ومعروفة قدرها وبقاء الزوجية علی الظاہر نہر ^۱	اگر مقررہ مہر پر زیادہ کیا ہو تو خاوند پر یہ زائد مہر لازم ہو جائے گا بشرطیکہ بیوی نے مجلس میں قبول کر لیا ہو یا اس کے ولی نے جب یہ نابالغہ ہو۔ اور مقدار بھی معلوم ہو اور زوجیت کا موجود رہنا بھی شرط ہے ظاہر مذہب میں، نہر۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

افادنا نہا صحیحة ولو بلا شہود او بعد هبة المهر والابراء ومن غیر جنسہ بحر. وفي انفع الوسائل لا يشترط فيها لفظ الزيادة بل تصح بلفظها وبقوله	اس عبارت نے یہ فائدہ دیا کہ یہ زیادتی جائز ہے خواہ گواہوں کے بغیر اور مہر ادا کر دینے کے بعد یا مہر سے معاف کرنے کے بعد ہو، یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا غیر جنس مہر سے ہو، بحر۔ اور انفع الوسائل میں ہے اس کے لئے "زیادہ" کا لفظ بھی ضروری نہیں بلکہ اس لفظ سے اور اس قول سے بھی صحیح ہے کہ میں نے
---	---

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۸/۱

<p>راجعتك بكذا ان قبلت وكذا بتجديد النكاح وان لم يكن بلفظ الزيادة على خلاف فيه وكذا الو اقر لزوجه بهر وكانت قد وهبته له فانه يصح ان قبلت في مجلس الاقرار وان لم يكن بلفظ الزيادة¹ اه مختصرا۔ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>اتنوں کے ساتھ تجھ پر رجوع کیا اگر تجھے قبول ہو، اور یوں ہی تجدید نکاح سے اگرچہ اس میں زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو، اس میں خلاف ہے، اور یونہی اگر بیوی نے خاوند کو مہر بہہ کر دیا اور بعد میں خاوند بیوی کے لئے کسی مہر کا اقرار کر لے، جب بیوی نے اقرار والی مجلس میں قبول کر لیا ہو اگرچہ زیادہ کا لفظ نہ بھی ہو تو یہ زیادت صحیح ہے اھ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۸: ۶ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مہر معجل سے ششم حصہ بکر شوہر نے وقت نکاح ادا کر دیا اب ہندہ کو بقیہ پانچ حصوں کا مطالبہ قبل افتراق زن و شوہر پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اگر رخصت بلا خلوت صحیحہ واقع ہوئی ہو تو دعویٰ کا اختیار رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں بالاتفاق ہندہ کو قبل افتراق بموت یا طلاق بقیہ مہر معجل کا دعویٰ اور جب تک و تمام و کمال وصول نہ کر لے شوہر کے گھر جانے سے باز رہنا اور اپنے نفس کو شوہر سے روکنا پہنچتا ہے، اور اصل مذہب یہ ہے کہ اگر خلوت بلکہ قربت برضائے زوجہ واقع ہوئی تو اس کے بعد بھی زوجہ کو ہر وقت اختیار دعویٰ و مطالبہ و منع نفس حاصل ہے جب چاہے رُک جائے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دے اور اُس کے گھر جانے سے انکار کرے جب تک مہر معجل نہ لے لے۔ در مختار میں ہے:

<p>لها منعه من الوطى ودواعيه والسفر بها ولو بعد وطى وخلوة رضيتها لان كل وطأة معقود عليها فتسليم البعض لا يوجب تسليم الباقي لاخذ ما بين تعجيله من المهر كله او بعضه واخذ قدر ما يعجل لمثلها عرفاً. به يفتى²۔</p>	<p>بیوی کو مہر وصول کرنے کے لئے خاوند کو و طئی سے اور اس کے دواعی سے سفر میں ساتھ لے جانے سے منع کا حق ہے اگرچہ برضائے زوجہ و طی یا خلوت کر لی گئی ہو کیونکہ ہر و طی مہر پر معقود ہوتی ہے، تو کچھ دے دینے سے باقی کو بھی دے دینا ثابت نہیں کرتا، یہ منع کا حق اس واسطے ہے کہ عورت وہ مہر وصول کر لے جس کا جلد دینا بیان ہو چکا وہ کل مہر ہو یا بعض، یا اس قدر مہر وصول کر لے جتنا اس جیسی عورتوں کو عرف میں جلد دیا جاتا ہے فتویٰ اسی پر ہے۔ (ت)</p>
--	--

¹ رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۸/۲

² در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

اسی میں ہے:

لہا السفر والخروج من بیت زوجها للحاجة وزيارة اهلها بلا اذنه مالم تقبض المبعجل ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مہر معجل وصول کرنے تک بیوی کو سفر کرنا اور خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کسی حاجت یا والدین کی زیارت کے لئے نکلنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۲۹: ۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

مہر کی تعداد شرع پیغمبری کیا ہے؟ اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر کیا تھا؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

مہر شرعی کی کوئی تعداد مقرر نہیں، صرف کمی کی طرف حد معین ہے کہ دس درم یعنی تقریباً دو روپے تیرہ آنے سے کم نہ ہوا اور زیادتی کی کوئی حد نہیں، جس قدر باندھا جائے لازم آئے گا۔ اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر اقدس چار سو^۲ مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے روپے سے ایک سو ساٹھ^۳ روپے بھر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰: از فرید پور ضلع بریلی مرسلہ قاضی محمد نبی جان صاحب ۲۷ رمضان شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے مہر شرعی پر نکاح کیا مگر اب وہ طلاق دیتا ہے بوجہ نافرمانی کے، اور وہ تخمین مال ۲۵۰ روپے قرضدار ہے قرض سودی ہے وہ اس کے مہر سے کس صورت سے ادا ہووے اور کتنا دیوے بموجب حکم خدا اور سول سے؟ تحریر فرمائے۔

الجواب:

مہر شرعی جو لوگ یہ سمجھ کر باندھتے ہیں کہ سب سے کم درجے کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں دو تولے سات ماشے چار رتی چاندی دینی آئے گی، اور جو یہ سمجھ کر باندھتے ہوں کہ جو مہر حضرت خاتونِ جنت کا تھا تو ڈیڑھ سو تولے چاندی آئے گی، یعنی انگریزی روپے سے ایک سو ساٹھ^۴ روپے بھر، اور جس کی سمجھ میں کچھ معنی نہیں خالی ایک لفظ بول دیتے ہیں تو وہاں مہر مثل لازم آنا چاہئے یعنی عورت کے دودھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت شکل اور کنواری یا بیابھی ہونے میں اور اُن باتوں میں جن سے مہر کم بیش ہو جاتا ہے اس عورت کی مانند ہو اس کا جو مہر باندھا ہو وہ دینا آئے گا، اور جو اپنوں

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتہائی دہلی ۲۰۲/۱

میں ایسی عورت نہ ملے تو بیگانوں سے دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲ تا ۳۸: ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

سوال اول

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح ساتھ عمرو کے عوض مہر پانچ ہزار روپے اور دو دینار شریک کر دیا تھا اور یہ بات قرار پائی گئی تھی اور وکیل نکاح نے تصریح کر دی تھی کہ مہر نہ تو اس وقت نقد لیا جائے گا اور نہ رخصت کے وقت، اور نہ کوئی وعدہ ادائے مہر کا ہے، اور ہنوز رخصت نہیں ہوئی ہے، تو ہندہ مذکور یا اس کے باپ کو کس وقت میں طلب کرنے جزو یا کل مہر کا اختیار حاصل ہوگا اور اس مہر کو کون سا مہر کہا جائے گا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ایسے مہر کا مطالبہ بعد موت زوج یا زوجہ یا بعد طلاق ہو سکتا ہے اس سے قبل نہیں، یہ نہ معجل ہے کہ قبل رخصت دینا قرار نہ پایا، نہ مؤجل کہ کوئی اجل یعنی میعاد مقرر نہ کی گئی بلکہ عرفاً مؤخر ہے، ردالمحتار میں ہے:

<p>لو مات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة من وقت النكاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النكاح^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>اگر بیوی کا خاوند بیس ۲۰ سال بعد فوت ہو جائے یا طلاق دے دے تو بیوی کو مؤخر کیا ہوا طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کو اس مہر کے مطالبہ کا حق مرنے یا طلاق دینے کے بعد ثابت ہوتا ہے وقت نکاح سے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ز۔ (ت)</p>
---	---

سوال دوم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر مؤجل کے کیا معنی ہیں اور غیر مؤجل کے کیا معنی ہیں؟ اور معجل جس کا حرف ثانی عین مہملہ ہے کیا معنی ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا (بیان کیجئے اور اجر پائے۔ ت) اور دینار سُرخ کتنے روپے کا ہوتا ہے؟

الجواب:

مہر مؤجل وہ جس کے لئے کوئی میعاد مقرر کی ہو مثلاً دس برس بعد دیا جائے گا، اور غیر مؤجل وہ کہ تعین و تقرر میعاد نہ ہو فان کان مع نفي الاجل كان معجلاً والا فلا (اگر میعاد کی نفی کی ہو تو معجل ہے

^۱ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۳

ورنہ نہیں۔ ت) اور مَجَل وہ جس کا قبل رخصت ادا کرنا قرار پایا ہو۔ مَوَجَل کا مطالبہ میعاد آنے پر ہو سکتا ہے اس سے پہلے اختیار نہیں، اور مَجَل کو عورت فوراً مانگ سکتی ہے، اور جب تک نہ ملے رخصت سے انکار کا اسے اختیار ہے اور جو نہ مَجَل اور نہ مَوَجَل وہ بکلم عرف طلاق یا موت تک موخر ہے اس سے پہلے اختیار مطالبہ نہیں۔

<p>نقایہ میں ہے: مہر مَجَل اور مَوَجَل کی مدت بیان کر دی گئی تو بہتر، ورنہ عرف کے لحاظ سے مہر ادا کیا جائیگا (ت) واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>فی النقایہ المعجل والموجل ان بینا فذاك والا فالتعارف^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

دینار شرعی دس درم شرعی کا ہوتا ہے، دس درم انگریزی روپے سے دو روپے تیرہ آنے ہوتے ہیں پانچواں حصہ پیسہ کا کم، کہا حَقَقْنَا فِي الزَّكَاةِ مِنْ فِتْنَانَا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب زکوٰۃ میں اس کی تحقیق کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص کی لڑکی کا نکاح تھا اور قاضی صاحب نے نکاح پڑھا دیا، کلمہ ودعائے قنوت اور دونوں اُمّت باللہ پڑھا کر اقرار پڑھایا تھا اور فاتحہ کے لئے جب حاضرین محفل پڑھنے کو ہوئے تب ایک قاضی دیگر جگہ کے تھے وہ اس نکاح میں گواہ تھے لڑکی کی طرف سے، اور درجہ دوم شرع پیغمبری قائم کیا گیا تھا تو نکاح پڑھانے والے قاضی نے کہا کہ مجھ کو اس کی تعداد معلوم نہیں کہ کتنی تعداد ہے، وہ جو قاضی گواہ تھے اُس نکاح کے، وہ کہنے لگے ص ۶۵ روپے، درجہ دوم کی میں خلاصہ کر دیوں تاکہ محفل میں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے، پڑھانے والے نے کہا کہ درجہ اول دوم درجہ سوم درجہ چہارم کی تعداد مجھ کو معلوم نہیں مع نام درجہ تعداد روپیہ کے آگاہی ہو جائے۔

الجواب:

شریعت میں مہر کی کم سے کم تعداد مقرر ہے کہ دس درم سے کم نہ ہو جس کے اس روپے سے کچھ کوڑیا کم دو روپے تیرہ آنے بھر چاندی ہوئی یعنی دو روپے بارہ آنے ۹-۵/۳ پائی بھر اس کے سوا شریعت میں مہر کا کوئی درجہ مقرر نہیں فرمایا ہے، یہ ان قاضیوں کی گھڑت ہے ص ۶۵ روپے کا کوئی درجہ مہر کا نہیں ہے، اکثر ازواج مطہرات کا مہر پانسو درم تھا کہ یہاں کے روپوں سے ایک سو چالیس ہوئے، اور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار سو مِثقال چاندی تھا جس کے ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی ہوئی، اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر چار ہزار درم یا دینار تھا جس کے گیارہ سو بیس یا گیارہ ہزار دو سو

^۱ مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایۃ فصل اقل المہر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

روپے ہوئے، مہر معین کر دینا چاہئے، فقط شرع پیغمبری یا اس کا فلاں درجہ کہنا بیوقوفی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو سو روپے مہر کے ادا کروں اور اگر مجھ سے خود طلاق چاہے گی تو تجھ کو مبلغ تین روپے میں دوں گا اور کچھ نہ دوں گتا، اب خود ہندہ نے درخواست طلاق کی زید اپنے شوہر سے روبرو وکیل اور روبرو گواہان نکاح سمیان عظیم اللہ اور جہن کے 'حسب' درخواست ہندہ کے، زید نے ہندہ کو طلاق دے دی آیا ہندہ اس صورت میں سو روپے پانے کی مستحق ہوگی یا تین روپے پانے کی۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

نہ تین روپے نہ سو روپے بلکہ اُس کا مہر مثل دیکھا جائے، وہ اگر سو روپے یا سو سے زائد ہو تو سو روپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے یا بالفرض تین روپے سے دو تین آنے کم ہوں کہ یہاں تک کمی کی گنجائش ہے تو تین روپے دئے جائیں، اور اگر تین روپے سے زائد اور سو روپے کم ہوں تو پورا مہر مثل دیا جائے، درمختار میں ہے:

بیوی کے شہر میں رہنے پر ایک ہزار اور وہاں سے لے جانے پر دو ہزار مہر پر نکاح کیا، تو اگر مرد عورت کے شہر میں رہے تو ایک ہزار بیوی کو دے گا کیونکہ وہ اس پر راضی ہوئی تھی، اگر وہاں سے باہر لے جائے تو پھر مہر مثل ہوگا جو دو ہزار سے زائد نہ ہو اور ایک ہزار سے کم نہ ہو کیونکہ اس پر دونوں کی رضا مندی تھی، یہ صورت اس کے خلاف ہے، جب یہ کہہ کر نکاح کیا ہو کہ اگر بد شکل ہو تو ایک ہزار اور خوبصورت ہو تو دو ہزار مہر ہے تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں کیونکہ اس میں جہالت کے مواقع بہت کم ہیں، مختصراً اقول: (میں کہتا ہوں کہ) ہماری بحث میں پہلی صورت سے بھی زیادہ جہالت ہے کیونکہ وہاں ایک شرط تو حاصل ہے دوسری میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے، اور

نکحہا علی الف ان اقام بها وعلى الفین ان اخرجهما فان اقام بها فلها الالف لرضاهما به، والافبهر المثل لايزاد على الفین ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك بخلاف مآلو تزوجها على الف ان كانت قبيحة والفین ان جبيلة فانه يصح لقلة الجهالة. الى آخره¹ مختصراً، اقول: وفيما نحن فيه الجهالة اشد من الصورة الاولى، فثبه احد الشرطين حاصل والثاني على الخطر ولهن اكان كل على الخطر لجواز ان لا يقع شيئ منهنما فلا يطلق

¹ درمختار باب المهر مطبع مجتہبی دہلی، ۲۰۰/۱

<p>ولاتسأل فتمكنت الجهالة ففسد التسميتان فوجب مهر المثل مطلقاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم</p>	<p>یہاں تو دونوں میں ہونے نہ ہونے کا احتمال ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دونوں میں کوئی بھی حاصل نہ ہو، مثلاً نہ مرد طلاق دے اور نہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو جہالت مؤثر ہوگئی، اور دونوں شرطیں مفقود ہوں گی، لہذا مہر مثل واجب ہوگا، مطلقاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ

از لاہور مسئلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹوکی

مسئلہ ۳۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو کسی قبالہ میں یہ عبارت لکھ دی (جو کچھ تقریبات شادی و غمی خانگی اور خاندانی میں تھوڑا یا بہت صرف ہوگا اس کے سرانجام کا صرف میرا ہے اور آمدنی تنخواہ و دیہی جاگیر سے کچھ علاقہ نہیں) پس تحریر کے بعد قبالہ نویس خود یا بعد وفات قبالہ نویس کے اُس کی اولاد اس شرط کی وفانہ کرے بلکہ زوجہ مذکورہ کو جو کچھ دیا جائے وہ اُس کے دین مہر وغیرہ میں شمار کیا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے آیا قاضی شریعت اس شرط کی ایفا پر قبالہ نویس یا اُس کی اولاد کو مجبور کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ دیا ہوا اس کے دین مہر میں محسوب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

فی الواقع اس وعدہ کی وفا پر شرعاً نہیں کما نص علیہ فی الاشباہ والنظائر وجامع الفصولین (جیسا کہ الاشباہ والنظائر اور جامع الفصولین میں اس پر نص ہے۔ ت) شوہر نے جو کچھ دیا اگر دینے کے وقت مہر کے سوا اور کسی وجہ کا نام لیا جس پر وہ جانب شوہر سے ہبہ و عطیہ قرار پائے جب تو اُسے مہر میں محسوب کرنے کا اختیار نہیں یوں ہی نان و نفقہ واجبہ کو اُس میں محسوب نہ کر سکے گا اگرچہ دیتے وقت نام نفقہ نہ لیا ہو، بلکہ نفقہ ہی ٹھہرے گا۔ یوں نہیں اور اشیاء جواز رُوئے عرف ہدیہ قرار پاتی ہیں اور جو ان تینوں صورتوں سے جدا ہے اُس میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر قسم کہہ دے گا کہ میں نے مہر میں دیا تھا مہر میں محسوب ہوگا۔ یوں نہی بعد شوہر اولاد شوہر جو کچھ بھیجے اور ظاہر حال بسبب عرف و رسم قوم منافی ارادہ مہر نہ ہو، نہ اُنہوں نے صراحۃً غیر مہر کسی اور وجہ کے لئے اُسے قرار دیا ہو تو اُن کا قول بھی معتبر ہے۔

<p>لان المملک ادری بجهة التملیک كما فی عقود الدرۃ وغیرہا۔</p>	<p>کیونکہ مالک بنانے والا ملکیت کی وجہ کو بہتر جانتا ہے، جیسا کہ عقود الدرۃ میں ہے۔ (ت)</p>
---	---

در مختار میں ہے:

<p>لو بعث الی امرأته شیئاً ولم یذكر جهة عند الدفع غیر المهر کقولہ لشبع او حناء ثم قال انه من المهر لم یقبل، لوقوعه هدیة فلا یقلب مهر افقالت هدیة وقال من المهر فالقول له بیسینہ والبینة لها فی غیر المهیأ للاکل ولها فی المهیأ له لان الظاهر یکذبہ ولذا قال الفقیة، المختار انه یصدق فیما لا تجب علیه کخف وملاء ثلاثیاً یجب کخمار ودرع^۱ اه مختصراً۔</p>	<p>خاوند نے بیوی کو کوئی چیز ارسال کی اور دیتے وقت مہر کے علاوہ کسی وجہ کو ذکر نہ کیا ہو مثلاً شمع اور مہندی۔ پھر بعد میں کہا کہ یہ مہر ہے تو خاوند کی بات قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ ہدیہ ہو چکی جو اب مہر نہیں بن سکتا، پھر بیوی کہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند مہر کہے تو خاوند کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مینا نہیں کیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو عورت کے گواہ مقدم ہونگے اور عورت کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ان چیزوں میں جو کھانے کے واسطے مہیا کیں کیونکہ زوج کا ظاہر حال جھٹلاتا ہے، اسی لئے فقیہ نے فرمایا کہ مختاریہ ہے کہ خاوند کی بات کی تصدیق اس صورت میں کی جائے گی جب وہ چیز نفقہ واجبہ میں سے نہ ہو، مثلاً موزہ یا باریک کپڑا اور جو چیز زوج پر واجب ہو اس میں زوج کی تصدیق نہ کی جائے، جیسے دوپٹہ اور قمیص۔ اه مختصراً (ت)</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>قال فی الفتح الذی یجب اعتبار فی دربارنا ان جمیع ما ذكر من الحنطة واللوز والذیق والسكر والشاة الحية وباقیها یكون القول فیها اقول المرأة لان المتعارف فی ذلك كله ان یرسله هدیة والظاهر معها لامعه ولا یكون القول قوله الا فی نحو الثیاب و الجاریة وذكر تأییدہ فی البحر وتقییدہ عن النهر^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>فتح میں ہے: ہمارے علاقے میں جن چیزوں میں بیوی کی بات معتبر ہوگی وہ یہ مذکور ہیں مثلاً گندم، اخروٹ، آنا، شکر اور زندہ بکری وغیرہ (جو چیز مہینہ بھر باقی رہے نہ و سڑے خراب ہو) کیونکہ ان تمام چیزوں کو ہمارے عرف میں ہدیہ دیا جاتا ہے لہذا ظاہر بیوی کا ساتھ دے گا، خاوند کا نہیں، اور خاوند کا قول معتبر نہ ہوگا لونڈی، کپڑا وغیرہ میں — اس کی تائید بحر میں اور اس کی تقیید نہر سے ذکر کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
--	---

مسئلہ ۳۶: مسئلہ مولوی عبدالغنی صاحب از حسن پور ضلع مراد آباد محلہ چاہ کنکر ۸ رمضان ۱۳۲۴ھ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین،

^۱ درمختار باب المهر مطبع مجتبائی، دہلی ۲۰۳/۱

^۲ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۴/۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متوجہان متین در بارہ مہر مہجّل و مہجّل، مہر مہجّل کے کیا معنی ہیں اور منکوحہ کو کس وقت زہر مہر کا مجاز وصول کرنے کا ہے، اور کوئی سبب ہے یا نہیں، اور اس کی کچھ تعداد ہے یا نہیں۔ مہر مہجّل کے کیا معنی ہیں اور کس وقت منکوحہ کو زہر مہر وصول کرنے کا مجاز ہے اور اس کی کوئی تعداد بھی یا نہیں، اور کوئی سبب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مہر تین قسم ہے:

مہجّل کہ پیش از رخصت دینا قرار پایا ہو اُس کے لئے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کر لے رخصت نہ ہو، اور اگر رخصت ہو گئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مطالبہ کرے اور اس کے وصول تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہو۔

دوسرا مہجّل جس کی میعاد قرار پائی ہو کہ دس برس یا بیس برس یا پانچ دن کے بعد ادا کیا جائے گا اس میں جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں اور بعد انقضائے میعاد ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔

تیسرا مؤخر کہ نہ پیشگی کی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معین کی گئی ہو، نو نہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو جیسا کہ آج کل عام مہر یوں ہی بندھتے ہیں اس میں تا وقتیکہ موت یا طلاق نہ ہو، عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں، مہر مہجّل و مہجّل کے لئے شرع مطہر نے کوئی تعداد معین نہ فرمائی، جتنا پیشگی دینا ٹھہرے اس قدر مہجّل ہوگا باقی کی کوئی میعاد قرار پائی تو اتنا مہجّل ہوگا ورنہ مؤخر رہے گا، ہاں اگر کسی قوم یا شہر کا رواج عام ہو کہ اگرچہ تصریح نہ کریں مگر اس قدر پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا قرار دار تصریح بھی اتنا مہجّل ہو جائے گا باقی بدستور مہجّل یا مؤخر رہے گا۔ در مختار میں ہے:

<p>بیوی کو مہر مہجّل کل یا بعض جتنا بیان ہوا یا عرف میں جتنی مقدار مہجّل ہوتی ہے وصول کرنے کے لئے خاوند کو وطی اور اس کے دوائی سے منع کرنے کا حق ہے اگرچہ زوجہ کی رضا مندی سے پہلے وطی یا خلوت ہو چکی ہے اسی پر فتویٰ ہے (یعنی رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل مقرر نہ کی گئی ہو، اگر مدت یا تعجیل مقرر ہو چکی ہو) تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا (ت)</p>	<p>لہا منعه من الوطی ودواعیہ ولو بعد وطء وخلوة رضیتہما لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ اوبعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفاً بہ یفتی ان لم یؤجل اور یعجل کلہ فکما شرطاً¹</p>
--	--

¹ در مختار باب المہر مطبع مجتہائی دہلی ۲۰۲/۱

ردالمحتار میں ہے:

لو مات زوج المرأة او طلقها عبد عشرين سنة مثلاً من وقت النكاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او لطلاق لا من وقت النكاح ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر خاوند فوت ہو جائے یا نکاح سے بیس سال بعد فوت ہو یا اس نے طلاق دی ہو تو بیوی کو مؤخر مہر طلب کرنے کا حق ہے کیونکہ بیوی کے لئے موت یا طلاق کے بعد ہی مہر کے مطالبہ کا حق ثابت ہوتا ہے نہ کہ وقت نکاح سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

مسئلہ ۷۳۳۷:

سوال اول

حضور! اول یہ بتادیتے کہ بلا تعین مہر نکاح ہوگا یا نہیں، اگر لفظ شرعی مہر کہا جائے اور کوئی تشریح نہ کی جائے تو کس قدر مہر سمجھا جائے گا، بینواتوجروا

الجواب:

نکاح بلا تعین مہر بلکہ نفی مہر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل دینا آتا ہے یونہی مہر شرعی کہنے سے بھی، جبکہ ان کی اصطلاح میں اس سے کوئی خاص مقدار مثلاً اقل درجہ مہر یا مہر حضور بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مراد نہ ہو ورنہ جو ان کی اصطلاح معروف ہے وہی لازم آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم

مہر شرعی جو بنات صالحات کا لکھا ہے چار سو مثقال چاندی کا، آج کل کے سکہ سے کس قدر روپے ہوئے ہیں؟

الجواب:

چار سو مثقال چاندی مہر حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں تک کے سکے سے ایک سو ساٹھ^{۲۰} روپے بھر چاندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال سوم

مہر جو ازواجِ مطہرات کا پانچ سو درہم کا سوائے بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہ دو ہزار قدیقہ یا پانچ سو دینار کا لکھا ہے سکہ مروّجہ سے کس قدر ہوتے ہیں؟ وزن درم اور اوقیہ مثقال اور دینار کی صراحت فرمادیتے۔

الجواب:

پانچ سو درم کے اس سکہ رائج سے ایک سو چالیس روپے ہوتے ہیں۔ درم شرعی تین ماشے ایک رقی اور

^۱ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

پانچواں حصہ رتی کا، اور مثقال کہ وہی وزن دینار شرعی ہے ساڑھے چار ماشے، ایک اوقیہ چالیس درم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہارم

اقل درجہ دس درم شرعی کے سکہ مروّجہ سے کئے روپے ہوتے ہیں؟

الجواب:

دس درم کے اس سکہ سے دو روپے تیرہ^۳ آنے ایک پیسے کا پانچواں حصہ، دو سو^{۲۰۰} درم کے پورے چھپن^{۵۶} روپے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال پنجم

آج کل جو حیثیت سے زیادہ مہر باندھا جاتا ہے جس کے ادا کی کوئی صورت حالت موجودہ سے نہیں ہے دل میں یہ خیال کر لینا کہ کچھ دینا تو نہیں پڑتا ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے قبول کر لو، ایسے خیال سے کوئی نکاح میں تو نقص نہیں آئے گا؟

الجواب

نکاح میں کوئی نقص نہیں مگر ایسا خیال عند اللہ سخت قبیح و شنیع ہے یہاں تک کہ حدیث میں ارشاد ہوا جو مرد و عورت نکاح کریں اور مہر کے دینے لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اُسے دین نہ سمجھیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال ششم

وہ کون سی صورت طلاق کی ہے کہ ایک جوڑی کپڑے پانے کی زوجہ مستحق ہے۔

الجواب

نکاح جب بلا تعین مہر ہو اور عورت کو قبل خلوت طلاق دی جائے تو ایک جوڑا واجب آتا ہے جس کی قیمت پانچ درم شرعی سے کم نہ ہو اور عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ نہ ہو ان دو حدوں کے اندر، اگر مرد و زن دونوں غنی ہوں اعلیٰ درجہ کا واجب ہوگا اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر ایک غنی تو اوسط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔^۱

۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسئلہ ۴۳: از موضع دیوری نیا ضلع بریلی مسئلہ مسیح الدین صاحب

زید کی بی بی ہندہ کو اس کے میکے والوں نے محض جھوٹی خبر پر کہ ہندہ کو سسرال والے زہر دے دیں گے روک رکھا ہے اور اُن کا یہ ارادہ ہے کہ ہندہ کا دین مہر وصول کر کے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کر دیں، آیا قبل طلاق دینے شوہر کے ہندہ کے دین مہر کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں، اور اس کا دوسری جگہ نکاح کر دینا جائز ہے یا نہیں، اور اسے

^۱ السنن الکبریٰ باب ما جاء فی حبس ارضادر بیروت ۲/۲۴۲، کنز العمال حدیث مؤسسة الرسالة بیروت ۱۶/۳۲۳

روک رکھنا جائز ہے یا نہیں، ہندہ کا مہر سوا لاکھ روپیہ ہے جس میں نصف معجل ہے اور نصف غیر معجل، مگر معجل میں زمانے کی کوئی حد نہیں ہے۔

الجواب:

آدھا مہر یعنی ساڑھے باسٹھ ہزار روپیہ تک ادا نہ کرے زید کو ہندہ کے بلانے کا کوئی اختیار نہیں، اور میکے والے ہندہ کو روک سکتے ہیں قبل طلاق اگر نکاح کر دیا جائے حرام و زنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۴ تا ۴۵: از مراد آباد محلہ مقبرہ مرسلہ حاجی کریم بخش صاحب ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) زوج نے زوجہ کے نام کچھ زمین مہر معجل میں دے دی اور غیر معجل مہر شوہر کے ذمہ ہے، زوج سے لڑکی تولد ہوئی یا لڑکا تولد ہوا، اب زوج زوجہ سے ناراض ہے اور طلاق دیتا ہے، اب وہ معاملہ برادری کے بچوں میں ہے، اگر بچہ معجل واپس کر لیں اور غیر معجل بھی نہ دلائیں اور کچھ روپے مسماتہ کو دے کر رضامند کر لیں اور زوج سے طلاق دلوادیں تو ایسے بچوں پر کیا حکم ہے، اور زوجہ سے مہر معجل واپس کرنے کا کچھ گناہ ہے یا نہیں، اور بچوں کو کس بات کا زیادہ لحاظ رکھنا لازم ہے، اور اگر بچہ کسی کی رعایت کر کے فیصلہ کریں تو کیا کچھ گناہ ہے؟

(۲) جو معاملات برادری کے متعلق طے ہوں اور شریعت سے باہر ہوں تو کیا گناہ ہے؟

الجواب:

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، قال تعالیٰ: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي مَا أَفْتَدَتْ بِهِ^۱ (عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی حرج نہیں۔ ت) ہاں اگر بچوں نے اُسے ناجائز طور پر دبا تو گناہگار ہوئے اور عورت کے حق میں گرفتار، جن معاملات میں شریعت مطہرہ نے اپنے حق کے لئے کوئی حکم خاص فرمایا ہے اُس کا اتباع مسلمانوں پر فرض، کسی کی رضامندی اس کی مخالفت کو جائز نہیں کرتی جیسے سود کہ اگر لینے دینے والا دونوں راضی ہوں جب بھی حرام قطعی ہے اور جن امور میں شرع نے اپنے حق کیلئے کوئی حکم نہ فرمایا جو ممانعت ہے وہ بندہ کے حق کے سبب ہے اُن میں اگر صاحب حق راضی ہو جائے تو ممانعت نہ رہے گی جیسے پر ایامال پُر لینا حرام اور اُس کی خوشی سے حلال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ القرآن الکریم ۲۲۹/۲

مسئلہ ۴۷۴۶: از شمسرام ضلع گیامرسلہ سراج الدین احمد صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

(۱) اصناف تعین مہر میں کہ مہجّل وموہجّل ومثل ہے مہجّل میں کلام نہیں اور موہجّل میں کابین کالکھنا ضرور ہے یا نہیں ہے، ہے تو موافق شریعت کے مضمون کیا ہے؟

(۲) مہر مثل ازواج مطہرات رسول علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کہ امہات المومنین والمومنات ہیں کافضل یا خاندانی مثل ام وعمہ، عروس وداماد۔

الجواب:

(۱) مہر مہجّل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور موہجّل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کی جائے گا، اور موخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرانہ اُس کا کوئی وقت معین کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں، موہجّل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالیٰ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰیْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاَکْثِبُوْا ^۱	اے ایمان والو! جب تم ادھار لین دین مقررہ مدت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)
--	---

تفسیر احمدی میں ہے:

فی الزاھدی ان الایۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل ^۲ ۔	زادہی میں ہے کہ یہ آیہ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سودا جس میں مدت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے (ت)
--	---

مدارک التنزیل میں ہے: الامر للندب^۳ (آیہ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ ت) لباب التأویل میں ہے: وهو قول جمہور العلماء^۴ (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ ت) اور مضمون میں وہی طریقہ معہودہ کافی ہے جو تمسکات میں رائج ہے کہ میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں میں نے فلاں تاریخ فلاں بنت فلاں بن فلاں سے اتنے مہر پر نکاح کیا جس کی ادا اتنے دنوں بعد قرار پائی ہے (اقرار کرتا ہوں کہ مہر مذکور میعاد مذکور ادا کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ازواج مطہرات کا مہر کس کے لئے مہر مثل ہو سکتا ہے، ان کے مثل کون ہے، مہر مثل سے اپنے

^۱ القرآن الکریم ۲۸۲/۲

^۲ تفسیر احمدیہ تحت آیۃ اذا تداینتم بدین الخ (پ ۳) مطبعہ کریمہ، بمبئی، بھارت ص ۱۷۵

^۳ مدارک التنزیل (تفسیر النفسی) تحت آیہ مذکورہ دارالکتاب العربی بیروت ۱۳۹/۱

^۴ لباب التأویل (تفسیر خازن) مصطفی البابی مصر ۳۰۵/۱

خاندانِ پدری کا مہر مراد ہے بہن پھوپھی وغیرہ عمر و مال و جمال و بکارت وغیرہا میں اس کے مثل ہیں، ازواجِ مطہرات امہات المومنین ہیں امہات المومنات نہیں، ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

انا امر جالکم و لست امر نسائکم۔ ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔	میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم
---	--

مسئلہ ۴۸: از بجواڑ اکاٹھیا واڑ مرسلہ حاجی عبداللطیف صاحب ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

تجدید نکاح میں مہر کم از کم کتنا باندھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب:

مہر کی مقدار کم از کم دس ۱۰ درم بھر چاندی ہے جس کی مقدار تقریباً دو روپے پونے آنے تیرہ آنے بھ رہوئی، باقی جوا احکام مہر کے ابتدائی نکاح میں ہیں وہی تجدید نکاح میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی ناکتہ کا نکاح کسی شخص سے کر دیا اور وہ شخص بلا قربت کئے اپنی بی بی کے مر گیا اور کسی طرح کی کوئی بات چیت نہیں کی یعنی کسی طرح کا کوئی فعل نہیں کیا اب علمائے دین فرمائیں کہ اس لڑکی ناکتہ کا کتنا مہر اس کے شوہر کے مال یا جائداد وغیرہ سے چاہئے نصف یا پورا، اور اگر اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کرنا چاہیں تو کتنے دنوں کے بعد کیا جائے، بعض شخص کہتے ہیں کہ ایسے نکاح کی عدت نہیں ہوتی ہے کیونکہ جب اس کے شوہر نے اس قربت ہی نہیں کی تو عدت کس چیز کی کرنا چاہئے، اور بعض کہتے ہیں کہ تین ماہ کی عدت کے بعد نکاح ایسے کا جائز، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ لوگ غلطی پر ہیں یا صحیح پر، اور جو لوگ غلطی پر ہوں شریعت کو نہ مانتے ہوں ان کے لئے کیا سزا شرع اطہر میں ہے فقط، بینوا توجروا۔

الجواب:

سزا پوچھنا لغو ہے، آج کون کس کو سزا دے سکتا ہے جو شریعت کو نہ مانے جہنم میں سزا پائے گا، جب شوہر مر جائے پورا مہر واجب ہوتا ہے اگرچہ ایک نے دوسرے کی صورت نہ دیکھی ہوں اور چار مہینے دس دن کی عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ درمنثور بحوالہ ابن سعد وابن المنذر والبیہقی تحت آیہ اولی بالمومنین الخ آیت اللہ العظمیٰ المرعشی ایران ۵ / ۱۸۳

مسئلہ ۵۰: از بلام پور ضلع گونڈہ مرسلہ سکند ماسٹر مڈل اسکول ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

بکراپی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ کر دینے کے لئے چند شرائط پر تیار ہے زید جو سلسلہ ملازمت میں ۲۰ روپیہ ماہوار سے زائد حیثیت نہیں رکھتا ہے حسب حیثیت تنخواہ زائد سے زائد کتنے روپیہ پر اُس کا مہر شرعی ہونا جائز ہے اور حیثیت سے زائد مہر ہونے پر کیا مواخذہ ہے؟

الجواب:

حیثیت سے زائد مہر نامناسب ہے کوئی گناہ نہیں جس پر مواخذہ ہو فان المال غاد ورائع (مال آنے جانے والی چیز ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱: از شہر بریلی محلہ صندل بازار مرسلہ نواب نثار احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ شرعی سے مہر عورت مذکورہ متوفیہ کا شوہر یا ورثہ شوہر بخشوالیں تو شرعاً جائز ہو گا یا نہیں۔

الجواب:

وارثان زن میں جو عاقل بالغ معاف کرے گا اُس کا حصہ معاف ہو جائے گا اگر سب عاقل بالغ ہوں اور سب معاف کر دیں تو سب معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک فاحشہ سے توبہ کر کے نکاح کیا بروقت عقد نکاح مہر شرعی پیہری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مقرر ہوا تھا اور اُس کے قبیلہ کی کوئی عورت نہیں بلکہ اُن کا نکاح بھی نامعلوم، اب مہر مچل معلوم نہیں ہو سکتا، زید نے اس کو قرآن مجید پڑھوایا، اب بعد فوت زید کے وہ عورت زید کو سخت سخت گالیاں دیتی ہے، یہاں تک کہ ولد الزنا بھی کہہ دیتی ہے، وہ لوگ کہ زندگی زید میں اُس کے سامنے نہ آئے تھے اب برابر آتے ہیں، راتوں کو گھومتی ہے، وکیلوں کے پاس جاتی ہے، اب وہ کل اشیاء پر دعویٰ کرتی ہے، مکان بیچنا چاہتی ہے تو اب اُس کا کتنا مہر از روئے شرع شریف نکلتا ہے اور اس کی گفتگو ہے کہ وہ کہتی ہے مر گیا وہ جہنمی جو مجھ کا یہاں چھوڑ گیا، پڑیں اس کے لاشے میں کیڑے، تین بھائی اور والدین اور ایک ہمیشہ بھی ہے۔

الجواب:

اُس کے اقوال افعال کی سزا اللہ کے یہاں ہے اس سے اُس کا مہر یا حصہ نہیں جاتا مہر شرعی پیہری سے اگر لوگوں کے عرف میں اقل مقدار مہر مراد ہوتی ہے تو وہ دس اور مہر یعنی دو سو روپے پونے تیرہ آنے اور ۵/۳ پائی

اور اگر اُن مراد مہر حضرت بتول زہر ارضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوتی ہے تو وہ چار سو^{۱۰۰} مثقال چاندی یعنی یہاں کے ایک سو ساٹھ^{۱۲۰} روپے بھر، اور اگر مہر ازواج مطہرات مراد ہے تو پانسو درم یعنی یہاں کے ایک سو چالیس^{۱۴۰} روپے، اور اگر کوئی خاص رقم ان کے ذہن میں نہیں تو مہر مثل لازم آئے گا جو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی یا ایک سو چالیس روپے سے زائد نہ ہو کہ یہ قلت ضرور مراد ہوتی ہے، یہاں کے کثیر التعداد مسروں سے بھاگنے کے لئے یہ لفظ عوام نے وضع کیا ہے تو اُن سے زیادہ نہ دیا جائے گا، وارث اگر کئی کا دعویٰ کریں تو بحلف کہیں کہ ایسی عمر و شکل کی بازاری عورت کا مہر مثل اتنا ہوتا ہے یا حکم تجویز کرے جو اس مقدار سے زائد نہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۳: از ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں صاحب کلرک مہاندی ڈویژن دفتر ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مہر معجل کی شرط ادا کیا ہے، اور زید کا نکاح ہندہ سے بمسمر معجل قرار پایا لیکن عرصہ دراز تقریباً ۲۵ سال کا گزرا کہ وہ مہر معجل ادا نہ ہو، ایسی حالت میں کیا معجل مؤجل ہو سکتا ہے یا اس مہر کا استحقاق جاتا رہا، در صورت حیط استحقاق آ یا زید اور ہندہ کی خلوت صحیح ہوئی۔ بینوا تو جروا
الجواب:

ادانہ ہونے سے مہر کا استحقاق کبھی نہیں جاسکتا، اور جو معجل ٹھہرا ہے وہ ہمیشہ معجل ہی رہے گا جب تک عورت اُسے اپنی رضا سے مؤجل نہ کر دے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وہ جب تک عورت اُسے اپنی رضا سے مؤجل نہ کر دے، پچیس برس مطالبہ نہ کرنا اُس کے حق میں فرق نہیں لاتا، وہ اب بھی جس وقت چاہے اپنے مہر معجل کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جب تک نہ ملے اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے، در مختار میں ہے:

<p>(ولہا منعه من الوطی) ودواعیہ شرح مجمع (والسفر ہے۔ شرح مجمع، سفر سے بھی، اگرچہ برضائے زوجہ وطی اور خلوت ہو چکی ہو کیونکہ ہر وطی مہر پر معقود ہوتی ہے) (یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم آتا ہے) تو بعض بدل دینے سے باقی کا دے دینا ثابت نہیں ہوتا، جتنا مہر معجل بیان کیا ہو اس کی وصولی کے لئے وہ کل مہر ہو یا بعض، عورت اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>(ولہا منعه من الوطی) ودواعیہ شرح مجمع (والسفر بہا ولو بعد وطی و خلوة رضیتھا) (لان کل وطأة معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی) (لاخذ ما بین تعجیلہ) من المہر کلہ او بعضہ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

^۱ رد المحتار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۲

مسئلہ ۵۴:

ازمدن پور مرسلہ عزیز الدین صاحب

۲ رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ہمارے یہاں رواج ہے کہ مہر کی تفصیل نہیں ہوتی، اور بعض لوگ کرتے بھی ہیں تو اس طرح کہ زیور وغیرہ مہر معجل دیتے ہیں اور بعض قاضی مہر معجل نام رکھ دیتے ہیں ورنہ علی العموم نہ معجل نام رکھتے ہیں نہ مؤجل، تو ایسی حالت میں ہندہ اپنے شوہر زید سے مطالبہ دین مہر کر سکتی ہے یا نہیں کہ پہلے میرا مہر ادا کر دو تو میں اپنے والدین کے یہاں سے رخصت ہوں تمہارے گھر چلوں گی، اور حال یہ ہے کہ فی الحال زید کو مہر ادا کرنے کی قدرت بھی نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ نہ مہر معجل ٹھہرا رخصت سے پہلے ادا کیا جائے نہ مؤجل کہ اتنی مدت معین گزرنے پر دیا جائے یا جتنا معجل ٹھہرا تھا وہ زیور وغیرہ دے کر ادا ہو چکا ہو، باقی نہ معجل ٹھہرا نہ مؤجل خواہ قاضی نے غیر معجل کہہ دی یا کچھ نہ کہا ہو تو اب ہندہ کو جب تک طلاق یا دونوں میں سے ایک کی موت نہ واقع ہو مہر گز مطالبہ مہر کا کچھ حق تھا نہ وہ اس لیے رخصت سے انکار کر سکتی ہے اگرچہ زید کو فی الحال ادائے مہر کی لاکھ قدرت ہو۔ ردالمحتار کتاب القضاء میں قبیل باب التحکیم ہے:

لو مات زوج المرأة او طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من وقت النكاح فلها طلب مؤخر المهر لان حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق لا من وقت النكاح ۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر خاوند فوت ہو جائے یا نکاح سے بیس سال بعد طلاق دے تو بیوی کو مؤخر کردہ مہر طلب کرنے کا حق ہے، کیونکہ اس مہر کے مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ نکاح کے وقت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۵۵:

ازرچھامرسلہ رفیق احمد صاحب

۸ رجب شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۸ھ

ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا تو اپنا مہر معاف کر دے، اس نے کہا کہ میں معاف نہیں کرتی، اس پر اس کے خاوند نے سخت پریشان کیا اور تنگ رکھا اور ساس سسر نے بھی برا بھلا کہا لہذا وہ عورت اپنے ماں باپ کے یہاں آ گئی ہے، اس کا خاوند لینے آیا تو اس نے سوال کیا کہ میں اپنا مہر جب تک کل نہ لوں گی جب تک جاؤں گی، اس کے خاوند نے کہا کہ ہم تم کو زبردستی پکڑ لے جائیں گے، اور یہ بھی کہا کہ تو مہر کا کیا کرے گی، تو اس نے کہا کہ میں مسجد بنواؤں گی۔ اب عرض یہ ہے کہ بیخ لوگ بلا مہر ادا کرائے

^۱ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۳

اس کو زبردستی لے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ میاں بیوی میں نا اتفاقی ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

بیانِ سائل ہوا کہ مہر بلا میعاد ہے، لہذا قبل موت یا طلاق اُس کے مطالبہ کا عورت کو کچھ اختیار نہیں، نہ اس کی وجہ سے اپنے مہر آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے، اُسے شوہر کے یہاں جبراً جانا ہوگا اور شوہر پر حرام قطعی ہے کہ اس پر معافی مہر کا جبر کرے، اور اگر جبر کر کے معاف کرالے گا معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶: از راسمہ تحصیل گوجر خاں ڈاک خانہ جاتلی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ ایک مرد اور زوجہ صرف اول روز ایک کوٹھے میں رہے اور دشمن گرد گرد کوٹھے کے مارنے کے لئے کھڑے رہے ہیں، اور زوجین کو بھی یہ حالت معلوم تھی، علی الصباح اس مرد نے عورت کو طلاق دے دی ہے، مرد دخول کا مقرر اور عورت منکر ہے، اب یہ دخول یا خلوت صحیحہ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

الجواب:

اگر کوٹھے کا دروازہ اندر سے بند ہے اور مسقف ہے یا دیواریں بلند ہیں کہ دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ نہیں تو خلوت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

تصح علی سطح کا نافوقہ وحدہما وامننا من صعود احد الیہما ^۱ اہملتقط۔	ایسی سطح ہو جس پر صرف دونوں میاں بیوی ہوں اور کسی تیسرے کے وہاں چڑھنے سے بے فکر ہوں تو خلوت صحیح ہے اہ ملتقط (ت)
--	--

صورت اگر پہلی تھی تو عورت کا دخول سے انکار بیکار ہے کہ مہر کامل بہر حال لازم ہو گیا، دخول ہوا یا نہیں، ہاں صورتِ ثانیہ میں شوہر کا کہنا کہ دخول ہوا کل مہر لازم ہونے کا اقرار ہے اور عورت کا انکار اس کا رد ہے اور اقرار مقررہ کے انکار سے رد ہو جاتا ہے تو صرف نصف مہر پائے گی هذا ما ظہر لی (یہ جو مجھے معلوم ہوا) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۷: از پندول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت اللہ شاہ صاحب خاکی بوڑھا ۹ محرم ۱۳۳۹ھ اگر کسی نے بی بی کے نزع کے وقت اس سے کہا کہ میرا دین مہر معاف کیا اس نے زبان سے بوجہ

^۱ رد المحتار باب المہر مطلب فی احکام الخلوة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۰/۲

آواز بند ہو جانے کے جواب نہ دیا لیکن سر ہلادیا تو اس کا دین مہر معاف ہوا یا نہیں؟

الجواب:

مرض الموت میں مہر کی معافی بے اجازت دیگر ورثاء معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸: ازاد بیوپر میواڑ ہاتھی دروازہ مدرسہ شرفیہ مسئلہ عبدالرحیم خلف مولوی شرف شاہ صاحب ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ
ایک شخص وزیر خاں نے دو عورتیں کیں اور ہر دو عورتیں کے تین تین بچے ہیں، سابق عورت کو بوجہ معمولی لڑائی کے طلاق دے کر ایک طلاق کی تحریر لکھ دی، اس میں یہ مضمون درج کیا کہ جو کہ تیرا مہر ہے اُس میں تیرے بطن کے دونوں بچے تجھ کو مہر میں دے۔ اور حمل سے بھی تھی، بعد طلاق کے لڑکی بھی پیدا ہوئی، وزیر خاں فوت ہو گیا، بعد عدت کے اس عورت نے نکاح ثانی کر لیا، اب یہ اس وقت بالکل بچے بالغ ہیں اور آوارہ ہیں، سو یہ لڑکے جدی حق پانے کے حقدار ہیں یا نہیں۔

الجواب:

دونوں لڑکے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مال میں حصہ پائیں گے اور طلاق شدہ اگرچہ حصہ نہ پائے گی مگر مہر کی مستحق ہے، اور وہ جو کہہ دیا تھا کہ دونوں بیٹے تیرے مہر میں دے فضول تھا اس سے مہر ادا نہیں ہوتا، ہاں اگر عورت نے یہ کہہ دیا ہو کہ دونوں بیٹے میرے دو میں نے مہر چھوڑا، تو مہر نہ پائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹: از کرلی گنج ضلع زسنگ پور ڈاک خانہ و تحصیل زسنگ پور مسئلہ الہ بخش صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

زید اپنی عورت ہندہ کو عرصہ تقریباً پانچ سال سے علیحدہ کئے ہوئے ہے، ہندہ کے ماں باپ اس عرصہ مذکورہ میں چند مرتبہ اپنی لڑکی کو زید کے گھر چھوڑ آئے لیکن بوجہ عدم توجہی زید، زید کے ماں بہن ہندہ کے اقسام اقسام کی تکالیف دیتے ہیں جو اس سے برداشت نہیں ہو سکتیں، مزید برآں نان نفقہ کی بھی کفالت نہیں کرتا، نہ اس کو رخصت دیتا کہ وہ اپنا دوسرا تدارک کرے اور مہر ہندہ زید مہر کچہری سے پانے کی مستحق ہو سکتی ہے یا نہیں اور اپنے نفس کو اس سے علیحدہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ زید کی نیت صرف اُس کو اور اس کے ماں باپ کو اذیت پہنچانی ہے، ورنہ اس کا وجہ کفاف ایسا ہے کہ وہ اپنی زوجہ متوسط حالت پر نان نفقہ کی کافی طور پر امداد پہنچا سکتا ہے، اس لئے عرض ہے کہ موافق شرع شریف جو ہندہ کے حق میں انبہ ہو اس سے ابلاغ فرمایا جائے۔

الجواب:

مہراگر واقعی مجمل بندھا ہے تو ہندہ ہر وقت اس کا مطالبہ کر سکتی ہے، زید نہ دے تو بذریعہ ناش وصول کرے، اور جب تک نہ ملے ہندہ کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو زید روکے اور اس کے گھر نہ جائے، اور اس روکنے کی وجہ سے ہندہ کا نان نفقہ زید سے ساقط نہ ہوگا۔

لأنها منعت بحق فلم تكن ناشئة والمسئلة في الدر المختار من الاسفار۔	کیونکہ بیوی نے اپنے حق کے لئے خاوند کو منع کیا ہے لہذا نافرمان نہ ہوگی، اور مسئلہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)
---	--

ہاں یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موت شوہر وانقضائے عدت دوسرے سے نکاح کر کے، قال تعالیٰ: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۱ (شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۰: از شہر محلہ برہمپور مسئلہ حاجی شاہ محمد عرف کمال اللہ شاہ صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ معصومہ من زوجہ لعل محمد کے مہر کا حال اس طرح معلوم ہوا ہے کہ وہ خود کہتی ہے کہ میرا ایک سودس روپیہ کا مہر ہے اور وکیل و گواہ نکاح مسماۃ مذکورہ کے فوت ہو گئے کوئی زندہ نہیں ہے، اس کے چچا زاد بہنیں چار ہیں جن میں سے تین کے مہر کی تعداد معلوم نہیں، سب یہی کہتے ہیں کہ شرع پیغمبری تھا اور ایک چچا زاد بہن کا مہر مبلغ پانچ سو روپے ہونا معلوم ہوا ہے جو کہ مسمیٰ ننھے کی زوجہ ہے، ایسی صورت میں مسماۃ معصومہ کا مہر کیا قائم کیا جائے گا؟

الجواب:

جبکہ عوت ایک سودس روپے اپنا مہر بتاتی ہے اور اس سے زائد بھی اس کے خاندان میں باندھا گیا ہے اور اس کے خلاف پر کوئی شہادت نہیں تو اس پر اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف سے کہہ دے کہ میرا مہر ایک سودس روپے بندھا تھا تو ایک سودس دلائے جائیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

امراة ادعت علی زوجها بعد موته ان لها عليه الف درهم من مهرها فالقول قولها الى تمام مهر	اگر خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد بیوی نے دعویٰ کیا کہ میرے مہر کے ہزار درہم اس کے ذمہ ہیں تو اس کی بات مہر مثل کی حد تک قابل قبول ہوگی، محیط السرخسی
---	---

^۱ القرآن ۲۴/۴

میں ایسے ہی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مثلاً کذا فی محیط السر خسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۱:

از شہر محلہ بہاری پور مسئلہ حاجی کفایت اللہ صاحب

۹ صفر ۱۳۳۹

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ بہت محتاج ہے اور خانہ ویران، بظاہر کوئی حیلہ رزق نہیں رکھتی، اس کا بھائی زید مزدوری کر کے لاتا ہے اس میں دونوں گزر کر لیتے ہیں، ہندہ کے خسر نے بعد اپنی موت کے ایک مکان تقریباً ڈھ سو گز وسعت کا چھوڑا جواب ٹوٹ پھوٹ گیا، اس کے دو وارث ہوئے، ہندہ کا اپنی شوہر اور دوسرا ہندہ کا جیٹھ، ہندہ کے جیٹھ نے اپنا حصہ اپنے لڑکے کو دے دیا، اب ہندہ کے شوہر کے حصے پر قبضہ کر کے بیچنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اس میں ہندہ کا کیا حق ہے اس واسطے کہ میرے بھائی کو غائب ہوئے تقریباً تیس برس ہو گئے، غالباً مر گیا، کیونکہ پانچ چھ برس سے اُس کی خبر نہیں، اور قانون کہتا ہے کہ تیس برس کے بعد دعوٰی مہر نہیں چل سکتا ہے اور وکیل کہتا ہے کہ دعوٰی مہر کرو تم کو ملے گا، اور وکیل یہ رائے دیتا ہے کہ تمہارا دعوٰی چلے گا اس صورت میں کہ ہندہ کہے میرے شوہر کے مرنے کی خبر تو تم نے مجھے آج دی ہے میں ابھی تک اپنے آپ کو بیوہ نہیں جانتی تھی میں جانتی تھی کہ وہ زندہ ہے اگر اب تم کہتے ہو کہ مر گیا تو آج سے تین برس تک مہر طلب کرنے کا مجھ کو حق ہے ہندہ کے عزیزوں میں سے کسی مہر کی تعداد یاد نہیں اس نکاح کو کم و بیش چالیس برس ہوئے ہوں گے ہندہ کو خوب یاد ہے کہ میرا مہر دو سو^{۲۰۰} روپے تھا اور میں سننتی ہوں کہ میری والدہ اور پھوپھی کا مہر بھی دو سو^{۲۰۰} روپے تھا اور اب میری بھتیجیوں اور میرے بھائیوں اور میرے بھائیوں کا مہر بھی دو سو^{۲۰۰} روپے ہے اب ہندہ کے اقوال پر اُن کا حق شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دو سو^{۲۰۰} روپے کا تھا، ان کے لئے کچھری میں اس کا حق شرعی دلانے کے لئے یہ کہہ دینا جائز ہوگا یا نہیں کہ ہاں دو سو^{۲۰۰} روپے تھا، ان لوگوں کی گواہی پر اگر اُس کا حق ان شاء اللہ تعالیٰ ملے گا تو اس کا جینا اور مرنا آسانی ہو جائے گا کسی وقت ہندہ کے جیٹھ نے ہندہ کی خبر نہیں لی کہ وہ کس حالت میں ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

ہندہ جبکہ دو سو^{۲۰۰} روپے مہر بیان کرتی ہے اور اُس وقت کا کوئی گواہ نہیں اور ثابت ہو کہ یہ اس کا خاندانی مہر مثل ہے تو ضرور دو سو^{۲۰۰} روپے دلائے جائیں گے، گواہوں کی گواہی یہ جائز نہ ہوگی ہمارے سامنے دو سو^{۲۰۰} روپے کا مہر بندھا تھا، بلکہ یہ گواہی دینا کہ اس کا مہر مثل دو سو^{۲۰۰} روپے ہے، یہی گواہی اس کی ڈگری کے لئے کافی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۲/۱

مسئلہ ۶۲: حفیظ اللہ خاں صاحب محلہ ٹیکور قصبہ چنار پوسٹ آفس چنار ضلع مرزاپور ۱۸ جمادی الآخر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سال بھر اور تین ماہ پردیس رہا بعدہ، جب اپنے مکان پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی کو آٹھ مہینے کا حمل ہے موقع سے وہ شخص مذکورہ طلاق دینے پر آمادہ و تیار ہے ایسی حالت میں بعد طلاق کے وہ عورت کچھری مجاز میں مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً مہر پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا
توجروا

الجواب:

اس وجہ سے اُس کا طلاق پر آمادہ ہونا محض ناواقفی ہے، شریعت میں حمل کی مدت دو برس کامل ہے اتنی مدت تک بچہ بیٹ میں رہ سکتا ہے اور دایہ وغیرہ کی یہ شناخت کہ آٹھ مہینے کا ہے کچھ معتبر نہیں، بہر حال اگر طلاق دے گا مہر واجب الادا ہوگا اور اگر مرد کی جھوٹی بدگمانی بالفرض صحیح ہو جب بھی عورت مہر کی مستحق ہے کہ معاذ اللہ زنا سے مہر ساقط نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳: ۱۲ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن کے ساتھ نکاح کیا، نکاح دوم جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہوگی وہ کسی ہوگی؟ اور زید کا مترکہ پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اور یہ نہیں دونوں عورتوں مہر پانے کی مستحق ہیں یا نہیں؟

الجواب:

زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے، قال تعالیٰ: وَأَنْ تَجْعُوا بَيْنَ الْأُحْشَيْنِ^۱ (حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں جب تک اس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی اس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی ولد حلال ہے اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو وہ بھی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں، دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید ہوئیں زید کا ترکہ پائیں گی کہ نسب ثابت ہے، ہاں زوجہ ثانی ترکہ نہ پائے گی کہ نکاح فاسد سے ہے، دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں پہلی مطلقاً اور دوسری اس صورت میں کہ حقیقہً اس سے جماع کیا ہو فقط خلوت کافی نہیں، پھر اپنا پورا مہر پائے گی اور دوسری مہر مثل، اور جو مہر بندھا تھا ان دونوں میں سے جو کم وہ پائے گی، در مختار میں ہے:

^۱ القرآن الکریم ۲۳/۴

<p>يجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود¹ (ومثله تزوج الاختين معاً ونكاح الاخت في عدة الاخت² آھش) بالوطي في القبل لا بغیره كالخلوة ولم يزد على المسمى لرضاهما بالخط ولو كان دون المسمى لرضاهما مهر المثل³۔</p>	<p>نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے، نکاح فاسد وہ ہے جس میں صحتِ نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو جیسے گواہ نہ ہوں، اور اسی طرح ہے دو بہنوں سے اکٹھا نکاح کرنا، اور ایک بہن کی عدت میں دوسری سے نکاح کرنا آھش) نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے اور صرف وطی سے واجب ہوتا ہے کسی اور چیز سے نہیں مثلاً خلوت سے نہیں اور یہ مہر مثل، مقررہ سے زائد نہ ہوگا بسبب راضی ہو جانے عورت کے کئی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہو مہر مستی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم آئے گا۔ (ت)</p>
--	---

ہدایہ باب النکاح الرتیق میں ہے:

<p>بعض المقاصد في النكاح الفاسد حاصل كالنسب ووجوب المهر والعدة⁴۔</p>	<p>بعض مقاصد نکاح فاسد میں حاصل ہو جاتے ہیں، جیسا کہ نسب، وجوب مہر اور عدت (ت)</p>
---	--

در مختار میں ہے:

<p>يستحق الارث بنكاح صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعاً⁵۔ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>وارث کا استحقاق صحیح سے ہوتا ہے لہذا فاسد یا باطل نکاح سے وارث کا استحقاق بالاجماع نہ ہوگا۔ (ت) والله تعالى اعلم</p>
---	---

مسئلہ ۶۲: از رامپور مدرسہ انوار العلوم مسئلہ جلال الدین پٹھان ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ مدعیہ نے اپنے گواہان سے یہ ثابت کیا کہ میرا دین مہر ایک لاکھ روپے کا تھا، فریق ثانی نے گواہان سے اس امر کا ثبوت پیش کیا کہ کہ ہندہ کا دین مہر دس ہزار روپے کا تھا، صورتِ مسئلہ میں گواہان کئی مہر کے معتبر ہوں گے یا زیادتی

¹ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۱۱

² رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵/۲

³ در مختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۱۱

⁴ ہدایہ باب نکاح الرقیق مکتبہ عربیہ کراچی ۳۲۰/۱

⁵ در مختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۳۵۲/۲

کے۔ بینواتوجروا

الجواب:

اگر شوہر زندہ اور نکاح قائم ہے یا طلاق بعد خلوت ہوئی یا شوہر مر گیا اور عورت کی نزاع اُس کے وارثوں سے ہے ان سب صورتوں میں دیکھا جائے کہ عورت کا مہر مثل دس ہزار خواہ کم ہے یا ایک لاکھ خواہ زائد یا دس ہزار سے زیادہ ایک لاکھ سے کم ہے، پہلی صورت میں عورت کے گواہ معتبر ہیں لاکھ روپے کی ڈگری ہوگی۔ دوسری صورت میں فریق ثانی کے گواہ معتبر ہیں دس ہزار دلائے جائیں گے۔ تیسری صورت میں جتنا مہر مثل ہے اتنے کی ڈگری دیں گے۔ یہ سب اُس حال میں ہے کہ دونوں کے گواہ قابل قبول شرع ہوں اور وجہ شرع پر شہادت ادا کی ہو، اور اگر اُن میں ایک ہی فریق کے گواہ ایسے ہیں تو مطلقاً انہوں کا اعتبار ہوگا خواہ لاکھ کے ہوں یا دس ہزار کے، دوسرے فریق کی شہادت کا عدم ہوگی، اور اگر دونوں فریق کی شہادت شرعاً کا عدم ہو تو پہلی صورت میں فریق شوہر سے حلف لیں گے کہ لاکھ روپے مہر نہ بندھا تھا اگر قاضی کے حضور حلف سے انکار کر دے گا لاکھ کی ڈگری ہوگی اور حلف سے انکار کر دے گی دس ہزار پائے گی اور حلف کر لے گی تو لاکھ، اور تیسری صورت میں دونوں حلف کر لیں گے مہر مثل دلایا جائیگا اگر زن و شو میں طلاق قبل خلوت کے بعد اختلاف ہو تو مطلقاً قول شوہر حلف سے معتبر ہے۔ جس طرح بعد موت زوجین اُن کے ورثہ میں اختلاف ہو تو مطلقاً وارثان، شوہر کا قول معتبر ہے۔ در مختار میں ہے:

<p>نکاح کے دوران اگر خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں اختلاف ہوا (تو مہر مثل کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا) لہذا مہر مثل جس کی تائید کرے گا اس کی بات قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور جس نے گواہ پیش کر دئے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی، مہر مثل بیوی یا خاوند کی تائید کرے یا کسی کی نہ کرے، ہر طرح گواہی مقبول ہوگی، اگر مہر مثل خاوند کی تائید کرے اور خاوند کی شہادت کو اولیت</p>	<p>(ان اختلافاً فی المہر فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل) ببینہ (وای اقام بینۃ قبلت) سواء (شہد لہ او لہا) اولاً وان اقاماً فبینتہا) مقدمۃ ان شہد لہ وبینتہ ان شہد لہا وان کان بینہما تحالفاً فان حلفاً او برہناً قضی بہ وان برہن احدہما قبل</p>
--	---

ہوگی اگر مہر مثل بیوی کی تائی کرے اور مہر مثل دونوں کے مابین ہو یعنی کسی کی تائید نہ کرے تو دونوں سے قسم لی جائیگی پھر اگر دونوں نے قسم کھائی یا دونوں نے گواہ پیش کئے تو قاضی مہر مثل کا فیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے شہادت پیش کی تو قاضی اس کی شہادت پر فیصلہ دے کیونکہ اس نے اپنے دعوے کو روشن کر دیا اھ (لمخصا)

اقول: اس کا قول "ان کان بینہما" سے نیا مسئلہ شروع کیا ہے یہ پہلے مذکورہ انہوں نے تین صورتوں کو جمع کیا ہے کہ کسی نے گواہ پیش نہ کئے، یا ایک نے کئے، یا دونوں نے کئے، تو تینوں صورتوں کے احکام بیان کئے اور ابو بکر رازی کے قول کو مختار بنایا جس کو قاضی خان نے شرح جامع صغیر میں اور سغنائی نے نہایہ میں صحیح قرار دیا ہے، اور اس پر ملتقی میں جزم کیا، اور اسی کو ہدایہ میں اور تبیین وغیرہما میں مقدم رکھا کہ جب مہر مثل دونوں کے دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے علامہ شامی کے دونوں اعتراض سقط ہو گئے کہ مصنف پر لازم تھا کہ وہ "تحافا" کو حذف کرتے، کیونکہ جب دونوں نے گواہ پیش کر دئے تو اب دونوں پر قسم نہیں ہوگی۔ اور دوسرا یہ اعتراض کہ اس کا قول "ان برهن احدہما" سے ان کا پہلا قول "وای میتہ قبلت" مستغنی کرتا ہے الخ تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مصنف کی بھلائی ہے انہوں نے کیا مہارت دکھائی۔ اور امام کرخی کا قول ہے کہ مطلقاً دونوں قسم دیں، مہر مثل دونوں سے کسی کی تائید کرے یا نہ کرے اس کو مبسوط و محیط میں صحیح قرار دیا، اور کنز کے

برہانہ) لانہ نور دعواہ^۱ اھ (ملخصاً) اقول: قوله وان كان بينهما مسئلة مستأنفة غير داخله تحت قوله "وان اقاما" جمع فيه ما اذا برهن احدهما وكلاهما اولا احد- فبين احكام الصور الثلاث وقد اختار قول ابي بكر الرازي الذي صححه قاضيخان في شرح الجامع الصغيرو السغنائی في النهاية وجزم به في الملتقى وقد مه في الهداية والتبيين وغيرهما ان لاتحالف الا اذا كان المهر بينهما فسقط كلا اعتراضی العلامة الشامي انه كان عليه حذف قوله "تحالفا" لانہ اذا برهننا لاتحالف وان قوله "وان برهن احدهما" يغني عنه قوله قبله وای اقام بينة قبلت الخ فله دره ما امهره. وقول الكرخي انها يتحالفان مطلقاً سواء شهد المهر له اولها اولا وصححه في المبسوط والمحيط وجزم به في الكنز في باب التحالف اقول لكن الاول هو المذكور في الجامع الصغير كما في ش فترجح به بعد تكافؤ التصحيحين خلافا لما في البحر انه لم ير من رجح الاول فلذا جعلنا عليه المحول وبالله التوفيق۔

^۱ در مختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۳۱۱-۲۰۲

باب تحالف میں اس پر جزم کیا، اقول: لیکن پہلا قول: جامع صغیر میں مذکور ہے جیسا کہ ش میں ہے تو دونوں تصحیحات کے مساوی ہونے کے بعد ترجیح بن جائے گی۔ بحر میں اس کے خلاف ہے، انہوں نے پہلے کو ترجیح دینے والا کوئی نہ پایا، تو اسی بناء پر ہم نے اس پر نشان دہی کر دی، توفیق من جانب اللہ ہے۔ (ت)	
---	--

بدائع و ہندیہ میں ہے:

ولو اختاناً بعد الطلاق بعد الدخول او الخلوة فكما لو اختلافاً حال قيام النكاح، وان كان قبل الدخول والخلوة والمهر دين فاختلفاً في الالف والالفين فالقول قول الزوج ويتنصف ما يقول الزوج ولم يذكر الخلاف ذكره الكرخي وحكى الاجماع وقال نصف الالف في قولهم ¹ اھ وصححه في البدائع وشرح الطحاوی ورجحه في الفتح۔	اگر خاوند بیوی نے طلاق کے بعد اختلاف کیا جبکہ دخول یا خلوت ہو چکی تو حکم وہی ہے جو حالت نکاح میں اختلاف کا تھا، اور اگر یہ اختلاف طلاق قبل از دخول و خلوت کے بعد ہوا اور مہر دین ہوا تو ہزار اور دو ہزار میں اختلاف ہوا تو اس میں خاوند کا قول معتبر ہے، لہذا خاوند کے بیان کردہ کا نصف دیا جائے، اور انہوں نے کرخی کا بیان کردی خلاف ذکر نہیں کیا اور اجماع کو حکایت کر کے یہ کہہ دیا کہ سب کے قول میں ہزار کا نصف ہوگا اھ اس کو بدائع میں اور شرع طحاوی میں صحیح کہا، اور فتح میں اس کو راجح قرار دیا۔ (ت)
---	--

تبيين الحقائق و عالمگیریہ میں ہے:

فان مات الزوجان ووقع الاختلاف بين الورثة في مقدار المسئى فالقول قول ورثة الزوج ² ۔	اگر خاوند بیوی دونوں فوت ہو جائیں اور ان کے وارثوں میں مقرر مہر کے بارے میں اختلاف ہوا تو خاوند کے ورثاء کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

فيلزم مهم ما اعترفوا به بحر، ولا يحكم بمهر المثل لان اعتبارا يسقط عند ابى حنيفة بعد موتها ³ درراھ ³ ، كذا هو في نسختي بمهر المثل	تو ان پر اپنے اقرار کے مطابق لازم ہوگا، بحر۔ اور مہر مثل پر فیصلہ نہ دیا جائے گا، کیونکہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دونوں کی فوتگی کے بعد مہر مثل کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، درر، اھ۔ اور
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی عشر اختلاف الزوجین فی المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۱

³ ردالمحتار باب المہر مسائل الاختلاف فی المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۲/۲

اقول والاوی اسقاط الباء۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	میرے پاس نسخہ میں "بہر المثل" باء کے ساتھ ہے اقول: باء کو ساقط کرنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۶۶۵: از ریاست جارورہ لال املی مسئلہ ممتاز علی خاں صاحب اہل کار محکمہ حساب ۲ شوال ۱۳۳۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے لئے مہر کا ہونا لازم ہے جو عموماً متعین ہوتا ہے مہر کی نقد ادھار بھی ضروری ہے اگر عورت چاہے تو کیا سب مہر کو مثل نقد یا مثل اپنے مطالبہ یا قرضہ کے حاصل کر سکتی ہے اس کی حسب ذیل تشریح فرمادی ہے:

(۱) مہر معجل کی یہ تعریف ہے کہ تا وقتیکہ زوجہ تمام وکمال معجل وصول نہ کرے اسے اختیار ہے کہ خواہ وہ زوج کے گھر جائے یا نہ جائے یا اس سے بات چیت کرے یا نہ کرے، پس اگر زوج نے دھوکے سے منجملہ مہر معجل جو زیور ہندہ کو دیا تھا وہ نکاح کے بعد دلہن گھر گئی واپس لے لیا پس اب زوج بھی اس کا مقروض سمجھا جائے گا یا نہیں اور زوج نے منجملہ مہر معجل کے پانسو روپیہ (صماء) کا مکان حسب منشاء زوجہ خود خرید کر دینے کا تحریری اقرار کیا تھا تو کیا ہندہ اب مہر معجل پانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا جب تک اسے مہر معجل نہ پہنچے اسے زوج کے گھر جانا چاہئے یا نہیں، اگر اسے اختیار ہے تو کیا جب تک شوہر مہر معجل ادا نہ کر دے وہ نان و نفقہ پا سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) مہر غیر معجل نکاح اور خلوت صحیحہ کے بعد کب سے کب تک زوجہ پاسکتی ہے کیونکہ مہر غیر معجل کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہیں، اگر بعد خلوت صحیحہ ہر وقت مہر پانے کی مستحق ہے تو جب تک اپنا مہر اتنا نہ وصول کر لے زوج کے گھر رہنے سے انکار کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

نکاح کے لئے مہر لازم ہے بایں معنی کہ مہر کا ذکر نکاح میں ہو یا نہ ہو بلکہ مہر کی نفی شرط کر لی ہو جب بھی مہر دینا آئے گا تعین مہر نکاح کے لئے کچھ ضرور نہیں، اگر تعین نہ ہوگی مہر مثل دینا پڑے گا، مہر کہ نکاح میں مقرر کیا جاتا ہے تین قسم ہے:

معجل، مؤجل، مؤخر۔

معجل وہ کہ قبل رخصت دینا قرار پائے۔ عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اسے تمام وکمال وصول نہ کر لے شوہر کے یہاں نہ جائے، اور اس نہ جانے سے وہ نفقہ سے محروم نہ ہوگی، پانسو (صماء) روپیہ کا مکان اگر منجملہ مہر قرار پایا تھا تو اس کے وصول تک بھی ہندہ اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔ زیورات جو مہر معجل میں دئے گئے تھے وہ مہر ادا ہو گیا، پھر اگر زوج نے دھوکا دے کر واپس لے لئے تو اس سے مہر معجل اس کے ذمہ عود نہ کرے گا

اور اس کی وجہ سے عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا کہ مہر تو زیور پر قبضہ زن سے ادا ہو لیا تھا، اب یہ عورت کا ایک مال ہے جو زوج نے غضب کر لیا، اگر بعینہ باقی ہے اس کا واپس دینا فرض ہے اور ہلاک ہو گیا تو اس کا تاوان دے۔ اور مہر مؤجل وہ جس کے ادا کی ایک میعاد معین قرار پائی ہو، مثلاً سال بھر بعد یا دس برس بعد، میعاد جب تک نہ گزرے عورت کو مطالبہ اختیار نہیں، بعد انقضائے میعاد مطالبہ کر سکے گی، اور میعاد آنے پر اگر شوہر دینے میں تاخیر کرے تو اس کے لئے اپنے نفس کو نہیں روک سکتی خصوصاً جبکہ رخصت ہو چکی ہو۔ شرح جامع صغیر امام قاضی خاں میں ہے :

لوکان المہر مؤجلاً لیس لها المنع قبل حلول الاجل والابعدہ وعلی قول ابی یوسف لها المنع الی استيفاء الاجل اذالم یکن دخل بها ¹ ۔	اگر مہر مؤجل ہو تو مقررہ مدت ختم ہونے سے قبل یا بعد بیوی کو منع کا حق نہیں ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک قول پر غیر مدخول بہا کو مدت مقررہ آنے تک بیوی کو منع حق ہے۔ (ت)
---	--

در مختار میں ہے :

وبہ یفتی استحساناً، والوالجیۃ ² ۔	اسی پر فتویٰ دیا جائے گا استحساناً، والوالجیۃ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے :

وفی البحر عن الفتح هذا کله اذا لم یشتط الدخول قبل حلول الاجل فلو شرطه ورضیت به لیس لها الامتناع اتفاقاً ³ ۔	بحر میں فتح سے ہے یہ جب ہے کہ مقررہ مدت پوری ہونے سے قبل دخول کی شرط نہ لگائی ہو اور اگر یہ شرط لگائی گئی ہو اور بیوی کی رضامندی سے دخول ہو چکا ہو تو پھر بالاتفاق اس کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ (ت)
--	--

اس پر حاشیہ فقیر جد الممتار میں ہے :

اقول: وعرف بلادنا الدخول قبل اداء شیئی منه والمعروف کالمشروط فلا یكون لها الامتناع	اقول: اور ہمارے علاقے کا عرف یہ ہے کہ مہر کا حصہ ادا کرنے سے قبل دخول ہوتا ہے، تو معروف
--	---

¹ ردالمحتار بحوالہ شرح الجامع الصغیر امام قاضی خان باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۰/۲

² درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۲/۱

³ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۹/۳

اجماعاً بالاتفاق ^۱	مشروط کی طرح ہوتا ہے اس لئے ہمارے علاقہ میں بالاجماع بیوی کو منع کا حق نہیں ہوگا۔ (ت)
-------------------------------	---

مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا ہو، نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کیا ہو اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا، مگر بعد موت یا طلاق نہ اس کے لئے کسی وقت اپنے نفس کو روک سکتی ہے۔ فتاویٰ خانہ میں ہے :

اذا لم یصح التأجيل یؤمر الزوج بتعجيل قدر ما یتعارفه اهل البلدة فیؤخذ منه الباقی بعد الطلاق او الموت ولا یجبره القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسه ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائے گا کہ عرف کے مطابق جو قدر معجل ہو وہ ادا کر دے اور باقی طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائے گا، اس سے قبل قاضی اس کو تمام مہر ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی قاضی اسے قید کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۶۷: از قبضہ نرمہ ڈاکخانہ چڑوہ ضلع شیخاواٹی محلہ پیر زادگان مرسلہ منشی محمد علی صاحب ارم مدرس ۲۲ شوال ۱۳۳۹ھ اس مسئلہ میں شریعت عزائے اسلام کا کیا حکم ہے ایک شخص نے اپنا نکاح ثانی کیا اور اپنی تمام جائداد کا مہر مقرر کیا، جائداد علی التوریت چلی آرہی ہے جس میں ایک کھیت زمین بارانی مکان سکنی، آمدنی خانقاہ ہر قسم حصہ خود ایک گاؤں سے کچھ نقد رقم آتی ہے، وہ رقم حصہ خود غرض سب جائداد منقولہ غیر منقولہ کا مہر مقرر کر کے اپنی بیوی کے نام بہہ کر دی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا مہر لازم آئے گا؟ اس کے ایک حقیقی بہن بھی ہے مگر یہاں رواج ہمشیرہ کو حصہ کا نہیں، رشتہ کے بھتیجے موجود ہیں جو حسب دستور اُس کے بعد مستحق جائداد وغیرہ ہیں، عمر ساٹھ برس ہے جو مکان اور جائداد مہر ہو کر بہہ ہو چکی اس کے سوا اور کوئی مکان رہنے کو اور نان نفقہ کو کوئی وجہ معاش نہیں، یہاں نکاح ثانی نہیں ہوتا اب کوشش جاری ہوا ہے، یہی وجہ زیادتی مہر ہے، ان سب صورتوں میں یہ شخص یا ہر شخص ایسا مہر مقرر کر سکتا ہے؟

الجواب:

جس قدر جائداد اُس کو متروکہ پوری یا مادری سے پہنچی اُس میں سے جس قدر اس کا حصہ ہے

^۱ جد الممتار حاشیہ المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۲/۱۷

^۲ قاضیخان باب فی ذکر مسائل المہر نوکسور لکھنؤ ۱/۷۳-۷۴

وہ مہر ملک زوجہ ہو گیا، اور جتنا حصہ اس کی بہن کا ہے اگر وہ اجازت دے دے تو وہ بھی ملک زوجہ ہو گیا، اور اگر وہ اجازت نہ دے تو حصہ خواہر کی جتنی قیمت ہے وہ اسے مہر میں دینا پڑے گی۔ عالمگیریہ میں ہے:

<p>فَاذَاتُ زَوْجَهَا عَلَىٰ هَذَا الْعَبْدِ وَهُوَ مَلِكٌ الْغَيْرِ أَوْ عَلَىٰ هَذِهِ الدَّارِ وَهِيَ مَلِكٌ الْغَيْرِ فَالنِّكَاحُ جَائِزٌ وَالتَّسْبِيَةُ صَحِيحَةٌ فَبَعْدَ ذَلِكَ يَنْظُرُ إِنْ أَجَازَ صَاحِبُ الدَّرِّ وَصَاحِبُ الْعَبْدِ ذَلِكَ فَلَهَا عَيْنُ الْمَسِيٍّ وَإِنْ لَمْ يَجْزِ الْمُسْتَحَقُّ لَا يَبْطُلُ النِّكَاحُ وَلَا التَّسْبِيَةُ حَتَّى لَا يَجِبَ مَهْرُ الْمَثَلِ وَإِنَّمَا تَجِبُ قِيَمَةُ الْمَسِيٍّ كَذَا فِي الْمَحِيطِ¹۔</p>	<p>جب کسی نے ایک خاص عبد یا ایک مکان بطور مہر پر نکاح کیا جبکہ وہ عبد اور مکان کسی غیر کی ملکیت ہوں تو یہ نکاح جائز ہوگا، اور مہر کے طور پر ان کا ذکر صحیح ہے، بعد میں دیکھا جائے کہ اس عبد یا مکان کا مالک دینے پر تیار ہے تو وہی عبد یا مکان مذکورہ دیا جائے گا اور مالک دینے پر تیار نہ ہو تو پھر بھی نکاح اور مہر باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ مہر مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اب اس عبد یا مکان کی قیمت دی جائے۔ محیط میں یونہی ہے (ت)</p>
--	---

آمدنی خانقاہ جیسے مذکور و غیرہا کے فی الحال معدوم ہیں وہ داخل مہر نہ ہونیں مگر ان چیزوں کے نکل جانے سے جائداد کے حصص موجودہ کہ مہر کئے گئے ان پر اثر نہ پڑے گا وہ مہر میں ہو چکے، نہ اس کی وجہ سے مہر مثل لازم آئے بلکہ وہی حصص موجودہ مہر میں دئے جائیں گے۔ عالمگیریہ میں ہے:

<p>وَإِذَا سَيَّ فِي الْعَقْدِ مَا هُوَ مَعْدُومٌ فِي الْحَالِ بَانَ تَزْوِجُهَا عَلَى مَا يَشْتَرِ نَخِيلُهُ الْعَامِ أَوْ عَلَى مَا تَخْرُجُ أَرْضُهُ الْعَامِ أَوْ عَلَى مَا يَكْتَسِبُ غَلَامُهُ لَا يَصِحُّ التَّسْبِيَةُ وَكَانَ لَهَا مَهْرُ الْمَثَلِ²۔</p>	<p>اگر نکاح میں ایسی چیز کو مہر ذکر کیا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً اس سال کھجوریں یا زمین جو فصل دیں گی، یا میرا غلام اس سال جو کمائے گا وغیرہ، تو مہر میں ان کا ذکر صحیح نہیں لہذا مہر مثل واجب ہوگا۔ (ت)</p>
--	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>لَوْ سَيَّ عَشْرَةَ دَرَاهِمٍ وَرَطْلٌ خَمْرٌ فَلَهَا الْمَسِيٌّ وَلَا يَكْمَلُ مَهْرُ الْمَثَلِ بَحْر³۔</p>	<p>اگر مہر میں دس درم اور ایک رطل شراب مقرر کیا ہو تو بیوی کو مقررہ مہر دیا جائیگا اور مہر مثل کو پورا نہ کیا جائے گا، بحر۔ (ت)</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰۳

² فتاویٰ ہندیہ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰۳

³ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۵/

بھیجے اس کے وارث ہونا، یا نفقہ کے لئے کچھ پاس نہ رہنا منافع صحت مہر نہیں، جو مہر میں دے چکا، اور جو کوئی ایسا مہر باندھے گا اس کا یہی حکم ہوگا اگرچہ ایسا کرنا عقل سے بعید ہے اور وہ رواج کہ بہن کو ترکہ نہیں دیتے باطل و مردود ہے، اس سے اس کا حق سقط نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۰۶۱۸: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ رئیس المحققین عمدة الامین محافظ الدین دام لطفہ، تسلیم کے بعد عرض خدمت ہے کہ:

- (۱) اگر طالق اور مطلقہ دونوں کہتے ہیں کہ نہ ہم نے وطی کی ہے نہ ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہیں، اب حضور انور بتائیں کہ ان کے کہنے پر اعتقاد کر کے بغیر عدت کئے نکاح کیا جائے تو کچھ نکاح خواں پر تو گناہ نہیں ہے یا ہے؟
- (۲) اگر محض عورت طالق کے دخول اور خلوت صحیحہ سے منکرہ ہے، اور طالق کہتا ہے میں نے دخول کیا ہے، یا برعکس ہو تو کس کے قول پر اعتقاد کر کے بغیر عدت کئے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کیا جائے یا نہیں؟
- (۳) ثبوت خلوت صحیحہ اور دخول کا گواہان سے ہوگا یا طالق مطلقہ سے، سند فقہاء مع عبارت کتب واسم کتاب ارشاد ہو قیمت رقیمہ دی جائے گی، بینوا توجروا۔

الجواب:

- (۱) جبکہ ظاہر حال اُن کے قول کا مکذب نہ ہو تو اس کا اعتبار کیا جائے گا نکاح خواں پر کوئی الزام نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) اگر عورت خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر منکر ہو تو عورت کا قول معتبر ہے، تنویر میں ہے:

ولو افتراقاً فقلالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها ^۱ ۔	جب دونوں میں مفارقت ہوئی تو بیوی نے کہا کہ دخول کے بعد ہوئی ہے اور خاوند نے کہا دخول سے قبل مفارقت ہوئی ہے، تو بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)
--	--

رد المحتار میں ہے:

قوله فقلالت بعد الدخول المراد هنا الاختلاف في الخلوة ^۲ ۔	اس کے قول کہ "بیوی نے دخول کے بعد کہا" سے مراد خلوت میں اختلاف ہے۔ (ت)
---	--

اور اگر عکس ہو تو قول شوہر بدرجی اولیٰ معتبر ہے کہ وہ مقرر ہے اور عورت انکار سے متعنت۔

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۲۰۰/۱

^۲ رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۳/۲

در مختار میں ہے:

والاصل ان من خرج كلامه تعنتاً فالقول لصاحبه بالاتفاق ¹ ۔	ضابطہ یہ ہے کہ جو بھی اپنے مفاد کے خلاف بات کرے تو دوسرے فریق کی بات معتبر ہوگی بالاتفاق۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے: تعنتاً بان ینکر ما ینفعه² (تعنت یہ ہے کہ وہ اپنے مفاد کے خلاف بات کرے۔ ت) بہر حال اُن میں جو کوئی خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہو دوسرے کو قبل عدت نکاح پر اقدام نہ چاہئے، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل³ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا کیا جائے جب بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) در بارہ دخول تو ظاہر ہے کہ گواہوں کو کچھ دخل نہیں کہ وہ اس پر مطلع نہیں اور ظاہر خلوت صحیحہ بھی شہادت سے جدا۔ اُن کا علم اگر محیط ہو سکتا ہے تو صرف اتنی بات کہ کوئی سامنے یہ دونوں تنہا مکان میں گئے اُس میں کوئی اور نہ تھا اور کواڑ بند کر لئے اس پر اگر ثابت ہوئی تو صرف خلوت صحیحہ کے لئے تو یہ بھی لازم ہے کہ کوئی مانع نہ حسی ہونہ شرعی نہ طبع۔ اس پر شہادت نفی پر شہادت ہوگی اور وہ معتبر نہیں خصوصاً بعض موانع وہ ہیں جو شہادوں کی اطلاع سے وراہیں، معہذا اگر شوہر خلوت صحیحہ ہونا بیان کرتا ہے تو وہ مقرر ہے اقرار کے ساتھ شہادت کسی۔ اور اگر عورت بیان کرتی ہے تو وہ منکرہ ہے اور گواہ منکرہ سے نہیں لئے جاتے بلکہ مدعی سے، ہاں یہ صورت متصور ہے کہ عورت اپنے اوپر سے دفع حلف کے لئے اقرار شوہر کے گواہ دے جو شہادت دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خلوت صحیحہ ہونے کا اقرار کیا،

هذا كله ما قلته تفقها والفقير الآن متنزه على جبل بعيد عن وطني وكتبي فان اصبحت فمن ربي وعنده العلم بالحق وهو حسبي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	یہ جو کچھ میں نے کہا ہے محض فہم کی بنا پر کہا ہے اس وقت میں دور ایک پہاڑ پر تفریح میں ہوں، اپنی کتب اور وطن سے دور ہوں، لہذا اگر یہ درست ہو تو میرے علم رب کی طرف سے ہے اور اس کے پاس ہی حق کا علم ہے، وہی مجھے کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسائل پر بفضلہ تعالیٰ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے مَا أَسْأَلُكُمْ

¹ در مختار کتاب البيوع باب السلم مطبع مجتبائی دہلی ۳۹/۲

² ردالمحتار کتاب البيوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۱/۳

³ صحيح البخاری باب الرحلة فی المسألة النازلة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۹/۱

عَلَيْهِمْ أَجْرٌ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝^۱ (تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۲۷: از کانپور طلاق محال مکان ابو الضیاء حکیم نور الدین صاحب مسئلہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی قبیلہ میں یہ رسم ہے کہ عقد کے پیشتر جو کچھ شرائط متعلق عقد کرنا ہوتے ہیں نوشاہ سے بتوسط والدین یا کسی دیگر عزیز قریب کے ساطرح پر طے کرتے ہیں کہ نوشاہ بالکل خاموش بیٹھا رہتا ہے اور دوسرے لوگ جو کچھ اس کے واسطے طے کر دیتے ہیں اس کا وہ پابند سمجھا جاتا ہے اور پابندی بھی کرتا ہے تو کیا زید کو جو اسی قبیلہ کا ہے اور اس سے بھی اس رسم قبیلہ کے مطابق یہ طے کیا گیا کہ وہ بعد بلوغ زوجہ کے سسرال میں رہ کر نان نفقہ کی خبر گیری کرتا رہے گا یا نقد ادا کر دے گا مگر بعد عقد کے زید ان معاہدوں کو پورا کرنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے معاہدہ میرے والد سے ہوا تھا نہ کہ مجھ سے، حالانکہ معاہدہ کے وقت زید بھی موجود تھا اور باوجود بالغ ہونے کے اُس نے معاہدہ کے کسی جز سے انکار نہیں کیا، تو کیا ایسی صورت میں حسب رواج قبیلہ زید ان معاہدوں کے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

(۲) ہندہ کا عقد زید سے اس طرح ہوا کہ حسب رواج قبیلہ عقد سے چار یوم پیشتر زید سے بتوسط والدین یہ طے پایا تھا کہ مہر مؤجل باجل دو سال مقرر ہے اس طرح پر کہ چاہے دو سال کے اندر بعوض دین مہر مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ کے جلداد غیر منقولہ نام ہندہ خرید کر دی جائے گی یا مبلغ ساڑھے پانچ ہزار روپیہ نقد بابت دین مہر ادا کر دیا جائے گا مگر بروقت عقد یہ تفصیل دہرائی نہیں گئی صرف اتنا کہا گیا مہر مؤجل تعداد ساڑھے پانچ ہزار روپیہ ہے تو کیا یہ مہر مطلق میں شمار کیا جائے گا یا باجل دو سال مؤجل ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) شرع مطہر کا قاعدہ عامہ ہے کہ المعروف کا لمشر و ط (عرف رواج مشروط کی طرح ہے۔ ت) جبکہ ان لوگوں میں عام رواج یہی ہے اور شوہر کے سامنے شرائط کئے جاتے ہیں اور وہ ساکت رہتا ہے اور اس کا سکوت ہی قبول قرار پاتا ہے اور ان شرائط کی پابندی کرتا ہے تو زید کہ انہیں لوگوں میں سے ہے اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا مگر پہلا معاہدہ بیکار ہے سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس

^۱ القرآن الکریم ۱۰۶/۲۶

رکھنا حق شوہر و حکم شرعی ہے۔ قال تعالیٰ:

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ¹ ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔ (ت)

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے کمین ترکت قسمہا لہا ان تعود متی تشاء (جیسا کہ بیوی اپنی باری چھوڑ دے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ ت) اور دوسرے معاہدہ سے مہر دو برس کے لئے مؤجل ہوگا اس پر لازم ہے کہ دو برس کے اندر کر دے خواہ جائیداد خرید کر یا نقد۔ اگر صرف جائیداد خرید دینے کا معاہدہ ہوتا تو وہ بھی محض ایک وعدہ ہوتا زوجہ کو دو برس کے بعد مطالبہ مہر ہی کا استحقاق ہوتا نہ بالخصوص جائیداد کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر شوہر تسلیم کرے کہ عقد اسی قرار داد کی بناء پر ہوا تھا اور مؤجل سے وہی اجل مراد تھی تو دو سال میں ادا کرنا لازم ہوگا ورنہ طلاق لفظ اپنا عمل کرے گا اور یہ مہر مؤخر رہے گا قبل موت و طلاق مطالبہ کا اختیار نہ ہوگا کہ تا جیل بوجہ جہالت اجل صحیح نہ ہوئی۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأة بالف على ان كل الالف مؤجل ان كان الاجل معلوماً صح التأجيل وان لم يكن لا يصح واذا لم يصح التأجيل يؤمر الزوج بتعجيل قدر ما يتعارفه اهل البلدة فيؤخذ منه الباقي بعد الطلاق او بعد الموت ولا يجبره القاضي على تسليم الباقي ولا يحبس²۔
ایک شخص نے کسی عورت سے ایک ہزار پر نکاح کیا اور کہا کہ پورا ہزار مؤجل ہے، تو اگر اس کی مدت معلوم ہو تو مہلت دینا صحیح ہے اور اگر مدت معلوم نہ ہو تو مہلت دینا صحیح نہیں اور جب مہلت دینا صحیح نہ ہو تو خاوند کو کہا جائیگا کہ علاقہ کے عرف کے مطابق کچھ معجل طور پہلے دے دے اور باقی اس سے طلاق یا موت کے بعد وصول کیا جائیگا اور قاضی اس پر باقی کی ادائیگی میں جبر نہ کرے گا اور نہ قید کرے گا۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

تأجيل المهر لا الى معلومة يصح هو الصحيح لان الغاية معلومة في نفسها وهو الطلاق او الموت كذا في المحيط³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مہر کی مہلت، مدت غیر معین تک ہو تو صحیح ہے، یہی صحیح ہے، کیونکہ انتہائی مدت خود بخود معلوم ہے، اور وہ طلاق یا موت ہے، محیط میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ القرآن الکریم ۶/۵۶

² فتاویٰ قاضی خاں باب فی مسائل ذکر المہر نوکسور لکھنؤ ۱۱/۷۳-۷۴

³ فتاویٰ ہندیہ باب المہر فصل الحادی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۱۸/۱

مسئلہ ۷۳: از سرائے صالحہ ضلع ہزارہ تحصیل ہری پور مرسلہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے نواسہ خالد کی منگنی میں جرگہ عام میں ایک زیور از قسم طلائی اس کے والد عمرو کو دے کر بطور ہبہ کہا کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی لڑکی کو پہناتا ہوں، اس وقت عمرو کا لڑکا خالد نابالغ تھا اور عمرو نے وہ زیور زید سے قبول کر لیا لڑکی کے ہاتھ میں خالد کی طرف سے پہنایا گیا، اب وہ دونوں یعنی لڑکا اور لڑکی بالغ ہیں کسی خاص وجہ سے لڑکی کی طرف سے وہ زیور وغیرہ اور پارچات واپس ہو کر طلاق ہونے پر فریقین تیار ہیں لیکن وہ زیور جو زید نے اپنی طرف سے نواسہ کو دیا ہے اور لڑکی کو اس کی طرف سے پہنایا گیا تھا زید کہتا ہے کہ وہ مجھ کو واپس ہوئے اور لڑکا کہتا ہے کہ میں اب بالغ ہوں مجھ کو ملے اور عمرو لڑکے کا والد کہتا ہے مجھ کو ملنا چاہئے، اس لئے صاحبانِ شرع شریف سے مفصل طور پر دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا اس صورت میں اس زیور کے لینے کا شرعاً کون مستحق ہے، کیا نانا یا باپ یا خود لڑکا جس کی منگنی ہوئی تھی؟ جواب باصواب عنایت فرما کر اجدارین حاصل فرماویں، بینو اتجروا، اگر صورتِ مسئلہ میں ہبہ ہے تو نانا نواسے وہ زیور شرعاً واپس لینے کا حقدار ہے یا نہ؟

الجواب:

ایسے زیور پارچہ کو عرف میں چڑھاوا کہتے ہیں اسے دُلہا کی طرف سے دُلہن کو دینے میں اگرچہ عرف و عادت ناس کا اختلاف ہے، بعض ہبہ دیتے ہیں بعض عاریتہ، مگر وہ جو دُلہا کے اقارب دُلہا کے یہاں بھیجتے ہیں اس میں اصلاً اختلاف نہیں وہ یقیناً بطور ہبہ و امداد ہی ہوتا ہے، کسی حالت میں انہیں اس کی واپسی کا دُغوی نہیں ہوتا، اولاد کی شادیوں میں جو ایسی اعانت کی جاتی ہے اس میں اعانت کرنے والا اگر تصریح کر دے کہ میں نے ہبہ کی جب تو وہ اس کی ہے، اور تصریح نہ کرے تو وہ چیز اگر اولاد کے مناسب ہے تو ان کی ہے ورنہ اگر یہ امداد کرنے والا باپ کے اقارب یا شناساؤں میں سے ہے تو وہ ہبہ باپ کے لئے ہے اور ماں کے اقارب سے یا شناساؤں میں ہے تو ماں کے لئے، مگر یہ کہ امداد کرنے والے نے اس وقت کچھ نہ کہا، اور اب وہ موجود ہے اور بیان کرے کہ میں نے فلاں کو ہبہ کیا تھا مثلاً باپ یا ماں یا اولاد کو تو اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

اذا اتخذ الرجل عذیرة للختان فاهدی الناس هدايا ووضعا بین یدی الولد فسواء قال المهدی هذا للولد اولم یقل فان كانت الهدیة تصلح للولد	مثلاً بچے کے کپڑے، یا وہ شے جو سچے استعمال کرتے ہیں جیسے ہاکی اور گیند تو یہ بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیزیں عادتاً بچے کی ملکیت کی جاتی ہیں، اور اگر وہ ہدیے سچے کے مناسب ہوں
--	---

مثل ثياب الصبيان اوشیئى يستعمله الصبيان مثل الصولجان والكرة فهو للصبى لان هذا تمليك للصبى عادة كالدرهم والدنانير، ينظر الى المهدى فان كان من اقارب الاب او معارفه فهو للاب وان كان من اقارب الام او معارفه فهو للاب وان كان من اقارب الام او معارفها فهو للام لان التمليك هنا من الام عرفاً وهناك من الاب فكان التعويل على العرف حتى لو وجد سبب او وجه يستدل به على غير ما قلنا يعتمد على ذلك، وكذلك اذا اتخذ وليمة لزفاف ابنته فاهدى الناس هدايا فهو على ما ذكرنا من التقسيم، وهذا كله اذ الم يقل المهدى شيئاً وتعذر الرجوع الى قوله اما اذا اقال اهدية للاب او للام او للزوج او للمرأة فالقول للمهدى كذا فى الظهيرية¹۔

مثلاً بچے کے کپڑے، یا وہ شے جو بچے استعمال کرتے ہیں جیسے ہاکی اور گیند تو یہ بچے کیلئے ہی ہونگے کیونکہ ایسی چیزیں عادتاً بچے کی ملکیت کیجاتی ہیں، اور اگر وہ ہدیے بچے کے مناسب نہ ہوں جیسا کہ دراهم و دینار وغیرہا، تو پھر ہدیہ دینے والوں کو دیکھا جائے گا کہ وہ والد کے قریبی اور واقفیت والے ہیں یا ماں کے، اگر وہ والد کے تعلق والے ہوں تو وہ والد کے لئے ہوں گے، اور اگر ماں کے تعلق والے ہوں تو وہ ماں کے لئے ہوں گے، کیونکہ عرفاً یہاں ماں کی طرف سے تمليك سمجھی جاتی ہے اور وہاں باپ کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں، لہذا عرف پر اعتماد کرنا ہوگا، ہاں اگر کوئی ایسا سبب یا وجہ پائی جائے جو ہمارے بتائے ہوئے عرف کے خلاف قرینہ ہے تو پھر اسی قرینہ پر اعتماد کی جائے، اور یوں نہیں اگر کسی نے بیٹی کے زفاف کے لئے ولیمہ کا انتظام کیا تو لوگوں نے ہدیے دے تو وہ اسی تقسیم پر ہوں گے جو ہم نے ذکر کی ہے، یہ تمام گفتگو اس صورت میں ہے جب ہدیہ دینے والے نے کوئی تصریح نہ کی ہو، اور اس سے معلوم کرنے کے لئے رجوع بھی مشکل ہو، لیکن جب اس نے کہہ دیا کہ یہ باپ یا ماں یا خاوند یا بیوی کے لئے ہیں تو پھر اس کے قول کے مطابق حکم ہوگا، ظہیر یہ میں یوں نہیں ہے۔ (ت)

بالجملہ زید کی طرف سے وہ زیور ہبہ ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کے لفظ وہ ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے کہ یہ تمہارے لڑکے کی طرف سے بطور نشانی تو یہ نواسہ کو ہبہ ہوا اور وہ اس وقت نابالغ تھا اور اس کے باپ نے قبول کر کے قبضہ کر لیا تو ہبہ تمام ہو گیا اور نواسہ اس کا مالک ہو گیا، اس میں نہ باپ کا حق ہے نہ نانا کا، نہ نانا اسے کسی طرح واپس لے سکتا ہے کہ قرابت محرّمہ مانع رجوع ہے، در مختار میں ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب لاہیہ باب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۳/۴

لو وہب الذی رحم محرم نسباً ولو ذمیاً او مستامناً لا یرجع ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کسی نے اپنے ذی محرم نسب کو ہیہ دیا تو وہ خواہ کافر ذمی ہو یا امن لے کر آیا ہو تو واپس نہ لے سکے گا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۷۴: از چاندہ پارڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئلہ محمد یار علی صاحب نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۷ اذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح کے وقت لڑکی بالغہ کے والدین نے بخیال دنیا اس قدر وسیع مہر بند ہوا یا کہ لڑکا بالغ اپنے والدین کی جائداد موجودہ سے کسی صورت ادا نہیں کر سکتا، لڑکے نے اس خیال پر کہ اگر منظور نہ کروں گا نکاح نہ ہوگا مجبوراً محض اللہ کے بھروسے پر اپنے نزدیک نکاح جائز سمجھ کر منظور کر لیا جب مکان پر ہمراہ رہنے کا دونوں کا اتفاق ہوا تو اسی ہفتہ کے اندر لڑکی بالغہ نے بخوشی و رضامندی بغیر کسی مجبوری اور دباؤ شوہر کے سامنے اللہ کو شہید و بصیر جان کر جمیع انبیاء و ملائکہ کا واسطہ دلا کر معاف کر دیا، جب سے آج تک ایک سال کا زمانہ گزرا میاں بی بی دونوں ساتھ ہیں اب چند روز سے لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ نکاح ناجائز و حرام ہوا اور یہ صحبت حرام کاری ہے لڑکا بخوف عقبی اپنی براءت کے لئے ہر صورت سے راضی ہے گو کہ بی بی اس کو بہت محبوب ہے مگر شرعی فتویٰ پر کار بند ہونے کو دل و جان سے تیار ہے، مہر جو بندھا ہے اس کی تعداد ایک ہزار دواشرنی لڑکے کے والدین کی جائداد تقریباً پانچ سو روپے ۵۰۰ سکہ رائج الوقت، بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر لڑکے کے پاس ایک پیسے کا سہارا نہ ہوتا اور دس کروڑ اشرنی کا مہر باندھا جاتا جب بھی نکاح صحیح تھا اور معاذ اللہ اسے حرام کاری سے کچھ تعلق نہ تھا، یہ جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جن کا نکاح ہوا ان کی نیت میں ادائے مہر نہیں وہ روز قیامت زانی و زانیہ اٹھائے جائیں گے^۲ یہ ان کے واسطے ہے جو محض برائے نام چھوٹے طور پر ایک لغو رسم سمجھ کر مہر باندھیں شرعاً نکاح ان کا بھی ہو جائے گا اور وہ حکم شریعت زانی و زانیہ نہیں زن و شوہر اگرچہ قیامت میں ان پر اس بدنیت کا وبال مثل زنا ہو کہ انہوں نے حکم الہی کو ہلکا سمجھا یہاں کہ لڑکے نے اللہ عز و جل پر بھروسہ کر کے قبول کیا تو اس صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوا پھر جبکہ لڑکی بالغہ نے بے کسی دباؤ کے بخوشی معاف کر دیا معاف ہو گیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ درمختار باب الرجوع فی الہبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۳/۲

^۲ السنن الکبریٰ باب ما جاء فی حبس الصدقات الخ دار صادر بیروت ۲۴۲/۷، کنز العمال حدیث بیروت ۳۲۳/۱۶



باب الجہاز

(جہیز کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۷۵: ۲۵ صفر ۱۴۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں اُس کو کچھ زیور یا اسباب یا جائیداد دی تو اُس مال کا مالک اس لڑکی کے حین حیات میں اس کا شوہر ہو سکتا ہے یا وہ لڑکی ہی مالک ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

وہ مال تمام و کمال خاص ملک عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں:

<p>ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور جب شوہر اس کو طلاق دے دے وہ تمام جہیز لے لے گی، اور اگر عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا شوہر اس میں سے اپنے لئے کچھ بھی مختص نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فی ردالمحتار احدی علم ان الجہاز ملک المرأة وانہ اذا طلقها تأخذ کلہ واذا ماتت یورث عنها ولا یختص بشئ منہ^۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

^۱ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۵۳

مسئلہ ۷۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے جو زیور اپنی بیٹی کو جہیز میں دیا اس کی مالک دختر زید ہے یا اس کا شوہر، اور اگر شوہر بے اذن زوجہ اس میں تصرف کرے تو نافذ ہوگا یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

الجواب:

زیور وغیرہ جہیز کہ زید نے اپنی بیٹی کو دیا خاص ملک دختر ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اُس میں نہیں، نہ اس کا تصرف بے رضا و اذن زوجہ نافذ ہو سکے۔

<p>فی الدر المختار جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منها، ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی^۱۔</p>	<p>در مختار میں ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور وہ اس کے سپرد بھی کر دیا تو اب اس سے واپس نہیں لے سکتا، اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اُس کے وارث واپس لے سکتے ہیں بلکہ وہ خاص عورت کی ملکیت ہے، اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے بشرطیکہ اس نے یہ جہیز حالتِ صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو (یعنی مرض الموت میں نہ دیا ہو)۔ (ت)</p>
--	--

علامہ شامی فرماتے ہیں:

<p>کل احد یعلم ان الجہاز ملک المرأة^۲ لاحق لاحد فیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۷۷: ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ یہ جو متعارف ان شہروں میں ہے کہ دُولہا کی طرف سے جوڑا وغیرہ دُولہن کو بھیجا جاتا ہے یا اس امید کہ اُدھر سے بہت زیور وغیرہ ملے گا لہذا بامید عوض جوڑے گراں قیمت سُو روپے دو سُو روپے کے اور دیگر اسباب قیمتی مناسب اس کے بھیجتے ہیں اور یہ صراحت بھی ہوتی ہے کہ اُدھر سے دو سو کا مال جائے گا تو اس کے عوض میں چار سو کا مال ملے گا، ایسا ہی دُولہن کی طرف سے دُولہا کے واسطے جوڑا وغیرہ گراں قیمت بھیجا جاتا ہے، پھر جب زوجین میں جدائی ہو گئی اور زوجہ کی طرف سے طلب اپنے دئے کی ہوئی، اور زوج کی طرف بمقتضائے ایمانداری جو کچھ اُدھر سے آیا تھا جوڑا وغیرہ سب دے دیا اور رسید اُن اشیاء کی لکھوالی، اس صورت میں زوج کی طرف سے جو کچھ جوڑا اور زیور وغیرہ گیا تھا واپس ہو سکتا ہے یا

^۱ در مختار باب المہر مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۰۳

^۲ رد المحتار باب النفقہ احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۵۳

نہیں اور اگر ہلاک کر دے ایک شخص ان دونوں میں سے جو دیا تھا اس کو دوسرے نے، تو اس صورت میں ہلاک کر دینے والے سے وہ دوسرا شخص جس کا مال ہلاک کیا، لے سکتا ہے یا نہیں۔ والدین زوج نے اپنے پسر کی زوجہ کو کچھ زیور وغیرہ واسطے تالیفِ قلوب کے بایں غرض کہ ہمارے گھر میں رہے گا اور ہر وقت ہمارے اختیار میں جس وقت چاہیں گے اس کو دوسرے کام میں لائیں گے اور جب چاہیں گے بنادیں گے جیسا کہ تاجروں میں ہے بطور عاریت کے ایسا مال دیا کرتے ہیں واسطے زیبائش اپنے گھر کے، نہ بطور تملیک کے، اس صورت میں مالک اُس مال کے والدین ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جہیز ہمارے بلاد کے عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کُل لے گئی، اور مر گئی تو اسی کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجہاز للمرأۃ وانہ اذا طلقھا تأخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنہا ^۱ ۔	ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام جہیز لے لے گی اور جب عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو دیا جائے گا۔ (ت)
--	---

ہاں مرد بحالت ہمجائی اُن کے والدین بھی بعض اشیائے جہیز مثل ظروف و فروش وغیرہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شو کے املاک میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں اس سے وہ اُس کی ملک نہ ہو گئے۔ عقود الدریہ کتاب الفرائض میں بحر الرائق سے ہے:

لا یكون استمتنا عھا بمشریہ ورضاء بذلک دلیلا علی انہ ملکھا ذلک کما تفہمہ النساء والعوام وقد افتیت بذلک مرارا ^۲ ۔	شوہر کے خریدے ہوئے مال سے عورت کا نفع حاصل کرنا اور شوہر کا اس پر رضا مند ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عورت اس مال کی مالک ہو گئی جیسا کہ عورتیں اور عام لوگ سمجھتے ہیں اور تحقیق میں اس پر متعدد بار فتویٰ دے چکا ہوں۔ (ت)
--	---

یہاں سے ظاہر کہ جانب شوہر کی بری اگرچہ بامید کثرت جہیز گراں بہا بنے معاوضہ نہیں کہ اگر یہ اشیاء اپنے ملک پر رکھتے اور وقت پر برائے نام بھیج دیتے ہوں کہ ہمارے گھر آجائے گی جب تو ظاہر کہ

^۱ ردالمحتار باب النفقة احیاء التراث العربی بیروت ۶۵۳/۲

^۲ العقود الدریہ تنقیح فی فتاویٰ حامدیہ: کتاب الدعوی، کتاب الفرائض ۳۵۰/۲ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان

جانب شوہر سے کوئی تملیک نہ ہوئی اور تملیک ہی قصد کرتے اور دُہن کو اس گہنے جوڑے کا مالک جانتے ہوں تاہم معاوضہ نہ ہوا کہ اس کے عوض میں جس شے کی امید رکھتے ہیں یعنی جہیز وہ بھی ملک زوجہ ہی ہوگا اور عوض و معوض ایک ملک میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ہاں کثرت جہیز کی امید پر بھاری جوڑے گہنے بھیجتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ ہم یہ دے کر جہیز کے مالک ہوں گے بلکہ اس خیال سے کہ بسبب انبساط مذکور ہمیں بھی تمتع و انتفاع ملے گا ہمارے گھر کی زیب و آرائش ہوگی نام ہوگا آرام ہوگا وقت حاجت ہر گونہ کا برآری کی توقع ہے کہ یہاں کی نیک بیبیاں غالباً اپنا مال خصوصاً ہنگام ضرورت اپنے شوہروں سے دریغ نہیں رکھتیں، یہ وجہ اُس باعث ہوتی ہیں کہ ادھر سے دوسو کا جائے گا تو چار سو کا آئے گا جیسے بلادِ شام وغیرہ میں اسی اُمید پر مہر بڑھاتے ہیں۔

<p>ردالمحتار میں ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور شوہر اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتا، اور بیشک متعارف ہے کہ شوہر مہر میں اس توقع پر اضافہ کرتا ہے کہ عورت بھی زیادہ جہیز لائے گی تاکہ اس سے گھر کی زینت و آرائش ہو اور عورت کی اجازت سے شوہر اس سے نفع اٹھائے گا اور عورت کے مرنے کے بعد وہ اور اس کی اولاد جہیز کی وارث بنے گی، جیسا کہ اسی غرض سے وہ غنی عورت کے مہر میں اضافہ کرتا ہے، اس لئے نہیں کہ وہ تمام یا بعض جہیز کا مالک بن جائے گا یا عورت کی اجازت کے بغیر اس سے نفع حاصل کر سکے گا۔ (ت)</p>	<p>فی ردالمحتار کل احد يعلم ان الجہاز ملك المرأة ولا يختص بشيئ منہ وانما المعروف انه يزید فی المہر لتاتی بجہاز کثیر لیزین بہ بیتہ وینتفع بہ بأذنہا ویرثہ ہو واولادہ اذا ماتت کما یزیدہ فی مہرا لغنیۃ لاجل ذلک لالیكون الجہاز کلہ او بعضہ ملکا لہ. ولا یملک الافتقار بہ وان لم تأذن¹۔</p>
---	---

پس صورتِ مستفسرہ میں جہیز تو ذرہ ذرہ دینا واجب ہی تھا اور اُس کی واپسی سے بری کی واپسی لازم نہیں کہ وہ اس کا عوض نہ تھی بلکہ اُس کا حکم آگے آتا ہے شوہر کا جوڑا ادھر سے آتا ہے بعد قبضہ قطعاً ملک شوہر ہو جاتا ہے کہ لوگ اُس تملیک ہی کا قصد کرتے ہیں وذلک واضح لاخفاء بہ (اور یہ واضح ہے اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔ ت) پس اگر وہ اس نے ہلاک کر دیا خواہ ہلاک ہو گیا تو ادھر والے اس کا کوئی تاوان اس سے نہیں لے سکتے کہ ہلاک موبوت مطلقاً مانع وجوع ہے۔ یونہی اگر جوڑا عورت کے والد یا والدہ نے اپنے مال سے بنا کر بھیجا جیسا کہ ان بلاد میں اکثر یہی متعارف ہے اور یہ شخص نسباً اس کا محرم مثلاً بھتیجا بھانجا ہے یا نکاح پہلے ہو لیا بعدہ، جوڑا مال زوجہ

¹ ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵۳

سے برضائے زوجہ بنا کر بھیجا گیا تو ان صورتوں میں بھی واپس لینے کا صلہ اختیار نہیں اگرچہ جوڑا سلامت موجود ہو کہ قرابت محرمہ زوجیت دونوں مانع رجوع ہیں،

<p>در مختار اور ردالمحتار میں ہے کہ بہہ میں رجوع سے مانع یہ حروف ہیں: دمع خزقہ، پس (ان سات حروف میں سے زائے سے مراد ہے زوجیت ہے جو بوقت بہہ موجود ہو لہذا اگر کسی عورت کو بطور بہہ کچھ دیا پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو بہہ سے رجوع کر سکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور بہہ کچھ دیا تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر اپنی بیوی کو بطور بہہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کر سکتا، ایسا ہی اس کے برعکس میں بھی ہے یعنی اگر عورت نے کسی مرد کو بطور بہہ کچھ دیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتی ہے، اور اگر اپنے شوہر کو بطور بہہ کچھ دیا تو رجوع نہیں کر سکتی۔ اور قاف سے مراد قرابت ہے، لہذا اگر کسی ایسے ذی رحم رشتہ دار کو بطور بہہ کچھ دیا جو اس کے لئے محرم نسبی ہے تو رجوع نہیں کر سکتا۔ اور ہاء سے مراد موهوب شینی کا ہلاک ہونا ہے اور اسی طرح ہلاک کرنا ہے: جیسا کہ ظاہر ہے اصحاب فتاویٰ نے اس کے تصریح کی، رملی ^۱ ملتقطین۔ (ت)</p>	<p>فی الدار مختار و ردالمحتار یمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ فالزوجیۃ وقت الہبۃ فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع ولو وہب لامرأۃ لا کعکسہ ای لو وہبت لرجل ثم نکحہا رجعت ولو لزوجہا لا، والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسباً لا یرجع والہاء ہلاک العین الموهوبۃ وکذا اذا استہلک کما ہو ظاہر صرح بہ اصحاب الفتاویٰ رملی ^۱ اھ ملتقطین۔</p>
--	---

فتح القدیر وغیرہ میں ہے:

<p>اگر زوجہ کے باپ نے اپنے مال سے کچھ بھیجا تو اگر وہ موهوب شئی شوہر کے پاس موجود ہے تو رجوع کر سکتا ہے ورنہ نہیں، اور زوجہ کے مال سے اس کی اجازت سے بھیجا تو رجوع نہیں کر سکتا کیونکہ یہ زوجہ کی طرف سے بہہ ہے اور زوجہ کو زوج کے بہہ میں رجوع کا حق نہیں۔ (ت)</p>	<p>لو بعث ابوہا من مالہ فلہ الرجوع لوقائما والا فلا ولو من مالہا بأذنہا فلا رجوع لانہ ہبۃ منہا والمرأۃ لا ترجع فی ہبۃ زوجہا ^۲۔</p>
---	---

ہاں اگر جوڑا بالک شوہر میں موجود اور باقی موانع رجوع بھی مفقود ہوں مثلاً والدین زن نے بنایا تو ان سے قرابت محرمہ نسبہ نہ ہو، یا مال زوجہ سے بنا تو پیش از نکاح بھیجا گیا ہو تو شوہر کی رضا یا قاضی کی قضا سے رجوع کا اختیار ہوگا کہ طرفین سے جوڑے کا جانا بالجگ عرف دونوں جانب کی مستقل رسم ہے، نہ ایک دوسرے کے عوض

^۱ ردالمحتار باب الرجوع فی الہبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۴-۱۸-۵۱۵، در مختار باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶/۲

^۲ فتح القدیر باب المہر مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۵۶/۳-۲۵۵

میں، لہذا اگر ایک جان سے مثلاً بوجہ افلاس جوڑا نہ آئے تو بھی دوسری طرف والے بھیجتے ہیں تو عوض صریح کہ موانع رجوع سے ہے متحقق نہیں، پھر دُولہا کی جانب سے بری میں ہر گز اس جوڑے کا خیال نہیں جو دُولہا کو ملتا ہے بلکہ محض ناموری یا وہی کثرتِ جہیز کی طمع پروری، بہر حال یہ بہہ معاوضہ سے خالی ہے تو بشرائط مذکورہ دُولہن والوں کو رجوع کا اختیار، مگر گنہگار ہوں گے۔ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>دے کر پھیرنے والا مثل کُتے کے ہے قے کر کے پھر کھالے (اس کو امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)</p>	<p>العائد في هبته كالعائد في قيئه¹۔ رواه الاثمة احمد والستة باللفظ شقي عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهم۔</p>
---	--

در مختار میں ہے:

<p>(بہہ میں) رجوع مکروہ تحریمی ہے، اور کہا گیا ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے نہایہ اقول: (میں کہتا ہوں) اوّل جس پر متن میں جزم کیا اور شارح نے اس کے خلاف کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا وہی صحیح ہے اس اعراض کا کوئی سبب نہیں بسبب فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ کسی مرد کے لئے جائز نہیں کہ کچھ عطیہ دے کر اس میں رجوع کرے۔ اسے امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا، منتنی میں فرمایا کہ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ (ت)</p>	<p>(کرہ) الرجوع (تحریماً) وقيل تنزيهاً نهياً² اقول: والاول الذي جزم به في المتن و اشار الشارح الى تضعيف خلافه فانه هو الصحيح الذي لا معدل عنه لقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يحل للرجل ان يعطي عطية فيرجع³ فيها، رواه الاثمة احمد والاربعة عن ابن عمر وابن عباس رضي الله تعالى عنهم قال في المنتقى صححه الترمذی۔</p>
--	--

اس صورت میں شوہر نے اگر یہ جوڑا واپس کر دیا تو رجوع صحیح ہوگی اور اس کی ملک سے خارج ہو گیا لتحقق الرجوع بالتراضی (باہمی رضامندی سے رجوع متحقق ہونے کی وجہ سے۔ ت) اور اگر موجودہ صورت اولیٰ ہے

¹ صحیح مسلم کتاب الہبۃ باب التحریم فی الصدقة مطبع قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۶/۲

² در مختار باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۱/۲

³ مسند امام احمد بن حنبل مروی از ابن عمر و ابن عباس دار الفکر بیروت ۲۷۷/۲

یعنی قرابت و زوجیت وغیرہا کوئی مانع، تو اس حال میں بھی اگر اس نے برضائے خود جوڑا انہیں ہبہ کرنے کے ارادہ سے واپس کر دیا ہبہ صحیح ہو گیا۔

در مختار میں ہے کہ واہب اور موهوب لہ، ہبہ کے رجوع پر متفق ہو گئے، مذکورۃ الصدر ان سات مواضع میں سے کسی موضع پر جن میں رجوع صحیح نہیں جیسے ہبہ بوجہ قرابت تو ان دونوں کا یہ اتفاق جائز ہے (جوہرہ) اور مجتہبی میں ہے کہ محارم کے ہبہ اور صدقہ میں بلا قبضہ اقالہ جائز نہیں کیونکہ (اقالہ) ہبہ ہے۔ (ت)

فی الدر المختار اتفق والواهب والموهوب له على الرجوع في موضع لا يصح رجوعه من الامواضع السبعة السابقة كالهبة لقربته جاز هذا الاتفاق منهما جوهره وفي المجتبى لا تجوز الاقالة في الهبة والصدقة في المحارم الا بالقبض لانها هبة¹۔

اور اگر اس گمان پر واپس دیا کہ جوڑا بھی مثل چیز ہے بعد انزاق اس کی واپسی بھی مجھ پر لازم تو یہ واپس دینا معتبر نہ ہوگا، نہ وہ جوڑا ملک شوہر سے نکلے گا، اسے اختیار ہے اب واپس لے لے، اور ان پر لازم کہ واپس دیں۔

کیونکہ جہاں رجوع صحیح ہو وہاں نئے سرے سے ہبہ صحیح ہوتا ہے جیسا کہ گزرا، جب ہبہ نہیں تو صحت نہیں، اور اس گمان کا کوئی اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہے۔ عقود الدریہ کی کتاب الشریکۃ میں فرمایا کہ جس نے کسی کو ایسی شے دی جس کا دینا واجب نہ تھا تو اس کو واپس لینے کا حق ہے سوائے اس کے کہ جب بطور ہبہ دی ہو اور قابض نے اس کو ہلاک کر ڈالا ہو جیسا کہ وہابی کی شرح النظم اور دیگر معتبر کتابوں میں ہے اھ اور خیر یہ کے کتاب الوقف میں ہے تحقیق انہوں نے تصریح کی اس بات کی کہ کسی شخص نے گمان کیا کہ اس پر قرض ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا تو جو کچھ ادا کر چکا ہے واپس لے سکتا ہے، اور اگر لینے والے نے اس کو ہلاک کر دیا ہے تو اس کا بدل لے سکتا ہے اھ (ت)

لان الجوع حیث لا یصح انما یصح ہبۃ مبتدأۃ کما تقدم واذلاہبۃ فلا صحت ولا عبۃ بالظن البین خطۃ قال فی العقود الدریۃ من کتاب الشریکۃ من دفع شیئاً لیس بواجب علیہ فلہ استردادہ الا اذا دفعہ علی وجہ الهبۃ واستھکله القابض کما فی شرح النظم للوہبانی وغیرہ من المعبرۃ² اھ و فی الخیریۃ من الوقف قد صرحوا بان من ظن ان علیہ دینا فبان خلافہ یرجع بما ادى ولو کان قد استھکله رجع ببذلہ اھ³۔

¹ در مختار باب الرجوع فی الهبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۴۲/۲

² العقود الدریۃ تنقیح فی فتاویٰ حامدیۃ کتاب الشریکۃ حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/۱۹۱

³ فتاویٰ خیریۃ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱۳۰۳/۱۳

دلہن کا گھنا جوڑا جوہری میں دیا جاتا ہے اگر نصاباً عرفاً اس میں بھی تملیک مقصود ہوتی ہے جیسے شکر، میوہ، عطر، پھل وغیرہ، مطلقاً ہوتی ہے تو وہ بھی قبضہ منکوحہ ملک منکوحہ ہوگا ہمارے یہاں شرفا کا عرف ظاہر یہی ہے ولہذا بعد رخصت اس کے واپس لینے کو سخت معیوب و موجب مطعونی جانتے ہیں، اور اگر لے لیں تو طعنہ زن یہی کہتے ہیں کہ دے کر پھیر لیا یا صرف دکھانے کو دیا تھا جب دلہن آگئی چھین لیا، یعنی یہ ان کی رسم معہود کے خلاف ہے اس صورت میں تو اس کے لئے بھی یعنہ وہی احکام ہوں گے جو دولہا کے جوڑے میں گزرے کہ بعد ہلاک دلہن سے تاوان لینے کا اصلاً اختیار نہیں جیسے شکر میوہ کا تاوان بٹ جانے کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ہنوز کھانے میں نہ آیا ہو،

فان الخروج عن ملك الموهوب له ايضاً من الموانع كما في الدر وسائر الاسفار الغر۔	اس لئے کہ بیشک موهوب لہ، کی ملک سے ہبہ کا نکل جانا بھی رجوع کے موانع میں سے ہے جیسا کہ در اور دیگر عظیم الشان روشن کتابوں میں ہے (ت)
--	--

یو نہیں اگر وہ جوڑا گھنا بحالت قرابت محرمہ والدین شوہر یا بعد نکاح شوہر نے بنا کر بھیجا تو رجوع نامتصور، ورنہ بحالت بقائے موهوب و فقدان موانع برضائے زوجہ یا قضائے قاضی واپسی گناہ کے ساتھ ممکن، ہاں جہاں عرف تملیک نہ ہو بلکہ صرف پہنانے کے لئے بھیجا جاتا اور بنانے والوں ہی کی ملک سمجھا جاتا ہو وہاں دلہن کی ملک نہیں ایک عاریت ہے کہ بحالت بقا جس سے بروقت رجوع جائز و حلال اور بحال ہلاک اگر قبل افتراق زوجہ کے پاس بے اس کے فعل کے تلف ہو گیا مثلاً، چور لے گیا، گر پڑا، دلہن کے پہننے رتنے میں ٹوٹا بگڑا خراب ہو گیا بشرطیکہ وہیں تک اپنے استعمال میں لائی ہو جہاں تک کے پہننے پر عرفاً رضامندی سمجھی جاتی ہو تو ان صورتوں میں دلہن پر تاوان نہیں،

فان العواری لا تضمن بالهلاك من غير تعد ² كما في التنوير وغيره وفي الهنديّة عن الفصول العبادية اذا انتقض عين المستعار في حالة الاستعمال لا يجب الضمان بسبب النقصان اذا استعمله	اس لئے کہ بے شک مستعار اشیاء پر بلا تعدی ہلاک کی صورت میں ضمان نہیں جیسا کہ تنویر وغیرہ میں ہے۔ ہندیہ میں فصول عمادیہ سے ہے کہ جب مستعار شئی میں استعمال کی حالت میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہیں
---	---

¹ درمختار باب الرجوع في الهبة مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۳/۲

² درمختار کتاب العاریة مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۶/۱

استعمال عادت و عرف کے مطابق ہو۔ (ت)	استعمالاً معهوداً ¹
-------------------------------------	--------------------------------

اور اگر خلاف عرف و عادت بے طوری سے پہننے میں خراب کیا مثلاً بھاری جوڑے یا موتیوں کے نازک جڑاؤ گہنے راتوں کو پہننے سویا کی، یا صرف آنے جانے میں پہننے کا عرف تھا یہ گھر میں پہنتی ہے تو نقصان کا تاوان دے گی یہ تو نہیں اگر بے احتیاطی بے پروائی سے گمادیا یا بعد طلاق اپنے گھر لے آئی اور یہاں کسے طرح تلف ہو گیا تو قیمت دینی آئے گی،

اس لئے کہ یہ عاریت، دلالت کے اعتبار سے بقاء زوجیت تک موقت تھی لہذا زوجیت کے ختم ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی ختم ہو گئی چنانچہ اب اس کے بعد عورت کا اس کو روکے رکھنا عورت کی طرف سے تعدی ہے اگرچہ اسے استعمال نہ کرے جامع الفصولین میں ہے کہ اگر عاریت موقت ہو اور وقت گزر جانے کے بعد امکان رد کے باوجود اسے روکے رکھے تو ضامن ہوگا اگرچہ وقت مختار ہے برابر ہے کہ توقیت باعتبار نص کے ہو یا باعتبار دلالت کے الخ² (میں کہتا ہوں) یہ وہی ہے جس پر اصل میں نص کی گئی جیسا کہ ہندیہ میں ہے پس اس کو ترجیح ہوگی اس پر جو اس میں ہے کہ بیشک ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ تحقیق یہ حکم تب ہے جب وقت گزرنے کے بعد اس سے نفع اٹھائے، اور نفع نہیں اٹھایا تو ضامن نہ ہوگا یہی مختار ہے الخ اس لئے کہ جب فتویٰ میں اختلاف واقع ہو جائے تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع ہوتا ہے بلکہ یہاں پر اولیٰ ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

لان العاریۃ كانت موقتۃ دلالة الى بقاء الزوجية فانتہت کانتہائہا فامساکھا بعد ذلك تعد منها وان لم تستعمل، فی جامع الفصولین لو كانت العاریۃ موقتۃ فامسکھا بعد الوقت مع امکان الرضمن وان لم يستعملها بعد الوقت هو المختار سواء توقنت نصاً او دلالة الخ² اقول: هذا هو المنصوص عليه فی الاصل كما فی الهندیۃ فیترجح علی ما فیہا ان من مشائخنا من قال بان هذا انتفع بها بعد الوقت فان لم ينتفع بها لم یضمن وهو المختار³ الخ فان الفتویٰ متی اختلف وجب المصیر الی ظاہر الروایۃ بل لھنہا اولیٰ کما لا یخفی۔

اور وہ زیور وغیرہ کہ والدین زوج اپنی بہو کے پہننے برتنے دیتے ہیں جس میں نصاباً یا عرفاً کسی

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۶۸

² درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتہائی دہلی ۱۵۶/۲

³ فتاویٰ ہندیہ کتاب العاریۃ الباب الخامس فی تصنیع العاریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۶۸

طرح مالک کر دینا مقصود نہیں ہوتا وہ بدستور ملک والدین پر ہے بہو کا اُس میں کچھ حق نہیں کما تقدم فی استمتاع المرأة بمشتری الزوج (جیسا کہ عورت کے لئے شوہر کے خریدے ہوئے مال سے نفع حاصل کرنے کی صورت میں گزر چکا ہے۔ ت) اس کے احکام وہ ہی احکام عاریت ہیں کہ مفصلاً مذکور ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۸: ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسکئی زید نے اپنے پسر ابو محمد کی شادی ساتھ حبیبہ بنت خالد کے بصر ف زرا اپنے کے کی خالد نے بطریق جہیز اسباب و زیور وغیرہ دے کر زوجہ ابو محمد کو بدستور معروف رخصت کیا بعد چند روز کے زید نے اپنی خوشی سے ابو محمد اور اس کی زوجہ کا کھانا پینا علیحدہ کیا اُس وقت اُس کی زوجہ نے اپنا مال و اسباب جو اس کے والدین نے اُسے دیا تھا زید یعنی خسر سے طلب کیا زید نے کہا وہ مال ہمارا ہے ہم نے بالعوض اُس روپے کے جو شادی ابو محمد میں صرف ہوا رکھ لیا ہے اب فرمائیے کہ عند الشرع اس مال و اسباب کی مالک زوجہ ابو محمد ہے یا زید والد ابو محمد ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

وہ زیور و اسباب کہ زوجہ ابو محمد اپنے جہیز میں لائی خاص اُس کی ملک ہے ابو محمد یا اُس کے باپ کا اس میں کچھ حق نہیں اور وہ روپیہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بلکہ عرف شائع و عام تبرع و احسان قرار پائے گا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا اور اگر قرض بھی ٹھہرے مثلاً ابو محمد بالغ نے خود استدعا کی کہ میری شادی کے مصارف آپ میری طرف سے ادا کر دیجئے میں واپس دوں گا، یا زید ہی نے اس سے کہا کہ یہ صرف تیری طرف سے بطور قرض کروں گا، اُس نے قبول کر لیا، یا ابو محمد نابالغ تھا زید نے قبل صرف لوگوں کو گواہ کر لیا کہ یہ خرچ میں طرف ابو محمد بطور قرض اٹھاتا ہوں میں اس سے واپس لوں گا، اور اس صورت میں صرف وہی کیا جو رسم و عادت و حیثیت کے موافق تھا، ان سب صورتوں میں جو اٹھایا وہ قرض ہے مگر اُس کا تقاضا ابو محمد سے کرے، زیور و اسباب کو ملک زوجہ ہے کہ اُس روپے کے عوض کیونکر لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۷۹: ۲۷ ربیع اول ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید ایک زوجہ اور ایک پسر بالغ اور ایک دختر بالغہ اور دو لڑکیاں نابالغہ چھوڑ کر فوت ہوا، نابالغ بہنیں اپنے جوان بھائی بکر کی پرورش میں رہیں (جب وہ بالغ ہوئیں تو بکر نے ان کی شادیاں معمولی خرچ سے کر دیں اور جو بڑی بہن بکر کی تھی اس کی شادی زید نے اپنی زندگی میں کر دی تھی اس کی پرورش یا شادی کا خرچ بکر کے پاس سے نہ ہوا) صرف دو بہنوں کا خرچ پرورش و شادی اس نے مال متروکہ و مشترکہ سے کیا اس صورت میں یہ خرچ بکر کو ان دونوں چھوٹی بہنوں سے مجرا مل سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو وا۔

الجواب:

یہاں تین چیزیں ہیں:

(۱) خرچ پرورش

(۲) شادی کے مصارف بالائی یعنی جہیز کے سوا جو اور خرچ ہوتے ہیں جیسے برات کا کھانا، خدمتیوں کا انعام، سدھیانے کے جوڑے، دولہا کی سلامی، سوار یوں کا کرایہ، برات کے پان چھالیا وغیرہ ذلک۔

(۳) دُلہن کا جیز۔

بتوفیق اللہ تعالیٰ ہر ایک کا حکم علیحدہ سنئے:

خرچ پرورش بے شک بجلم دیانت بحالت عدم وصی، وارثان کبیر کو وارثان صغیر کی پرورش کرنا اور اُن کے کھانے پہننے وغیرہ ضروریات کی چیزیں اُن کے لئے خریدنا اور ان امور میں ان کا مال بے اسراف و تہذیر اُن پر اٹھانا شرعاً جائز ہے جبکہ وہ سچے اُن کے پاس ہوں اگرچہ یہ اُن روصابت و ولایت مالیہ نہ رکھیں۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار وغیرہا سفر میں ہے:

جواز شراء مالا بد للصغير منه (كالنفقة والكسوة واستئجار الظئر منح) وبيعه اى بيع مالا بد للصغير منه لا خ وعم وام وملتقط هو فى جهرهم اى فى كنفهم والا لا۔ ¹	چھوٹے سچے کا مال سے اس کی ضرورت کی اشیاء خریدنا (جیسے کھانا، لباس اور اجرت پر دایہ حاصل کرنا، منخ) اور ضرورت کے تحت اس کے مال سے کچھ بیچنا بھائی، چچا، ماں اور گم شدہ سچے کو پانے والے کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ ان کی زیر حفاظت و پرورش ہو ورنہ نہیں۔ (ت)
---	--

علامہ شامی قول در مختار لایجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنه ولا ولایتہ الافی مسائل (غیر کے مال میں بے اذن ولایت تصرف ناجائز سوائے چند مسائل کے۔ ت) کی شرح میں بہ ضمن مسائل استثنائاً فرماتے ہیں:

كذا لو انفق بعض اهل المحلة على مسجد لا متولى له من غلته لحصير ونحوه او انفق الورثة الكبار على الصغار ولا وصى لهم فلا ضمان فى الكل ديانة ² اه ملخصاً اقول: ولا يخالفه بل ربما يؤيده ما فى شهادة الاوصياء من الطحاوى من الفصول حيث قال ورثه صغار وكبار وفى التركة دين وعقار	جیسے بعض اہل محلہ کسی ایسی مسجد پر مسجد کے مال سے خرچ کرے جس کا کوئی متولی نہیں مثلاً چٹائی وغیرہ کا انتظام کرے یوں ہی بڑے وارث ایسے چھوٹے وارثوں پر جس کا کوئی وصی نہیں ان کا مال خرچ کریں تو اس تمام میں دیانتاً ضمان نہیں (تخصیص) میں کہتا ہوں یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید ہوں یہ اس کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تائید کرتا ہوں وہ جو طحاوی میں بحوالہ فصول شهادة الاوصياء کے بارے میں ہے جہاں فرمایا کہ
--	---

¹ در مختار کتاب الخطر والاباحة فصل فی البیع مطبع مجتبائی، دہلی ۲۴۶/۲، رد المحتار کتاب الخطر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث

العربی بیروت ۲۵۰/۵

² رد المحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۰/۵ ۱۲۷/۵

اگر وارث بڑے اور چھوٹے ہیں اور ترکہ میں دین و غماز ہے پھر بعض مال ہلاک ہو گیا اور بڑے وارثوں نے کچھ مال اپنے آپ اور چھوٹے وارثوں پر خرچ کر دیا تو جو مال ہلاک ہوا وہ سب پر ہے اور جو بڑوں نے چھوٹوں پر خرچ کیا اگر قاضی اور وصی کی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو ضامن ہوں گے، اور اگر ان دونوں سے کسی کی اجازت سے خرچ کیا ہے تو نفقہ مثلی کی مقدار مجرا پائیں گے اہ اس لئے بے شک یہ حکم وصی کے موجود ہونے کی صورت میں ہے اور جو حکم ماقبہ گزرا وہ اس کی عدم موجودگی کی صورت میں ہے خاص طور پر ہمارے علاقے میں۔ پس سمجھ۔ (ت)

فهلك بعض المال وانفق الكبار البعض على انفسهم وعلى الصغار فما هلك فهو على كلهم، وما انفقه الكبار ضمنوا حصّة الصغار ان كانوا انفقوا بغير امر القاضى او الوصى وما انفقوه بامر احد هما حسب لهم الى نفقه مثلهم¹ اھ فان هذا عند وجود الوصى وما امر فعند عدمه لاسيما في بلادنا فافهم۔

پاس جو کچھ بکرنے اُن لڑکیوں کی پرورش میں صرف کیا اگر نفقہ مثل کا دعویٰ کرے تو بیشک دیانۃً مجرا پائے گا،

کیونکہ اس کو شرع کی طرف سے ایسا کرنے کا اذن حاصل تھا لہذا وہ ضامن نہیں بلکہ ایسا امین ہوگا کہ جب تک وہ خلاف ظاہر دعویٰ نہ کرے اس کے قول کو تسلیم کیا جائے گا، کیا تو نے نہیں دیکھا جس کا ذکر ہم فصول کے حوالے سے پہلے کر چکے ہیں کہ نفقہ مثل تک مجرا پانے کا حکم کیا گیا جبکہ وصی یا قاضی وغیرہ جنہیں اختیار اذن ہے میں سے کسی کا اذن پایا جائے اور شرع مطہر زیادہ حقدار ہے کہ اس کو اختیار اذن ہو، اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں شرع کی طرف سے اذن پایا گیا اگر چہ وصی یا قاضی کی طرف سے اذن نہیں پایا گیا کیونکہ اس صورت میں دوسرے سے

فانه كان ماذونا له في ذلك من جهة الشرع فلا يكون ضميناً بل اميناً مقبول القول ما لم يدع ما يكذب به الظاهر، الا ترى الى ما قدمنا عن الفصول حيث حكم بالاحتساب الى نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن كالوصى والقاضى والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن في مسئلتنا وان لم يوجد من وصى او قاض لفقد انهما ههنا راساً وانت تعلم عن المفتى انما يفتى بالديانة

¹ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار فصل فی شہادۃ الاوصیاء دار المعرفۃ بیروت ۳۴۵/۴

<p>بل قد اثبتنا عرش التحقيق بتوفيق المولى سبحانه وتعالى في كتاب الوصايا من العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية ان الابن الكبير في امصارنا هذه في اعصارنا هذه يقوم مقام وصي ابیه علی الاولاد الصغار من دون حاجة الى تصريح بالوصايا لوجود الاذن والتفويض دلالة بحکم العرف الفاشی المطر دمع تحقق الضرورة الملجئة الى اعتبار تلك الدلالة والله يعلم المفسد من المصلح ومن لم يعرف اهل زمانه ولم ير اعراف الفتيا حال مكانه فهو جاهل مبطل في قوله وبيانه وقد بينا المسئلة بحول القدير جل مجده بما يتعين المراجعة اليه وحينئذ فالامر اظهر۔</p>	<p>موجود ہی نہیں ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ مفتی دیانت پر فتویٰ دیتا ہے بلکہ ہم نے مولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ کی توفیق سے العطايا النبوية فی الفتاوی الرضویة کی کتاب الوصایا میں بلند ترین تحقیق کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہمارے شہروں میں موجودہ زمانے میں تصریح وصیت کے بغیر بھی بڑا بیٹا باپ کے وصی کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ ہمارے عام و رائج عرف و عادت کے مطابق بطور دلالت اذن تفویض موجود ہے باوجودیکہ ایسی ضرورت بھی متحقق ہے جسے اس دلالت کا اعتبار کرنے پر مجبور کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے جو شخص اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور فتویٰ میں اپنے علاقے کے احوال کا لحاظ نہ رکھے وہ جاہل ہے اور اس کا قول و بیان باطل ہے اور ہم نے اللہ قدیر جل مجدہ، کی طاقت سے مسئلہ کو اس اسلوب سے بیان کر دیا جس کی طرف رجوع کرنا متعین ہے، اس صورت میں معاملہ زیادہ ظاہر ہوا۔ (ت)</p>
---	---

اور نفقہ مثل کے یہ معنی کہ اتنی مدت ایسے بچوں پر اتنے مال والوں میں متوسط صرف بے تنگی و اسراف کس قدر ہوتا ہے اتنا مجرا پائے گا۔ عالمگیری میں ہے:

<p>نفقة المثل ما يكون بين الاسراف والتقتير كذا في المحيط¹۔</p>	<p>نفقہ مثل وہ ہے جو فضول خرچی اور تنگی کے درمیان ہو، ایسا ہی محیط میں ہے۔ (ت)</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>ما ينفق على مثلهم في تلك المدة²۔</p>	<p>جو اُن کا مثل بچوں پر اتنی مدت میں خرچ کیا جاتا ہو۔ (ت)</p>
--	--

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع فی الوصی نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵۵/۶

² ردالمحتار فصل فی شہادت الاوصیاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۶۰

مصارف شادی: عبارتِ سوال میں مذکور کہ دونوں قاصرہ وقت شادی جوان تھیں اور سائل نے بعد استفسار بذریعہ تحریر اظہار کیا کہ مصارف عروسی و جہیز سب بکر نے محض اپنی رائے سے کئے والدہ کا انتقال دونوں قاصرہ کی شادی سے پہلے ہوا، اور بہنیں ان کی شادیوں میں عام بیگانوں کی طرح شریک ہوئیں نہ ان سے دربارہ صرف کوئی استفسار ہوا نہ اُن کا کوئی اذن نہ قاصرات سے کہا گیا کہ ہم یہ صرف تمہارے حصّہ سے کرتے یا جہیز تمہارے حصّے میں دیتے ہیں اور واقعی ہمارے بلاد میں مصارف شادی کتواریوں سے پوچھ کر نہیں ہوتے نہ اُن سے اس امر میں کوئی اذن لیا جاتا ہے پس اگر بیان مذکور صحیح ہے تو جو کچھ مصارف بالائی جس قاصرہ کی شادی میں ہوئے وہ دُہن کے حصّہ سے مجرا نہیں ہو سکتے:

لانا وان قلنا بوصایہ بکر دلالة كما اشرنا اليه فقد انقطعت الولاية بالبلوغ۔	کیونکہ بیشک ہم نے اگرچہ بکر کے لئے باعتبار دلالت وصی ہونے کا قول کیا ہے جیسا کہ ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں مگر وہ ولایت بالغ ہونے کے ساتھ منقطع ہو گئی۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں عنایہ سے ہے :

انهم (یعنی ورثہ الکبار) اذا كانوا حضورا ليس للوصی التصرف في التركة اصلا الا اذا الخ ¹	بے شک وہ (یعنی بڑے ورثاء) جب حاضر ہوں تو وصی کے ترکہ تصرف کا کوئی حق نہیں مگر جب الخ (ت)
--	--

تو ان مصارف میں جو کچھ بکر نے صرف کیا بہنوں کے ساتھ تبرع و احسان ہوا جو کسی سے مجرمانہ پائے گاسب صرف اسی کے حصہ پر پڑے گا خواہ خمائنا خواہ قضائاً دوسرے ورثہ جنہوں نے نہ خود صرف کیا نہ صراحۃً اذن دیا بری رہیں گے اگرچہ اُنہوں نے صرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہے ہوں اذا لا ینسب الی ساکت قول (خاموش رہنے والے کی طرف قول کی نسبت نہیں کی جاتی۔ ت) اشباہ میں ہے:

لو رأی غیرہ یطلف مالہ فسکت لایکون اذنا بالتلافه ² ۔	اگر کوئی کسی کو اپنا مال تلف کرتا دیکھ کر خاموش رہے تو خاموشی تلاف کی اجازت نہ ہوگی۔ (ت)
--	--

خصوصاً اگر اُن میں کوئی اس وقت نابالغ ہو کہ نابالغ کا اذن بھی معتبر نہیں،

فانه ليس من اهل التبوع ولا لاحد ان يتبوع من ماله۔	کیونکہ وہ اہل تبرع میں سے نہیں اور نہ ہی کسی اور کو یہ حق ہے کہ اس کے مال میں تبرع کرے۔ (ت)
---	---

¹ ردالمحتار کتاب الوصایا باب الوصی دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۴

² اشباہ النظائر القاعدة الثانیة عشر لا ینسب الی ساکت قول ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۸۵/۱

ہزار یہ و بحر الرائق ورد المختار و تنویر الابصار و سراج و ہاج و غیر ہا میں ہے :

<p>ہبہ و قرض اور جو مال کا اتلاف یا بے عوض تملیک ہو وہ جائز نہیں جب تک شریک نہ نص صریح اس کی اجازت نہ دے دے اھ اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہ ہے جس کا انہوں نے شرکت عنان و معاوضہ کے شریکوں کے بارے میں افادہ فرمایا باوجودیکہ شرکت عنان اور شرکت معاوضہ میں شریک ایک دوسرے کے وکیل اور ایک دوسرے کی طرف سے تصرف کے مجاز ہوتے ہیں تو یہ حکم شرکت عین کے شریک کیلئے کیسے ہو سکتا ہے کہ اس میں تو شریک دوسرے کے حصہ سے محض اجنبی ہوتا اسے دوسرے کے حصہ میں تصرف حلال نہیں جیسا کہ انہوں نے اس پر نص کی ہے۔ (ت)</p>	<p>الہبۃ والقرض و ماکان اتلافاً للمال او تملیکاً من غیر عوض فانہ لایجوز ما لم یصرح بہ نصاً^۱ اقول: هذا افادہ فی شریکی العنان و المعاوضۃ مع ان کلا منہما وکیل عن صاحبہ ما ذون التصرف فی المال من جانبہ، فکیف بالشریک شرکت العین فانہ اجنبی صرف عن حصۃ اخیه لیس لہ التصرف فیہ کہا نصوا علیہ۔</p>
--	--

حاشیہ طحاویہ میں ہے :

<p>جمع و موائد تھمیز میں داخل نہیں تو جو تھمیز کے علاوہ ان میں خرچ کرے اگر وہ وراثہ میں سے ہے تو اُسی کے حصہ سے شمار کیا جائے گا اور وہ متبرع ٹھہرے گا یونہی اجنبی اھ ملخصاً (ت)</p>	<p>التجهیز لایدخل فیہ الجمع والموائد فالفاعل لذلك ان کان من الورثۃ یحسب علیہ من نصیبہ و یکون متبرعاً و کذا ان کان اجنبیاً^۲ ملخصاً۔</p>
--	---

دُہن کا جہیز وہ اگر بکرنے بطور ہبہ نہ دیا بقصد مجرائی دیا تو یہ دینا کچھ اثر پیدا نہ کرے گا جبکہ باہم کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ آئی کہ یہ اشیاء تیرے فلاں حصہ کے معاوضہ میں دیتے ہیں اس کے بعد کُل ترکہ یا ترکہ کی فلاں قسم میں تیرا حصہ نہ ہو گا نہ بالیقین یہ ہوا کہ اموال منقولہ کی ہر جنس جدا جدا جوڑ کر دُہن کا حصہ نکال کر ہر چیز سے خاص جس قدر اس کے حصہ میں آیا ہے کئی بیشی ایک ذرہ کے اُس کے لئے جدا کر لیا اور وہی اس کے جہیز میں دیا ہو،

<p>چہ جائیکہ مثلی چیزوں پر اکتفاء کیا گیا ہو اور قیمت والی چیزوں میں مستقل تبادلہ کرنے سے احتراز کیا گیا ہو۔ (ت)</p>	<p>فصلاً عن الاقتصار علی المثلیات والتحرز عن الاسباب بالاستبدال فی القیمیات۔</p>
--	--

^۱ رد المحتار کتاب شرکت دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۴۵

^۲ حاشیہ طحاویہ کتاب الفرائض دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۶۷

انہ اجناس مختلفہ میں قسمت جمع بے تراضی ممکن یہاں تک کہ قاضی کو بھی اس کا اختیار نہیں کما نصواعلیہ فی الکتب جبیعاً (جیسا کہ تمام کتابوں میں اس پر نص فرمائی گئی۔ ت) تو غایت درجہ اس قدر رہا کہ بکرنے دیتے وقت اپنے دل میں سمجھ لیا کہ یہ ہم علی الحساب دیتے ہیں جو کچھ جہیز کی لاگت ہے دُہن کے حصہ میں مجرالیں گے صرف اتنا سمجھ لینا کوئی عقد شرعی نہیں ہو سکتا قسمت نہ ہونا تو ظاہر لہامہ (جیسا کہ گزرات) صلح و تخارجیوں نہیں کہ کل ترکہ یا اُس کی کسی قسم سے حصہ دُہن کا ساکت نہ کیا گیا نہ دُہن کے خیال میں ہو گا اب فلاں قسم طرہ میں میرا کوئی دعوٰی نہ رہا اگرچہ میرا حصہ مقدار جہیز سے زائد نکلے، نہ ایسا مرے صریح رضامندی فقط ایک طرف کے خیال پر عقد ٹھہر سکتا ہے،

فَانِ الْعَقْدَ رِبْطًا وَلَا بَدْلًا فِي الرِّبْطِ مِنْ شَيْئَيْنِ۔	کیونکہ عقد ربط ہوتا ہے اور ربط میں دو چیزوں کا ہونا لازم ہے۔ (ت)
--	--

معذرا عند الحساب جہیز کی لاگت میں اختلاف پڑنا ممکن بلکہ مظنون تو قطع نزاع جس کے لئے صلح تخارج کی وضع ہے حاصل نہ ہوا،

وَمَا مِنْ شَيْئٍ خَلَا عَنْ مَقْصُودِهِ الْإِبْطَلُ وَجَهَالَةُ الْمَصَالِحِ عَنْهُ أَمَّا لَا تَمْنَعُ جَوَازُ الصَّلَاحِ إِذَا لَمْ تَفْضُ إِلَى الْمَنَازَعَةِ وَالْإِمْنَعُ۔	اور نہیں ہے کوئی شئی اپنے مقصود سے خالی مگر وہ باطل ہے، اور جس شئی پر صلح ہو رہی ہے اس کا مجہول ہونا اگر موجب نزاع نہ ہو تو جواز صلح سے مانع نہیں ورنہ مانع ہے۔ (ت)
---	---

در مختار میں ہے:

الصَّلَاحُ شَرْعًا عَقْدٌ يَرْفَعُ النِّزَاعَ وَيَقْطَعُ الْخُصُومَةَ ¹ ۔	صلح شرعاً ایسا عقد ہے جو نزاع کو رفع اور خصومت کو قطع کرتا ہے۔ (ت)
--	--

نہایہ میں ہے:

جَهَالَةُ تَفْضِي إِلَى الْمَنَازَعَةِ تَمْنَعُ جَوَازَ الصَّلَاحِ	جو جہالت منازعت تک پہنچائے وہ جواز صلح سے مانع ہوتی ہے
² مُلْخَصِينَ۔	اھ ملخصین (ت)

رہی بیچ وہ اگر بضرع ایجاب و قبول بھی ہوتی مثلاً بکر کہتا ہے میں نے یہ جہیز بعوض ان اشیائے متروکہ کے

¹ در مختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ النہایۃ کتاب الصلح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲۳۱/۱۳

جو بمقدار مالیت جہیز تیرے حصہ میں آئیں بیچ کیا اور دُلہن قبول کرتی تاہم فاسد ہوتی کہ نہ جہیز کی لاگت بیان میں آئی نہ یہ معلوم کہ اس کی مالیت کی کتنی چیزیں اور کیا کیا اشیاء حصہ عروس میں آئیں گی یہاں کہ اس قدر بھی نہ ہوا بلکہ کوئی تذکرہ درمیان نہ آیا صرف بکرنے ایک امر سمجھ کر جہیز سپرد کیا یہ بھی خبر نہیں کہ اُس وقت قلب عروس میں کیا نیت تھی اسے کیونکر کوئی عقد شرعی قرار دے سکتے ہیں،

اور یہ معلوم ہے کہ ایسا کوئی عقد نہیں جو محض نیت سے تام ہوتا ہو بلکہ کسی ایسی شئی کا ہونا ضروری ہے جو ارادہ قلبی کو ظاہر کرے رضاء قلبی پر دلالت کرے۔ (ت)	و معلوم انه ليس من عقد يتم بالنية بل لابد من شئ يظهر القصد القلبی ويكون دليلاً على الرضا النفسی۔
--	--

فتح القدير میں ہے:

اس کارکن وہ فعل ہے جو قولی یا فعلی طور پر تبادل ملکین کے ساتھ رضامندی پر دلالت کرے، ہاں کبھی تو اس امر کا ظاہر کرنے والی شئی بطور نص ہوتی ہے اور وہ لفظ ہے جو ایجاب و قبول کے لئے مقرر کیا گیا اور کبھی وہ بطور دلالت ہوتی ہے جیسے بھاؤ چکانا اور بیع تعاطی میں بیان ثمن کے بعد بیع کو لے لینا اور جہاں عرف عام کی وجہ سے حاجت بیان نہیں ہوتی جیسے مثال کے طور پر روٹی جہاں اس کی قیمت متعین ہو اور مختلف نہ ہوتی ہو وہاں بائع کا دکان کھول کر بیٹھنا اور فروخت کے لئے روٹی تیار کرنا بیع پر دلالت کرتا ہے اور مشتری کا اس کو لے لینا خریداری پر دلالت کرتا ہے لیکن یہاں اگر بکر کی طرف سے دلالت فرض کر بھی لی جائے تو دُلہن کی طرف سے بالکل دلالت نہیں پائی گئی اور اگر بالفرض اس کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہاں تعاطی صرف ایک جانب سے ہوگی ایک طرف سے تعاطی	رکنه الفعل الدال على الرضا بتبادل الملكين من قول او فعل ¹ اه(ملخصاً) نعم المظهر قد يكون نصاً وهو اللفظ المقرر للايجاب والقبول وقد يكون دلالة كالمساومة واخذ الثمن بعد بيان الثمن في بيع التعاطی وحيث لا حاجة الى البيان للعرف العام كالخبز مثلاً حيث يكون له قيمة معلومة لا تختلف ففتح البائع الدكان وجلسه للبيع واعداده الخبز لذلك دليل على البيع واخذ المشتري على الشراء اما ههنا فان فرضت دلالة من بکر فلا دلالة اصلاً من قبل العروس ولئن سلمت ايضاً فالتعاطی ههنا من احد الجانبين وهو وان جاز عند البعض وبه يفتى وهو اربح التصحيحين فلا بد فيه عند مجيزة من بيان البدل
---	---

¹فتح القدير كتاب البيوع مكتبة نوريه رضويه سكر ۳۵۵/۵

<p>والبدل ههنا كما علمت مجهول فلم ينعقد البيع اجماعاً۔</p>	<p>اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی مفتی بہ اور ارجح التصحیحین ہے، مگر اس کو جائز ماننے والوں کے نزدیک بیان بدل، ضروری ہے اور یہاں پر جیسا کہ توجہ جانتا ہے بدل مجهول ہے لہذا بالاجماع یہ بیع منعقد نہ ہوگی۔ (ت)</p>
--	--

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

<p>الشرط في بيع التعاطي الاعطاء من الجانبين عند شس الاثمة الحوانى كذا في الكفاية وعليه اكثر المشائخ وفي البزازیة هو المختار كذا في البحر الرائق والصحيح ان قبض احد هما كاف لنص محمد رضى الله تعالى عنه على ان بيع التعاطي يثبت بقبض احد البدلين وهذا ينتظم الثمن والمبيع كذا في النهر الفائق وهذا القائل يشترط بيان الثمن لان عقد هذا البيع بتسليم المبيع وهكذا حكى الفتوى الشيخ الامام ابى الفضل الكرماني كذا في المحيط¹۔</p>	<p>بیع تعاطی میں دونوں جانبوں سے اعطاء امام شمس الانمہ حلوئی کے نزدیک شرط ہے یونہی کفایہ میں ہے، اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں، بزازیہ میں ہے کہ یہی مختار ہے، البحر الرائق میں بھی ایسے ہی ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ایک کا قبضہ کافی ہے کیونکہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نص فرمائی کہ بیع تعاطی بدلیں میں سے ایک پر قبضہ کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ ایک پر قبضہ ثمن و مبیع دونوں کا شامل ہے جیسا کہ النہر الفائق میں ہے اور یہ قائل تسلیم مبیع کے ساتھ اس بیع کے منعقد ہونے کے لئے بیان ثمن کی شرط لگاتا ہے، اور اسی طرح شیخ امام ابوالفضل کرمانی کا فتویٰ نقل کیا گیا جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)</p>
---	--

پس واضح ہو کہ جہیز دینے میں کسی عقد شرعی کی حقیقت تو حقیقت صورت بھی نہ تھی تو یہ دینا اصلًا کوئی اثر تبدیل ملک پیدا نہ
کرے گا بلکہ وہ مال جس کی ملک تھا بدستور اسی کی ملک پر رہے گا۔ اب معرفت مالک درکار ہے جو چیزیں عین متروکہ تھیں مثلاً
زیور، برتن، کپڑے وغیرہ کہ مورثوں نے چھوڑے بعینہم جہیز میں دئے گئے وہ جیسے سب وارثوں میں پہلے مشترک تھیں اب
بھی مشترک رہیں گی اور جو اشیاء بکرنے خرید کر دیں وہ سب مطلقاً ملک بکر تھیں اور اب بھی خاص اسی کی ملک پر ہوں گی اگرچہ
مال مشترک سے خریدی ہوں لہذا علم ان الشراء اذا وجد نفاذاً على الشاري نفذ (کیونکہ یہ معلوم ہو چکا کہ بیشک شراء
جب نفاذ پائے تو مشتری

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۹/۳

پر نافذ ہو جاتی ہے۔ ت) غایت یہ کہ مال مشترک سے خرید نے میں بکر باقی ورثہ کے حصص کا ذمہ دار رہے گا کما نقلنا فی مواضع مناقشا عن رد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار سے اپنے فتاویٰ میں متعدد مقامات پر نقل کیا ہے۔ ت) پھر اس قسم یعنی مملوکت بکر پر دُلہن کا قبضہ امانت ہو گا لہٰذا بتسلیط المالك (کیونکہ اس قبضہ کا حصول مالک کی طرف سے قدرت دینے سے ہوا۔ ت) پس جس چیز کو دُلہن نے استملاک نہ کیا بغیر اس کے فعل کے چوری وغیرہ سے ہلاک ہو گئی اُس کا تاوان دُلہن پر نہ آئے گا اور جو اس کے فعل و تعدی سے تلف ہوئی اس کی قیمت بکر کے لئے دُلہن کے ذمہ واجب ہوگی لان الامین ضمین اذا تعدی (اس لئے کہ امین جب امانت میں تعدی کرے تو ضامن ہوگا۔ ت) اور جو باقی ہو وہ بیعہ بکر کو واپس دے اور قسم اول یعنی عین متروکہ سے جو کچھ جہیز میں دیا گیا اس پر دُلہن کا ہاتھ دست ضمان ہوگا یعنی کسی طرح اس کے پاس ہلاک ہو جائے مطلقاً تاوان آئے گا۔

اور یہ اس لئے ہے کہ بیشک بکر نے شرکاء کے حصوں میں تعدی کی کیونکہ اس نے مال مشترک سے بہن کا جہیز بنا کر بہن کے حوالے کیا تاکہ وہ اس کے پہنے اور استعمال کرے اور اس میں مستقل تصرف کرے قبضہ جو قبضہ ضمان پر مترتب ہو وہ قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے۔ (ت)	وذلك لان بکرا قد تعدی علی حصص الشراکاء بتجهیز الاخت من مال مشترك وتسليمه اليها جهاز التلبس وتستعمل وبالتصرف تستقبل وكل يد مترتبة علی يد ضمان يد ضمان۔
---	---

پس باقی وارث جنہوں نے اذن نہ دیا مختار رہیں گے کہ جو کچھ ہلاک ہو اچاپیں اپنے حصوں کا تاوان بکر سے لیں لانہ الغاصب (کیونکہ وہ غاصب ہے۔ ت) چاہیں دُلہن سے لانہا لغاصبة الغاصب (کیونکہ وہ گویا غاصب سے غصب کرنے والی ہے۔ ت) فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

قبضہ ضمان پر مترتب ہونے والا قبضہ بھی قبضہ ضمان ہی ہوتا ہے لہٰذا چار پائے کے مالک کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے ضمان لے الخ (ت)	اليد المترتبة علی يد الضمان يد ضمان فلو لب البهيمة ان يضمن من شاء ¹ الخ۔
--	---

اور وہ بکر یا دُلہن جس سے ضمان لیں اُسے دوسرے پر دعوٰی نہیں پہنچتا:

لیکن بکر تو اس لئے کہ وہ غاصب ہے بے شک دُلہن نے اس کے قدرت دینے سے قبضہ کیا اور	اما بکر فلانہ الغاصب وانما قبض العروس بتسليطه واما العروس فلانها قبضت
---	---

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الغصب دار المعرفة بیروت ۱۳۹۲

لنفسہا لا بکر۔	رہی دلہن تو وہ اس لئے کہ بے شک اس نے اپنے لئے قبضہ کیا ہے نہ بکر کے لئے۔ (ت)
----------------	--

ردالمحتار میں، نزاریہ سے ہے:

وہب الغاصب المصوب او تصدق او اعار و هلك في ايديهم وضمنوا للمالك لا يرجعون بما ضمنوا للمالك على الغاصب لانهم كانوا عاملين في القبض لانفسهم بخلاف المرتتهن والمستاجر والبودع فانهم يرجعون بما ضمنوا على الغاصب لانهم عملوا له الخ۔	غاصب نے شئی معصوبہ کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دے دی اور وہاں ہلاک ہو گئی تو جنہیں وہ شئی بطور ہبہ یا صدقہ یا عاریت دی گئی یہ لوگ اصل مالک کیلئے ضامن ہوں گے اور جتنا ضمان انہوں نے مالک کو دیا وہ غاصب سے نہیں لے سکیں گے کیونکہ انہوں نے قبضہ کرنے میں اپنے لئے عمل کیا نہ کہ غاصب کے لئے بخلاف مرتہن، مستاجر اور مودع کے کہ یہ لوگ جتنے کے ضامن جتنے کے ضامن ہوئے غاصب سے اس کا رجوع کر سکیں گے کیونکہ انہوں نے غاصب کے لئے عمل کیا الخ۔ (ت)
--	--

اور جو کچھ باقی ہوں وہ دلہن سے واپس لے کر فرائض الہیہ پر تقسیم ہو جائیں، یہ سب احکام اس صورت میں تھے کہ بکر نے جہیز بطور ہبہ نہ دیا ہو اور بے شک اس امر میں کہ ہبہ کی نیت تھی یا مجرائی کی، بکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا،

لانه الدافع فهو ادري بجهة الدفع كما في الاشباه وجامع الفصولين والفتاوى الخيرية وغيرها وقد نصوا عليه في مسائل كثيرة اقول: وليس في تجهيز الاخوة الاخوات اذا كن ذوات مال شريكات في مابا يدي الاخوة من التركة عرف فاش يقضى بالهبة بخلاف الالباء والامهات في بلادنا كيف يكون الظاهر	کیونکہ بیشک وہ دینے والا ہے لہذا وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ دینے کی جہت کی ہے جیسا کہ اشباہ، جامع الفصولین اور فتاویٰ خیرہ وغیرہ کتابوں میں ہے اور تحقیق انہوں نے متعدد مسائل میں اس پر نص فرمائی ہے میں کہتا ہوں کہ مال دار بہنیں جو بھائیوں کے جہیز دینے میں یہ عرف عام نہیں کہ یہ بھائیوں کی طرف سے ہبہ ہے، بخلاف مال باپ کے کہ وہ جو کچھ بطور جہیز دیں وہ ہمارے علاقے کے عرف میں ہبہ ہے اور بقاء واجب کے
--	---

¹ ردالمحتار کتاب الغصب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶/۵

قصد التبوع مع بقاء الواجب بل الظاہرح انہم یریدون الاحتساب علیہن من انصابہن۔	ہوتے ہوئے قصد تبوع کیسے ظاہر ہوگا بلکہ ظاہر تو یہاں یہ ہے کہ وہ بہنوں کے حصوں سے محرک ارادہ کرتے ہیں (ت)
--	---

اسی طرح اگر بکرنے دل میں نیت ہبہ کی مگر دھن نے ہبہ جان کر قبضہ نہ کیا بلکہ مثلاً اپنے حصہ کا معاوضہ یا حصے میں مجرائی سمجھ کر لیا تو بھی بعینہ یہی احکام ہوں گے کہ اس صورت میں دھن کی طرف سے قبول ہبہ نہ پایا گیا،

فإن القبول فرع العلم وهي إذا لم تحسبه هبة كيف يتصور أنها قبلت الهبة۔	اس لئے کہ قبول علم کی فرع ہے تو جب اس نے اسے ہبہ جانا ہی نہیں تو یہ کیسے متصور ہے کہ اس نے ہبہ قبول کیا۔ (ت)
---	---

بحر الرائق میں ہے :

وكذا بقوله اذنت للناس جميعاً في ثمر نخلي من اخذ شيئاً فهو له فبلغ الناس من اخذ شيئاً يملكه كذا في المنتقى وظاهرة ان من اخذ ولم يبلغه مقالة الواهب لا يكون له كما لا يخفى ^۱ اها قول: ومثله ما في الهندية عن الخلاصة رجل سيب دابته فاصلحها انسان ثم جاء صاحبها واقرو قال قلت حين خلعت سبيلها من اخذها فهي له او انكر فاقبعت عليه البيئنة او استحلف فنكل فهي للاخذ سواء كان حاضر اسبح هذه المقالة او غالب	اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے درختوں کے پھلوں کی تمام لوگوں کو اجازت دی کہ جو جتنا لے لے وہ اُسی کا ہے، لوگوں کو اس کی خبر پہنچی تو اس میں سے جو جتنا لے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا جیسا کہ منتقی میں ہے۔ اس سے ظاہر یہ ہے کہ جس کے واہب کے اس کہنے کی خبر نہ پہنچی اس نے جو کچھ لیا وہ اس کا مالک نہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، میں کہتا ہوں اسی کی مثل ہے وہ جو ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اپنا چوپایہ آزاد چھوڑ دیا پھر کسی نے اس کو پکڑ کر اس کی اصلاح کر لی یعنی اس کو کام کے لائق بنا لیا اب مالک آیا اور اس نے اقرار کیا کہ میں نے اس کو چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ جو بھی اس کو پکڑ لے گا یہ اسی کا ہوگا یا اس نے
---	--

^۱ البحر الرائق کتاب الهبة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۳/۷

انکار کیا اور گواہ قائم ہو گئے کہ اس نے ایسا کہا تھا یا اس سے حلف کا مطالبہ کیا گیا تو وہ حلف سے انکار کر گیا، ان تمام صورتوں میں ہو چو پایہ اُس پکڑنے والے شخص کا ہوگا چاہے تو خود حاضر ہو کر اُس نے اپنے کانوں سے اس کی یہ بات سُنی ہو یا وہ غائب تھا اور اس تک یہ خبر پہنچی ہو اھ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ جب اس کو واہب کے اس قول کا علم ہو گیا تو قبضہ قبول کے قائم مقام ہوگا بخلاف اس کے جب اس کو واہب کے قول کا علم نہ ہو تو قطعاً قبول متحقق نہ ہوگا اور وہ قبول ہی موهوب لہ، کے لئے ثبوت ملک کا مدار ہے چاہے اس قبول کو رکن قرار دیا جائے، جیسا کہ اس پر تحفہ، والوالجیہ، کافی، کافیہ، تمبین، بحر، مجمع الانہر، در مختار اور ابوالسعود وغیرہ کتب کبیرہ میں نص کی گئی اور ہدایہ اور ملتی الابحر وغیرہ جلیل القدر کتابوں سے بھی یہی ظاہر ہے، یا اس قبول کو شرط قرار دیا جائے جیسا کہ اس پر مبسوط، محیط اور ہندیہ وغیرہ میں نص کی گئی اور بدائع میں افادہ فرمایا کہ بے شک یہ استحسان ہے اور یہ بے شک اول قول زفر ہے اور بہر صورت دونوں اس پر متفق ہیں کہ بغیر قبول کے ہبہ میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور خانیہ وغیرہ میں اسی پر نص فرمائی گئی اور البتہ ہم نے اس مسئلہ کی حاشیہ رد المحتار میں ایسی تحقیق کر دی ہے جس پر اضافہ کی گنجائش نہیں۔ (ت)

فبلغه الخبر¹ ووجهه ظاهر فانه اذا علم ببقالة الواهب فيكون الاخذ على جهة الاتهاب ويقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم يعلم فانه يتحقق القبول قطعاً وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعاً سواء جعل ركناً كما نص عليه في التحفة ولو الجية والكافي والكفاية والتبيين والبحر ومجمع الانهر والدر المختار وابي السعود وغيرها من كتب الكبار وهو ظاهر الهداية وملتقى الابحر وغيرها من الاسفار الغر او شرطاً كما نص عليه في المبسوط والمحيط والهنديّة وغيرها وافاد في البدائع انه الاستحسان وان الاول قول زفر وعلى كل فاتفق القولان على انه لا تملك فيها بدون القبول وهو الذي نص عليه في الخانية وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله تعالى على هامش رد المحتار بما لا مزيد عليه۔

تو اس حالت میں بھی وہ اشیاء بدستور ملک اصل مالک پر رہیں گی خواہ بکر ہو یا سب شرکاء اور احکام سابقہ عود کریں گے، ہاں اگر بکر کا ارادہ ہبہ قولاً یا فعلاً یا درایتاً کسی طرح ظاہر ہوا جس کے سبب

¹ فتاویٰ ہندیہ باب الہبۃ الباب الثالث فیہا یتعلّق بالتخلیل نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۳

دلہن نے اسے ہبہ ہی سمجھ کر فیصلہ کیا تو البتہ ایجاب و قبول دونوں متحقق ہو گئے،

فَانِ الْقَبْضُ لَوْ جِهَ الْاِتِّهَابِ قَبُولُ وَاِنْ نَاقِصًا كَمَا فِي مِشْعَاعٍ يَقْسَمُ لَاسْتَوَاءِ الْكُلِّ فِي الدَّلَالَةِ عَلَى الرِّضَا كَمَا لَا يَخْفَى۔	اس لئے کہ ہبہ سمجھ کر قبضہ کرنا قبول ہے اگرچہ ناقص ہو جیسے متحمل قسمت مشاع کا ہبہ کیونکہ رضا پر دلالت کرنے میں تمام برابر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)
---	---

ولو الجیہ میں ہے :

الْقَبْضُ فِي بَابِ الْهَبَةِ جَارٍ مَجْرَى الرُّكْنِ فَصَارَ كَالْقَبُولِ ¹	ہبہ کے باب میں قبضہ رکن کے قاسم مقام ہے لہذا وہ قبول کی طرح ہو گیا۔ (ت)
---	---

پس اشیاء بکر نے خرید کر جہیز میں دیں اگرچہ مال مشترک سے خریدی ہوں دلہن ان کی مالک مستقل ہو گئی اور بکر پر اس مال مشترک میں اور ورثہ کے حصص کا تاوان آیا جن کے بے اذن یہ شراء واقع ہوا یہاں تک کہ خود اس دلہن کے حصے کا بھی جس نے جہیز پایا،

فَانِ الْبَدَلِ وَاِنْ اِلَيْهَا اَوْصَلَ لَكِنْ الشَّرَاءُ نَفْذٌ عَلَى بَكْرِ فَوْقَ الْمَلِكِ لَهُ وَتَمَّ الضَّمَانُ ثُمَّ الْعَطَاءُ لِلْعُرُوسِ هَبَةً عَلَيْهِمْ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ فَلَا يَرْتَفِعُ بِهِ ضَمَانُ قِسْطِ الْعُرُوسِ۔	اس لئے کہ بدل اگرچہ دلہن تک پہنچ گیا لیکن شراء بکر پر نافذ ہوئی لہذا اس کے لئے ملک ثابت ہوئی اور ضمان تام ہوا پھر بکر کا دلہن کو عطا کرنا یہ بکر کے اپنے مال سے علیحدہ ہبہ ہوا تو اس سے دلہن کے حصے کا ضمان ساقط نہیں ہوگا۔ (ت)
--	---

اور جو کچھ عین ترکہ سے ہبہ کیں تو ہبہ باقی ورثہ کے حق میں نافذ نہ ہوا اذامنہم ولا ولاية عليهم (اس لئے کہ نہ تو ان کی طرف سے اذن ہے اور نہ ہی اس کی ان پر ولایت ہے۔ ت) تو ان کے حصے تو ہر حال دلہن کے ہاتھ میں مضمون رہے اور ضمان کا وہی حکم کہ انہیں اختیار ہے چاہیں بکر پر ڈالیں یا دلہن پر، جس پر ڈالیں دوسرے حصہ جہیز جس مال قابل تقسیم تھا یعنی اس کے حصے کیجئے تو وہی انتفاع اس سے مل سکے جو قبل از تقسیم ہے ملتا تھا جب تو بکر کے حصے میں بھی بہ ہوا لانہا ہبہ فیما یقسم (کیونکہ یہ متحمل قسمت مشاع کا ہبہ ہے۔ ت) اس صورت میں مال مذکور بدستور شرکت جمیع ورثاء پر رہے گا اور جو کچھ دلہن کے ہاتھ میں کسی طرح ہلاک ہوگا اس میں حصہ بکر کا تاوان خاص پر پڑے گا۔ فتاویٰ خیر یہ میں ہے :

¹ والوالجیہ

<p>لاتصح هبة المشاع الذي يحتمل القسمة ولا يفيد الملك في ظاهر الرواية قال الزيلعي ولو سلمه شائعاً لا يملكه فيكون مضموناً عليه اه¹ ملخصاً وتامه فيهما وفي رد المحتار۔</p>	<p>متمثل قسمت مشاع کا ہبہ ظاہر الروایت کے مطابق صحیح نہیں، اور نہ ہی مفید ملک ہے۔ امام زیلعی نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو مشترک غیر منقسم شئی بطور ہبہ دے دے تو موبہوب لہ، اس کا مالک نہیں ہوگا اور اس پر ضمان آئے گا، اس کی پوری تفصیل مذکورہ بالا دونوں کتابوں اور رد المحتار میں ہے۔ (ت)</p>
--	---

اسی طرح اگر مال ناقابل تقسیم ہو مگر ذلہن نہ جانے کہ اس میں بکر کا حصہ کس قدر ہے جب بھی ہبہ صحیح نہ ہوگا اور بعد ہلاک وہی حکم ہے کہ بکر کا تاوان ذلہن پر آئے گا۔ بحر الرائق میں ہے :

<p>يشترط في صحة هبته المشاع الذي لا يحتملها ان يكون قدر معلوماً حتى لو وهب نصيبه من عبد ولم يعلم به لم يجز²۔</p>	<p>غیر متمثل قسمت مشاع کے ہبہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مقدار معلوم ہو یہاں تک کہ اگر غلام سے اپنا حصہ کسی کو ہبہ کیا اور مقدار نہ بتائی تو جائز نہ ہوا۔ (ت)</p>
---	---

محیط امام سرخسی میں ہے :

<p>واذا علم الموهوب له نصيب الواهب ينبغي ان تجوز عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى³ نقلها في الفتاوى الهندية۔</p>	<p>اگر موبہوب لہ، کو واہب کا حصہ معلوم ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ ہبہ جائز ہونا چاہئے۔ ان دونوں کو فتاویٰ ہندیہ میں نقل فرمایا۔ (ت)</p>
--	--

جامع الفصولین میں فتاویٰ امام فضلی سے ہے :

<p>اذا هلكت افتيت بالرجوع للواهب هبة فاسدة لذی رحم محرر منه اذا فاسدة مضمونة على مآمر⁴۔</p>	<p>اگر شئی موبہوب ہلاک ہو جائے تو میں اس واہب کیلئے رجوع کا فتویٰ دوں گا جس نے اپنے ذی رحم محرم کو بطور ہبہ فاسدہ کچھ دیا کیونکہ ہبہ فاسدہ پر ضمان لازم آتا ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)</p>
--	---

¹ فتاویٰ خیرہ کتاب الهبة دار المعرفة بیروت ۱۱۲/۲

² بحر الرائق کتاب الهبة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۶/۷

³ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخصی الباب الثانی فیما یجوز من الهبة نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۷۸

⁴ جامع الفصولین الفصل الثلثون فی التصرفات الفاسدة اسلامی کتب خانہ کراچی ۵۷/۲

اور اگر دُلہن کو معلوم تھا تو اس قدر میں بہہ صحیح و نافذ و تام و لازم ہو گیا اور ان اشیاء میں دُلہن اپنے اور بکر دونوں کے حصص کی مالک ہو گئی باقی ورثہ کے حصے بدستور و دستِ عروس میں حکم ضمان پر ہیں جن کا حکم بارہا گزرا اور اوّل سے آخر تک سب صورتوں میں جو مشترک چیزیں دُلہن کے ہاتھ میں تلف ہوئی اُن میں دُلہن اپنے حصّہ کا تاوان کسی سے نہیں لے سکتی کہ اُس کا مال اُسی کے ہاتھ میں ہلاک ہوا اور بکر نے اس کے حصّے پر کوئی تعدی نہ کی،

اس لئے کہ بیشک اس نے مملوک شیعئی اس کے سپرد کی جو مالک ہوا تو جو دُلہن کے قبضہ میں ہلاک ہوا وہ اسی کی ضمان میں ہلاک ہوا۔ یہ تمام از اول تا آخر ربّ قدیر جل مجدہ، کے فیض سے فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور میں نے اس کو بطور فقہ علماء کرام کے ارشادات عالیہ سے اخذ کیا تو جو میں نے درست کہا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس پر اسی کے لئے حمد ہے اور جس میں مجھ سے خطا ہوئی تو میرا اپنا قصور ہے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ ان مباحث کو زبردست مضبوطی عطا فرمائے کیونکہ یہ وہ مسائل ہیں جن کی طرف بکثرت حاجت واقع ہوتی ہے پس اس عمدہ تفصیل کو غنیمت جان اور اللہ تعالیٰ کے فیض جلیل پر اسی کی حمد ہے۔ واللہ سبّحہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فأنه انما سلم الملك ليد من ملك فهاهلك في يدها
فعليها هلك هذا كله من اوله الى آخره مما افيض على
قلب الفقير من فيض القدير واخذته تفقها من
كلمات العلماء اعظم الله اجورهم يوم الجزاء فما
اصبت فمن الله تعالى وله الحمد عليه وما اخطأت فمن
قصور نفسي وانا اتوب اليه اتقن هذه اتقانا كبيرا
فان المسائل مما تنس اليه الحاجة كثيرا فاعتنم
هذا التفصيل الجليل والحمد لله على فيضه الجليل
والله سبّحنه وتعالى اعلم۔

فصل دوم

مسئلہ ۵۸۰ تا ۵۸۶: از بیجنا تھ پارا رائے پور ممالک متوسط مرسلہ شیخ اکرم حسین صاحب متولی مسجد ودبیر مجلس انجمن نعمانیہ
۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً
(فیض النساء بیگم مدعیہ بنام حسام الدین داروغہ جنگل مدعا علیہ)

دعویٰ واپس پانے سامان جہیز ہر قسم کپڑے وزیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ مسماۃ فیض النساء بیگم نے اپنی سوتیلی لڑکی خدیجہ بی بی کی شادی حسام الدین کے ساتھ کر دی، ڈیڑھ برس بعد وہ لڑکی مر گئی اور اُس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا بعمرا یک سال بعد چار مہینے مرنے ماں کے وہ لڑکا مر گیا، فیض النساء بیگم کا دعویٰ ہے کہ کل سامان جہیز زیور وغیرہ جو وقت شادی خدیجہ بی بی مرحومہ کو جہیز دی تھی واپس ملے اور صرف سامان جہیز وغیرہ میں اپنے پیسے سے کرنے کے سبب میں واپس پانے کی حقدار ہوں سامان جہیز واپس ملنے کا رواج ملک مدراس میں جاری ہے۔ جواب حسام الدین یہ ہے کہ زیورات متوفیہ کے حکم سے اسی کے دوامعالجہ میں رہن رکھ کر خرچ ہوا مجھ کو اس قدر وسعت نہ تھی کہ اس قدر عرصہ دراز کی بیماری میں اس کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سامیر اذاتی خرچ ہوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے کثیر صرفہ کے بار کا متحمل ہو سکتا اس کے علاوہ اور بھی بہت سامیر اذاتی خرچ ہوا ہے متوفیہ کا لڑکا متوفیہ کے مرتے وقت زندہ تھا، ماں کے جلد ادا کا لڑکا مالک ہوا اور بعد مرنے لڑکے کے میں باپ اس کا وارث ہوں، متوفیہ کی سوتیلی ماں کا کوئی حق نہیں ہے۔ علما دین اور مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) ملک مدراس میں متوفیہ لڑکی کا جہیز واپس لینے کا رواج ہے فرمائیے شرع میں کہاں حکم ہے۔

- (۲) شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا۔
- (۳) جہیز میں جو سامان لڑکی کو دیا جاتا ہے وہ عاریۃً سمجھا جائے گا یا تملیکاً۔
- (۴) شرح وقایہ جلد سوم میں ہبہ واپسی کا حکم ہے کیا ہبہ جہیز اسی قسم کا ہبہ ہے حسبِ دعویٰ مدعیہ۔
- (۵) جوشیٰ مخانب مدعیہ خاص مدعا علیہ یعنی داماد کو وقت شادی کے ملے اُس کے واپس پانے کا کیا مدعیہ کو حق ہے۔
- (۶) جو جہیز یا سامان مدعا علیہ نے وقتِ بیماری رہن رکھ کر صرف ہوا اُس کے چھڑانے کا کون ذمہ دار ہے۔ بیٹنوا تو جروا۔
- (۷) متوفیہ کے حکم سے زیورات وقتِ بیماری رہن رکھ کر صرف ہوا اُس کے چھڑانے کا کون ذمہ دار ہے۔ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب:

جواب سوال اول تا چہارم

حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں ان الحکمہ اللہ (نہیں ہے حکم مگر اللہ تعالیٰ کا۔ ت) ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہیوں کہ اگر یہ شے معروف و رائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے ورنہ یہ جس طرح وقف منقول کہ اشیائے منقولہ میں جس کا وقت معروف ہو جائے، ورنہ نہیں، یا استصناع یعنی بے طریق سلم معدوم چیز ہجرت دے کر بنوانا اس میں جن اشیاء کے بنوانے کا رواج ہو، جائز، ورنہ نہیں، یا شرط البیع کہ جو شرط مفسد معروف ہو جائے متحمل ہے ورنہ نہیں الی غیر ذلک مباصر حواہ فی الکتب (اس کے علاوہ جس کی تصریح انہوں نے کتاب میں فرمائی۔ ت) خواہیوں کہ حکم فی نفسہ حاصل اور عرف اُس کی صورت کا بتانے والا مثلاً مرہن کا شئی مرہون سے انتفاع اگر باذنِ راہن بے شرط ہو، جائز، ورنہ حرام۔ اب اگر عرف و رواج ہو کہ بے طمع نفع بمرہون قرض نہیں دیتے، جیسے ہمارے زمانہ میں، تو مطلقاً حکم حرمت دیا جائے گا کہ فی الشامی عن الطحطاوی وقد اُفتیت بہ مراراً (جیسا کہ شامی میں طحطاوی کے حوالے سے ہے اور تحقیق میں اس پر کئی بار فتویٰ دے چکا ہوں۔ ت) یہاں عرف نے بتا دیا کہ صورتِ شرط ہے نہ یہ کہ قرض و رہن خالص واقع ہوئے اور اُس کے بعد راہن نے برضائے خود مرہن کو اجازتِ انتفاع دی، ایسی ہی جگہ المعروف کالمشروط (معروف مشروط کی طرح ہوتا۔ ت) یا المعهود عرفاً کالمشروط لفظاً (جو عرف کے اعتبار سے معہود متعین ہو وہ

ایسے ہی ہے جیسے لفظ کے اعتبار سے مشروط ہو۔ (کہتے ہیں کتب فقہ میں دونوں صورتوں کی مثالیں بکثرت موجود۔ یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا بہہ وعاریت دونوں کو محتمل، تو بنظر اصل حکم مطلقاً انہیں کا قول معتبر ہونا چاہئے تھا۔

<p>فان الاصل ان الدافع ادری بجهة الدفع وايضا اذا احتمل امران تعين الاقل اذ هو المتيقن والى هذا نظر الامام شمس الاثمة السرخسى فاختر ان القول للاب مطلقاً۔</p>	<p>بے شک اصل یہ ہے کہ دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے نیز جب دو عمر محتمل ہوں تو ان میں سے اقل متعین ہوتا ہے کیونکہ وہی یقینی ہوتا ہے۔ امام شمس الاثمة سرخسی نے اسی کی طرف نظر فرمائی اور اختیار فرمایا کہ قول مطلقاً باپ ہی کا معتبر ہے۔ (ت)</p>
--	--

مگر عرف بلاد مظہر قصد و مراد ہوتا ہے جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دعوٰی عاریت نامقبول اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہان شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت، ہو یا دونوں رواج یکساں وہاں آپ ہی ان کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور ایسی جگہ جہیز دینا تملیک سمجھا جائے گا۔ "مشیا علی الاصل المار لعدم ما یحصل علی العدول عنه" (اصل رائج پر چلتے ہوئے کیونکہ اس سے عدول پر برا بیخیز کرنے والی کوئی شئی موجود نہیں۔ ت) یہی صحیح و معتمد و مختار لفظی ہے بل هو التوفیق بین الاقوال فاذا حقق فالیہ المأل (بلکہ مختلف اقوال میں اسی سے تطبیق حاصل ہوئی جب اس کی تحقیق ہوگئی تو اسی کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

<p>جهز ابنته ثم ادعى ان ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك او قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعد موته عارية فالبعتمد ان القول للزوج ولها اذ كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا لاعارية وامان مشتركا كمصر و الشام فالقول للاب¹۔</p>	<p>کسی شخص نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے جو کچھ دیا وہ بطور عاریت دیا، جب کہ لڑکی کہتی ہے کہ بطور تملیک دیا تھا، یا اس کے مرنے کے بعد یہی بات اس کا شوہر کہے تاکہ وہ جہیز سے بطور میراث حصہ پائے، اور لڑکی کا باپ یا اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء کہیں کہ یہ رعایت کے طور پر دیا تھا تو معتمد یہی ہے کہ قول بیٹی اور اس کے شوہر کا مانا جائے گا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ پانی بیٹی کو بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور رعایت</p>
--	---

¹ در مختار باب المهر مطبع مجتبائی، دہلی، ۲۰۳/۱

(جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے) اور اگر عرف مشترک ہو جیسا کہ مصر اور شام میں، تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت) اسی میں ہے: بہ یفتی (اسی کے ساتھ فتویٰ دیا جاتا ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے:

<p>فی فتح القدير والتجنيس والذخيرة المختار للفتوى ان القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرا ان الاب يدفع مثله جهازا اعارية كما في دينارنا وان كان مشتركا فالقول قول الاب¹۔</p>	<p>فتح القدير، تجنیس اور ذخیرہ میں کہ فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ بیشک قول بیٹی اور اس کے شوہر کا معتبر ہوگا جبکہ عرف یہی رائج ہو کہ ایسا مال باپ بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت، جیسا کہ ہمارے علاقے میں ہے۔ اور اگر عرف مشترک ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)</p>
--	--

عقود الدریہ میں ہے:

<p>حيث كان العرف مشتركا فالقول للام مع يمينها وقد ذكر ان كل من كان القول قوله يلزمه اليمين الا في مسائل او صلها في شرح الكنزالي نيف وستين مسألة ليست هذه منها وافتى قارىء الهداية القول قول الاب والام انهما لم يملكاها انما هو عارية عندكم مع اليمين² مختصرا۔</p>	<p>جہاں عرف مشترک ہو تو وہاں ماں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔ تحقیق مذکور ہے کہ ان تمام صورتوں میں جن میں کسی کا قول معتبر ہو اُسے یمین لازم ہے سوائے چند مسائل کے جنہیں شرح کنز میں ساٹھ سے کچھ اوپر تک پہنچایا، مسئلہ جہیز ان مسائل میں سے نہیں (یعنی اس میں قول قسم کے ساتھ ہی معتبر ہوگا) اور قاری ہدایہ نے فتویٰ دیا کہ قول ماں باپ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا کہ بے شک انہوں نے بیٹی کو جہیز کا مالک نہیں بنایا اور تمہارے نزدیک عاریت ہے اھ مختصراً (ت)</p>
---	---

پھر عرف جن خصوصیتوں کے ساتھ ہو سب کے مراعات واجب مثلاً شرفا میں عرف تملیک ہے کم درجہ کے لوگوں میں مشترک تو صرف شرفا ہی کی جانب سے تملیک سمجھی جائے گی یا حسب حیثیت ایک مقدار خاص تک جہیز دینے کا عرف ہو اور زیادہ ہو تو عاریت، تو جب اسی مقدار تک دیا گیا ہو تملیک سمجھیں گے۔ بحر الرائق میں ہے:

<p>قال قاضي خاں وينبغي ان يكون الجواب على التفصيل ان كان الاب من الشراف والكرام لا يقبل قوله انه عارية</p>	<p>قاضی خاں نے فرمایا کہ جواب بالتفصیل ہونا چاہئے، اگر باپ اشرف و معزین میں سے ہے تو اس کا یہ قول قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ (جہیز) عاریت ہے</p>
--	---

¹ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

² العقود الدرایہ تنقیح فی الفتاویٰ الحامدیہ مسائل الجہاز مطبع حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۲۶/۱

وان كان الاب ممن لايجهز البنات بمثل ذلك قبل قوله ¹ ۔	اور اگر باپ ان لوگوں میں سے ہے جو اس کی مثل جہیز بیٹیوں کو نہیں دیتے تو اس کا قول مان لیا جائے گا (ت)
---	---

نہر الفائق میں ہے:

وهذا العمري من الحسن بمكان ² ۔	اور میری عمر کی قسم یہ قول نحسن میں اُنچا مقام رکھتا ہے۔ (ت)
---	--

در مختار میں ہے:

لو كان اكثر مما يجهز به مثلاً فان القول له اتفاقاً ³ ۔	اگر جہیز میں دیا جانے والا مال اس سے زیادہ ہے جتنا ایسی لڑکیوں کو جہیز میں دیا جاتا ہے تو بالاتفاق باپ کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)
---	---

بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاسیل کا یہی منشاء، توجہ ہر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب، مگر کہ یہ کوئی دلیل دیگر اُس سے صارف ہو، مثلاً باپ پر بیٹی کا قرض آتا تھا وہ کہتا ہے میں نے قرض دیا یہ کہتی ہے اپنے مال سے دیا، تو باپ کا قول بقسم معتبر ہے کہ مدیون کے حال سے یہی ظاہر کہ ادائے دین کی فکر مقدم رکھے گا۔ بحر الرائق میں ہے:

لو كان لها على ابیها دين فجهزها ابو هاشم قال جهزتها بدينها على وقالت بل بما لك فالقول للاب وقيل للبننت ⁴ ۔	اگر بیٹی کا باپ پر قرض ہو اور باپ بیٹی کو جہیز دے پھر کہے کہ میں نے یہ اس کے قرض کے عوض میں دیا جو بیٹی کا مجھ پر تھا اور بیٹی کہے کہ باپ نے انے مال سے دیا ہے تو باپ کا قول معتبر ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔ (ت)
---	--

انقریہ میں ہے:

والاول اصح فانه لو قال الاب كان لامك	اول اصح ہے اس لئے کہ اگر باپ کہے تیری ماں کو مجھ پر
--------------------------------------	---

¹ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

² رد المحتار بحوالہ نہر الفائق باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲

³ در مختار باب المهر مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۰۳

⁴ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

علی مائة دینار فاتخذت الجهاز بها وقالت بل بمالك فالقول للاب جامع الفتاوی وکذا فی القنیة ^۱ ۔	سو دینار قرض تھا میں نے اس سے جہیز بنایا ہے، اور بٹی کہے کہ تو نے اپنے مال سے بنایا ہے، تو باپ کا قول معتبر ہوگا، جامع الفتاویٰ، اور ایسا ہی قنیہ میں ہے۔ (ت)
---	---

اقول: وبالله التوفیق مگر اگر بحالت دین بھی عرف مقتضی تملیک ہو تو اسی پر نظر کی جائے گی کہ اب دلالت دین دلالت عرف کے معارض نہ رہی۔ ہدایہ میں ہے:

(من بعث الى امرأته شيئاً فقالت هو هدية وقال الزوج هو من المهر فالقول له) لانه هو المملوك فكان اعرف بجهته المتليک كيف وان الظاهر انه يسعى في اسقاط الواجب (الا في الطعام الذي يؤكل) فان القول قولها والمراد منه ما يكون مهياً للاكل لانه يتعارف هدية فأما في الحنطة و الشعير فالقول قوله لما بينا ^۲ اه فانظر كيف رجح دلالة العرف على دلالة انه مدين فالظاهر منه السعي في اسقاط الدين ثم زاد الشارحون فساير العرف كيفما سار قال المحقق في الفتح هذا والذي يجب اعتباره في ديارنا ان جميع ما ذكر من الحنطة	شوہر نے عورت کو کوئی شئی بھیجی عورت کہتے ہے وہ ہدیہ ہے اور شوہر کہتا ہے وہ مہر سے ہے تو شوہر کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہی مالک بنانے والا ہے لہذا وہ تملیک جہت کو بہتر طور پر سمجھتا ہے اور اس کا قول کیسے معتبر نہ ہوگا جبکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ اس شئی کو ساقط کرنے کی کوشش کرے گا جو اس پر واجب ہے سوائے اس طعام کے جو کھایا جاتا ہے کیونکہ اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا، اس سے مراد وہ طعام ہے جو کھانے کے لئے تیار کیا گیا ہو کیونکہ ایسا طعام بطور ہدیہ ہی متعارف ہے، لیکن گندم اور جو وغیرہ کی صورت میں شوہر کا قول معتبر ہوگا اسی بناء پر جس کو ہم نے بیان کیا، پس دیکھ کہ دلالت عرف کو کیسے ترجیح حاصل ہوئی اس دلالت پر کہ وہ مدیون ہے اور ظاہر یہ ہے کہ وہ اسقاط دین میں سعی کرے گا پھر شارحین نے اس پر اضافہ کیا کہ عرف کے ساتھ چلو جدھر لے جائے محقق نے فتح میں فرمایا اور وہ جس کا اعتبار ہمارے علاقے میں واجب ہے یہ ہے کہ بیشک گندم،
---	---

^۱ فتاویٰ انقرویہ باب فی اختلاف الجهاز والمهر دار الاشاعت العربیہ افغانستان ۶۵/۱-۶۴

^۲ ہدایہ باب المهر المكتبة العربية کراچی ۱/۳۱۷

بادام، آٹا، شکر، زندہ بکری اور دیگر تمام اشیاء مذکورہ میں عورت کا قول معتبر ہوگا ان تمام اشیاء میں عرف یہ ہے کہ بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہیں لہذا ظاہر عورت کا مؤید ہے نہ کہ مرد کا، اور مرد کا قول کپڑوں اور لونڈی جیسی اشیاء کے ماسواء میں معتبر نہ ہوگا النہر الفائق میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں شکر وغیرہ کے ساتھ بھیجے ہوئے کپڑوں میں بھی عرف کی وجہ سے مرد کا قول معتبر نہیں ہونا چاہئے، سید ابوالسعود نے حاشیہ کنز میں اس کو نقل کرنے کے بعد فرمایا میں کہتا ہوں کہ عرف عام کی وجہ سے نفوذ کے غیر میں عورت کا قول معتبر ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ زفاف سے پہلے عیدوں اور موسموں پر جو کپڑے اور زیور کی مثل اشیاء شوہر بیوی کی طرف بھیجتا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہیں، اور یونہی حکم ہے ان اشیاء اور دراہم و دنانیز کا جو شب زفاف کی صبح اپنی بیوی کو دیتا ہے جس کو عرف میں صبح کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ ان تمام اشیاء کا ہمارے زمانے میں ہدیہ ہونا متعارف ہے نہ کہ مہر سے ہونا خصوصاً وہ جس کو صبح کہا جاتا ہے، اس لئے کہ عورت بھی شب زفاف کی صبح اس کے عوض میں کپڑے وغیرہ

واللوز والدقیق والسكر والشاة الحيلة وبأقيها يكون القول فيها قول امرأة لان المتعارف في ذلك كله ان يرسله هدية فالظاهر مع المرأة لامعه ولا يكون القول له الا في نحو الثياب والجارية¹ اه وقال في النهر الفائق واقول وينبغي ان لا يقبل قوله ايضاً في الثياب المحمولة مع السكر ونحوه للعرف² اه وقال السيد ابو السعود في حاشية الكنز بعد نقله واقول ينبغي ان يكون القول لها في غير النقول للعرف المستمر³ اه وقال في رد المحتار قلت ومن ذلك ما يبعثه اليها قبل الزفاف في الاعياد والهواسم من نحو ثياب وحلى وكذا ما يعطيها من ذلك او من دراهم او دنانير صبيحة ليلة العرس ويسى في العرف صبيحة فان كل ذلك تعرف في زماننا كونه هدية لا من المهر ولا سيما المسى صبيحة فان الزوجة تعوضه عنها ثياباً ونحوها صبيحة العرس⁴ ايضاً اه فكل ذلك انما هو لان العرف

¹فتح القدير باب المهر مكتبة نوريه رضويه كھر ۲۵۶/۳

²رد المحتار بحوالہ النہر الفائق باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۴/۲

³فتح المعین باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۰/۲

⁴رد المحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۴/۲

<p>قضى بكونه هدية مع العلم بأن الزوج مدين بالمهر فسقطت بجنبه دلالة الدين فكذلك لو ان العرف ههنا عم وصم ولو الاب مدينها وجب القضاء بالتملك وكان القول قولها هكذا ينبغي ان يفهم هذا المقام والله الموفق وبه الاعتصام۔</p>	<p>شوہر کو دیتی ہے پس یہ سب عرف ہی ہے جس نے ان اشیاء کے ہدیہ ہونے کا فیصلہ دیا باوجود اس بات کے معلوم ہونے کے کہ شوہر مہر کا مادیون ہے چنانچہ عرف کے مقابل دلالت دین ساقط ہو گئی، تو یوں ہی یہاں پر جب عرف عام و کثیر ہے اگرچہ باپ بیٹی کا مادیون ہو تملیک کا فیصلہ دینا واجب ہے اور بیٹی کا قول معتبر ہوگا۔ اس مقام کو اسی طرح ہی سمجھنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور اسی کی پناہ مطلوب ہے۔ (ت)</p>
---	--

اور شک نہیں کہ اب عامہ بلاد و عجم کا عرف غالب و ظاہر و فاش و مشہور مطلقاً یہی ہے کہ جہیز جو دلہن کو دیا جاتا ہے دلہن ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے بلکہ جہیز کہتے ہی اُسے ہیں جو اُس وقت بطور تملیک دلہن کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

<p>كما في سبق من قول الدر والبحر والفتح والتجنيس والذخيرة ان الاب يدفع مثله جهازا اعارية¹۔</p>	<p>جیسا کہ در، بحر، فتح، تجنیس اور ذخیرہ کے قول سے گزرا کہ بیشک باپ اس کی مثل بطور جہیز دیتا ہے نہ کہ بطور عاریت۔ (ت)</p>
---	---

ہمارے بلاد میں عموماً شراء و اوساط و عامہ ار اذل سب کا یہی عرف ہے جہیز واپس لینے یا بیٹی کے قرض میں محسوب کرنے کو سخت عیب و موجب طعن سمجھیں گے تو یہاں علی العموم تملیک ہی مفہوم اور سماع د علوی عاریت بے بینہ معدوم۔ رد المحتار میں ہے:

<p>هذا العرف غير معروف في زماننا بل كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة وانه اذا طلقها تأخذة كله واذا ماتت يورث عنها² اھ ملخصاً وفيه عن حاشية الاشباہ للسيد محمد ابی السعود</p>	<p>یہ عرف ہمارے زمانے میں معروف نہیں کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے، جب شوہر اس کو طلاق دے دے تو وہ تمام لے لیتی ہے اور اگر وہ عورت مر جائے تو جہیز اس کے وارثوں کو ملتا ہے، اھ ملخصاً، اور اسی میں سید محمد ابوالسعود کے حاشیہ</p>
---	--

¹ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

² رد المحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

عن حاشیة العلامة الشرف الغزى قال قال الشيخ الامام الاجل الشهيد المختار للفتوى ان يحكم بكون الجهاز ملكا لعارية لانه الظاهر الغالب ¹ الخ	اشاء سے بحوالہ حاشیہ علامہ شرف غزی مذکور ہے کہ شیخ امام اجل شہید نے فرمایا فتویٰ کے لئے مختاریہ ہے کہ جہیز کے ملک ہونے کا فیصلہ دیا جائے نہ کہ عاریت ہونے کا، کیونکہ یہی ظاہر غالب ہے الخ (ت)
---	---

ملک مدراس میں کہ واپس لینے کا رواج ہے اگر مثل عامہ بلاد دُنیواہاں بھی جہیز تملیگ ہی دیتے اور تملیک ہی اس سے قصد کرتے ہیں اور یہ واپسی بعد موت عروس اس بنا پر ہوتی ہے کہ اُسے بہہ تاحین حیات سمجھتے ہیں جب تو وہ مثل دیگر بلاد بہہ کالمہ ہو جاتا ہے اور حین حیات کی شرط لغو و باطل بعد موت عروس ترکہ عروس قرار پا کر وارثان عروس پر منقسم ہوگا۔ در مختار میں ہے:

جَازَ الْعُمَرَى لِلْمَعْمُولِ لَوْ وَرِثَتْهُ بَعْدَهُ لِبَطْلَانِ الشَّرْطِ ² ۔	بہہ تاحین حیات جائز ہے معمولہ، کی زندگی میں اس کے لئے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کے لئے ہوگا کیونکہ حین حیات کی شرط باطل ہے (ت)
--	---

شوہر وغیرہ دیگر ورثہ عروس پر واپسی کا جبر ہر گز نہیں ہو سکتا، نہ اس کا اصلاً استحقاق، فان مواحد العاقدین من موانع الرجوع (کیونکہ بے شک عاقدین میں سے کسی ایک کی موت رجوع کے موانع میں سے ہے۔ ت) بہہ میں واپسی جہاں ہو بھی سکتی ہے تو اُسی وقت تک واپس و موہوب لہ، دونوں زندہ ہوں، جب اُن میں کوئی مر جائے تو اُسی شرح و قایہ وغیرہ تمام کتب میں تصریح ہے کہ اب رجوع نہیں، اور اگر وہاں تملیگ نہیں دیتے بلکہ عاریت مقصود ہوتی ہے تو بیش یہ واپسی حق و بجا و مطابق شرع مطہر ہے اگرچہ دلہن کی حیات ہی میں واپس لے،

فان علی الید ما اخذت حتی تردھا إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ³ ۔	اس لئے کہ بے شک جو اس عورت نے لیا وہ بطور احسان و امانت ہے یہاں تک کہ وہ اسے لوٹا دے (قرآن پاک میں ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کو ادا کرو۔ (ت)
--	--

یہاں تک چار سوال پیشین کا جواب تھا، سائل نے کلیۃً سوال کے لہذا اُن کے جواب میں ان مسائل

¹ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲

² درمختار کتاب الہبہ فصال فی مسائل متفرقہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۵/۲

³ القرآن الکریم ۵۸/۴

کی حاجت ہوئی ورنہ مسئلہ فیض النساء بیگم سے اس بحث کو علاقہ نہیں، یہ حکم کہ بحالت عدم عرف تملیک مدعی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو کہ میں نے اپنے مال سے عاریہ جہیز دیا لہذا واپسی کا مستحق ہوں عامہ کتب مذہب میں باپ کے لئے مذکور ہے اور حکم عرف حقیقی ماں کو بھی اس سے لاحق کیا گیا واقعی ماں باپ پانے ہی مال سے اولاد کا جہیز تیار کرتے ہیں تو ان کی طرف سے ہونا حکم ظاہر خود ثابت رہا دعویٰ عاریت وہ بحال عدم دلیل تملیک انہیں اصول پر واجب القبول بخلاف اجنبی کہ اُس کا یہ دعویٰ حد دعویٰ سے ہرگز متجاوز نہیں یہاں تک کہ علامہ بحر نے بحر میں حقیقی ماں اور دادا کے لئے بھی اس حکم کے ہونے میں تردّد فرمایا اور جبکہ اُن کے تلمیذ علامہ غزی نے متن تنویر میں ماں کے مثل پدر ہونے پر جزم کیا۔ علامہ طحطاوی کو حقیقی نانی دادی کے مثل مادر میں تردّد رہا،

فقال تحت قوله والامر كلاب في تجهيزها انظر هل الجدة مثلها ¹ ۔	چنانچہ اپنے اس قول کے تحت کہ ماں جہیز دینے میں باپ کی طرح ہے فرمایا دیکھو کیا دادی اور نانی ماں کی مثل ہے؟ (ت)
---	--

علامہ ابن واہبان نے اپنی رائے سے دیگر اولیاء کو اسی حکم میں شامل کرنے کی بحث کی علامہ ابن الشنہ نے اُس میں نظر کر دی کہ علامہ شرنبلالی نے نقل فرما کر مقرر رکھی اور شک نہیں کہ یہ الحاق سخت محلّ تامل ہے جب تک والدین کی طرح عرف عام و خاش سے ثابت نہ ہو جائے کہ سب اولیاء بھی اپنے ہی مال سے جہیز دیتے ہیں بلکہ ہمارے بلاد میں تنہا ماں کے مال خاص سے بھی جہیز ہونا ہرگز معروف نہیں جہیز مطلقاً مال پدر سے ہوتا ہے یا بعض اشیاء ماں بھی شامل کر دیتی ہے نہ کہ خاص مالِ مادر سے ہو، مگر جبکہ باپ مال نہ رکھتا ہو یا اُس سے جدا ہو کر ماں نے بطور خود تزویج کی وہ تو ان دو صورتوں کے علاوہ ماں کا دعویٰ اختصاص بھی ضرور محتاج بینہ ہونا چاہئے کہ ظاہر اُس کے لئے شاہد نہیں کمالاً یحقی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وهذا بحمد الله تحقيق شريف فتح به المولى القوي اللطيف على عبده الذليل الضعيف 'اتضح به نظر العلامة عند البرواتجه به كلام البحر فلنسق لك كلماتهم ليتجلى عندك الامر	اور یہ بحمد اللہ تعالیٰ عظیم الشان تحقیق ہے جو قوی و لطیف مالک نے اپنے اس ناقص و ضعیف بندے پر منکشف فرمائی، اس سے علامہ عبدالبر کی نظر واضح ہو گئی اور کلام بحر و جیہ ہو گیا تو اب ہم تیرے لئے ان کے ارشادات کو ذکر کرتے ہیں تاکہ تیرے نزدیک
---	--

¹ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المهر دار المعرفۃ بیروت ۶۷/۲

قال ابن وهبان في منظور متي

ومن في جهاز البنت قال اعترته

يصدق والاشهاد يشترط اظهر¹

ثم قال في شرحها ينبغي ان يكون الحكم فيما تدعيه الامر وولي الصغيرة اذا زوجها كما مر لجريان العرف في ذلك كذلك² الخ اي انهم انما يجهزون من اموالهم فكان الظاهر شاهدا لهم قال الشارح العلامة قلت وفي الولي عندي نظر³ اه وهكذا انقله الشرنبلالي في تيسير المقاصد واقر قال في الدر (الامر) وولي الصغيرة (كالا ب) فيما ذكر⁴ اه قال ط قوله فيما ذكر اي في اعتبار العرف وهذا الحكم في الامر والولي بحث لابن وهبان قال العلامة عبد البر وفي الولي عندي نظر اي فان الغالب من حاله العارية بخلاف الابوين

معامله مكشف ہو جائے۔

ابن وهبان نے اپنی منظومہ میں فرمایا: اور جو شخص اپنی بیٹی کے جہیز کے بارے میں کہے کہ میں نے بطور عاریت دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اس میں گواہوں کا شرط ہونا اظہر ہے۔ پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ جہیز کے بارے میں ماں اور نابالغہ کا نکاح کرنے والے ولی کے دعوٰی کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ گزرا کیونکہ اس میں عرف ایسا ہی ہے یعنی وہ اپنے مالوں سے جہیز بناتے ہیں تو ظاہر ان کے لئے شاہد ہو۔ علامہ شارح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیرہ میں نظر ہے، ایسا ہی شرنبلالی نے تیسیر المقاصد میں اس کو نقل کر کے مقرر رکھا۔ در میں فرمایا کہ ماں اور صغیرہ ولی مذکور میں باپ کی طرح ہیں، اور ط نے فرمایا کہ اس کے قول فیما ذکر (مذکور میں) سے مراد یہ ہے کہ اعتبار عرف میں، اور ماں اور صغیرہ کے ولی کے بارے میں یہ حکم ابن وهبان کی بحث ہے۔ علامہ عبد البر نے فرمایا کہ ولی صغیرہ میں میرے نزدیک نظر ہے کیونکہ اس کے حال سے غالب عاریت ہے بخلاف ماں باپ کے کہ ان کی

¹ منظومہ ابن وهبان

² رد المحتار بحوالہ شرح منظومہ باب المهر دار احياء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

³ رد المحتار بحوالہ شرح منظومہ باب المهر دار احياء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۶۷

⁴ درمختار کتاب العاریة مطبع مکتبائی دہلی ۱۵۷

شفقت بیٹی پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن عرف رائج یہی ہو کہ ولی اپنے پاس سے جہیز بناتا ہے تو پھر کوئی نظر نہیں اھ اقول: (میں کہتا ہوں) اعتراض کا منشاء عرف کے تسلیم کرنے کے بعد حکم ثبوت نہیں، اصل معاملہ تو صرف عرف کے جاری ہونے میں ہے، پس ابن وہبان کے قول پر اعتراض وارد ہے کیونکہ اس (ولی کے عاریۃ دینے) میں عرف اسی طرح ہے اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ ما ذکر سے مراد اعتبار عرف لینا درست نہیں اس لئے کہ عرف جب بھی ثابت ہو وہی حاکم قوی ہوتا ہے اس میں ماں اور باپ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ ما ذکر سے مراد اُن کے اپنے مال سے دعوٰی عاریت کو قبول کرنا ہے اور یوں ہی نظر کی بھی وہ تفسیر نہیں جو ذکر کی گئی بلکہ نظر یہ ہے کہ بیشک ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس کے ولی صغیرہ کے حال سے غالب اس کے اپنے مال سے جہیز بنانا ہے۔ پھر جان کہ علامہ بحر نے باپ کے حکم کا افادہ فرمانے کے بعد، جیسا کہ گزرا۔ بحر میں فرمایا کہ صغیرہ نے ماں باپ کے مال اور اپنی دستکاری سے حالت صغر اور کبر میں کچھ جہیز بنایا پھر اس کی ماں مر گئی اور باپ نے وہ سارے سامان اس لڑکی کو جہیز میں دے دیا تو اس کے بھائیوں کو یہ حق نہیں کہ ماں کا ترکہ قرار دے کر اس میں سے اپنے حصے کا دعویٰ کریں اھ

المزید شفقتہا لکن حیث کان العرف مستمر ان الولی یجہز من ہذہ فلانظر^۱ اھ اقول: لیس منشأ النظر بثبوت الحكم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فالایراد علی قول ابن وہبان لجریان العرف فی ذلک کذلک وبہ ظہرانہ ماکان ینبغی تفسیر قوله ما ذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت اینما ثبت فهو القاضی الماضی القول لا تفرقة فی ذلک بین اب وام وغیرہما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریة من ماله وکذلک لیس تفسیر النظر ما ذکر بل النظر انما لانسلم ان الغالب من حاله التجهیز من ماله. ثم اعلم ان العلامة البحر بعد ما افاد حکم الاب کما تقدم. قال فی البحر صغیرة نسجت جهازا بمال امها وابیها وسعیها حال صغرها وکبرها فباتت امها فسلم ابوها جمیع الجهاز الیها فلیس لاختوتها دعوی نصیبهم من جهة الام^۲ اھ ثم قال وبهذا

^۱ حاشیة الطحاوی علی الدر المختار کتاب العاریة دار المعرفة بیروت ۳/۳۹۰

^۲ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۸۷

یعلم ان الاب او الام اذا جهز بنته ثم مات فلیس لبقیہ الورثۃ علی الجہاز سبیل لیکن ہل هذا الحكم لامذکور فی الاب یتأتی فی الام والجد فلو جهزها جدھا ثم ماتت وقال ملکی وقال زوجها ملکھا صارت واقعة الفتوی ولم ار فیہا نقلاً صریحاً^۱ اھ قال فی منحة الخالق قال الرملى الذی یظہر ببادی الرأی انہما ای الام والجد كذلك اما الام فلما قدمہ من قول القنیۃ صغیرۃ نسجت جہاز من مال امہا وابیہا الخ واما الجد فلقولہم الجد کالاب الا فی مسائل لیست ہذہ منہا تأمل^۲ اھ اقول: مکان هذا البحر الطام الحبر التأم لیذکر فرع القنیۃ فی ہذہ الاسطر العدیۃ ویفرع علیہ بنفسہ ان الاب او الام اذ جهز بنته فلیس لوارث علی الجہاز سبیل ثم یتردد متصلاً بہ فی التحاق الام بالاب فی کون التجهیز منہا ظاہراً فی

پھر فرمایا اسی سے معلوم ہو گیا کہ جب باپ یا ماں بیٹی کو جہیز بنا کر دیں تو ان کے مرنے کے بعد باقی وارثوں کا جہیز پر کوئی حق نہیں ہوتا لیکن کیا یہ حکم جو باپ کے لئے مذکور ہوا وہ ماں اور دادا کے لئے حاصل؟ تو اگر لڑکی کو اس کے دادا نے جہیز دیا پھر وہ لڑکی مر گئی اور دادا نے کہا یہ جہیز میری ملکیت ہے اور اس لڑکی کا شوہر کہتا ہے کہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے یہ فتوے سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ منحة الخالق میں فرمایا کہ رملی نے کہا ہے بنظر ظاہر وہ دونوں یعنی ماں اور دادا، باپ کی طرح ہی ہیں، ماں تو اس وجہ سے جس کا بحوالہ قنیۃ پہلے ذکر کیا ہے کہ لڑکی نے اپنے باپ اور ماں کے مال سے جہیز بنایا الخ اور دادا اس لئے کہ ان (فقہاء) کا قول ہے کہ دادا مثل باپ کے ہے سوائے چند مسائل کے جن میں جہیز نہیں ہے۔ غور کرائے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) ایسے عظیم سمندر اور کامل و ماہر عالم کے لائق یہ نہیں کہ وہ ان چند سطروں میں قنیۃ کی فرع ذکر کرے اور بذات خود اس پر یہ تصریح ذکر کرے کہ بیشک ماں یا باپ جب بیٹی کو جہیز دیں تو کسی وارث کا جہیز میں کوئی حق نہیں پھر اس کے متعلق ہی اس بات میں تردد کرے کہ ماں اس حکم میں باپ کے ساتھ ملحق ہے کہ ماں کی طرف سے

^۱ بحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

^۲ منحة الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب المہر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

التملیک حتی یرد علیہ بمقدم من قول القنیة وهل
یتأتی مثله الامن لایکاد یفهم ما یرج من رأسه
فکیف یجعل علی مثله کلام مثل هذا الجلیل
النبیل. ولذا لمالم یتضح الامر عند العلامة
السید الطحطاوی اسقط لفظ الام من کلام البحر
واقصر علی قوله هل هذا حکم المذکور فی الاب
یتأتی فی الجد^۱ الخ لکن العلامة الشرنبلالی فی غنیة
لم یرستبعده فقال قال صاحب البحر هل هذا حکم
المذکور فی الاب یتأتی فی الامر والجد صارت واقعة
الفتویٰ ولم ارفیهما نقلاً صریحاً^۲ اهو قال العلامة
الشامی تردد فی البحر فی الامر والجد^۳ الخ وقال الرملى
ما سمعت فأنما الامر ما فتح المولى سبحانه وتعالى ان
لا تردد فی الحاق الامر بالاب فی کون التجهیز منها
تملیکاً لمکان العرف وانما تردد رحمه الله تعالى فی
قبول

جہیز دینا تملیک میں ظاہر ہے۔ یہاں تک اس پر وارد ہو وہ قنیہ
کے قول سے مقدم گزرا۔ اور نہیں حاصل ہوتا اس کی مثل
مگر صرف اس شخص سے جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اس کے سر سے
کیا خارج ہو رہا ہے، تو ایسے عظیم الشان عالم نبیل کے کلام کو
اس قسم کے بیہودہ موقف پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ جب علامہ سید طحطاوی پر یہ امر واضح نہ ہو سکا تو انہوں
نے کلام بحر سے لفظ ام کو حذف کرتے ہوئے اس قول پر
اکتفاء فرمایا کہ کیا یہ حکم جو باپ کے بارے میں مذکور ہے دادا
کے لئے حاصل ہوگا الخ لیکن علامہ شرنبلالی نے اس کو مستبعد
نہ جانتے ہوئے غنیہ میں فرمایا کہ صاحب بحر نے کہا کیا یہ حکم
جو باپ کے بارے میں مذکور ہے ماں اور دادا کے لئے حاصل
ہوگا؟ یہ فتویٰ سے متعلق ایک واقعہ پیش آگیا ہے اور میں نے
اس میں کوئی صریح نقل نہیں دیکھی۔ علامہ شامی نے فرمایا
کہ بحر میں ماں اور دادا کے بارے میں تردد کیا، رملى نے
فرمایا کہ میں نے نہیں سنا، بے شک معاملہ جو مولیٰ سجدہ
وتعالیٰ نے منکشف فرمایا وہ یہ ہے کہ صاحب بحر نے ماں کو
باپ کے ساتھ اس حکم میں ملحق ماننے میں تردد نہیں فرمایا
کہ ماں کی طرف سے دیا جانے والا جہیز عرفاً تملیک ہے البتہ
صاحب بحر

^۱ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار باب المهر دار المعرفة بیروت ۶۷/۲

^۲ غنیة ذوی الاحکام حاشیة الدرر الاحکام باب المهر مطبعة احمد کامل دار سعادت بیروت ۳۲۸/۱

^۳ رد المحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ماں کے اس دعوٰی کو قبول کرنے میں تردد فرمایا کہ جو جہیز اس نے مال سے دیا ہے وہ عاریت ہے کیونکہ اکثر طور پر جہیز باپ کے مال سے دیا جاتا ہے، تو دوسری صورت قنیہ کی فرع کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں جس میں صاحب بحر گفتگو کر رہے ہیں نیز ان کا قول سابق کہ اسی سے معلوم ہو گیا کہ بیشک باپ اور ماں الخ اس کے منافی نہیں، اور نہ ہی یہاں اس بات کی طرف نظر ہے کہ دادا سوائے چند مسائل کے باپ ہے اس لئے کہ یہ امر تو صرف عرف سے ماخوذ ہے اور بلاشبہ ہم نے باپ کا دعوٰی اس لئے قبول کیا کہ ہم نے عرف مشہور سے جان لیا کہ جہیز وہ اپنے مال سے دیتا ہے لہذا ظاہر اس کے لئے شاہد ہوا، تو اگر کسی کی مثل دادا میں ثابت ہو جائے تو اس کا حکم بھی یہی ہو گا وگرنہ الحاق ہے نہ اشتراک، یوں ہی تحقیق چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی مالک توفیق ہے، اور اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے وہ جو اس کے بعد منہ الخالق میں اس کے اس قول کے ساتھ مذکور ہوا، میں کہتا ہوں کہ متن تنویر میں اس پر جزم فرمایا کہ تجہیز میں ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور شرح منہ میں اس کی نسبت فتاویٰ قاری ہدایہ کی طرف کی، اور در مختار کی شرح میں شرح وہبانیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہے کہا یونہی ولی صغیرہ بھی ہے اور اس کا شمول دادا وغیرہ کو مخفی نہیں ہے اھ اقول: (میں

دعوٰی التجہیز من مال نفسها عاریة فان الاكثر ان الجهاز انما يكون من مال الاب وح لا مساس لفرع القنیة بھاو فیہ ولا ما قدمہ من قوله بهذا یعلم ان الاب او الامر الخ ینا فیہ وكذا لانظر ههنا الى كون الجد كالأب الا فی مسائل فان هذا امر لا یؤخذ الا من العرف وانما قبلنا دعوی الاب لما علمنا من العرف الفاشی ان الجهاز يكون من ماله فكان الظاهر شاهدا له فان ثبت مثله فی الجد فذاك والا فلا الحاق ولا اشتراك هكذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق واغرب من هذا ما ذكر بعده فی منحة الخالق من قوله قلت وجزم فی متن التنویر ان الامر كا لب فی تجهیزھا وعزاه فی شرح المنح الی فتاوی قاری الهدایة وفی شرحه الدر المختار معزیا الی شرح الوهبانیة وكذا ولی الصغیرة ولا یخفی شموله الجد وغیرہ اه¹۔ اقول: نعم لا یخفی ولكن البحر

¹ منحة الخالق حاشیة البحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

<p>انما یقول لم ارفیہا نقلًا صریحاً وبحث ابن وہبان لیس من النقل فی شیعی والعبد الضعیف فی عجب من سوق الدر المسألة مساق المنقول مع علیہ بانه بحث منہ وقد بحث فیہ الشارحون وقد علمت مبادئنا ان بحثهم حسن وجیه فالحمد لله علی حسن التنبیہ۔</p>	<p>کہتا ہوں ہاں مخفی نہیں لیکن بے شک بحر میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں صریح نقل نہیں دیکھی اور ابن وہبان کی بحث کوئی نقل نہیں اور بندہ ضعیف کو اس بات پر حیرت ہے کہ در نے مسئلہ بطور منقول چلایا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ ابن وہبان کی بحث ہے اور تحقیق شارحین نے اس میں بحث کی ہے اور تحقیق ہمارے بیان سابق سے تو جان چکا ہے کہ ان کی بحث حسن و وجیہ ہے پس حسن تنبیہ پر اللہ تعالیٰ ہی کے لئے حمد ہے۔ (ت)</p>
--	--

بالجملہ جب حقیقی دادی نانی، حقیقی دادا، حقیقی ماں میں علمائے کرام نے تردد فرمایا تو سوتیلی ماں کہ محض اجنبیہ ہے کیونکر اس حکم
پر میں شریک ہو سکتی ہیں، اجنبی کے لئے صورت مستفسرہ میں یہی حکم لکھتے ہیں کہ اُس کا دعویٰ لے گواہانِ مسموع نہ ہوگا۔
در مختار میں ہے:

<p>الام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الابینۃ شرح وہبانیۃ^۱۔</p>	<p>ماں اور ولی صغیرہ حکم مذکورہ میں باپ کی طرح ہیں اور جہاں اجنبی کے بعد دعویٰ کرے تو گواہوں کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، شرح وہبانیہ۔ (ت)</p>
--	--

اور یہاں گواہوں سے اثبات عاریت کے دو طریقے ہیں:
ایک یہ کہ باپ ماں یا اجنبی جس کے ذمے اقامت بینہ کا حکم ہو گواہانِ عادل شرعی سے شہادت دلائے کہ میں نے یہ جہیز عروس
کو دیتے وقت شرط کر لی تھی کہ عاریت دیتا ہوں۔
دوسرے یہ کہ دُلہن کا اقرار نامہ تصدیق شہود عدل پیش کرے جس میں اس نے اقرار کیا ہو کہ یہ یہ جہیز مجھے فلاں نے اپنی ملک
سے عاریت دیا ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

<p>قال فی التجنیس والولوالجیۃ والذخیرۃ والبینۃ الصحیحۃ ان یشہد عند التسلیم</p>	<p>تجنیس، ولوالجیہ اور ذخیرہ میں فرمایا بینہ صحیحہ یہ ہے کہ عورت کو یہ اشیاء دیتے وقت گواہ قائم کرے کہ</p>
--	--

^۱ در مختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۵۷۲

الی المراءاة انی انما سلمت هذه الاشياء بطریق العاریة او یکتب نسخة معلومة ویشهد الاب علی اقرار هان جیبیع مافی هذی النسخة ملک والدی عاریة فی یدی منه ^۱ الخ	بے شک میں نے یہ اشیاء بطور عاریت دی ہیں یا یہ کہ ایک معیّن تحریر تیار کر کے باپ کو لڑکی کے اس اقرار پر گواہ قائم کرے کہ وہ تمام اشیاء جو اس تحریر میں مرقوم ہیں میرے والد کی ملکیت ہیں اور میرے پاس اس کی طرف سے بطور عاریت ہیں الخ (ت)
--	---

اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔ ت) یہاں دو امر حلے ہیں: اول اس کا اثبات کہ یہ جہیز میں
نے مال سے دیا، ان بلاد میں باپ اس ثابت کرنے میں گواہوں کا محتاج نہیں لہذا تقدم من جریان العرف فی ذلك
کذلک (جیسا کہ پہلے گزرا کہ اس میں عرف ایسا ہی جاری ہے۔ ت) بلکہ دلہن یا اس کے ورثہ میں اس کے منکر ہوں تو وہ گواہ دیں
کہ یہ جہیز باپ نے اپنے مال سے نہ دیا دلہن کی ملک سے بنایا، بخلاف اجنبی کہ اُسے اولاً یہی ثابت کرنا ضرور ہوگا،

لعدم ظاهر یشهد له فی ذلك وانما البینة علی کل من یدعی خلاف الظاهر۔	کیونکہ اس معاملہ میں ظاہر اس کے لئے شاہد نہیں اور ہر اس شخص پر گواہ لازم ہوتے ہیں جو خلاف ظاہر دعوٰی کرے۔ (ت)
--	---

پھر اگر یہ امر بینہ یا اقرار عروس یا تسلیم ورثہ سے ثابت ہو تو دوسرا درجہ ثبوت عاریت کا ہے یہاں اگر عرف عام یا مشترک سے
عاریت دینا ثابت یا محتمل ہو تو ظاہراً اجنبی بھی مثل پدر اور اس ثبوت دوم میں محتاج اقامت بینہ نہیں کہ جب ابا عاریت دیتے ہیں تو
اجنبی کا قصد عاریت ہر گز خلاف ظاہر نہیں بلکہ بلحاظ اجنبیت وہی اظہر ہے

ولا بینة علی من شهد له الظاهر مع انه قد ثبت انه الدافع فهو ادري بجهة الدفع مع ماتقدم من ان الاقل هو المتعین فی ما احتمل۔	اس پر گواہ لانا لازم نہیں جس کے لئے ظاہر شاہد ہو باوجود اس کے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ دینے والا ہے پس وہ دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے باوجود اس کے جو گزرا کہ محتمل میں اقل ہی متعین ہوتا ہے۔ (ت)
--	--

تو جب تک صراحت کوئی دلیل تملیک نہ پائی جائے بحال عموم یا اشتراک عرف عاریت اجنبی کا اس فعل پر اقدام خواہی نخواہی قصد
تملیک پر محمول نہ ہونا چاہئے اور اگر عرف عام تملیک ہو کہ جہیز دینا مالک کرنا ہی سمجھا جاتا ہو

^۱ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۷/۳

جیسا کہ ہمارے بلاد میں ہے کہ اقارب اجانب جو تجہیز کریں تملیک ہی کرتے ہیں، اگر کوئی کسی لڑکی کو پالیتا یا ویسے ہی کسی یتیم کا نکاح کرتا ہے تو جو کچھ جہیز میں دیتا ہے یقیناً تملیک ہی کا ارادہ کرتا ہے چند روزہ عاریت دے کر واپسی لینے کا اصلاً وہم بھی نہیں گزرتا تو ایسی حالت میں اس ثبوت دوم یعنی دعویٰ عاریت میں اجنبی بھی آپ ہی مختار جگہاں ہوگا کما علمت ان المعہود عرفاً کالمشروط نصاباً (کیونکہ توجان چکا ہے کہ جو بطور عرف کے معہود ہو وہ ایسے ہی ہے جیسے بطور نص کے مشروط ہو۔ ت) اسی طرح اگر جہیز دئے ایک زمانہ متد گزر جائے دلہن برتنی استعمال کرتی رہے اور اسکی جانب سے بے مانع غیبوت وغیرہ سکوت مطلق رہے طلب واپسی ظاہر نہ ہو پھر ایک مدت مدیدہ خصوصاً موت عروس کے بعد دعوٰی کرے کہ میں نے تو عاریۃً دیا تھا مجھے واپس ملے تو اب بھی اس کا یہ دعوٰی خلاف ظاہر و محتاج بینہ ہے والدین و اولاد کا معاملہ دوسرا ہے ان میں ایک دوسرے کے مال سے مدۃ العمر منع رہے تو باہم گوارا ہوتا ہے عرفاً اجانب سے متوقع نہیں کہ اتنی مدت تک اپنا مال دوسرے کے ایسے تصرف و استعمال میں چھوڑے رہیں اور اپنی ملک ہو نازبان پر نہ لائیں۔

<p>ایسا ہی ہے جیسا کہ بحر میں فرمایا کہ مبتنی میں کہا جس شخص کی بیوی جہیز کے بغیر رخصت ہو کر اس کی طرف آئی ہو تو بیوی کے باپ ان و نانیر و دراہم کا مطالبہ کر سکتا ہے جو اس نے اس کی طرف بھیجے تھے اور اگر زفاف کے بعد زمانہ دراز تک خاموش رہا تو اس کے بعد اس سے مخاصمہ نہیں کر سکتا اھ مختصر گ اور رد المحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر زفاف کے بعد اتنا زمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اس کو مخاصمت کا حق نہیں اگرچہ اس کے لیے کچھ بھی نہ بنایا ہو الخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "یعرف" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمانہ کے</p>	<p>وهذا كما قال في البحر قال في المبتغى من زفت اليه امرأته بلا جهاز فله مطالبة الاب بما بعث اليه من الدنانير والدرهم ولو سكت بعد الزفاف طويلا ليس له ان يخاصمه بعده¹ اھ مختصر اوفى رد المحتار قال الشارح في كتاب الوقف ولو سكت بعد الزفاف زماناً يعرف بذلك رضا لم يكن له ان يخاصم بعد ذلك وان لم يتخذ له شئ اھ و اشار بقوله يعرف الى ان المعتبر في الطول والقصر</p>
---	--

¹ بحر الرائق باب المهر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸۶، ۱۸۷/۳

<p>در از اور مختصر ہونے کا اعتبار عرف پر ہے اہ اور اسی میں بزازیہ سے ہے، اسلئے کہ جب محتمل تھا اور وہ اتنا زمانہ اور ردالمحتار میں ہے کہ شارح نے کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر زفاف کے بعد اتنا زمانہ خاموش رہا جس سے اس کی رضا سمجھی گئی تو اب اس کے بعد اُس کو خاصیت کا حق نہیں اگرچہ اُس کے لئے کچھ بھی نہ بنایا ہوا لٰخ اس عبارت میں شارح نے اپنے قول "يعرف" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ زمانہ کے خاموش رہا جس میں وہ مطالبہ کو اختیار کر سکتا تھا تو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی غرض چیز لینا نہ تھا لٰخ قلت (میں کہتا ہوں) اس پر انہوں نے نص کی کہ جو شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا رہا، پھر دعویٰ کیا کہ یہ شئی اس کی ہے حالانکہ اس سے پہلے بھی دعویٰ سے کوئی مانع نہ تھا تو اس کا یہ دعویٰ اس کے حیلوں کی بنیاد پر مسموع نہ ہوگا۔ تحقیق ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ کے دعاوی میں بیان کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>العرف¹ اہ وفيه عن البزازیة لانه لما كان محتملا وسكت زمانا يصلح للاختيار دل ان الغرض لم يكن الجهاز² اہ قلت وقد نصوا ان من رأى احدا يتصرف في شئ من زمانا ثم ادعى انه ولم يكن ثم مانع من دعواه لم تسع قطعاً للحيل وقد بيناه في الدعاوى من فتاونا۔</p>
--	---

قرۃ العیون میں ہے:

<p>اگر اجنبی نے کسی عورت کو جہیز دیا پھر عورت کے مرنے کے بعد دعویٰ کی کہ یہ بطور عاریت تھا تو بغیر گواہوں کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ عورت کو جہیز دے کر اس کے مرنے تک اس کے قبضہ میں چھوڑ دینا صرف وہیں ہوگا جہاں عورت کے اپنے مال سے ہو بخلاف ماں باپ کے کیونکہ وہ اپنے مال سے بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تاہم کبھی تو وہ بطور تملیک ہوتا ہے اور کبھی بطور عاریت۔ اسی لئے شارح و ہبانیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک ولی صغیرہ میں نظر ہے لٰخ یعنی اس کو ماں باپ کی مثل قرار</p>	<p>لوجهزها الاجنبی ثم ادعى انه عارية بعد موتها لايقبل قوله الاببينة لان الظاهر انه لا يجهزها ويتركه في يدها الى الموت الابمالها بخلاف الاب والامر فانهما يجهزانها بمال انفسها لكن يكون ذلك تمليكاً تارة وتارة عارية ولذا قال شارح الوهبانية وفي الولي عندی نظر الخ ای فی جعله كالاب والامر لان الظاهر فی</p>
---	--

¹ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۷/۲

² ردالمحتار باب المهر ۳۶۸/۲

<p>دینے میں کیونکہ ماں باپ کے غیر میں ظاہر یہی ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے جہیز بناتے ہیں الخ قول: (میں کہتا ہوں) اس کلام کو حسن سے وافر حصہ ملا اور وہ اسی روش پر چلا جو تحقیق ہم سابق میں کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مالک توفیق ہے، اور ہم نے سابق ولاحق میں جو تجھ پر القاء کیا (یعنی بیان کیا) اُس سے شاید تو نے سمجھ لیا ہوگا کہ حکم مذکور میں موت قید نہیں، اور علامہ سید طحطاوی نے بہت خوب کہا جہاں فرمایا کہ تحقیق مصنف نے باب المسر میں کہا کہ بیشک ماں، باپ کی طرح ہے۔ اور موت کا حکم حیات کے حکم کی مثل ہے الخ یہ سب وہ ہے جو میرے لئے ظاہر ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے، اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ (ت)</p>	<p>غیرہما لا یجہز ہا الا بہالہا^۱ اقول: ہذا کلام قدر زق مت من الحسن، وھو ینحو منجی ما قدمت من التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق ولعلک تفتنت مبالقینا علیک سابقاً ولاحقاً ان الموت غیر قید وقد احسن السید العلامة الطحطاوی حیث قال قد ذکر المص فی باب المہران الام کالاب وان حکم الموت کحکم الحیات^۲ اھ ہذا کلامہ مآظہر لی والعلم بالحق عند ربی، والحمد للہ رب العالمین۔</p>
--	--

بہر حال فیض النساء بیگم میں حکم یہی ہے

کہ اس کا یہ دعویٰ یوں قابلِ سماعت نہیں، اور اس کی بنائے دعویٰ پر نظر لازم، آیا واپسی بخیاں ہبہ تاحین حیات چاہتی ہے (جس طرح لفظ کپڑے و زیورات وغیرہ متروکہ لڑکی متوفیہ سے اُس کا کچھ پتا چلتا ہے جبکہ عرضی دعوے میں فیض النساء بیگم کے لفظ یہی ہوں کہ عاریت کو مستعیر متوفی کا ترکہ نہیں کہتے) جب تو دعویٰ کہ بعد مرور مدت خصوصاً بعد موت عروس ہوا بہت کیف محتاج شہادت ہے انہیں دو طریقہ مذکورہ سے کسی طریقہ پر گواہانِ عادل دے کہ یہ جہیز بدی تفصیلِ خدیجہ بی بی کو میں نے اپنے مال خاص سے عاریہ دیا اگر گواہ دیدیں نبھانہ دے سکے تو حاکم یا حاکم شرعی شوہر خدیجہ وغیرہ وراثت سے قسم لے کہ واللہ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ جہیز مال فیض النساء بیگم سے خدیجہ بی بی کے پاس عاریہ تھا اگر وہ قسم کھالیں تو مقدمہ بحق واثانِ خدیجہ ورنہ بحق فیض النساء بیگم

^۱ قرۃ عیون الاخبار کتاب العاریۃ مصطفیٰ البابی مصر ۳۱۷/۲

^۲ حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار باب المہر دار المعرفۃ بیروت ۶۷/۲

فیصل ہو۔ طحاوی علی الدر المختار میں ہے:

<p>قوله وفيما يدعيه الاجنبى اى من انه اعار المتوفى هذا الشيء لا يصدق الابينة وله ان يحلف الوارث ان انكر على العلم كما هو الحكم في نظائرها¹ اهـ والله سبىحه وتعالى اعلم۔</p>	<p>اور قول مصنف کہ جس میں اجنبی دعوٰی کرے یعنی یوں کہے کہ یہ شئی میں نے متوفی کو بطور عاریت دی تھی تو بغیر گواہوں کے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور متوفی کا وارث اگر منکر ہو تو (حاکم) اس سے یوں قسم لے سکتا ہے کہ ہمیں اس کے عاریت ہونے کا علم نہیں جیسا کہ اس کے نظائر میں یہی حکم ہے اہ اور واللہ سببہ وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔</p> <p>(ت)</p>
--	--

جواب سوال پنجم

بھی تقریبات سابقہ سے واضح اس دعوٰی کے ثبوت میں کہ یہ اشیاء وقت شادی حسام الدین کو فیض النساء بیگم نے اپنے مال سے دیں فیض النساء بیگم محتاج گواہان ہے اگر یہ امر شہادت یا اقرار مدعا علیہ سے ثابت ہو تو دربارہ تملیک و عاریت وہی عرف وغیرہ دلاء پر نظر ہوگی اگر نصاً یا عرفاً کسی طرح دلالت تملیک ثابت ہو (جس طرح ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دلہن والوں کی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے یا نقد یا دیگر اشیاء دلوہا کر دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں بلکہ یہاں عاریت بتانا جہیز دختر کو عاریت کہنے سے زیادہ موجب ننگ و عار سمجھتے ہیں) تو وہ دینار بہہ سمجھا جائے گا اور فیض النساء بیگم اگر عاریت کہے گی تو بغیر اُن طرق ثبوت کے مسموع نہ ہوگا اور اگر دلالت تملیک متحقق نہیں تو فیض النساء بیگم کا قول عاریت بہ قسم قابل قبول ہوگا، پھر اگر اُس مال کا بہہ ہونا ثابت ہو تو اُس میں سے کچھ تلف ہو گیا خواہ حسام الدین کے اپنے فعل سے یا بلا قصد یا اُس نے کسی کو دے دیا یا بیچ ڈالا تو اس کی واپسی ممکن نہیں،

<p>فان هلاك الموهوب وخروجه عن ملك الموهوله كلاهما من موانع الرجوع۔</p>	<p>کیونکہ بے شک موهوب شئی کا ہلاک ہونا اور اُس کا موهوب کہ کی ملک سے خارج ہونا دونوں ہی رجوع کے موانع میں سے ہیں۔ (ت)</p>
--	---

اور جو بدستور اُس کے پاس موجود ہے اور کوئی مانع موانع رجوع سے نہیں تو فیض النساء بیگم بتراضی بالقضائے قاضی واپس لے سکتی ہے مگر گنہگار ہوگی کہ بہہ میں رجوع سخت مکروہ ممنوع ہے بغیر اس کے بطور خود رجوع نہیں

¹ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب العاریۃ دار المعرفۃ: بیروت ۳/۳۹۰

کر سکتی، اور اگر عاریت ہونا ثابت قرار پائے تو جو جہیز موجود ہے اُسے بطور خود واپس لے سکتی ہے اگرچہ حسام الدین نے کسی کو دے دی یا بیچ کر دی ہو فان العواری مردودۃ وتصرف الفضول الفضولی بالردی بطل (کیونکہ بطور عاریت دی ہوئی اشیاء واپس کی جاتی ہیں اور فضول کا تصرف رد سے باطل ہو جاتا۔ ت) اور جو تلف ہو گیا اگر بے فعل حسام الدین تلف ہوا مثلاً چوری ہو گیا جل گیا ٹوٹ گیا اور اُس میں حسام الدین کی طرف سے کوئی بے احتیاطی نہ تھی تو اُس کا تاوان نہیں لے سکتی فان العاریۃ امانة لاتضمن الا بالتعدی (اس لئے کہ عاریت امانت ہے اور بلا تعدی اس میں ضمان لازم نہیں آتا۔ ت) اسی طرح جو کچھ حسام الدین کے پہننے برتنے میں تلف ہوا نقصان ہو اس کا بھی تاوان نہیں جبکہ اُس نے عادت و عرف کے مطابق اُسے برتا استعمال کیا ہو فان کان بتسلیط منها وما كانت العاریۃ الا للاستعمال (کیونکہ وہ اس عورت کی تسلیط دے اس کے پاس تھا اور عاریت تو ہوتی ہی استعمال کیلئے ہے۔ ت) ہاں جو کچھ حسام الدین نے قصد آخرا ب کیا یا اُس کے بے احتیاطی سے ضائع ہوا یا عرف و عادت سے زیادت استعمال کرتے میں ہلاک ہو گیا اُس کا تاوان حسام الدین سے لے سکتی ہے لحصول التعدی (تعدی حاصل ہونے کی وجہ سے۔ ت) فصول عمادی میں ہے:

اذا انتقص عين المستعار في حالة الاستعمال لایجب الضمان بسبب النقصان اذا استعمله استعمالاً معهوداً ¹ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جب عین مستعار کی حالت میں نقصان ہوا تو اس نقصان کے سبب سے ضمان واجب نہ ہوگا بشرطیکہ اُس نے عرف و عادت کے مطابق استعمال کیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

جواب سوال ششم

جو مال حسام الدین نے وقت شادی خواہ بعد شادی اپنی بی بی کو دیا اُس کی واپسی سے فیض النساء بیگم کو کچھ علاقہ نہیں ہو سکتا کہ اگر حسام الدین نے عاریت دیا تھا تو وہ خود اُس کا مالک ہے اور اگر زوجہ کو مالک کر دیا تھا تو بعد مرگ زوجہ اُس کے پسر و شوہر کو پہنچ کر پھر حسام الدین کے پاس آیا فیض النساء بیگم کا اُس میں کوئی حق نہ تھا نہ ہے، وہذا ظاہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

الجواب سوال ہفتم

(اس سوال کا جواب اسی تحقیق جوابات سابقہ پر مبنی ہے زیور جہیز اگر بنظر احکام مذکور ملک خدیجہ بی بی

قرار پائے تو وہ ایک چیز ہے کہ بحکم مالک رہن رکھی گئی ہے مورثہ مدیونہ ہے اور مرتہن دائن وارث فک رہن کرائیں گے یا بتراضی باہمی وہی شے دین مرتہن میں دے دیں گے یا زیور دین میں بیچا جائے گا کچھ ہو گا یہ ان کا باہمی معاملہ ہے جس سے فیض النساء بیگم کو کوئی تعلق نہیں اور اگر زیوروں کا ملک فیض النساء بیگم اور خدیجہ بی بی کے پاس عاریت ہونا ثابت ہو تو نظر کریں گے کہ یہ رہن رکھنا بے اجازت فیض النساء بیگم تھا یعنی نہ اُس سے اذن لے کر رہن رکھا نہ اُس نے بعد رہن اس تصرف کو جائز کیا جب اُسے اختیار ہے کہ رہن فسخ کر کے اپنی چیز مرتہن سے واپس لے لے مرتہن اپنا دین ترکہ خدیجہ بی بی سے لیتا رہے، ردالمحتار میں ہے:

لانه تصرف في ملكه على وجه لم يؤذن له فيه فصار غاصبا وللمعير ان يأخذ من المرتهن ويفسخ الرهن جوبرة ¹ ۔	کیونکہ پیشک اس (راہن) نے دوسرے (معیر) کی ملک میں اس طور پر تصرف کیا جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تا تو وہ غاصب ہو گیا اور عاریت دینے والے کو حق حاصل ہے کہ مرتہن سے شئی مرتہن لے لے اور رہن کو فسخ کر دے۔ جو ہرہ۔ (ت)
---	---

اور اگر اُس سے پوچھ کر اس کی مرضی کے مطابق رہن رکھا (اگرچہ صورتِ حاضرہ میں ظاہر اس کی امید نہیں) یا بعد رہن اس نے تصرف کو اپنی اجازت سے نافذ کر دیا تو رہن صحیح و نافذ ہو گیا اب فیض النساء بیگم جب تک دین مرتہن ادا نہ ہو شئی مرتہن واپس نہیں لے سکتی، ہاں یہ اختیار رکھتی ہے کہ اگر ورثہ خدیجہ بی بی فک رہن میں دیر لگائیں یہ خود مرتہن کو اُس کا دین دے کر اپنی چیز چھڑا لے اور جو کچھ مرتہن کو دے ترکہ خدیجہ بی بی سے واپس لے۔ عالمگیری میں محیط امام سرخسی سے ہے:

لو اراد المعير افتكاكه ليس للراهن والمرتهن منعه ويرجع على الراهن بما قضى لانه مضطر في قضاءه لاحياء حقه وملكه ² ۔	اگر معیر مرتہن شے کو چھڑانا چاہے تو راہن اور مرتہن اس کو منع نہیں کر سکتے اور وہ جو کچھ مرتہن کو دے راہن سے لے سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے حق و ملک کو حاصل کرنے کے لئے اس ادائیگی پر مجبور ہے (ت)
---	---

در مختار میں ہے:

لورهن دارغيره فاجاز صاحبها جاز ³ ۔	اگر کوئی کسی کا گھر رہن رکھ دے پھر گھر کا مالک اس کی اجازت دے دے تو جائز ہے۔ (ت)
---	--

¹ ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف في الرهن دار احياء التراث العربی بیروت ۳۳۱/۵

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط سرخسی الباب الحادی عشر فی التفرقات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۸۶۲

³ در مختار باب التصرف في الرهن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۷۲

ردالمحتار میں ہے:

اور یہ بمنزلہ اس شئی کے ہو گیا جس کو کسی نے بطور عاریت دیا ہی اس لئے ہے کہ وہ اس کو رہن رکھ دے، ط۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)	ویکون بمنزلة مالو اعارها لیرهنها ^۱ ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۸۷: از رائے پور چھتیس گڑھ بیجنا تھ بارہ مرسلہ منشی محمد قاسم صاحب حوالدار پیشی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مقدمہ ذیل میں، فیض النساء بیگم انجمن نعمانیہ رائے پور میں داد خواہ تھی کہ میں اپنی سوتیلی لڑکی مسماۃ خدیجہ بی بی کی شادی مسٹی حسام الدین سے کردی اور لڑکی مذکور نے رحلت کی، اب مجھے حسب رواج ملک اپنے کے جو کچھ مال متاع بنام جہیز اپنی لڑکی کو دی ہوں حسام الدین سے واپس دلایا جائے چونکہ وقت دینے اسباب جہیز اپنی لڑکی کو مطابق رسم و رواج عادت عالم کے نہ تو نیت تملیک کی جاتی ہے نہ ہبہ و عاریت کی بلکہ یوں ہی بلا کسی نیت کے جو کچھ دینا ہو وقت رخصت دو لہاؤ لہن کے ہمراہ اُن کے کر دیا کئے جاتا ہے غرض جو رواج عام خاص و عام میں پشتاپشت سے جاری ہے حسام الدین سے واپس دلا کر داد رسی فرمائی جائے انتہی، اب باب انجمن فیصلہ مقدمہ ہذا کا صرف اپنی ہی معلومات پر منحصر نہ فرمایا علمائے دین سے بھی فتوؤں کا استدعا کیا چنانچہ علمائے دیوبند کا آخری فیصلہ فتویٰ روایات فقہ اس بارہ میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرفا میں مطلقاً تملیک سمجھا جاتا ہے اور بغالب ظن عرف میں یہی ہے کہ کوئی شخص اسباب شادی دے کر واپس نہیں لیتا لیکن بالینمہ عرف وہاں کا یہی ہے کہ واپس لیا جاتا ہے اور ہبہ و تملیک نہیں ہوتا فیض النساء بیگم اُس کو واپس لے سکتی ہے انتہی، فتویٰ ندوۃ العلماء جس جگہ میں یہ عرف ہو کہ اشیاء جہیز بطور تملیک دیا جاتا ہے جیسا کہ بلاد ہندوستان میں بھی یہی رواج ہے تو اُس مقام میں اشیاء لڑکی کی ملک ہو جائیں گی اور لڑکی کے ماں باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ واپس کر لے، ہاں جس مقام میں رواج عاریۃ دینے کا ہے وہاں اشیاء جہیز ملک لڑکی کی نہ ہوں گی اور ماں باپ کو اختیار ہوگا کہ واپس کر لے فیض النساء بیگم کو چاہئے کہ گواہوں سے اسباب جہیز دینا اپنے مال سے ثابت کر دے اُس کے بعد حسب رواج کار بند ہو انتہی فیض النساء کے اپنے مال سے دینے پر صد ہا گواہ موجود ہیں۔ فتویٰ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب

^۱ ردالمحتار کتاب الرهن باب التصرف فی الرهن دار احیاء التراث العربی بیروت / ۳۳۰

بریلوی، سوال انجمن نعمانیہ رائے پور، سوال: شرع میں رواج ملک کو بھی مداخلت ہے کیا؟ جواب: مولانا صاحب! حکم شرع مطہر کے لئے ہے عرف و رواج وغیرہ کسی و حکم میں کچھ دخل نہیں، ہاں بعض احکام کو شرع اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے خواہیوں کہ اگر یہ شے معروف و رائج ہو جائے تو اس کے لئے یہ حکم ہے خواہیوں کہ حکم فی نفسہ حاصل، اور یہ اس کی صورت کا بنانے والا ہے یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ والدین اپنے مال سے دُلہن کو جہیز دیتے ہیں اور دینا بہہ و عاریت دونوں کو محتمل، اور ان کا تعین عرف پر محمول، جہاں عرف غالب تملیک ہو وہاں دَعوی عاریت نامقبول، اور جہیز دینا تملیک ہی پر محمول جب تک گواہان شرعی سے اپنا عاریت دینا ثابت نہ کریں، اور جہاں عرف غالب عاریت ہو یا دونوں رواج یکساں ہوں وہاں ان کے قول قسم کے ساتھ معتبر، ایسی جگہ جہیز دینا جہاں تملیک نہ سمجھا جائے گا الخ۔ جناب من! فتویٰ جناب کا فائز انجمن نعمانیہ ہو کر کے عرصہ دو سال کا ہو گا اس عرصہ دراز میں اکثر اوقات پیش نظر یعنی جناب رکن اعظم انجمن جناب مولوی حکیم مسمیٰ ابو سعید صاحب کے بھی رہا، یقیناً ہوا کہ مولوی صاحب اُن فتوؤں کے مطالب مقاصد ظاہر الروایات کے موافق و مطابق بخوبی سوچ سمجھ گئے ہوں گے، آخر الامر بروز جلسہ مع فتویٰ جناب کا بھی فتویٰ مولوی صاحب نے پڑھا اور جملہ اوّل جناب کے فتویٰ کا یہ تھا: "حکم شرع مطہر کے لئے ہے۔" مولوی صاحب نے جملہ مذکور کا خلاصہ اس طرح بیان فرمایا کہ جو حکم شرع کا ہے وہ پاک ہے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ علاوہ بریں مولانا ممدوح کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ رواج ملک کو شرع میں کچھ دخل نہیں ورنہ فیض النساء بیگم موافق دَعوی اپنے اشیاء جہیز پانے کا کسی طرح حقدار ہو سکتی ہے بلکہ دَعوی اس کا شرعاً مردود اور رواج ملک مطرود، کیونکہ رواج ملک بمقابلہ شرع کے ایک بیہودہ بات ہے، غرض ارباب انجمن نے مولوی صاحب کے لاطائل بیان کو عدم واقفیت مسائل فتویٰ سے بلا غور و تامل مان لیا انتہی، التماس بندہ محمد قاسم ع

دل صاحب انصاف سے انصاف طلب ہے

اگرچہ یہ ناچیز حسبِ مقدور انجمن نعمانیہ میں بہت کچھ رویا مگر نہ رونے کا اثر ہوا نہ گانے کا، چونکہ تاریخ ملاحظہ فتویٰ سے تا آخر یہی کہتا رہا کہ مقدمہ مذکور میں جو رواج ملکی کا ذکر ہے ہر فتویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ رواج حکم میں عین شرع محمدی ہے اور جس پر حکم شارع علیہ السلام کا موجود، پس فیض النساء بیگم موافق فتویٰ علمائے دین کے مال و اسباب جہیز کا موافق شرع محمدی کے واپس لینے کی مستحق ہے، جیسے مولانا احمد رضا خاں صاحب مدظلہ، اپنے فتوے میں لکھتے ہیں، قولہ ہمارے بلاد میں رواج عام ہے کہ دُلہن والے اپنی طرف سے سلامی وغیرہ جو کچھ کپڑے و نقد دُلہا کو دیتے ہیں اُس سے تملیک ہی کا ارادہ کرتے ہیں وہ دینا بہہ سمجھا جائے گا۔ غرض بندہ نے جناب کے مسئلہ کا خلاصہ ممبران انجمن کو اس طرح سمجھا و سمجھا دی کہ ہندوستان میں ہزار ہا بندگان خدا اس طرح کے بھی ہیں کہ جنہوں نے عمر خود میں کبھی نام تملیک کا سُنا نہ بہہ و عاریت کا بلکہ خاص رواج ملک کے بلائیت تملیک و بہہ و عاریت کے

جو کچھ دینا ہے بیٹی داماد کو دیا کرتے ہیں مگر اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ یہ جو اسباب شادی ہم بیٹی داماد کو دیتے ہیں وہ سب خاص ملک انہوں ہی کی ہے پس اسقدر سمجھنا انہوں کا حکم تملیک کا رکھتا ہے پس اسی کا نام شرع محمدی ہے پس اُس رواج عام کی تعمیل ہر فرد بشر پر کیا معنی بلکہ حاکم پر بھی واجب ہے پس اسی طرح اہل مدراس بھی بلانیت تملیک وہبہ عاریت کے اسباب جہیز دیا کرتے ہیں مگر دینے کے وقت اُن کی نیت یہ ہوا کرتی ہے کہ بعد فوت لڑکی کے وہ سب مال و اسباب واپس لیا کریں گے اور دُلہا بھی سمجھ لیا ہے کہ مجھے ضرور ہی واپس دینا ہوگا، پس یہ طرفین کے سمجھ لینے کا نام شرع محمدی میں معاہدہ ٹھرا، پس اُس کے واپس لینے میں کون امر شرعی مانع ہے، پس بموجب رواج شرعی کے ایک بڑے زبردست فاضل و فقیہ مسمیٰ صوبیدار شیخ حسین صاحب نے بمجرد فوت ہوتے ہی اپنی بہو کے اُس کا سب مال و اسباب جہیز کا واپس کر دیا اور اس مال کے استعمال کو واسطے حلال نہ جانا اور اس معاملہ کو ممبرانِ انجمن بخوبی جانتے ہیں بمقابلہ سمجھ اپنے نہ تو خدا کی مانے اور نہ رسولِ خدا کی، تو پھر علماء فضلہ کی کب ماننے لگے غرض اگر کوئی ہندوستانی مدراسی عورات کو شادی کرے بعد موت اُس عورت کے موافق رواج ملک کے اُس کو سب جہیز واپس دینا ہوگا، چونکہ پابندی رواج ملک کی اس پر واجب ہوگی برخلاف رواج ملک اپنے کے، غرض فیض النساء بیگم کا اسباب جہیز دینا لڑکی کو موافق رواج ملک کے طرفین کی رضامندی سے شرعاً معاہدہ ٹھرا جو حقیقت میں نظیر عاریت کی ہو سکتی ہے، غرض فتوے سے علمائے دین کے صرف دو بات ہے:

اوّل یہ کہ جس ملک میں رواج تملیک کا ہے وہاں ملک لڑکی کی ہوگی اُس میں ماں باپ واپس نہیں لے سکتے اور جہاں رواج عاریت دینے کا ہے وہاں ماں باپ واپس لے سکتے ہیں اور ملک مدراس میں موافق رواج قدیم کے بمجرد فوت ہونے لڑکی کے جو کچھ اسباب جہیز میں دیا گیا ہے واپس لیا کرتے ہیں، نہ وہاں کوئی تمیک کو پوچھتا ہے انتہی التماس فیض النساء بیگم موافق رواج ملک اپنے کے اور مطابق فتویٰ علمائے دین کے جو آگے لکھ چکا ہوں اپنے داماد ہندوستانی سے پاسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ثانیاً فیض النساء بیگم کی نسبت جو کچھ مناسب ہو مختصر طور سے دوچار سطر کافی ہے باقی جناب کے فتوے کا پہلا مسئلہ جو رواج اسباب جہیز وغیرہ کی نسبت ہے آگے اس استفتاء کے لکھا ہوں جس کا پہلا جملہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے، اس تمام مسئلہ کا خلاصہ سہل سلیس عبارت موافق عام فہم کے جس میں عربی و فارسی عبارت و لغات نہ ہو، براہِ نوازش تحریر فرمائیں، عین بندہ نوازی ہوگی، اُمید کہ جواب بھی اسی کاغذ میں مرحمت ہوتا اعتبار میں بندہ کے فرق نہ ہو۔

الجواب:

فتوائے فقیر کا وہ مطلب کہ رکن اعظم انجمن نے بیان کیا محض غلط ہے، نہ اُن الفاظ سے کسی طرح اس کا وہم گزر سکتا ہے، سائل نے ان لفظوں سے سوال کیا تھا کہ "شرع میں رواج ملک کو مداخلت ہے کیا ان کے جواب میں اگر "ہاں" کہا جاتا تو ایک بُرے معنیٰ کو و موہوم ہوتا کہ شرع کے حکم میں اُن کے غیر کو مداخلت ہے اور اگر "نہ" کہا جاتا تو معنی غلط مفہوم ہوتے کہ عرف کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں حالانکہ صداہا احکام شرع مطہر نے عرف پر دائر فرمائے ہیں، لہذا ان لفظوں سے جواب دیا گیا کہ حکم شرع مطہر کے لئے ہے یعنی اصل حاکم شرع شریف ہے عرف و رواج وغیرہ کسی کو حکم میں کچھ دخل نہیں کہ خلاف شرع یا بے حکم شرع عرف وغیرہ اپنے آپ کوئی حکم لگا سکیں ان الحکمہ اللہ حکم کا مالک بس ایک اللہ ہے ہاں بعض احکام کو شرع مطہر اپنے حکم سے عرف پر دائر فرماتی ہے کہ جہاں جیسا عرف ہو شرع اس کا لحاظ فرما کر ویسا ہی حکم دیتی ہے تو اصل حکم شرع ہی کیلئے ہوا اور اُسی کے معتبر رکھنے سے وہاں عرف کا اعتبار ہوا یہ مسئلہ جہیز بھی صورت ثانیہ سے ہے کہ شرع نے یہاں عرف و رواج ملک پر مدار کار رکھا ہے، اگر جہیز دے کر دُہن کو اس کا مالک سمجھتے ہیں تو تملیک مطلقاً مرد و بے اعتبار ہے، اُسی فتویٰ میں صراحۃً یہ لفظ موجود تھے، بالجملہ یہاں مدار عرف و رواج پر ہے اور ان سب اقوال و تفاسیل کا بھی منشا، توجہ ہر عرف لے جائے اسی طرف جانا واجب الخ سائل نے سوالات کلی طور پر کئے تھے کہ شرع میں رواج کو دخل ہے یا نہیں، جہیز جو لڑکی کو دیا جاتا ہے عاریت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ اس وجہ سے جواب میں اُن تفصیلوں تحقیقوں کا افادہ ضرور ہوا، اب کہ آج کے سوال میں خاص مسئلہ فیض النساء بیگم سے سوال اور تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہاں تملیک مقصود نہیں ہوتی اور عموماً واپس لیتے ہیں اور گواہ موجود ہیں کہ فیض النساء بیگم نے یہ جہیز اپنے ہی مال سے دیا، اس کا جواب اسی قدر ہے کہ اس صورت میں ضرور فیض النساء بیگم جہیز واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس لینے کا اختیار رکھتی ہے جبکہ اس کی طرف سے کوئی دلیل تملیک نہ پائی گئی ہو کہ جبکہ وہاں مطلقاً عموماً بعد موت عروس واپسی جہیز کا رواج ہے تو ظاہراً یہ رواج حقیقی ماں باپ کے سوا اوروں میں بھی دائر و سائر ہوگا کہ جو شخص اپنے مال سے عروس کو جہیز دے بعد موت عروس واپس لے کہ جب حقیقی ماں باپ ہمیشہ واپس لیتے ہیں تو اور لوگ بدرجہ اولیٰ واپس لیتے ہوں گے تو اس عرف واپسی بعد الموت میں فیض النساء بیگم بھی داخل ہوئی، ہاں غیروں کے لئے یہاں محل نظر اتنا امر تھا کہ جہیز اپنے مال سے دینا ثابت ہو اس کی نسبت سائل بیان کرتا ہے کہ صداہا گواہ موجود ہیں تو اب فیض النساء بیگم کو اختیار واپسی ملنے سے کوئی مانع نہ رہا،

اور یہ تمام اس شخص کے لئے ظاہر ہے جس نے ہمارے فتویٰ سابقہ میں تحقیقی نظر ڈالی۔ یہ وہ ہے جو میرے پاس ہے اور حق کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)	وذلك كله ظاهر لمن حقق النظر في فتونا الاولى هذا اما عندي والعلم بالحق عند ربّي والله سبحانه وتعالى اعلم۔
---	--

۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

از انجمن بریلی

مسئلہ ۸۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن اسلامیہ بریلی نے ایک یتیمہ کا نکاح کیا، بعد نکاح کے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت نہیں اس وجہ سے شوہر نے نہیں رکھا اور سامانِ جہیز جو انجمن سے یتیمہ کو دیا گیا تھا وہ واپس آیا، آیا وہ جہیز حق انجمن کا ہے یا یتیمہ کا ہے یا یتیمہ کو ملنا چاہئے؟

الجواب:

بیان تفصیلی سوال آئندہ سے معلوم ہوا کہ یتیمہ عورت تو ضرور ہے مگر مرد کے قابلِ نبی، عورت نہ ہونے سے سائل کی یہ یہی مراد ہے، صورتِ مستفسرہ میں وہ جہیز خاص ملکِ یتیمہ ہے انجمن کا اُس میں کچھ حق نہیں کہ جہیز ان بلاد بلکہ عامہ امصار کے عرفِ عام میں تملیگ دیا جاتا ہے اور عورت اس کی مالکِ مستقل ہوتی ہے، مرد کے قابل نہ ہونا کچھ مانع ملک نہیں۔

رد المحتار میں ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہوتا ہے۔ (ت)	في رد المحتار كل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة ¹ ۔
---	---

اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ انجمنوں میں جو روپیہ چندے سے جمع ہوتا ہے اگرچہ ملک چندہ ہندگان سے خارج نہیں ہوتا کما حقنہ بتوفیق اللہ فی کتاب الوقف من فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر صدر انجمن جس کے حکم سے یہ سب کام ہوتے ہیں تمام تصرفات جائز و ناجائز میں چندہ دینے والوں کا وکیل مجاز ہے اسبابِ جہیز کہ اس نے خرید اگرچہ یہاں کسی شے معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت شرایہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خرید اگرچہ یہاں کسی شے معین کی خریداری پر توکیل نہیں، نہ وقت شرایہ نیت ظاہر کہ چندہ دینے والوں کے لئے خریدتا ہوں مگر زچہ نیت للموکلین ہے کہ انجمن اُن کی ہیئتِ مجموعی سے عبارت ہے۔

در مختار میں ہے کہ اگر کسی کو غیر معین شئی کی	في الدر المختار لو وكله لشراء شئ غير عينه
---	---

¹ رد المحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲

فالشراء للوكيل الا اذناواه للبوكل وقت الشراء اوشراء بمال البوكل اھ ملتقطاً ¹	خریداری کے لئے وکیل بنایا تو خریداری وکیل کے لئے ہوگی مگر جب کہ وکیل نے بوقت خریداری موکل کے لئے خریداری کی نیت کر لی ہو۔ یا موکل کے مال سے خریداری ہو اھ ملتقطاً
--	---

اب جس طرح وہ وکیل بالشرا تھا بالہبہ بھی ہے تو یہ ایک ہبہ ہے کہ جماعت کی طرف سے بنام یتیمہ واقع ہوا اور ایسا ہبہ مطلق جائز ہے اگرچہ شے موہوب قابل قسمت بھی ہو۔

لان القابض واحد فلاشیوع في الدرالمختار وهب اثنان دارالواحد صح لعدم الشیوع ²	کیونکہ قابض ایک ہے تو شیوع نہ ہوا۔ در مختار میں ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کو گھر ہبہ کیا تو تصحیح ہے کیونکہ شیوع نہیں ہے۔ (ت)
---	---

یہ اس صورت میں ہے کہ یتیمات کا نکاح کرنا انہیں مال انجمن سے جہیز دینا اغراض مشتملہ معلومہ انجمن میں داخل ہو جس سے اس امر میں بھی ملکان چندہ کی طرف سے وکیل صدر حاصل ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ بلا اذن مالکین یہ تجہیز صدر نے بطور خود کی تو اب وہ اس شرائے سامان میں فضول ہوگا اور شراء جب تک نفاذ پائے مشتری پر نافذ ہوتا ہے اور اس صورت میں وقت شراء چندہ دہندوں کی طرف اضافت نہ ہونا خود ظاہر، تو تمام سامان ملک صدر ہو اور اس کی طرف سے یتیمہ کے لئے ہبہ تامہ ہو گیا یوں بھی صورت مذکورہ میں مال ملک یتیمہ ہوگا حق انجمن سے اصلاً علاقہ نہیں، ہاں انجمن کے روپے کا تادان صدر پر آئے گا خلافہ و اتلافہ فیہا لم یؤذن بہ (اس کی مخالفت اور اس چیز کو تلف کرنے کی وجہ سے جس کا اذن اس کو نہیں دیا گیا تھا۔ ت) در مختار میں ہے:

لواشتوی لغیره نفذ علیہ اذا لم یضغه الی غیرہ فلو اضاف بان قال بع هذا الفلان فقال بعته لفلان توقف بزازیة وغیرہا باختصار ³ ، واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر کسی نے دوسرے کے لئے کچھ خریدا تو شراء مشتری پر نافذ ہوگی جبکہ اُسے دوسرے کی طرف مضاف نہ کیا ہو۔ اور اگر دوسرے کی طرف اس کی اضافت کی اور یوں کہا کہ یہ شئی فلاں کے لئے بیچ، اس پر بائع نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے بیچی تو یہ شراء موقوف ہوگی، زازیہ وغیرہ اھ اختصار۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)
---	--

¹ در مختار کتاب الوکالۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۵/۲

² در مختار کتاب الہبۃ باب الوکالۃ بالبیع والشراء مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۱/۲

³ در مختار باب البیع الفاسد فضل فی الفضول مطبع مجتبائی دہلی ۳۱/۲

۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

مسئلہ ۸۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی تو اس کے والدین حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھایا اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیا بعدہ، کچھ زیور نکاح کے بعد بنوادیا زید نے، اور کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے، اور اس عورت نے وقت مرنے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اُس کے پاس بھی نہیں گئی اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے، اس صورت میں اُس مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کسی کے ذمے عائد ہوگا یا نہیں، اگر عائد ہوگا تو کس کے ذمے ہوگا؟

الجواب:

جو کچھ زیور، کپڑا، برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے گیا تھا اس میں رواج کو دیکھا جائے گا، اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہو گیا، اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی ہے تو وہ جس نے چڑھایا تھا اُس کی ملک ہے خواہ والد شوہر ہو یا والدہ یا خود شوہر۔ اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کو تملیک کر دی تھی یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اس کا مالک کر دیا اور قبضہ عورت کا ہو گیا تو یہ زیور بھی ملک زن ہو گیا، اور اگر کہا کہ تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی ملک رہا۔ اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا، اسی طرح زیور بنادینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ ملک شوہر پر رہا، عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے، اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنادیا تھا اور عورت کی ملک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی، یا اور جو چیز ملک شوہر پالے اُس سے وصول کر لے، اگر ملک شوہر کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کر سکتی جبکہ انہوں نے مہر کی ضمانت نہ کر لی ہو اُس کا معاملہ عاقبت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر کو معاف کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰: از ملک برہما شہر اکیاب تھانہ منگڈ وچ پوسٹ آفس ناکچور بازار موضع رامپور نیل مسئولہ ناظر علی صاحب

دادوستد معتاد و معروف کہ در مصالح انتظام مناکحت و مصاہرت مروج و معروف ست از روئے شرع شریف جائز است یا نہ، اگر چیزے و نقدے بنا بر عرف دیار خود از خابط و نلح گرفته مع شود خواہ بشرط باشد بغیر چنانکہ در دیار بنگالہ	عرف و عادت کے مطابق دینا اور لینا جو کہ شادی بیاہ کے انتظامی مصالح کے لئے مروج و مانوس ہے شرع شریف کی رو سے جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی چیز یا نقدی اپنے علاقے کے رواج کے مطابق خابط (پیغام نکاح دینے والا) اور
--	---

<p>ونکح سے لی جائے چاہے مشروط ہو یا غیر مشروط، جیسا کہ بنگال اور برہما کے علاقوں میں زمانہ قدیم سے دستور چلا آ رہا ہے کہ عقد نکاح سے پہلے خاٹب و نکاح سے شادی اور نکاح کے لئے ضروری سامان کے طور پر لیتے ہیں جس سے ان کے مراد پان کے بتے، سپاری، چھالیہ، دہی، ٹنکر، اور فریقین کے احباب کی دعوت کا خرچہ ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز، بنگال و برہما کے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح لینا جائز نہیں کیونکہ یہ رشوت ہے اور رشوت کی رقموں میں داخل ہے، کیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب بیان فرمائیں جزاء و حساب کے روز بہت عطا فرمانے والے معبود سے اجر پائیں۔ (ت)</p>	<p>وہرہماز قدیم الایام دستور است کہ از خطاب و نکاح قبل عقد نکاح بطور ساجق لوازمہ شادی و نکاح کہ مراد از برگ تنبول و پوپل و جغرات و شکر و غیر ذلک باشد و خرچہ ضیافت احباب طرفین می گویند کہ باہں طور گرفتین جائز نیست زیر کہ رشوت ست و در اقسام رشوت داخل پس قول ایشان صحیح ست یا نہ۔ بینوا بسند الکتب توجروا من اللہ الوہاب فی یوم الجزاء و الحساب۔</p>
---	---

الجواب:

<p>رشوت وہ ہے جو بعض قوموں میں رائج ہے کہ اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ کسی سے اس وقت تک نہیں کرتے جب تک خاٹب سے اپنے لئے کوئی چیز حاصل نہ کر لیں، نیز رشوت وہ ہے کہ کوئی شخص اپنے زیر ولایت لڑکی کا رشتہ تو کر دے مگر اپنے لئے کچھ لئے بغیر وہ لڑکی شوہر کے حوالے نہ کرے۔ نرازیہ میں ہے کہ بھائی نے اپنی بہن کی شادی کرنے سے اس وقت تک انکار کیا جب تک کہ اس کو کچھ دیا نہ جائے چنانچہ اس کو کچھ دے دیا گیا تو دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس بھائی سے واپس لے چاہے وہ دی گئی شے اُس کے پاس موجود ہو یا ہلاک ہو چکی ہو</p>	<p>رشوت آنست کہ در بعض اقوام اراذل شائع ست کہ دختر و خواہر خود را بزنی نہ ہندا چیزے بمعاوضہ از خاٹب برائے خود نگیرند و نیز آنست کہ کسے مولیہ خود را بزنی دادہ باشد بشوئی نسپرد تا چیزے برائے خود نگیر و فی البزازیۃ الاخ ابی ان یزوج الاخت الا ان یدفع الیہ کذا فدفع لہ ان یاخذہ قائمًا او ہالکًا لانہ رشوة^۱ اھ و فی تنویر الابصار والدرا المختار ورد المختار اخذ اھل المراءۃ شیئًا عند التسلیم بان ابی</p>
---	--

^۱ فتاویٰ نرازیہ علی بامش فتاویٰ ہندیۃ باب المہر نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۶/۲

<p>کیونکہ وہ رشوت ہے الخ تنویر الابصار، در مختار اور رد المحتار میں ہے کہ عورت والوں نے رخصتی کے وقت کوئی شے وصول کی بایں طور کہ عورت کے بھائی وغیرہ نے کچھ لئے بغیر وہ عورت شوہر کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تو شوہر وہ شے واپس لے سکتا ہے کیونکہ وہ رشوت ہے، مگر وہ جو تحفہ، ہدیہ اور امداد کے طور پر متعارف ہے کہ اسکو دعوت وغیرہ میں خرچ کریں وہ ہر گز رشوت و حرام نہیں ہے۔ خیر یہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اس کی بہن سے نکاح کا پیغام دیا اور اُس کو کوئی شے دی جس کو ملاک کہا جاتا ہے اور کچھ درہم بھی دے کہ عورت والوں کی عادت اُس سے کھانا تیار کرنے کی ہے، اگر اُس نے ان کو کھانا تیار کرنے اور لوگوں کو کھلانے کی اجازت دی ہے تو ایسا ہی ہے جیسے اس نے بذاتِ خود اپنی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلایا ہو لہذا اس میں رجوع نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فقیر کے فتاویٰ میں مذکور ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)</p>	<p>ان یسلمہا اخوها و نحوه حتی یاخذ شیئاً فللزوج ان یستردہ لانه رشوة^۱ اما انچه بروجہ صلہ و ہدیہ و معونة متعارف شدہ است تادرضیافات و امثالہا صرف کردہ شود زنہار نہ رشوت ست نہ حرام فی الخیریۃ رجل خطب من اخرتہ و دفع لہا شیئاً یسلی ملا کا و دراہم و ایضاً من عادة اهل الزوجة اتخاذ الطعام بها ان اذن لهم باتخاذہ و اطعامہ للناس صار كانه اطعم الناس بنفسه طعاماً له وفيہ لایرجح^۲۔ تمام تحقیق ایں مسئلہ در فتاویٰ فقیر مذکور ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

۹ محرم شریف ۱۳۲۵ھ

از کھاتہ نگریا مرسلہ سید ضیاء الدین صاحب

مسئلہ ۹۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محمد نعیم خاں نے اپنے بست سالہ لڑکے عبدالرحیم خاں کا نکاح ایک لڑکی سے اور قبل عقد حسبِ رواج کچھ زیور طلائی و نقرئی اس لڑکی کو چھڑھایا، رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ عبدالرحیم خاں انتقال کر گیا، لڑکی اپنے والدین کے گھر رہی، شوہر کو بالکل دیکھا بھی نہیں، ایسی حالت میں وہ زیور والد متوفی کو قابلِ واپسی ہے یا نہیں، اور یہ امر بھی قابلِ اظہار ہے کہ ایسے موقع پر اکثر زیور عاریت لے کر بھی چڑھادیتے ہیں اور بعد رخصت واپس لے کر دے دیتے ہیں یہ شخص بہت قلیل المعاش اور معمولی شخص تھا اس کے والدین اس قدر حیثیت نہیں رکھتے کہ اس قدر کثیر مال کے زیور کو اپنے پسر کی زوجہ کو بعد رخصت

^۱ در مختار باب المهر مطبع مجتبائی، دہلی ۲۰۳، رد المحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۶/۲

^۲ فتاویٰ خیریہ باب المهر دار المعرفۃ بیروت ۶۷/۱

بھی بخشیدہ اور موہوبہ سمجھ لیتے اور اُن کے یہاں رواج عام بھی خانگی ایسا ہی ہو رہا ہے کہ اگر ایسا چڑھاوا چڑھایا تو بعد رخصت واپس لے لیا، اگر ذی مقدور ہوئے اور حاجت نہ ہوئی تو چھوڑ دیا، فقط۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں اُس کی واپسی ضروری ہے،

لانہ لاهبة نصاباً ولا دلالة ولو اشتراك العرف لم يدل على التملك وكان الدافع ادرى بجهة الدفع -والله تعالى اعلم-	اس لئے کہ یہ نہ تو صراحۃً ہبہ ہے اور نہ ہی دلالت، اور اگر عرف مشترک ہو تو تملیک پر دلالت نہیں کرتا اور دینے والا دینے کی جہت کو بہتر جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۹۲ تا ۹۳: مسئلہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شادی کے قبل جس کو چھڑھاوا کہتے ہیں جو کہ دُہن کو کچھ زیورات و کپڑا وغیرہ پہنایا جاتا ہے وہ کیسا ہے؟
(۲) جس کو لگن کہتے ہیں ایک میٹل کی تھالی ہوتی جس میں کچھ روپیہ کپڑا وغیرہ دُہن کی طرف سے رکھ کر دُولہا کے مکان پر آتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا مالک کون ہے؟

الجواب:

(۱) جائز ہے پھر اگر اس سے مقصود دُہن کو مالک کر دینا ہوتا ہو تو بعد قبضہ دُہن مالک ہو جائے گی ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جائز ہے اور دُولہا بعد قبضہ اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ اس میں یہی عرف عام ہے اور گہنے میں رواج مختلف۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴: از بلہاری احاطہ مدراس مرسلہ محمد نصیر الدین صاحب قادری خفی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید بچپن سے اپنے باپ کے ساتھ ایک ہی دکان میں بیوپار کرتا رہا (یعنی اپنے باپ کے ماتحت تھا اور کام بھی کرتا تھا) اور اپنے باپ ہی کے گھر میں تھا مذکور زید کی شادی باپ عمرو نے ہی کیا اب زید نے انتقال کیا مرحوم زید کی عورت اپنا جہیز اور اپنا مال و زر اور وہ مال جو نسبت کے وقت اس کو دئے ہیں (عرف میں جسکو چڑھاوا کہتے ہیں) اور اپنا مہر اپنے خسر سے طلب کر سکتی ہے یا نہیں اور اس کی عدت میں نان و نفقہ کس کے ذمہ ہے؟ بیینوا تو جروا

الجواب:

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

کُلُّ أَحَدٍ يَعْلَمُ أَنَّ الْجِهَازَ مَلَكَ الْمَرْأَةِ لِأَحَقِّ لِأَحَدٍ فِيهِ ۱۔	ہر شخص جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا (ت)
--	--

اور چڑھاوے کا اگر عورت کو مالک کر دیا گیا تھا خواہ صراحت کہہ دی تھا کہ ہم نے اس کا تجھے مالک کیا یہاں کے رسم و عرف سے ثابت ہو کہ تملیک ہی کے طور پر دیتے ہیں جب تو وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے ورنہ جس نے چڑھایا اس کی ملک ہے باقی مال ورز جو اپنے باپ کے یہاں سے لائی یا شوہر یا شوہر کے باپ نے بطور تملیک اُس کو دیا یعنی ہبہ کر کے قبضہ دے دیا وہ بھی عورت ہی کی ملک ہے اور اگر گھر کے خرچ کے لئے دیا اور مالک اس کا ذاتی مال ہو اُس سے وصول کرے شوہر کے باپ پر دعوٰی نہیں کر سکتی جب تک اُس نے کفالت نہ کر لی ہو عدت طلاق کا نفقہ ہوتا ہے عدت موت کا نفقہ ہی نہیں جس کا وہ کسی سے مطالبہ کر کے اپنے پاس سے کھائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔



¹ ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۸/۲ و ۶۵۳

باب نکاح الکافر (کافر کے نکاح کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۹۵: از شاہجہان پور محلہ بارہ دری مرسلہ عبد اللہ خاں صاحب ۵ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید نے قادیانی مذہب اختیار کر لیا اور اس کی عورت بدستور اپنے اصلی مذہب حنفی پر رہی گو زید نے مذہب قادیانی گوارا کرنے میں اپنی عورت کو مجبور نہیں کیا لہذا ایسی حالت میں کہ جب مابین زن و شوہر کے اختلاف مذہب ہو گیا از روئے حکم شرع شریف کے بحالت طرز معاشرت در میان زن و شوہر جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عورت فوراً نکاح سے نکل گئی اُن میں باہم کوئی علاقہ نہ رہا مرد محض بیگانہ ہو گیا اب اس قربت زمانے خالص ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

وارتداد ادا حدھا فسخ عاجل ^۱ ۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ	خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے اُسی وقت نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔
اعلم۔	(ت)

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۰/۱

مسئلہ ۹۶: از ریاست بھوپال کچھ بنگلہ چیف سکریٹری صاحب مرسلہ مجتبیٰ علی خاں صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ ایک عورت قوم نصاریٰ یا مجوس ہے اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی ہے وہ اپنے مذہب پر قائم ہے، ایک شخص کہ وہ مسلمان ہے اور وہ شخص اس کے ساتھ عقد کرنا چاہتا ہے، اور وہ عورت مسلمان نہیں ہوئی، تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے یا مسلمان ہووے تو جائز ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عورت مجوسیہ سے مسلمان نکاح نہیں کر سکتا، اگر کرے گا باطل، یوں ہی نصرانیہ سے ایک قول پر اور دوسرے قول پر نصرانیہ سے نکاح اگرچہ ہو جائے گا مگر ممنوع و گناہ ہے، پہلے قول پر اس سے بچنا فرض ہے اور دوسرے قول پر واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۷: از خیر آباد ڈاکخانہ خاص محلہ شیخ سرائے ضلع سیتاپور مرسلہ امتیاز علی صاحب ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ دونوں مسلمان حنفی المذہب زن و شوہر ہیں ہندہ سیدہ ہے مگر جاہل بیوقوف تند مزاج ہے اور زید شیخ کچھ لکھا پڑھا اور سخت مزاج عصبہ ور ہے اور ہر دو معزز اور ایسے خاندان کے ہیں جو اپنے مذہب کے پابند و مطیع اور مسائل شریعت سے واقف ہیں جس میں ایک دوسرے کے حقوق کے بھی مسائل شامل ہیں، زید چاہتا ہے کہ ہندہ پرورش اطفال و خدمت خود و خاطر مدارات اعزا و احباب و امور خانہ داری و مہمان نوازی تا بہ مقدور کرے، اگر کوئی کام زید کی مرضی کے خلاف ہوتا ہے تو زید ہندہ سے سختی سے پیش آتا ہے اور اکثر سخت مگر مہذب الفاظ کہتا ہے ایسے کاموں میں وسط رمضان المبارک میں زید ہندہ سے خفا ہوا اور ہندہ سے کہا کہ میں نے تم کو بارہا نصیحت کی اور پھر اپنے اور تمہارے گھر والوں میں فضیحت کی مگر کچھ سود مند نہ ہوا اب صرف اذیت کا درجہ باقی ہے جس کو اگر میں چاہوں تو مجھ کو پہنچانے کا حق ہے اور یہ شرعی احکام ہیں مگر میں بوجہ شرافت اس کو پسند نہیں کرتا ہوں اگر تم کو یہ پسند نہیں ہے اور نباہ ہونا مشکل ہے تو مجھ سے کہہ دو کہ میں تم کو آزاد کر دوں یعنی طلاق دے دوں کیونکہ شریعت کی یہ تعلیم ہے بعد کو تم اپنا کر لینا جیسا تم کو اچھا معلوم ہو میں اپنا کر لوں گا اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اس پر ہندہ نے عصبہ میں آکر کہا کہ "چلو لہے میں جائے ایسی شریعت" یا "مری پڑے ایسی شریعت پر" زید کو فقرہ اول یاد ہے کہ ہندہ نے کہا تھا، ہندہ اس سے انکار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں نے فقرہ نمبر ۲ کہا تھا،

اور کہتی ہے کہ مجھ سے غصہ میں روز مہر کو بول چال کے مطابق یہ الفاظ نکل گئے اس سے میری غرض نیت اسلام سے خارج ہونے کی نہ تھی نہ تحقیر شریعت، لہذا مفصلہ ذیل امور کا جواب برائے خدا و رسول بحوالہ کتب جلد مرحمت فرمائے:

(۱) کیا فقرہ مذکورہ بالا سے ہندہ مرتد ہو گئی اور اسلام سے خارج ہوئی؟

(۲) اگر مرتد ہو گئی تو کیا نکاح فسخ ہو گیا اور ہندہ درجہ طلاق میں گئی؟

(۳) کیا اب زید بلا طلاق دئے ہوئے ہندہ سے تعلق ترک کر سکتا ہے اور کوئی مواخذہ اس سے نہ ہوگا؟

(۴) کیا بحالت مرتد ہونے کے اور نکاح فسخ ہونے پر مہر سابقہ کلیۃً یا اس کا کوئی جز اس پر جواب الادا ہے یا بالکل سوخت؟

(۵) کیا ایسی صورت میں ہندہ بعد تجدید ایمان بلا اجازت زید دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

(۶) کیا ہندہ کا نفقہ ایسی صورت میں زید پر واجب الادا ہے؟

(۷) اگر ہندہ نے تجدید ایمان کر لیا تو کیا زید و ہندہ باہدگر تجدید نکاح پر شرعاً مجبور ہیں اور اگر نہ کریں تو کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟

(۸) صورت حال میں اگر زید تجدید نکاح پر تیار ہو تو مہر سابقہ تعداد پر معین ہوگا یا اب تعداد جدید فریقین کی رضامندی پر معین ہوگی۔

(۹) صورت حال میں کیا ہندہ زید کی مرضی کے موافق کم مہر پر مجبور کی جائے گی اور تعداد مہر کم سے کم کیا ہو سکتی ہے؟

الجواب:

ہندہ نے پہلا فقرہ کہا ہو خواہ دوسرا، ہر طرح اس کا ایمان جاتا رہا کہ اس نے شرع مطہر کی توہین کی مگر ہندہ نکاح سے نہ نکلی، نہ ہرگز اُسے روا ہے کہ بعد اسلام کسی دوسرے سے نکاح کر لے لان الفتویٰ علیٰ روایۃ النوادر لاجل فساد الزمان کما بیّننا فی فتاؤنا (کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتویٰ نوادر کی روایت پر ہے جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) ہاں بعد اسلام زید سے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی احتیاطاً لاصل المذہب (احتیاط کے طور پر واسطے اصل مذہب کے۔ ت) زید اگر اُس سے ترک تعلق چاہے تو طلاق دے، ہندہ کا نفقہ زید پر نہیں جب تک اسلام نہ لائے کہ وہ اپنے فعل سے زید پر حرام ہو گئی ہے ولا نفقة لمرتدة (مرتدہ کے لئے کوئی نفقہ نہیں۔ ت) مگر مرتدہ ہونے سے مہر مدخولہ ساقط نہیں ہوتا تمام وکمال بدستور زید پر واجب ہے، تجدید نکاح میں مہر جدید برضائے فریقین معین ہونا یا پہلی تعداد کا لحاظ کچھ ضرور نہیں بلکہ ہندہ سب سے کم مہر پر مجبور کی جاسکتی ہے جس طرح نکاح پر مجبور

کی جائے گی۔ در مختار میں ہے:

تجبر علی الاسلام و علی تجدید النکاح زجر الہا بہر یسیر کدینار و علیہ الفتویٰ ^۱	اسلام پر مجبور کی جائے گی اور بطور زجر کمترین مہر مثلاً ایک دینار کے بدلے تجدید نکاح پر مجبور کی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

فلک قاض ان یجددہ بہر یسیر ولو بدینار رضیت امر ^۲	یہ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اس عورت سے کمترین مہر کے عوض تجدید نکاح کرائے اگرچہ ایک دینار ہو چاہے وہ عورت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔ (ت)
---	--

مہر کی اقل مقدار دس درم ہے کہ یہاں کے دو روپے تیرہ آنے سے کچھ کم ہے یعنی ۹/۱۲ - ۵/۳ پائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از نذر محمد خاں صاحب امام جامع مسجد ثنائی صاحب ڈاکخانہ خاص لگانہ ضلع رہٹک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ کسی ہندو کی لڑکی نابالغ بغیر اجازت والی کے کہیں سے لے آوے اور بغیر مسلمان کئے پڑھا دیوے جائز ہے یا کہ نہیں، اور اسی طرح مسلمان نابالغ لڑکی سے بغیر اجازت والی کے دوسرا کوئی نکاح پڑھا دیوے تو پھر والی اس کو توڑ سکتا ہے یا کہ نہیں اور پڑھانے والے پر کیا الزام ہے؟ بینوا تو جو را۔

الجواب:

نابالغہ کا نکاح بے اجازت ولی نافذ نہیں ہو سکتا، ولی اس کو فسخ کر سکتا ہے، اور ہندو کی لڑکی سمجھ وال کہ اسلام و کفر جانتی ہے اگر کفر اختیار کرے تو خود مشرک ہے، اور سمجھ وال نہ ہو تو اپنے باپ کے اتباع سے مشرک ہے، بہر حال اس سے نکاح باطل ہے اگرچہ باجارت ولی ہو، ہاں اگر سمجھ دار ہونے کی حالت میں ایمان لے آئے اس کے بعد باجارت اُس کے کسی ولی مسلم ورنہ اذنِ حاکم اسلام سے نکاح کیا جائے تو صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ در مختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی، دہلی ۲۱۰/۱

^۲ ردالمحتار باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۲/۲

مسئلہ ۹۹: از لکھنؤ محلہ گڈھیا کمال جمال مسئلہ مولوی عابد حسین صاحب عباسوی ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز، نیز اگر دھوکہ سے کوئی شخص کسی رافضیہ عورت سے نکاح کرے مثلاً زید کو یہ نہیں معلوم ہے کہ عورت کا مذہب سُنی یا شیعہ، اور زید سے پوشیدہ بھی رکھا جائے اور بعد کو معلوم ہو جائے اور منکوحہ تو بہ بھی نہ کرے تو ایسی میں کیا کرنا چاہئے۔ بینوا تو جروا
الجواب:

رافضیہ سے نکاح باطل محض ہے اس وقت معلوم ہو یا نہ ہو بہر حال اس پر فرض ہے کہ اُس سے جدا ہو جائے وہ محض اجنبیہ ہے اصلاً قابلیت نکاح نہیں رکھتی جب تک اسلام نہ لائے۔ عالمگیریہ میں ہے:

وَكُذَلِكَ لَا يَجُوزُ نِكَاحُ الْمُرْتَدَّةِ مَعَ أَحَدٍ ^۱ ۔ وَاللَّهُ تَعَالَى اعلم۔	اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)
--	---

مسئلہ ۱۰۰: از بنارس کچہ باغ مسئلہ مولوی محمد ابراہیم صاحب شب ۵ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ہندو قوم کھٹک نے اپنی عورت کو مذہب کے موافق طلاق دے دی، تحمیناً چار ماہ کے بعد عورت مذکورہ مسلمان ہوئے اپنی خوشی و رضامندی سے، اور جس جلسے میں مسلمان ہوئی اسی جلسہ میں نکاح بھی ہوا، نکاح کیسا ہوا اور اس میں عدت کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب:

صورت مستفسرہ میں نکاح صحیح ہو گیا، کافر کے لئے عدت تو اصلاً نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

لَا عِدَّةَ مِنَ الْكَافِرِ عِنْدَ الْأَمَمِ أَصْلًا فَلَا تُثَبِّتُ الرُّجْعَةَ لِلزَّوْجِ بِمَجْرَدِ طَلَاقِهَا وَقِيلَ تَجِبُ وَالْأَصَحُّ الْأَوَّلُ كَمَا فِي الْقَهْطَسْتَانِي عَنِ الْكِرْمَانِي وَمِثْلُهُ فِي الْعُنَايَةِ وَذَكَرَ فِي الْفَتْحِ أَنَّهُ وَلِي ^۲ ۔	امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک کافر کے لئے اصلاً عدت نہیں۔ محض اُس عورت طلاق دینے سے شوہر کے لئے رجوع ثابت نہ ہوگا، اور کہا گیا ہے کہ عدت واجب ہے اور اصح قول اول ہے جیسا کہ قسستانی میں کرمانی سے ہے اور اسی کی مثل عنایہ میں ہے، فتح میں مذکور ہے کہ یہی اولیٰ ہے۔ (ت)
--	--

اور جب وہ طلاق دے چکا اسے عورت سے کچھ علاقہ نہ رہا کہ بعد اسلام زن اُس کے اسلامی انکار کا انتظار

^۱ فتاویٰ ہندیہ باب المحرمات بالشکر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

^۲ رد المحتار باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۸۶

کیا جائے اور یہاں بوجہ عدم حکومت اسلام تین حیض گزرنے تک اُس کے اسلام نہ لانے کو قائم مقام انکار ٹھہرا کر حکم فرقت دیا جائے، درمختار و ردالمحتار میں ہے:

<p>لواسلم احد المجوسيين في دار الحرب وملحق لهالم تبين حتى تحيض ثلاثا قبل اسلام الاخر اقامة لشروط الفرقة (وهو مضى هذه المدة ش مقام السبب وهو الالباء لان الالباء لايعرف الا بالعرض وقد عدم العرض لانعدام الولاية ومست الحاجة الى التفريق لان المبشر لا يصلح للمسلم واقامة الشرط عند تعذر العلة جائز، فاذا مضت هذه المدة صار مضيهما بمنزلة تفريق القاضى بدائع ش) وليست بعدة لدخول غير المدخول بها¹۔</p>	<p>اگر مجوسی زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب میں یا ایسی جگہ مسلمان ہو جائے جو دارالحرب کے ساتھ ملحق ہے تو بیوی نکاح سے خارج نہ ہوگی جب کہ دوسرے کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کو تین حیض نہ آجائیں شرط فرقت یعنی اس مدت کے گزرنے کو سبب فرقت یعنی انکار اسلام کا پتا تو عرض اسلام (اسلام پیش کرنے) سے چلے گا اور دارالحرب میں عدم ولایت کی وجہ سے عرض اسلام معدوم ہے حالانکہ تفريق کی ضرورت ہے کیونکہ مشرك و مسلم کا نکاح برقرار نہیں رہ سکتا اور تعذر علت کے وقت شرط کو اس کے قائم مقام رکھنا جائز ہے، چنانچہ جب یہ مدت گزر جائے تو اس کا گزرنا تفريق قاضی کے قائم مقام ہو جائے گاہدائع ش) اور یہ مدت عدت نہیں کیونکہ غیر مدخولہ عورت بھی اس حکم میں داخل ہے (حالانکہ غیر مدخولہ پر عدت نہیں)۔ (ت)</p>
--	---

یہاں نفس طلاق سے فرقت پہلے ہی ہو چکی اور عدت ہے نہیں لہذا انتظار کی اصلاً حاجت نہیں، عورت اگرچہ طلاق ہوتے ہی فوراً
مسلمان ہو جائے مسلمان ہوتے ہیں فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ ہدایہ میں ہے:

<p>لابي حنيفة انها اي العدة اثر النكاح المتقدم وجبت اظهار الخطره ولا خطر لملك الحربى ولهذا لا تجب على المسيية²۔ والله تعالى اعلم۔</p>	<p>امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ عدت پہلے نکاح کا اثر ہے جو اس کے احترام کے اظہار کے لئے واجب ہوئی اور حربی کی ملک کا کوئی احترام نہیں اور اسی لئے اُس عورت پر عدت واجب نہیں جو گرفتار کر کے لائی گئی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)</p>
--	--

¹ درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی، ج ۱/۹-۲۰۸، ردالمحتار باب نکاح الکافر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۰/۲

² ہدایہ باب نکاح اہل الشریک المکتبۃ العربیہ، کراچی ۳۲۸/۲

بابُ الْمَعَاشِرَةِ

(زوجین کے باہمی برتاؤ کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۳۱۰: از مسجد جامع میرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ سراج الحق صاحب امام جامع مذکور و شیخ بدو و دربان چٹکل ۷۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

<p>کیا ارشاد ہے آپ کا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زید کے لئے بوقتِ صحبت اپنی بیوی کے رخسار اور پستان کا بوسہ لینا یا پستان کو منہ میں دبانا یا شہوت و تلذذ کے طور پر پستان کو منہ میں داخل کرنا جائز ہے؟ چاہے اس کی بیوی دودھ والی ہو یا نہ ہو، چاہے قریب البلوغ ہو یا نابالغہ، ہر شق کا جواب دلائل و تفصیلات کے ساتھ بیان فرمائیں۔ (ت)</p>	<p>ماقولکم رحمکم اللہ فی هذه المسألة هل يجوز لزید عند الاختلاط ان یقبل خد منکوحته و ٲد یها و ان یمص ٲدیها و ان یدخل ٲدیها فی فیه شهوة و تلذذا سواء کانت ذات لبن ام لا، و سواء کانت مراہقة ام بالغة، فبینوا حکم کل شق منها بالادلة و التفصیل۔</p>
--	--

الجواب:

مرد کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی کے سر سے لے	یجوز للرجل التمتع بعورہ کیف
---	-----------------------------

<p>کر پاؤں تک جیسے چاہے لطف اندوز ہو سوائے اس کے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، اور سوال مذکور امور میں سے کسی سے منع نہیں کیا گیا۔ بوسہ تو مسنون و مستحب ہے اور اگر ت بنیت صالحہ ہو تو باعثِ اجر و ثواب ہے۔ رہا پاکستان کو منہ میں دباننا، تو اس کا حکم بھی ایسا ہی ہے جب کہ بیوی دودھ والی نہ ہو اور اگر وہ دودھ والی ہے اور مرد اس بات کا لحاظ رکھے کہ دودھ کا کوئی قطرہ اس کے حلق میں داخل نہ ہونے پائے تو بھی حرج نہیں، اور اگر اُس دودھ میں سے جان بوجھ کر کچھ پیا تو یہ پینا حرام ہے۔ اور اگر وہ زیادہ دودھ والی ہے اور اُسے ڈر ہے کہ پاکستان منہ میں لے گا تو دودھ حلق میں داخل ہوگا تو اس صورت میں پاکستان کو منہ میں لینا مکروہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چراگاہ کے ارد گرد (جانور) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (جانور) چراگاہ میں جا پڑے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔</p>	<p>مَا شَاءَ مِنْ رَأْسِهَا إِلَى قَدَمِهَا إِلَّا مَانَهَا اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. وَكُلُّ مَا ذَكَرَ فِي السُّؤَالِ لَانْهَى عَنْهُ. أَمَّا التَّقْبِيلُ فَمَسْنُونٌ مُسْتَحَبٌّ يُوْجِرُ عَلَيْهِ أَنْ كَانَ بِنِيَّةٍ صَالِحَةٍ وَأَمَّا مَصُّ ثَدْيِهَا فَكَذَلِكَ أَنْ لَمْ تَكُنْ ذَاتَ لَبَنٍ. وَإِنْ كَانَتْ وَاحْتَرَسَ مِنْ دُخُولِ اللَّبَنِ حَلْقَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ. وَإِنْ شَرِبَ شَيْئًا مِنْهُ قَصْدًا فَهُوَ حَرَامٌ وَإِنْ كَانَتْ غَزِيرَةً اللَّبَنِ وَخَشِيَ أَنْ لَوْ مَصَّ ثَدْيِهَا يَدْخُلُ اللَّبَنُ فِي حَلْقِهِ فَالْمَصُّ مَكْرُوهٌ قَالَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ رَتَعَ حَوْلَ الْحُلِيِّ أَوْ شَكَ أَنْ يَقَعَ فِيهِ¹ - وَاللَّهُ سَبِّحْنَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ -</p>
---	---

دوسرا سوال

السؤال الثاني

<p>بیوی کو چھوڑ کر سفر پر جانے والے کے لئے کتنی مدت تک سفر میں رہنا جائز ہے:</p>	<p>وكم مدة يجوز له السفر حال كونه مجرداً عنها.</p>
--	--

الجواب:

<p>سفر اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو بقدر ضرورت ہوگا اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ تحقیق حضور اقدس</p>	<p>السفر ان كان بضرورة تقدر بقدرها ولا يعين له حد وقدا مر</p>
---	---

¹ شرح السنة للامام البغوي باب مضاجعة الحائض الملك الاسلامي ببيروت ١٣٠/٢

<p>صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَعْجِيلِ الْقُفُولِ بَعْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ وَالسَّفَرِ قِطْعَةً مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَنَوْمَهُ فَإِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ نَهْبَهُ فَلْيُعْجِلْ إِلَى أَهْلِهِ^۱ أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِذَا كَانَ بِلاَ ضَرُورَةٍ وَلَمْ يَسْتَصْحِبْهَا مَعَهُ فَلَا يَمْسُكُنْ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ بِذَلِكَ أَمْرُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ الْفَارُوقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ۔</p>	<p>صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضرورت پوری ہو جانے کے بعد جلدی واپسی کا حکم دیا ہے اور سفر عذاب کا ٹکڑا ہے جو تم میں سے کسی ایک کو اس کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی اپنی حاجت پوری کر لے تو جلدی گھر لوٹے، یا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن اگر سفر بلا ضرورت ہو اور بیوی کو ساتھ نہ لے کر جائے تو چار ماہ سے زیادہ سفر میں نہ ٹھہرے۔ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کا حکم فرمایا، حدیث میں قصہ مذکور ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۱۰۳: از حیدر آباد دکن معرفت پوسٹ ماسٹر مرسلہ حسام الدین صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمر و زید کے خالو ہوتے ہیں اور اُن کا وطن قدیم ایٹھی خطہ اودھ ہے، اُن کے تعلقات ملازمت حیدر آباد میں ہوئے، زید اصل باشندہ کا کوری ضلع لکھنؤ کا ہے اور اس نے خطہ متوسط میں ملازمت انگریزی اختیار کی۔ تعارف و قرابت سابقہ کی وجہ سے زید کا نکاح عمرو کی دختر کے ساتھ حیدر آباد میں ہوا اور کوئی شرط کسی قسم کی مہر و آمد و رفت وغیرہ کی نسبت نہیں ہوئی، بعد نکاح عمرو نے اپنی دختر کو زید کے ساتھ متعدد مرتبہ زید کی جائے ملازمت مختلف اضلاع خطہ متوسط پر اس کے ہمراہ روانہ کر دیا حتیٰ کہ زید کی صلب سے ہندہ دختر عمرو کے تین اولادیں ہوئیں، نکاح کے چھ سال بعد مسماتہ ہندہ اور خود والد ہندہ کو یہ عذر ہوا کہ زید کے ساتھ سفر دور دراز جائے ملازمت زید پر جانا منظور نہیں کیونکہ اُن کا بیان ہے کہ زید کو شرعاً ایسا حق نہیں کہ وہ ہندہ کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے مطالبہ مہر باعث انکار سفر نہیں قابل دریافت یہ امر ہے کہ ایسی حالت میں زید کو اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی جائے ملازمت و سکونت پر لے جانے کا شرعاً حق ہے کہ نہیں، اگر ہندہ عذر اذیت و تکلیف دہی پر جانے سے انکار کرے اور اس عذر کو ثابت

^۱ صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب ذکر الطعام ۸۱۶/۲، صحیح بخاری کتاب الجہاد باب الشرعة فی السیر باب ذکر الطعام ۴۲۱/۱

نہ کر سکے یا ثبوت پیش کردہ اگر سمجھا جائے تو زید بعد ادخال ضمانت معتبر ہندہ کو اپنے ساتھ لے جانے کا مجاز ہے یا نہیں؟
بینوا تو جروا

الجواب:

اصل حکم ہے مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ قال اللہ تعالیٰ:

عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرو۔ (ت)	أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْهُنَّ ^۱
--	--

اور ساتھی ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے قال اللہ تعالیٰ:

انہیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ تم ان پر تنگی کرو (ت)	وَلَا تَضَارُّوهُنَّ لِيُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ^۲
--	---

جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ اُس کا باپ اُسے شوہر سے جدا کر سکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر سانی و بلا وجہ شرعی ایذا دہی بروجہ کافی ثابت ہو تو اُس کا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے ظاہر ایہ سمجھا جاتا ہے کہ زید کوئی ایسا کفیل معتمد پیش کرے گا جو زید کو ایذا رسانی سے مانع ہو سکے اور عمر و ہندہ کو اس پر اعتبار ہو یا یہ معنی ہیں کہ کوئی ضامن دیا جائے گا۔ کہ اگر زید ایذا رسانی کرے تو اتنا روپیہ جرمانہ کا بھرے اور وہ نہ دے تو ضامن دے گا۔ اگر معنی اول مراد ہیں تو صحیح و قابل قبول ہیں اور معنی دوم مراد ہیں تو یہ شرعاً ناجائز باطل ہے مالی جرمانہ نہیں ہو سکتا لانه منسوخ والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ یہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے۔ ت) اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

مسئلہ ۱۰۴: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ ظہور الحسن صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

جماع کے وقت شوہر کا اپنی بی بی کی فرج دیکھنا تاکہ لذت پوری پوری حاصل ہو یا شوہر کا اپنی بی بی کی شرمگاہ کو مس کرنا اور عورت کا اپنے شوہر کے آلہ تناسل کو مس کرنا تاکہ آلہ تناسل ایستادہ ہو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

زوجین کا وقت جماع ایک دوسرے کی شرمگاہ کو مس کرنا بلاشبہ جائز بلکہ بہ نیت حسنہ مستحق و

^۱ القرآن الکریم ۶/۶۵

^۲ القرآن الکریم ۶/۶۵

موجب اجر ہے کما روی عن نفس سیدنا الامام الاعظم رضی تعالیٰ عنہ (جیسا کہ خود ہمارے سردار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ت) مگر اُس وقت رؤیتِ فرج سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور فرمایا: فأنه یورث العی وہ نابینائی کا سبب ہوتا ہے۔ علمائے نے فرمایا کہ محتمل ہے کہ اس کے اندھے ہونے کا سبب ہو یا وہ اولاد اندھی ہو جو اس جماع سے پیدا ہو یا معاذ اللہ دل کا اندھا ہونا کہ سب سے بدتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم





باب القسم

(بیویوں میں باری مقرر کرنا اور حقوق میں مساوات رکھنا)

بسم الله الرحمن الرحيم ط

مسئلہ ۱۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوجہ کو بے وجہ شرعی ایذا دینا اور عاریت مساوات دو زوجہ میں نہ کرنا اور دونوں کو مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب:

ہر چند اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔ (ت)

الَّذِينَ جَاءُوا مَوْنًا عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِهِمْ أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ^۱۔

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہر گز جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور ان کی بدخوئی پر صبر اور

^۱ القرآن الکریم ۳۴/۴

اُن کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعاتِ شارع کو پسند ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے:

ان من اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلقاً و الطفہم بأہلہ ^۱ ۔	بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ حسن اخلاقی والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (ت)
---	---

اور فرماتے ہیں:

خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم لاہلی ^۲ ۔	تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حسن سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ت)
--	--

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَاشِرُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ^۳۔ (اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔) امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

واعلم انه ليس من حسن الخلق معها كف الاذى عنها بل احتمال الاذى منها والحلم عند طيشها وغضبها اقتداءً برسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ^۴ ۔ الخ	اور توجان لے کہ عورت کے ساتھ حسنِ خلق یہ ہی نہیں کہ اس کو ایذا نہ دے بلکہ اس کی طرف سے اذیتیں برداشت کرنا ہے اور رسولِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اُس (عورت) کے طیش و غضب کے وقت تحمل اختیار کرنا ہے۔ (ت)
--	--

اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ^۵ (اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔) ت از انجملہ
کھلانے پہنانے وغیرہ امور اختیار یہ میں انہیں برابر رکھنا واجب ہے۔

^۱ شعب الایمان حدیث دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴۱۵/۶

^۲ شعب الایمان دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴۱۵/۶

^۳ القرآن الکریم ۱۹/

^۴ احیاء العلوم الباب الثالث فی آداب المعاشرة المكتبة المشهد الحسيني ايران ۴۳/۲

^۵ القرآن الکریم ۲۲۸/۲

در مختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت میں برابری قائم رکھے۔ (ت)	فی الدر المختار يجب وظاهر الآية انه فرض نهرا يعدل اى ان لا يجوز فيه اى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة وفى الملبوس والمأكول والصحبة ¹ ۔
---	--

یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیامت میں ایک طرف جھکا اٹھے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جس کی دو عورتیں ہوں وہ ان میں سے ایک کی طرف میلان کرے اور دوسری کو نظر انداز کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی (ت)	من كان له امرأتان فمال الى احدهما دون الاخرى جاء يوم القيامة واحد شقيقه مائل ² ۔
---	--

اور انہیں مکان واحد میں جبراً رکھنا جائز نہیں بلکہ ہر ایک کو مکان علیحدہ کا مطالبہ شوہر سے پہنچتا ہے،

در مختار میں ہے کہ دو بیویوں میں سے ہر ایک اپنے شوہر سے گھر کا علیحدہ مکان طلب کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فى الدر المختار فللكل من زوجته مطالبة ببيت من دار علحدة ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	--

مسئلہ ۱۰۶: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کی رعایت مساوات دو زوجہ میں مرد پر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر ان میں قوم

طوائف میں سے ہو تو کچھ فرق کیا جائے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

مرد اپنی دو زوجہ حرّہ کو کھلانے اور پہنانے اور پاس رہنے وغیرہ امور اختیار میں برابر رکھنا واجب ہے اور اس امر میں طوائف وغیرہ طوائف شریف و رذیل میں کچھ فرق نہیں کہ آیت قسم مطلق ہے۔

در مختار میں ہے واجب ہے اور آیت کا ظاہر یہ ہے کہ عدل کرنا فرض ہے (نہر) یعنی قسم میں ظلم نہ کرے، بایں صورت کہ شب باشی، لباس، کھانے اور صحبت	فى الدر المختار يجب وظاهر الآية انه فرض "نهر" ان يعدل اى ان لا يجوز فيه اى فى القسم بالسوية فى البيتوتة و
--	---

¹ در مختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۱/۱

² سنن ابن کاجہ باب القسمۃ بین النساء ۱۱۳/۱ سید کمپنی کراچی ۱۲۳/۱

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۲۷۱/۱

فی الملبوس والماکول والصحبة ^۱ ۔	میں برابر قائم رکھے (ت)
یہاں تک کہ اگر فرق کرے گا قیمت کو ایک طرف جھکائے اٹھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:	
من كان له امرأتان فمال الى احدهما دون الاخرى جاء يوم القيلة واحد شقيه مائل ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جس کی دو بیویاں ہوں ان میں سے ایک کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسری کی طرف میلان کرے تو قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی ایک جانب جھکی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷: از پچھریوں ضلع مراد آباد مکان حکیم غلام علی صاحب مرسلہ حکیم غلام احمد صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عدل بین الزوجین میں کھانے کی کیا صورت ہے، آیا جو چیز ایک زوجہ کو کھانے کو دی وہی دوسرے کو بھی دے اگرچہ از قسم مکلفات ہو یا فقط معمولی غذا میں، مثلاً ایک کو دوسری زوجہ سے خفیہ دودھ پلایا یا ثمار فصل کھلائے تو اسی قدر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے یا یہ مستحب ہے، اگر دوسری کو بھی دینا ضرور ہے تو صورت ذیل میں کچھ فرق ہے یا نہیں مثلاً ایک زوجہ نے زوج سے کسی چیز کی فرمائش کی چونکہ اس کی طبیعت اس چیز کے کھانے کو چاہتی تھی بایں وجہ خفیہ دوسری زوجہ سے اسکی فرمائش کی پورا کر دیا تو دوسری کو بھی شئی مذکور کا کھانا بدمہ زوج ضرور ہے یا نہیں، اگر ضرور ہے تو اس میں کچھ فرق ہے یا نہیں کہ اگر دوسری زوجہ بھی اس شئی کی فرمائش کرتی تو اس کو بھی پورا کرتا اور اگر زوج اپنی خواہش طبیعت سے کچھ شئی ایک زوجہ کو کبھی کوئی شئی دوسری کو کھلاتا ہے مگر برابری نہیں ہے کہ جس قیمت اور جس لذت کی وہ شئی ہے دوسری کو وہ نہیں ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں، ایک یہ صورت ہے کہ ایک زوجہ کھانا کھاتے وقت زوج کو کھانا پکا کر لاتی ہے دوسری نہیں آتی ہے خاطر اس کو ہر ترکاری سے قدرے قدرے کھلایا تو اس میں زوج گنہگار ہوا یا نہیں، اور خفیہ میں یہ مصلحت ہے کہ دونوں زوجہ میں بغض نہیں پڑتا ہے اور زوج سے دونوں خوش رہتی ہیں کیونکہ ایک کی دوسری کو خبر نہیں۔ جواب مدلل تحریر فرمائے۔

الجواب:

کھانا دو قسم^۲ ہے ایک اصل نفقہ جو زوجہ کے لئے زوج پر واجب ہے، دوسرا اس سے زائد مثل

^۱ در مختار باب القسم مطبع مجتہبی دہلی ۲۱۱/۱

^۲ سنن ابن کاجہ باب القسمۃ بین النساء ۱۲۳/۱

فواکہ و پان و الاچکی و عطایا و ہدایا، قسم اول میں برابری صرف اُس صورت میں واجب ہے جب دونوں عورتیں مال حالت فقر و غنا میں یکساں ہوں ورنہ لحاظ حال زوج کے ساتھ غنیہ کے لئے اس کے لائق واجب ہوگا اور فقیرہ کے لئے اس کے لائق مثلاً زوج اور ایک زوجہ دونوں امیر کبیر ہیں کہ اپنے اپنے یہاں اُن کی خوراک باقرخانی و مرغ پلاؤ ہے، اور دوسری زوجہ فقیرہ ہے کہ جوار باجرے کی روٹی کھاتی ہے اور آپ یتیمی پکاتی ہے، ان دونوں کے نفقہ میں مساوات واجب نہیں ہو سکتی، پہلی کے لئے وہی بریانی اور مرغ لازم ہے اور دوسری کے لئے گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت، پہلی کے لئے خادم بھی ضرور ہوگا دوسری آپ خدمت کر لے گی، پہلی کریب اور زربفت پہنے گی دوسری کو تنزیب اور ساٹھن بہت ہے، پہلی کے لئے مکان بھی عالی شان درکار ہوگا دوسری کے لئے متوسط۔ اور قسم دوم میں مطلقاً برابری چاہئے، جو چیز جتنی اور جیسی ایک کو دے اتنی ہی اور ویسی ہی دوسری کو بھی دے۔ دودھ، چائے، میوے، پان، چھالیا، الاچکی، برف کی قلیاں، سُرمہ، مہندی وغیرہ تمام زائد میں مساوات رکھے کہ وہاں فرق اصل وجوب میں تھا یہ اشیاء واجب نہیں ان میں ایک کو مرجح رکھنا اس کی طرف میل کرنا ہوگا اور میل ممنوع ہے فرمائشوں کا حال بھی یہیں سے واضح ہو گیا اگر اس نے وہ فرمائش اپنے نفقہ کے متعلق کی ہے اور وہ اسکی مستحق ہے اور دوسری مستحق نہیں تو اس پر لازم نہ ہو کہ دوسری کو بھی وہی چیز دے اور نفقہ سے زائد شے کی تو برابری درکار ہوگی کہ وہ بعد فرمائش بھی عطیہ کی حد سے خارج نہیں،

<p>وقد قال صلى الله تعالى عليه وسلم اكل بنيت نحت مثل هذا اقال لا قال لا تشهد في على جور² (ملخصاً) فاذا كان التفضيل في العطايا جوراً وميلاً في البنين ففى الازواج اولى واحرى۔</p>	<p>حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تونے پر بیٹے کو اس کی مثل تحفہ دیا۔ صحابی نے عرض کی کہ نہیں، تو حضور نے فرمایا کہ مجھے ظلم پر گواہ مت بنا۔ جب تحائف میں کمی بیشی بیٹوں کے اندر ظلم و میل قرار پائی تو بیویوں میں بدرجہ اولیٰ ظلم و میل ہوگی۔ (ت)</p>
---	--

اور چھپا کر دینے سے دونوں کی رضا سمجھنی غلطی ہے بلکہ جسے چھپا چھپا کر دے گا وہ جان لے گی کہ میری جگہ اس کے قلب میں زائد ہے وہ دوسری کا دبانے کی جرات کرے گی اور یہ تخم فساد کا بونا ہوگا۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

¹ مسند امام احمد بن حنبل حدیث النعمان بن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۲۶۸/۴

² سنن النسائی کتاب النحل المکتبة السلفیہ لاہور ۱۲۶/۲

<p>بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے یعنی قسم میں ظلم نہ کرے بایں صورت کہ شب باشی، لباس خورد و نوش اور صحبت و موانست میں برابری کرے نہ کہ جماع میں مثل محبت کے بلکہ جماع میں برابری مستحب ہے۔ (ت)</p>	<p>يجب ان يعدل ای لایجوز فی القسم بالتسوية فی البيتوتة وفي الملبوس والمأكول والصحة لافي المجامعة كالمحبة بل يستحب¹۔</p>
---	--

ردالمحتار میں ہے:

<p>بحر میں فرمایا کہ بدائع میں کہا ہے کہ کھانے، پینے، لباس، رہائش اور شب باشی میں شوہر پر مساوات واجب ہے ولوالجی نے بھی یوں ذکر فرمایا اور حق یہ ہے کہ بے شک یہ اس کا قول ہے جس نے نفقہ میں فقط شوہر کے حال کا اعتبار کیا لیکن مفتی بہ قول میں چونکہ دونوں کا حل معتبر ہے تو اس کے مطابق نفقہ میں مطلقاً مساوات واجب نہیں کیونکہ کبھی دو ۲ بیویوں میں سے ایک مالدار اور دوسری فقیر ہوتی ہے تو ان میں برابری لازم نہیں۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یوں ہے بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس کے دو محمل اور بھی ہیں ایک یہ کہ دونوں عورتیں امیری اور فقیری میں برابر ہوں تو اس صورت میں ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقاً برابری لازم ہے اسی کی طرف اشارہ ہے اس کے اس قول میں کہ ان دونوں کے درمیان نفقہ میں مطلقاً برابری لازم نہیں اس بنیاد پر کہ "مطلقاً" منفی کی طرف ناظر ہے نہ کہ نفی کی طرف،</p>	<p>قال فی البحر قال فی البدائع يجب علیه التسوية فی المأكول والمشروب والسكنی والبيتوتة وهكذا ذکر الولوالجی والحق انه علی قول من اعتبر حال الرجل وحده فی النفقة واما علی القول المفتی به من اعتبار حاله فإلا فان احدهما قد تكون غنية والاخرى فقيرة فلا يلزم التسوية بينهما مطلقاً فی النفقة^۲ ورأيتنی کتبت علیه مانصه یقول العبد الضعیف غفر له بقى له مجملان اخران الاول ان تستوی المرأتان یسار او اعسار ا وح لامحل للتفاضل بینهما بل تجب التسوية فی المأكول والمشروب والملبوس والسكنی ایضاً كالبيتوتة مطلقاً. والیه الإشارة بقوله فلا يلزم التسوية</p>
--	---

¹ رد مختار باب القسم مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۱/۱

² رد المحتار باب القسم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۸/۲

ف: جد المhtar مطبوعہ میں عبارت مختصر ہے خط کشیدہ عبارت مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے۔ تہذیب احمد

<p>بینہما مطلقاً فی النفقة، علی ان مطلقاً ناظر الی المنفی دون النفی فیکون محصلہ سلب الاطلاق لا اطلاق السلب فانه غیر سدید، والثانی ان یراد مایزاد علی النفقة من الهدایا والعطایا فلا مانع من ایجاب التسویة بینہما بل هو الظاہر نفیاً لللیل المنہی عنہ اھ^۱ ما کتبتہ وار جواں یکون صواباً ان شاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>	<p>پس اس کا ثمر سلب الطلاق ہوگا نہ کہ اطلاق سلب کیونکہ وہ درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ مراد وہ اشیاء ہوں جو اصل نفقہ سے زائد ہیں یعنی تحفے اور ہدیے وغیرہ، تو اب دونوں کے درمیان برابری کو واجب ٹھرانے سے کوئی مانع نہیں بلکہ یہی ظاہر ہے اس میل کی نفی کے لئے جس سے رد کا گیا ہے، میرے حاشیہ کی عبارت ختم ہوئی اور مجھے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ درست ہوگا۔ اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۱۰۸: از شہر محلہ ربڑی ٹولہ مسئلہ احسان علی صاحب زردوز ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ کی چند اولادیں ہوئیں ان میں سے صرف ایک بچہ
چند سال کا دائم المریض حیات ہے اس ہندہ کو مرض ایسا سخت لاحق ہے کہ ہر بار سخت تکلیف اور مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور
مس ہر بار وقت ولادت یہی تجویز کرتی ہے کہ یہ عورت ضرور مر جائے گی مگر شافی مطلق ہر بار بعد تکلیف بسیار و خرچ
کثیر کے اچھا کر دیتا ہے چنانچہ حال میں بعد ولادت وصحت کے ہندہ نے اپنی جان بچانے اور ہر بار غم و صدمہ سے بچنے کے لئے
عہد کیا کہ اب میں اپنے زوج سے جماع نہ کروں گی تاکہ اسبابِ نطفہ نہ واقع ہو، اور اپنے زوج سے کہا کہ تم کو صبر نہ آوے تو
دوسری شادی کر لو اور جو قدرت نہ ہو تو مجھے نان و نفقہ بھی نہ دو۔ پس شوہر نے کہا کہ اگر شرع شریف تجھ کو اس امر کی
اجازت دے تو مضائقہ نہیں میں صبر کروں اور جو شرع اس عہد کی اجازت نہ دے تو میں اپنے حقوق اور منافع اور تیرے
حقوق کو تلف ہر گز نہیں کر سکتا لہذا تحریر فرمائیں کہ شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ایسی صورت میں شوہر ہندہ کے کہنے پر عمل کر سکتا ہے اور دوسری شادی کر لے اور ہندہ سے جُدا رہے جب تک ہندہ راضی ہو، اور
نان نفقہ ہندہ کو بھی ضرور دے اگر ہندہ اس کے یہاں رہے، اور اگر

^۱ جد الممتار حاشیہ رد المحتار باب القسم حاشیہ نمبر المجمع السلامی مبارکپور انڈیا ۲/۵۰۴

ہندہ اپنا نفقہ ساقط کرے تو اختیار کہ نہ دے جب تک ہندہ پھر از سر نو مطالبہ پر نہ آئے، اور اگر ہندہ اپنے والدین کے یہاں چلی جائے اور شوہر کے بلانے پر نہ آئے تو آپ ہی اس کا نفقہ ساقط ہے جب تک واپس نہ آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹: ازکا پور طلاق محال مطب حکیم نور الدین صاحب مسئلہ عبید اللہ صاحب ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نابالغہ ۱۲ سال کی جو مجامعت کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اس کا ولی اُسے شوہر کے یہاں جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جب بارہ ۱۲ سال کی ہے ضرور متحمل ہو سکتی ہے مگر کسی صورت نادرہ میں کہ بہت کمزور نازک ہو اور مرد دیو قامت قوی الجبہ کہ واقعی عدم تحمل مظنون ہو، تو اس صورت میں بیشک روک سکتا ہے، اور عند الاختلاف اس کا فیصلہ رائے قاضی سے ہو گا وہ دیکھ کر تجویز کرے گا کہ عورت تحمل کر سکتی یا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

تحقیق انہوں نے تصریح فرمائی کہ زوجہ جب صغیرہ ہو اور وطی کی طاقت نہ رکھتی ہو تو اس کو شوہر کے حوالے نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ وطی کے قابل نہ ہو جائے، اور صحیح یہ ہے کہ اس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ قاضی کی رائے پر چھوڑا جائے گا کہ وہ دیکھے کہ زوجہ قوی ہے یا کمزور۔ اور ہم تاہن خانہ سے سابق میں ذکر کر چکے ہیں کہ حوالے کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، اور اس کا قول کہ "وہ وطی کی متحمل نہ ہو" ان دونوں صورتوں کو شامل ہے کہ وہ عدم تحمل چاہے تو عورت کی کمزوری کی وجہ سے یا مرد کے آلہ کی بڑائی کی وجہ سے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

قد صرحوا عندنا بأن الزوجة اذا كانت صغيرة لا تطيق الوطى لا تسلم الى الزوج حتى تطيقه و الصحيح انه غير مقدر بالسن بل يفوض الى القاضي بالنظر اليها من سن او هزال وقد منا عن التاثر خانية ان بالغة اذا كانت لا تحمل لايوم بعد فحها الى الزوج ايضا فقلوه لا تتحمل يشمل ما لو كان لضعفها او هزالها او لكبرالته^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ ردالمحتار باب القسم دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۹۹/۲

مسئلہ ۱۱۰: از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادگان مرسلہ مرزا حامد حسن صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمر و ایک شخص جس کی ایک لڑکی جوان ہے اور بہت جگہ سے پیغام نسبت کے اُس کے پاس آئے لیکن اس نے سب کو جواب دیا اور زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت کر دی، بعد چند عرصہ کے عمر و مذکور نے زید کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی نسبت چھڑا کر دوسری جگہ پر یعنی بکر کے لڑکے سے کر دی، اب یہ نسبت جو آخر جگہ پر بکر کے لڑکے سے کی گئی ہے درست و جائز ہے یا نہیں؟ یا کہ اول عمر و کے لڑکے سے کہ جس کے ساتھ اس نے پہلے نسبت کر دی تھی اس کی اجازت اور رضامندی لینا چاہئے، اور اگر عمر و کا لڑکا اجازت نہ دے تو بکر کے لڑکی کے نکاح میں تو کوئی نقص شرعی باقی نہیں رہا؟ مفصل طور پر جواب مرحمت فرمائے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

نسبت صرف ایک اقرار و وعدہ ہے، اور ایک جگہ نسبت کر کے چھڑالینا خلف وعدہ جس کی تین صورتیں ہیں اگر وعدہ سرے سے صرف زبانی بطور دنیا سازی کیا اور اُسی وقت دل میں تھا کہ وفانہ کریں گے تو بے ضرورت شرعی و حالتِ مجبوری سخت گناہ و حرام ہے ایسے ہی خلاف وعدہ کو حدیث میں علاماتِ نفاق سے شمار کیا،

کما بیننا فی رسالتنا انباء الحذاق بمسالك النفاق و هو محمل مافی الاشباہ من ان خلف الوعدہ حرام ^۱ الخ۔	جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "انباء الحذاق بمسالك النفاق" میں بیان کیا ہے، اور وہ جو اشباہ میں ہے وعدہ خلافی حرام ہے اس کا محمل بھی یہی ہے۔ الخ (ت)
--	---

اور اگر وعدہ سچے دل سے کیا پھر کوئی عذر مقبول و سبب معقول پیدا ہوا تو وفانہ کرنے میں کچھ حرج کیا ادنیٰ کراہت بھی نہیں جبکہ اس عذر و مصلحت کو اس وفائے وعدہ کی خوبی و فضیلت پر ترجیح ہو خصوصاً امر نکاح میں کہ عمر بھر کے ساتھ کا سامان اور سخت نازک معاملہ ہے خصوصاً بے چاری شریف زادیوں کے لئے خصوصاً بلادِ ہندوستان میں، پس اگر نسبت کے بعد کوئی حرج و نقصان ظاہر ہو نسبت چھڑالی جائے ورنہ اپنی زبان پالنے کے لئے ایک بے کس بے زبان کو عمر بھر مضرت میں پھنسانا ہوگا خصوصاً جبکہ ضرورت دینی ہو مثلاً معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی اور کسی قسم کا بد مذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھڑالینا شرعاً لازم۔ قال تعالیٰ:

^۱ الاشباہ والنظائر باب حظر و اباحت ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۹/۲

<p>وَأَمَّا يُسَيِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝^۱، وللعقيلي عن انس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لاتجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تااكلوهم ولا تنأكحوهم^۲۔</p>	<p>اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔ اور عقیلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ اُن کے ہم مجلس بنو نہ کھانے پینے میں ان سے مشارکت کرو نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو۔ (ت)</p>
--	---

لڑکی والوں کو تولیظ مصالح و احتراز مفاسد زیادہ اہم ہے لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں، حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا انہوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔

<p>فی البواب وشرحها للعلامة الزرقانی السادسة ضباعة اسلمت قديماً بمكة وهاجرت وكانت من اجمل نساء العرب خطبها صلى الله تعالى عليه وسلم الى ابنها سلمة بن هشام فقال يا رسول الله تعالى عليك وسلم ما عنك مدفع افاستأمرها قال نعم فاتاها فقالت الله افى رسول صلى الله تعالى عليه وسلم تستأمرنى انى ابتنى ان احشر مع ازواجه ارجع اليه فقل له نعم قبل ان يبدوله فقيل للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم انها كبرت فلما عاد ابنها وقد اذنت له</p>	<p>مواہب اور اس کی شرح زر قانی میں ہے کہ (جن عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیغام نکاح بھیجا مگر نکاح نہ فرمایا ان میں سے) چھٹی حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں وہ ابتداء ہی مکرمہ میں ایمان لے آئی تھیں پھر انہوں نے ہجرت کی وہ عرب کی حسین ترین عورتوں میں سے تھیں، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے سلمہ بن ہشام کو ان کے لئے پیغام نکاح دیا تو اس (سلمہ) نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ سے کوئی مانع نہیں، کہا میں اس (ضباعہ) سے مشورہ کر لوں؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (مشورہ کرلو) چنانچہ وہ ضباعہ کے پاس آیا تو انہوں (ضباعہ) نے کہا کہ اللہ سے ڈر، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے مشورہ لیتا ہے، میں ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ قیمت میں اٹھنا چاہتی ہوں آپ</p>
--	---

^۱ القرآن الکریم ۶۸/۲

^۲ الضعفاء الکبیر للعقيلي ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۱

سکت عنها صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم ینکحها رضی اللہ تعالیٰ عنہا ^۱ ملخصاً۔	کی طرف واپس جا اور قبل اس کے آپ کے لئے کوئی نئی بات ظاہر ہو ہاں کہہ دے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (ضباعہ) عمر رسیدہ ہیں۔ چنانچہ جب ان کا بیٹا واپس آیا اس حال میں کہ انہوں نے نکاح کی اجازت دے دی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان سے نکاح نہ فرمایا (ملخصاً) (ت)
--	---

اور اگر کوئی عذر و مصلحت نہیں بلا وجہ نسبت چھڑائی جاتی ہے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے،

وہو محمل مافی ردالمحتار من ہنا تعلم ان خلف الوعد مکروہ لاحرام وفي الذخيرة يکره تنزيهاً لانه خلف الوعد ويستحب الوفاء بالعهد ^۲ ۔	اور یہی محمل ہے اس کا جو ردالمحتار میں ہے، یہاں سے تو جان جائے گا کہ وعدہ خلافی مکروہ نہ کہ حرام، اور ذخیرہ میں ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ خلف وعدہ ہے اور وفاء عہد مستحب ہے (ت)
---	--

یہ بات اس تقدیر پر بے جا خلافِ مروت ہے مگر حرام و گناہ نہیں، حضور پر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس الخلف ان یعد الرجل ومن نیته ان یفی ولكن الخلف ان یعد الرجل ومن نیته ان لا یفی ^۳ ۔ رواہ ابو یعلیٰ فی مسند عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔	وعدہ خلافی یہ نہیں کہ مرد وعدہ کرے در انحالیکہ اس کی نیت وعدہ کو پورا کرنے کی ہو، لیکن وعدہ خلافی یہ ہے کہ مرد وعدہ کرے در انحالیکہ اس کی نیت اس وعدہ کو پورا نہ کرنے کی ہو۔ اس کو ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند حسن روایت فرمایا۔ (ت)
---	--

اس صورت میں یہ کراہت ہی دفع ہوگی کہ پہلے جہاں نسبت کی تھی وہ بخوشی اجازت دے دیں، یہ تو نسبت چھڑانے کا حکم
تھا، رہا دوسری جگہ نکاح کرنا اس میں کسی طرح کوئی خلل نہیں خواہ یہاں تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت واقع ہو کہ
نسبت بہر حال صرف وعدہ ہی وعدہ تھی کوئی عقد نہ تھی کہ اب بے موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہ ہو سکے ہاں جب تک وہاں
سے نسبت جُھوٹ نہ جائے دوسروں کو پیام دینے کی ممانعت ہے،

^۱ شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ ذکر صفیہ ام المومنین دار المعرفة بیروت ۲۷۰/۳

^۲ ردالمحتار کتاب العاریۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۰۲/۳

^۳ کنز العمال بحوالہ عن زید بن ارقم حدیث مؤسسة الرسالۃ بیروت ۳۴۷/۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یخطب الرجل علی خطبة اخیه حتی ینکح او یتزک ^۱ ۔ اخرجه الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	کوئی مرد اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ نکاح کر لے یا چھوڑ دے۔ شیخین نے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت)
---	--

یہ جذبات ہے مگر نکاح بے نسبت پھڑائے بھی کر دیا جائے گا تو نکاح میں کچھ نقص نہیں کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ سبکھنہ وتعالیٰ اعلم۔)

مسئلہ ۱۱: موضع علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نسبت یا نکاح کے وقت جو روپیہ لوگ لیتے ہیں حلال ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ روپیہ دینے والا اس لئے دیتا ہے کہ اس کے لالچ سے میرے ساتھ نکاح کر دیں جب تو وہ رشوت ہے اس کا دینا لینا سب ناجائز و حرام۔

فی الہندیۃ انفق علی طمع ان یتزوجھا قال الاستاذ قاضی خاں الاصح انه یرجع علیھا زوجت نفسھا اولم تزوج لانھا رشوة ^۲ اھملخصاً۔	ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس طمع پر خرچہ دیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گی تو امام استاذ (قاضی خاں) نے فرمایا کہ اصح یہی ہے کہ وہ اس عورت سے واپس لے سکتا ہے وہ عورت اس سے نکاح کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ رشوت ہے اھملخصاً (ت)
---	---

یوں ہی اگر اولیائے عورت نے کہا کہ اتنا روپیہ ہمیں دے تو تجھ سے نکاح کر دیں گے ورنہ نہیں جیسا کہ بعض دہقانی جاہلوں میں کفار ہنود سے سکھ کر رائج تو یہ بھی رشوت و حرام ہے،

فی الہندیۃ خطب امرأۃ بیت اخیه فابی ان یدفعھا	ہندیہ میں ہے کہ مرد نے کسی عورت کو اس کے بھائی کے گھر
--	---

^۱ صحیح بخاری باب لا یخطب علی خطبہ اخیه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الہبۃ الباب الحادی عشر فی المتفرقات نورانی کتب خانہ کراچی ۳/۴۰۳

<p>حقی یدفع در اہم فدفع وتزوجہا یرجع بمادفع لانہا رشوة کذا فی القنیۃ^۱</p>	<p>پیغام نکاح بھیجا تو اس کے بھائی نے اس شرط پر نکاح دینے کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کے بھائی کو کچھ درہم دے تو اس شخص نے وہ درہم دے دئے تو اس کے بھائی نے اس کا نکاح اس مرد سے کر دیا اب وہ درہم واپس لے سکتا ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ ایسے ہی قنیہ میں بھی ہے۔ (ت)</p>
--	---

اور اگر یہ صورتیں نہیں بلکہ رسم ہے کہ نکاح سے پہلے دُولہا کی طرف سے کچھ روپیہ دُولہن کی طرف جائے جیسے ہمارے بلاد میں
گہنا اور جوڑا جاتا ہے جسے چڑھاوا کہتے ہیں، اگر نکاح ہو جائے تو ہو جائے ورنہ وہ مال واپس دیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور
اس کا وہی حکم ہے کہ اگر نکاح ٹھہرے گا تو واپس دیا جائے گا۔

<p>فی الہندیۃ سئل من علی بن احمد عن ارسل الی اہل خطیبته دنانیر ثم اتخذوا لہ ثیابا کما ہو العادۃ۔ ثم بعد ذلک یقول ہونقدتہا من المہر هل یكون القول قوله فقال القول قول الباعث۔ قیل لہ لودفع الیہم دنانیر فقال انفقوا البعض الی اجرۃ الحائلک والبعض الی ثمن الشاة للشراء والبعض الی الجوزقة کما ہو العادۃ۔ ثم فعلوا ذلک فزفت الیہ ثم بعد ذلک یدعی انی بعثت الدنانیر لاجل المہر یقبل قوله قال اذا صرح بالقول لایقبل قوله فی التعیین۔ وسئل ابو حامد عن رجل خطب لابنہ خطیبۃ وبعث</p>	<p>ہندیہ میں ہے کہ علی بن احمد سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی منگیتر والوں کو کچھ دینار بھیجے پھر انہوں نے حسبِ عادت اس شخص کے لئے کپڑے بنائے، اب وہ کہتا ہے کہ میں نے دینار مہر میں دئے تھے تو کیا اس کا قول معتبر ہوگا، تو انہوں نے کہا کہ بھیجنے والے کی بات معتبر ہوگی، عرض کی گئی کہ اگر وہ منگیتر والوں کو دینار دے کر کہے کہ اس میں سے کچھ جولا ہے کی مزدوری میں خرچ کر دو کچھ بکری خرید لو اسکی قیمت میں خرچ کر دو اور دیگر رسم و رواج میں حسبِ عادت خرچ کر دو، پھر اہلِ مخطوبہ نے ایسا ہی کیا اور وہ عورت اس کے پاس بھیج دی گئی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے وہ دینار مہر میں بھیجے تھے تو کیا اس کا قول تسلیم کیا جائے گا، آپ نے فرمایا کہ جب اس نے قول کے ساتھ تصریح کر دی ہے تو اب تعین میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔ امام ابو حامد سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے</p>
--	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الحادی عشر فی المتفرقات کتاب الہبۃ نورانی کتب خانہ کراچی ۳/۲۰۳

کے لئے کسی لڑکی سے منگنی کی اور اس لڑکی کو کچھ درہم بھیجے پھر یہ باپ مر گیا تو اس کے وارثوں نے اس مال سے میراث طلب کی جو لڑکی کو بھیجی گئی تھی، تو امام ابو حامد نے فرمایا کہ اگر ان دونوں میں تعلق تام ہو گیا ہے تو وہ مال اس کے بیٹے کی ملک ہوگا، اور اگر تعلق تام نہیں ہوا تو وہ میراث ہوگا اور اگر باپ زندہ ہو تو اس کے بیان کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور میرے والد سے پوچھا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیت کی طرف شکر، اخروٹ، بادام اور چھوہارے وغیرہ بھیجے پھر مرد والوں کی رائے میں آیا تو انہوں نے عقد ترک کر دیا تو اب اس مرد (خاطب) کے لئے جائز ہے کہ وہ یہ بھیجی ہوئی چیزیں واپس لے، تو انہوں نے فرمایا کہ اگر لڑکی والوں نے یہ چیز اس مرد کے کہنے سے لوگوں میں تقسیم کر دی ہیں تو وہ واپس لینے کا حق نہیں رکھتا، اور اگر اس نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی تو واپس لینے کا حق رکھتا ہے، ایسا ہی تاتار خانہ میں ہے اہ اس کا قول کہ وہ بیٹے کی ملک ہوگا اقول: (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ اس کا دار و مدار عرف پر ہے اگر عرف میں اس مراد دلہن کی ملکیت ہوتا ہے تو اس کی ملک ہوگا نہ لڑکے کی، جیسا کہ مخفی نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

اليها دراهم ثم مات الاب وطلب سائر الورثة لا ميراث من هذا المال المبعوث، فقال ان تمت الوصلة بينهما فهو ملك لابنه وان لم تتم فهو ميراث، وان كان الاب حياً يرجع الى بيانه، وسئل والدى عن بعث الى الخطيبة سكرًا وجوزاً وتمراً و غيرها ثم بدالهم فتركوا المعاقدة هل لهذا الخاطب ان يرجع عليهم باسترداد ما دفع فقال ان فرق ذلك على الناس باذن الدافع ليس له حق الرجوع وان لم يأذن له في ذلك فله ذلك كذا في التتارخانية اھ قوله فهو ملك لابنه اقول: انت تعلم ان هذا يراد على العرف فان كان العرف ان يراد بذلك تمليك العروس فهو ملكها لا ملك الزوج كما لا يخفى۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ ہندیہ باب اختلاف الزوجین فی المهر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۲۲

باب النکاح الثانی

رسالہ

اطائب التّہانی فی النّکاح الثّانی (بیوہ کے نکاح ثانی کے مفصل احکام)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۱۱۲: ازواجین مکان میر خدام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

حمد کے لائق ہے وہ اک پاک ذات جس نے پیدا کی یہ ساری ممکنات
اور حبیب اپنے کو بس پیدا کیا جس سے عالم میں ہوئے نور و ضیا

محمد یعقوب علی خاں خلف پیر محمد خاں مرحوم نظامی چشتی قادری خدمت فیض موہب میں عرض پرواز ہے کہ یہ فتویٰ نوشتہ
مولوی عبد الرحیم دہلوی نظر احقر سے گزرا، اس کے مضمون سے اکثر ساکنان ہند اہل اسلام پر گناہ درکنار کفر عائد ہوتا ہے، اس
واسطے عبارت فتویٰ خدمت شریف میں روانہ کر کے طالب جواب ہوں کہ تسکین خاطر کی جائے إِنَّ اللَّهَ لَا يُضَيِّعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ①

(بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ت)

¹ القرآن الکریم ۱۲۰/۹

خلاصہ فتویٰ یہ ہے جانو اے مسلمانو! نکاح بیوہ کا ثابت ہے قرآن مجید وحديث شریف سے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے :
وَأَنْكِحُوا الْأَيَالَىٰ مِنْكُمْ¹ یعنی نکاح کرو بیوہ عورتوں کا۔ اور فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے :

النکاح سنّتی فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی ²	نکاح کرنا میری سنّت ہے اور جس نے منہ پھیرا میرے طریقہ سے یعنی انکار کیا سو وہ مجھ سے نہیں۔
--	--

پس جو لوگ اس سے انکار کریں یا عیب اور بُرا جائیں یا کرنے والوں پر طعن کریں حقیر جائیں ذات سے نکالیں یا نکاح کرنے والوں کو روک دیں نہ کرنے دیں یا ایسی فساد کی بات اٹھائیں جس سے حکم خدا اور سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کی رسم قائم رہے یا جاہلوں کے کہنے سننے کا خیال کر کے خدا اور رسول کا حکم قبول نہ کریں، سو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہیں، عورتیں انکی نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں، نماز روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا پینا ان لوگوں کے ساتھ ہر گز درست نہیں جب تک توبہ نہ کریں اس واسطے کہ ان سب صورتوں میں انکار حکم خدا اور تحقیر سنت لازم آتی ہے اور یہ ظاہر کفر ہے جیسا کہ تمام کتابوں میں لکھا اور آیت مذکور کی تفسیر میں آیا ہے کہ جو کوئی عیب جانے دوسرے نکاح کو وہ بے ایمان ہے، پس سب مسلمانوں کو واجب ہے کہ جن لوگوں کے گھر میں بیوہ عورت لائق نکاح کے ہو ان کو سمجھا دیں اور نصیحت کر دیں، اور جو نہ مانیں تو تعزیر دیں، اور جو تعزیر کا قباؤں نہ چلے تو اُن کے گھر کا کھانا پینا بولنا سلام علیک کرنا سب چھوڑ دیں اور اپنی شادی غنی میں اُن کو نہ بلائیں اور نہ اُن کے جنازے پر جائیں، اگر ایسا نہ کریں گے تو یہ بھی ان کے ساتھ دنیا و عاقبت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، سوائے بھائیوں! نکاح رائدوں کا کر دو، اور جو نہ مانے اس سے ملنا چھوڑ دو اور ذات سے ڈال دو نہیں تو تمہارے بھی ایمان جانے کا خوف ہے، مگر کے سو اسو زروگوں نے یہ فتویٰ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اب بھی جو لوگ نہ مانیں گے دنیا میں بے عزت اور تباہ ہو جائیں گے اور آخر کو بے ایمان مریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی سال ۱۲۸۸ھ میں عشاء کے وقت ہزار آدمیوں نے دیکھا کہ ایک سُرخ بڑی شدت کی مدینہ مبارک کی طرف نمودار ہوئی اور بڑی دیر تک رہی پھر تمام آسمان میں پھیل گئی اس بیبت کی تھی کہ اس کی طرف دیکھانہ جاتا تھا، مگر شریف میں تمام بزرگوں نے فرمایا کہ بڑا بھاری

¹ القرآن الکریم ۳۲/۲۴

² صحیح بخاری کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۷/۲۵۷، صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح

قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۹، سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب ماجاء فی فضل النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

غضب نازل ہونے والا ہے، سو ایک بزرگ کو خواب میں الہام ہوا کہ یہ سُرخ ہندوستان کی بیوہ عورتوں کا خون جمع ہو کر جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کرنے آیا تھا، سو عنقریب ان مسلمانوں پر غضب آنے والا ہے جلد نکاح کر دیں ورنہ بھاری وبا آئے گی اور قحط پڑے گا کہ اکثر یزید کی طرح غارت ہو جائیں گے۔ الہی! سب مسلمانوں کو ہدایت کر اور غضب سے بچا، آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اللہم ہدایۃ الحق والصواب

الجواب:

اس مسئلہ میں جاہلانِ ہندو دو فرقے ہو گئے ہیں: اہلِ تفریط کہ نکاح بیوہ کو ہنود کی طرح سخت ننگ و عار جانتے اور معاذ اللہ حرام سے بھی زائد اس سے پرہیز کرتے ہیں نوجوان لڑکی بیوہ ہو گئی اگرچہ شوہر کا منہ بھی نہ دیکھا ہو اب عمر بھر یونہی ذبح ہوتی رہے ممکن ہے کہ نکاح کا حرف بھی زبان پر نہ لاسکے، اگر ہزار میں ایک آدھ نے خوفِ خدا و ترس روزِ جزا کر کے اپنا دین سنبھالنے کو (کہ حدیث میں آیا:

<p>جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کر لیا باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے (اس کو کبیر میں امام طبرانی نے اور امام حاکم و بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)</p>	<p>من تزوج فقد استكمل نصف دینہ فلیتق اللہ فی نصف الباقی^۱۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>
--	--

نکاح کر لیا اس پر چار طرف سے طعنِ تشنیع کی بوچھاڑ ہے، بیچاری کو کسی مجلس میں جانا بلکہ اپنے کنبے میں منہ دکھانا دشوار ہے، کل تک فلاں بیگم یا فلاں بانو لقب تھا اب دو خصمی کی پکار ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، یہ بُرا کرتے اور بے شک بہت بُرا کرتے ہیں باتباع کفار ایک بیہودہ رسم ٹھہرا لینی پھر اس کی بنا پر مباح شرعی پر اعتراض بلکہ بعض صورتوں میں ادائے واجب سے اعراض کسی جہالت اور نہایت خوفناک حالت ہے، پھر حاجت والی جوان عورتیں اگر روکی گئیں اور معاذ اللہ بشامتِ نفس کسی گناہ میں مبتلا ہوئیں تو اس کا وبال ان روکنے والوں پر پڑے گا کہ یہ اس گناہ کے باعث ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

^۱ شعب الایمان عن انس بن مالک حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۸۲/۸۳-۸۲

<p>مکتوب فی التوراة من بلغت له ابنته اثنتی عشرة سنة فلم يزوجهما فركبت اثنا فاثم ذلك عليه^۱۔ رواه البيهقي فی شعب الایمان عن امیر المومنین عمر الفاروق وعن انس بن مالک رضی اللہ عنہما بسند صحیح۔</p>	<p>اللہ عزوجل توراۃ شریف میں فرماتا ہے جس کی بیٹی بارہ برس کی عمر کو پہنچے اور وہ اس کا نکاح نہ کر دے اور یہ دختر گناہ میں مبتلا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے (اس کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح روایت فرمایا۔ ت)</p>
--	--

جب کنواری لڑکیوں کے بارہ میں یہ حکم ہے تو بیاہیوں کا معاملہ تو اور بھی سخت کہ دخترانِ دوشیزہ کو حیاء بھی زائد ہوتی ہے اور گناہ میں تقصیح کا خوف بھی زائد اور خود ابھی اس لذت سے آگاہ نہیں صرف ایک طبعی طور پر ناواقفانہ خطرات دل میں گزرتے ہیں، اور جب آدمی کسی خواہش کا لطف ایک بار پا چکا تو اب اس کا تقاضا رنگِ دگر پر ہوتا ہے اور ادھر نہ ویسی حیاء نہ وہ خوف و اندیشہ۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت بخشنے، آمین۔

(۲) دوسرے اہل افراط کہ اکثر واعظین و ہابیہ وغیرہم جُنالِ مُتَدِّدین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیچاکے اٹھانے کو دس بیچا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گری، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر مشرک بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاح بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی و فرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ بلکہ شرعاً اجازت ہو یا نہ ہو بے نکاح کئے ہر گز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بناء پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کر دیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے، بات کیوں کی، سلام کیوں لیا، بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر جنازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>هَلَكَ الْمُتَنَطِعُونَ^۲۔ رواه الاثمة احمد ومسلم وابو داؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔</p>	<p>ہلاک ہوئے بے جانتہد کرنے والے (اس کو امام احمد، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)</p>
--	---

^۱ شعب الایمان حدیث ۸۶۷۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۲

^۲ صحیح مسلم کتاب العلم باب النهی اتباع متشابه القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۹/۲

وانا اقول: وبالله التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے۔ ت) حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نکاح ثانی مثل نکاح اول فرض، واجب، سنت، مباح، مکروہ، حرام سب کچھ ہے صور و احکام کی تفصیل سنئے:

(۱) جس عورت کو اپنے نفس سے خوف ہو کہ غالباً اس سے شوہر کی اطاعت اور اُس کے حقوق واجبہ کی ادا نہ ہو سکے گی اسے نکاح ممنوع و ناجائز ہے اگر کرے گی گنہگار ہوگی، یہ صورت کراہت تحریمی کی ہے۔

(۲) اگر یہ خوف مرتبہ ظن سے تجاوز کر کے یقین تک پہنچا جب تو اُسے نکاح حرام قطعی ہے۔

حکم ایسی عورتوں کو نکاح اول خواہ ثانی کی ترغیب ہر گز نہیں دے سکتے بلکہ ترغیب دینی خود خلاف شرع و معصیت ہے کہ گناہ کا حکم دینا ہوگا یہ عورتیں یا ان کے اولیاء اگر نکاح سے انکار کرتے ہیں انہیں انکار سے پھیرنے والا جاہل و مخالف شرع۔

(۳) جنہیں اپنے نفس سے ایسا خوف نہ ہو انہیں اگر نکاح کی حاجت شدید ہے کہ بے نکاح کے معاذ اللہ گناہ میں مبتلا ہونے کا ظن غالب ہے تو ایسی عورتوں کو نکاح کرنا واجب ہے۔

(۴) بلکہ بے نکاح معاذ اللہ وقوع حرام کا یقین کلی ہو تو انہیں فرض قطعی یعنی جبکہ اُس کے سوا کثرت روزہ وغیرہ معالجات سے تسکین متوقع نہ ہو ورنہ خاص نکاح فرض و واجب نہ ہوگا بلکہ دفع گناہ جس طریقہ سے ہو۔

حکم ایسی عورتوں کو بیشک نکاح پر جبر کیا جائے اگر خود نہ کریں گی وہ گنہگار ہوں گی، اور اگر ان کے اولیاء اپنے حدِ مقدور تک کوشش میں پہلو تہی کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے، ایسی جگہ ترک و انکار پر بیشک انکار کیا جائے مگر کتنا، صرف اتنا جو ترک واجب و فرض پر ہو سکتا ہے، نہ یہ جاہلانہ جبر و قی حکم کہ جو انکار کرے کافر، جو روک دے کافر، جو نہ کرنے دے کافر، فرائض ادا کرنے یا انکی ادا سے باز رکھنے پر آدمی کافر نہیں ہوتا جب تک ایسے فرض کی فرضیت کا منکر نہ ہو جس کا فرض ہو نا ضروریات دین سے ہے، پھر ترک واجب و فرج پر جس قدر انکار و تشدد کر سکتے ہیں وہ بھی یہاں اس وقت روا ہوگا جب معلوم ہو کہ اس عورت سے اطاعت و ادائے حقوق واجبہ شوہر کا ترک متیقن یا مظنون نہیں کہ ایسی حالت میں تو فرضیت و وجوب درکنار عدم جواز و حرمت کا حکم ہے، پھر یہ بھی ثابت ہو کہ اس عورت کی حالت حاجت اس حد تک ہے کہ نکاح نہ کرے گی تو گناہ میں مبتلا ہو جانے کا یقین یا ظن غالب ہے کہ بغیر اس کے وجوب اصلاً نہیں، اور جب کسی خاص عورت کے حق میں یہ امور بروجہ شرعی ثابت نہ ہوں تو مسلمان پر بدگمانی خود حرام، اور محض اپنے خیالات پر تارک فرض و واجب ٹھہرا دینا بیباک کا کام، پھر امر حاجت میں عورت کا اپنا بیان مقبول ہوگا کہ حاجت نکاح امر خفی و وجدانی ہے جس پر خود صاحب حاجت ہی

کو ٹھیک اطلاع ہوتی ہے جب وہ بیان کرے کہ مجھے ایسی حاجت نہیں تو خواہی خواہی اس کی تکذیب کی طرف کوئی راہ نہیں ہو سکتی عمر وغیرہ کا مظنہ سب جگہ ایک سا نہیں ہوتا مزاج، عقل، حیا، خوف، اشغال، احوال، ہوم، افکار، صحبت، اطوار صد ہا اختلافوں سے مختلف ہو جاتا ہے جس کی تفصیل اہل عقل و تجارب پر خوب روشن ہے، درمختار میں ہے :

اور غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے (اس سے مراد بقول امام زلیعی کے ایسا شدید اشتیاق جماع ہے کہ اگر نکاح نہ کرے گا تو وقوع زنا کا خوف ہے کیونکہ محض اشتیاق جماع کو خوف مذکور لازم نہیں، بحر) پس اگر نکاح کے بغیر زنا یقینی ہو تو نکاح فرض ہے، نہایہ (یعنی نکاح کے بغیر زنا سے بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ جس کے بغیر ترک حرام رسائی نہ ہو وہ فرض ہوتا احتراز ممکن نہیں، ظاہر ہے کہ مسئلہ کی وہ صورت فرض کی گئی ہے جس میں نکاح روزے رکھنے پر قادر نہ ہو جو کہ زنا سے مانع ہیں لہذا اگر وہ روزے رکھنے پر قادر ہو تو نکاح فرض یا واجب عین نہ ہوگا بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ نکاح کرے یا حرام یعنی زنا سے بچنے کا کوئی اور طریقہ اپنائے) اور یہ وجوب و فرضیت نکاح اس صورت میں ہے جب وہ مہر و نفقہ پر قادر ہو ورنہ ترک نکاح میں گناہ نہیں، بدائع (یہ شرط دونوں قسموں یعنی نکاح واجب و فرض کی طرف رائج ہے۔ بحر میں ان دونوں قسموں میں ایک اور شرط کا اضافہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو رو ظلم کا ڈر نہ ہو، صاحب بحر نے فرمایا کہ عدم نکاح کی صورت میں خوف زنا نکاح کی صورت میں جو رو ظلم کے خوف سے متعارض ہو

یكون واجبا عند التوقان (المراد شدة الاشتیاق كما في الزیلعی بحیث یخاف الوقوع فی الزنا لولم یتزوج اذ لا یلزم من الاشتیاق الی الجماع الخوف المذکور، بحر) فان یتقن الزنا الابہ فرض، نہایہ (ای بان کان لا یمکنه الاحتراز من الزنا الابہ لان ما لا یتوصل الی ترك الحرام الابہ یمکن فرضاً بحر، وقوله لا یمکنه الاحتراز الابہ ظاہر فی فرض المسألة فی عدم قدرته علی الصوم المانع من الوقوع فی الزنا فلو قدر علی شیء من ذلك لم یبق النکاح فرضاً، او واجبا عیناً بل هو أو غیره مما یمنع من الوقوع فی المحرم) وهذا ان ملک المهر والنفقة والا فلا اثم بترکه بدائع (هذا الشرط اثم الی القسمین اعنی الواجب والغرض وزاد فی البحر شرطاً آخر فیہما وهو عدم خوف الجور ای الظلم قال فان تعارض خوف الوقوع فی الزنا لولم یتزوج وخوف

تو ثانی کا اعتبار مقدم و رائج ہوگا چنانچہ اس صورت میں نکاح فرض نہیں بلکہ مکروہ ہوگا، کمال نے فتح میں اس کا افادہ فرمایا، شاید خوف جور کو خوف زنا پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جور و ظلم ایسا گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اور زنا سے باز رہنا حقوق اللہ سے ہے اور حق عبد بوقت تعارض حق اللہ پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور مولیٰ تعالیٰ غنی ہے (اھ) اور اس صورت میں نکاح مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہوگا جبکہ ظلم کا خوف ہو اور اگر ظلم کا یقین ہو تو حرام ہے۔ قوسین میں زائد عبارتیں ردالمحتار سے لی گئی ہیں،

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) بحر کی بیان کردہ علت کی تائید کرتی ہے ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ کی وہ حدیث جس کو حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا کہ غیبت سے بچو کیونکہ غیبت زنا سے سخت تر ہے، اس لئے کہ آدمی زنا کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ وہ معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی (ت)

الجور لو تزوج قدم الثانی افتراض بل یکرہ افادہ الکمال فی الفتح ولعلہ لان الجور معصیۃ متعلقۃ بالعباد والمنع من الزنا من حقوق اللہ تعالیٰ وحق العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجہ وغنی المولیٰ تعالیٰ (اھ) ویکون مکروہا (ای تحریماً بحر) لخوف الجور فان تیقنہ (ای الجور) حرم^۱ اھ ملخصاً مزید امن رد المحتار ما بین الخطین۔ اقول: ویؤید تعلیل البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایاکم والغیبة فان الغیبة اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر له صاحبه^۲۔

(۵) اگر حاجت کی حالت اعتدال پر ہو یعنی نہ نکاح سے بالکل بے پروائی نہ اس شدت کا شوق کہ بے نکاح وقوع گناہ کا ظن بالیقین ہو ایسی حالت میں نکاح سنت ہے مگر بشرطیکہ عورت اپنے نفس پر اطمینان کافی رکھتی ہو کہ مجھ سے ترک اطاعت اور حقوق شوہر کی اضاعت اصلاً واقع نہ ہوگی۔

^۱ درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۵/۱، ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۰-۲۶۱/۲

^۲ جامع الاحادیث للسیوطی قسم الاقوال حدیث ۹۳۱۰ دار الفکر بیروت ۳۹۰/۳

(۶) اگر ذرا بھی اس کا اندیشہ ہو تو اس کے حق میں نکاح سنت نہ رہے گا صرف مباح ہوگا بشرطیکہ اندیشہ حدِ ظن تک نہ پہنچے ورنہ اباحت جدا سرے سے ممنوع و ناجائز ہو جائے گا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) درمختار میں ہے :

<p>اور حال اعتدال میں نکاح سنت مؤکدہ ہوتا ہے جس کے (باصرار) ترک پر گناہ لازم ہوتا ہے (اعتدال سے مراد یہ ہے کہ غلبہ شہوت اس حد تک پہنچا ہوا نہ ہو جیسا کہ نکاح واجب و فرض میں گزرا یعنی جماع کا اشتیاق شدید اور نہ ہی انتہائی طور پر کمزور اور قاصر ہو جیسا کہ عنین۔ اسی واسطے شرح ملتقی میں اس کی تفسیر یوں فرمائی کہ وہ فتور اور شوق کے درمیان ہو۔ بحر میں ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ حال ہے جس میں اسے ظلم، ترک فرائض اور ترک سنن کا خوف نہ ہو، اور اگر اسے ان امور کا خوف ہے تو وہ معتدل نہیں، لہذا اس کے لئے نکاح سنت نہیں ہوگا جیسا کہ بدائع میں اس کا افادہ فرمایا، اور شارح نے نکاح کی چھٹی قسم کا ذکر نہیں فرمایا جس کو بحر مجتبیٰ سے ذکر کیا اور وہ ہے نکاح کا مباح ہونا جبکہ لوازم نکاح رائج نہ ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ عدم جور لوازم نکاح میں سے ہے اھ ملتقطاً زائد عبارتیں ابن عابدین سے لی گئی ہیں۔</p> <p>(ت)</p>	<p>يكون سنة مؤكدة فيأثم بتركه (مع الاصرار) حال الاعتدال (اي الاعتدال في التوقان ان لا يكون بالمعنى المارفي الواجب والفرض وهو شدّة الاشتياق وان لا يكون في غاية الفتور كالعنين ولذا فسرہ في شرحه على الملتقى بان يكون بين الفتور والشوق وفي البحر والمراد حاله عدم الخوف من الجور وترك الفرائض والسنن فلو خاف فليس معتدلاً فلا يكون سنة في حقه كما افاده في البدائع. وترك الشارح قسماً سادساً ذكره في البحر عن المجتبیٰ وهو الاباحة ان خاف العجز عن الايفاء بمواجهه اھ ای خوفاً غير راجح والاكان مكر وهاً تحريماً لان عدم الجور من مواجهه^۱ اھ ملتقطاً مزید امن ابن عابدین۔</p>
---	--

حکم بحالت سنیت بیشک نکاح کی ترغیب بتائید کی جائے اور اس سے انکار پر سخت اعتراض پہنچتا ہے اسی قدر جتنا ترک سنت پر چاہئے اور در صورت اباحت نہ نکاح پر اصلاً جبر کا اختیار نہ اس سے انکار پر کچھ اعتراض و انکار کہ مباح و شرع مطہر نے مکلف کی مرضی پر چھوڑا ہے چاہے کرے یا نہ کرے، پھر انصاف

^۱ درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبیٰ دہلی ۸۵/۱، ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۱/۲

کی میزان ہاتھ میں لیجئے تو عورتوں کے حق میں سنیت نکاح بھی بہت ندرت سے ثابت ہوگی، ہزار میں ایک ہی ایسی نکلے گی جس کے لئے سنت کہہ سکیں، کیا کسی عورت کی نسبت خود وہ یا اس کے اولیاء یا یہ تشدد والے حضرات پورے طور پر ضامن ہو جائیں گے کہ اس سے نافرمانی شوہر یا اس کے کسی حق میں ادنیٰ تقصیر واقع ہونے کا اصلاً اندیشہ نہیں، ایسی بے معنی ضمانت وہی کر سکتا ہے جسے نہ مردوں کے حقوق عظیمہ پر اطلاع، نہ عورات کی عادات و نقصان عقل و دین پر وقوف کیا، حدیث صحیح میں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سنا کہ:

رأيت النار فلم اركل يوم منظر اقط اقطع ورأيت اكثر اهلها النساء	میں نے دوزخ ملاحظہ فرمائی تو آج کی برابر کوئی چیز سخت و شکنج نہ دیکھی اور میں نے اہل دوزخ میں عورتیں زیادہ دیکھیں۔
---	--

فقالو! یا رسول اللہ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یعنی حضور! اس کا کیا سبب ہے؟ قال بکفرهن فرمایا ان کے کفر کے باعث۔ قيل یکفرن باللہ عرض کی گئی کیا اللہ عزوجل سے کفر کرتی ہیں؟ قال یکفرن العشير ویکفرن الاحسان فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتی ہیں لو احسنت الی احدهن الدھر ثم رأيت منك شیئاً قالت ما رأيت منك خیر اقط^۱ اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر احسان کرے پھر ذرا سی بات خلاف مزاج تجھ سے دیکھے تو کہے میں نے کبھی تجھ سے کوئی بھلائی نہ دیکھی رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو شیخین نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت) حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان المرأة خلقت من ضلع اعوج لن تستقیم لك علی طریقة فان استمتعت بها وبها عوج وان ذهب تقیہا کسرتھا وکسرھا طلاقھا ^۲ ۔ رواہ مسلم و الترمذی عن ابی ہریرہ ونحوہ	عورت ٹیڑھی پسلی سے بنی ہے ہرگز سی راہ پر تیرے لئے سیدھی نہ ہوگی، اگر تو اس سے نفع لے تو اس کی کجی کے ساتھ نفع لے اور سیدھا کرنے چلے تو توڑ دے، اور اس کا توڑنا طلاق دینا ہے (اس کو امام مسلم و ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
---	---

^۱ صحیح بخاری باب صلوة الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۴، صحیح مسلم باب صلوة الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۲

^۲ صحیح مسلم باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۸/۱

احمد ابن حبان والحاکم عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	تعالیٰ عنہ سے اور اس کی چھل کو امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)
--	--

حاصل یہ کہ پہلی ٹوٹ جائے گی مگر سیدھی نہ ہوگی، عورت بھی بائیں پہلی سے بنی ہے نہ نیچے تو طلاق دے دے مگر ہر طرح موافق آئے یہ مشکل ہے۔

حدیث ۳: ایک بی بی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں عورتوں کی فرستادہ ہوں، حضور کی بارگاہ میں جن عورتوں کو خبر ہے اور جنہیں خبر نہیں سب میری اس حاضری کی خواہاں ہیں، اللہ عزوجل مردوں عورتوں سب کا پر دگار ہے اور حضور مردوں عورتوں سب کی طرف اس کے رسول، اللہ عزوجل نے مردوں پر جہاد فرض کیا کہ فتح پائیں تو دولت مند ہو جائیں اور شہید ہوں تو اپنے رب کے پاس زندہ رہیں رزق پائیں اور ہم عورتیں اُن کے کاموں کا انتظام کرنے والیاں ہیں تو ہمارے لئے وہ کون سی طاعت ہے جو ثواب میں جہاد کے برابر ہو۔ فرمایا:

طاعة ازواجہن بحقوقہم وقلیل منکن من یفعلہ ^۱ ۔ رواہ البزار والطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	شوہروں کی اطاعت اور اُن کے حق پہنچانا اور اس کی کرنے والیاں تم میں تھوڑی ہیں (اس کو بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)
---	---

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

حاملات والذات مرضعات ریحیات بأولادہن لولاماً یأتین الی ازواجہن لدخل مصلیاً تھن الجنة ^۲ ۔ اخرجه الامام احمد وابن ماجہ والطبرانی فی الكبير	حمل کی سختیاں اٹھانے والیاں، دودھ پلانے والیاں، جننے کی تکلیف جھیلنے والیاں، اپنے بچوں پر مہربانیاں، اگر نہ ہوتی وہ تقصیر جو اپنے شوہروں کے ساتھ کرتی ہیں تو ان کی نماز والیاں سیدھی جنت میں
--	--

^۱ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی حق المرأة على الزوج دار الكتاب بیروت ۳۰۶/۴، مصنف عبد الرزاق حدیث حبیب الرحمن الاعطی

بیروت ۲۶۳/۸

^۲ المعجم الكبير حدیث المكتبة الفيصلية بیروت ۳۰۲/۸، مسند امام احمد دار الفكر بیروت ۲۵۲/۵

والحاکم فی المستدرک عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جائیں (اس کو امام احمد، ابن ماجہ، کبیر میں طبرانی نے اور مستدرک میں حاکم نے حضرت ابوامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)
---	--

تو سنیت درکنار اکثر عورتوں کے لئے حدیث اباحت ہی ثابت رہے یہی بڑی بات ہے پھر اُن کے انکار پر اعتراض اور نکاح پر اصرار کی کیا سبیل نہ کہ اعتراض بھی معاذ اللہ تاحدا کفار اور اصرار بھی ہم پہلوئے اکراہ واجبار، ولذا احادیث میں وارد کہ حقوق شوہر اور ان کی شدت سن کر متعدد بیبیوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عمر بھر نکاح نہ کرنے کا عہد کیا اور حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا مگر جاہل واعظین خصوصاً وہابیہ ہمیشہ خدا و رسول سے بڑھ کر چلا چاہتے ہیں جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حدیث ۱: ایک زن خشمیہ نے خدمت اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! حضور مجھے سنائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے کہ میں زن بے شوہر ہوں اُس کے ادا کی اپنے طاقت دیکھوں تو نکاح کروں ورنہ یوں ہی بیٹھی رہوں، فرمایا:

فان حق الزوج على الزوجة ان سألها نفسها وهي على ظهر بغيران لا تمنعه نفسها ومن حق الزوج على الزوجة ان لا تصوم تطوعاً الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت ولا يقبل منها ولا تخرج من بيتها الا باذنه فان فعلت لعنتها ملئكة السماء وملئكة الارض وملئكة الرحمة وملئكة العذاب حتى ترجع۔	تو بیشک شوہر کا حق زوجہ پر یہ ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا حق عورت پر یہ ہے کہ اس کے بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوک پیاسی رہی روزہ قبول نہ ہوگا اور گھر سے بے اذن شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذات کے فرشتے سب اُس پر لعنت کریں گے جب تک پلٹ کر آئے۔
--	---

یہ ارشاد سن کر بی بی نے عرض کی: لاجرم لاتزوج ابداً^۱ ٹھیک ٹھیک یہ ہے کہ نکاح نہ کرونگی رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ

^۱ کشف الاستار عن زوائد البزار باب حق الزوج على المرأة مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۷۷، مجمع الزوائد باب حق الزوج على المرأة

تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲: ایک بی بی نے دربارِ دُرّبار سید الارسل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: میں فلاں دخترِ فلاں ہوں۔ فرمایا: میں نے تجھے پہچانا اپنا کام بتا۔ عرض کی: مجھے اپنے چچا کے بیٹے فلاں عابد سے کام ہے۔ فرمایا: میں نے اُسے بھی پہچانا یعنی مطلب کہہ۔ عرض کی: اس نے مجھے پیام دیا ہے۔ تو حضور ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا حق عورت پر کیا ہے اگر وہ کوئی چیز قابو کی ہو تو میں اُس سے نکاح کر لوں۔ فرمایا:

من حقہ لوسال منخرادما اوقیحا فلحستہ بلسانہا ما ادت حقہ لوکان ینبغی لبشران لیسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها اذا دخل علیها بما فضله اللہ علیہا۔	مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بستے ہوں اور عورت اُسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہوئی اگر آدمی کا آدمی کو سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ مرد جب باہر سے آئے اس کے سامنے آئے اسے سجدہ کرے کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے۔
--	--

یہ ارشاد سُن کر وہ بی بی بولیں:

والذی بعثک بالحق لا تزوج ما بقیت الدنیا۔ ^۱ رواہ البزار والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لوں گی (اسکو بزار اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ ت)
---	---

حدیث ۳: ایک صاحب اپنی صاحبزادی کو لے کر درگاہِ عالم پناہ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار رکھتی ہے حضور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اطیعی اباک" اپنے باپ کا حکم مان۔ اُس لڑکی نے عرض کی: قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں نکاح نہ کروں گی جب تک حضور یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا حق عورت پر کیا ہے۔ فرمایا:

^۱ مستدرک کتاب النکاح باب حق الزوج علی ال زوجۃ دار الفکر بیروت ۱۸۹/۲، کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث مؤسسة الرسالہ

حق الزوج علی زوجته لو كانت به قرحة فله حستها اور انتشر منخراہ صدیدا اودماثم ابتلعتہ ماادت حقہ۔	شوہر کا حق عورت پر یہ ہے اگر اس کے کوئی پھوڑا ہو عورت اسے چاٹ کر صاف کرے یا اس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔
---	--

اس لڑکی نے عرض کی :

والذی بعثک بالحق لاتزوج ابدا۔	قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی شادی نہ کروں گی۔
-------------------------------	---

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتنکحون الابدانہن ^۱ رواہ البزار وابن حبان فی صحیحہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	"عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو"۔ اس کو بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
---	---

امام حافظ زکی الملت والدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جیدہ اور اس کے سب راوی
ثقات مشہورین ہیں انتہی، سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھئے دختر ناکتہرا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی
بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی عین دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں کہ کبھی نکاح نہ کروں گی۔ اس پر حضور اقدس صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیاء کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک
ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہاں یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہو چکا اب
بیوہ ہو گئی، اور دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ گلاباؤ اگر مان لے تو خیر، اور انکار کرے تو کافر ہو گئی، اور ساتھ
لگے اولیاء کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہ مخواہ نکاح نہ کر دیں تو ان پر بھی معاذ اللہ عزوجل کا غضب ٹوٹے عیاذ باللہ یزید پلیدی کی
طرح غارت ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا انہوں نے
چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، حالانکہ
حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوة واجبة علی کل مسلم یموت	ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد
-------------------------------	--

^۱ کشف الاستار عن زوائد البزار حدیث مؤسسة الرسالة بیروت ۱/۷۸

براکن او فاجرا وان هو عمل الكبائر ¹ ۔ اخرجه ابو داؤد ابو یعلیٰ والبیہقی فی سننه عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح علی اصولنا معشر الحنفیۃ۔	چاہے اُس نے کتنے ہی گناہ کبیرہ کئے ہوں (اس کو امام ابو داؤد، ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی سند کے ساتھ روایت فرمایا جو ہمارے یعنی احناف کے اصول کے مطابق صحیح ہے۔ ت)
--	--

دوسری حدیث میں ہے، مولائے دو جہاں سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلو علی کل میت ² ۔ اخرجه ابن ماجہ عن واثلة والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	ہر (مسلمان) میت کی نماز جنازہ پڑھو۔ (اس کو ابن ماجہ نے واثمہ والد ابی الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)
--	---

تیسری حدیث میں ہے حضور سید عالم مولائے اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلو علی من قال لا الہ الا اللہ ³ ۔ اخرجه ابو القاسم الطبرانی فی معجمہ الكبير ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء عن عبد اللہ ابن الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ اس کو ابو القاسم طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبد اللہ ابن فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)
---	--

معاذ اللہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کو پس پشت ڈالنا اور اپنی طرف سے نئی شریعت نکالنا بیوہ کے نکاح کرنے سے لاکھ درجے بدتر ہے۔ جی تو کہا تھا کہ یہ حضرات اور کو خندق سے بچائیں اور خود گھرے کنوئیں میں گر جائیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ عندا التحقیق عامہ زنان خصوصاً زنانِ زمان کے حق میں غایت درجہ حکم اباحت ہے اور مباح سے انکار پر اصلاً مواخذہ نہیں خصوصاً جب اس کے ساتھ اور کوئی مصلحت بھی ترک نکاح پر داعی ہو۔ صحیح حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امّ ہانی بنت ابی طالب خواہر

¹ سنن ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمة الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳، السنن الکبریٰ باب الصلوۃ حلف من لا یحید فعلہ

دارصادر بیروت ۱۲/۳

² سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب فی الصلوۃ علی اہل القبۃ بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۰

³ المعجم الكبير حدیث مروی از عبد اللہ ابن عمر المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۲/۴۷۷

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پیام نکاح دیا، عرض کی:

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو پیام نکاح دیا، عرض کی: مابی عنک رغبة یا رسول اللہ ولكن لا احب ان اتزوج وبنی صغار۔	یا رسول اللہ! کچھ حضور سے مجھے بے رغبتی تو ہے نہیں مگر مجھے یہ نہیں بھاتا کہ میں نکاح کروں اور میرے سچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔
---	--

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناک علی طفل فی صغره وارعاک علی بعل فی ذات یدہ ^۱ ۔ رواہ الطبرانی عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا برجال ثقات، قالت خطبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت فذکرہ۔	عرب کی تمام عورتوں میں بہتر زنانِ قریش ہیں اپنے سچے پر اس کے بچپن میں سب سے زیادہ مہربان اور خاندان کے مال کی سب سے زیادہ نگاہ رکھنے والیاں۔ (اس کو طبرانی نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ذریعہ روایت کیا، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا تو میں نے عرض کی، اور آگے حدیث مذکورہ کو ذکر کیا۔ ت)
--	---

دوسری صحیح حدیث میں ہے، جب حضور والاصلوٰات اللہ تعالیٰ وسلم علیہ نے انہیں پیام دیا، یوں عرض کی:

یا رسول اللہ لانت احب الی من سبعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشی ان اضییع حق الزوج ^۲ ملخصاً۔ اخرجه ابن سعد بسند صحیح عن الشعبي مرسلًا۔	یا رسول اللہ! بیشک حضور مجھے اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں سے زیادہ پیارے ہیں اور شوہر کا حق بڑا ہے میں ڈرتی ہوں کہ حق شوہر مجھ سے فوت نہ ہو، ملخصاً۔ (اس کو ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ شعبی سے مرسل روایت فرمایا۔ ت)
---	---

تیسری حدیث میں ہے:

فخطبها الی نفسها فقالت کیف بهذا ضجیعا وهذا رضیعالولدين بين یدیها ^۳ ۔	جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کے لئے فرمایا اپنے دو بچوں کی طرف کہ سامنے موجود تھے
---	---

^۱ المعجم الكبير حديث ۱۰۶۷ مروی از امّ ہانی رضی اللہ عنہا المكتبة الفيصلية بيروت ۲۳/۷۳

^۲ الطبقات الكبرى لابن سعد باب ذكر من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من النساء دارصادر بيروت ۱۵۲/۳

^۳ الطبقات الكبرى لابن سعد باب ذكر من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من النساء دارصادر بيروت ۱۵۲/۳

رواہ عن ابی نوفل بن عقرب ایضاً مرسلًا۔	اشارہ کر کے عرض کی یہ دودھ پینے اور یہ ساتھ سونے کو بہت ہے۔ (اس کو بھی ابن سعد نے ابو نوفل بن عقرب سے مرسل روایت کیا۔ ت)
--	--

امّ المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اؤّل حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیوہ ہوئیں امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پیغام نکاح کر دیا، انکار کر دیا، پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیام دیا انکار کر دیا، پھر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیام دیا، عرض کی:

انی امرأة غیرى وانی امرأة مصیبة و لیس احد من اولیائی شہدا۔	میں رشک ناک عورت ہوں (یعنی ازواج مطہرات سے شکر رنجی کا خیال ہے) اور عیالدار ہوں اور میرا کوئی ولی حاضر نہیں۔
--	--

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے عذروں پر کچھ عتاب نہ فرمایا نہ یہ ارشاد ہوا کہ تم سنت سے منکر ہوتی ہو تم پر شرعی الزام ہے، بلکہ عذر سن کر ان کے علاج و جواب ارشاد فرمادئے کہ تمہارے رشک کے لئے ہم دُعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اسے دور کر دے (چنانچہ ایسا ہی ہوا ام المؤمنین ام سلمہ باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ اس طرح رہتی تھیں گویا یہ ازواج ہی نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہن وعلیہن وبارک وسلم اور تمہارے ﷺ اللہ و رسول کے سپرد ہیں اور تمہارا کوئی ولی حاضر غائب میرے ساتھ نکاح کو ناپسند نہ کرے گا¹ رواہ احمد والنسائی عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح (اس کو امام احمد اور نسائی وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

ابن ابی عاصم روایتوں میں ہے منجملہ عذروں کے یہ بھی عرض کی کہ امانا فکبیرة السن میری عمر زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا فانّا اکبر منک² میں تم سے بڑا ہوں۔ رواہ من طریق عبد الواحد بن ایمن عن ابی بکر بن عبد الرحمن سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از ام سلمہ دار الفکر بیروت ۳/۶، سنن النسائی کتاب النکاح المكتبة السلفية ۱۱/۲، ۲۸/۲

² طبقات الکبریٰ لابن سعد باب ذکر فی خطب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من نساء دار صادر بیروت ۹۱/۸

ام المؤمنین (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے ۶۰ھ یا ۶۱ یا ۶۲ میں وفات پائی، عمر شریف چوراسی^{۸۳} برس کی ہوئی قالہ الواقدی وکثیر من العلماء نقله عنهم في الاصابة^۱ وهو الصواب كما في الزرقانی (واقدی اور کثیر علماء نے یہی کہا ہے جن سے اصابہ میں نقل کیا اور یہی درست ہے جیسا کہ زر قانی میں ہے۔ ت) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر شوال^{۸۴} ہجری میں ان سے نکاح فرمایا هو الصحيح كما في الزرقانی (یہی صحیح ہے جیسا کہ زر قانی میں ہے۔ ت) تو جس وقت انہوں نے ترک نکاح کے لئے عمر زیادہ ہونے کا عذر عرض کیا ہے تیس^{۸۵} سال کی نہ تھیں یہی کوئی چھبیس^{۸۶} ستائیس^{۸۷} برس کی عمر تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے ابن سعد انہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

بلغني انه ليس امرأة يمتزوجها وهو من اهل الجنة وهي من اهل الجنة ثم لم تزوج بعده الا جمع الله بينهما في الجنة۔	جس عورت کا شوہر مر جائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔
--	---

اسی بنا پر انہوں نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو پہلے مر جائے دوسرا اس کے بعد نکاح نہ کرے، مگر یہ علم الہی میں امہات المؤمنین میں داخل ہونے والی تھیں، حضرت ابو سلمہ نے قبول نہ فرمایا^۲ رواہ من طریق عاصم الاحول عن زياد بن ابی مریم عنہا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (اس کو بطریق عاصم احول، زیاد بن ابی مریم سے روایت کیا اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرمایا۔ ت)

عہ: صحیح الاول البعری والثانی ابو عمر بن عبد البر والثلث الحافظ التقريب وهناك تصحيح رابع وهو^{۵۹} صححه القسطلاني في المواهب قال الزرقاني وهو معارض بهذه التصحيحات^۳ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م)

اول کو یعمری، ثانی کو ابو عمر بن عبد البر اور ثالث کو حافظ نے تقریب میں صحیح قرار دیا اور یہاں ایک چوتھی تصحیح^{۵۹} کی بھی ہے جس کو قسطلانی نے مواہب میں صحیح قرار دیا، زر قانی نے فرمایا کہ وہ ان تصحیحات کے معارض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم^{۶۰} (ت)

^۱ الاصابة في تمييز الصحابة ذكر ام سلمه نمبر ۱۰ دار صادر بيروت ۳/۲۰-۲۵۹

^۲ الطبقات الكبرى ذكر من خطب النبي صلى الله تعالى وسلم من النساء دار صادر بيروت ۸/۸۸

^۳ شرح الزرقاني على المواهب الدنية ذكر ام سلمه رضی اللہ عنہا دار المعرفة بيروت ۳/۲۴

حضرت سلمیٰ بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر شہید ہوئے وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا میرے شوہر نے شہادت پائی اور لوگ مجھے پیام دے رہے ہیں میں نکاح سے انکار رکھتی ہوں کیا آپ اُمید کرتے ہیں کہ اگر میں اور وہ جمع ہوئے تو میں آخرت میں ان کی زوجہ ہوں (بیوی بنوں) فرمایا: ہاں۔

امام احمد نے اپنی مسند میں یوں بیان فرمایا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو احمد نے، انہوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابان بن عبداللہ بجلی نے، انہوں نے کریم بن ابی حازم سے، اور انہوں نے اپنی دادی سلمیٰ بنت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ ان (حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے شوہر شہید ہوئے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ میں وہ عورت ہوں جس کے شوہر شہید ہو گئے ہیں اور بہت سے مردوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا مگر میں نے نکاح سے انکار کیا تا وقتیکہ میں اپنے شوہر سے ملوں، کیا آپ میرے متعلق امید کرتے ہیں کہ اگر میں اور میرا شوہر جمع ہوئے تو ان کی بیوی بنوں گی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جب سے ہم آپ کے پاس بیٹھ رہے ہیں آپ کو یہ نقل کرتے ہوئے نہیں دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک جنت میں سب سے جلد مجھ ملنے والی عورت احسن (قریشی) سے (ت)

احمد فی المسند حدثنا ابو احمد ثنا ابان عبد الله الباجلي عن كريم بن ابي حازم عن جدته سلمى بنت جابر ان زوجها استشهد فأتت عبد الله بن مسعود فقالت اني امرأة استشهد زوجي وقد خطبني الرجال فأبيت ان اتزوج حتى القاه فترجولي ان اجتمع انا وهو ان اكون من ازواجه قال نعم فقال له رجل ما رأيك انك نقلت هذا من قاعدك قال اني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول ان اسرع امتي لي لحوقاني الجنة امرأة من احسن¹

حضرت سید سعید شہید سیدنا امام حسین صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علی جده الکریم وعلیہ وبارک وسلم کی زوجہ مطہرہ رباب بنت امرئ القیس کہ حضرت اصغر و حضرت سیکنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ماجدہ ہیں بعد شہادت امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت شرفائے قریشی نے انہیں پیام نکاح دیا، فرمایا:

¹ مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود دار الفکر بیروت ۱/۳۰۳

ما كنت لاتخذني حوا بعد رسول صلى الله تعالى عليه وسلم ¹	میں وہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا خسر بناؤں۔ (ت)
---	--

جب تک زندہ رہیں نہ کیا ذکرہ ابن الاثیر فی الکامل (ابن اثیر نے اسے کامل میں ذکر کیا ہے۔ ت) مرثیہ حضرت امام انام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں فرماتی ہیں نہ

والله لا ابتغى صهرا بصهر کم

حتى اغيب بين الرملی والطین²

خدا کی قسم تمہارے رشتہ کے بعد کسی سے رشتہ نہ چاہوں گی یہاں تک کہ ریت اور مٹی میں دفن کردی جاؤں ذکرہ ہشام

بن الکلبی (اس کو ہشام بن کلبی نے ذکر کیا۔ ت)

بلکہ علامہ ابوالقاسم عماد الدین محمود ابن فریابی کتاب خالصۃ الحقائق لمافیہ من اسالیب الدقائق میں صحابیات حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بی بی رباب نامی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کرتے ہیں :

انہا كانت زوجها لرجل يقال له عمر وفتعا هذا ايها مات قبل الاخر لايتزوج الذي يبق حتى يموت فمات فقامت مدة فزوجها ابوها فرأت في تلك الليلة عمرا انشدها ابياتا فاصبحت مذعورة وقصت على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم القصة فامرها ان تستأنس بالوحدة حتى تموت وامر زوجها بفراقها ففعل ذلك۔	یعنی وہ ایک شخص عمر و نامی کی زوجہ تھیں اُن کے آپس میں عہد ہوا تھا کہ جو پہلے مرے دوسرا تادم مرگ نکاح نہ کرے، عمر کا انتقال ہوا، رباب ایک مدت تک بیوہ رہیں پھر ان کے باپ نے اُن کا نکاح کر دیا، اُسی رات اپنے پہلے شوہر کو خواب میں دیکھا انہوں نے کچھ شعر اس معاملے کی شکایت میں پڑھے یہ صبح کو خائف و ترساں اُٹھیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حال عرض کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مرتے دم تک تنہائی میں جی بہلائیں اور اس شوہر کو حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دے، انہوں نے چھوڑ دیا۔ (ت)
--	--

نقلہ الحافظ فی الاصابة وقال هی حکایة مشہورة لغير هذين³ الخ (اس کو حافظ نے الاصابة میں نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حکایت ان دونوں کے غیر کے لئے مشہور ہے الخ۔ ت) بلکہ احادیث میں ہے خود

¹ الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار صادر بیروت ۸۸/۴

² الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مقتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار صادر بیروت ۸۸/۴

³ الاصابة فی تمییز الصحابة بحوله محمود بن احمد فریابی الرباب غیر منسوبہ دار صادر بیروت ۳۰۰/۴

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس بیوہ کی نہایت تعریف فرمائی جو اپنے یتیم بچوں کو لئے بیٹھی رہے اور اُن کے خیال سے نکاح ثانی نہ کرے،

حدیث ۱: سُنن ابوداؤد میں حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اور چہرہ کارنگ بدلی ہوئی عورت روزِ قیامت ان دو انگلیوں کے مثل ہوں گے (راوی نے انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے بتایا یعنی جیسے یہ دو انگلیاں پاس پاس ہیں یونہی اسے روزِ قیامت میرا قُرب نصیب ہوگا) وہ عورت کہ اپنے شوہر سے بیوہ ہوئی عزت والی صورت والی با اینہمہ اُس نے اپنے یتیم بچوں پر اپنی جان کو روک رکھا سبب بناؤ سنگھار کی حاجت نہیں۔	انا وامرأة سفعاء الخدين كهاتين يوم القيامة واومي بیده یزید بن زریع السبابة والوسطی امرأة ایمت من زوجها ذات منصب وجمال حبست نفسها علی یتامها حتی بانوا او ماتوا ^۱ ۔
---	---

حدیث ۲: ابن شبران انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جو عورت اپنی اولاد پر بیٹھی رہے گی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔	ایہا امرأة قعدت علی بیت اولادها فہی معی فی الجنة ^۲ ۔
---	---

حدیث ۳: ابویعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سب سے پہلے جو دروازہ جنت کھولے گا وہ میں ہوں مگر میں ایک عورت کو دیکھوں گا کہ مجھ سے آگے جلدی کریگی میں فرماؤں گا تجھے کیا ہے اور تو کون ہے، وہ عرض کریگی میں وہ عورت ہوں کہ اپنے یتیموں پر بیٹھی رہی۔	انا اول من یفتح باب الجنة الا انی اری امرأة تبادرنی فأقول لها مالک ومن انت فتقول انا امرأة قعدت علی یتام لی ^۳ ۔
--	--

^۱ سُنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی فضل من عال الیتام فی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۵/۲

^۲ کنز العمال بحوالہ ابن بشر ابن عن انس حدیث مؤسسة الرسالہ بیروت ۴۰۸/۱۶

^۳ مسند ابی یعلیٰ حدیث مؤسسة علوم القرآن بیروت ۱۲۵/۶

امام عبدالعظیم منذری فرماتے ہیں: اسنادہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی اسناد ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے۔ ت) تنبیہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہشت میں تشریف لے جانا بارہا ہوگا، اولیت مطلقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے، دروازہ کھلنا حضور والا ہی کے لئے ہوگا، رضوان دارِ روعہ جنت عرض کرے گا مجھے یہی حکم تھا کہ حضور سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں، حضور پر کوئی نبی مرسل بھی تقدیم نہیں پاسکتا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ سب مضامین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں جن کی بعض فقیر نے پانے رسالہ مبارکہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں ذکر کیں۔ حضور کے بعد جو اور بندگانِ خدا جائیں گے دروازہ کھلا جائے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرما چکے ہوں گے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے سب کے دروازے کھلے ہوئے۔ (ت)	قَالَ تَعَالَى جَنَّتٍ عَدْنٍ مُّفْتَحَةً لَهُمُ الْأَبْوَابُ ۝۱ -
--	--

یہاں جو اُس عورت کا آگے ہونا ہوا یہ اور بار کے تشریف لے جانے میں ہے، جب اہتمامِ کار اُمت میں آمد رفت فرماتے ہوں گے نہ کہ خاص بارِ اول میں، وباللہ التوفیق (اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ہے۔ ت) الحمد للہ اس تحقیقِ انیق سے مسئلہ کا حکم بھی بنائیت ایضاح منضہ ظہور پر مرتفع ہوا اور اہل تشدد کے وہ متعصبانہ احکام بھی مخدول و مندفع والحمد للہ علی ما وفق و علم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ وسلم (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے توفیق اور علم عطا فرمانے پر، اور اللہ تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے ہمارے آقا مصطفیٰ اور آپ کی آل پر۔ ت) یہاں تک نفس نکاح اور اس پر اجبار اور عورت یا اولیاء کی جانب سے ترک یا انکار اور ان کے انکار پر زجر و انتہا کا حکم تھا۔ اب رہا نکاحِ ثانی پر طعن اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔ ت) ہماری تحقیق سابق سے روشن ہوا کہ نکاحِ ثانی مطلقاً فرض یا واجب یا سنت نہیں بلکہ عام زنان کیلئے نہایت درجہ مباح ہی ہے اور مباح پر طعن صرف اُسی صورت میں کفر ہو سکتا ہے کہ اُس کی اباحت ضروریاتِ دین سے ہو اور باوصف اس کے یہ شخص اُسے شرعاً مباح نہ جانے، نکاحِ ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریاتِ دین

سے ہے کہ تمام مسلمین اُس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اُس پر گواہ۔

<p>قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْبَةٍ إِنَّ طَلَّقَكَ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِمَّنْ إِلَى قَوْلِهِ تَعَالَى) ثَيْبِلَتْ وَأَبْكَارًا¹۔ (وَقَالَ تَعَالَى فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا²، وَقَالَ تَعَالَى فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَتَّخِذَ زَوْجًا غَيْرًا³۔</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالیٰ کے قول) ثیبیت و ابکاراً (بیابیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ (زینب) تمہارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)</p>
--	--

کریمہ وَاَفْكُحُوا الْاَلْيَامِي⁴ (اور نکاح کردواپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ ت) میں ایم کے نکاح کر دینے کو فرمایا، ایم ہر زن بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ، بیوہ سب داخل۔ اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

<p>وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ وَيَدْرُونَ أَزْوَاجًا يَكْرَهُنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا عَرَضْتُمْ بِهِ مِنْ خُطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنُتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا</p>	<p>اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو تمہارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم نے عورتوں کے نکاح کا پیام دیا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں</p>
--	--

¹ القرآن الکریم ۵/۶۶

² القرآن الکریم ۳۳/۳۷

³ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

⁴ القرآن الکریم ۲۲/۳۲

معروت ہے اور نکاح کی گرہ بچی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔ (ت)	مَعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا عَقْدَ الْبَيْتِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ¹
---	--

وقال الله تعالى:

اور تم میں مریں اور بیویان چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر نان و نفقہ دینے کی بے نکالے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انہیں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا، اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے (ت)	وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لَّا زَوْجَ لَهُمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ ² وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
--	--

ان آیات کریمہ کا جملہ جملہ جواز نکاح بیوہ پر نص صریح ہے، پھر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اہلبیت کرام و صحابہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے تو کلاً و فعلاً تقریر اس کی اباحت متواتر، اُم المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق تھیں کما ثبت ذلك في صحيح البخاری من حديث نفسها ومن حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے۔ ت) مگر کلام اس میں ہے کہ جاہلان ہند جو اُسے ننگ و عار سمجھتے ہیں آیا اس بناء پر ہے کہ اُسے از روئے شریعت ہی حلال نہیں جانتے ایسا ہو تو بیشک کفر ہے مگر انصافاً عامہ ناس سے اس کا اصلاً ثبوت نہیں، جس مسلمان سے پوچھئے صاف اقرار کرے گا کہ شرعاً بے شک جائز ہم ناجائز و حرام نہیں جانتے بلکہ از روئے رسم لوگوں کے نزدیک ایک ننگ و عار کی بات ہے بخيال طعن و بدنامی اس سے احتراز ہے ایسے خیالات پر ہر گز حکم تکفیر نہیں ہو سکتا سلفاً و خلفاً تمام لوگوں میں معاملات دنیویہ میں مصالح دنیویہ کے لحاظ سے ہی باہم ایک دوسرے پر مباحات میں طعن و سرزنش رائج ہے وہاں کیوں گیا، یہ کیوں کیا، فلاں سے کیوں ملا حالانکہ یہ سب امور مباحات شرعیہ ہیں یہ تو خاص خاص ہر شخص کے اپنے ذاتی معاملات میں ہے اور مصلحات عامہ قوم یا شاملہ ملک میں بھی بہت باتیں مباح شرعی ہیں کہ بوجہ عرف و عادت معیوب ٹھہری ہیں کہ اس احتراز و اعتراض میں اکثر یہ حضرات کفرین بھی شریک مثلاً باپ کے سامنے اپنے زوج یا زوجہ سے ہکلام ہونا خصوصاً نئے

¹ القرآن الکریم ۲/۳۵-۲۳۴

² القرآن الکریم ۲/۲۴۰

دنوں میں۔ یوں ہی باپ یا پیر وغیرہما بزرگوں کے حضور حلقہ پینا، دختر و داماد رات کو ایک پلنگ پر ہوں اُن کے پس جانا پاس بیٹھنا بات کرنا اُن کا بدستور لیئے رہنا۔ ماں بہن بیٹی کا اپنے بیٹے بھائی باپ کے سامنے سینہ و پستان کھولے پھرنا، شریف عورتوں کا برقع اوڑھ کر سر بازار سودے خریدنا، اجنبی لوگوں سے باتیں کرنا، ان میں کون سی بات شرعاً ممنوع و ناجائز ہے مگر رسم و رواج و اصطلاح حادث کی وجہ سے اب تمام اہل حیا انہیں عیب جانتے ہیں جو ایسے امور کا مرتکب ہو اُس پر طعن کریں گے، کیا اس بنا پر معاذ اللہ سب مسلمان کافر ٹھہریں گے اسی قبیل کا طعن و اعتراض یہاں کے عوام کو نکاح ثانی میں ہے تو اس پر بے تکلف حکم کفر جاری کرنا سخت مجازفت اور کلمہ طیبہ پر بیابانہ جرات ہے والعیاذ باللہ رب العلمین۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سالی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر کا پانی خود بھر کر لاتیں اپنے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گھوڑے کے لئے بیرون شہر دو میل پر جا کر دہانہائے خرمہ جمع فرماتیں اُن کی گھڑی پیادہ پا اپنے سر مبارک پر اٹھا کر لاتیں، ایک بار پلٹتے ہوئے راہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع ایک جماعت انصار کرام کے ملے حضور نے انہیں بلایا اور اونٹ بیٹھنے کا حکم فرمایا کہ اپنے پیچھے سوار فرمائیں، انہوں نے مردوں کے ساتھ چلنے میں حیا کی، اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت کا خیال آیا، نہ مانا۔ حضرت زبیر سے حال کہا، فرمایا واللہ تمہارا گھٹلیاں سر پر لے کر چلنا مجھ پر زیادہ سخت تھا اس سے کہ تم حضور کے ساتھ سوار ہو لیتیں۔ صحیحین میں ہے :

<p>حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا حالانکہ زمین میں اس کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ ہی کوئی مملوک، اور ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے سوا کوئی شئی اس کے پاس نہ تھی، میں اس کے گھوڑے کو چارہ دیتی اور اس کو پانی پلاتی تھی اور اس کا ڈول سیتی اور آٹا گوندتی تھی اور میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی، ہماری ہمسائی انصار عورتیں تھیں جو کہ بہت اچھی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں اور میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی</p>	<p>عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت تزوجنی الزبیر ومالہ فی الارض من مال ولا مملوک ولا شیئ غیر ناضح وغیر فرسہ فکنت اعلف فرسہ واستقی الماء واخرز عربہ واعجن ولم اکن احسن اخبز وكان تخبز جارات لی من الانصار وکن نسوة صدیق وکنت انقل النوی من ارض الزبیر التی اقطعہ رسول اللہ</p>
---	--

زمین سے جو کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی اپنے سر پر گھٹلیاں اٹھا کر لاتی تھی جبکہ وہ زمین مجھ سے دو تہائی فرسخ (یعنی تقریباً چھ کلومیٹر) دور تھی، ایک دن میں گھٹلیاں سر پر اٹھا کر آ رہی تھی پس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملی اور آپ نے مجھے بلایا پھر (اُونٹ کو بٹھانے کے لئے) فرمایا: اخ، تاکہ مجھے اپنے پیچھے اُونٹ پر بٹھالیں، مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں، مجھے زیر اور اس کی غیرت یاد آئی جبکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ غیور تھے، جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہچان لیا کہ میں شرم کر رہی ہوں، چنانچہ آپ تشریف لے گئے، پھر میں زیر کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملے جبکہ گھٹلیاں میرے سر پر تھیں آپ کے ساتھ چند صحابہ کرام تھے آپ نے اُونٹ کو بٹھایا تاکہ اس پر سوار ہو جاؤں مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا، زیر نے کہا بخدا تمہارا گھٹلیوں کو سر پر اٹھانا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُونٹ سوار ہونے سے مجھ پر زیادت سخت تھا۔ حضرت اسماءؓ نے کہا میرا یہ حال رہا حتیٰ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد میری طرف ایک خادم بھیجا جو مجھ سے گھوڑے کے انتظام سے کفایت کرتا تھا گویا کہ اس نے مجھے آزاد کر دیا۔ (ت)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی راسی وہی منی علی ثلاثی فرسخ فجئت یوما والنوی علی راسی فلقیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعه نفر من الانصار فدعانی ثم قال اخ اخ لیحملنی خلفه فاستحیت ان اسیر مع الرجال وذکرت الزبیر وغیرتہ وکان اغیر الناس فعرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی قد استحيیت فمضی فجئت الزبیر فقلت لقینی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی راسی النوی ومعه نفر من اصحابہ فاناخ لارکب فاستحيیت منه وعرفت غیرتک فقال واللہ لحملک النوی کان اشد علی من رکوبک معه قالت حتی ارسل ابو بکر بعد ذلک بخادم یکفینی سیاسة الفرس فکانما اعتقتی¹۔

تکفیر کرنے والے حضرات ذرا سچ سچ کہیں اُن کے یہاں کے معزز شریف شہری لوگ کیا اسے روار کھیں گے کہ ان کی شریف خاندانی بیبیاں گھر کا پانی کنویں سے بھر کر لائیں شہر سے دو دو کوس پر جا کر گھوڑے کیلئے گھاس چھیلیں گھاس کا گھٹا سر پر رکھ کر سر بازار لائیں، بہنوئی نہیں خاص اپنے حقیقی بھائی ہی کے پیچھے مردوں

¹ صحیح بخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۶/۲

کے مجمع میں اُونٹ پر چھڑھی پھریں، کیا وہ ان باتوں کو عیب نہ جانیں گے، کیا وہ ان پر طعن نہ کریں گے، اگر نہیں تو زبانی جمع خرچ کی نہیں سہی، ذرا کر دکھائیں، اور اگر ہاں تو پہلے اپنی نسبت بتائیں پھر اور مسلمانوں پر منہ آئیں، میں اس قسم کی بکثرت حدیثیں پیش کر سکتا ہوں مگر عاقل کو ایک حرف کافی اور نامنصف کو دفتر ناوانی بلکہ اگر نظر تدقیق کیجئے تو ایک وجہ وہ بھی نکل سکتی ہے کہ کوئی شخص ان بلاد میں نکاح ثانی کو ممنوع شرعی جانے اور اس کی تکفیر کی طرف اصلاً راہ نہ ہو وہ یہ کہ مثلاً زید زعم کرے کہ نکاح ثانی فی نفسہ اگرچہ مباح ہے مگر ان اعصار و امصار میں نکاح بیوہ پر لوگ طعنہ زن ہو کر کبیرہ شدیدہ میں واقع ہوتے اور اس عورت کی مذمت کرتے اور اس سے نفرت رکھتے ہیں تو یہاں اس کا فعل مسلمانوں کے ایسے مہالک عظیمہ میں واقع ہونے اور اُن پر دروازہ کبائر و اتباع شیطان کھلنے کا باعث ہو گیا ہے اور جو مباح ایسے امور کی طرف منجر ہو اس عارض کو وجہ سے مباح نہیں رہتا شرعاً قابل احتراز ہو جاتا ہے۔ نظیر نمبر ۱۔ اس کی عوام کے سامنے حقائق عالیہ و دقائق عالیہ کا ذکر جو اُن کے مدارک و اقسام سے وراہو، کہ اشاعتِ علم فرض اور ستمانِ حرام، مگر یہاں عوام کا فتنہ میں پڑنا گناہ میں مبتلا ہونا متوقع، لہذا اُن کے سامنے ایسا بیان شرعاً ممنوع۔ حدیث میں ہے :

<p>لوگوں سے وہ باتیں کہو جنہیں وہ پہچانیں، کیا یہ چاہتے ہو کہ لوگ اللہ و رسول کی تکذیب کریں (اس کو بخاری نے اپنی صحیح میں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے موقوفاً روایت کیا اور علمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا۔ (ت)</p>	<p>حدثوا الناس بما يعرفون ان يكذب الله ورسوله^۱۔ رواه البخاری فی صحیحہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ موقوفاً علیہ والد یلی فی مسند الفردوس عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔</p>
--	--

حدیث ۲:

<p>ہمیں حکم ہے کہ لوگوں سے بقدر ان کے عقول کے کلام کریں۔ اس کو امام عبدالرحمن سلمیٰ اور ان کے طریق سے دیلمی اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابو الحسن تمیمی نے کتاب العقل میں حضرت عبداللہ</p>	<p>امراً ان تکلم الناس علی قدر عقولهم^۲۔ رواه الامام ابو عبد الرحمن السلمی ومن طریقہ الدیلمی و الحسن بن سفیان فی مسنده و ابو الحسن التیمی فی کتاب العقل عن</p>
--	--

^۱ صحیح البخاری کتاب العلم باب من خض بالعلم قومًا الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲۳/۱

^۲ الفردوس بہا ثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مکة المکرمہ ۳۹۸/۱

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)
--	---

حدیث ۳:

ماحدث احدکم قوماً بحديث لا يفهمونه الاکان فتنة عليهم ¹ رواه العقيل وابن السني وابونعيم في الرياضة وغيرهم عنه عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	تم میں سے کوئی شخص کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث کہ ان کی سمجھ سے دور ہو بیان نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ حدیث ان پر فتنہ ہو جائے گی (اس کو عقیل، ابن سنی اور ابو نعیم نے الرياضة میں اور دیگر محدثین نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)
---	--

دوسری روایت میں ہے :

لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما تحتمله عقولهم فیکون فتنة عليهم ² رواه عنه ابونعيم ومن طريقه الديلمی وفيه فکان ابن عباس یخفی اشياء من حدیثه ویفشیها الی اهل العلم۔	میری امت سے میری حدیثیں نہ بیان کرو مگر وہ جو ان کی عقلیں اٹھالیں کہ وہ حدیث فتنہ ہو جائے گی۔ اس کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابو نعیم نے اور ان کے طریق سے دیلمی نے روایت کیا اور اس میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بنی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے کچھ اشیا مخفی رکھتے اور انہیں اہل علم پر ظاہر فرماتے۔ (ت)
---	--

تیسری روایت میں ہے :

یا ابن عباس لا تحدث قوماً حدیثاً لا تحتمله عقولهم ³ رواه عنه	اے ابن عباس ! لوگوں سے وہ حدیث بیان نہ کرو جو ان کی عقل میں نہ آئے۔ (اس کی مسند الفردوس
---	---

¹ اتحات السادة بحواله العقيل في الضعفاء بيان ما بديل من الفاظ العلوم مطبع دار الفكر بيروت ۲۵۳/۱

² الفردوس بباثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مكة المكرمة ۱۷/۵

³ الفردوس بباثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مكة المكرمة ۳۵۹/۵

فی مسند الفردوس۔	میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرمایا۔ (ت)
------------------	--

حدیث ۴: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما انت بسحدث قوما حدیثا لاتبلغه عقولهم الاکان لبعضهم فتنة ^۱ ۔ رواہ مسلم فی مقدمة صحیحہ۔	تو جب کسی قوم سے وہ حدیث بیان کرے گا جس تک ان کی عقل نہ پہنچے وہ ضرور اُن میں کسی پر فتنہ ہو جائے گی۔
قلت ومن هذا الباب ما کان الامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنه یخفی فی بعض مجالسہ القول برویة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ لیلة المعراج ذکرہ الزرقانی وقد صح عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال حفظت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعائین اما حدیثا فبثثته واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم ^۲ ۔ رواہ البخاری۔	قلت (میں کہتا ہوں) اپنی بعض مجالس میں حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشب معراج نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روایت باری تعالیٰ کے قول پر چھپانا اسی باب سے ہے جیسا کہ زرقانی نے ذکر کیا، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث صحیح مروی ہے کہ میں نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کی دو نوعیں یاد کیں، ان میں سے ایک کو تو میں نے لوگوں میں پھیلایا، اور رہی دوسری تو اس کو اگر پھیلاؤں تو گلا کاٹ دیا جائے۔ اس کو بخاری نے روایت فرمایا۔ (ت)

نظیر ۲: عمامہ کا شملہ چھوڑنا یقیناً سنت مگر جہاں جہاں اس پر ہنتے ہوں وہاں علمائے متاخرین نے غیر حالت نماز میں اس سے بچنا اختیار فرمایا جس کا منشاء وہی حفظ دین عوام ہے۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی رسالہ آداب لباس میں فرماتے ہیں:

ارسال رابر ارسال شملہ براہین قیاسی بسیارست و ارسال آں سنت مؤکدہ دانند و علمائے متاخرین سوائے صلوات پنجگانہ را ارسال ندارند برائے طعن و مسخرہ جہاں زمانہ ^۳ ملخصاً۔	فقہاء کے پاس شملہ چھوڑنے پر بہت سے دلائل قیاسیہ موجود ہیں اور وہ اس کو سنت، مؤکدہ سمجھتے ہیں مگر علماء متاخرین جہاں زمانہ کے طعن و تمسخر سے بچنے کے لئے سوائے نماز پنجگانہ کے شملہ نہیں چھوڑتے ہیں اہ ملخصاً (ت)
--	--

^۱ الصحیح المسلم باب النهی عن الروایة عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹/۱

^۲ الصحیح البخاری کتاب العلم باب حفظ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳/۱

^۳ رسالہ آداب لباس عبدالحق دہلوی

نظیر ۳: قرآن عظیم کی دسوں "قرائیں حق اور دسویٰ منزل من اللہ، دسوں طرح حضور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا اور حضور سے صحابہ، صحابہ سے تابعین، تابعین سے ہم تک پہنچا تو ان میں ہر ایک کا پڑھنا بلاشبہ قرأت قرآن و نور ایمان و رضائے رحمان ہے۔ بایں ہمہ علماء نے ارشاد فرمایا کہ جہاں جو قرأت رائج ہو نماز و غیر نماز میں عوام کے سامنے وہی قرأت پڑھیں، دوسری قرأت جس سے ان کے کان آشنا نہیں نہ پڑھیں مبادا وہ اس پر ہنسنے اور طعن کرنے سے اپنے دین خراب کر لیں۔ ہندیہ میں ہے :

<p>حجہ میں ہے کہ ساتوں قراءات اور تمام روایات میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے لیکن اس بات کو درست سمجھتا ہوں کہ نامانوس قراءات میں امالات اور روایات غریبہ کے ساتھ قرآن مجید نہ پڑھا جائے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>في الحجة قراءة القرآن بالقراءات السبعة والروايات كلها جائزة ولكن ارى الصواب ان لا يقرء القراءة العجيبة بالامالات والروايات الغريبة كذا في التتارخانية¹</p>
---	--

رد المحتار میں ہے :

<p>اس لئے کہ بعض بیوقوف وہ کچھ کہیں گے جو وہ جانتے نہیں ہیں تو گناہ اور بد بختی میں مبتلا ہو جائیں گے، اور ائمہ کے لئے مناسب نہیں کہ وہ عوام کو اس چیز برا سمجھتے کریں جس میں ان کے دین کا نقصان ہے اور عوام کے دین کو بچانے کے لئے ان کے پاس ابو جعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کسائی کی قراءت میں قرآن مجید نہ پڑھائے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ اس کو ہلکا جانیں اور اس پر ہنسی اگرچہ تمام قراءات و روایات صحیح اور فصیح ہیں۔ ہمارے مشائخ نے ابو عمرو حفص کی قراءت کو اختیار کیا ہے جو عاصم سے مروی ہے اہ تاتارخانیہ از فتاویٰ حج۔ (ت)</p>	<p>لان بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون فيقعون في الاثم والشقاء ولا ينبغي للائمة ان يحملوا العوام على ما فيه نقصان دينهم ولا يقرأ عندهم مثل قراءة ابي جعفر وابن عمرو على بن حمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون او يضحكون وان كان كل القراءات والروايات صحيحة فصيحة وومشائخنا اختاروا قراءة ابي عمر وحفص عن عاصم اه² من التتارخانية عن فتاوى الحجة۔</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ فصل الرابع في القراءة لتوراني لكتب خانہ پشاور ۹/۱

² رد المحتار فصل في القراءة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶۳

نظیر ۴: قریش نے جب زمانہ جاہلیت میں کعبہ از سر نو بنایا کچھ تنگی خرچ اپنی اغراضِ فاسدہ سے نبائے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابنہ وعلیہ وبارک وسلم میں بہت تغیرات کر دیں، دو دروازہ غربی شرقی سے صرف ایک در شرقی رکھا اور اُسے بھی زمین سے بہت بلندی پر نکالا کہ جسے چاہیں میں خرچ زیادہ درکار تھا بانکہ یہ صریح بدعتِ جاہلیت و تغیر سنتِ ابراہیمی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی مگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض بغرضِ حفظِ دینِ نو مسلمین اُسے قائم و برقرار رکھا کہ تغیر بے ہدم عمارت موجود نہ ہوتی خدا جانے ان کے دلوں میں کیا وسوسہ گزرے۔ صحیحین میں ہے :

<p>عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت سألت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن الجدار من البيت هو قال نعم، قلت فما لهم لم يدخلوه في البيت قال ان قومك قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بأبه مرتفعاً قال فعل ذلك قومك ليدخلوا من شاءوا ويمنعوا من شاءوا ولولا ان قومك حديث عهدهم الجاهلية فأخاف ان تنكر قلوبهم ان ادخل الجدر في البيت وان الصق بأبه بالارض¹ وفي الاخرى ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال لها يا عائشة لولا ان قومك حديث عهد بجاهلية لامرت بالبيت فهدم فادخلت فيه ما اخرج منه والزقته بالارض وجعلت له بابين باباً شرقياً وباباً غربياً فبلغت به اساس ابراهيم² الخ۔</p>	<p>ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حطیم کی دیوار کے بارے میں پوچھا کہ کیا بیت اللہ کا حصہ ہے، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے دریافت کیا اس کو قریش نے بیت اللہ میں کیوں داخل نہیں کیا، آپ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا ہے، میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اتنا بلند کیوں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا تا کہ وہ جس کو چاہیں بیت اللہ میں داخل کریں اور جس کو چاہیں روک دیں، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ ان کو دلوں کو بُرا لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو بیت اللہ میں داخل کر دیتا اور دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نبی انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو گرانے کا</p>
--	--

¹ صحیح بخاری باب فضل المکة وبنیانہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۵/۱

² صحیح بخاری باب فضل المکة وبنیانہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۵/۱

حکم دیتا اور اس میں سے جو خارج کر دیا گیا ہے میں اس کو اس میں داخل کر دیتا اور اس کو زمین کے برابر کر کے دو^۲ دروازے بناتا ایک دروازہ مشرقی اور ایک دروازہ مغربی، اور میں اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔ (ت)

یہ تقریر اگرچہ دعوٰی ممانعت کے اثبات سے قاصر یا سراسر غلط ہی سہی مگر شک نہیں کہ اب تکفیر قطعاً محال کہ اس میں نفس اباحت کا کہ ضروریات دین سے تھی انکار نہ ہوا بلکہ اس میں کسی ایسی چیز کا بھی انکار نہیں جس کی وجہی سے تکفیر درکنار تفصیل ہو سکے غایت یہ کہ خطا و غلط کہنے وہ بھی بلحاظ دعوٰی ممانعت ورنہ شبہ نہیں کہ نظائر مذکورہ ان بلاد میں نکاح ثانی سے مصلحتاً احتراز کی وجہ موجب ہو سکتی ہیں جبکہ نوبت تا وجوب و افتراض نہ ہو کما یخفی علی اولی النہی واللہ الہادی الی صراط سوی (جیسا کہ عقلمندوں پر مخفی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

بالجملہ تکفیر اہل قبلہ و اصحاب کلمہ طیبہ میں جرات و جہالت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم و نکال کا صریح اندیشہ و العیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول و فعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع و فطیح ہو حتی الامکان کفر سے بچائیں اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رو سے حکم اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانب کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔ حدیث میں ہے حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الاسلام یعلو ولا یعلی ^۱ ۔ اخرجہ الرؤیانی والدارقطنی والبیہقی والضیاء فی المختارۃ والخلیل کلہم عن عائذ بن عمر والمزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رؤیانی، دارقطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمر و مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
--	--

احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالات کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور کفر کو غالب کرتے ہیں و العیاذ باللہ رب العالمین۔ حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

کفوا من اهل لا اله الا الله لا تکفروہم	لا اله الا الله کہنے والوں سے زبان روکوا نہیں
--	---

^۱ سنن ادا دارقطنی باب المہر نشر السنة ملتان ۲۵۲/۳

بذنب فمن اكفر اهل لاله الا الله فهو الى الكفر اقرب ^۱ ۔ رواه الطبرانی في الكبير بسند حسن عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما۔ (روایت کیا۔ت)	کسی گناہ پر کافر نہ کہو، لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ت)
--	---

حدیث ۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ثلاث من اصل الايمان الكف عن قال لاله الا الله ولا تكفر بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل ^۲ ۔ رواه ابوداؤد عن انس رضي الله تعالى عنه۔	تین باتیں اصل ایمان میں داخل ہیں، لا الہ الا اللہ کہنے والے سے باز رہنا اور اسے گناہ کے سبب کافر نہ کہا جائے اور کسی عمل پر اسلام سے خارج نہ کہیں۔ (اس کو ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا۔ت)
--	--

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

لا تكفروا احدا من اهل القبلة ^۳ ۔ رواه العقيلي عن ابی الدرداء رضي الله تعالى عنه۔	اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہ کہو (اس کو عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)
---	--

الحمد للہ کلام اپنی نہایت کو پہنچا اور حکم مسئلہ نے من جمیع الوجوہ رنگ ایضاح پایا خلاصہ مقصود یہ کہ عوام جو نکاح بیوہ کو باتباع رسم مردود و عنود و ننگ و عار سمجھتے ہیں اور کبھی ہی حالت حاجت و ضرورت شدیدہ ہو معاذ اللہ حرام کے مثل اس سے احتراز رکھتے ہیں، برا کرتے ہیں اور بہت برا کرتے ہیں، بیجا پر ہیں اور سخت بیجا پر، خاں صاحب شیخ صاحب مرزا صاحب درکنار وہ کوئی حضرت میر صاحب ہی ہوں تو کیا ان کی بیٹیاں نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص جگر پاروں سیدۃ النساء بتول زہرا صلی اللہ تعالیٰ علیہا و علیہا وسلم کی بطنی صاحبزادیوں سے زیادہ عزت والیاں بڑھ کر غیرت والیاں ہیں جن کے دودو تین تین اور اس سے بھی زائد نکاح ہوئے سبحان اللہ! ع

^۱ المعجم الكبير ترجمہ ۰ المكتبة الفيصلية بيروت ۲/۱۲

^۲ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغزو مع ائمة الجور آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۴۳

^۳ نصب الراية بحوالہ العقيلي الضعفاء باب الاحاديث في الاقتداء المكتبة الاسلاميه رياض ۲۸/۲

چہ نسبت خال را با عالم پاک

(ان خاکی عورتوں کو ان پاکباز عورتوں سے کیا نسبت۔ ت)

مسلمانو! کلمہ پڑھنے کی شرم کرو اور اپنے آقا اپنے مولا اپنے بادشاہ عرش بارگاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت چھوڑ کرنا پاکوں، گندوں، اینٹ پتھر کے بندوں کے قدم پر قدم نہ دھرو، ذرا غور کرو کس کی راہ چھوڑتے اور کس گمراہ کے پیچھے دوڑتے ہو۔
بقول دشمن پیاں دوست شکستی

بہ ہیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

(دشمن کے کہنے پر تو دوست کے پیاں (عہد) کو توڑنا ہے، بنظر غائر دیکھ تو کس سے قطع تعلق کر رہا ہے اور کس سے تعلق جوڑ رہا ہے۔ ت)

نکاح کی چھ صورتیں اور ان کے احکام مفصلاً گزرے انہیں بغور دیکھو اور بصدق دل عمل میں لاؤ کہ دنیا و آخرت کے منافع پاؤ، اور اس رسم نیک کے طعن و تشنیع سے قطعاً باز رہو کہ کہیں اس اندھے کنویں میں گر کر نور ایمان کو خیر باد نہ کہو، ادھر ان حضرات اہل تکفیر سے التماس کہ شوق سے منکر کو اٹھائیے بُری رسم کو مٹائیے مگر ذرا اپنا بھی نفع و نقصان دیکھ بھالے، اپنا بھی دین و ایمان روکے سنبھالے، یہ کیا موقع ہے اور کو نصیحت آپ کو نصیحت، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کی عظمت جانو تو اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سخت آفت مانو، یہاں زبان قابو میں ہے جسے چاہو کافر بناؤ مشرک کہہ جاؤ مگر اس دن کا بھی کچھ جواب بنا رکھو جب لا الہ الا اللہ کو اپنے قانلوں کی طرف سے جھگڑنا دیکھو۔ اے لا الہ الا اللہ کے سچے ایمان پر دنیا سے اٹھا امین امین الہ الحق امین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

الحمد للہ کہ یہ ثانی جواب خفیف جلسوں میں ۱۵ صفر ۱۳۱۲ھ کو تمام اور بلحاظ تاریخ اطائب التہانی فی النکاح الثانی ۱۳۱۲ھ نام ہوا، امید کرتا ہوں کہ یہ سب مباحث رائقہ و دلائل فائقہ حصہ خاصہ خامہ فقیر اور اس مسئلہ کی توضیح اس مطلب کی تنقیح میں آپ ہی اپنی نظیر ہوں والحمد للہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاہراً و الصلوٰۃ والسلام علی سید الانام محمد الحبيب والہ الکرام و رد او صدر او سرّاً و جہراً والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ سبّخہ و تعالیٰ اعلم۔



کتاب الطلاق

(طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱۱۳: ازواجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

چہ می فرماید علمائے شریعت پناہ و طریقت آگاہ دریں مسئلہ کہ زوجہ مسکئی زید کارِ فحش و ناقصہ علانیہ می نماید و زوجہ عمرو بہ خلاف شوہر خود می باشد و کارِ فحش پوشیدہ می کند و اس کارِ زشتہ او ہم پہلوئے یقین کامل ست پس بہ تشکیک یقینی شوہر شوہر او طلاق دادن خواهد درست ست یا نہ؟ بینوا توجروا۔	علمائے شریعت و طریقت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں، کہ زید کی بیوی فحش کاری و بدکاری علانیہ کرتی ہے، اور عمرو کی بیوی اپنے شوہر کے مخالف ہے اور فحش کاری خفیہ طور پر کرتی ہے اور اس کا بدکاری یقین کی حد تک ہے، پختہ ظن ہو جانے پر شوہر اس کو طلاق دینا چاہتا ہے تو کیا یہ درست ہے؟ بیان کرو، اجر پاؤ۔ (ت)
--	--

الجواب:

در صورتِ مستفسرہ طلاق باجماع درست و مباح ست زیرا کہ در اباحت طلاق علماء راسہ قول ست: یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گوئے سبب محض باشد مشی علیہ العلامة الغزی فی صورتِ مستفسرہ میں بالاجماع طلاق درست اور مباح ہے کیونکہ طلاق کے مباح ہونے میں علماء کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ طلاق مطلقاً مباح ہے اگرچہ بلاوجہ دی جائے۔ علامہ غزی نے تنویر کے متن	در صورتِ مستفسرہ طلاق باجماع درست و مباح ست زیرا کہ در اباحت طلاق علماء راسہ قول ست: یکے آنکہ مطلقاً مباح ست گوئے سبب محض باشد مشی علیہ العلامة الغزی فی صورتِ مستفسرہ میں بالاجماع طلاق درست اور مباح ہے کیونکہ طلاق کے مباح ہونے میں علماء کے تین قول ہیں: ایک یہ کہ طلاق مطلقاً مباح ہے اگرچہ بلاوجہ دی جائے۔ علامہ غزی نے تنویر کے متن
--	--

متن التنویر وزعم شارحہ العلامة العلائی انہ ہو قول العلامة وادعی العلامة المذہب۔ دوم آنکہ جزبوجہ پیروی زن یا آوارگی وبدو وضعی اواباحت نہ دارد وھو قول ضعیف کما فی ردالمحتار سوم آنکہ حاجتے باشد مباح ست ورنہ ممنوع ہمیں صحیح وموید بدلائل ست صححہ العلامة المحقق علی الاطلاق فی الفتح وانتصرلہ خاتمہ المحققین العلامة الشامی بمایتعین استفادہ ایں جاکہ آوارگی زناں متحقق ست ہر سہ قول براباحت طلاق متفق آمد بلکہ چوں فسق وار تکاب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب گردد فی الدر المختار بل یستحب لوموذية اوتارکة صلوة کذا فی الغایة^۱ وفی ردالمختار الظاهر ان ترک الفرائض غیر الصلوة کالصلوة^۲ اما واجب نیست اگر شوئے دادن نخواہند ہد فی الدر المختار لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرة^۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں اس کو بیان کیا ہے جس کے متعلق اس کے شارح علّامہ علائی کا خیال ہے کہ علامہ غزالی کا یہی موقف ہے اور علامہ بحر نے اپنی کتاب بحر میں دعوٰی کیا ہے کہ یہی حق اور یہی مذہب ہے۔ دوسرا یہ کہ بیوی کے بڑھاپے یا اس کی آوارگی یا بدو وضعی کے بغیر شوہر کے لئے طلاق دینا مباح نہیں ہے، یہ ضعیف قول ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر شوہر کو طلاق کی کوئی حاجت ہے تو مباح ہے ورنہ ممنوع ہے، یہی قول صحیح اور دلائل سے موید ہے۔ علامہ محقق نے فتح القدیر میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور علّامہ خاتمۃ المحققین شامی نے اس کا دفاع کیا ہے جس سے اس کی صحت مستفاد ہوتی ہے، مسئلہ صورت میں جب آوارگی پائی جاتی ہے تو تینوں اقوال پر طلاق کا مباح ہونا محقق ہے بلکہ عورت کا فسق اور کسی حرام فعل کا ارتکاب ثابت ہے تو طلاق مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: بلکہ عورت اگر موذی ہے یا نماز کو ترک کرنے کی عادی ہے تو مستحب ہے غایہ میں اسی طرح ہے، اور ردالمختار میں ہے کہ نماز کے علاوہ دیگر فرائض کا ترک بھی نماز کی طرح ہے، تاہم اس صورت میں طلاق دینا واجب نہیں ہے اگر خاوند طلاق نہ دینا چاہے تو نہ دے۔ درمختار میں ہے کہ فاسقہ عورت کا طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

^۱ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۵/۱

^۲ ردالمختار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۱۶

^۳ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰/۱

مسئلہ ۱۱۳: از کسر اٹون پر گنہ شکن آباد ڈاک خانہ سر ساگنجر مرسلہ تصدق حسین صاحب زمیندار و رئیس موضع مذکور ۶ رجب ۱۳۲۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابالغہ کی شادی ایک شخص سے ہوئی جو آنکھوں سے معذور ہے، عورت کی عمر اب دس برس کی ہے، اس کے سسرال والے چاہتے ہیں کہ اسے شوہر سے طلاق دلوا کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کر دیں اور عورت کی بڑی بہن بیوہ کا اس نابینا سے نکاح کریں، اس صورت میں چھوٹی بہن کہ بے خطا ہے کوئی شرعی جرم اس کے ذمہ نہیں، طلاق دینا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اس کا مہر ادا کرنا پڑے گا یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

بلا وجہ شرعی طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند و مبغوض و مکروہ ہے، حدیث میں ہے:

ابغض الحلال الی اللہ تعالیٰ الطلاق ^۱ ۔	حلال چیزوں میں سے طلاق دینا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)
---	---

مگر وہ اس کا اختیار ضرور رکھتا ہے، اگر دے گا ہو جائے گی، پھر اگر زوجہ سے ابھی خلوت یعنی بغیر کسی مانع کے تنہائی یکجائی نہ کی یا زوجہ کی ابھی وہ سالہ ہے قابلیت جماع اصلانہ رکھتی ہو جب تو نصف مہر دینا ہوگا اگر بندھا ہو، اور کچھ نہ بندھا ہو تو ایک پورا جوڑا جس میں دوپٹہ، پاجامہ اور عورتوں کے چھوٹے کپڑے اور جو تا سب کچھ ہو، اور مرد عورت دونوں کے حال کے لحاظ سے عمدہ نفیس یا کم درجہ یا متوسط ہو دینا آئے گا جس کی قیمت نہ پانچ درہم سے کم ہو نہ عورت کے نصف مہر مثل سے زیادہ ہو، اگر مرد عورت دونوں غنی ہیں تو نفیس اور دونوں فقیر تو ادنیٰ اور ایک فقیر دوسرا غنی تو اوسط اور اگر یہ دس سالہ لڑکی قابل جماع ہے اور خلوت ہو چکی تو پورا مہر لازم ہوگا۔ تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے:

تجب متعة لمفوضة و ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطاء و ہی درع و خمار و ملحفہ (قال فخر الاسلام هذا فی دیار ہم اما فی دیار فیض اذ علی انوار و	مفوضہ یعنی جس عورت سے مہر کے بغیر نکاح کیا ہوا اور اس کو وطی سے قبل طلاق دے دی ہو تو ایسی عورت کے لئے پورا جوڑا لباس دینا بطور متعہ واجب ہے، اور وہ قمیص، دوپٹہ اور بڑی چادر ہے (فخر الاسلام نے فرمایا یہ ان کے علاقہ کا رواج ہے،
---	---

^۱ سنن ابوداؤد باب فی کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

لیکن ہمارے ہاں اس پر تہبند اور جوتا مزید دیا جائے گا۔ میں کہتا ہوں اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہر علاقہ کا رواج وہاں کے لوگوں میں معتبر ہوگا یعنی جو لباس عورت باہر نکلتے وقت پہنتی ہو وہ دیا جائے گا، ش) اور وہ جوڑا قیمت میں مہر۔ ش کے نصف سے زائد نہ ہو اگر خاوند امیر ہو، اور اگر وہ غریب ہو تو پھر کم از کم پانچ درہم سے کم نہ ہو، اور اس جوڑے میں خاوند بیوی کی حیثیت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نفقہ میں دونوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے پھر اگر دونوں امیر ہیں تو عورت کو اس کا اعلیٰ لباس اور اگر دونوں فقیر ہوں تو ادنیٰ لباس، اگر دونوں کی حیثیت مختلف ہو تو پھر درمیانہ لباس دیا جائے گا اور یہ جو خصاف کا قول مذکور ہے۔ اور فتح میں اس کو اشبہ بالفقہ کہا ہے۔ بحر الرائق میں کہا ہے کہ خصاف کا قول ارنج ہے کیونکہ ولوالحیہ نے اس کو صحیح بتایا ہے اور کہا کہ اس پر فتویٰ ہے جیسا کہ نفقہ میں فقہاء نے فتویٰ دیا ہے، اھ ش) یہ تمام عبارت ملخص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مکعب کذا فی الدراية، قلت مقتضى هذا ان يعبر
عرف كل بلدة لا هلهما فيما تكسلي به المرأة عند
الخروج اه ش) لاتزيد على نصف مهر المثل
لوالزوج غنياً، ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقير
او تعتبر المتعة حالهما كالنفقة، به يفتي (فان كان
غنيين فلها الا على من الثياب، او فقيرين فالادنى، او
مختلفين فالوسط، وما ذكره قول الخصاف وفي الفتح
انه الاشبه بالفقہ قال في البحر قول الخصاف لان
الولوالجی صححه وقال وعليه الفتوى كما افتوا به في
النفقة اه ش) الكل ملخص واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹ شعبان ۱۳۱۸ھ

از ملک بنگالہ موضع سبیب پور علاقہ کلامرسلہ انوار الدین بار اول

مسئلہ ۱۱۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق حق اللہ یا حق العباد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

طلاق کسی کا حق نہیں، حق ہے وہ جس کا مطالبہ پہنچے، اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا، بلکہ بنے وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہگار ہو۔ اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند و مبغوض رکھتا ہے، تو نہ وہ حق اللہ ہے نہ حق العباد، ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی رنہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً

^۱ رد المحتار معہ درمختار شرح تنویر الابصار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۶/۲

اس پر طلاق دینی لازم ہو جاتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ان کو بھلائی کرتے ہوئے روک لو، یا ان کو بھلائی کے ساتھ رخصت کر دو۔ (ت)	فَأَمْسِكُوا هُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ^۱ ۔
--	--

ایسی حالت میں ضرور وہ حق العبد و حق اللہ دونوں ہو جائے گی، حق العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور، اور حق اللہ یوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱۶ تا ۱۱۱۷: از ملک بنگال ضلع سلہٹ ڈاک خانہ ایٹ کہولا موضع نارائن پور مرسلہ مولوی عبد الحکیم صاحب روز عرفہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

سوال اول: کسی نے تین برس کے بعد ایک عورت کے طلاق پر گواہی دی اب شرعاً گواہ مقبول ہے یا مردود؟ اور مدت فاصلہ جو درمیاں طلاق اور شہادت کے ہے مانع شہادت ہے یا نہیں؟ اور قبل اس شہادت کے تذکرہ طلاق اور عدم تذکرہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بینوا اتوجرو امع الدلائل (دلائل کے ساتھ بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

سوال دوم: طلاق حق اللہ ہے حق العباد؟ مع برہان قاطع بینوا اتوجرو

الجواب:

طلاق بمعنی الايقاع یعنی اُس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں،

کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔ (ت)	حيث لا مطالب لامن جهة العبد ولا من الله تعالى بل ابغض الحلال الى الله الطلاق۔
---	---

البتہ جب ادائے حق زوج پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حق العبد ہے حق زن کے لئے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبجۃً تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے لقولہ تعالیٰ:

انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے رخصت کرو۔ (ت)	فَأَمْسِكُوا هُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ^۲ ۔
--	--

^۱ القرآن ۲/۲۳۱

^۲ القرآن ۲/۲۳۱

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اُس کا ثمرہ حالاً مآلاً تحریم فرج ہے جو حق اللہ عزوجل ہے ولہذا اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کامدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادت طلاق دیں حکم طلاق دیا جائے گا اور اُن دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

یجب الاداء بلا طلب لو الشهادة في حقوق الله تعالى كطلاق امرأة ای بائنا وعتق امة وتدبيرها ¹ (ملخصاً)	طلب كئے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی حقوق اللہ میں ضروری ہے جیسا کہ کسی عورت کی بائنہ طلاق اور لونڈی کی آزادی اور اس کے مدبر کرنے کے بارے شہادت (ملخصاً)۔ (ت)
---	---

طحطاوی میں ہے:

وتقبل وان انكر الزوجان ²	بائنے طلاق کے متعلق شہادت قبول کر لی جائے گی اگرچہ خاوند بیوی انکار کریں۔ (ت)
-------------------------------------	---

ولہذا الطلاق بائن میں اگر شاہدین جانبین جبکہ زوجین بعد طلاق بھی بروجہ ناجائز معاشرت رکھتے ہوں بلاعذر شرعی شہادت ایک عدت تک ادا نہ کریں فاسق ہو جائیں گے اور اب ان کی گواہی مردود ہوگی۔ قنیه واشباہ ودر مختار میں ہے:

متى اخرشاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فيرد ³	اگر گواہ نے بلاوجہ حقوق اللہ میں شہادت دینے میں تاخیر کر دی تو وہ فسق قرار پائے گا اور اس کی شہادت مردود ہو جائے گی۔ (ت)
---	--

غمر العیون میں ہے:

شاهد الحسبة اذا اخرشهادته هل المعتبر خمسة ايام او ستة اشهر فيه خلاف ذكره في القنية ولم يذكره المصنف	اگر حقوق اللہ میں شہادت دینے میں گواہ نے تاخیر کی تو تاخیر میں پانچ دن یا چھ ماہ میں سے کیا معتبر ہے، اس میں اختلاف کو قنیه نے ذکر کیا ہے اور مصنف نے
---	---

¹ در مختار کتاب الشہادت مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۲

² حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الشہادت دار المعرفۃ بیروت ۲۲۹/۳

³ در مختار کتاب الشہادت مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۲

<p>ذکر نہیں کیا۔ بعض فضلاء نے کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قنۃ کا کم از کم پانچ دن کا ذکر کرنا کوئی قید نہیں ہے بلکہ قاضی کے ہاں پہنچ کر شہادت دینے کی قدرت کا مدار ہے۔ صیر فیہ کی یہ عبارت اس پر دال ہے کہ دو گواہوں نے شہادت دی کہ طلاق دینے کے باوجود یہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں جبکہ زوج نے طلاق اتنی مدت سے دے لکھی ہے تو ان کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے دونوں گواہ فاسق ہو گئے (ت)</p>	<p>رحمہ اللہ تعالیٰ قال بعض الفضلاء الذی یظہر ان ذکر خمسة ایام کلام القنۃ لیس بقید، بل المدار علی التمكن من الشہادۃ عند القاضی، ویدل علیہ ما فی الصیر فیہ شہدا انہما کان یعیشان عیش الازواج وکان طلقہا منذ کذا لاتقبل، لانہما صار فاسقین بتاخیرہما الشہادۃ^۱۔</p>
---	---

پس صورت مسئلہ میں اگر طلاق مغلط تھی یا طلاق بائن تھی اور ادائے شہادت سے کوئی عذر صحیح مانع نہ تھا اور شہادت ادا نہ کی تو گواہی مردود ہے اگرچہ ہنوز تین ہی دن ہوئے ہوں نہ کہ تین برس، اور اس سے پہلے تذکرہ و عدم تذکرہ طلاق میں کوئی فرق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸: بریلی محلہ نقشبندیاں مسئلہ سید والیت حسین صاحب ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ زید اور اس کی خالہ کے باہم نفاق دلی ہے اور دونوں کے مکان سکنا کا صحن ایک ہے، زید اپنی زوجہ کو ممانعت کرتا ہے کہ تو میری خالہ کے صحن مکان میں مت جایا کر، اور میری خالہ سے مت مل، اور نہ بات کر، نہ کچھ لینے دینے کا رسوم رکھ کہ وہ میری مخالف ہے۔ اور وہ اس کی نہیں مانتی اور اس کی خالہ کے مکان میں جانا اور اس سے بات کرنا اور راہ رسم نہیں چھوڑتی، اور جب زید اس بات پر اس سے سخت کلامی کرتا ہے تو وہ برابر سخت کلامی کرتی ہے اور اپنے ماں باپ اور خالہ سے زید کو مجبور کراتی ہے یہاں تک کہ زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے، اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اس کی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے، تو ایسی عورت نافرمان کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس حالت میں کہ وہ بار حمل سے ہو، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جاوے۔

الجواب:

حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ: عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے

^۱ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب القضاء والشہادت والدعاویٰ ادارة القرآن کراچی ۱/۱۱۳۴

تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے¹۔
دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ: مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو اگر تمہیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری ہوگی²۔
اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قرب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔	فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ³
---	---

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کر کے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصطلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے، فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اگر عدت کے اندر یعنی حاملہ کے بچہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا، وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اس سے الگ رہے، یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام۔

مسئلہ ۱۲۰ تا ۱۱۹: از چھاؤنی فیروز پور مرسلہ عبدالعزیز خاں پنشنر یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
بخدمت اقدس حامی شرع رسول، حاوی معقول و منقول حضرت مجدد مائتہ حاضرہ جناب مولانا صاحب دامت فیوضہم، مؤدبانہ السلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ طلاق بہر نچ کے باشد عورتوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ایقاع بلا وجہ لمجیہ شرعیہ نادرست اور حرام ہے۔ در مختار میں ہے:

وايقاعه مباح عند العامة لاطلاق الايات اكمل، وقيل قائله الكمال	طلاق دینا جمہوری فقہاء کے نزدیک مباح ہے کیونکہ طلاق والی آیات کریمہ مطلق ہیں مکاذ کرہ اکمل اور بعض نے
---	---

¹ صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷۴

² صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷۴

³ القرآن الکریم ۲/۲۱۶

الاصح حطرہ الاحاجۃ الخ۔	کہا یعنی کمال الدین ابن ہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو مباح ہے الخ (ت)
-------------------------	--

معاشرتِ نساء کے بارے میں جو آیات اور احادیث وارد ہیں اُن میں بھی جانبِ عدم ایقاع اور حرمتِ مرنج معلوم ہوتی ہے، بعد نکاح ایقاع و عدم کل مختار ہے اور عدم ایقاع زیادہ مختار اور پسندیدہ نظرًا الی الایات والاحادیث التي وردت فی المعاشرة بالنساء (اُن آیات و احادیث کے پیش نظر جو عورتوں سے معاشرت کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ ت) اور بعد چند سال کے اگر آپس شقاق واقع ہو تو پنچایت مطابق آیت وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ² (اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔ ت) مصالحت کی راہ سے اختیار کریں بنا بریں قرار پایا کہ میں اس عورت کو ہرگز طلاق نہ دوں گا تا زندگی، اور اقرار نامہ لکھ دیا اور اپنے اختیار ایقاع طلاق کو اس معاہدہ سے باطل کر دیا ہے اور بروئے اقرار نامہ کے طلاق نہیں دے سکتا کہ اسے نقض معاہدہ لازم آتا ہے نقض معاہدہ عام ہے وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ³ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا³ (وعدہ وفا کرو یقیناً عہد کے متعلق سوال ہوگا۔ ت) واقع ہو ابدیں لحاظ ایقاع طلاق بلا وجہ موجب شرعیہ حرام اور محظور ہوگا لہذا سوال کے جواب میں طلاق دینا بلحاظ اقرار نامہ محظور و ممنوع لکھنا درست اور استفتاء ثانی میں عدم وقوع طلاق عبارت عالمگیر یہ سے بظاہر ثابت ہوتا ہے وہ بھی صحیح ہے کیونکہ حبیب خاتون کے خاوند نے طلاق نامہ اس بنا پر لکھوایا ہے کہ اسے خرچ نہ دینا پڑے لہذا اس کا طلاق نامہ لکھوانا قابلِ سماعت نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کا بیان ہے کہ میں نفقہ نہیں دوں گا میں اُس کو طلاق نامہ رجسٹری بذریعہ ڈاک بھیج چکا ہوں، مسماۃ حبیب خاتون نے واپس کر دیا مسماۃ خاتون انکاری ہے اور کہتی ہے کہ مجھے خبر تک بھی نہیں کہ مجھے طلاق دیا گیا اور طلاق نامہ میرے پاس نہیں بھیجا گیا، لہذا ملتئم ہوں کہ براہِ عنایت و نوازش قدیمانہ کے دستِ بستہ عرض ہے کہ آپ ہر دو² استفتاء کو بعد ملاحظہ کے حقیقت مسئلہ سے آگاہ فرمائیں کیونکہ اس مسئلہ کی اشد ضرورت ہے اور جناب کی ذات والا صفات پر کمال بھروسہ ہے۔

سوال: جو عورت صالحہ نمازی اللہ اور رسول کی تابعداری ہے احکامِ شریعت پابندی خاوندی کی تابعداری ہر ایک حکم میں مع ہذا چار پانچ سال بعد کسی ناچاقی کے وقت میں روبروئے پنچایت اقرار نامہ بھی لکھ دیا جس میں شرط

¹ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتہائی دہلی ۲۱۵/۱

² القرآن ۳۴/۴

³ القرآن ۳۴/۱۷

ہے کہ تازندگی طلاق نہیں دُوں گا، کیا اسے پانے اس اقرار نامہ کے رو سے اس عورت کو طلاق دینا جائز اور درست ہے؟ اور شیر خوار لڑکی بھی اس کے پاس ہے۔

سوال متعلق سوال سابق اقرار نامہ

سائل نے یہ بھی تحریر کر دیا ہے اس اقرار نامہ کے ضمن میں نان نفقہ بابت پانچ روپیہ ماہور دیا کروں گا، خرچ نہ بھیجنے پر عورت نے حاکم کے پاس نالش کی ہے، مدعا علیہ کی طلبی ہوئی، اس پر جواب دعویٰ کے ساتھ وکیل نے طلاق نامہ لکھوا کر پیش کر دیا ہے، یہ طلاق نامہ نان و نفقہ کے نہ لازم ہونے کے لئے پیش کیا ہے کہ میں اس کو طلاق نامہ دے چکا تھا جس سے عورت انکاری ہے، کیا یہ طلاق نامہ اس کا ایسی صورت میں معتبرہ اور نان و نفقہ اس پر واجب نہ ہوگا؟

جواب سوال اول

شے واحد میں حل و حظر کا دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں، طلاق فی نفسہ حلال ہے، اور از انجا کہ شرع کو اتفاق محبوب اور افتراق مبغوض ہے، بے حاجت یا ریت محظور ہے، حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الى الله الطلاق ¹ ۔	حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے (ت)
--	---

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی، آیہ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ² ۔	اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! جب آپ طلاق دیں تو عدت کو پیش نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔ (ت)
---	--

اور حدیث میں فرمایا:

¹ سنن ابوداؤد باب کراہیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶

² القرآن ۱/۶۵

لَعَنَ اللَّهُ الزَّوَاقِينَ ^۱ -	نکاح کو شغل بنانے والے مرد اور عورت پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (ت)
---	--

اور فرمایا:

ان المختلعات هن النافقات ^۲ -	خلع طلب کرنے والی عورتیں منافق ہیں (ت)
---	--

اور فرمایا:

ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الا منافق ^۳ -	طلاق کی قسم دینے والا مومن نہیں، اور طلاق کی قسم لینے والا صرف منافق ہے۔ (ت)
--	--

آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہی وجہیں حل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اُسے قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان سب صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز و مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں مستحب، علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قادر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہئے کہ

لان ^۴ یلقی اللہ ومهرها فی عنقه خیر له من ان یعاشر امرأة لاتصلی کما فی الخانیة والغنیة وغیرهما ^۴ -	اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی میں بیوہ کا ہر شوہر کے گلے میں پڑا ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز عورت سے معاشرت جاری رکھے، جیسا کہ خانیہ، غنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)
---	--

^۱ مجمع الزوائد باب من یکثر الطلاق دار الکتب بیروت ۳۳۵/۴

^۲ التوغیب والتزیب باب تربیب المرأة ان تسأل زوجها مصطفی البابی مصر ۸۴/۲، جامع الترمذی ابواب الطلاق امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۴۲/۱

فـ۱: غالباً حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ان اللہ لایحب الزواقین والزوقات۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معجم اوسط ۴/۱۳، دُرمنثور

۲/۸، ۲/۷، تفسیر القرطبی ۱۸/۱۴۹، کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۱۱۹۲، ان سب کتب میں "ان اللہ لایحب الزواقین" کے الفاظ ہیں "لعن اللہ الزواقین" کے الفاظ نہیں۔ **نذیر احمد**

^۳ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۴۰۶۳۴، مؤسسة الرسالة بیروت ۶۸۹/۱۶

^۴ رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت /

فـ۲: یہ عبارت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اصل الفاظ یوں ہیں: "لان القی اللہ وصد اقہا بدمتی خیر من ان

اعاشر امرأة لاتصلی"۔ ملاحظہ ہو رد المحتار کا صفحہ مذکور ۲/۴۱۶۔ **نذیر احمد**

بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے، جیسے اس کو اس کے ماں باپ کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا و ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو۔ "لان العتوق حرام والا جتناب عن الحرام واجب" (کیونکہ نافرمانی حرام ہے اور حرام سے بچنا واجب ہے۔ ت) حدیث میں فرمایا:

وان امرک ان تخرج من اهلك ومالك فاخرج ¹ ۔	اگر والدین بیوی اور مال سے علیحدگی کا حکم دیں تو ایسا ہی کرو۔ (ت)
---	---

ہاں بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑ ضرور جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی "بیدہ عقدۃ النکاح" (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ت) اس کا مرتکب مکروہ وہ بلکہ گنہگار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم فَكَلِّفُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ² (عدت کو پیش نظر رکھ کر طلاق دو۔ ت) مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گنہگار۔ عہد نامہ کا اثر فقط اتنا ہوگا کہ بلا حاجت جو طلاق جو طلاق دینا مکروہ تھا اب سخت مکروہ ہوگا کہ نقض عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہو سکتا، دے گا تو پڑ جانے میں شبہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی ہوگا مگر وقوع سے یہ بھی مانع نہیں ہو سکتا، دے گا تو پڑ جانے میں شبہ نہیں اگرچہ مخالفت کا عہد بھی اس پر الزام آئے گا۔ اس عہد کا اگر حاصل یہ تھا کہ پانے اختیار طلاق کو سلب کرتا ہے تو وہ عہد ہی مردود ہے کہ تغیر حکم شرع ہے شرع مطہر نے اس کو مالک کیا ہے اس ملک کو باطل نہیں کر سکتا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما بال اقوام یشترون شروطا لیست فی کتاب اللہ، من اشترط شرطاً لیس فی کتاب اللہ فہو ردان کانت مائة شرط شرط اللہ احق واوثق ³ ۔	قوموں کا کیا حال ہوگا کہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شخص ایسی شرط لگائے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ نہیں، تو وہ شرط مردود ہے اگرچہ ایسی سو شرطیں ہوں، صرف اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شرط قبولیت کے لائق اور باوثوق ہے۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

¹ الترغیب والترہیب من ترک الصلوۃ بعداً مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۳۱، السنن الکبریٰ کتاب القسم والنشور دار صا دبیروت ۳۰۴/۷، کنز

العمال حدیث ۲۴۰۰۱۸ موسسة الرساله بیروت ۲۹/۱۶

² القرآن ۱/۶۵

³ صحیح مسلم باب بیان ان الولاء طن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۴/۱

<p>يقع كثير في كلام العوام انت طالق تحلى للخنازير وتحرّمى على وافتي في الخيريّة بأنّه رجعي لان قوله وتحرّمى على ان كان للحال فخلاف المشروع لانها لا تحرّم الابعد انقضاء العدة وان كان للاستقبال فصحيح ولا ينافي الرجعة وكذلك افتي بالرجعي في قولهم انت طالق لا يردك قاضى ولا عالم لانه لا يملك اخراجه عن موضوعه الشرعى وايدّه في حواشيه على المنح بمافى الصيرفية لوقال انت طالق ولارجعة لى عليك فرجعية¹ - والله تعالى اعلم -</p>	<p>عوام کے کلام میں کثیر الوقوع ہے کہ "تجھے طلاق ہے تو خنزیروں پر حلال اور مجھ پر حرام ہے"، خیر یہ میں فتویٰ دیا ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے کیونکہ "تو مجھ پر حرام" کہنا، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ "فی الحال مجھ پر حرام" تو یہ خلاف، مشروع ہے کیونکہ طلاق کے بعد بیوی عدت ختم ہونے پر حرام ہوتی ہے اور استقبال کے لئے حرام کیا تو یہ صحیح ہے اور یہ رجوع کرنے کے خلاف نہیں اور یوں ہی فقہاء نے رجعی طلاق کا فتویٰ دیا ہے جب کوئی یہ کہے کہ تجھے ایسی طلاق جس پر تجھے کوئی قاضی اور عالم واپس نہ کر سکے، کیونکہ ایسا کہنے کا وہ مجاز نہیں کہ جس سے وہ شرعی حکم کو معطل کر دے۔ منح کے حواشی میں اس کی تائید پر صیرفیہ کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اور تجھے پر رجوع کا حق نہیں ہے، تو یہ طلاق رجعی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	---

جواب سوال دوم

طلاق نامہ در بارہ وقوع طلاق ضرور معتبر ہے اس کے کہنے سے کہ میں طلاق دے چکا ہوں، ضرور طلاق ہو جائے گی،

<p>لانہ يملك انشاء في الحال فلا ينافى فيما قال -</p>	<p>کیونکہ فی الحال وہ طلاق کا مالک ہے، تو جو اس نے کہا وہ اس کے مخالف نہیں۔ (ت)</p>
--	---

ہاں زمانہ کی طرف اس کی اسناد اگر کرے کہ اتنے دن ہوئے میں اسے طلاق دے چکا ہوں تو یہ مدت نہ مانی جائے گی بلکہ اسی
وقت سے طلاق قرار پائے گی۔ در مختار میں ہے:

<p>لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوى انها من وقت الاقرار نفياً</p>	<p>اگر ماضی میاں میں کسی وقت کی طلاق اقرار کیا تو مطلقاً اس وقت اقرار سے طلاق کا فتویٰ ہے تاکہ</p>
---	--

¹ رد المحتار باب الصريح من كتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۱۲

لتهمة المواقعة ¹ ۔	میاں بیوی کے ناجائز سمجھوتہ کی تہمت نہ لگ سکے (ت)
-------------------------------	---

مگر نفقہ مفروضی ساقط کرنے کے لئے اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس وقت تک کا نفقہ مفروضہ دلائل کے اور اس وقت سے مطلقہ مانیں گے اور آج سے تنہا عدت تک کا نفقہ واجب کریں گے۔ ہاں اگر عورت بھی تسلیم کر لے کہ اتنا زمانہ ہوا طلاق ہو چکی اور عدت گزر چکی تو بے شک نفقہ لازم نہ آئے گا مگر طلاق بہر حال اس وقت سے لازم ہے۔ درمختار میں بعد عبارت مذکورہ ہے:

لكن ان كذبته في الاسناد او قالت لا ادرى وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى وان صدقته فكذا لا غير انه لا نفقة لا سكنى لقبول قولها على نفسها خانية ² (ملخصاً)	لیکن اگر عورت مرد کو زمانہ کی نسبت میں جھوٹا قرار دے یا کہے کہ مجھے معلوم نہیں، تو ایسی صورت میں اقرار کے وقت سے عدت شروع ہوگی، اگر اس کو نفقہ اور رہائش دینی ہوگی، اور عورت اس کی تصدیق کرے تو پھر حکم یہی ہے مگر وہ اپنی تصدیق کی وجہ سے اپنے نفقہ اور سکنتی اور سکنتی کے حق سے محروم ہو جائے گی (ملخصاً) (ت)
---	---

ذخیرہ امام برہان الدین محمود پھر ہندیہ میں امام خفاف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے:

لو ان رجلاً قدمته امرأته الى القاضى وطالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضى كنت طلقته منذ سنة وانقضت عدتها وجدت الطلاق لا يقبل قوله فان شهد له شاهدان بذلك والقاضى لا يعرفهما فانه يأمره بالنفقة عليها فان عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلث حيض في هذه السنة. فلانفقة لها عليه فان اخذت منه شيئاً ردت عليه ³ ۔	اگر کسی عورت نے قاضی کے ہاں کسی شخص کی پیشی کرا دی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کو ایک سال قبل طلاق دے دی تھی اور عدت بھی گزر چکی ہے اور عورت طلاق کا انکار کر دے تو قاضی مرد کی بات کو قبول نہیں کرے گا، اگر دو گواہوں جن کو قاضی نہیں جانتا، نے گواہی مرد کے حق میں دی تو پھر بھی قاضی نفقہ واجب کر دے گا، ہاں اگر عورت ان گواہوں کو عادل قرار دے اور تین حیض سال بھر میں گزرنے کا اقرار کر لے تو اب عورت کے لئے نفقہ نہ ہوگا پھر اگر عورت نے کچھ وصول کیا ہو تو واپس کرے گی۔ (ت)
--	---

بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

¹ درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷

² درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۷

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثالث فی نفقة المعتدة نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵۹

لم یقبل قوله فی ابطال نفقتها ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	مرد کا قول بیوی کے نفقہ کو باطل کرنے میں قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۱۲۱: از بنارس محلہ پتر کنڈہ مکان بوائن صاحبہ مرسلہ مولوی ابوالخیر سید حسن صاحب ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ
سیدی مولائی وماوائی مدظلہ اللہ تعالیٰ بعد السلام علیکم کے خدمت میں عرض یہ ہے کہ حضور معتمد علیہ کلی ہیں لہذا یہ استفتاء بھیجا جاتا ہے حضور ہی کے مہر پر جواز و عدم جواز ہے اگرچہ اکثر علماء نے دستخط کیا ہے، صورت سوال یہ ہے:

چہ می فرمائید دین اندریں صورت کہ زید بحضور خالد بعدم موجودگی عدم تسمیہ ہندہ یعنی زوجہ خود گنت یک طلاق، دو طلاق، سہ طلاق، میدہم یا نمی دہم بیچک نہ گفتہ و بکر کہ برادر حقیقی زید ست می گوید کہ زور وئے من بلا تسمیہ و بلا حضور ہندہ می گفت طلاق میدہم طلاق میدہم طلاق عمر و میگوید کہ صبح زید زیر سیدم کہ شب گزشتہ در مکان شمشور و غل بچ سبب بود گفت من طلاق دادہ ام (بلا حضور ہندہ و بلا تسمیہ و اضافت) و ہندہ لفظ طلاق از جائے دیگر شنیدہ می گوید کہ زید یعنی شوہرم مرا طلاق دادہ است زید ازو انکار می سازد۔ دریں صورت ہندہ مطلقہ خواہد شد یا نہ؟	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے خالد کے ہاں اپنی بیوی ہندہ کا نام لئے بغیر، بغیر اسکی موجودگی کے لئے "ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق"۔ اس نے "دیتا ہوں" یا "نہیں دیتا ہوں" کچھ نہ کہا۔ زید کا حقیقی بھائی بکر کہتا ہے کہ میرے سامنے زید نے اپنی بیوی ہندہ کی غیر موجودگی اور اس کا نام ذکر کئے بغیر کہا: "طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں، میں طلاق دیتا ہوں"۔ عمرو کہتا ہے صبح میں نے زید سے پوچھا کہ تمہارے گھر گزشتہ رات کیا شور و غل ہو رہا تھا، اس نے کہ میں نے طلاق دی ہے۔ (یہ ہندہ کا نام اور اسکی طرف نسبت کئے بغیر اس کی غیر موجودگی میں کہا ہے) اور ہندہ نے طلاق کے متعلق کسی سے سن کر کہا کہ زید یعنی میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، جبکہ زید اس سے انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں ہندہ کو طلاق ہوئی یا نہ۔ (ت)
--	---

حضور والا را سخ المحققین ہیں گو کہ کبھی اس حقیر کو حضور و ملازمت حاصل نہ ہوئی لیکن فیوضات نامتناہی سے مستفیض ہوتا ہے، اکثر فتوے حضور کے اس شہر میں آتے رہتے ہیں، یہ واقعہ اس خاکساری کے بالمواجہ ہوا ہے، زید نے بلا تسمیہ و خطاب و اضافت بحالت عدم موجودگی ہندہ لفظ "طلاق" و "طلاق دیتا ہوں" کہا ہے

^۱ بدائع الصنائع کتاب النفقة فصل فی سبب وجوب بذہ النفقة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۸/۴

اور صبح کو بوقتِ دریافت عمرو زید نے کہا کہ میں نے جو کہا کہ میں نے طلاق دیا ہے بلا تسمیہ و بلا اضافت بطرف زوجہ اس کہنے سے زید کی مراد وہی لفظ طلاق ہے جو شب کو کہا تھا انشا نہیں خبر دے رہا ہے طلاق شب کی۔ زیادہ حد ادب !

الجواب:

حکم ہر دو گونہ است حکم دیانت و حکم قضاء، دیانت آنکہ فیما بین العبد و ربہ باشد ایں جادیں گراں رادخل نیست او داند و خدائے او۔ دریں سخن اضافت بسوئے زن نیست، اگر در دل ہم قصد اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست و ذلك لان الطلاق لا وقوع له الا بالايقاع ولا ايقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولا يتأتى ذلك الا بالاضافة ولو في النية. فاذا خليا عنه لم يكن احداث تعلق اذ لا تعلق الا بمتعلق فلم يكن ايقاعاً فلم يورث وقوعاً وهذا ضروري لا يرتاب فيه، مجرد تلفظ بلفظ طلاق ہی بے اضافت بزنی نہ در لفظ و نہ در قصد اگر موجب تطلق شود ہر کسے کہ لفظ طلقت یا طلاق دادم یا می دہم بر زبان آورد زن او مطلقہ شود اگرچہ ہمیں قصد حکایت دارد و لازم آید طلبہ در کتاب الطلاق ازیں گونہ صہا

حکم دوم ۲ طرح ہوتا ہے ایک دیانت اور دوسرا قضاء۔ دیانت حکم کا معنی یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں، بندہ جانے اور اس کا خدا جانے اور مسئلہ صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت کا قصد نہ کیا ہو تو قطعاً طلاق نہ ہوئی، کیونکہ طلاق کا وقوع بغیر واقع کرنے (ایقاع) کے نہیں ہوتا اور ايقاع اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک طلاق کا تعلق بیوی سے نہ کیا جائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں ہو، تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیونکہ تعلق بغیر متعلق نہیں ہو سکتا، اس لئے ايقاع نہ ہوگا، تو وقوع بھی نہ ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، اسلئے کہ اگر زبان پر لفظ طلاق نسبت لفظی یا ارادی کے بغیر ہی طلاق دینے کا موجب قرار پائے تو لازم آئے گا کہ جو شخص بھی کسی صورت میں اپنی زبان سے لفظ طلاق استعمال کرے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے خواہ حکایت کرتے ہوئے ہی استعمال کرے، نیز دینی طلباء کتاب الطلاق

میں اس قسم کے صدا الفاظ پڑھنے، تکرار اور بحث کرنے میں بار بار زبان پر لاتے ہیں تو لازم کہ آئینہ گاہ ان سب کی بیویوں کو تین طلاق پڑ جائیں۔ جبکہ یہ خالص جھوٹ ہے۔ محیط اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی تو موجودہ صورت میں زید اپنی نیت کو اس سے زیادہ جاننے والا ہے، اگر ہندہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ دوسروں کا فہم یا ان کی بات اس معاملہ میں مضرت نہیں ہے، جو لوگ طلاق کے خواہاں ہیں ان کو کسی مفتی کا فتویٰ عدم طلاق کارآمد نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ دل کی باتوں کو جانتا اور امور کا فیصلہ آخر اس کے پاس ہوگا۔ حکم قضاء میں قاضی اور عورت کا کردار ہوگا، تو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قضاء بھی طلاق کو واقع کرنے کے حکم کے لئے اضافت کا تحقق ضروری ہے، جیسا کہ مذہب کی کتب میں بے شمار مرتبہ مذکور ہے، اور اس فقیر نے ردالمحتار کی تعلیقات میں بحث کرتے ہوئے پہلے لفظی اضافت کی تحقیق پیش کی کہ وہ کن کن صورتوں میں ہو سکتی ہے پھر یہ تحقیق کی کہ اگر لفظ ہر طرح اضافت سے خالی ہوں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ یہاں کوئی ایسا قرینہ

الفاظ می خوانند و در بحث و تکرار بار بار زبان رانند زنان ہمہ سہ^۳ طلاق مانند هل هذا الا بهت بحت۔ در محیط و ہندیہ وغیرہا است لایقع فی جنس الاضافة اذا لم ینول عدم الاضافة اليها^۱ زید بہ نیت خود عالم هست و عالم الضمائر والسرائر جل جلالہ، از و عالم تراست اگر ارادہ طلاق ہندہ نہ کردہ بود ہندہ، ہمچنان زن اوست و فہم و قول دیگران ہیچ زیاں نیارد آچنان کہ محبان قصد طلاق فتوائے مفتی بعدم سود نہ دارد، واللہ علیم بذات الصدور والیہ سبحانہ ترجع الامور، واما حکم قضاء کہ قاضی وزن باں کار بند پس تحقیق آں ست کہ قضاء نیز حکم بوقوع طلاق را از تحقق اضافت باگزیر ست، کما فی کتب المذہب لا یحصی عددها ولا ینقطع مددہا ومن فقیر در تعلیقات خودم بر ردالمحتار بعد تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق آں کہ اضافت در لفظ ہر چند گونہ است تحقیق نمودہ ام کہ چون لفظ از ہمہ وجوہ اضافت تہی باشد آنگاہ بگزیرند اگر ایں جاقرینہ باشد کہ باو رائج تر ارادہ اضافت ست قضاءً

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نوری کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

حکم بطلاق کنند نظر الی الظاہر واللہ یتولی السرائر
اگر شوہر بہ قسم انکار ارادہ آں را کند پس اور امصدق وارند وزن را
مطلقہ نانگارند لکونہ امیناً فی الاخبار عن نفسہ وقداقی
بہا یحتملہ کلامہ در ہندیہ از فتاویٰ می آرد رجل قال لا
مرأتہا گر تو زن منی سہ ۳ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال
لم انو الطلاق لانہ لما حذف فلم یکن مضیفاً
الیہا^۱۔ ہندیہ از محیط می نگارد سئل شیخ الاسلام الفقیہ
ابونصر عن سکران قال لامرأته اتریدین ان
اطلقک قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یک
طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی و اخرجی من عندی وهو
یزعم انه لم یرد بہ الطلاق فالقول قوله^۲ ہمچنان
در خانہ فرمود وزاد معللاً لانہ لم یضف الطلاق

موجود ہے جس سے اضافت کا ارادہ رائج طور پر معلوم ہوتا ہو
تو قضاء ظاہر قرینہ کی بناء پر طلاق کا حکم کر دیا جائے گا، باطنی امور
اللہ تعالیٰ کے سپرد ہیں ارادے کا انکار کرتا ہو تو اس کی بات
مان لی جائے گی اور اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی، کیونکہ وہ اپنے
بارے میں خبر دینے میں امین متصور ہوگا جبکہ وہ بات بھی
ایسی ہی کہتا ہے جس کا کلام میں احتمال موجود ہے۔ ہندیہ میں
متعدد فتووں میں کہا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا اگر
تو میری بیوی، تین طلاق (یائے نسبت کو محذوف کیا) تو طلاق
نہ ہوگی جب یہ بتائے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، کیونکہ
یائے اضافت کو حذف کر دینے کی وجہ سے بیوی کی طرف
اضافت کا ذکر نہ ہوا، ہندی نے محیط سے نقل کرتے ہوئے
لکھا کہ شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے کسی نے پوچھا کہ ایک نشے
والا اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق
دوں؟ بیوی نے جواب میں ہاں کہا تو نشے والے نے فارسی
میں کہا اگر تو میری بیوی، ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اٹھ
جا، نکل جا۔ اور خاوند کا گمان ہے کہ میں نے طلاق کا ارادہ نہیں
کیا تو اس کی بات مان لی جائیگی۔ یوں ہی خانہ میں ہے لیکن
اس پر انہوں نے علت

^۱ الفتاویٰ الہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفارسیۃ توراتی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

^۲ الفتاویٰ الہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفارسیۃ توراتی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

بیان کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا، کیونکہ اس نے طلاق کی اضافت بیوی کی طرف نہ کی، نیز ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول لکھا، کہ، نجم الدین سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے بیوی کو کہا جب تو گئی تو طلاق ہو جائے گی، اور کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق کی نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص کی بات مان لی جائیگی۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا ہاں مان لی جائے گی خانیہ اور ہزاریہ میں بھی ہے، کسی نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر نہ ٹکنا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر عورت نکل جائے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کو ذکر نہ کیا تو اس میں غیر بیوی کی قسم کا احتمال ہے اس لئے اس کی بات تسلیم کر لی جائے گی، اگر وہاں قرینہ بالکل نہ ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی اور قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، مگر یہ کہ خاوند طلاق کے ارادے کا اقرار کرے۔ خلاصہ، ہندیہ، وجیز اور نقروی وغیرہا میں ہے کہ ایک نشہ والے سے اس کی بیوی فرار ہو گئی، وہ پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا: تین طلاق کے ساتھ، پس اگر وہ خاوند کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی نیت سے کہا، تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر اس نے

الیہا^۱، نیز در ہندیہ از ذخیرہ می سپارد سنل نجم الدین عن قال لامرأته چون تو روی طلاق داده شد و قال لم انو الطلاق هل یصدق قال نعم^۲ ہم در خانیہ و ہزاریہ است قال لها لا تخرجی الی باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکرہ حلفہ بطلاقها و یحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له^۳، واگر ہجو قرینہ نیست آنگاہ حکم طلاق اصلاً نہ کنند مگر آنکہ شوہر اقرار ارادہ طلاق نماید۔ در خلاصہ و ہندیہ وجیز و نقروی وغیرہا است سکران ہر بت منہ امرأته فتبعها ولم یظفر بها فقال بالفارسیة بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع^۴ و لفظ مجموعہ چنان است

^۱ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق مطبوعہ ٹولکسور ۲۱۹/۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۵/۱

^۳ فتاویٰ ہزاریہ علی حاشیۃ الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲۷۰/۴

^۴ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطلاق الفصل الاول من جنس اخر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ج۲ ۷۶/۳

فرت ولم یظفر بها فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا لا، ودر بحر الرائق لو قال طالق فقیل من عنیبت فقال امرأتی طلقت امرأته^۱، فقد علق الوقوع علی اقراره انه عنها این ست تحقیق انیق وبه یحصل بتوفیق اللہ تعالیٰ التوفیق وتام الکلام فی غیر المقام مع توضیح المسائل وتنقیح الدلائل مذکور فیما علقنا علی رد المحتار فعلیک به فانک لا تجده فی غیره والحمد للہ العزیز الغفار۔ چوں اس معنی عالی منجلی شد حالاً در مسئلہ دائر نظر باید پیدا است کہ لفظ عاری از اضافت ست وسائل فاضل در نامہ خودش و انمودہ کہ صدور این کلام از زید ابتداء بود بے مکالمہ احدے در بارہ طلاق ہندہ حتی یتوہم وجود الاضافۃ فی سوال صدر ہذا جواباً لہ و السؤال معاد فی الجواب باز آغاز اظہار سوال آنست کہ زید ہمیں یک طلاق دو طلاق سہ طلاق

کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ اور مجموعہ الفتاویٰ کے الفاظ یہ ہیں: بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا، تین طلاق، اگر وہ کہے میں نے بیوی کے ارادے سے یہ الفاظ کہے ہیں تو بیوی کو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، بحر الرائق میں ہے: کسی نے کہا طالق، تو پوچھا گیا کہ تو نے کس کے ارادے سے کہا، اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ارادے سے کہا ہے، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی اھ۔ بحر الرائق نے طلاق واقع ہونے کو اس کے اقرار سے مشروط کیا ہے کہ اس نے بیوی مراد لی ہے، یہ واضح تحقیق ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عبارات میں موافقت ہو گئی ہے، اس کی مکمل بحث دوسری جگہ مسائل کی وضاحت اور دلائل کی چھان بین کے ساتھ رد المحتار کے ہمارے حاشیہ میں مذکور ہے، اس کی طرف رجوع تجھ پر لازم ہے کیونکہ دوسری جگہ ایسی تحقیق نہ پائے گا، سب تعریف اللہ تعالیٰ غالب اور بخشنے والے کے لئے ہی ہے۔ جب یہ عالی شان بحث روشن ہو گئی تو اب زیر نظر مسئلہ میں غور کرنا ضروری ہے کہ یہاں لفظ اضافت سے خالی ہیں، اور مسائل نے اپنے خط میں خود واضح کیا ہے کہ زید سے یہ کلام ابتداء صادر ہوا ہے جس سے قبل کوئی مذاکرہ طلاق ہندہ کسی نے نہیں کیا، تاکہ یہ شبہہ ہو سکے کہ ہندہ کے بارے میں طلاق کے سوال میں اضافت مذکور ہے جس کے جواب میں یہ کلام ہے

^۱ بحر الرائق باب الطلاق الصریح (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۳/۳)

گفت ومی دہم وغیرہ بادیچ نیامیحت پس ایں صورت از وجہ دوم اعنی عدم قرینہ مذکورہ باشد کما رأیت النص فی قوله بعد طلبہا وعدم الظفر بہا سہ طلاق اوبہ طلاق پس ایں جا قضاء نیز حکم طلاق را خود گنجائش نیست لانہ ح یتوقف علی اقرارہ وزید ہنہنا ب عنہ کما ذکرہ فی السؤال، واگر رنگ ثبوت گیرد کہ زید طلاق می دہم گفتہ بود چنان کہ بکر بردش دانمود، آنگاہ غایت آنکہ ایں صورت از صور وجہ اول باشد فان قوله میدہم فان نفی احتمالات اخر کانت لسری الی ماعری عنہ کان یقول سہ طلاق یرید دادنی است او دادن میخواہم اوسہ طلاق را سزاوار است الی غیر ذلک مما لیس من الایقاع شیعہ فلا ینفی احتمال ارادۃ غیرہا ولیس باصرح من قوله لامرأتہ لاتخرجی فانی حلف بالطلاق بل ولا من قوله لہا اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بل الحق ان ہذین اللفظین المنصوص علیہما اصرح وقوله طلاق میدہم من دون

اور جواب میں سوال کا اعادہ ہونے کی وجہ سے جواب میں اضافت پائی گئی ہے، پھر سائل نے سوال کی ابتداء میں ذکر کیا کہ زید نے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق بغیر ذکر "دیتا ہوں" وغیرہ کہے ہیں، تو اس سے قرینہ نہ ہونے کی دوسری وجہ پائی گئی جیسا کہ اسکی نص پہلے "بیوی بھاگ گئی اور کامیاب نہ ہوا" آپ کو معلوم ہے تو خاوند نے "تین طلاق" یا "تین طلاق کے ساتھ" کہا تھا (اور قرینہ نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہ ہوئی تھی) لہذا یہاں حکم قضاء بھی طلاق کی گنجائش نہیں ہے، کہ اب طلاق، زید کی اقرار پر موقوف ہوئی جبکہ زید یہاں انکاری ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے، اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ زید نے "میں دیتا ہوں" کہا ہے جیسا کہ اس کا بھائی بکر کہہ رہا ہے تو ایسی صورت میں بھی یہ ہوگا کہ زیادہ سے زیادہ اس کو پہلی صورتوں سے ایک صورت شمار کیا جائیگا کیونکہ زید کا کہنا "میں دیتا ہوں" اگر دوسرے احتمالات کی نفی بھی کردے تب بھی ان الفاظ کی طرح ہوگا جو "میدہم یعنی میں دیتا ہوں" سے خالی ہیں، جیسے تین طلاق کہنا کہ اس میں "میں نے دی"، "دینا چاہتا ہوں" یا "یہ تین طلاق کے لئے لائق" وغیرہ احتمالات ہیں جو کہ طلاق کو واقع کرنیوالے نہیں ہیں، لہذا اس سے دوسرے احتمالات کی نفی نہ ہوگی، اور یہ لفظ بیوی کو کہنا "مت نکل" کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے بلکہ اس کو یہ کہنا "تو اگر میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق" وغیرہ سے زیادہ صریح نہیں ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ دونوں الفاظ "طلاق می دہم" سے زیادہ صریح ہیں، اور زید کا اپنی

ذکر جری لامرأته ہندہ ولامن غیرہا پس اس جائز حکم طلاق علی الاطلاق نتواں کرد بلکہ اگر زید بقسم گوید کہ بایں سخن ارادہ طلاق زنش نہ کردہ بود مصدق دارند وزن را مطلقہ شمارند کہما قدمنا النصوص علیہ ہمچنان قول او بجواب عمرو کہ طلاق دادہ ام نیز از اضافت خالی است در سوال وجواب بیچ جاذ کر زن نیست پس قضاء حکمش ہماں حکم الفاظ سابقہ است و دیانۃ ازاں ہم آسان تراست کہ طلاق دادہ ہم صریح در اخبار است اگر ایں جاضافت در نیت داشتہ از اضافت منویہ عاری بود لانہ ح لایکون الا اخبار کاذبا والاخبار الکاذبہ لایرد بہ طلاق دیانۃ کہما نص علیہ فی الخیریۃ ورد المحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار، پس در صورت مستفسرہ حکم قضاء آن است کہ اگر ثابت ہماں بمجرد لفظ یک طلاق دو طلاق سہ طلاق بے ضم می دہم است کہما مشروح فی اول السؤال آنگاہ بازید بیچ تعرض نہ کنند بعدم ثبوت الطلاق اصلا، و اگر بدو شاہد عدل ثبوت نہ پذیرد کہ سہ بار طلاق میدہم گفتہ بود پس زید را سوگند دہند اگر حلف کرد کہ بایں سخن طلاق زن

بیوی ہندہ یا غیر کے ذکر کے بغیر "طلاق می دہم" کہنے پر بھی علی الاطلاق قاضی طلاق کا حکم نہ کرے گا، بلکہ اگر زید قسم کھا کر کہہ دے میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا تو قاضی کو اس کی تصدیق کرنی ہوگی، اور بیوی کو مطلقہ نہ قرار دے گا، جیسا کہ ہم سابقہ نصوص میں اسے بیان کر آئے ہیں اور یونہی زید کا عمرو کے جواب میں یہ کہنا "طلاق دادہ ام" (میں نے طلاق دی ہے) بھی اضافت سے خالی ہے، لہذا قضاء اس کا حکم بھی سابقہ الفاظ کی طرح ہوگا، اور دیانۃ یہ لفظ پہلے الفاظ سے آسان ہیں کیونکہ "طلاق دادہ ام" صریح خبر ہے اس میں یہاں اگر اضافت کی نیت ہو تب بھی طلاق نہ پڑے گی نیز مذکورہ الفاظ نیت میں اضافت سے خالی ہونے کی بناء پر جھوٹی خبریں قرار پائیں گے جبکہ جھوٹی خبر سے طلاق کا ارادہ دیانۃ درست نہیں ہے جیسا کہ اس پر خیر یہ اور رد المحتار وغیرہما معتبر کتب میں تصریح موجود ہے۔ لہذا مسئلہ صورت میں قضاء حکم یہ ہے کہ اگر صرف یہی الفاظ ہوں ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، ان کے ساتھ "میدہم" نہ ثابت ہو تو یہ زید سے کسی قسم کا تعرض جائز نہ ہوگا کیونکہ طلاق کا اصلاً کوئی ثبوت نہیں، اور اگر زید نے ان الفاظ کے ساتھ "میدہم" کہا ہو تو پھر اگر دو^۲ گواہ عادل ثابت نہ کر سکیں کہ زید نے تین بار "طلاق میدہم" کہا ہے تو زید سے قسم لی جائے، اگر حلفا کہہ دے کہ میں نے ان الفاظ سے بیوی کی طلاق

مراد نہیں لی، تو زید بری ہے اور اس کو امن ہے اور اگر وہ قسم سے انکار کرے تو وہ طلاق کے ارادہ کا معترف قرار پائے گا اور اس کی بیوی کی تین طلاق ہو جائیں گی۔ واللہ سبحانہ، و

تعالیٰ اعلم (ت) اقول: وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہے۔) کچھ امور باقی ہیں، کیونکہ جب آپ فقہاء کرام کی عبارات کو ترک اضافت کے مسائل میں غور سے تلاش کریں تو آپ ان کو کبھی یوں پائیں گے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی جب تک خاوند بیوی مراد لینے کا قول نہ کرے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا وقوع خاوند کے اس قول سے مشروط ہے، اور کبھی وہ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہوگی جب تک یہ نہ کہہ دے کہ کسی اور عورت کا ارادہ کیا ہے یا میں نے بیوی کی طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اضافت طلاق کا عدم وقوع اس کی مذکور وضاحت پر موقوف ہے، اگر وضاحت نہ کرے تو طلاق ہو جائے گی اگرچہ بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ بھی ظاہر کرے۔ اور کبھی تم دیکھو گے کہ فقہاء کرام ایسی صورت میں طلاق کا حکم دیتے ہیں اور نیت کی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اضافت بھی متروک ہوتی ہے جہاں پر کوئی بیوی یا کسی غیر سے خطاب کر رہا ہو اور کبھی ان کو اضافت کے باوجود نیت کا متلاشی پاؤ گے، جبکہ مخاطب کے کلام میں اضافت پائی جائے اور کبھی آپ سُنیں گے کہ وہ اضافت نہ ہونے کے باوجود نیت نہ ہونے پر وقوع طلاق کا

نخواستہ ام رائش گزارند وانش دارند واگر کول کند بارادہ طلاق معترف شود سہ طلاق رنگ ثبوت یابد۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اقول: وبالله التوفیق بقی بعد اشیاء فانك ان تتبع فروع ترك الاضافة وجدتهم، ربما يقولون لا يقع ما لم يقل اردتها فهذا يدل على ان الوقوع مشروط بالقول، وربما قالوا يقع ما لم يقل اردت غير ما اولم اردطلاقها فهذا يدل على ان عدم الوقوع هو الموقوف حتى لو لم يقل ذلك وقع وان لم يقل اردت طلاقها، وربما تراهم يحكمون بالوقوع من دون حاجة الى النية مع ترك الاضافة حيث وجدت في كلام الخاطب كالمرأة وغيرها وواخرى تراهم ينوون مع وجود الاضافة في كلام الخطاب، وربما تسبعمهم يحكمون بالوقوع مطلقاً من دون نية مع عدم الاضافة لافي قوله ولا في قول غيره، وربما ينوون في

هذه الصورة فهذه اختلافات يتحير لديها من لم يتأمل ولم ينزل كل فرع على ما ينبغي ان ينزل۔
و الذي تحصل للعبد الضعيف بتوفيق المولى اللطيف جل وعلا، ان الاضافة لا بد منها ام في اللفظ واما في النية اذ لا تطلق الا بالايقاع الاباحداث تعلق الطلاق بالمرأة، وليس ذلك الا بالاضافة وهذا ضروري لاشك فيه اذ لولا له لزم الطلاق عل كل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوهما وان لم يرد على هذا شيئا ولم يرد طلاق امرأته وهو باطل قطعاً فاشتراط الاضافة حق لامرية فيه، نعم قد توجد الاضافة في اللفظ فلا يحتاج في الحكم الى النية وقد لا توجد في اللفظ فيحتاج الى ظهور النية۔
اما وجود الاضافة في اللفظ فاقول: على ثلثة انحاء، الاول تحققها صريحاً في كلام الزوج وهذا الذي ذكر الحلبي والطحاوي امثلته كقوله انت طالق

حکم لگاتے ہیں حالانکہ خاوند یا غیر کے کلام میں اضافت کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، اور بعینہ اسی صورت میں کبھی وہ نیت کی بات کرتے ہیں، تو فقہاء کرام کی عبارات میں یہ اختلافات ہیں جو غور کرنے والے اور ہر مسئلہ کو مناسب محمل پر محمول نہ کرنے والے کے لئے حیرت کا باعث بنتے ہیں۔ (ت) اور عبد ضعیف کو اللہ تعالیٰ لطف فرمانے والے جلّ و علا کی توفیق سے جو حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ بیوی کو طلاق دینے دینے میں اضافت ضروری ہے لفظوں میں ہو خواہ وہ نیت میں ہو، کیونکہ طلاق کا وقوع، ایقاع پر موقوف ہے اور ایقاع کا وجود نہیں ہوتا تا وقتیکہ طلاق کو عورت سے متعلق نہ کا جائے، اور یہ چیز ہے جس میں شک نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر طلاق کو عورت کی طرف منسوب کرنا اور اس کی طرف اضافت کرنا ضروری نہ ہو تو پھر طلاق یا طالق کا تلفظ کرنے والے ہر شخص کی بیوی کو طلاق لازم ہو جائے اگرچہ وہ اس پر کسی چیز کا ارادہ نہ کرے یا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا لہذا طلاق کے وقوع کے لئے نسبت اور اضافت کے شرط ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اضافت کبھی لفظوں میں موجود ہوتی ہے تو اس وقت حکم کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہوتی اور کبھی لفظوں میں اضافت نہیں ہوتی اس وقت نیت کو ظاہر کی حاجت ہوتی ہے۔ (ت) (یا میں اضافت کا موجود ہونا فاقول: (تو میں کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے: اول، یہ کہ خاوند کی کلام میں صراحۃً پائی جائے وہ یہ کہ جس کی مثال علامہ حلبي اور طحاوي نے یہ ذکر کی ہیں، مثلاً تو طلاق

والی ہے، میں تجھے طلا دی، (بیوی کو اشارہ کرتے ہوئے) اس کو، نام لے کر، زینب کو، زید بیٹی کو، عمرو کی ماں، بکر کی بہن کو، میری بیوی کو، طلاق دوسری دوسری صورت، یہ کہ طلاق الفاظ کسی ایسی کلام کے جواب میں ذکر کئے جائیں جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جواباً طلاق کے الفاظ میں بھی متحقق ہوگی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے، اس کی مثالیں ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلاً بیوی کہے "طلاق تیرے ہاتھ میں ہے مجھے طلاق دے۔" تو جواب میں خاوند کہے "میں نے طلاق دی" تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پڑیں گی (ت) اور ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الائمہ اوزجدنی سے سوال ہوا کہ عورت کہے اگر طلاق میرے ہاتھ میں ہوتی تو اپنے ہزار طلاق دے دیتی، اس کے جواب میں خاوند نے کہا میں بھی ہزار دے دیں، یہ نہ کہا کہ تجھے دے دیں، تو شمس الائمہ نے جواب دیا کہ طلاق ہو جائے گی، اور ہندیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، اس پر لوگوں نے ملامت کی، تو خاوند نے کہا میں نے دوسری دی، اس میں نہ تو بیوی کی طرف نسبت کی اور نہ ہی لفظ طلاق کہا، تو شمس الائمہ نے فرمایا یہ دوسری بھی ہو گئی اگر بیوی عدت میں ہوا، ہندیہ میں خانیہ سے منقول، کہ خاوند کے پاس بیوی کی ماں داخل ہوئی اور کہا کہ تو نے بیوی کو طلاق دے دی تو نے

او طلقتك او هذه او زينب او بنت زيد او امر عمرو او اخت بكر او امرأتی طالق، الثانی "تحققها فيه لاجل كونه جواباً لكلام تحققت فيه فتحقق في الجواب ايضاً لان السؤال معاد في الجواب وهذا ما في الهندية عن الخلاصة قالت طلاق بدست تو است، مر اطلاق كن فقال الزوج طلاق مي كنم وكور ثلثاً طلقت ثلثاً¹ اهو وفيها عن الذخيرة سئل شمس الائمة الاوز جندی عن امرأة قالت لزوجها لو كان الطلاق ببدي لطقت نفسي الف تطليقة فقال الزوج من نیز ہزار دادم ولم يقل دادم تر اقال يقع الطلاق² اهو وفيها عن العمادية زن را گفت ترا طلاق دادم، مرد ماں ملامت کردند، گفت دیگر دادم نہ گفت ویرا ونہ گفت طلاق، قال يقع اذا كان في العدة³ اهو وفيها عن الخانية دخلت عليه امرأته فقالت طلقها ولم تحفظ حق ابیها وعاتبته في ذلك فقال الزوج هذه ثانیة او هذه ثالثة

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۴

تقی اخری ولو عاتبتہ ولم تذکر الطلاق فقال هذه
المقالة لاتقع الزيادة الابالنية^۱ اه وفي جامع
الفصولین برمز فشین لفوائد شیخ الاسلام برهان
الدین قال تربیک طلاق فلا موهت دیگر دادم یقع آخر
لانه جواب لذلك وبناء علیه^۲ اھ قلت یعنی اذا ذکر و
فی البلامۃ طلاق المرأة کی یکون معادافی الجواب والا
لم یقع بدون نية كما سمعت من الخانية وانما لم
یذکره فشین لان العادة ذکر ما لیم علیه فی البلامۃ
کما لا یخفی۔

اس کے باپ کے حق کا بھی پاس نہ کیا اور ناراضگی کا اظہار کرتے
ہوئے خاوند کو ملامت کر رہی تھی تو خاوند نے کہا یہ دوسری یا یہ
تیسری ہے، تو یہ بھی واقع ہو جائیگی اور ملامت کرتے ہوئے اگر
لفظ طلاق کو ذکر نہ کیا ہو اور خاوند واقع نہ ہوگی اھ۔ اور جامع
الفصولین میں فشین کی رمز سے بیان کیا، فشین کا اشارہ فوائد شیخ
الاسلام برهان الدین کی طرف ہے، خاوند نے بیوی کو کہا تجھے ایک
طلاق، لوگوں نے اس کو ملامت کی، اس نے کہا اور میں نے دوسری
دی، دوسری واقع ہو جائے گی، کیونکہ یہ جواب کے طور اور پہلی
طلاق پر مبنی ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) یعنی یہ تب ہے جب
لوگوں نے ملامت میں عورت کی طلاق ذکر کی ہوتا کہ جواب میں
اس کا اعادہ ہو ورنہ نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ آپ
نے خانیہ سے سنا ہے، اس بات کو فشین نے اس لئے ذکر نہ کیا کہ
عاوۃ جس چیز ملامت کی جاتی وہ ملامت میں مذکور ہوتی ہے، جیسا کہ
مخفی نہیں ہے۔ (ت)

اگر تو اعتراض کرے کہ کیا ہندیہ میں ذخیرہ سے یہ نہیں ہے کہ
نجم الدین سے ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس کو اس کی
بیوی نے کہا کہ میرا تیرے ساتھ گزارہ نہیں ہے مجھے طلاق
دے، تو اس کے خاوند نے کہا تیرے منہ جیسی کو طلاق دی ہوئی
ہے۔ اور پھر کہتا ہے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو کیا اس شخص
کی تصدیق کی جائے گی، تو نجم الدین نے فرمایا ہاں۔ اور بعض ائمہ
نے اس بات میں نجم الدین کی موافقت

فان قلت! ليس في الهنديه عن الذخيرة سئل نجم
الدین عن قالت له امرأته مرا برک باتو باشیدن نیست
مر الطلاق ده فقال الزوج چوں توروئے طلاق داده شد وقال لم
انوالطلاق هل یصدق قال نعم ووافقه فی هذا الجواب
بعض الائمة^۳ اھ وفيها عن المحيط سئل

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵۲/۱

^۲ جامع الفصولین الفصل الثانی والعشرون فی مسائل الخلع الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۷/۱

کی ہے اہ اور اسی میں محیط سے مروی ہے کہ شیخ الاسلام فیتہ ابونصر سے ایک نشے والے کے بارے میں سوال ہوا جس نے بیوی کو کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ بیوی نے کہا ہاں چاہتی ہوں۔ تو اس خاوند نے بالفاظ فارسی یوں کہا اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، میرے پاس سے اُٹھ اور نکل جا۔ اب خاوند کا خیال ہے کہ میں نے اس بات سے طلاق مراد نہیں لی، تو خاوند کی بات مقبول ہوگی اہ کہا اس لئے کہ خاوند نے طلاق کو بیوی کی طرف منسوب نہیں کیا اہ تو ان مذکورہ واقعات میں ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں کیا حالانکہ تمام میں بیوی کے کلام میں اضافت موجود ہے۔ نجم الدین کے مسئلہ میں تو ظاہر ہے لیکن فقیہ ابونصر اور خانیہ کے مسئلہ میں تو ظاہر ہے لیکن فقیہ ابونصر اور خانیہ کے مسئلوں میں اس لئے کہ بیوی نے جب ہاں کہا تو یہ خاوند کی بات "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" کا جواب ہے تو گویا بیوی نے کہا میں چاہتی ہوں کہ تو مجھے طلاق دے، (لہذا ان مسائل میں بیوی کے کلام میں اضافت مذکور ہوئی اس کے باوجود کہ خاوند کے جواب میں اضافت معتبر ہے ان حضرات نے طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دیا) قلت وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے) کہ مخاطب شخص اپنے کلام میں جواب سے

نجم الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأته أتریدین ان اطلقک قالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سه طلاق قومی اخرجی من عندی وهو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله¹ اھ ومثله فی الخانیة معللاً بانه لم یضف الطلاق الیہا² اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود الاضافة فی کلامها اما فی فرع الامام نجم الدین فظاہر۔ واما فی فرع الفقیہ ابی نصر والخانیة فلان قولها نعم کان جواباً لقوله اتریدین ان اطلقک فكانها قالت اریدان تطلقنی، قلت وبالله التوفیق المخاطب اذا اتی فی کلامه بکلام اجنبی عن الجواب یخرج عن کونه جواباً ویصیر کلاماً مبتدأ ففی المسئلین انما کان جواب قولها ان یقول طلاق داده شد او یک طلاق ودو طلاق وسه طلاق ولو اقتصر علی هذا

¹ الفتاویٰ الہندیة الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیة تورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

² الفتاویٰ القاضیخان باب التعلیق نوکسور لکھنؤ ۱/۲۱۹

اجنبی کوئی بات کرے تو وہ جواب نہیں رہتا بلکہ نیا کلام متصور ہوتا ہے، تو مذکورہ دونوں مسئلوں میں جواب صرف اتنا تھا طلاق دی گئی یا ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اگر خاوند جواب میں اتنی بات ہی کہتا تو طلاق کے واقع ہونے کا حکم ہوتا اور نیت کی ضرورت نہ ہوتی، جیسا کہ پہلے گزرے مسائل میں اس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ لیکن جب ان دونوں مسئلوں میں خاوند نے، پہلے میں "جب تو جائے" اور دوسرے میں "اگر تو میری عورت ہو" جواب سے زائد کردئے تو یہ بیوی کو جواب نہ ہوا بلکہ نیا کلام بن گیا جس سے سوال والی اضافت ختم ہو گئی۔ اس قاعدہ کی علماء نے تصریح کی ہے۔ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جو علماء کے کلام کا خادم ہے۔ اسی قاعدہ پر ذخیرہ سے منقول ہے، ایک شخص نے دوسرے کو کہا آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو تو دوسرے نے جواب میں کہا خدا کی قسم میں ناشتہ نہیں کروں گا، یہ کہہ کر وہ اسی شخص کے گھر جا کر اس کے گھر والوں کے ساتھ ناشتہ کرتا ہے، تو قسم سوال کو جواب بنانا بھی ممکن ہے کیونکہ اس نے جواب پر کوئی حرف زیادہ نہیں کیا اس کے برخلاف اگر ہو مستقل زائد کلام کرتے ہوئے یہ کہتا خدا کی قسم میں تجھ سے ناشتہ نہ کروں گا، تو پھر صرف جواب ہونا ممکن نہیں (لیکن یہاں صرف ناشتہ نہ کروں گا، کہا جو کہ صرف جواب کے طور پر درست ہو سکتا ہے) اھ ملخصاً (ت)

اس پر اگر تیرا اعتراض ہو کہ ہندیہ میں خلاصہ سے منقول مسئلہ کے بارے میں کیا جواب ہو گا جس میں عورت نے کہا مجھے طلاق دے تو خاوند نے اس کو مارا اور کہا یہ طلاق ہے، تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر

الحکم بالوقوع من دون الحاجة الى نية كما كان في الفروع المتقدمة التي تلونا لكنه لما زاد قوله چون تو روئے او قوله اگر تو زن منی، لم يبق جواباً وصار كلاماً مبتدأ فلم تسر اضافة السؤال اليه وقد نص على هذا الاصل العلماء كما لا يخفى على من خدم كلماتهم من ذلك عن الذخيرة قال له تغدي معي قال والله لا تغدي فذهب الى بيته وتغدي مع اهله لا يحسن لان قوله خرج جواباً لسؤال المخاطب وامكن جعله جواباً لانه لم يزد على حرف الجواب بخلاف ما لو قال والله لا تغدي معك لانه زاد على حرف الجواب ومع الزيادة عليه لا يمكن ان يجعل جواباً¹ اھ ملخصاً۔

فان قلت ما الجواب عن فرع الهندية عن الخلاصة لو قالت طلقني فضر بها وقال لها اينك طلاق لا يقع ولو قال اينك طلاق يقع² اھ فقد كانت

¹ رد المحتار بحوالہ ذخیرہ کتاب الايمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۵/۳

² الفتاویٰ الہندیہ الفصل السابع فی الطلاق باللفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

الاضافة موجودة في السؤال وهو لم يزد في الجواب شيئاً حتى يجعل كلاماً مبتدأً۔

قلت لما اخذ يضربها بعد قولها طلقني اورث ذلك احتمالاً في كونه جواباً وقال اينك طلاق مي خوابي بل الظاهر من الضرب هو الرد دون الجواب فان الجواب الجواب بمعنى قولهم يحتمل السؤال وقبول المأمول وهذا معنى قولهم يحتمل جواباً وسبباً او جواباً ورداً او جواباً محضاً فاذا وقع الاحتمال لم يتيقن بكونه جواباً حتى يحكم بسراية اضافة السؤال اليه فمعنى قوله لا يقع اي ما لم ينو وقوله يقع اي وان لم ينو لوجود الاضافة في نفس الكلام۔

الثالث ان لا يشتمل كلامه على الاضافة ولا يكون خرج مخرج الجواب لكن يكون اللفظ خصه العرف بتطبيق امرأة فحيث يطلق يفهم منه اي قاع الطلاق على المرأة كقولهم الطلاق يلزمي و

یوں کہا یہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہو جائے گی اھ، تو اس مسئلہ میں عورت کے سوال میں اضافت موجود ہے اور خاوند نے جواب میں کوئی زائد حرف ذکر نہیں کی، جس کو نیا مستقل کلام تصور کیا جائے۔ (ت)

قلت (میں کہتا ہوں) جب خاوند نے طلاق کے مطالبہ پر بیوی کو مارنا شروع کیا تو اس وجہ سے یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ یہ جواب ہے یا جواب میں رد کی کاروائی ہے۔ تو بیوی کے سوال پر مارنا ناراضگی کے طور پر مار کر کہا تو یہ طلاق چاہتی ہے بلکہ ظاہر یہی ہے کہ مارنا رد ہے جواب نہیں ہے کیونکہ جواب کا معنی مسئول کا جواب دینا، اور مسائل کی امید کو پورا کرنا، دونوں میں استعمال ہوتا ہے، فقہاء کے قول کہ "یہاں جواب اور گالی، یا جواب اور رد یا محض جواب کا احتمال ہے" کا یہی مطلب ہے (یعنی جواب کے طور پر گالی یا رد یا محض جواب (مسائل کی امید کو پورا کرنا ہے) تو جب خاوند کی طرف سے کارروائی میں احتمال پیدا ہو گیا تو اب محض جواب ہونے کا یقین نہ رہا تاکہ سوال میں مذکور اضافت، جواب میں پائی جائے، تو مسئلہ میں "ایک طلاق" کے ساتھ خلاصہ میں "لا يقع" (طلاق واقع نہ ہوگی) کا معنی یہ ہے یعنی جب تک نیت طلاق نہیں ہے اور "ایک طلاق" کے ساتھ "یقع" (طلاق ہو جائے گی) کا معنی یہ یعنی اگرچہ نیت نہ بھی ہو کیونکہ لفظوں میں اب اضافت موجود ہے۔ (ت)

لفظی اضافت کی تیسری صورت یہ ہے کہ خاوند کے کلام میں اضافت کی تیسری مذکور نہ ہو، اور نہ ہی اس کا کلام جواب کے طور پر ہو، لیکن عرف میں اس لفظ کو بیوی کو طلاق دینے کے لئے مختص کر دیا گیا ہو کہ جب دینا ہی سمجھا جائے۔ مثلاً کوئی کہے "طلاق مجھ پر لازم ہوگی"

الحرام یلزمی وعلى الطلاق وعلى الحرام فإنه كما قال في رد المحتار صار فاشياً في العرف في استعماله في الطلاق لا يعرفون من صبيغ الطلاق غيره ولا يحلف به الا الرجل فهنا وان لم تذكر الاضافة لفظاً لكنها ثابتة عرفاً ولا معهود عرفاً كالوجود لفظاً فمن ههنا وجدت الاضافة في اللفظ وحكم بالوقوع من دون نية فهذه صور تحقق الاضافة في اللفظ. اما اذ خلا عنها بوجوهها الثلاثة فح لا بد من وجودها في النية فان نوى وقع والا لا وهذا ما قال في الهنديّة عن المحيط لا يقع في جنس الاضافة اذا لم ينو لعدم الاضافة اليها¹ اهـ هذا فيما بينه وبين ربّه تعالى۔

اما قضاء فتنقسم هذا الصورة الى قسمين الاول ان توجد ههنا قرينة يستأنس بها على تحقق النية ويكون هو الاظهر في المقام فح يحكم بالوقوع ما لم يقل اني لم ارد هـ فان قاله فلا يصدق

یا "حرام مجھ پر لازم ہوگا" یا "مجھ پر طلاق ہے" یا "مجھ پر حرام ہے" جیسا کہ رد المحتار میں بیان ہے کہ یہ الفاظ عرف میں طلاق دینے کے لئے استعمال میں مشہور ہو چکے ہیں حتی کہ عرف والے طلاق کے لئے دوسرے الفاظ سے واقف نہیں، اور ان الفاظ کو صرف مرد ہی طلاق کی قسم کے لئے استعمال کرتے ہیں اور یہاں پر اگر اگرچہ لفظوں میں اضافت مذکور نہیں، لیکن عرفاً اضافت ثابت ہے، اور عرفاً جو چیز معلوم ہو وہ ایسے ہی معتبر ہے جیسے لفظوں میں مذکور چیز ہوتی ہے تو یہاں اضافت پائی گئی تو وقوع طلاق کا حکم نیت کے بغیر کر دیا جائے گا، یہ لفظوں میں اضافت پائے جانے کی صورتیں ہیں، لیکن جب کوئی کلام ان تین صورتوں کی اضافت سے خالی ہو تو پھر اضافت کانت میں پایا جانا ضروری ہے۔ اگر نیت کرے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ ہندیہ نے محیط سے نقل میں جو یہ کہا کہ اضافت نہ پائی جائے گی اھ کا مطلب یہی ہے۔ یہ نیت کا معاملہ خاوند اور اس کے رب تعالیٰ کے درمیان ہے۔ یعنی دینائیہ حکم ہے۔ (ت)

لیکن نیت میں اضافت کا قضاء حکم دو قسم پر ہے: اول یہ ہے کہ ایسی صورت کہ جہاں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے محسوس کیا جائے کہ خاوند نے اضافت کی نیت کی ہے، اور یہ مقام کے لحاظ سے واضح ہو سکے، تو ایسے مقام پر طلاق کے وقوع کا حکم کیا جائے گا جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ

¹ فتاویٰ ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

الابالیہین فان حلف صدق لكونه اميناً في الاخبار
 عما في نفسه وقدا في بياي حتمله كلامه وهذا ما قال في
 الهندية عن خلاصة الفتاوى رجل قال لامرأته اگر تو
 زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو
 الطلاق لانه لما حذف لم یکن مضیفاً الیها^۱ اه فان
 الاضافة وان عدمت بوجوهها الثلاثة لکن التعليق علی
 قوله "اگر تو زن منی" یفید تباعد ارادة طلاق المرأة
 فیتوقف انتفاء الوقوع علی نفيه النية ولا یتوقف
 الوقوع علی اقراره بها، وعلم منها الفرعان الباران
 عن الامام نجم الدین وعن شیخ الاسلام ابی
 نصر فأنها وان خرجا عن تحقق الاضافة لخروج
 الكلام عن الاجابة لکن الذی جرى بينهما مع قوله
 فی الشرط "چوں تو روئے" واگر تو زن منی یفید ما ذکرنا
 فلذا توقف عدم الوقوع علی ادعائه عدم

میں نے بیوی کا ارادہ نہیں کیا اور اگر اس نے ایسا کہہ دیا تو اس
 سے قسم لی جائے گی اور قسم کے بغیر اس کی تصدیق نہ کی جائے
 گی، اگر اس نے قسم دے دی تو پھر اس کی تصدیق کر دی جائے
 گی اور طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اپنی نیت کے متعلق خبر دینے میں
 سے امین تصور کیا جائے گا جبکہ اس نے کلام بھی ایسی کی ہے
 جس میں گنجائش ہے، یہی وہ صورت ہے جس کو ہندیہ میں
 خلاصۃ الفتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی
 سے کہا اگر تو میری بیوی ہے تین طلاق، نسبت کی یاء کو طلاق
 سے حذف کر کے کہا تو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب وہ یہ
 کہے کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت نہیں کی ہے، کیونکہ
 جب اضافت حذف ہے تو طلاق کی اضافت عورت کی طرف
 نہ ہوئی، کیونکہ اگرچہ اضافت تینوں لفظی طریقوں سے نہ
 پائی گئی لیکن خاوند نے "اگر تو میری بیوی ہے" سے تعلیق کی
 ہے جس سے فہم میں یہی آتا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق کہی
 ہے، اس لئے طلاق کا عدم وقوع خاوند کی وضاحت پر موقوف
 ہوگا کہ یہ نیت نہیں کی، لیکن اس مسئلہ میں طلاق کا وقوع
 خاوند کے اقرار نیت پر موقوف ہو جائے گی نہ ہوگا (بلکہ نفی نہ
 ہونے پر خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی) تو اس بحث سے امام
 نجم الدین اور شیخ الاسلام ابونصر کے مذکورہ دونوں مسئلے واضح
 معلوم ہو گئے، کیونکہ یہ دونوں مسئلے اگرچہ اضافت سے خالی
 ہیں اس لئے کہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ تورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

یہ دونوں جواب میں نہیں ہیں، لیکن خاوند بیوی میں جو گفتگو ہے اس میں خاوند نے شرط کے الفاظ کہے "تیری منہ جیسی کو" اور دوسرے میں "اگر تو میری بیوی ہے" یہ گفتگو ہمارے بیان کے مطابق فائدہ دے رہی ہے، اس لئے ان میں طلاق نہ ہونا خاوند کی طرف سے نیت نہ ہونے کے بیان پر موقوف ہوگا، اور اسی قبیل سے بزازیہ اور خانیہ کے بیان کردہ دونوں مسئلے ہیں کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ "میری اجازت کے بغیر مت جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" بیوی باہر نکل گئی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہ کیا جس کی وجہ سے کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال ہو سکتا ہے تو اس لئے خاوند کی بات قابل قبول ہوگی اہ اس کو علامہ شامی نے یوں بیان کیا ہے کہ عادت یہ ہے کہ جس کی بیوی ہو وہ اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے نہ کہ غیر کی طلاق کے لئے، اس لئے خاوند کا کہنا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی تا وقتیکہ غیر بیوی کو مراد لینا بیان نہ کرے، کیونکہ بیوی کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے غیر کا بھی احتمال ہے اہ اسی ضابطہ کے تحت

النّية ومنه فرع البزازیة والخانیة قال لها لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکره حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له¹ اھ وذلك كما افاد الشامی ان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لا بطلاق غیرها فقوله انی حلفت بالطلاق ینصرف الیهما ما لم یرد غیرها لانه یحتمله كلامه² اھ ومنه فرع القنیة عن الامام برهان الدین محمود صاحب المحیط، رجل دعتہ جماعته الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لا اشرب وکان کاذبا فیه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لا یطلق³ اھ فقول البزازیة لا یقع دیانة ان لم ینوقضاء ایضا ان قال لم انو بدلیل قول قوله فالقول له، وقول البرهان طلقت ای قضاء ما لم یقل انی لم اردھا كما قال الشامی انه یمکن حملة علی ما اذا لم یقل انی اردت الحلف بطلاق غیرها فلا یخاف فی البزازیة⁴ اھ وقول صاحب التحفة لا یطلق

¹ فتاویٰ بزازیہ علی حاشیة الفتاویٰ الہندیة کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲۷۰/۴

² رد المحتار باب الصریح کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳۰/۲

³ القنیة کتاب الایمان المطبعة المشہرة النہاندیة ص ۱۱۵، رد المحتار بحوالہ القنیة کتاب الطلاق باب الصریح دار احیاء التراث العربی

بیروت ۴۲۹/۲

⁴ رد المحتار بحوالہ القنیة کتاب الطلاق باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳۰/۲

دیانة ظاہر لان الاخبار انما کان کاذبًا اما قولی انما یصدقہ بالیمین فلما صرحوا به من انه حیث یکون القول له فانما یصدق بالیمین کما صرح به فی التبیین وغیره¹۔

تفسیر میں ذکر کردہ امام برہان الدین محمود صاحب محیط کا بیان کردہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو چند لوگوں نے شراب پینے کی دعوت دی تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے اس لئے میں شراب نہیں پیوں گا تحفہ نے کہا کہ دیانۃ طلاق نہ ہوگی اھ۔ ان مذکورہ تینوں حضرات کے مسائل میں بزاز یہ کا یہ کہنا کہ "نہ واقع ہوگی" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیت نہ کی ہو تو دیانۃ نہ ہوگی، اور اس نے اپنے بیان میں کہا کہ میں نے اپنی بیوی کا ارادہ نہیں کیا۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ اس بات کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب تک خاوند یہ نہ کہہ دے کہ میں نے کسی دوسری عورت کی طلاق کی قسم کھائی ہے، لہذا یہ صورت خاوند کی قسم والی خبر جھوٹی ہے، باقی میرا یہ کہنا کہ خاوند کی تصدیق اس کے حلف پر کی جائے گی کیونکہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح کی ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ خاوند کی تصدیق کی جائے گی وہاں وہ قسم لے کر تصدیق مراد لیتے ہیں جس کی تصریح تبیین وغیرہ میں موجود ہے۔ (ت)

دوسری قسم یہ ہے کہ وہاں یہ قرینہ پایا جائے، تو وہاں طلاق کا واقع ہو نا خاوند کے اس بیان پر موقوف ہو گا کہ میں نے بیوی کی نیت کی ہے لہذا وہاں نیت میں بیوی مراد لینے کا اقرار ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ محض شک کی بنا پر طلاق کے حکم کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ اس قسم کی صورت وہ ہے جس کو ہندیہ نے خلاصہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کسی نشے والے بیوی بھاگ گئی تو اس نے تعاقب کیا

الثانی ان لاتكون هنا قرينة ذلك وح يتوقف الوقوع على اخبار بالنية فان اقروا وقوع والا لا ادلا سبيل الى الحكم بالوقوع بالشك وهذا ما قال في الهنديه عن الخلاصة سكران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية بسه طلاق ان قال

¹ رد المحتار کتاب الطلاق باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳۰/۲

عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع اھا^۱ وفی
مجموعة انقروی عن البزازیة فرت ولم یظفر بها
فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا^۲ اھ
وقال فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال
امرأتی طلقت امرأته^۳ اھ فقد الوقوع علی اقراره انه
عنی امرأته۔

اور وہ کامیاب نہ ہوا تو اس نے کہا فارسی میں "بسہ طلاق" (تین
طلاق کے ساتھ) تو اس صورت میں اگر وہ نشے والا کہہ دے کہ
میں نے اپنی بیوی مراد لے کر کہا ہے تو طلاق ہوگی اور اگر کچھ بھی
بیان نہ کیا تو طلاق نہ ہوگی اور اگر کچھ بھی بیان نہ کیا تو طلاق نہ ہوگی
اھ اور یوں ہی مجموعہ انقرویہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ بیوی
بھاگی اور وہ کامیاب نہ ہوا تو کہہ دیا "تین طلاق"۔ اس پر خاوند نشے
والا یہ کہے کہ میں نے بیوی کے ارادے سے کہا ہے تو طلاق ہوگی
ورنہ نہیں اھ۔ اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے "طالق" کہا پوچھا
تو نے کس کو کہا ہے؟ تو اس نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی کو
طلاق ہو جائے گی، یہاں پر انہوں نے طلاق کے وقوع کو اقرار سے
معلق کیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے بیوی مراد لی ہے۔ (ت)

فان قلت (اگر اعتراض ہو کہ) ان مذکورہ مسائل جن میں وقوع
طلاق کے لئے تصریح ضروری ہے اور اس مسئلہ میں کہ جب کوئی
شخص یہ کہے کہ "میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" میں کیا فرق ہے
کہ جس طرح کوئی شخص اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا کسی
دوسری عورت کے طلاق کی نہیں، یونہی کوئی بھی "تین
طلاق" یا "طالق" بھی اپنی بیوی کے لئے ہی استعمال کرتا ہے مناسب
تھا کہ وقوع ہی مراد ہو جب تک وہ یہ نہ کہے کہ میں نے اپنی بیوی مراد
نہیں لی (پھر کیا وجہ کہ حلف والی صورت میں طلاق ہو نا ظاہر ہے اور
دوسری یعنی سہ طلاق یا صرف طالق والی صورت میں طلاق نہ ہو نا ظاہر
ہے)

فان قلت ما الفرق بین هذه الفروع وبين قوله
حلفت بالطلاق فان الرجل كما لا يحلف عادة الا
بطلاق امرأته كذا لا يقول سه طلاق او طالق الا
لها فكان ينبغي الوقوع ما لم يقل لم اعنها۔ قلت
الفرق بین فان ارادة الحلف بالطلاق متحققه
بصريح قوله حلفت، فيحمل على الظاهر المعتاد ما لم
يصرف

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

^۲ فتاویٰ انقروی ما یقع الطلاق وما لا یقع به دار الاشاعت العربیہ قدھار ۱/۴۲

^۳ بحر الرائق باب الطلاق ۱/۳۵۳ سید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

امأهلها فأرادة الإيقاع غير متحققة ولعل في نفسه سه طلاق دادنش بآیر ادسه طلاق راسزا وارست واما هو جالس في بيته فابتدأ يتلفظ بلفظ طالق فكيف يجوز الحكم بأنه اراد به إيقاع الطلاق على امرأته وليس في حال ولا قال دليل عليه فوجب التوقيف على أجارة عما في نفسه 'هذا كله مافاض أجارة عما في نفسه' هذا كله مافاض على قلب العبد الذليل من بحار فيوض الرب الجليل فقد التأمّت الفروع جبيعا وارفع الاضطراب ونزل كل فرع منزله من الصواب والحمد لله رب العالمين۔

نعم بقي ههنا فرع في الهندية عن الخلاصة لا قالت گراں بخزیدی بعیب بازده قتال بعیب بازداومت ونوی یقع به الطلاق ولو قال به عیب بازداوم بغير التاء لا یقع وان نوی^۱ فان الفصل الاخير منه من القسم الاخير الذی ذکرنا فكان ینبغی علی ما اصلنا لا یقع دیانة مالهمینو ولا قضاء

قلت (میں کہتا ہوں کہ) فرق واضح ہے کہ کیونکہ پہلی صورت "میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی" میں تصریح ہے، میں نے قسم کھائی، تو اس کو عام فہم معنی پر محمول کیا جائے گا جب تک کوئی مخالف وضاحت نہ پائی جائے، اور یہاں تین طلاق یا "طالق" کیا صورت ہیں طالق کو واقع کرنے کا ارادہ متحقق نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو تین طلاق دینے سے اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق کے قابل ہے، لیکن ایک شخص گھر بیٹھے صرف لفظ "طالق" سے بات کی ابتداء کرتا ہے اور طلاق کو واقع کر لے گا کوئی حال یا کوئی بات قرینہ نہ ہو جو دلیل بن سکے تو بلاوجہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا ہے اس لئے ایسی صورت میں اپنے دل کی بات واضح کرنے پر حکم موقوف رہے گا۔ یہ تمام بحث بندہ ناچیز کے دل پر رب جلیل کے فیوضات کے سمندر سے وارد ہوئی ہے، تو اس سے تمام صورتیں آپس میں موافق ہو گئیں اور اضطراب ختم ہو گیا، اور ہر مسئلہ اپنے صحیح مقام پر منطبق ہو گیا الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

ہاں یہاں ہندیہ کا خلاصہ سے منقول ایک مسئلہ رہ گیا ہے کہ اگر بیوی نے خاوند کی وجہ سے واپس کر دے، تو جواب میں خاوند نے کہا عیب کی بناء پر میں نے تجھے واپس کیا، طلاق کی تیت س کہا تو خاوند کے اس قول سے طلاق ہو جائے گی، اور اگر خاوند نے جواب میں صرف یہ کہا میں نے عیب کی بنا پر واپس کیا، بیوی کو خطاب کے بغیر کہا، تو طلاق کی نیت ہو کہ تو بھی طلاق نہ ہو گی اھ یقیناً اس مسئلہ میں جواب

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية توراتی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

مالم یخبر عن نية الطلاق لان لا يقع وان نوى فانه
 یفید انه بدون التاء ليس من الفاظ الطلاق اصلا
 كقوله لا حاجة لي فيك ولا رغبة ولا اشتياك وامثال
 ذلك وهو كما ترى مشكل فلع المعنى ان اللفظ من
 الكنايات وهو مع التاء ايضا محتاج الى النية كما
 لا يخفى فاذا عدم التاء احتاج نيتين نية الطلاق ونية
 الاضافة ولا شك ان احدهما لا تكفي، فقوله قال بعيب
 بأزدامت ونوى، ليس معناه اليها لاجل كون اللفظ
 من الكنايات فهي المرادة ايضا من قرينة اعنى قوله
 في الفصل الاخير وان نوى اي لو قال بغير التاء لا يقع
 وان نوى باللفظ الطلاق لخلوه عن الإضافة فيحتاج
 بعد الى شئ آخر وهي نية الاضافة فافهم وتأمل لعل
 الله يحدث بعد ذلك امرا - هذا وبما تقرّر تحرر ان
 الاعتراض على الفاضل

کی دوسری صورت ہمارے پہلے ذکر کردہ آخری مسئلہ کی
 صورت سے متعلق ہے تو ہمارے بیان کردہ ضابطہ کے تحت
 جب تک نیت نہ کریگا دیانۃ طلاق نہ ہوگی اور قضاء بھی اس
 وقت تک نہ ہوگی جب تک طلاق کی نیت سے مطلع نہ کرے
 اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خطاب کے بغیر نیت کے
 باوجود، طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے تو لازم آئے گا کہ خطاب
 کے بغیر "عیب کی بنا پر واپس کیا" یہ الفاظ طلاق میں سے ہی نہ
 ہوا جیسے "تیری مجھے حاجت نہیں" اور رغبت نہیں یا تجھ سے
 شوق نہیں رکھتا وغیرہ الفاظ طلاق کے لئے نہیں ہیں، حالانکہ
 آپ جانتے ہیں کہ یہ بات مشکل ہے۔ تو اس کا حل یوں ممکن
 ہے کہ "تجھے عیب کی بناء پر واپس کیا" بیوی کے جواب میں
 خطاب کر کے کہا ہو تو یہ ایسا کنایہ ہے جس میں ایک نیت کی
 ضرورت ہے، اور اگر بغیر خطاب کہا تو دو نیتوں کی ضرورت
 ہے، ایک نیت طلاق دوسری نیت اضافت، اور یہ بات واضح
 ہے کہ ایسی صورت میں ایک نیت کافی نہیں، تو خاوند کا یہ
 کہنا "میں نے تجھے عیب کی بنا پر واپس کیا" اور نیت کی تو وہ طلاق
 کی نیت ہوگی جس کی ضرورت تھی کیونکہ یہ لفظ، طلاق سے کنایہ
 ہے تو نیت سے مراد، طلاق کی نیت ہے نیز اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ
 مسئلہ کی دوسری صورت یعنی بغیر خطاب کہا ہو تو وہاں یہ کہا گیا ہے
 طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ خطاب کے بغیر
 یہ صورت اضافت سے خالی ہے، لہذا اس کے بعد ایک دوسری شئی
 کی احتیاجی ہوگی اور وہ اضافت کی نیت ہے (یعنی نیت اضافت کا
 محتاج ہوگا) پس

الشارح ولاعلى العلامة البحر رحمة الله عليه فانهما
 اتيا بعين مافی الوجيز والخانية فانهما ايضا نصا على
 عدم الوقوع وعللا بترك الاضافة فكما وجب حمل
 كلامهما على ما تقدم كذا لك يحمل عليه كلام هذين
 الفاضلين، بيد ان الامامين اتيا بعده بما اوضح
 المراد من قولهما ان القول قوله والفاضلين اقتصر
 على ذلك فبقى كلامهما على الايهام، وليس في كلامهما
 ان الاضافة الصريحة اللفظية شرط للوقوع حتى
 يتوجه عليه بقية كلام الفاضل المحشى رحمه الله
 تعالى نعم علل الفاضلان الشارحان الحلبي و
 الطحاوي بان الاضافة شرط حق في نفسه كما قررنا و
 لكن لا يصح الجزم بعدم الوجدان فان الشرط
 مطلق الاضافة نصا و عرفا و جوابا و المفقود جزما هي
 الاضافة اللفظية المنصوطة وليست بشرط فالأخذ ان
 كان فعلى المحشيين دون الفاضلين العلامتين۔
 اللهم الا في ترك الايضاح كما علمت، هكذا ينبغي
 تحقيق المقام والله ولي الفضل والانعام۔

سمجھو اور غور کرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی سبیل
 پیدا فرمادے، اسے مضبوط رکھو۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ
 فاضل علامہ بحر رحمہ اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں، کیونکہ انہوں
 نے وہی کچھ کہا جو وجیز اور خانہ میں بیان کیا گیا ہے، کیونکہ
 ان (وجیز و خانہ) دونوں نے مذکورہ میں یہ طلاق نہ واقع ہونے کی
 تصریح کی اور اس کی وجہ ترک اضافت کو قرار دیا، تو جس طرح
 وجیز اور خانہ کی عبارت کو مذکورہ معنی پر محمول کرنا ضروری ہوا
 یونہی ان دونوں فاضل حضرات شارح و بحر کلام کو اسی معنی پر
 محمول کرنا ضروری ہے، صرف اتنا ہوا کہ دونوں اماموں وجیز
 و خانہ نے اس کے بعد اپنی مراد کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ خاوند کی
 بات معتبر ہوگی، جبکہ دونوں فاضل حضرات نے عدم وقوع طلاق
 کے ذکر پر اکتفاء کیا جس کی بناء پر ان کی کلام میں احتمال کی گنجائش رہ
 گئی حالانکہ ان دونوں حضرات کے کسی کلام میں یہ تصریح نہیں
 ہے کہ اضافت کا لفظوں میں صریح طور پر مذکور ہونا وقوع طلاق
 کے لئے ضروری ہے تاکہ بقید کلام فاضل محشی سے اس پر اعتراض
 ہو سکے ہاں، فاضل حلبي اور فاضل طحاوی دونوں حضرات نے شرح
 میں یہ وجہ بیان کی ہے کہ اضافت شرط ہے جو یہاں موجود نہیں
 ہے تو ان دونوں حضرات کا یہ کہنا بجا ہے کہ اضافت شرط ہے، جیسا
 کہ نے ذکر کیا ہے، لیکن ان کا یہ کہنا کہ یقیناً یہاں اضافت نہیں
 پائی گئی، یہ درست نہیں کیونکہ اضافت کا پایا جانا شرط ہے خواہ بطور
 نص ہو، یا عرف یا جواب کے طور پر ہو، اضافت کے صرف
 صراحتاً لفظی طور پر مفقود ہونے پر شرط کے مفقود ہونے کا قول
 نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ صرف لفظی طور پر مذکور ہونا شرط نہیں
 ہے۔ غرضیکہ اگر مواخذہ ہو بھی تو دونوں محشی حضرات پر ہوگا

نہ کہ فاضلین شارح و بحر پر۔ ہاں ان پر وضاحت نہ کرنے کا اعتراض ہوگا، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا، اس مقام کی تحقیق یوں مناسب ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ ہی فضل و انعام کا مالک ہے (ت) ۱ یہاں سے غیر مربوط عبارت کو خارج کر دیا گیا ہے]

مسئلہ ۱۲۲: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتی مسئلہ محمد جی ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ
شمس العلماء رئیس الفضلاء خان خاناں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطف، السلام علیکم! اگر بے اضافت طلاق دے جائے تو کیا حکم ہوگا واقع ہوگی یا نہ؟ قاضی خاں مجتہد المسائل سے ہے اور شامی ناقلوں سے ہے ان کے مابین اختلاف ہو تو کس پر حکم دیا جائے؟

الجواب:

طلاق بے اضافت میں جبکہ ایتقان مفاد ہو اُس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، اگر بحلف کہہ دے گا کہ زوجہ کو طلاق مقصود نہ تھی مان لیں گے، یہی مفاد قاضی خاں ہے اور یہی شامی نے تحقیق کیا، ان میں متخالف نہیں، خانیہ میں فالقول قولہ صراحة (خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ ت) اسی پر دال ہے وتمام تحقیقہ فی رسالتنا فی الباب (اس کی مکمل تحقیق اس مسئلہ سے متعلق ہمارے ایک رسالہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳: (سوال منقول نہیں)

(۱) اجمالی جواب بذریعہ تاررقی

اگر طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہو گئیں۔

(۲) تفصیلی جواب بذریعہ ڈاک

جبکہ زید کے کلام میں عورت کی طرف طلاق کی نسبت اصلاً نہ تھی کہ تجھ کو یا فلاں عورت یا اپنی زوجہ یا دختر فلاں کو طلاق ایک، دو تین، نہ دینے ہی کا کوئی ذکر زبان پر آیا کہ طلاق ایک دو تین دی یا ہوئی جس کے باعث بحسب ظاہر زوجہ ہی کو طلاق دینا مفہوم ہوتا، نہ عورت ہی کے کلام میں ایسے الفاظ تھے جن کے جواب میں زید کے یہ لفظ بظاہر اس پر ایتقان سمجھے جاتے، مثلاً وہ کہتی میں طلاق چاہتی ہوں مجھے طلاق دے، بلکہ عورت کی طرف سے سکوت محض تھا، تو جس طرح خود یہ الفاظ محض ناوصف و محتمل ہیں ممکن کہ یہ مراد ہو کہ طلاق ایک دو تین میں نے تجھے دیں، ممکن کہ یہ مقصود ہو کہ طلاق ایک دو تین کتنی چاہتی ہے جس کے باعث عند اللہ یہاں مداریت شومر پر ہوا، اگر ان الفاظ کے کہنے میں طلاق کی نیت تھی تین طلاقیں ہو گئیں ورنہ

کچھ نہیں، اسی طرح بوجہ عدم ظہور مراد عند الناس بھی بیان شوہر کی طرف رجوع ضرور، اگر وہ اقرار کرے کہ یہ لفظ میں نے بقصد طالق کہے تھے تین طلاقوں کا حکم دیا جائے گا اور بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا۔ اس صورت میں عورت کو عدت گزرنے پر اختیار ہوگا جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے وہ بدستور شوہر کی زوجیت میں سمجھی جائے گی فان الیقین لایزول بالشک (کیونکہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) اگر واقع میں اس نے یتیت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جلا وعلا۔ لَا تَدْرِي مَاذَا مَرَّ بِهَا وَذَرَّهَا أَخْرَجَ¹ (کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ ت) عورت اپنے آپ کو مطلقہ نہیں سمجھ سکتی اگر دوسرے سے نکاح کرے گی حرام کار ٹھہرے گی فانھا مکلفۃ بالظاهر واللہ تعالیٰ یتولی السرائر (کیونکہ وہ عورت ظاہر حکم کی مکلف ہے رازوں کا اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔ ت) ہندیہ میں محیط سے ہے:

لا یقع فی جنس الاضافة اذالم ینولعدم الاضافة الیہا ²	اضافت والے معاملہ میں طلاق نہ ہوگی جب تک اضافت کی یتیت نہ کی ہو کیونکہ بیوی کی طرف اضافت نہ ہوئی۔ (ت)
--	---

اسی میں خلاصہ سے ہے:

سکران ہربت منه امرأته فتبعها ولم یظفر بها فقال بالفارسیة بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع ³	نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے تعاقب کیا، ناکامی پر کہا، تین طلاق پر۔ اگر خاوند نے کہا کہ میری مراد میری بیوی ہے۔ تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کچھ نہ بتایا تو نہ ہوگی۔ (ت)
---	---

انقریہ میں بزازیہ سے ہے:

فرت ولم یظفر بها فقال سہ طلاق	بیوی بھاگی تو خاوند نے ناکامی پر کہا: تین طلاق،
-------------------------------	---

¹ القرآن ۱۶۳/۶

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

ان قال اردت امرأتی یقع والا لا۔ ¹	اگر خاوند نے کہا کہ میری میری بیوی تھی تو طلاق ورنہ نہیں۔ (ت)
--	---

بحر الرائق میں ہے:

لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته۔ ²	اگر خاوند نے کہا "طالق"۔ اس سے پوچھا گیا کہ تیری کیا مراد ہے جواب دیا کہ میری بیوی مراد ہے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ (ت)
---	--

عالمگیریہ میں خلاصہ سے ہے:

قالت طلقی فضر بها وقال لها اینک طلاق لا یقع ولو قال اینک طلاق یقع۔ ³	بیوی نے کہا: "مجھے طلاق دے"، تو خاوند نے اس کو پیٹ دیا اور کہا "یہ طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر کہا "یہ طلاق تجھے طلاق ہے" تو طلاق ہو جائیگی۔ (ت)
---	--

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ دوسرے عالم کا جواب تو محض باطل و ناصواب تھا بحال نیت تین طلاقیں ہوں گی جن میں رجعت محال، اور بحال عدم نیت ایک بھی نہ ہوگی تو رجعت کا خیال محض خیال محال، اور پہلے عالم کا جواب بھی غلط تھا کہ یہاں تین طلاقیں صرف بصورت نیت ہیں، نہ مطلقاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴: از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ شیخ بدودربان چٹکل و محمد سراج الحق امام مسجد جامع ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ محمد ظفر کا پنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا اس کی والدہ نے کہا کہ اگر اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سور کھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں، پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق، بغیر مخاطب کرنے کسی کو اب شرعاً صورت مسئلہ میں ظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ انقرویہ الفصل ما یقع به الطلاق وما لا یقع به دار الاشاعت قدھا افغانستان ۱/۴۷

² بحر الرائق باب الطلاق ۱/۳۵۳ جمعی کراچی ۲۵۳/۳

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

مسئلہ ۱۲۵: از مونات بھجن دفتر مدرسہ دارالعلوم ضلع اعظم گڑھ ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ نقل اسٹامپ قیمتی عد۔
 جمن ابن منا، میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کی لفت کا خرچ بھر پورا کروں گا اور بغیر علیم اللہ ستار باز کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا اگر آپ کی حکم عدولی کروں تو آپ اور سب بچ جو چاہیں کریں سب منظور ہے کیونکہ ہمارا کوئی ماں اور باپ نہیں ہے آپ لوگ ہمارے ماں اور باپ ہیں تاریخ ۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء، اور اگر سب خلاف ہو تو اس شرط پر طلاق۔ نشانی اگلوٹھا جمن مقرر، اسمائے شہدان (۲) علیم اللہ ستار باز۔ ہماری لڑکی لفت جو ہے اگر ہم قضا کر جائیں تو ہمارے گھر سامان اور جتنا مال ہو اور جتنا ہم پر قرض ہو سب لفت کا قرض بھی وہ سب دے اور مال وغیرہ وہ لے اور دوسرے کا تعلق نہیں، باقی گواہ اوپر گزرے، دستخط عبدالرحمن قول اجیری بقلم خود، محمد ابراہیم ابن محمد اسماعیل۔ یہ فتویٰ بمبئی سے آیا ہے مگر سوال نہایت مہمل یعنی اقرار نامہ کا ہے، ای روپیہ کا اسٹامپ پر اقرار نامہ تحریر ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ جمن کا نکاح اس اقرار نامہ کے چار روز بعد ہوا، بعد نکاح جمن مذکور لفت کو لے کر اپنے سر کے ساتھ رہتا تھا مگر قریب دو برس کے ہوئے علیم اللہ اپنے سرال اور بیوی کو بھی چھوڑ کر بمبئی میں آوارگی اختیار کیا ہے اور بیوی کو نہ روٹی کپڑا دیتا ہے نہ کسی قسم کی خبر گیری کرتا ہے، نوٹس بھی مسماۃ لفت و علیم اللہ ستار باز کے طرف سے دی گئی مگر کچھ جواب نہیں دیتا لہذا اب مسماۃ لفت مطلقہ ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

صورۃ مذکورہ میں طلاق کسی طرح نہیں ہو سکتی، قطع نظر اس نقص کے جو الفاظ اقرار نامہ میں ہے جس میں عورت کی طرف اضافت طلاق نہیں اور اس میں جمن کو اس انکار کی گنجائش ملتی کہ زوجہ کو طلاق مراد نہ تھی، جب یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا اور اس میں شرط نکاح کا ذکر نہیں تو اگر صاف یوں لکھا ہوتا کہ میں ایسا کروں تو لفت پر تین طلاقیں، اور ویسا کرتا جب بھی ہرگز طلاق نہ ہوتی اذلا ملک حیسنہ والا اضافۃ الیہ والیہ الی سببہ فلغنی (کیونکہ ابھی تک ملکیت نہیں اور نہ ہی ملکیت کی طرف نسبت اور نہ ملکیت کے کسی سبب کی طرف نسبت ہوئی، تو کلام لغو ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶: موضع مانیا والہ ضلع بجنور از کفایت علی صاحب و حمایت علی صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

حضور والا! بعد سلام عرض ہے کہ غلام کی بیوی اطاعت نہیں کرتی، سمجھا اثر نہیں کرتا، والدین بھی ناخوش ہیں والدین کی خوشی ہے کہ طلاق دے دو تو حضور اس کو کس طریقہ سے طلاق دی جائے خاکسار اور والدین میں ایک کوڑی مہر دینے کی طاقت نہیں مہر دو سو پانچ^{۲۰۵} اشرفیاں میں نے قبول کر لیا تھا، عورت معاف نہیں

کرتی مگر مہر کی ایک کوڑی کا گونہ نمٹنی کا غدا سٹامپ نہیں ہے کچہری سے بھی عورت کا ولی ایک کوڑی نہیں لے سکتا، یہاں کے مولوی سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ شرعاً اسے ساڑھے بارہ روپے دینے چاہئے۔ بینوا اتوجروا

الجواب:

اگر آپ طلاق دینا چاہیں تو عورت جب حیض سے فارغ ہو اس کے بعد قبل جماع اس سے ایک بار کہئے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اسے چھوڑے رہئے اور اس سے بالکل الگ رہئے یہاں تک کہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہر کر ختم ہو جائیں اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی، اور مہر وہ معاف نہ کرے تو بہر حال دوسو پانچ اشرفیاں دینا لازم ہوں گی، وہ کوئی جاہل شخص تھا جس نے ساڑھے بارہ روپے بتائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: از بچنا تھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بچنا تھ باڑہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت کے نان نفقہ سے بے خبر تھا کہ عورت کے وارثوں میں سے کسی نے آن کر اس سے کہا کہ اگر نان نفقہ نہیں دے سکتا تو طلاق دے دے۔ چنانچہ اسی وقت اس آدمی کے روبرو طلاق دے دی تو یہ طلاق ہوئی یا نہیں کیونکہ عورت وہاں نہ تھی۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

طلاق ہو گئی، طلاق کے لئے عورت کا وہاں حاضر ہونا کچھ شرط نہیں فان ازالة لا عقد کما لا یخفی (کیونکہ یہ از لہ نکاح ہے نکاح نہیں ہے تاکہ حاضری ضروری ہوتی) جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: از پبلی بھیت مرسلہ شیخ فیض محمد صاحب ۶ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

زید اپنے مکان میں تنہا مقیم تھا اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی لیکن زوجہ نے نہ سنی نہ دوسرے آدمی نے، اس وجہ سے کہ اور آدمی دوسرے مکان میں تھے، پس طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

طلاق کے لئے زوجہ خواہ کسی دوسرے کا سُنا ضرور نہیں بلکہ جبکہ شوہر اپنی زبان سے الفاظ طلاق ایسی آواز سے کہے جو اس کے کان تک پہنچنے کے قابل تھے (اگرچہ کسی غل شور یا ثقل سماعت کے سبب نہ پہنچی عند اللہ طلاق ہو گئی، عورت کو خبر ہو تو وہ بھی اپنے آپ کو مطلقہ جانے، ہاں اگر صرف دل میں طلاق

دے لی تو بالا جماع نہ ہوگی، یا زبان سے لفظ تو کہے مگر ایسے کہ زبان کو صرف جنبش ہوئی آواز اپنے کان تک آنے کے بھی قابل نہ تھی تو مذہبِ اصح میں یوں بھی نہ ہوگی۔

<p>فی الدر المختار ادنی الجہرا اسباع غیرہ ادنی المخافتۃ اسباع نفسہ ویجرى ذلك فی کل ما یتعلق بالنطق کتسمیۃ علی ذبیحۃ ووجوب سجدة تلاوة، وعتاق وطلاق واستثناء فلو طلق واستثنی ولم یسمع نفسہ لم یصح فی الاصح^۱ اہ بالا اختصار۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>در مختار میں ہے کم از کم جسریہ ہے کہ دوسرا سُننے اور کم از کم خفاء یہ ہے کہ خود سُن سکے۔ یہ ضابطہ ہر ایسے مقام کے لئے ہے جس کا تعلق نطق سے ہو، جیسے ذبیحہ پر بسم اللہ، سجدہ تلاوت پر سجدہ کا وجوب، غلام کو آزاد کرنا، طلاق دینا، اور کلام میں کوئی استثناء کرنا، لہذا اگر طلاق دی یا استثناء کیا اور خود نہ سنا تو اصح مذہب پر طلاق اور استثناء صحیح ہوگا اہ اختصاراً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۱۲۹: از بدایوں فرشتی ٹولہ شیخ وہاب الدین احمد صاحب ۲۷ رجب ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ اپنی زوجہ سے یہ الفاظ کہے کہ تو عمر و یا بکر سے نکاح کر لے اور زید اپنے والد کو مخاطب کر کے بموجودگی والدین ہندہ یہ کہا میری بیوی کا نکاح ولید سے کرادو۔ اس واقعہ سے دو تین مہینہ کے بعد زید نے ہندہ کے مکان پر آن کر ہندہ اور اس کے والدین کی عدم موجودگی میں ایک غیر مخاطب کر کے کہا میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں۔ وہ شخص ان الفاظ کو سُن کر چلنے لگا تو زید نے پھر انہی الفاظ کا اعادہ کیا اور ہندہ اس کے ساتھ نہ بھیجی گئی، ہندہ حاملہ تھی، اور اسی زید نے اسی روز ہندہ کے گھر کو چھوڑنے کے بعد یہ کہا کہ میں نے یہ الفاظ دھمکانے کو کہے تھے تاکہ میری بیوی میرے ساتھ کر دیں اور میں اپنے الفاظ اب واپس لیتا ہوں، واپس لیتا ہوں واپس لیتا ہوں۔ یہ واقعہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ ہجری نبوی کا ہے۔ زید عرصہ زائد از سال سے بعارضہ مراق علیل ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے اظہار کیا کہ زید نے ان اخیر الفاظ میں کہ میں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر اس وقت میرے ساتھ نہ بھیجیں کوئی لفظ عورت کی طرف اضافت کا نہ کہا تھا، نہ نام نہ نسب، نہ وصف نہ لقب، نہ اشارہ مثلاً فلاں عورت یا فلاں کی بیٹی یا اپنی زوجہ کو یا اس کو وغیرہ وغیرہ کوئی لفظ اس قسم

^۱ در مختار فصل ویجہر الامام مطبع مجتہائی دہلی ۸۰/۱-۹۷

کانہ تھا، نہ یہ کلام کسی سوال کے جواب میں تھا جس سے اضافت پیدا ہو، بلکہ ابتداء ہی الفاظ اُس نے مکرر کہے اس صورت میں زید سے قسم لی جائے اگر وہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم طلاق نہ دیا جائے۔

وذلك لان زيدا اينكر ارادة الطلاق بها والاضافة كما في السؤال فيكون القول قوله ببينه وان كان الظاهر ارادة المرأة بذلك لانه نوى محتمل كلامه فيصدق۔
یہ اس لئے کہ زید طلاق کے ارادے سے انکاری ہے اور اضافت سے بھی انکاری ہے جیسا کہ سوال میں ہے تو قسم لے کر اس کی بات مان لی جائے گی اگرچہ ظاہری طور اس سے بیوی مراد ہو سکتی ہے لیکن کلام خاوند میں احتمال پایا جاتا ہے جس کی نیت پر خاوند پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی۔ (ت)

خانیہ و بزازیہ وغیرہا میں ہے:

قال لها لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلفت يا لطلاق، فخرجت لا يقع لعدم ذكره حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له¹۔
خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر باہر مت نکلو کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو بیوی نکل گئی، اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، کیونکہ قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں ہے، جبکہ قسم میں کسی اور عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے لہذا خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ (ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

سئل شيخ الاسلام الفقيه ابو نصر عن سكران قال لامرأته اتريدي ان اطلقك فقال نعم، فقال اكر توزن مني طلاق دو طلاق سه طلاق قومي واخر جي من عندی وهو يزعم انه لم يرد به الطلاق فالقول قوله²۔
شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشہ والے نے اپنی بیوی کو کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں؟" تو بیوی نے کہا ہاں، تو خاوند نے کہا "اگر تو میری بیوی ہے ایک طلاق، دو طلاق، تین طلاق، اٹھ جا، نکل میرے پاس سے۔" اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق مراد نہیں لی، تو اس کی بات، معتبر ہوگی۔ (ت)

¹ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲۷۰/۴

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفاریۃ کتاب الایمان ۳۸۳/۱

یونہی اس کے پہلے لفظ کہ "تو عمرو یا بکر سے نکاح کر لے یا اس کا نکاح ولید سے کرا دو" محتاج نیت ہیں، اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوئی، اور نیت طلاق نہ تھی تو کچھ نہیں اور اس بارے میں کہ ان الفاظ سے اس نے طلاق کی نیت نہ کی تھی، اس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر قسم کھالے گا حکم طلاق نہ ہوگا، پھر واقع میں نیت کی تھی اور جھوٹی قسم کھالی تو وبال اُس پر ہے۔ ردالمحتار میں ہے

فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان لوقال اذہبی فتزوجی وقال لم انو الطلاق لایقع شبہ لان معنائه ان امکنک وفي الذخیرۃ اذہبی وتزوجی لایقع الابالنیۃ وان نوی فہی واحده بأثنۃ وان نوی الثلاث فتلاث ^۱	قاضی خان کی شرح وجامع صغیر میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا "جاؤ نکاح کرو" اور پھر کہتا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اس کی بات کا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے ممکن ہو تو نکاح کرو۔ اور ذخیرہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "جاؤ نکاح کرو" تو نیت ایک بائنہ طلاق ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاقیں واقع ہوگی۔ (ت)
---	---

عرض یہاں مدار اس حلف پر ہے اگر ان سب الفاظ کی نسبت قسم کھالے سے انکار کرے تو ایک طلاق بائن پڑے گی کہ برضائے زوجہ عدت میں خواہ عدت کے بعد اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ زید کا مراد اس حد کو نہ پہنچا ہو کہ وہ فاسد العقل مختل الحواس ہو گیا ہو کبھی غافلوں کی سی بات کرے، کبھی خاصے پاگلوں کی سی، اور اگر یہ حالت ہے (اور اللہ خوب جانتا ہے) تو اصلاً طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس نے وہ سب الفاظ بہ نیت طلاق کہے ہوں۔ در مختار میں ہے:

لایقع طلاق المجنون والصبی والمعتوۃ ^۲ الخ ملخصاً۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔	مجنون، سچے اور ذہنی مریض کی طلاق واقع نہ ہوگی الخ ملخصاً۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	---

^۱ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۲

^۲ در مختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۷/۱

مسئلہ ۱۳۰: از ماہرہ شریف ضلع ایٹہ محلہ کمبہ مرسلہ چودھری عبدالرحمن صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک عورت اپنے خاوند سے بہت تنگ ہو، اس کا خاوند اُسے ستاتا ہو تو وہ لاچار ہو کر جواب طلب کرے تو وہ جواب بھی ضد سے نہ دے اور حقوق بھی ادا نہ کرے تو پھر وہ غصہ میں جواب یعنی طلاق کا ارادہ کرے اور تنہائی میں جواب دے عورت کے سامنے، تو طلاق مانی جائے گی یا نہیں، دوسرے یہ کہ وہ عورت مجبور ہو کر کسی مرد سے عقد کر لے اور اس پانچ ماہ تک میاں بی بی کا واسطہ رہے اور ایک اس مرد سے لڑکا پیدا ہو گیا، پھر اُس پہلے خاوند نے دعوٰی کیا کہ میں نے طلاق چار کے سامنے تو نہیں دی غرض یہ کہ وہ واپسی لینا چاہتا ہے تو وہ عورت شرعاً پہلے خاوند پر جائز رہی یا نہیں؟

الجواب:

بیان سوال سے ظاہر یہ ہے کہ شوہر اول دینے کا مقرر ہے مگر عذر صرف یہ کرتا ہے کہ طلاق خفیہ دی چار اشخاص کے سامنے نہ دے، لہذا اپنی جہالت سے طلاق نہ ہونا سمجھتا ہے، اگر ایسا ہے تو اس کا دعویٰ باطل ہے، طلاق بالکل تنہائی میں دے جب بھی ہو جاتی ہے، اگر عورت نے عدت گزرنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح ہو گا اور پہلے شوہر کو اس پر کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا، ہاں اگر شوہر سرے سے طلاق دینے سے منکر ہو اور عورت کا نکاح ثانی کرنا اور پانچ ماہ دوسرے کے پاس رہنا اور اس لڑکا پیدا ہونا، ان باتوں کی شوہر اول کو خبر نہ ہو کہ کسی دوسرے شہر میں ہوئی ہوں، بعد اطلاع اس نے دعویٰ کیا تو ضرور اس کا دعویٰ قابل سماعت ہے اور عورت کا بیان کہ اس نے طلاق دے دی تھی بے گواہان شرعی ہر گز مسموع نہیں، عورت شوہر اول کو دلادی جائے گی، پھر اگر واقع میں اس نے طلاق دے دی تھی اور جھوٹ انکار کیا تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اسے سے دور بھاگے یا مہر وغیرہ دے کر طلاق لے اور اگر کچھ نہ کر سکے و بال اس پر ہے، اور عورت جب تک راضی نہ ہو مجبور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱: از پبلی بھیت محلہ پکسریا مسئلہ عبدالرحمن گھڑی ساز ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے تنہا ایک گوشہ بیٹھ کر جس کو کسی نے نہیں سنا اپنے دل کے اندر اپنی بیوی کو طلاق دی اس کے عرصہ پانچ ماہ کا گزرا اب وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے اس کو کس طرح کر سکتا ہے؟ بینواتوجروا

الجواب:

اگر فقط دل میں طلاق دی تھی یوں کہ زبان سے کچھ کہا ہی نہ تھا یا کہا مگر فقط زبان کو حرکت تھی اتنی آواز نہ تھی کہ اپنے کان تک آنے کے قابل ہو جب تو طلاق ہوئی ہی نہیں، اور اگر ایسی آواز سے کہا کہ اپنے کان تک

آنے کے قابل تھی اگرچہ مینہ یا ہوا یا کسی غل شور کے سبب اپنے کان تک نہ پہنچی تو طلاق ہو گئی اگر رجعی تھی تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور بائن تھی تو برضائے زوجہ اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور مغلط تھی تو بے حلال نکاح نہیں ہو سکتا، یہ ان الفاظ پر موقوف ہے جس اس نے کہا اور جتنی باز کہا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲: از امر یا ضلع پہلی بھیت مرسلہ تاج الدین خاں صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسمیٰ زید نے غصہ میں آکر پانی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو ایک شخص مسلمان و ایک عورت قوم ہندو کے روبرو طلاق دی۔ اور یہ بھی ہے شخص مسلمان کے روبرو دومرتبہ لفظ طلاق صاف طور سے کہا کہ وہ سننے میں نہیں آیا، وہ عورت اہل ہندو جو وہاں موجود تھی بیان کرتی ہے کہ میں نے سنایہ لفظ طلاق نہیں کہا تھا، زید ایک شخص بالکل جاہل اور اُمی ہے، اس وقت زید و ہندہ دونوں راضی ہیں نکاح کس طرح ہو؟

الجواب:

اللہ عالم الغیب والشادۃ ہے وہ ہر ایک کے دل کی جانتا ہے، اللہ سے ڈرے، اگر واقع میں اس نے تیسری بار بھی طلاق دی تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اور اگر وہ منکر ہے اور سوا اُس کافرہ عورت کے اور کوئی تیسری طلاق کا بیان نہیں کرتا تو کافرہ کی بات اصلاً معتبر نہیں، جب تک عدت میں ہے وہ عورت کو رجعت کر سکتا ہے یعنی اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھر لیا وہ بدستور اس کے زوجہ رہے گی اگر پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ ایک وہ اور دو یہ مل کر تین ہو گئیں عورت نکاح سے نکل گئی حلالہ کی ضرورت ہوگی، یوں ہی اگر پہلے طلاق نہ دی تھی یہ دو دی ہیں تو آئندہ جب کبھی ایک طلاق دے گا عورت بے حلالہ کے نکاح میں نہ آسکے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳: از رامپور مسئلہ محمد سعید

زید نے بحالت غضب اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق دیا، اب اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

ایک طلاق رجعی ہوئی، غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالت غضب ہی ہوتی ہے والدھش شیعہ اُخریینہ فی الخیرۃ ورد المحتار و تحقیقہ فی فتاوانا (مدہوش اور چیز ہے، اس کو خیر یہ اور رد المحتار

میں بیان کیا ہے، اور اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)
 مسئلہ ۱۳۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ مدخولہ سے دوبارہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، آیا یہ کون سی طلاق واقع ہوئی اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا
 الجواب:

صورت مسئلہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں، حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انتقضائے عدت اگر عورت چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور ایام عدت حرہ موطوہ میں تین حیض کامل ہیں اور اگر بوجہ صغریا کبر کے حیض نہ آتا ہو تو تین مہینہ، اور لونڈی میں اگر حائضہ ہو تو دو حیض ورنہ ڈیڑھ مہینہ، اور طریق رجعت یہ ہے کہ مطلقہ سے ایام عدت میں یہ الفاظ کہے کہ میں نے تجھے پھیر لیا یا رد کیا یا روک لیا یا امثال اس کے کہے یا مابین عدت کس کرے یا بوسہ یا جماع کرے۔ بہتر طریق اول ہے،

تنویر الابصار میں ہے وہ عدت وطی شدہ حیض والی کے لئے تین حیض کامل، اور جس کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کے لئے تین ماہ، اور لونڈی حیض والی کے لئے دو حیض اور غیر حیض والی کے لئے ایسی آزاد عورت کی عدت کا نصف یعنی ڈیڑھ ماہ۔ اور اسی میں ہے: رجعت (رجوع کرنا) یہ عدت کے درمیان موجود ملکیت کو باقی قائم رکھنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی تنویر الابصار وہی فی حرۃ تحيض بعد الدخول ثلث حیض کو امل، وفی من لم تحض بصغر او کبر ثلثة اشهر، وفی امة تحيض حیضتان، وفی امة لم تحض نصف الحرۃ^۱، ملخصاً، وفیه هی استدامة الملك القائم فی العدة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵: ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے غصہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اس وقت ایک آدمی اور موجود تھا بعدہ جو شخص آیا اور پوچھا تو کہا میں نے اپنی عورت کو طلاق دے دی، ڈیڑھ ماہ تک علیحدہ رہے، اس درمیان میں جس آدمی نے پوچھا تم کیسے علیحدہ ہو تو بارہا یہی کہا کہ طلاق دے دی، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہو گئی تو نکاح کس طور پر ہونا چاہئے؟
 الجواب:

اگر اس وقت ایک بار طلاق دی تھی اور باقی بار اوروں کے پوچھنے پر کہا اور وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ

^۱ درمختار شرح تنویر الابصار باب العدة مطبع مجتہدی، ج ۱/ ۵۶-۲۵۵

میں نے ان دفعوں میں طلاق دینے کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ اس کے پوچھنے پر خبر دی تھی تو صرف ایک طلاق ہوئی اگر رجعی تھی رجعت کر سکتا ہے جب تک عدت نہ گزرے ورنہ دوبارہ اس سے نکاح کر لے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

از شہر مسئلہ علی محمد برادر ہندہ جس کا بیان ہے

مسئلہ ۱۳۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرا شوہر تھا وہ اور میں اور میرے ماں بھائی ایک ہی مکان رہتے تھے اور روٹی کپڑے پر لڑائی ہوتی تھی تو وہ مجھ کو مارتا اور برا بھلا کہتا تھا تو میں ماں نے یہ کہا کہ اب تیرا کیا کام ہے تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اب یہاں مت آ۔

الجواب:

اگر یہ بیان سچ ہے تو ایک طلاق ضرور ہو گئی لیکن عورت ابھی نکاح سے نہ نکلی، ہاں اگر ہاں پہلے لفظ سے بھی کہ "تم میرے کام کی نہ رہیں" اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاقیں ہو گئیں اور عورت نکاح سے نکل گئی، رہا یہ کہ اس نے اس لفظ سے بھی نیت کی تھی یا نہیں، یہ اس کے بیان پر ہے، اس سے قسم لی جائے، نہ ہوں گی ایک ہی رجعی ہو گی کہ عدت کے اندر وہ اپنے نکاح میں پھیر لے عورت بدستور اس کی زوجہ رہے گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

از ستار گنج

مسئلہ ۱۳۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے زید سے نکاح کیا مگر صحبت نہ ہوئی، صبح کو بوجہ انوائے چند اشخاص ہندہ نے مہر معاف کیا اور زید نے طلاق دے دی، اس صورت میں اسی روز شام کو نکاح ہندہ عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر زوج و زوجہ تنہائی کے مکان میں یکجا ہوئے ہوں اور ان میں کوئی مانع حقیقی ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے وطی اصلًا نہ ہو سکے اس کے بعد زید نے طلاق دی تو بیشک ہندہ پر عدت واجب ہے اگرچہ مباشرت نہ ہوئی

فان الخلوة الصحيحة في النكاح الصحيح مثل الوطى	عدت کو واجب کرنے میں صحیح نکاح کے بعد خلوت صحیحہ
في ايجاب العدة	وطی کے حکم میں ہے اور یہاں خلوت کی صحت سے

وصحة الخلوة ههنا العدم البائع الحقيقي وان جد مانع شرعي كالصوم۔	مراد جماع سے مانع کا موجود نہ ہونا ہے اگرچہ شرعی مانع مثلاً روزہ پایا جائے تو خلوت صحیحہ ہو جائیگی (ت)
--	--

شرح نقایہ میں ہے:

العدة للطلاق بعد الدخول او الخلوة الصحيحة فانه طلقها قبل الدخول او بعد الخلوة الفاسدة والفساد لعجزه عن الوطى حقيقة لم تجب العدة، ولو لامر شرعي كصوم الفرض تجب كما في قاضيخان وذكر في المحيط انه لا عدة بخلوة الرتقا ¹ اھ ملخصاً۔	طلاق بعد دخول یا خلوت صحیحہ ہو تو عدت ہے کیونکہ اگر دخول سے قبل یا خلوت فاسدہ کے بعد طلاق ہو تو عدت واجب نہ ہوگی، خلوت کا فساد یہ کہ جماع سے کوئی حقیقی مانع موجود ہو، اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع موجود ہو، اگر شرعی مانع مثلاً فرضی روزہ ہو تو وہ مانع نہیں ہے اور اس پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ قاضی خاں میں ہے اور محیط میں ذکر کیا کہ شرمگاہ میں ہڈی والی عورت سے خلوت پر عدت واجب نہ ہوگی، اھ، ملخصاً (ت)
---	---

پس اگر عدت کے دوران کے بعد طلاق تین حیض کامل کا گزرنا ہے دوسرے سے نکاح کرے گی ہر گز صحیح نہ ہوگا اور حرام محض رہے گا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لايجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذا المعتدة كذا في السراج الوهاج سواء كانت العدة عن طلاق او وفات او دخول في نكاح فاسد او شبهة نكاح كذا في البدائع ² ۔	کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی منکوحہ یا دوسرے کی عدت والی سے نکاح کرے۔ السراج الوہاج میں ایسے ہی ہے، عدت طلاق ہو یا عدت وفات ہو، یا نکاح فاسد میں دخول یا شبہہ نکاح میں دخول کی وجہ سے ہو (سب میں دوسرے کا نکاح حرام ہے) بدائع میں یونہی ہے۔ (ت)
---	---

ہاں اگر خلوت بھی نہ ہوئی اور ویسے ہی طلاق دے دی تو ہندہ پر عدت نہیں، اسے اختیار ہے کہ اسی وقت جس سے چاہے نکاح کر لے۔ درمختار میں ہے:

سبب وجوبها (یعنی العدة) عقد النکاح	وجوب عدت کا سبب وہ نکاح ہے جس میں بیوی
------------------------------------	--

¹ جامع الرموز فصل في العدة المكتبة الاسلامية گنبد قاموس ایران ۵۷۸/۲

² فتاویٰ ہندیہ کتاب النکاح القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۰/۱

المبتکد بالتسلیم وما جرى مجراه من موت او خلوت الخ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	سپرد کردی گئی ہو یا وہ جو اس کے قائم مقام ہو مثلاً موت یا خلوت ہو، الخ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۱۳۸: از کیپ میرٹھ لال کورقی بازار کوٹھی خان بہادر صاحب مرسلہ شیخ میر محمد صاحب ۲ شعبان ۱۳۳۶ھ زید اور عمرو (برادر منکوحہ زید) کی ایک روز کسی بات پر باہم سخت حجت ہوئی اور عمرو نے زید اپنے بہنوئی س کہا کہ مہربانی کر کے اس طرف کا ارادہ نہ کیجئے جس کا مقصد یہ تھا کہ میرے (عمرو کے) مکان پر نہ آئے گا۔ اس کے جواب میں زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں اس کو طلاق دے چکا، یا یہ کہا میں تو اس کو طلاق دے چکا، اسی طرح تین چار مرتبہ یہی الفاظ کہے، اس سے قبل اپنی زوجہ سے لفظ طلاق کبھی نہ کہے تھے، کیا اس صورت میں زید کی منکوحہ پر طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

عمرو کی مراد اس طرف سے کچھ بھی سہی جبکہ زید اپنی زوجہ کی نسبت سمجھا اور اُسے تین بار کہا میں اس کو یا میں تو اس کو طلاق دے چکا، تین طلاقیں ہو گئیں، زید گنہگار ہوا اور عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔

قال اللہ تعالیٰ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَ ۚ ^۲	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کے لئے دوبارہ حلال نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ (ت)
--	--

اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹: از پالی مارواڑ متصل دروازہ جھالرباڑ مسئلہ بنی بخش صاحب ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسٹی رمضانی ولد گگانداف نے اپنی عورت جنابنت محمد بخش قوم نداف ساکنہ پالی کو ۲۳ بیج الاول ۱۳۳۹ھ کو حسب ذیل تین طلاقیں دیں اور نکال دیا، پانچ روز بعد مولوی سید احمد علی صاحب کے پاس جا کر اپنا حال کہا، انہوں نے جواب دیا میں شام کو فریقین کے بیان سنوں گا، بعد عشاء آئے اور فریقین اور گواہوں کے بیان لے کر طلاق کا زبانی فیصلہ دے کر

^۱ در مختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

^۲ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

بیان میں چلے گئے وہ بیانات درج ذیل ہیں:

بیان گواہ اول مسمیٰ رحمان علی شاہ درویش: اس طلاق سے میں واقف ہوں اس نے اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ لڑکی اپنے باپ کے مکان چوترے پر بیٹھی تھی تب میں نے اُس سے کہا کہ آبیٹی! میں تجھ کو تیرے مکان پر لے چلوں تب وہ میرے ساتھ ہوئی اُس وقت رمضان نے ایک پتھر پھینکا اور کہا کہ شاہ صاحب اس کو کہاں لے جاتے ہو میں اس لڑکی کو باپ کے گھر جانے کو کہہ دیا اور میں نے اپنی جگہ جا بیٹھا تب رمضان مذکور سے کہا گیا کہ بیان سچ ہے یا نہیں، کہاں سچ ہے۔

بیان گواہ ثانی مسمیٰ بنی بخش ولد حسن جی نداف: میں ایمان سے بیان کرتا ہوں کہ یہ (رمضان) وہی تباہی بگتا تھا، میں نے کہا کہ اگر اس کو رکھنا منظور نہ ہو تو اس کو چھوڑ دے یعنی طلاق دے دے، تب اس نے کہا کہ میں اس کو کل طلاق دے چکا ہوں، اور باقی رہا مہر چار روپیہ تو اس کے باپ سے میں مانگتا ہوں باقی پانے برتن بیچ کر دے دوں گا۔ رمضان صاحب سے کہا گیا یہ سچ بیان کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ پھر ایک قرآن مجید منگوا کر اس سے کا گیا اگر تُو نے طلاق نہیں دی ہے تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے، جواب دیا: میں قسم نہیں کھاتا اس عورت کو قرآن دے دو اگر قسم کھالے گی سچی ہوگی، شاید وہ بھی طلاق چاہتی ہو اور چھٹکارے کے واسطے قسم کھالے تو پھر کوئی علاج نہ ہوگا، اس نے پھر یہی جواب دیا اگر یہ قسم کھالے تو یہ سچی ہے، تب لڑکی سے کہا گیا تجھ کو اگر اس نے طلاق دے دی ہو تو قرآن شریف ہاتھ میں لے کر قسم کھالے اس نے دونوں ہاتھ قسم کیلئے قرآن شریف لینے کو بڑھائے لیکن اس خیال سے کہ شاید حیض سے ہو قرآن اس کے ہاتھ میں نہ دیا اور کہا تو خدا کی قسم کھا کر بیان کر کہ کس طرح طلاق دی ہے تب اس نے قسمیہ بیان کیا کہ ہمارے بار بار لڑائی رہتی ہے اس رات کو بھی ہوئی اور اس نے کہا کہ میں تجھ کو صبح ٹھیک کروں گا، جب صبح میں اُٹھی تو اس نے کہا کہ آٹا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کہا کہ آٹا تھوڑا ہے زیادہ نہیں، تب اس نے کہا بندو لے کے واسطے کہا تھا تو نے کیوں نہیں پیسا؟ اب میں نے کہا کہ اب پیسنے لانی ہوں، تب اس نے کہا اب کوئی ضرورت نہیں تو روٹی بیکر، تب اس کے کہنے سے روٹی بیکر نے لگ گئی، تو اس نے کہ تجھ طلاق ہے تو چلی جا، تب اٹھ کر اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو تھوڑی دیر بعد چچا مجھ کو بلوا کر لے گئے تو ہم دونوں کو سمجھا کر بٹھا آئے تب میں نے روٹی پکائی تو اس نے مجھ سے کہا کہ تو کیوں آئی تجھ کو طلاق ہے تو چلی جا، تو پھر میں وہاں سے چلی آئی، باقی شاہ صاحب گواہ اول اور پتھر وغیرہ کا قصہ بیان کیا، تب مسمیٰ رمضان سے دریافت کیا کیا یہ عورت سچ کہتی ہے؟ اس نے کہا ہاں سچ

ہے فقط، لہذا عرض یہ ہے کہ ان بیانوں پر طلاق ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

گواہوں کے بیان ناقص ہیں اور ان میں تین طلاقیں کا کہیں ذکر نہیں اور عورت کا قسم کھانا محض نامعتبر ہے کہ وہ مدعیہ ہے مدعی کا حلف نہیں سنا جاتا اس سے گواہ مانگے جاتے ہیں گواہ نہ دے سکے تو مدعا علیہ پر حلف رکھا جاتا ہے۔ رمضان نے جو گواہوں کے بیان کی تصدیق کی اس سے صرف طلاق ثابت ہوگی تین طلاقیں کا ثبوت نہیں کہ اس کا ذکر بیان شہدان میں خود نہ تھا، ہاں اگر ثابت ہو کہ عورت کا بیان مذکور سُن کر رمضان نے اس کی تصدیق کی تو بیشک تین طلاقیں ثابت ہو گئیں تصدیق بیان عورت کا اگر رمضان کو اقرار ہے تو بہتر ورنہ اس تصدیق پر دو گواہ لینے ہوں گے جو "گواہی دیتا ہوں" کہہ کر پوری صحیح شرعی شہادت ادا کریں، اگر شہادت سے یہ تصدیق نہ ثابت ہو تو تین طلاقیں کا حکم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ان میں کسی گواہ کا بیان رمضان کی تصدیق کرنا اس کے اقرار یا دو شہادین عادلین کے اظہار سے ثابت ہو تو ایک طلاق ہوئی، اگر رجعت نہ کی اور عدت گزر گئی تو عورت نکاح سے نکل گئی، اور عدت کے اندر رجعت کر لی تھی تو عورت بدستور اس کی زوجہ مانی جائے گی، اور اگر کسی گواہ کی بھی تصدیق ثابت نہ ہو تو ایک طلاق کا بھی حکم نہ ہوا لیکن عورت اگر جانتی ہے کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں تو اس پر فرض ہوگا کہ جس طرح جانے اس سے بھاگے باعلانیہ طلاق حاصل کرے اگرچہ اپنے مہر کے بدلے اور مال دے کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۰: از مقام دیپاسرائے پر گئے سنبھل ضلع مراد آباد، بر مکان حاجی امیر حسین صاحب ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی طلاق کی نیت دل میں تو کی لیکن زبان سے کوئی طلاق کا لفظ نہیں نکالا اور دوسرے تک اس نے اس سے مجامعت بھی نہیں کی لیکن ہر طرح کا خللا اور خوردنوش اور کھانا انتظامات خانہ داری کا برتاؤ برابر اس کے ساتھ رکھا، آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اور بی بی کا وہی نکاح سابق قائم رہا یا پھر اس کی تجدید کی جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب:

نکاح سابق باقی ہے اس وجہ سے تجدید کی کوئی حاجت نہیں، نری نیت سے طلاق نہیں ہو سکتی اگرچہ دن میں سو بار نیت کرے، جب تک زبان سے لفظ نہ کہے گا طلاق نہ ہوگی بلکہ زبان کی خالی حرکت بھی کافی نہیں، جب تک اتنی آواز نہ ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو اپنے کان تک پہنچے، زبان کو جنبش ہوئی اور آواز اتنی بھی نہ نکلی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی جب بھی صحیح مذہب میں طلاق نہ ہوگی۔ تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

مخفی آواز ادنیٰ یہ ہے کہ خود کو سُنائے، اور یہ حکم ان تمام میں جاری ہوگا جن کا تعلق نطق سے ہو، مثلاً ذبیحہ پر بسم اللہ، آزاد کرنا، طلاق دینا وغیرہ، تو اگر طلاق کہی اور خود نہ سُن سکا، تو صحیح قول میں طلاق نہ ہوگی (ت)	ادنیٰ المخافتة اسباع نفسه ويحري ذلك في كل مايتعلق بنطق كتسبیه علی ذبیحة وعتاق وطلاق وغیرہا فلو طلق ولم یسمع نفسه لم یصح فی الاصح ¹ ۔
--	---

ہاں اگر آواز اتنی تھی کہ اپنے کان تک پہنچ سکتی اگرچہ کسی مانع مثلاً غل شور بجلی، مینہ، بہرے پن وغیرہ کے سبب نہ پہنچی طلاق ہو جائے گی،

ادنیٰ حد ہے کہ آواز اتنی ہو کہ اس کے اپنے کانوں تک پہنچے اگرچہ حکماً ایسا ہو مثلاً آواز پہنچ جاتی اگر وہاں بہرہ پن شور و غل وغیرہ نہ ہوتا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	ادنی الحد خروج صوت یصل الی اذنه ولو حکماً کما لوکان هناك مانع من صم اوجبلۃ اصوات اونحو ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۱۴۱: از رامہ تحصیل گوجر خاں ڈاکخانہ جاتلی ضلع روالپنڈی مرسلہ تاج محمد صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک لڑکے نے اپنے باپ سے بولا کہ تم میری زوجہ کو طلاق دے دو، اس نے طلاق دے دی ہے، یہ طلاق واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

نابالغ نہ خود دے سکتا ہے نہ دوسرے کو وکیل کر سکتا ہے، نہ باپ بذریعہ ولایت اُس کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے فأنه ضرر والولاية للنظر (کیونکہ یہ تو ضرر ہے جبکہ ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۴۲: ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ عورت چار ماہ کا حمل رکھتی ہے اور شوہر طلاق دے تو طلاق جائز ہے یا نہیں؟ بینوا
توجروا

الجواب:

جائز و حلال ہے اگرچہ حمل میں بلکہ آج ہی بلکہ ابھی ابھی اس سے جماع کر چکا ہو،

¹ درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجہر الامام مطبع مجتہائی دہلی ۹/۱

در مختار میں ہے، بوڑھی عورت، نابالغہ اور حاملہ عورت کو جماع کے بعد بھی طلاق دینا حلال ہے کیونکہ مکروہ حیض والی عورت کو ظہر میں جماع کے بعد طلاق دینا اس لئے تھا کہ وہاں حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہ احتمال یہاں نہیں ہے۔ (ت)	فی الدرالمختار حل طلاقهن ای الأیسة والصغیرة والحامل عقب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو مفقود ههنا ¹
---	---

مگر ایک طلاق رجعی دے، اگر دو تین دے گا گنہگار ہوگا،

در مختار میں ہے: بدعی طلاق یہ ہے کہ تین طلاقیں خواہ متفرق ہوں یا دو طلاقیں ایک مرتبہ یا متفرق دی جائیں الخ (ت)	فی الدر البدعی ثلاث متفرقة او ثنتان بمرّة او مرتین ² الخ۔
--	--

یوں ہی طلاق بائن ایک ہی دے جب بھی ظاہر الروایۃ میں گناہ ہے،

ردالمحتار میں ہے: ایک بائنہ طلاق، بدعی طلاق ہے، ظاہر روایت کے مطابق۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی ردالمحتار الواحدة البائنة بدعية فی ظاہر الروایة ³ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

مسئلہ ۱۴۳: زیریواڈاک خانہ امریا ضلع پبلی بھیت مسئلہ جناب محمد بخش صاحب و ذوالفقار خاں صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے حالت غصہ میں بہ سبب ملامت برادران زوجہ اپنے کے اپنی بیوی کو طلاق دی اور زمانہ طلاق میں عورت کو ۵۵ ماہ کو حمل تھا بعد طلاق اور پورا ہونے مدت حمل کے عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور تین چار روز زندہ رہ کر مر گیا یہ طلاق جائز ہے یا ناجائز، اور ایسی صورت میں جو حکم مسئلہ ہو اطلاع دی جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

عورت کو حمل ہونا مانع وقوع طلاق نہیں، اگر طلاق بائن تھی تو مطلقاً اور اگر رجعی تھی اور بچہ پیدا ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے

¹ درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۶/۱

² درمختار شرح تنویر الابصار فصل ویجہر الامام مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۶/۱

³ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸

چاہے نکاح کرے، اور اگر طلاق رجعی تھی اور قبل ولادت قول یا فعل کے ذریعہ سے شوہر نے رجعت کر لی تو عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از موضع بلہری ڈاکخانہ صفدر گنج ضلع جبارہ بنکی مرسلہ مہدی حسن صاحب ۴ رجب ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص درمیان فساد باہمی کے بحالت غیظ و غضب اپنی بی بی سے تین باروں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا، اور بروقت دینے کے یہ بھی اپنے دل میں ارادہ کر لیا کہ میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح عقل سے کہتا ہوں باوجود درمیان جھگڑے باہمی کے غصہ میں یہ سب باتیں وقوع میں آئی ہوں تو اس حالت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو گئی تو پھر چند ساعت کے بعد غصہ فرو ہو گیا اور میاں اپنے ان افعال قبیحہ پر منفعّل ہو کر بی بی کو رجعت کرنا چاہے اور بی بی بھی رجعت پر آمادہ ہو تو کس صورت سے بی بی، میاں پر حلال ہے فقط۔ بیینواتوجروا

الجواب:

صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہو گئیں، عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری بھی ہو، پھر وہ اسے طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا۔

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهَا^۱، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تحلّین الزوجک الاول حتی یدوق الآخر عسیلتک وتذوق عسیلتہ^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۱۳۵: از شاہجہان پور محلہ باڑوڑی مسئولہ حفیظ اللہ صاحب ۱۲ بیجاالاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ درباب طلاق فتویٰ مولانا عبدالحق صاحب لکھنؤ کا کہ مجموعۃ الفتاویٰ جلد دوم ص ۵۳ میں واقعہ اور پیش خدمت نقل اس کی اخیر تحریر میں موجود ہے کیا عند الضرورت ہم

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

^۲ صحیح البخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۲/۲

لوگ اس پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

نقل فتویٰ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی قدس سرہ الولی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو حالت غضب میں کہا کہ میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا میں نے طلاق دیا، پس اس تین بار کہنے سے تین طالق واقع ہو گئی یا نہیں؟ اور اگر خفی مذہب میں واقع ہوں اور شافعی میں مثلاً واقع نہ ہوں تو خفی کو شافعی مذہب پر اس صورت خاص میں عمل کرنے کے رخصت دی جائے گی یا نہیں؟

ہوالمصوب الجواب: اس صورت میں خفیہ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور بغیر تحلیل کے نکاح نہ درست ہوگا مگر بوقت ضرورت کہ اس عورت کا علیحدہ ہونا اس سے دشوار ہو اور احتمال مفاسد زائدہ کا ہو تقلید کسی اور امام کی اگر کرے گا تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا، نظیر اس کی مسئلہ نکاح زوجہ مفقود وعدت ممتدة الطهر موجود ہے کہ خفیہ عند الضرورت قول امام مالک پر عمل کرنے کو درست رکھتے ہیں، چنانچہ رد المحتار میں مفضلًا مذکور ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہ شخص کسی عالم شافعی سے استفتاء کر کے اس پر عمل کرے، واللہ اعلم حررہ عبدالحی عفی عنہ¹

الجواب:

یہ فتویٰ گمراہ گری ہے، اس پر عمل حرام قطعی ہے، ان کے مجموعہ فتاویٰ میں این و آن و زید و عمر کے فتویٰ بھی بھرے ہیں یہاں تک کہ غیر مقلدوں کے بھی، یہ فتویٰ بھی کسی غیر مقلد کا ہوگا اور وہ بھی نرے جاہل اجہل کا، جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ایک جلسہ میں تین طلاقیں ہو جانے پر جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے، ہر گز امام شافعی یا کوئی امام اس کے خلاف کے قائل نہیں، اور اگر وہ یہ جانتا ہے پھر امام شافعی و مخالف مانتا ہے تو سخت کذات مکارہ اور عوام کو دھوکے دینے والا۔ امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم شریف میں فرماتے ہیں:

قال الشافعي ومالك ابو حنيفة واحمد وجباهير	امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور پہلے اور پچھلے
العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث ²	جمہور علماء علماء نے فرمایا تین طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

¹ مجموعہ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی کتاب الطلاق مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۸۱ھ-۷۳۴

² شرح صحیح مسلم للنووی باب طلاق الثلاث قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۸۱ھ

یعنی امام شافعی و امام مالک و امام ابو حنیفہ و امام محمد و جمہور علمائے سلف و خلف کا یہی مذہب ہے کہ صورت مذکورہ میں تین طلاقیں ہو گئیں معذالہ سے ضرورت ماننا صراحتاً مذہب کا ڈھانا ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ عورت کا علیحدہ ہونا مجھ پر دشوار ہے، کون نہیں کہہ سکتا کہ احتمال مفاسد ہے، احتمال کو ضرورت جاننا عجب جہالت ہے نہ کہ فقط نفس پر شاق ہونے کو تمام تکلیفات شرعیہ کا ہدم کرے گا وہ سب نفس پر شاق ہونا ضرورت ٹھہرا والضرورات تبیح المحظور و لاحول ولا قوۃ الا باللہ (ضروریات، ممنوعات کو مباح کرتی ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ-ت) مسئلہ مفقود و امتداد طہر پر اس کا قیاس کرنا صریح و سواس ہے پھر رفع سراسر بطالت و جہالت کر خمیر ہے کسی طرح یقین نہیں کہ مولوی لکھنوی صاحب کی ہوا گرچہ غلطی کا تب سے ان کا نام لکھا گیا ہو اور اگر واقعی اُن کی ہے تو اتباع حق کا ہے، نہ غیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئلہ محمد جی ۲ شعبان ۱۳۳۹ھ شمس العلماء رئیس الفضلائے خان خاں جناب احمد رضا خاں صاحب دام لطفہ، السلام علیکم! اگر غضب کثرت سے ہو کہ ایسا غصہ ہو کہ کامل عقل نہ ہو اس حالت میں اگر طلاق صریح و غیرہ دیوے تو واقع ہوگی یا نہ؟

الجواب:

غضب اگر واقعی اس درجہ شدت ہو کہ حد جنون تک پہنچا دے تو طلاق نہ ہوگی اور یہ کہ غضب اس شدت پر تھا، یا تو گواہان عادل سے ثابت ہو یا وہ اس کا دعویٰ کرے اور اس کی یہ عادت معهود معروف ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول مان لیں گے ورنہ مجرد دعویٰ معتبر نہیں، یوں تو ہر شخص اس کا ادعا کرے اور غصہ کی طلاق واقع ہی نہ ہو حالانکہ غالباً طلاق نہیں ہوتی مگر بحالت غضب، ردالمحتار میں خیر یہ سے ہے:

الدھش من اقسام فلا یقع و اذا کان یعتادہ بان عرج هذا الدھش مودة یصدق بلا برهان ^۱ و تمام تحقیقہ فی فتاونا۔	مدہوشی، جنون کی قسم ہے۔ لہذا طلاق نہ ہوگی۔ جب عادت بن چکی ہو اور ایک مرتبہ مدہوشی معلوم ہو چکی ہو تو خاوند کی بات بلا دلیل مان لی جائے گی اھ اس کی تحقیق ہمارے فتاویٰ سے معلوم کی جائے۔ (ت)
---	--

^۱ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۲۷/۲

مسئلہ ۱۳۷: از شہر پور بندر مقام کھاری مسجد مرسلہ مولوی محمد اسماعیل خاں صاحب ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت زینب سے حالت غصہ میں کہا زینب طلاق طلاق یعنی بے شمار طلاق جس کا اندازہ معلوم نہیں، اور زید کہتا ہے کہ مجھ کو حالت غصہ میں خبر نہیں کہ میں نے کتنے دفع طلاق دیا ہے بخضور الشاہدین، اور زینب کے خویش واقارب کہتے ہیں کہ زید نے تین طلاقیں شرعاً دی ہیں اور اب زید اپنی عورت زینب سے رجعت کرنا چاہتا ہے اور عورت کے وارث انکار کرتے ہیں، اور یہ آدمی نمازی ہے اور غریب ہے، یہاں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ رجوع صحیح ہے مگر لوگ نہیں مانتے، اب حق آپ کی جانب ہے جیسا کہ حکم شریعت ہو، اگر آپ جواب نہ دو گے تو غریب کا حق مارا جائے گا اور دوسرا کوئی ہندوستان میں آپ جیسا عالم نہیں، آپ کا فتویٰ اطراف میں جاری ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے، گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ یہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہو گئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا۔

قال الله تعالى فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَكُونُوا جَائِعِينَ ^۱ - والله تعالى اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۱۳۸: از کلکھ دھرم تلہ اسٹریٹ نمبر ۱۶۲ مرسلہ عزیز الرحمن صاحب پیش امام مسجد ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کئی آدمیوں نے مل کر ایک شخص سے کہا کہ تو اپنی اہلیہ کو طلاق دے دے۔ پس اس کی زبان سے بلائیت طلاق کے نکل پڑا "ہاں ہاں" تو اس صورت میں اس کی اہلیہ پر طلاق ہوگا یا نہیں؟ جواب کتب دینیہ سے ارشاد ہو۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ اُن اشخاص نے اس سے طلاق زن کی درخواست کی اور اس کے جواب میں اس نے "ہاں ہاں" کہا طلاق اصلاً نہ ہوئی اگرچہ نیت طلاق ہی کہتا کہ لفظ "ہاں" جب امر کے جواب میں واقع ہو تو اس کا حاصل وعدہ ہوتا ہے یعنی ہاں طلاق دے دوں گا اور اس سے طلاق نہیں ہو سکتی اگرچہ نیت کرے کہ طلاق کے لئے نیت

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

بے لفظ کافی نہیں، ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ تو نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی، تو یہ اخبار یا بتقدیر لفظ کیا استخبار ہوتا اس کے جواب میں اگر وہ ہاں کہتا ضرور وقوع کا حکم دیا جاتا کہ اب وہ تصدیق و اقرار ہے اس صورت کی تصریح کی ضرورت یہ بھی تھی کہ بعض اطراف ہند کے بلاد میں فاعل فعل متعدی کے ساتھ بھی لفظ (نے) نہیں کہتے مثلاً تو کہا یا آپ فرمائے، بولتے ہیں اگر ان لوگوں کا یہی محاورہ معلومہ معروفہ ہے اور "دے دی" بیائے معروفہ کہا تھا اور زید نے یہی معنی سمجھ کر "ہاں" کہا تو حکماً طلاق واقع مانی جائے گی، اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہوئی جبکہ واقع میں نہ دی تھی اور جھوٹ اقرار کر دیا۔ تاج العروس میں ہے:

فی التہذیب قد یکون نعم تصدیقاً ویکون عداۃ و حاصل مافی البغنی وشروحہ انہ یکون حرف تصدیق بعد الخبر و وعدہ بعد افعول ولا تفعول الخ۔	تہذیب میں ہے کہ نعم (ہاں) کا لفظ تصدیق ہوتا اور وعدہ ہوتا ہے، اور مغنی اور اس کی شرح میں مذکور کا ماحصل یہ ہے کہ نعم خبر کے بعد تصدیق اور کر (امر) اور نہ کر (نہی) بعد وعدہ ہوتا ہے الخ (ت)
--	---

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عن رجل قال لامرأته اذهبی الی بیت امّک فقلت طلاق دہ تا بردم فقال تو برو من طلاق دادم فرستم قال لاتطلق لانه وعد کذا فی الخلاصۃ ^۲ ۔	نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تو اپنی والدہ کے ہاں جا" بیوی نے جواب میں کہا "طلاق دے تاکہ میں جاؤں" خاوند نے کہا "تو جا میں نے طلاق دی ہے بھیج دی ہے" تو نجم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ وعدہ ہوگا۔ خلاصہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن البزازیة والقنیة لو اراد الخبر عن الماضی کذباً لایقع دیانة وان اشهد قبل ذلك لایقع قضاء ایضاً ^۳ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدة اتم واحکم۔	بحر میں بزازیہ اور قنیہ سے منقول ہے کہ مذکورہ صورت میں اگر خاوند نے ماضی کے بارے میں جھوٹی خبر دیتے ہوئے کہا ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور اگر پہلے سے گواہ بنائے ہوں تو قضاء بھی طلاق نہ ہوگی واللہ سبحانہ، وتعالیٰ اعلم (ت)
---	---

^۱ تاج العروس فصل النون من باب المہیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۲/۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴۳

^۳ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۲۸

مسئلہ ۱۴۹: از کلنتہ امر تلہ لائن نمبر ۲۶ مسئلہ رحمت اللہ آدم غنی ۲۸ شعبان ۱۴۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح ثابت رہا یا طلاق ہوا، ہماری بی بی سے اور ہماری والدہ سے جھگڑا ہوا، اس رنجش سے ہماری والدہ دوسرے مکان پر چلی گئی ایک ہفتہ بعد جمعرات کو سب لوگ گئے، بی بی سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ رنج ہو کر چلی گئی تم ان کو راضی کر کے لاؤ، بی بی نے انکار کیا، میں نے بہت سمجھایا مگر وہ راضی نہ ہوئی، میں نے کہا جب تک میری والدہ کو راضی نہیں کروں گی ہم بھی تمہارے شریک رنج ملال کے نہیں ہوں گے، اس پر بی بی نے جواب دیا ہم تم کو اور تمہاری ماں کو نہیں چاہتے ہیں تم چلے جاؤ، میں مکان آئے لگا، بی بی نے کہا ایسے کیوں جاتے ہو صفائی کر کے چلے جاؤ ہم نے جواب دیا کہ کس کو صفائی کے لئے بلاؤں اپنے دل میں ارادہ کیا کہ روزانہ جھگڑے سے اس کو طلاق دینا ہی بہتر ہے، چلے آئے، بستی والوں نے پوچھا کہ کسی کے نزدیک اس کو طلاق دیا، ہم نے جواب دیا کہ اپنے دل سے طلاق اس کو دے دیا جس کو آٹھ نو مہینے کا زمانہ گزرتا ہے اس تاریخ سے آج تک ہم سے اس سے ملاقات نہیں ہے بعد پانچ چھ ماہ کے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنی بی بی سے کیونکہ نہیں ملتے، جواب دیا کہ ہم نے اس کو طلاق دے دیا، جواب اس کے تم نے کس کے نزدیک طلاق دیا، ہم نے اس کو کسی کے سامنے طلاق نہیں دیا اپنے دل سے اس کو ترک کر دیا، جواب اس کے ان نے کہا کہ گھر بیٹھے طلاق طلاق نہیں ہوتا ہے کسی کے سامنے طلاق دینا چاہئے، اس پر اس نے کہا کہ ایسے طلاق نہیں ہوتا ہے، نہ ہوا، اس پر ہم نے کہا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق یہ کہہ کر کہا اب ہوا یا نہیں؟ ان نے کہا ہو گیا۔

الجواب:

دل میں طلاق دینے سے نہیں ہوتی جب تک زبان سے نہ کہے،

بل بصوت یسمع نفسه لولا منع کہا ہوا الصحيح لا معتمد فی کل ما ہو قول کہا فی الدرر وغیرہ۔	بلکہ ایسی آواز سے جس کو مانع نہ ہونے پر خود سُن سکے، جیسا کہ یہی صحیح اور قابل اعتماد قول ہے ہر قولی معاملہ میں جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے (ت)
---	---

پہلے شخص کے جواب میں اگر یوں کہتا کہ اپنے دل میں طلاق دے دی تو اس سے بھی طالق نہ ہوتی لانہ اقرار بالباطل (کیونکہ یہ باطل کا اقرار ہے۔ ت) مگر اس نے کہا کہ اپنے دل سے اس کو طلاق دے دی یہ ایک طلاق رجعی ہوئی، عبارت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس گفتگو کے پانچ چھ مہینہ بعد دوسرے شخص سے گفتگو ہوئی، اور اگر ایسا ہے اور اس پانچ چھ مہینے میں گفتگوئے شخص اول کے بعد سے اب تک عورت کی تین حیض شروع ہو کر ختم ہو چکے تو یہ تین طلاقیں نہ ہوئیں لغوات المحل

بالبینونة) بابت طلاق کی وجہ سے اب طلاق کا محل نہ رہی۔ ت) عورت اسی پہلی طلاق پر نکاح سے نکل گئی اب بلا حلالہ اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے اور اگر اس پانچ چھ مہینے میں عورت کو تین حیض آکر ختم نہ ہوئے تو اب تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: طلاق کتنے مرتبہ دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو سکتی ہے؟

الجواب:

تین مرتبہ ہو جائے تو عورت ایسی نکاح سے باہر ہوتی ہے کہ بے حلالہ پھر اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین مرتبہ سے کم کے لئے کچھ الفاظ مقرر ہیں کہ ان سے نکاح جاتا ہے مگر بے حلالہ نکاح پھر کر سکتا ہے، اور ابھی عورت سے خلوت کی نوبت نہ پہنچی ہو تو کسی لفظ سے ایک ہی طلاق دینے سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: ازادور چھاؤنی ریزیدنس گورنمنٹ پریس سنٹرل انڈیا مسٹولہ عبدالکریم پسر سکندر خاں پہلوواں ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو واقعی طلاق نہیں دی تھی کسی مقدمہ میں برسر اجلاس فریق ثانی کے سوال کے تردید میں جس نے کہ اس کی زوجہ کا بوجہ نوع نکالیف کے اس کے یہاں سے فرار ہونا ظاہر کیا تھا یہ جواب دیا کہ اس کی زوجہ فرار نہیں ہوئی بلکہ میں نے اس کو طلاق دے دی تھی لیکن بعد میں تحقیقات سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور الصدر نے محض اپنی آبروریزی کے خیال سے نیز اپنی بات کو بالار کھنے کی وجہ سے طلاق کا اظہار کچہری کے روبرو کیا تھا، آیا ایسی صورت میں جیسا کہ اس نے کچہری کے روبرو ظاہر کیا طلاق ہونا جائز ہے کیا؟

(۲) شخص مذکور الصدر ہی نے ایک دعوٰی بازیابی زوجہ اپنی زوجہ کے خلاف کچہری مجاز میں دائر کیا، کچہری نے بعد انفصال مقدمہ ایک نوٹس میعاد آٹھ یوم بایں مضمون بنام مدعی جاری کیا کہ میعاد مقررہ کے اندر مدعی اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے ورنہ بعد انقضائے میعاد مذکور سمجھا جائے گا کہ مدعی مذکور کی جانب سے طلاق ثلاثہ ہو گئی، چنانچہ نوٹس مجریہ بعد اطلاع یابی مدعی بلا کسی اطلاع کے کہ مدعی اپنی زوجہ کو اتنے روز میں لے جائے گا موصول کچہری مجاز ہوگا، بعد اختتام میعاد مذکور وکیل مدعا علیہا نے از روئے قانون مروجہ ہدایت کی کہ مدعا علیہا اپنا عقد ثانی کر سکتی ہے، اس صورت میں اگر خلاف مدعا علیہا کسی قسم کا دعوٰی مدعی کی طرف سے ہوگا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں، لہذا عرض ہے کہ اس صورت میں بھی کہ جو یہاں کی گئی تحریر فرمائیں از روئے شرع شریف طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

پہلی صورت میں ایک طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ نہ ہو، جبکہ جھوٹ کہا ہو کما فی الخیر فیہ فیمن اقرباً لطلاق کاذباً (جیسا کہ خیر یہ میں طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔ ت) صورت دوم میں ہر گز طلاق نہ ہوئی، نوٹس میں دوسرے کا یہ لکھ دینا اور شوہر کا جواب نہ دینا محض مہمل ہے، ہر گز اس سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہیں ہو سکتا، حدیث میں ہے: الطلاق لمن اخذ باللساق^۱ (طلاق کا حق صرف خاوند کو ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۳: از شہر رحمت اکا کور ۶۳ چھاؤنی مسئلہ محمد حسین صاحب سہارنپوری ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ عمرو کو عشق ہو گیا تھا اور ہر وقت خیالِ معشوق رہتا تھا اور فکر دل رہتا تھا اور خلش بہت تھی عمرو نے گھبراہٹ میں طلاق دے دی، اس کلمہ کو دن میں بار بار جنون کی حالت میں بیان کرتا تھا۔

الجواب:

فقط گھبراہٹ یا دماغ پر گرمی کا نام جنون نہیں، اگر واقعی مجنون نہ تھا تو طلاق ہو گئی، اگر تین بار کہی تو تین بار، وہ الفاظ جو اس نے بار بار کہے سائل نے بیان نہ کئے کہ اُن کا مفصل حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میں لڑائی ہوئی، زید نے حالتِ غیظ و غضب میں ہندہ کو طلاق نامہ لکھ دیا اور اپنے مکان سے نکال دیا، اُسے مدت گزری یہاں تک کہ عدت گزر گئی، اب زید کہتا ہے کہ مجھے طلاق منظور نہ تھی میں نے شدتِ غضب میں وہ طلاق نامہ لکھا تھا اور زبان سے کوئی لفظ طلاق نہ کہا تھا، پس اس صورت میں زید کا یہ عذر قابلِ سماعت ہے یا نہیں؟ ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر ہوئی تو اب زید اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا ہر زید پر واجب الادا ہو گیا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عَضّہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حامل ہوتا ہے، تو اسے مانع قرار دینا گویا حکم طلاق کا راساً ابطال ہے، ہاں اگر شدتِ غیظ و جوشِ غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ اس سے عقل زائل ہو جائے، خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں زبان سے کیا نکلتا ہے، تو بیشک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی، پس صورتِ مستفسرہ میں اگر زید اس حالت تک نہ پہنچا تھا تو صرف عَضّہ ہونا اسے مفید نہیں اور

^۱ سنن ابن ماجہ باب الطلاق الحجیم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۲

طلاق جس طرح قول سے واقع ہوتی ہے یونہی تحریر سے، پس وہ طلاق واقع ہو گئی اور بہ سبب مرور عدت کے اب رجوع بھی نہیں کر سکتا، ہاں اگر تین طلاقیں نہ تھیں تو نکاح جدید بے حلالہ کے کر سکتا ہے ورنہ حلالہ کی ضرورت لمے کہا ہوا حکم المعروف (جیسا کہ حکم مشہور ہے۔ ت) اور مہر ہندہ اس صورت میں بیشک زید پر واجب الادا ہے، اور اگر وہ دغوی کرے کہ اس تحریر کے وقت میرا غصہ ایسی ہی حالت کو پہنچا ہوا تھا کہ میری عقل بالکل زائل ہو گئی تھی اور مجھے نہ معلوم تھا کہ میں کیا کہتا ہوں کیا میرے منہ سے نکلتا ہے، تو اطمینان ہندہ کے لئے اس کا ثبوت گواہانِ عادل سے دے کہ اگرچہ عند اللہ وہ اپنے بیان میں سچا ہو اور اسے عورت کے پاس جانا دیا بتا روا ہو مگر عورت کو بے ثبوت بقائے نکاح اس کے پاس رہنا ہرگز حلال نہیں ہو سکتا، تو ضرور ہوا کہ زید اپنے دغوی پر گواہ دے یا اگر معلوم و معروف ہے کہ اسے پہلے بھی کبھی اس کی ایسی حالت ہو گئی تھی تو گواہوں کی کچھ حاجت نہیں مجرد قسم کھا کر بیان کرے ورنہ مقبول نہیں (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۱۵۵: از رامپور محلہ پھول واڑہ مرسلہ محمد علی صاحب مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سچ اس مسئلہ طلاق کے کہ زید کی بیوی جب اپنے میکہ گئی تو علیل ہو گئی اور حاملہ بھی ہے جب کچھ فرست ہوئی تو سسرال میں آئی شام کے ۷ بجے ماہ رمضان میں ایک دورہ گرمی یا کسی دوسری بیماری کے سبب سے لاحق ہوا اور اس وقت کی حالت خطرناک تھی زید اپنے مکان پر موجود نہ تھا کچھ عرصہ کے بعد جب زید مکان پر آیا اور اپنی کو ایسی حالت میں دیکھا فوراً واپس گیا تاکہ حکیم صاحب کو لائے جب حکیم صاحب کے یہاں وہ جا رہا تھا تو اس نے اپنی سسرال میں بھی اس واقعہ کی خبر کر دی جس پر زید کے خسر اور ساس آگئے حکیم صاحب نے اپنی تشخیص سے یہ ثابت کیا کہ کسی چوٹ کی وجہ سے یہ دورہ پڑا ہے اس پر زید کے سالے نے یہ خیال کر کے کہ زید نے اس کی ہمشیرہ کو مارا ہے سخت و سست کہنا شروع کیا جس پر زید بھی وہی کہنے کے لئے تیار ہو گیا، نوبت بانجھار سید کہ ہاتھ پائی شروع ہو گئی، زید کی والدہ نے زید کے پھوپھا زاد بھائی کو آواز دی اور وہ زید کی زوجہ سے بھی یہ رشتہ رکھتے ہیں وہ فوراً آگئے اور زید کو پکڑ کر لے گئے۔ اس وقت زید کی حالت ایک دیوانے سٹے کی تھی اس کو کسی بات کا ہوش نہ تھا، اسی رات میں اس نے یہ کہا جس عورت کی وجہ سے یہ بے عزتی مجھ کو اٹھانا پڑی میں نے اس کو تین طلاق پر چھوڑا لیکن یہ کلمہ ایک مرتبہ اس کے منہ سے نکلا زید کے خسر اپنی بیٹی کو اسی وقت لے گئے جس کو اب تک دو ۲ ماہ اور کچھ دن گزرے اس پر کیا حکم ہے اور زید نے اپنی بیوی بلانے کے لئے کہا ہے۔

الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں ہو سکتا مگر جبکہ گواہانِ عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالتِ جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اسے جب عنقہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکاتِ مجنونانہ اس سے صادر ہوتی ہے اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبل کر لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹا حلف کریگا وبال اس پر ہے والمسئلة في الخيرية ورد المحتار وغیرها (یہ مسئلہ خیر یہ اور رد المحتار وغیر ہما میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۶: ۲۸ ربیع الثانی شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض ناچار و مجبور ہو کر اپنی عورت کو طلاق دے دی اور طلاق نامہ لکھ دیا اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

طلاق بخوشی دی جائے خواہ بجز واقع ہو جائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینکے یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔ مگر یہ زبان سے الفاظِ طلاق کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی یا طلاق نامہ لکھ دیا اور زبان سے الفاظِ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

<p>ہر عاقل بالغ خاوند کی طلاق نافذ ہو جائیگی اگرچہ مجبور کیا گیا یا خطا سے طلاق کا کہہ دیا ہو، اور رد المحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر جبر کیا گیا ہو، اور اگر اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا گیا تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتابت کو تلفظ کے قائم مقام محض حاجت کی بناء پر کیا گیا ہے اور یہاں خاوند کو حاجت نہیں ہے۔</p> <p>(ت)</p>	<p>ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو مكرها او مخطئا¹ وفي رد المحتار عن البحران المراد الاكراه على تلفظ بالطلاق فلوا كره على ان كتب طلاق امرأته فتكتب لا تطلق لان الكتابه اقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا²۔</p>
---	--

¹ در مختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

² رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۱

مگر یہ سب اس صورت میں جبکہ اکراہ شرعی ہو کہ اُس سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہوا اور وہ ایذا پر قادر ہو صرف اس قدر کہ اُس نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر دیا اور اس کے لحاظ پاس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لئے کافی نہیں یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی کمالا یحییٰ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۷: از ڈاک خانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزہ مرسلہ مفیض الرحمن ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ

کسی نے ایک شخص کو جبراً نشہ پلایا وہ حالت بیہوشی میں اگر عورت کو طلاق دے تو کیا طلاق واقع ہو گئی؟

الجواب:

لوگ کسی کے اصرار کو بھی جبر کہتے ہیں، یہ جبر نہیں، اگر ایسے جبر سے نشہ کی چیز پی اور اس نشہ میں طلاق دی بلاشبہ بالاتفاق ہو گئی، ہاں اگر جبر و اکراہ شرعی ہو۔ مثلاً قتل یا قطع عضو کی دھمکی دے جس کے نفاذ پر یہ اسے قادر جانتا ہو، یوں کہ کسی نے ہاتھ پاؤں باندھ کر منہ چیر کر حلق میں شراب ڈال دی تو یہ صورت ضرور جبر کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اس نشہ میں اگر طلاق دے نہ پڑے گی۔ در مختار میں ہے:

اختلف التصحیح فیہن سکر مکرھا ومضطرا ^۱ ۔	جس شخص نے مجبور ہو کر یا اضطراری حالت میں نشہ آور چیز کو استعمال کیا اور اسی نشہ میں اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو ایسے شخص کی طلاق میں تصحیح مختلف ہے (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

صح فی التحفة وغیرھا عدم الوقوع فی النھر عن تصحیح القدوری انه التحقیق ^۲ ۔ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	تحفہ وغیرہ میں طلاق واقع نہ ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے، اور نہر میں قدوری کی تصحیح بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہی تحقیق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

^۱ در مختار کتاب الطلاق مطبع مجتبیٰ دہلی ۱/۲۱۷

^۲ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۲۴

مسئلہ ۱۵۸: ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اگر طلاق جبراً دلوائی جائے تو اگر خوفِ جان سے مجبوراً اگر کوئی عورت اپنی کو طلاق دیوے تو طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں اور اگر لفظ نفی آہستہ سے اپنی دبی زبان سے کہہ لیوے کہ وہ نہ سمجھے اور نہ سُنے تو بھی واقع ہو جائے گی یا نہیں مثلاً یہ کہے میں نے اپنی عورت کو طلاق (نہیں) دی یا لفظ استثناء (ان شاء اللہ) آہستہ سے کہہ لیوے تو کیا حکم ہے، یا اور کوئی حیلہ ہو سکتا ہے یا نہیں جس سے طلاق واقع نہ ہو۔

الجواب:

طلاق اگر دبی زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو جائے گی، اور استثناء یا الحاق نفی اگر ایسی آواز سے تھا کہ خود اپنے کان تک پہنچنے کے قابل بھی نہ تھی تو عند اللہ بھی معتبر نہیں طلاق ہو گئی، اور اگر اپنے کان تک آواز آئی اس مکرہ نے نہ سنی نہ اور حاضرین نے تو قضاء طلاق جائے گی عند اللہ نہ ہو گی۔ حیلہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اکراہ پر کہے طلاق طلاق، اور تیت یہ کرے کہ مہمل مطالبہ کر رہے ہو، لیکن مکرہ اگر ہو شیار ہے اور بے تصریح اضافت نہ مانے تو کوئی حیلہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۹: از حافظ شمس الدین شاہ آباد ضلع ہر دوئی لگیانمی ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پندرہ سال سے دیوانہ ہو گیا ہے او اس کی عورت ہے اس کو اپنی عورت سے کوئی غرض واسطہ نہیں ہے، اس کا حق پورا نہیں کر سکتا کھانا کپڑا وغیرہ کچھ نہیں دے سکتا ہے، عرصہ آٹھ دس ماہ کا ہو اس سے طلاق کے واسطے کہا گیا کہ اپنی عورت کو طلاق دے دے، تب اس نے دو مرد اور ایک عورت کے سامنے طلاق دے دی، تین بار اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی، عورت کون ہے جس کے روبرو طلاق دی دیوانہ کی ماں ہے، مرد وہ کون ہیں جن کے روبرو طلاق دی ایک دیوانہ کا بھائی ہے دوسرا بھانجا ہے یہ شخص ایسا دیوانہ نہیں ہے جو بالکل ہوش و حواس نہ رکھتا ہو، کھانا پیتا ہے مکان میں رہتا ہے اس کی کوئی جلد ادایسی نہیں جو اپنا گزر کر سکے، اس کی عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ برائے مہربانی جواب سے جلد مطلع فرمائے

الجواب:

مجنون کی طلاق باطل ہے وہ لاکھ دفعہ طلاق دے ہر گز نہ ہو گی، نہ عورت کو دوسرے سے نکاح جائز ہو گا نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے لان الولاية للنظر لا للضرر (کیونکہ

ولایت شفقت کے لئے ہوتی ہے ضرر کے لئے نہیں۔ ت) کھانا پینا مکان میں رہنا منافی جنوں نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰: از شہر بریلی محلہ بہاری پور زوجہ عبدالرحمن صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ محبوبہ بن کا نکاح مستری عبدالرحمن سے عرصہ نوسال کا ہوا جب ہوا تھا بعد نکاح ایک سال تک باقاعدہ رہا پھر اس کے یہاں سے چلا گیا چونکہ مکان مسماۃ محبوبہ بن کا تھا اس واسطے وہ اکیلی مکان میں رہی محلہ والے اس کو سمجھا کر لائے غرضکہ اسی طرح کبھی وہ چلا جاتا اور کبھی آ جاتا یونہی عرصہ نوسال کا ہوا بعد نوسال کے وہ لوگ جو نکاح کے گواہ تھے ان کے سامنے کہہ گیا تین بار کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی اور کہا نہ تو میری بی بی نہ میں تیرا شوہر اب اس صورت میں نکاح جائز رہا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے، یہ حلال و حرام و قبر و حشر کا معاملہ ہے، بناوٹ سے حلال حرام نہ ہو جائے گا، نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بناوٹ کام دے گی جو لوگوں کی چھپی جانتا ہے، اگر واقع میں عورت جانتی ہے کہ وہ تین بار اس سے یہ الفاظ کہہ گیا تو عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر شوہر واپس آئے اور طلاق سے منکر ہو اور گواہوں میں دو گواہ حاصل قبول نہ نکلیں تو طلاق ثابت نہ ہوگی شوہر کے حلف کے بعد عورت اُسے جبراً واپس دلائی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱ تا ۱۶۳: از فتح پور ضلع شیجاواٹی درگاہ مسئلہ پیر جی محمد حنیف صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) کتنی بار طلاق دینے سے عورت خاوند پر حرام ہو سکتی ہے؟
- (۲) جس شخص اپنی زوجہ کو دس بار طلاق دے اور اس کے ثبوت میں تین بار خاص اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ لکھ کر لوگوں پر ظاہر کرے تو کیا وہ عورت بغیر حلالہ اس کے لئے بغیر نکاح حلال ہو سکتی ہے؟
- (۳) اسی مطلقہ سے انہیں شرطوں پر بغیر حلالہ کئے رہی، طلاق دینے والا خاوند صحبت کرتا رہے اور اس کو بدستور اپنے عملدرآمد میں لاتا رہے اس کا کیا حکم ہے؟ اُس کی اولاد کیسی ہے اور اس کی جائداد کی مستحق ہوگی یا نہیں اور ایسا شخص قابلِ خلافت و سجادگی و خرقہ درویشی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی،

قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

(۲) جس نے دس طلاقیں دیں، تین سے طلاق مغلط ہو گئی اور باقی سات ۷ شریعت سے اس کا استہزا تھیں، بلا نکاح تو مطلقہ بائن بھی حلال نہیں ہو سکتی ہے اور یہ تو نکاح سے حرام محض رہے گی جب تک حلالہ نہ ہو طلاق دے یا مرجائے اور بہر حال اس کی عدت گزر جائے اس کے بعد اس پہلے سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ ہر گز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) وہ صحبت زنا ہوگی اور اسے اگر مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق اور اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم، اور ایسا شخص قابل خلافت و سجادہ نشینی نہیں،

وقد قال في ردالمحتار وغيره من الاسفار انه زنا اذا علم بالحرمة ^۲ ۔	ردالمحتار وغیرہ کتب میں فرمایا: جب حرام ہونا معلوم ہے تو یہ زنا ہے۔ (ت)
---	---

اور اس میں برابر ہے کہ تین طلاقیں ایک ساتھ ہوں یا متفرق۔ رد مختار میں ہے:

لاحد بشبهة الفعل ان ظن حله كوطء معتدة الثلاث ولو جملة ^۳ ۔ (ملخصاً)	جب حلال ہونے کا گمان کیا تو یہ شبہ فعل ہوگا جس پر حد نہیں، جیسا کہ اپنی مطلقہ ثلاثہ کی عدت میں جماع کیا اگرچہ اکھٹی تین طلاقیں ہوں (ملخصاً) (ت)
--	---

رد المختار میں ہے:

ای ولو كان تطليقة الثلاث بلفظ واحد فلا يسقط عنه الحد الا ان ادعى ظن الحل	یعنی ایک لفظ سے تینوں طلاقیں دے دی ہوں تو عدت میں وطی کرنے پر حد ساقط نہ ہوگی مگر اس نے اس صورت میں حلال ہونا گمان ہو تو پھر
---	--

^۱ القرآن ۲/۲۳۰

^۲ ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱۲، ۶۱۰، ۶۱۵

^۳ درمختار باب العطاء الذی لایوجب الحد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۸

<p>و کذا لو وقع الثلاث متفرقة بالطريق الاولى اذ لم يخالف فيه احد لان القرآن ناطق بانتفاء المحل بعد الثلاثة¹ - والله تعالى اعلم -</p>	<p>اس پر حد نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر اس نے تین متفرق دی ہوں تو بطریق اولیٰ حد ساقط ہوگی کیونکہ اس میں کوئی مخالف نہیں تین طلاقوں کے بعد بیوی کا محل وطبی نہ رہنا قرآن کی نص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۱۶۶ تا ۱۶۳: جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ اور نابالغہ کا نکاح بذریعہ اُن کے ولی کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے اپنی لڑکی نابالغہ عمر تقریباً دس ۱۰ سال کا نکاح ایک لڑکے چوبیس سالہ کے ساتھ کر دیا اپنی ولایت سے درست ہے یا نہیں؟
(۳) اگر اس لڑکی نے کچھ اشارہ وقت لینے اقرار کر کے کر دیا ہو تو بھی نکاح درست ہے۔ اب عمرو نے ان تینوں صورتوں میں ایسی کسی صورت کو حاصل کر کے اپنی بی بی کو طلاق دے دی اس کے باپ کے کہنے سے، اور لڑکی بھی اپنی نادانی سے طلاق پر رضا مند تھی طلاق ہو گئی، لفظ طلاق یوں کہا طلاق دی طلاق دی طلاق دی، تین دفعہ کہنے سے طلاق ہو گئی، اب بعد طلاق اس کا نکاح پھر پڑھا جاوے تو کس شرط کے بعد نکاح جائز ہو جائے گا؟ بیذیواتو جروا (بیان کر کے اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

نابالغ نابالغہ کا نکاح بذریعہ ولی ہو سکتا ہے۔

(۲) باپ نے اپنی نو دس برس کی لڑکی کا نکاح چوبیس سالہ لڑکے کے ساتھ کر دیا درست ہے،

<p>وقد تزوج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم امر المؤمنين رضي الله تعالى عنها وهي بنت ست سنين و بنى بها وهي بنت تسع سنين² -</p>	<p>بیٹک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح فرمایا تو وہ چھ سال کی تھیں آپ نے رخصتی حاصل کی تو وہ نو سال کی تھیں۔ (ت)</p>
--	---

(۳) ولی جائز کے ہوتے نابالغہ کے اشارہ کی کوئی حاجت نہیں اور بغیر ولی کے نابالغہ کا اشارہ یا خود زبان سے صراحت ایجاب وقبول کرنا کافی نہیں، شوہر عاقل بالغ نے اگر اپنی زوجہ نابالغہ کو طلاق دی

¹ رد المحتار باب الولی الذی یوجب الحد والذی لایوجبہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۲/۳

² سنن ابن ماجہ باب نکاح الصفاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۶

قال اللہ تعالیٰ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّتِي لَمْ يَحْضَنْ ¹ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نابالغہ اور جن کو حیض بند ہو گیا ہے ان کی عدت تین ماہ ہے۔ (ت)
--	--

اس کے بعد اس کا نکاح ہو سکتا ہے،

في الدر المختار العدة في حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعاً او كبريان بلغت سن الاياس ثلاثة اشهر ان وطئت في الكل ولو احكاماً كالخلوة ولو فاسده مطلقاً ² ۔	در مختار میں ہے: جن عورتوں کو نابالغی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا، نابالغی سے مراد جو نوسال کو نہ پہنچی اور بڑھاپے سے مراد جن کا رحم ناقابل ہو گیا، تو ان سب مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ حکماً مدخولہ ہوں جیسا کہ خلوت مطلقاً خواہ فاسدہ ہو۔ (ت)
--	---

ردالمحتار میں ہے:

المطلقة قبل الدخول لا يلحقها طلاق اخر اذا لم تكن معتدة بخلاف هذه ³ ۔	قبل از دخول مطلقہ کو دوسری طلاق ملحق نہ ہوگی بشرطیکہ عدت والی نہ ہو بخلاف عدت والی کے۔ (ت)
---	--

اور اگر ابھی خلوت نوبت نہ آئی تو ایک طلاق ہوئی اور عورت پر عدت نہیں اسی وقت جس سے چاہے نکاح ممکن ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۷: از پنڈی ضلع منڈلہ مرسلہ ولی محمد صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

محمد بخش نے اپنی عورت کو اس ترکیب سے ایک خطبہ میں طلاق دیا کہ طلاق طلاق طلاق، اور مہر بھی جو کچھ تھا ادا کر دیا، اور طلاق دئے ہوئے عرصہ ایک سال کا ہوا، اور اب پھر دوبارہ نکاح کرنا چاہتے ہیں مطابق دوسرے پارہ کے، جیسا کہ چودھویں رکوع میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، مگر ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا

¹ القرآن ۴/۶۵

² در مختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

³ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۴۱

صورتِ بالا میں مطابق قرآن و حدیث کے جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

اگر اس نے اتنے ہی لفظ کہے کہ طلاق طلاق طلاق، نہ یہ کہا کہ دی، نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو، نہ یہ الفاظ کسی ایسی بات کے جواب میں تھے جس سے عورت کو طلاق دینا مفہوم ہو، تو طلاق اصلاً نہ ہوئی، وہ بدستور اس کی عورت ہے دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، اور اگر اس کے ساتھ یا اس بات میں جس کے جواب میں یہ الفاظ تھے وہ لفظ موجود تھے جن سے یہ مفہوم ہو کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی یا وہ اقرار کرے کہ میں نے یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو تین طلاقیں ہو گئیں بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: از ڈھاکہ مرسلہ عبدالکریم میاں ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی برادری میں کوئی بات لے کر آپس میں متنازع ہو رہے تھے اس گفتگو میں وہ شخص کہنے لگا بھائی! میں ایک پریشانی اٹھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اپنی زوجہ کی سبب سے ہمیشہ پریشان ہوں کیونکہ وہ عورت میری باتوں میں دخل دیا کرتی ہے لہذا میں شرمندہ ہوں اُس وقت اُن کی زوجہ گھر میں تھی میاں نے جو اپنی زوجہ کی شکایت کیا زوجہ نے ازاول تا آخر سب سنا زوجہ نے جواب دیا اگر میرے سبب تمہارے تکلیف اور ناگوار ہو تو مجھے نکال دو گے اور کیا کرو گے، زوج زوجہ کا کلام سنتے ہی خفا ہو گیا اور کہا جا ایک طلاق دو طلاق تین طلاق دادم، آیا اس صورت مذکورہ میں وہ عورت تین طلاق سے مغفلہ ہوئی یا نہیں مگر طالق نہ مخاطب زوجہ کو ہوا نہ اُن کا نام لیا اور سوال میں جو لفظ "جا" منقولہ طالق ہے یہ معنی امر کی مقصود نہیں ہے بلکہ وہ اپنے کلام میں اکثر یہ لفظ بولا کرتے ہیں معنی امر کے نہیں ہوتے ہیں باوجود ان وجوہات کے کیا حکم؟

الجواب:

اگر "جا" سرے سے کلمہ خطاب نہ ہوتا یا حسب قول سائل یہ اُس کا تکیہ کلام ہے اس سے خطاب کا ارادہ نہیں کرتا اور کلام مُطلق کہ جواب زوجہ میں ہے اُس کے جواب میں بھی نہ ہوتا ابتداءً ہوتا ہی کہتا کہ "تین طالق دادم" جب بھی بلاشبہ حکم مغفلہ دیا جاتا کہ طلاق دینے سے ظاہر زوجہ ہی کا ارادہ ہے ہاں از انجا کہ کلام زوجہ میں سوال طلاق نہ تھا نہ کلام زوجہ الفاظ ایک طلاق دو طلاق الخ عورت کی طرف اضافت ہے اور "جا" احتمال مذکور سائل کے علاوہ خود کنایات سے ہے صریح الفاظ سے نہیں کہ تقدیم طلاق ہو کر خود مذاکرہ ثابت ہو جائے ان وجوہ سے عدم نیت کا احتمال باقی ہے اگر زوجہ بحلف شرعی کہہ دے کہ اُس نے

نہ لفظ "جا" بہ نیت طلاق کہانہ "طلاق دادم" سے زوجہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو اس کا قول مان لیں گے اور اصلاً طلاق نہ ہونے کا حکم دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا اپنے زنا اور زوجہ کے زنا کا سخت شدید وبال اس کی گردن پر ہے، اور اگر ان میں سے کسی بات پر حلف نہ کرے یا صرف امر دوم پر حلف کرے تو تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اور اگر امر دوم پر حلف کر لے کہ اس طلاق دادم سے عورت کو طلاق کی نیت نہ تھی لیکن یہ حلف نہ کرے گا کہ لفظ "جا" بہ نیت نہ کہا تو عورت اُسے حاکم کے یہاں پیش کرے اگر حاکم کے سامنے حلف کر لے گا کہ "جا" بھی طلاق کی نیت سے نہ کہا تو حکم طلاق نہ ہوگا، اور اگر وہاں بھی اس پر حلف سے باز رہا تو تین طلاق ہو جانے کا حکم دیں گے۔

<p>یہ اس لئے کہ دوسرے لفظ میں طلاق نہ ہونے کا حکم، اس قسم پر کہ اس نے اس لفظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا، مطلوب ہے، تو جب قسم نہ پائی گئی تو طلاق کا حکم دیا جائے گا، خانیہ اور بزازیہ میں فرمایا خاوند نے بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر باہر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے تو بیوی باہر نکل گئی، اس پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کا قسم میں ذکر نہیں ہے اور اس میں کسی غیر عورت کی طلاق کا احتمال بھی ہے، اس لئے خاوند کی بات معتبر ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں یوں ہے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے اگر خاوند یہ بات نہ کہے، یعنی اپنی بیوی کی طلاق کا ارادہ نہ کرنے اور غیر کا ارادہ کرنے کی قسم نہ کھائے، تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، کیونکہ عادت یہ ہے اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی، کیونکہ عادت یہ ہے کہ بیوی والا اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھاتا ہے کسی دوسری عورت کی قسم نہیں کھاتا تو خاوند کی قسم</p>	<p>وذلك لان المطلوب في اللفظ الثاني لعدم الحكم بالطلاق وجود الحلف بانه لم ينوبه الطلاق فاذا لم يوجد حكم به قال في الخانية والبزازیة قال لها لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلف بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكره حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرها فالقول له¹ اھ وفي ردالمحتار يفهم منه انه لو لم يقل ذلك (اي لم يحلف انه لم يرد به طلاقها بل طلاق غيرها) تطلق امرأته لان العادة ان من له امرأة انما يحلف بطلاقها لا بطلاق غيرها فقوله اني حلفت بطلاق ينصرف اليها ما لم يرد غيرها لانه يحتمل كلامه² اھ وتام تحقيقه</p>
---	---

¹ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور / ۲۷۰

² ردالمحتار باب الصریح من کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰/۲

طلاق کے متعلق اسکی اپنی بیوی کے لئے ہی ہوگی جب تک دوسری عورت کے ارادے کو ظاہر نہ کرے، کیونکہ دوسری کا بھی احتمال ہے، اس کی مکمل تحقیق ردالمختار پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ اور پہلے لفظ یعنی "جا" میں طلاق کا حکم لگانے کے لئے، اس کا قسم سے انکار مطلوب ہے کہ میں نے بیوی کی طلاق نہیں مراد لی، جبکہ قسم سے انکار صرف قاضی کے ہاں معتبر ہوتا ہے تو جب قاضی کے سامنے قسم سے انکار کر دے گا تو قاضی طلاق کا حکم کر دے گا، تو یوں انکار کی وجہ سے اس کے کلام میں اضافت حاصل ہو جائیگی، تو دوسرے لفظ کو طلاق پر محمول کرنے کے لئے اس کے اقرار بالنیۃ کی حاجت نہیں کیونکہ وہ اس میں صریح ہے۔ درمختار کے باب کنایات میں ہے کہ نیت ہونے سے متعلق خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور گھر میں ہی اس سے قسم لینا کافی ہے، اگر وہ قسم سے انکار کرے تو بیوی کو قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں پیش کرنے کا حق ہوگا اگر وہ قاضی کے ہاں بھی حلف سے انکار کر دے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا۔ مجتبیٰ اھ، طحاوی پھر شامی نے فرمایا کہ قسم سے انکار قاضی کے ہاں انکار مراد ہے کیونکہ غیر قاضی کے ہاں قسم سے انکار معتبر نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فیما علقنا علیہ، والمطلوب فی اللفظ الاول لحکم الطلاق بہ نكوله عن الحلف بأبی لم ینوبہ الطلاق والنکول لایکون الا عند القاضی فاذا نکل عندہ حکم بالطلاق بہ فحصلت الاضافہ فی کلامہ فحصل اللفظ الثانی من دون حاجۃ الی اقرارہ بالنیۃ لکنونہ صریحاً۔ قال فی الدرالمختار من الکنایات والقول لہ بیہینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا فی منزله فان ابی رفعته للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبیٰ^۱ قال ط ثم ش فان نکل ای عند القاضی لان النکول عند غیرہ لایعتبر^۲، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

از سرانے چھبیدہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع

مسئلہ ۱۶۹:

زید نے ہندہ کو طلاق دی، دس بارہ روز بعد نکاح کر کے اُسے پھر رکھ لیا۔ برادری نے

^۱ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۲۴/۱

^۲ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۵

الجواب:

۲۲ صفر ۱۳۱۶ هـ

مسئلہ ۱۷۰: از ممکن ضلع بریلی مرسلہ قاضی اشفاق حسین صاحب

مع فتوائے شخصے غیر مقلد کہ تین طلاقیں ایک جلسہ میں ایک ہی طلاق حضرت ارشاد فرمائیں کہ یہ فتویٰ صحیح ہے یا نہیں اور اس پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں فقط حضرت پر اطمینان ہے جو حکم ہو اس پر عمل کریں۔ والسلام

الجواب:

مکرمی کرم فرمائے قاضی محمد اشفاق صاحب اکرم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ فتویٰ جس کی نسبت فقیر کا مسلک آپ دریافت فرماتے ہیں نظر سے گزرا یہ محض غلط حکم ہے اس پر عمل حرام ہے، یہ نہ صرف ہمارے ائمہ بلکہ چاروں مذاہب کے خلاف ہے، اس کی تفصیل علمائے کرام اپنی تصانیف میں اعلیٰ درجہ پر فرما چکے انہیں باتوں کو جن کے جواب ہزار ہزار بار دے دئے گئے پھر پیش کر دینا حضرات وہابیہ کا قدیمی داب ہے، لطف یہ ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت صریح لکھا کہ انہوں نے فتویٰ دیا اور پھر یہ کہ حکم خدا اور رسول کے خلاف

تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خلاف نہ کرنا چاہا، حکم خدا اور رسول خود بھی جانتے تھے کہ وہ یہی ہے، کیا فتویٰ اپنے گھر سے جو جی میں آئے کہہ دینے کا نام ہے یا خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بتانا، ان کے اگلوں نے اسی معاملہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صریح تبرالکھے ہیں محمد ابن اسحاق عہ کی نقل کی اور دعلوی یہ کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، اگر مقلد نہیں ہو تو امام بخاری کی بات ماننی کس آیت و حدیث نے فرض کی، امام بخاری سے پہلے جو ائمہ کرام امام مالک و امام ہشام الدین بن عروہ کہ تبع تابعین تھے اور امام بخاری سے علم حدیث و علم فقہ ہر بات میں بدرجہا افضل و اعلیٰ تھے، اور ان کے سوا اور ائمہ نے جو قسمیں کھا کھا کر فرمایا کہ ابن اسحاق دجال کذاب ہے، وہ کیوں نہ مانے۔ اس سے مقصود یہ کہ یہ حضرات جہاں جس کی بات مطلب کی دیکھتے ہیں اُس کا کلام وحی قرآن و حدیث ٹھہرا لیتے ہیں ورنہ پھینک دیتے ہیں کہ ہم کسی کے مقلد نہیں، والسلام!

مسئلہ ۱۷۳۳۱: از بلرام پور ضلع گوئندہ محلہ پور نیاتالاب متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد آتشباز ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک مجمع میں دیں۔ ہندہ عرصہ پانچ ماہ تک اپنے باپ کے گھر رہی، پانچ مہینے کے بعد پھر زید کے گھر چلی گئی اور عرصہ دراز تک زید کے گھر رہی، ہندہ کو جب تین طلاق کا مسئلہ معلوم ہوا تو زید سے منہ موڑنا چاہا تب زید قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ایک طلاق دی تھی اور ایک مہینہ کے بعد رجعت کر لی تھی، ہندہ رجعت کی منکر ہے اور تین طلاق پر گواہ رکھتی ہے، ایسے وقت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہوں یا زید کی قسم معتبر ہوگی۔

(۲) اگر عورت نے شہادت پیش کر کے کچہری انگریزی سے ڈگری اپنی طلاق کی حاصل کر لے تو یہ عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا اب تک پہلے ہی شوہر کی منکوحہ رہے گی۔

(۳) تین طلاق یا طلاق کچہری انگریزی کی صورت میں اگر کچھ لوگ شوہر کی طرف داری کر کے عورت کو لوٹانا چاہیں تو کیا حکم ہے، ان لوگوں کے ساتھ میل جول جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ایسی صورت میں ہندہ کے گواہ معتبر ہیں جبکہ قابل قبول شرع ہوں اور زید کی قسم پر کچھ لحاظ نہ ہوگا ہاں اگر گواہ ناقابل قبول ہوں تو زید کی قسم معتبر ہوگی پھر اگر ہندہ اپنے ذاتی یقینی علم سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاقیں دی ہیں تو اسے جائز نہ ہوگا کہ زید کے ساتھ رہے ناچار اپنا مہر یا مال دے کر جس طرح ممکن ہو طلاق بائن لے اور یہ بھی ناممکن ہو تو زید سے دُور بھاگے اور یہ بھی ناممکن ہو تو وبال زید

عہ: اصل میں بیاض ہے ۱۲۔

پر ہے جب تک کہ ہندہ راضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰۶۱۷۴: از جہریا ضلع مان بھوم محلہ گوالہ ٹولی مسئلہ محمد یوسف صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) زید کا ہندہ کو تین بار طلاق دینا ایک طلاق کا حکم رکھتا ہے یا تینوں طلاق واقع ہو گئیں اور حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟
- (۲) باوجود ممانعت زید کا نہ ماننا اور صریح لفظوں میں تین بار یہ کہنا کہ میں نے طلاق دیا، ایسی صورت میں نیت پر طلاق کا مدار رہے گا یا نہیں؟ اور زید کا یہ قول کہ لوٹانے کی نیت تھی معتبر ہوگا۔
- (۳) بہ نیت حلالہ خالد و ہندہ کو سمجھا کر راضی کرنا اور بدون اجازت ولی ہر دو کا برضا ایجاب و قبول کر لینا یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟

(۴) اگر خالد کا نکاح درست ہے تو بغیر خالد کے طالق دے یا بغیر صحبت کئے وعدت گزارے شوہر اوّل سے ہندہ کا نکاح کر دینا اور میاں بیوی کی طرح دونوں کا اکٹھا رہنا کیسا ہے اور نکاح کرانے والے حضرات اور جو لوگ اس نکاح سے راضی ہیں اور جو ایسے آدمی سے میل جول رکھتے ہیں ان کے لئے وعید اور حکم شرعی ہے؟

(۵) بالفاظِ مرتومہ بالا حلالہ کی ترغیب دلانے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟

(۶) خلاف واقع جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق بنانے اور رسمِ قدیم نہ ٹوٹنے اور اپنی مونچھ کز تار رکھنے کے لئے اور حلال و حرام کی پرواہ نہ کرنے والے کے واسطے حکم شرعی کیا ہے؟

(۷) لڑکی و لڑکا حدِ بلوغت کو کتنے برس کے بعد ہوتے ہیں، اور جب بالغ دونوں ہیں تو اپنے نکاح کے مختار ہیں کہ نہیں کہ اس میں بھی ولی کی ضرورت ہے کہ نہیں؟

الجواب:

(۱) بلاشبہ باجماع ائمہ اربعہ تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ:

اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

(۲) اس صورت میں لوٹانے کی نیت حکم الہی کو بدلنا ہے اور یہ الفاظ صریح ہیں صریح میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، جس نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رجعت کی نیت تھی تو ایک رجعی ہوئی وہ گمراہ ہے۔

(۳) اگر خاوند ہندہ کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا چلا چلن یا پیشہ میں ایسا کم نہ تھا کہ ہندہ کا اُس سے نکاح اس کمی کے سبب اولیائے ہندہ کے لئے ننگ و عار ہو اور انہوں نے دو گواہوں کے سامنے جو سُنتے اور سمجھتے تھے ایجاب و قبول کر لیا تو صحیح ہو گیا اجازت ولی کی کوئی حاجت نہ تھی،

اذلا ولاية مجبرة على البالغين لما نصوا عليه في الكتب قاطبة۔	کیونکہ بالغ حضرات پر کسی کو جبری ولایت نہیں ہے جیسا کہ تمام کتب میں نصوص ہیں (ت)
---	--

(۴) بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔

قال تعالى وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ ^۱ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شادی شدہ (مکوحہ) عورت دوسروں کے لئے حرام ہیں (ت)
---	---

اور اگر خالد بے صحبت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہر گز شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہو سکتی،

قال صلى الله تعالى عليه لاتحلين لزوجك الاول حتى يذوق الاخر عسيلتك تذوق عسيلته ^۲ ۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عورت تو حلال نہیں پہلے شوہر کیلئے جب تک دوسرا خاوند تیرا اور تو اس کا مزہ نہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کرلو)۔ (ت)
--	---

جو لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کر دیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید ہندہ زانی زانی۔ اور اُن سب کے لئے عذابِ شدید نارِ جہنم کی وعید ہے، بُو نہی وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے۔

والرضا بالحرام وقد يكون كفرا والعياذ بالله تعالى۔	حرام فعل پر رضا حرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے۔ والعياذ بالله تعالى۔ (ت)
---	---

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے، قال تعالى:

وَأَمَّا يُنِيبُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ	خبردار شیطان تجھے بھلا دیتا ہے یاد ہونے پر
--	--

^۱ القرآن ۴/۳۴

^۲ صحیح بخاری باب لم تحرم ما احل الله لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۲/۲

بَعْدَ الدِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ①	ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)
---	-----------------------------

اُن سے میل جول کرنے والے اگر اُس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے۔
(۵) اگر اس نے زن و شو میں اصلاح اور اُن کی مشکل کشائی کی تبت سے ترغیب دلائی تو اس پر الزام نہیں بلکہ باعثِ اجر ثواب ہے۔
(۶) جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَلْسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ②	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حق کو باطل سے خلط ملط نہ کرو اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔ (ت)
---	---

رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال و حرام کی پروانہ کرنا کافروں کی عادت ہے۔ قَالُوا بَلَى نَنْتَبِعُ مَا آلفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ③ (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء و اجداد کی پیروی کریں گے۔ ت)
(۷) لڑکے اور لڑکی کو جب آثارِ بلوغ ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر آثارِ بلوغ ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے کما فی الدر المختار وعامة الاسفار (جیسا کہ در مختار اور عام کتب میں ہے۔ ت) بالغ کو اپنے نکاح میں ولی کی اصلاً ضرورت نہیں، بونہی بالغہ کو جبکہ نکاح کفو سے ہو یا غیر کفو سے ہو تو اس کا کوئی ولی نہ ہو، ورنہ جب تک ولی قبل نکاح اس غیر کفو کو غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دے گا بالغہ کا نکاح صحیح نہ ہوگا،

فِي الدَّرِ الْمَخْتَارِ وَيُفْتَى فِي غَيْرِ الْكُفْوِ بَعْدَ جَوَازِهِ اصْلًا لِفَسَادِ زَمَانٍ ④ وَاللَّهُ تَعَالَى اعْلَمُ۔	در مختار میں ہے: زمانہ کے فساد کی بناء پر غیر کفو میں نکاح اصلاً جائز نہ ہونے پر فتویٰ دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	---

اور ایک بات یہ بھی قابلِ بیان رہی کہ وہ جس نے استہزا کہا تھا چھوٹی کتاب میں جائز لکھا وہ بھی سخت گنہگار ہوا تو بہ فرض ہے مسئلہ شرعیہ استہزا کا محل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

① القرآن الکریم ۶/۲۸

② القرآن الکریم ۲/۲۲

③ القرآن الکریم ۴/۱۷۰

④ در مختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۱/۱

مسئلہ ۱۸۱: ازڈھا کہ پٹی ضلع نوگانوں ملک آسام مرسلہ عبدالسبحان صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تمیز الدین اپنی منکوحہ سراج النساء کی حقیقی بہن پر عاشق ہو کر ایک رات مولوی اسرائیل علی صاحب و محمد اسرافیل بیوپاری اور تمیز الدین بیوپاری ار عبدالغفار خیاط کو اپنے گھر میں بلا لے جا کر کہا کہ آپ لوگ میری سالی کے ساتھ میرا عقد پڑھا دیجئے، تب یہ لوگ پوچھے کہ تم اپنی بی بی کی موجودگی میں اس کی حقیقی بہن کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتے ہو اس وقت تمیز نے کہا تین روز قبل میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا کسی نے ان میں سے تمیز الدین کو پوچھا تم نے کس طرح پر طلاق دیا وہ جواب دیا کہ میں اپنی منکوحہ کو اس طرح پر طلاق دیا کہ تم کو ایک طلاق دو طلاق تین طلاق بائن دیا اس وقت اس کا بیوی پس پردہ حاضر تھی شاہد مذکورین نے اس سے سوال کیا تجھ کو طلاق بلا وہ صاف جواب دی کہ مجھ کو طلاق ملا اس کے بعد مولوی صاحب مذکور وغیرہم عقد پڑھا کر چلے آئے اور تمیز الدین کی ساس نے صبح کو اپنی لڑکی جس پر تمیز الدین نے عاشق ہو کر عقد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تمیز الدین کے گھر سے اپنے گھر میں لے گئی کئی روز بعد تمیز الدین جو اپنی بیوی کو علیحدہ رکھا تھا اس سے ہمبستر ہونا شروع کیا تب لوگوں نے پوچھا تم اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر حاضرانِ محفل میں اقرار بھی کر چکے اب حرامی کیوں کرتے ہو تب تمیز الدین نے جواب دیا موافق شرع کے میں اپنی منکوحہ کو طلاق نہیں دیا بلکہ ایک کاغذ میں لکھ کر الماری پر رکھا تھا اس کو میری بیوی مکان صاف کرنے کے وقت پائی اور وہ عوام الناس میں شور مچائی فی الحقیقت میں نے زبان سے طلاق نہیں دیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گیا کہ نہیں اگر واقع ہو تو کس روز طلاق واقع ہوگا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں تمیز الدین اللہ و رسول کے سخت گنہگار اور زانی حرامکاری ہے وہ صاف صاف تین طلاق کا اقرار کر چکا اب اس سے پھرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں، پہلی عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہو گئی جب تک حلالہ نہ ہو ان مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں اور اگر نہ مانیں تو مسلمان ان کو چھوڑ دیں کہ وہ زانی اور زانیہ ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لووطی معتدته من الثلاث علماً بحرمتها فانه زناً	اگر تین طلاق کے بعد بیوی سے عدت میں جماع کیا تو زنا ہوگا
یحدہ ^۱ ۔	اور اس کو اس پر حد لگائی جائے گی بشرطیکہ خاوند کو اس کے حرام ہونے کا علم ہو۔ (ت)

^۱ ردالمحتار باب العدة الطاعة المصریہ مصر ۶۱۲/۲

اور دوسری سے جو نکاح کیا وہ بھی حرام و باطل ہے کہ بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحاً وعدۃ ^۱ ۔	محرم عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے نکاح میں اور عدت میں۔
	(ت)

وہ لوگ کہ صرف طلاق سُن کر عدت میں نکاح پڑھا آئے سب گنہگار ہوئے سب پر توبہ فرض ہے۔

مسئلہ ۱۸۳ تا ۱۸۲: از لکھنؤ محلہ چارباغ بانسمنڈی مرسلہ شاہ نعیم اللہ فخری چشتی نظامی قادری سہروردی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کتاب ارشاد الطالبین فقیہ سید علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے جو بعینہ نقل کی جاتی ہے کہ:

بدان اے فرزند چہار مذہب حق اند و دانستن آں فرض سب و اختلاف در میاں ایشان اختلاف برحمت ست نہ اختلاف بعداوت کہ الاختلاف راحت گفتہ اند و حنفی مذہب رانثاید کہ گوید مرابثانفی چہ کارست زیرا کہ درہنگام ضرورت رانثاید کہ گوید مرابثانفی چہ کارست زیرا کہ درہنگام ضرورت از مذہب بمذہب انتقال کردہ شود چنانکہ ہجج رفتن پیادہ بمذہب امام ابو حنیفہ روانیست، پس عالمان حاجی ماشی را بمذہب مالک می سیراند کہ در مذہب او رواست و چوں بعرفات حاضر شد باز بمذہب ابو حنیفہ میگردد ایضا چوں کسے مطلقہ ثلثہ را حیلہ بکند باید کہ اورا از احکام و ارکان ایمان پیرسید تا بے تحلیل نکاح جدید کند و اگر ہماں را نیز میدانند باید کہ اورا مذہب امام احمد آرد کہ در مذہب او حق تعالیٰ را بذات و صفات شناختن فرض ست اگر آفرانمیداند نکاح جدید کند و اگر آفرانیز میدانند ایں ہنگام تحلیل باید کرد۔ عبارت ارشاد الطالبین ختم۔	ارے بیٹے! چاروں مذہب حق ہیں، یہ عقیدہ فرض ہے۔ ان کا اختلاف رحمت ہے، یہ اختلاف مخالفت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ آسانی کے لئے اختلاف کرتے ہیں، کسی حنفی کو نہ چاہئے کہ وہ کہے شافعی سے مجھے کیا کام، کیونکہ ضرورت کے وقت ایک مذہب چھوڑ کر دوسرے مذہب کی پیروی جائز ہے جس طرح کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب میں پیدل حج جائز نہیں ہے، لہذا علماء حاجی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر پیدل حج کا کہیں کیونکہ ان کے مذہب میں پیدل حج جائز ہے، اور جب عرفات میں پہنچ جائے تو پھر حنفی مذہب اپنالے، اور یونہی اگر کوئی شخص تین طالق دی ہوئی بیوی کے لئے حیلہ کرنا چاہے تو چاہئے کہ اس طالق دینے والے سے ایمان کے ارکان و احکام پوچھے جائیں اگر وہ بتادے تو پھر اس سے نماز کے احکام و ارکان پوچھے جائیں اگر نہ بتاسکے تو وہ بغیر حلالہ اپنی مطلقہ سے نکاح کر لے اگر وہ بھی بتادے تو اس کو امام احمد کے مذہب پر پابند کریں کیونکہ ان کے مذہب
---	--

^۱ درمختار فصل فی المحرمات مطبع جنتائی دہلی ۱۸۸/۱

پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا جاننا ضروری، اور فرض ہے، اگر ذات و صفاتِ باری تعالیٰ نہ بتا سکے تو وہ بیوی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح کر لے، اور اگر وذاتِ باری تعالیٰ کو جانتا ہو تو پھر اس کو حلالہ کرنا ہوگا۔ ارشاد الطالین کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

یہ کتاب (ارشاد الطالین) مولوی حافظ محمد جان صاحب فرنگی محلی معلم مدرسہ مولوی عین القضاۃ صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی انہوں نے کہا کہ جو کچھ کہ لکھا ہے وہ درست ہے عند الضرورة شرعی ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، ایک جلسہ میں اگر تین طلاق دی جائے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک طلاق ہو جاتی ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوتی، لہذا عند الضرورة دوسرے مذہب میں انتقال کرنے سے طلاق نہیں ہوگی، اسی طریق پر اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ۹۰ برس کے بعد اس کا دوسرا عقد ہو سکتا ہے مگر اور ائمہ کے نزدیک چار برس کے بعد اس کو عدت بٹھلادیا جائے اور بعد گزرنے میعاد وعدت کے اس کا دوسرا عقد کیا جاسکتا ہے پس عند الضرورة شرعی جو عورت کہ پابند مذہب امام ابو حنیفہ ہے دوسرے ائمہ کے مذہب میں انتقال کر کے اس طریق پر نکاح جدید کر سکتی ہے، پر انتقال کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو اس مذہب میں فرض کر لے، اور ضرورت شرعی اسے کہتے ہیں کہ مثلاً کا عقد نہ ہونے پر خوف ہے کہ وہ ارتکابِ زنا کرے اور اس طرح سے مبتلائے گناہ ہو جائے، یا اس طرح کی کوئی اور خرابی پیش آئے، لہذا ایسی صورت میں مطلع صاف مذہب امام احمد میں لا کر عقد جدید کر سکتا ہے۔

(۱) مولوی صاحب نے جو فرمایا کہ وہ عورت جو کہ پابند مذہب امام ابو حنیفہ ہے اس کو دوسرے مذہب میں انتقال کرنا جائز ہے، مولوی حافظ محمد جان اور مولوی فقیہ سید علی کا قول کس مذہب کے اصول سے ہے اور اصل مقصد کیا ہے۔

(۲) جو عورت کہ پابند نہ ہو کسی مذہب خاص کی رو سے کیا کرنا چاہئے حالانکہ وہ اپنے آپ کو گروہ اسلام سے سمجھتی ہے اور دعویٰ مذہب حنفیہ، باوجود اس دعویٰ کے سماع بالمرزا میر مذہب شافعیہ سے گروہ خاصان میں سے انتخاب کر کے اپنے اوپر روا رکھا ہم بریں بالائے طاق وہ گانا بجانا جس میں اشتغال نفسانی ہو اوہوس شیطانی پڑ ہیں اور ہر مذہب میں وہ سراسر حرام پایا گیا اس کا بھی وہ ارتکاب کرتی ہو اور جہالتِ زمانہ سے رسوم گراں و کافراں برتی ہے کیسے پابندی مذہب حنفیہ ایسے پر نامزد ہو سکتی ہے، دعویٰ پابندی مذہب خصوصیت کا باطل، لہذا ایسی عورت کا مذہب امام احمد میں فرض کر لینا جائز ہے یا فی الواقع اتباع ضروری، چونکہ یہاں خدمت میں جناب مولانا عبدالکافی صاحب مدظلہ العالی کے

پیش کیا گیا مولانا موصوف نے فرمایا: حضور میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بھیجا جائے لہذا مستدعی کہ جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔

الجواب:

یہ مہملات ہیں اور شریعت پر جرات اور ایک مسلمان کو خواہی نخواستہ کفر میں دھکیلنا اور بہ چاہنا کہ جس طرح بنے اسے کافر کر لیں، ائمہ دین تو یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جاہلوں سے اگر کوئی مسئلہ ذات و صفات عقائد اسلامیہ کے متعلق پوچھو تو جواب پہلے بتادو نہ کہ اس سے دقیق مسائل ذات و صفات پوچھے جائیں کہ کسی طرح اسے کافر بنالیا جائے، ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ائمہ دین فرماتے ہیں جو کسی مسلمان کی نسبت یہ چاہے کہ اس سے کفر صادر ہو وہ کفر کرے یا نہ کرے یہ ابھی کافر ہو گیا کہ مسلمان کا کافر ہونا چاہا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس مصیبت کے واسطے یہ بلائے عظیم اوڑھنی چاہی وہ دو اوجہ سے بدستور رہی ایک تو یہ محض کذب اور جھوٹ اور شریعت پر افتراء ہے کہ تین طلاق کی مطلقہ اگر کفر کرے تو حلالہ کی حاجت نہیں اگر کفر کرے گی تو دوسری حرمت ہو گئی ایک تو تین طلاق کی تھی وہ خاص اسی کے لئے تھی اور دوسری مرتد ہونے کی ہوئی کہ اب وہ جہان بھر میں کسی مسلمان کسی کافر کسی مرتد کسی آدمی کسی جانور کے نکاح کے قابل نہ رہی، مرتدہ کا نکاح جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ مرتد کا جس سے ہو گا زنا ہے محض ہو گا کما فی العلمگیریہ وغیرہا (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔ ت) اور اگر اسے کافر کر کے پھر مسلمان کیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ اب حلالہ کی حاجت نہ رہی تو یہ بھی محض ہوس رجیم ہے حلالہ ضرور کرنا ہو گا اور بغیر حلالہ قطعاً حرام، ایک تو یہ بھاری مصیبت ہوئی دوسرے سے اس کا نکاح حلال نہ رہا، اگر اب مسلمان ہوا اور یہ سمجھے کہ اب مجھے حلالہ کی حاجت نہ ہو گی تو یہ وہی ہوس ملعون حلالہ اُن کی دُم سے بندھا ہوا ہے ہر گز پیچھانہ چھوڑے گا، تو کھایا اور کال بھی نہ کٹا، اور کھایا بھی کیسا کہ آپ بھی مرتد عورت بھی مرتد، اننا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ت) سید علی ترمذی کی کوئی کتاب ارشاد الطالین ہمیں نہیں معلوم، اور ہو بھی تو حکم، علی ترمذی کا نہیں محمد مدنی کا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کی تفصیل میں کلام کثیر ہے مگر اس کے بعد زیادہ تطویل کی حاجت نہیں۔ درخانہ اگر کس است یک حرف بس است) اگر خانہ عقل میں کچھ سوجھ ہو تو اشارۃً ایک حرف بھی کافی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴: از موضع گیلانی ڈاکخانہ بر گھر ریلوے اسٹیشن لکھی سرائے مرسلہ ضمیر الحسن صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۵ھ
تمامی علمائے ہند کی خدمت میں گزارش ہے کہ برابر بزرگان سے سنتے چلے آتے تھے کہ تین طلاق ایک جلسے میں دی جائے یا
جلسات متفرقہ میں، طلاق مغلطہ پڑے گی، لیکن بالفعل لوگوں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر جلسے میں تین طلاق دی جائے رجعی
پڑے گی، جو لوگ بیچارے مسکین عمر کی تائید کرتے ہیں گمراہ کرتے ہیں۔
الجواب: عہ

الحجیب مصیب فی الواقع مذہب منصور و مشرب جمہور و قول ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہی ہے کہ صورت مذکورہ میں تین
طلاقیں واقع ہوں گی، ائمہ کرام و علمائے اعلام شکر اللہ تعالیٰ مساعیم بحث تمام فرما چکے، اب باتباع ابن قیم ظاہری المذہب فاسد
المشرب سواد اعظم امت و حق واضح کی مخالفت نہ کرے گا الا من سفہ نفسہ (مگر وہ جس نے پانے آپ کو بیوقوف بنایا
ہو۔ ت) اور امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اجل و ارفع میں
کلمات گستاخی بکنے اور ان کے موید کو گمراہ کہنے والا کھلا رافضی ہے خذلہم اللہ تعالیٰ، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴿۱﴾
(اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل کرے، اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے وہ کس طرف پلٹے ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵: از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خان صاحب ۴ رمضان ۱۳۱۵ھ

بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد مسنون التماس محزون اینکہ برائے جواب مسئلہ اشد ضرور تست اگر زرد	بخدمت شریف جناب مولوی صاحب دامت فیوضہم بعد سلام، مسنون پریشان حال کا التماس یہ ہے کہ ایک مسئلہ کا اشد ضروری
---	---

عہ: باوجود جواب مولوی ابوالنصر گیلانوی بود این دو حرف در تصو
یہ جواب بیعینہ وہی جواب ہے جو ابوالنصر گیلانوی نے دیا ہے یہ
دو حرف اس کی درستی سے متعلق لکھے گئے ہیں ۱۲ (ت)

تحریر فرمودہ عنایت فرماید از عنایت واحسن بعید بخواید شد ومردمان بسیار دعا سازند فیصلہ دریں باب در میان فریقین بتحریر آنجناب قرار یافته است و عبارت خلاصۃ التفاسیر منقولہ از تفسیر احمدی	ہے، اگر جلدی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی، یہ آپ کی مہربانی اور احسان سے بعید نہ ہوگا، اور لوگ بہت دعائیں دیں گے، اس بارے میں فریقین میں فیصلہ آپ کی تحریر طے ہوا ہے، اور تفسیر احمدی سے منقول خلاصۃ التفاسیر کی عبارت یہ ہے:
--	--

(چونکہ عدد طلاق کے جاہلیت میں مقرر نہ تھے جس قدر چاہتے طلاق دیتے یہاں تک کہ ایک عورت ام المؤمنین عائشہ کے پاس
آئی اور اپنے شوہر کے بار بار رجوع کرنے کی شکایت کی یعنی طلاق دی جب عدت پوری ہونے آئی رجوع کیا پھر طلاق دی یونہی
اسے معلق چھوڑ دیا تھا حضرت صدیقہ نے حضور میں عرض کیا حق سبحانہ، و تعالیٰ نے نازل فرمایا اَلطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ (ل)

باعت اردو قابل تسلیم فریقین در یک مسئلہ ہم قرار نیافتہ۔ اگر عبارت شیر احمدی مرقوم بودے قابل فیصلہ شدے اکوں امید دادم کہ آنحضور بتحریر عبارت کتب سرفراز نمودہ فیصلہ فرماید، والسلام	اردو کی وجہ سے فریقین ایک مسئلہ پر متفق نہ ہو سکے اگر تفسیر احمدی کی اصل عبارت ہوتی تو فیصلہ کے قابل ہوتی، اب آپ سے امید کہ جناب کتب کی عبارت تحریر فرما کر سرفراز فرمائیں گے، والسلام (ت)
زید زوجہ خود را یک طلاق رجعی دادہ در عدت رجوع کردہ باودو سال زندگانی کرد باز یک طلاق رجعی دادہ عدت رجوع کردہ سہ سال اور ایخانہ خود داشت بعدہ باز یک طلاق رجعی داد اکوں زید زوجہ مذکورہ را بلا تحلیل تنس مستعار در نکاح خود تواں آوردیانه؟ بینوا تو جروا	زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی، اور عدت میں رجوع کر لیا، اور دو سال گزارنے کے بعد پھر ایک طلاق رجعی دی اور عدت میں رجوع کر لیا، تین سال گھر رکھنے کے بعد پھر ایک طلاق دی اب زید مذکورہ بیوی کوئے شخص سے نکاح اور حلالہ کے بغیر نکاح میں دوبارہ لاسکتا ہے یا نہیں؟ بیان کرو اور اجراؤ۔ (ت)

الجواب:

حرام است بالنس والایجماع تا بنکاح شوہرے دیگر در آید و شہد اور اذوق نماید و اوطلاقش	دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہو جائے اور اس
---	--

کی عدت پوری ہو جانے کے بغیر دوبارہ زید کا مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے یہ حرمت نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دو طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے۔ تا۔ اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے، پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الآیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورت تو پہلے خاوند کیلئے حلال نہ ہوگی حتیٰ کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کر لے۔ اور معالم التنزیل میں عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لاتعداد طلاقیں دیا کرتے تھے، اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتا اور یونہی بار بار کرتا اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا، تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیہ کریمہ الطلاق مرتن آیۃ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے، دو طلاقیں ہیں، تو جب تیسری طلاق دے دے تو اب دوسرے سے

دہد میرد وعدتش فراغ پذیرد قال تعالیٰ بِإِحْسَانٍ ط
الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۖ فَإِمْسَاكَ بِعُرْفٍ أَوْ تَسْرِيَةٍ^۱ إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا ط
فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا^۲ آيَةُ. قال رسول
اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم لا تحلین لزواجك الاول
حتى یذوق الآخر عسیلتک وتذوق عسیلته^۳۔ وفي
العالم عن عروة كان الناس في الابتداء يطلقون من
غير حصر ولا عدد وكان الرجل يطلق امرأته فاذا
قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها كذلك ثم
راجعها يقصد مضارتها فنزلت هذه الآية الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ
یعنی الطلاق الذی یبلیک الرجعة عقبہ مرتان فاذا
طلق ثلاثا فلا تحل

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۲۹

^۲ القرآن الکریم ۲/۲۳۰

^۳ صحیح بخاری باب لم تحرم ما احل اللہ لك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۲

نکاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اھ، اور مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ سببخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	لہ الا بعد نکاح زوج غیرہ ^۱ اھ والمسئلة اوضح من ان توضح۔ واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم وعلم جل مجدہ اتم واحکم۔
--	--

مسئلہ ۱۸۷: از ضلع خاندیس ہجیم بھاگ تعلقہ تلودھا ڈاکخانہ لگر مندھا بسوستان کا ٹھی مقام عکلو امرسلہ محمد اسماعیل صاحب ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) حلالے کے بارے میں ایک شخص نے نکاح کیا اور پہلی بی بی کا حق کُل نہیں ادا کیا، وہاں پر قاضی نہیں ہے، اپنے مکان کے لوگ آپ ہی قاضی آپ ہی وکیل آپ گواہ، جس شخص نے پہلے نکاح کیا اس نے خوشی سے طلاق دیا اور اس عورت نے خوشی سے طلاق لیا، بعد دس روز اسی عورت اور وہی دھنی ایک جگہ رہنے لگے، اور اس شخص طلاق دے کر تین مہینے رکھا، پھر تین مہینے بعد حلالہ کیا، حلالہ کرنے والا جو شخص تھا اس کی بی بی نے رضا نہیں دی، رضالینے کے واسطے اپنی بی بی مارا، تو بی بی نے زبردستی سے رضادی، اس کا حلالہ درست ہو کہ نہیں؟

(۲) ایک دوسرا آدمی ایک عورت کا لے کر بھاگ گیا، اس کی دو لڑکیا تھیں، دو برس بغیر نکاح کے اس عورت کو رکھا، بعد دو برس کے لڑکے ہو شیار ہو گئی، اس عورت کو چھوڑ کر بیٹی کو رکھنے لگا اس شخص کے حرام سے ایک لڑکی ایک لڑکا پیدا ہوئے، سو یہاں کے بچوں نے جماعت سے باہر کر دیا سو اس لڑکی سے بھی نکاح نہیں ہوا ہے، بعد بارہ "مہینے کے جماعت کے آدھے لوگ اس کو ہمراہ لے گئے اور وہی لوگ کہتے تھے اس کا منہ دیکھنا روا نہیں ہے، اب وہی لوگ اس کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اس کے بارے میں مسئلہ کیا کہتا ہے، اور یہاں اسلام کی ٹھٹھول کرتے ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں ہے کہ ہم اسلام کی مشکری کریں گے تو ہمارے کیا حال ہوں گے، اس پر حضرت رسول خدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شریعت کا کیا بیان ہے؟

الجواب:

(۱) شریعت کا حکم یہ ہے جس شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہوں ایک دفعہ میں خواہ برسوں میں کہ ایک کبھی دی اور رجعت کر لی پھر دوسری دی اور رجعت کر لی اب تیسری دی دونوں صورتوں

^۱ معالم التنزیل علی هامش تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتان مصطفی البابی مصر ۱۳۷۷

میں عورت اس پر بغیر حلالہ حرام ہے۔ حلالہ کے یہ معنی ہیں کہ اس طلاق کے بعد عورت اگر حیض والی ہے تو اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور اگر حیض والی نہیں مثلاً نو برس سے کم عمر کی لڑکی ہے یا بچپن برس سے زائد عمر کی عورت ہے اور اس طلاق کے بعد تین مہینے کامل گز جائیں یا اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو لے، اس وقت اس طلاق کی عدت سے نکلے گی، اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح بروجہ صحیح کرے یعنی وہ شوہر ثانی اس کا کفو ہو کہ مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کسی میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس عورت کا نکاح عورت کے اولیاء کے لئے باعث بدنامی ہو، یا اگر ایسا کم ہے تو یہ عورت کا ولی نکاح ہونے سے پہلے اس کو یہ جان کر کہ یہ کفو نہیں اس کے ساتھ نکاح کی بالتصریح اجازت دے دے، یا یہ ہو کہ عورت بالغہ کا کئی ولی ہی نہ ہو تو عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور ولی نے اسے غیر کفو جانکر نکاح سے پہلے صریح اجازت نہ دی تو نکاح ہی نہ ہو گا، یونہی لڑکی اگر نابالغہ ہے ہے اور اس کے نہ باپ ہے نہ دادا بھائی چچا وغیرہ ولی ہیں، لوگوں نے کسی غیر کفو سے اس کا نکاح کر دیا جب بھی نکاح نہ ہوگا، غرض جب شوہر ثانی سے نکاح صحیح طور پر واقع ہو اور وہ اس سے ہمبستری بھی کر لے اور اس کے بعد وہ طلاق دے اور اس طلاق کی عدت اسی طرح گزرے کہ تین حیض ہوں اور حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے، اور حمل رہ جائے تو بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے بعد پہلا شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے، ان میں سے ایک بات بھی کم ہوگی تو وہ نکاح نہ ہو گا زنا ہوگا، ہاں نکاح کے لئے چاہے وہ شوہر ثانی سے ہو یا پہلے سے قاضی یا وکیل یا برادری کے لوگوں کی ضرورت ہے کہ مرد نکاح ثانی کرے تو پہلے بیوی سے اجازت لے، یہ سب باتیں بے اصل ہیں، فقط اس طریقہ کی ضرورت ہے جو ہم نے لکھا اس طرح پر اگر اصلاً نہ ہو مثلاً دوسرے شوہر نے جب طلاق دی تو اس کے دس یا ہی دن بعد بے عدت گزرے پہلے شوہر نے اس سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح نہ ہو انرا حرام ہوا اُس صورت میں ضرور ہوگا کہ عورت کو اس سے جدا کر دیا جائے اور نہ مانے تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے۔

(۲) اسی طرح وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اُس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہو چکی، برادری والوں کو چاہئے کہ اگر وہ مرد و عورت جدا نہ ہوں تو اس کو برادری سے خارج کر دیں، اُن سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھے انہیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو پہلے اُن سے

جدا ہو گئے تھے اور اب مل گئے اور اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں انہیں چاہئے اس سے باز رہیں،
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الدِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٩﴾ - واللہ تعالیٰ اعلم۔	شیطان تجھے بھلا دیتا ہے، تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۱۸۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط کے یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز۔ شرط تو یہ کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگالے یہ ناجائز و گناہ ہے اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے، اور قصد یہ کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے تو یہ جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔ در مختار میں ہے:

(کراہ) التزوج للثانی (تحریماً) لحديث لعن الله المحلل والمحلل له (بشرط التحليل) كنتزوجتك على ان احلك (اما اذا اضمر ذلك لا يكره) (وكان الرجل (ماجورا) لقصد الاصلاح ^۲ مختصراً - واللہ تعالیٰ اعلم۔	حلالہ کی شرط پر نکاح کہ میں اس شرط پر تجھ سے نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق دے کر حلال کر دوں گا دوسرے شخص کا نکاح مکروہ تحریمہ ہے لیکن دونوں نے اگر دل میں حلالہ کی نیت کی تو مکروہ نہیں، اس صورت میں دوسرا شخص اصلاح کی غرض سے نکاح کرنے پر اجر کر مستحق ہو گا اھ مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۱۸۹: از کانپور بیگم گنج طلاق محل مرسلہ احمد علی خاں وکیل ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک وقت حالتِ غصہ میں مجبور ہو کر ہندہ زوجہ کو تین بار طلاق دی، نزدیک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مغلظ ہو گئی اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک رہی، تو ایسی حالت میں جو پیر و امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ حالاتِ مقدمی یہ ہیں کہ زید کو ہندہ کے ساتھ محبت قلبی ہے اس نے قصداً چھوڑا

^۱ القرآن الکریم ۶۸/۶

^۲ در مختار باب الرجعة مطبع مکتبائی دہلی ۲۴۱/۱

دینے کی تیت سے طلاق نہیں دی اور نہ ہندہ اپنے عدول حکم پر سمجھ سکتی ہے کہ مجھ پر طلاق ہوگی کیونکہ بجائے خود نادم تھی، مگر ہندہ کی بہن جو دشمن ہندہ کی ہے چند الفاظ دلانے والے جو طلاق دینے پر مبنی تھے ایسے کہ جس سے زید کو مجبوراً غیظ آگیا اور دفعۃً تین بار طلاق دے کر ہندہ کے مکان سے اُٹھ آیا، اب زید و ہندہ و سخت صدمہ ہے اور دو لڑکے یعنی ایک پسر بعمر ۹ سال ایک دختر بعمر ۵ سال جو ہندہ کے پاس ہیں اور ہندہ محتاج ہے پرورش بدقت کر سکتی ہے اور نیز بلا تعلیم رہنے کا خیال قوی ہے اور زید کو ایسا رنج ہے کہ نوبت بجان ہے بر نظر حالات رجوع کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

ایک بار تین طلاق دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ اجماع مذاہب اربع تین طلاقیں مغضہ ہو جاتی ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً ہوا اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ ہر گز اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی، اگر یونہی رجوع کر لی بلا حلالہ نکاح جدید باہم کر لیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرام کاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ^۱	جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستہ بنا دیتا ہے۔ (ت)
---	--

اس نے تقویٰ نہ کیا بلکہ خلافِ خدا و رسول تین طلاقیں لگاتا رہنے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا اب حلالہ کے سخت تازیانی سے اسے ہر گز مفر نہیں یہاں تک کہ انہی دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرح حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل و مردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں وہ گمراہ دین ہیں، ان کی تقلید حلال نہیں، فتح القدیر میں ہے:

ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث، وفي سنن ابی داؤد عن مجاہد قال كنت عند عباس رضي الله تعالى	جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا مسلک ہے بیک لفظ تین طلاقیں تین ہوں گی۔ امام مجاہد سے سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
--	---

^۱ القرآن الکریم ۲/۶۵

عنہما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلثا قال فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ايطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان الله عز وجل قال ومن يتق الله يجعل له مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك، ثم ذكر ادلتہ بروایۃ لاموطعن ابن عباس وابی ہریرۃ معاً ومثله عن ابن عمر قال وروی ایضاً عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص واسند عبد الزاق عن علقمة عن ابن مسعود وکیع عن امیر المؤمنین علی و امیر المومنین عثمان بن عفان وقد قدمه عن امیر المومنین عمرو اورده بروایۃ ابن ابی شیبۃ والدارقطنی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذكرہ فی آخر

پاس موجود تھا تو ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، مجاہد کہتے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ دیر خاموش رہے تو میں نے خیال کیا کہ شاید ان عباس سائل کو بیوی واپس کر دیں گے، تو کچھ دیر بعد آپ نے فرمایا تم میں سے بعض لوگ بیوی کو طلاق دیتے ہوئے حماقت سے کام لیتے ہیں اور پھر اے ابن عباس اے ابن عباس کہتے ہیں، تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی سبیل پیدا فرمادیتا ہے، جبکہ تو نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے تیری بیوی تجھ سے لا تعلق ہو چکی ہے۔ اس کے بعد فتح القدیر نے اس پر دلائل ذکر کئے۔ مؤطا کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ذکر کیں جیسا کہ ابوداؤد نے ابن عباس اور ابومہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اکھٹی روایت کی، اس طرح کی روایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کی، اور کہا کہ عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے، اور انہوں نے کہا کہ عبد الرزاق نے علقمہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور وکیع عن امیر المؤمنین عمر فاروق عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سند ذکر کی، اور قبل ازیں فتح القدیر نے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ذکر کی اور انہوں نے ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کی روایت بھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کی۔ اور اسی کو انہوں نے کلام کے

<p>آخر میں یوں ذکر کیا کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں عبادہ بن الصامت کے واسطے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا، یہاں تک کہا کہ ہم نے اکثر حضرات سے تین طلاقوں کا نافذ ہونا صراحتاً ثابت کیا اور ان حضرات کوئی بھی مخالف ظاہر نہ ہوا، تو اس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہو سکتا، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی حاکم نے بیک زبان تین طلاقوں کے ایک طلاق کا حکم دیا تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور یہ حق کے خلاف ہوگا اس کو اختلاف نہ کہا جائے گا (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>الکلام بروایۃ عبدالرزاق فی مصنفہ عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین الی ان قال، قد اثبتنا النقل عن اکثرہم صریحاً بأیقاع الثلث ولم یظہر لہم مخالف فمأذابعد الحق الا الضلال وعن هذا قلنا لم یحکم حاکم بأن الثلث بغم واحد واحدة لم ینفذ حکمہ لانہ لا یسوغ الاجتہاد فیہ فهو خلاف لا اختلاف^۱ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۱۹۰: از پبلی بھیت محلہ محمد واصل مرسلہ خلیق احمد صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مہلک مریض نے اپنی زوجہ کی نافرمانی کے سبب جو اس کی زوجہ نے اپنی ماں کے اشتعال کی وجہ سے اپنے زوج کو تکلیف دی اور ہر قسم کی خبر گیری شوہر سے حسب ذیل تحریر کے ذریعہ سے طلاق لکھ بھیجی، مسماتہ فلاں بنت فلاں کو واضح ہو کہ تم نے اپنی ماں کو اشتعال کے باعث جو کچھ میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اسباب متفرق معہ بکس محمولہ پارچہ وغیرہ میرا رکھ لیا بہت اچھا کیا یہ ایک عمدہ طریقہ حصول مالیت کا ہے اس طور سے بہت کچھ جمع ہو سکتا ہے اس وجہ سے تم میرے لائق نہیں ہو، لہذا میں تم کو طلاق دیتا ہوں، مسماتہ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے طلاق دی، مسماتہ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق دی، مسماتہ فلاں بنت فلاں جو میرے نکاح میں تھی آج کی تاریخ میں نے اس کو طلاق دی۔ عورت کے بھائی کے نام کارڈ کا پتہ اس طور سے لکھا تھا جو ناخواندہ ہے بمقام فلاں محلہ

^۱فتح القدیر باب طلاق السنۃ نور یہ رضویہ ستمبر ۳۳۰/۱۳

فلاں پاس فلاں پہنچ کر مسماۃ فلاں بنت فلاں کو ملے۔ اب چونکہ شوہر کئی ماہ بعد صحت یاب ہوا لوگ طرفین پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طور طلاق نہیں ہوئی اگر تحریر پوسٹ کارڈ کسی دوسرے کے نام جاتی جو اس کام کے واسطے مقرر کیا جاتا اس کو لکھا جاتا کہ تم میری طرف سے بطور وکیل دے دو تب طلاق ہو جاتی، دوسرے یہ کہ وہ عورت حاملہ تھی کسی صورت میں بھی طلاق نہیں ہوئی، لہذا آنجناب فیض مآب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اس بارہ میں جو حکم شرع شریف ہو بدلائل اس سے سائل کو جلد مطلع فرمائیے۔

الجواب:

شخص مذکور تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے گنہگار ہوا اور عورت پر تین طلاقیں پڑ گئی وہ نکاح سے نکل گئی، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، عورت کا حاملہ ہونا یا کسی کو طلاق دینے کا وکیل نہ کرنا کچھ منافی طلاق نہیں، یہ محض جاہلانہ خیال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱: از بھموری ڈاک خانہ بھیکم پور ضلع علی گڑھ مرسلہ عبدالرزاق صاحب ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بذریعہ خطوط اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پہلا خط جو کہ اپنے خسر کو لکھا یہ ہے کہ میں اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہوں، مگر آپ کی رائے کا منتظر ہوں، امید کہ مجھ کو اظہار خیالات کی اجازت دی جائے گی مگر خسر نے جواب نہیں دیا، اس پر دوسرے خط میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہی تھی مگر قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا اب میں جرات کرتا ہوں کہ میری شادی آپ کی لڑکی سے محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی ورنہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں آج کی تاریخ سے آپ کی لڑکی کو طلاق طلاق طلاق دیتا ہوں آپ جانیں والد صاحب جانیں۔ اب اُس خط سے جس میں طلاق ہے اول میں انکار تھا اظہار جرات والے خط میں اقرار تھا اس کے تین سال بعد زید کا خسر زید کے پاس گیا اور کہا میری لڑکی کے ساتھ تمہارا کیا ارادہ ہے، اس نے کہا میرا کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ سرائے تک چلو تا کہ تمہارے بیان کا سرائے میں کوئی گواہ بھی ہو جائے، چنانچہ وہ سرائے میں آیا اور دو آدمیوں کے سامنے جن کا نام مرزا محمد صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر اور دوسرے کا نام حافظ فخر الدین ساکن آنوالہ پٹھان، چنانچہ دونوں گواہوں کے بیانات ایک عالم محمد عبدالرشید سسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد کے سامنے بیان ہوئے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے یعنی زید نے کہ پہلے خطوط میں بھی اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں، اور اب بھی طلاق مکرر نہ کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ دونوں خطوں کی نقل اور تینوں کاغذات کی نقل دو کاغذ بیانات گواہ اور ایک کاغذ مولوی عبدالرشید

صاحب موصوف کے ہر شتہ سوال یہ ہے کہ اس صورت بالا میں زید کی بی بی کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو عدت خطوط کے وقت سے شروع ہوگی یا گواہی دینے گواہان مذکور سے؟

نقل خط اول

قبلہ و کعبہ مدظلہ، تسلیم بعد تعظیم، عرصہ سے خیریت دریافت نہیں ہوئی تردد ہے، امید کہ مطلع فرمایا جاؤں، نیاز مند کسی قدر اپنے اظہار خیالات کی اجازت چاہتا ہے جو میری دانست میں ضروری ہیں لیکن بلا استخراج رائے جرات نہیں کر سکتا، مجھے امید ہے کہ آپ میری اس قسم کی گزارش کو ضرور منظور فرمائیں گے جس کی شہادت میری نظروں میں نہایت خوش آئند و دلفریب ہیں، زیادہ نیاز۔ احقر ازیلی سید عابد علی۔

خط دوم بعد کا

قبلہ نعمت و کعبہ کرامت مدظلہ العالی تسلیم بعد تکریم، نیاز مند قبل اس کے اظہار خیالات اپنے کی اجازت چاہی، قبلہ نے سکوت اختیار فرمایا، نیاز مند خاموش ہو رہا، اب جرات کرتا ہوں عرض کرنے کی، جس کو جناب منظور فرمائیں گے۔ میری شادی جناب کی دختر کے ساتھ ہوئی محض والد صاحب کی خواہش تھی مجھ کو منظور نہ تھی، نہ مجھ کو آپ کی صاحبزادی سے کسی قسم کا تعلق رہا اور نہ آئندہ رکھنا چاہتا ہوں، بموجب شرع کے آپ کی لڑکی کو آج کی تاریخ سے طلاق طلاق دیتا ہوں، آپ جانیں والد صاحب جانیں۔

بیان مرزا صدیق بیگ گواہ جن کے سامنے عابد علی نے پانی زوجہ کو طلاق دینے اقرار کیا۔
عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا کہ بذریعہ تحریر کے طلاق دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو اور مکرر کہہ رہے ہو کہ میں نے طلاق دی طلاق دی اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان کے سامنے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہو چکے ہیں، یہ اشارہ اُن کا ہم مسافروں کی طرف تھا۔ بقلم مرزا صدیق بیگ ساکن خورجہ ضلع بلند شہر

بیان حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین صاحب ساکن قصبہ آنولہ محلہ پٹھاناں

عابد علی نے ہمارے سامنے عبدالرزاق صاحب سے سرائے بلہور میں یوں کہا کہ میں نے تمہاری لڑکی کو ایک عرصہ گزرا بذریعہ اپنی تحریر کا رڈر جسٹری کے طلاق شرعی دے چکا ہوں تم اسی میری تحریر پر عملدرآمد کرو

اور اب مررہ کرر کہتا ہوں کہ میں نے طلاق دی طلاق دی طلاق دی، اور یہ لوگ مسافر مسلمان ہیں ان سے کہتا ہوں یہ لوگ شرعی گواہ ہو چکے ہیں، یہ اشارہ ہم مسافران کی طرف تھا۔



العبد حافظ فخر الدین ولد حافظ قیام الدین ساکن آنولہ محلہ پٹھاناں بقلم خود

آج تاریخ دو جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سید عبدالرزاق صاحب سکنا بھموری میرے یہاں تشریف لائے اور تین صاحب اور اُن کے ہمراہ تھے، سید عبدالرزاق صاحب نے میرا عابد اپنے داماد کا اُن کی لڑکی کو بذریعہ رجسٹرڈ تحریر موجودہ کے طلاق دینا اُن تینوں ہمراہیوں میں سے دو صاحبوں کو میرا عابد علی مذکور کے طلاق مذکور کے اقرار زبانی کا گواہ بیان کیا۔ گواہان مذکور الصدر نے میرے زبانی طلاق بدستخط اپنے اپنے بیان تحریر کئے رجسٹر تحریر موجود کا خود میرا عابد علی کی تحریر ہونا اور نیز زبانی طلاق مکررہ کر دینا بخوبی ثابت ہے، بیانات مذکور ہر شہدہ تحریر ہذا ہے۔ الرافق خادم الاطباء والعلماء ابو محمد عبدالرشید ظہور الاسلام سسوانی ہیڈ مولوی گورنمنٹ ہائی اسکول فرخ آباد۔ مہر ودستخط سے آج تاریخ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء کو روانہ کیا گیا۔ فہرست اوراق { تحریر رقم ایک، بیان مرزا صدیق بیگ ایک، بیان حافظ فخر الدین صاحب ایک } کل تین اوراق۔

الجواب:

کوئی تحریر بے شہادت یا اقرار کاتب مسلم نہیں ہو سکتی اگرچہ خط اسی کا معلوم ہوتا ہو، علماء فرماتے ہیں:

الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم کما فی الہندیۃ ^۱ وغیرہا۔	خط دوسرے خط اور مُسر دوسری مُسر کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ ہندیہ وغیرہا میں ہے (ت)
---	---

یہاں عابد علی اس خط سے منکر ہے تو شہادت درکار، اُن دو گواہوں نے جو گواہی دی ناقص و ناتمام ہے وہ اپنے بیانوں میں، عابد عبدالرزاق کہتے ہیں ملک میں اس نام کے ہزاروں ہوں گے۔ شرط شہادت یہ ہے کہ اگر وہ حاضر ہوں تو ان کی طرف اشارہ کر کے گواہی دے کہ اس عابد علی نے اس عبدالرزاق کی بیٹی زوجہ کی نسبت یہ کہا اور اگر حاضر نہ ہوں تو اُن کا نسب پاک دادا تک بیان کرے کہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳

عابد علی بن فلاں بن فلاں نے اپنی زوجہ فلاں بنت فلاں کی نسبت یہ کہا اور صحیح یہ ہے کہ دادا کا ذکر بھی ضرور ہے کما فی العلمگیریۃ (جیسا کہ عالمگیریہ میں ہے۔ ت) یعنی جبکہ فقط باپ کی طرف نسبت سے تمیز کامل نہ ہو جاتی ہو،

فان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف کما فی جامع الفصولین والدر المختار۔	کیونکہ معرفت مقصود ہے حروف کی کثرت مقصود نہیں ہے، جیسا کہ جامع الفصولین اور در مختار میں ہے۔ (ت)
---	--

اگر دو گواہ ثقہ عادل اگرچہ یہی دو ہوں اس طرح شہادت ادا کریں تو ضرور تین طلاقیں ثابت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲: از امر یا ضلع پبلی بھیت مرسلہ مظفر علی خاں ۳ محرم ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ محمودہ کے حق میں مضمون طلاق مندرجہ ذیل بہ شہادت دو شخصوں کے تحریر کر دیا طلاق بانہ ہوئی یا رجعی مضمون طلاق میں نے محمودہ منکوحہ کو طلاق دے دی اور چھوڑ دیا اور مجھ کو اب اس سے کوئی واسطہ نہیں رہا اور زبان سے تین بار طلاق ادا نہیں کیا صرف کاغذ پر تحریر کر دی۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید سخت گنہگار ہوا، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، اس پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح بھی نہیں کر سکتا، زبان سے کچھ کہنا ضرور نہیں تحریر کافی ہے جبکہ بلا وجہ واکراہ شرعی ہو جیسا کہ یہاں ہوا، اشباہ میں ہے: الکتاب کا الخطاب^۱ (تحریر، خطاب کی طرح ہے۔ ت) لفظ اول و دوم دونوں صریح طلاق ہیں اور تیسرا لفظ اگرچہ کنایہ تھا مگر تقدم طلاق نے اسے بھی طلاق کے لئے معین کر دیا، ردالمحتار میں ہے:

دلالت حال سے مراد، وہ حالت جو ظاہر طور پر مقصود کو مفید ہو۔ اس کی ایک صورت، پہلے	دلالة الحال المراد بها الحالة الظاهرة المفيدة للمقصود.
--	--

^۱ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الكتابة ادارة القرآن کراچی ۱۹۶۲ء۔ ۵۹۷

ومنها تقدم ذكر الطلاق بحر عن المحيط ¹ ۔	طلاق کا ذکر ہونا ہے، محیط سے منقول بحر میں۔ (ت)
--	---

اسی میں ہے:

في النهر دلالة الحال تعم دلالة المقال فتفسر المذاكر بـسؤال الطلاق او تقديم الايقاع كما في اعتدى ثلاثاً ² ۔	نہر میں ہے کہ دلالت حال، دلالت قول کو شامل ہے، لہذا اس کی تفسیر یوں درست ہے کہ طلاق کے مطالبہ کے طور مذاکرہ، یا پہلے طلاق واقع کرنا، مثلاً عدت پوری کر تین کی۔ (ت) اسی طرح اور مواقع میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
---	---

مسئلہ ۱۹۳: از شاہ گڈھ ڈاکخانہ شب نگر ضلع پبلی بھیت مرسلہ عبد الرحمن صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بیوہ مسماۃ ہندہ سے بدیں شرط انکار کیا کہ وہ اپنے ناجائز متعلق سے قطع تعلق کر لے، اس نے منظور کیا اور نکاح ہو گیا، ہندہ مذکور نے گواس ناجائز متعلق سے قطع تعلق کر لیا لیکن زید نے اس سے گفتگو کرتے دیکھ لیا اور غصہ میں زید نے ایک لکھے پڑھے شخص سے کہا کہ تم مضمون لکھ دو جس سے میں ہندہ سے دست بردار ہو جاؤں اور وہ تحریر بذریعہ رجسٹری مسماۃ کے پاس بھیج دوں۔ یہ وہ الفاظ یعینم تھے جو ادا کئے گئے تھے، لکھے پڑھے شخص نے ایک تحریر لکھی جس میں ہندہ کو تحریر کیا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی لہذا تم میری نہیں رہیں تم کو طلاق طلاق دیتا ہوں، اب مسماۃ ہندہ کہتی ہے کہ گو میں نے شخص متعلق سے تمہاری مرضی کے خلاف گفتگو کی ہے لیکن اب کوئی واسطہ نہیں ہے نہ اب گفتگو کروں۔ چونکہ زید کو طلاق رجعی یا بائن کا کچھ علم نہیں تھا لیکن زید کے ذہن میں قطعاً قطع تعلق نکاح نہ تھا زید نے مضمون طلاق سن لیا تھا اب مسماۃ پشیمانی کے ساتھ طالب معافی ہے اور زید بھی چاہتا ہے کہ مسماۃ ہندہ مذکور میرے نکاح میں رہے۔ واضح رائے عالی ہو کہ مسماۃ ہندہ کو شخص متعلق سے گفتگو کرتے دیکھ کر اس کے دوسرے تیسرے دن تحریر رجسٹری طلاق کی بھیجی تھی اور جس روز تحریری طلاق بھیجی اسی روز ہندہ اور زید میں گفتگو ہو کر خواہشمند بقائے نکاح

¹ رد المحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۳

² رد المحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۳

ہوئے ہیں کہ نکاح رہا یا نہیں؟

الجواب

اس نے اس کی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیا اور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اُس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہوگی
تا وقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا^۱۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

از قصبہ حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ عطاء اللہ خاں سوداگر جفت

مسئلہ ۱۹۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ سے عرصہ سے ناراض ہے اس کو زوجہ کی جانب بدگمانی ہے وہ عرصہ سے اس سے تقریر و تحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پر دیس تقریری و تحریری ذرائع سے واقعات کو دریافت کر رہا ہے اب اس نے ایک خط اپنی زوجہ کے نام پر دیس سے تحریر کیا ہے جس کی عبارت طول طویل ہے اس میں سے بقدر ضرورت عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے، یہ ثابت ہے کہ یہ خط زید کا ہے کیونکہ وہ اپنے والد کو لکھتا ہے کہ میرے لڑکے کو اور میرے سامان کو زوجہ سے لے لو اور زید اپنے سالے کو بھی لکھتا ہے کہ تم میرے والد کو میرا سامان دے دو اور اپنی ہمشیرہ کے جہیز کا سامان پانی ہمشیرہ کو دے دو اور میرے لڑکے کو بھی والد کو دے دو، اسی خط اور بہت سی بیہودہ باتیں اپنی زوجہ کے متعلق تحریر کی ہیں اور کوئی اجنبی شخص ان کو نہیں لکھ سکتا اور زید کی بہت سے تحریریں انہیں قرائن کو ظاہر کرتی ہیں، زید کے خط کی عبارت یہ ہے: "تو نے جس قدر جھوٹ سے کام لیا تیرے دل کو معلوم ہے مگر تو نے اب بھی پوشیدہ حال رکھا ہے اب میں اپنے دل سے طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی، میں اس وجہ سے وہاں سے چپ ہو کر چلا آیا ہوں کہ تو ڈر کے مارے نہیں بتاتی۔" دریافت طلب امر یہ ہوا کہ زید نے جو یہ کلمات اپنے خط میں لکھے ہیں کیا اس کی زوجہ مطمئن ہو گئی یا نہیں اگرچہ اس کی زوجہ نے کوئی راز پوشیدہ ہی رکھا ہو یا نہ رکھا ہو۔

الجواب:

ثبوت خط کے لئے اُس کا اقرار ہو یا گواہانِ عادل کی شہادت، اگر وہ انکار کرے اور گواہ نہ ہوں

تو مجرد خط ملنے یا ان قرآن سے ثبوت نہیں ہو سکتا، علماء نے فرمایا ہے: (لا یعمل بالخط) خط پر عمل نہ کیا جائے گا۔ (ت) اور فرمایا ہے:

الخط یشبه الخط والخاتم یشبه الخاتم ¹ ۔	خط دوسرے خط اور مُسر دوسری مُسر کے مشابہ ہوتی ہے۔
	(ت)

پھر وہ لفظ کہ اس نے لکھے ہیں محتمل ہیں کہ پوشیدہ رکھی بیائے معروف یا بیائے مجہول، اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وہ انکار نہ کرے اس پر کاربندی کر سکتی ہے، اگر بیائے معروف ہے تو تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات پوشیدہ رکھی تھی، اور بیائے مجہول ہے تو اب تین طلاقیں سمجھ سکتی ہے اگر کوئی بات اس خط کے بعد پوشیدہ کرے لیکن اگر وہ اس خط سے منکر ہو تو عورت کو بے شہادت عادلہ بالائی وثوق کام نہ دے گا۔

مسئلہ ۱۹۵: از محمود آباد ضلع سینٹاپور مرسلہ مولوی محمد اسماعیل صاحب سنی حنفی محمود آبادی ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں کہ زید نے ایک دن غصہ میں اپنی منکوحہ عورت کے واسطے فارغ خطی تحریر کیا اور لکھا کہ میں نے طلاقیں دیں مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور نہ عورت نے کسی اور اس کو بابت کچھ معلوم ہوا محض لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا مگر عورت نے کسی طرح معلوم کر لیا لہذا ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر فارغ خطی باضابطہ لکھی تھی کہ میں فلاں بن فلاں ساکن فلاں میں نے اپنی زوجہ فلاں کو تین طلاقیں دیں جیسا کہ لفظ فارغ خطی سے بھی ظاہر ہے۔ فارغ خطی باضابطہ کاغذ ہی کو کہتے ہیں تو بلاشبہ تین طلاقیں ہو گئیں، عورت بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی عورت کو یا کسی کو خبر نہ ہونا شرط طلاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۶: از شہر محلہ کوہاڑا پیر مسئلہ قمر الدین صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عقد نکاح کیا ہند کے ساتھ، مگر بعدہ، حسب شرائط ذیل بوجہ خانگی و مصالح خاندانی تجویز طلاق قرار پائی اور طلاق نامہ لکھا گیا مگر حسب اندراج و ستاویز مذکور کلمات شرعیہ کہ طلاق دی طلاق دی طلاق دی اور جلسہ عالم میں طلاق کہا و وقوع میں نہیں آئی بلکہ

¹ فتاویٰ ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳

سرپرست منکوحہ نے حکمت عملی سے زبردستی دستاویز حاصل کر لیا اور اس نے اس کو روک لیا نیز مخفی نہ رہے کہ بعد ہنوز رخصتی کے رسم عمل میں نہیں آئی ہے، آیا بعد ملاحظہ بالا و لحاظ شرائط تحت طلاق جائز ہے یا واقعی عمل میں بموجب شرع شریف نہیں آئی۔

شرائط جو عمل میں نہیں آئیں

(۱) کھنڈوہ طلائی وزنی ۰۴ تولہ بوقت عقد منجانب نلک چڑھائے گئے تھے واپس ہوں گی اور نیز مبلغ معہ ۱ روپیہ لڑکی والا بابت خرچ نلک کو ادا کرے گا۔

(۲) کل پارچہ پوشیدہ لڑکی والا نلک کو واپس کرے گا جو کہ بوقت عقد چڑھایا تھا۔

(۳) شرائط نمبر ۲۰ کی تکمیل منجانب لڑکی والے کے ہونے کے بعد نلک بروئے دستاویز مذکورہ طلاق دے گا جلسہ عام میں اس کا اعلان کرے گا۔

(۴) شرط نمبر ۳ کی تکمیل کے ساتھ معافی مہر منجانب منکوحہ لازم تھی۔

الجواب:

ایسے معاہدوں میں معرف یہ ہے کہ دستاویز کا لکھنا معاہدے کی تمہید ہوتا ہے نہ کہ تنفیذ۔ تنفیذ انہیں شرائط پر مشروط ہوتی ہے جو معاہدے قرار پائے، تو یہاں اگرچہ لفظاً تعلیق ہو عرفاً تعلیق ہوتی ہے والمشرط عرفاً کالمشرط لفظاً عرف میں مشروط چیز، لفظوں میں مذکور مشروط کی طرح ہے۔ ت) ولہذا اگر شوہر عورت سے کہے کہ تو مہر معاف کر دے تو یہیں تجھے طلاق دے دوں گا، عورت نے کہا میں نے اپنا مہر معاف کیا، شوہر نے طلاق نہ دی، مہر معاف نہ ہوا کہ اگرچہ اس نے بلا شرط الفاظ معافی کہے، لفظوں میں کوئی شرط نہ تھی مگر معنی شرط موجود تھی اور وہ نہ پائی گئی لہذا معافی نہ ہوئی، اسی طرح یہاں طلاق معنی اُن شرائط سے مشروط ہے اور وہ نہ پائی گئی لہذا طلاق نہ ہوئی، عالمگیر یہ میں ہے:

<p>بیوی نے خاوند کو کہا میں تجھے مہر بخشی ہوں تو مجھے پر سے قبضہ ختم کر دے یعنی طلاق دے دے، اگر خاوند نے طلاق نہ دی تو مہر معاف نہ ہوگا ظہیر یہ میں اسی طرح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>امراً قالت لزوجها کابین ثرا بخشیدم چنگ از من بداران لم یطلقها لم یبرأ عن المهر کذا فی الظہیریۃ^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل الخلع بالفارسیہ نوکسور لکھنؤ ۱/۲۵۸

مسئلہ ۱۹۷:

از شہر کہنہ

۱۲ صفر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ کو جس کو عرصہ قریب تین سال کے ہوا طلاق دے دی، طلاق ہو جانے کا اقرار بکرنے زبانی عورت مطلقہ اور نیز عورت مذکورہ کے بھائیوں کی زبانی سنا ہے، اب بکر مذکور اپنا نکاح اس عورت سے کیا چاہتا ہے، لہذا شرع کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت اور اس کے بھائی تین طلاقیں اُتتی مدت سے ہونا بیان کرتے ہیں اور اب زید سال بھر غائب ہے اس صورت میں بکر کو چاہئے کہ اپنے دل کی طرف غور کرے، اگر عورت اور اس کے بھائیوں کا بیان دل پر جمتا ہو کہ یہ لوگ اس میں سچے ہیں اور کوئی فریب نہیں کرتے تو بکر کو اختیار ہے کہ اس عورت سے نکاح کر لے جبکہ وہ اس طلاق کے بعد عدت بھی گزر جانا بیان کرتی ہو یعنی طلاق کے وقت اگر حاملہ ہونا کہے جب تو ظاہر ہے کہ تین سال کے قریب زمانہ گزرا ضرور وضع حمل ہو کر عدت، گزر گئی، اور اگر حمل نہ تھا تو عورت یہ بیان کرے کہ طلاق کے بعد اسے حیض تین بار شروع ہو کر ختم ہو چکا ہے، اور اگر بکر کے دل پر اُن کا سچ نہ جھے فریب معلوم ہوتا ہو تو بکر نکاح نہ کرے،

فی الہندیۃ عن الذخیرۃ لوان امرأۃ قالت لرجل ان زوجی طلقنی ثلاثاً وانقضت عدتی فان کانت عدلۃ وسعہ ان یتزوجہا وان کانت فاسقۃ تحری وعمل بما وقع تحریرہ علیہ ^۱ ۔	ہندیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، اگر ایک عورت نے کسی مرد کو کہا کہ میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دی ہیں اور عدت بھی گزر چکی ہے، تو اگر عورت عادلہ ہے تو اس شخص کو اس پر اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، اور اگر وہ عورت فاسقہ ہے تو پھر وہ شخص غور فکر کرے اور غور و فکر کے نتیجہ پر عمل کرے۔ (ت)
---	---

اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ آج کل عادل شخص کا ملنا دشوار ہے ورنہ اگر عورت عادلہ ہو تو اس کا صرف اتنا بیان ہی کہ مجھے طلاق ہو گئی اور عدت گزر گئی جواز کے لئے کافی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸:

قاضی عبدالغنی صاحب از ڈیوانہ مارواڑ محلہ قاضیجان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور بسبب دلی رنجش کے بہ رُود و دو تین شخص کے حرف طلاق مکرر سے کر زبان پر لایا، ہندہ کے پاس ایک طفل شیر خوار تھا اس وجہ سے

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی العمل بخیر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵ / ۳۱۳

اُس نے اس کی پرورش کی درخواست کی جس کا زید نے اقرار کیا کہ ۴ ماہ ہوا دودھ خرچ کے دیا کرے گا، چند عرصہ کے بعد ہندہ طالب مہروز ہوئی، اب زید نے دیکھا کہ روپیہ ہاتھ سے جاتا ہے انکاری ہو گیا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس غرض سے کہ ہندہ نہ تو کسی دوسرے سے نکاح کر سکے گی اور نہ گھر سے خرچ ہوگا۔ اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ طلاق جائز ہے یا نہ جائز، طلاق کن کن امور سے ہوتی ہے کیا ہندہ مستحق پرورش خرچ مہر ہے؟

الجواب:

طلاق کے مسئلے ایسے گول لکھنے کے نہیں ہوتے، حرف طلاق مکرر سے کرر زبان پر لایا اس سے کیا معلوم ہوا کہ اس نے کیا الفاظ کہے حرف طلاق لاکھ بار زبان پر لانے سے بھی طلاق نہیں ہوتی اور ایک ہی بار کہنے سے ہو جاتی ہے، اس کے پورے الفاظ لکھے جائیں جن پر اصلاً کم و بیش تغیر نہ ہو اور یہ بھی کہ اس کے گواہ کون کون لوگ ہیں کہ اُس نے یہ لفظ کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹: از ناٹھ ضلع فیض آباد مسئلہ حکیم سید حاضر علی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

رہبر شریعت و طریقت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب، السلام علیکم! ایک شخص سلیمان نے کئی آدمیوں کے سامنے طلاق دے کر طلاق پر انگھوٹھے کا نشان ثبت کر دیا۔ اس طلاق نامہ کے وصول پر مسماتہ صغریٰ بی بی بالغ کے باپ نے اس کا عقد چھ ماہ ہوا ایک متمول خوبصورت شخص سے کر دیا اب سلیمان چند مفسدوں کے بہکانے سے کہتا ہے میں نے طلاق نہیں دیا ہے، مفسدوں کا منشا ہے کہ شوہر ثانی سے ناجائز طور پر کثیر رقم وصول ہو۔ نقل طلاق نامہ یہ ہے: "۱۲/۱۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۸ ہجری، بروز شنبہ منہ سلیمان بن عبدالرزاق حافظ، زور و پنپوں کے لکھو دیا ہوں کہ میری طبیعت خراب رہتی ہے میرے سر پر گرمی چڑھتی ہے تو تین تین چار چار روز ہوش نہیں رہتا اس وقت طبیعت بہت ٹھیک ہے اس لئے میں چار گواہی دے کر کے میری منکوحہ مسماتہ صغریٰ بنت حیدر اس کو تین طلاق دے کر اپنے نکاح سے دور کر دیا اگر مجھ کو کوئی دیوانہ گردانے تو واقعی دیوانہ ہوں لیکن اس وقت دیوانہ نہیں ہوں اور مسماتہ مذکور کی جانب سے ولی محمد ابن امام الدین مختار ہو کر مہر وعدت معاف کر دیا جب میں طلاق دیا ہوں۔"

ٹکٹ ۱۔ (نشان انگھوٹھا سلیمان ولد عبدالرزاق حافظ)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر سلیمان کو اس تحریر کا اقرار ہے یا گواہان عادل سے ثابت ہے تو بیشک صغریٰ پر تین طلاقیں ہو گئیں اس کا نکاح اگر عدت گزرنے کے بعد دوسرے شخص سے کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہے

اور اگر عدت کے اندر کر دیا کہ سوال میں انقضائے عدت کا کوئی ذکر نہیں اور طلاق نامہ میں عدت کا معاف کرنا جاہلانہ لکھا ہے تو یہ دوسرا نکاح بھی باطل ہوا مگر سلیمان کو اب بھی صغریٰ پر کوئی دغوی نہیں پہنچتا نہ وہ صغریٰ سے نکاح کر سکتا ہے کہ اس نکاح ثانی کے باطل ہونے کے سبب حلالہ صحیح نہ ہوا۔ در مختار میں ہے:

لا ینکح مطلقۃ بالثلاث حتی یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والبوقوف ¹ ۔ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	تین طلاقوں سے مطلقہ عورت سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں ہو سکتا جب تک دوسرا خاوند صحیح اور نافذ نکاح کے ساتھ اس عورت سے جماع نہ کر لے، صحیح اور نافذ نکاح کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف خارج ہو گیا (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۲۰۰: از انبالہ چھاؤنی صدر بازار محلہ پلیداران مرسلہ نئے خاں نبیت ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ
ایک شخص نے بخوشی چار آدمیوں کے سامنے اپنی عورت کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں دی۔ یہ طلاق ہوئی نہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اُس پر حرام ہو گئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی۔ قال اللہ تعالیٰ:

فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرًا ² ۔	مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ وہ عورت دوسرے سے نکاح نہ کر لے۔ (ت)
---	---

اور اس کا انکار اللہ عز و جل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا ان گواہوں پر فرض ہے کہ گواہی دیں اگر اُن میں دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہوں طلاق ثابت ہو جائے گی اور اس کا انکار دنیا میں بھی نہ سنا جائے گا اور اگر ان میں ایسے گواہ نہ ہوں اور عورت کے سامنے طلاق نہ دی ہو تو عورت اس سے حلف لے اگر وہ حلف دے کہ میں نے طلاق نہ دی تو عورت اپنے آپ کو اس کی زوجہ سمجھے اگر اُس نے حلف اٹھا جھوٹا کیا تو وبال اس پر ہے اور اگر خود زوجہ کے سامنے اُسے تین طلاقیں

¹ در مختار باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

² القرآن ۲/۲۳۰

دیں اور منکر ہو گیا اور گواہ عادل نہیں ملت تو عورت جس طرح جانے اس سے رہائی لے اگرچہ اپنا مہر چھوڑ کر، یا اور مال دے کر، اور اگر وہیوں بھی نہ چھوڑے تو جس طرح بن پڑے اس کے پاس سے بھاگے اور اُسے اپنے اوپر قابو نہ دے۔ اور اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو کبھی اپنی خواہش سے اس کے ساتھ زن و شوکا برتاؤ نہ کرے نہ اس کے مجبور کرنے پر اس سے راضی ہو پھر وبال اس پر ہے، لَا يَكِلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا^۱ (اللہ تعالیٰ وسعت کے مطابق ہی کسی جان کو تکلیف دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: از گنج مراد آباد ضلع اوناؤمرسلہ چیخ حرمت علی صاحب ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

چہ می فرماید علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ قریب دو سال کہ ہوتا ہے کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے بارے میں بکر اور عمر کو خط لکھے ہیں کہ میں ہندہ کو طلاق دی اُس کو اب اختیار حاصل ہے، اب زید آیا اور وہ حلفیہ بیان کرتا ہے میں نے بکر اور عمر کو خط نہیں لکھے اور وہ خط ہندہ کے پاس بکر نے رکھ دئے تھے اب گم ہو گئے اور اسی دریافت میں زید نے بکر سے کہا تم نے خود خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندہ کو طلاق دو تب میں نے طلاق نہیں دی ہندہ بھی اقرار کرتی ہے کہ زید سے بکر نے خواہش ظاہر کی تھی فقط، بینوا تو جروا باحسن الثواب۔

الجواب:

ایسے خطوط سے ثبوت طلاق دو امر پر موقوف یا تو شوہر اقرار کرے واقعی میں نے یہ خط لکھا تھا یا دو^۲ مرد خواہ ایک مرد دو^۲ ثقہ شرعیہ دیں کہ ہمارے سامنے شوہر نے خط مذکور لکھا، اشباہ وغیرہا ہے:

<p>ان کتب علی وجہ الرسالة مصداقاً معنوياً وثبت ذلك باقراره وبالبينة فكالخطاب^۲۔</p> <p>اگر خاوند نے تحریری طلاق کو طلاق نامہ کے انداز سے معنون کر کے ارسال کیا اور اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ طلاق دی ہے تو زبانی طلاق کی طرح نافذ ہوگی۔</p> <p>(ت)</p>	
---	--

پس صورت مستفسرہ اگر شہادت معتمدہ سے بروجہ کافی تحریر خط ثابت ہو تو الفاظ مذکورہ سوال ایک سے تین تک جتنے خطوں میں لکھے کا ثبوت تا بقائے عدت ہو اسی قدر طلاقیں وقت تحریر سے پڑنے کا

^۱ القرآن ۲/۲۸۰

^۲ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام کتابت الادارة القرآن کراچی ۹۸/۲-۵۹۷، رد المحتار کتاب القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت

حکم دیا جائے گا مثلاً شہادت مقبولہ سے صرف ایک خط ایک ثبوت ہوا تو جس وقت اُس نے یہ خط لکھا اُس وقت س ایک طلاق مائیں گے اور اگر ایک خط عمرو کے نام اور دوسرا عدت کے اندر انہیں الفاظ یا اُن کے مثل سے بکر یا عمرو ہی کے نام لکھنا ثابت ہو تو دو اور اگر اسی طرح کے تین یا زائد ایک ہی شخص خواہ متعدد اشخاص کے نام لکھے ثابت ہوں تو تین کہ الفاظ مذکورہ کہ صریح ہیں ان میں ہر شخص کو لکھنا ہر بار کا لکھنا جدا طلاق سمجھا جائیگا۔

لما نصوا عليه من ان التأسيس خير من التاكيد وان الصريح يلحق غيره۔	کیونکہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ کلام سے نیا فائدہ اخذ کرنا پہلے ذکر شدہ فائدہ سے بہتر ہے اور یہ کہ صریح طلاق پہلی طلاق ولاحق ہو سکتی ہے۔ (ت)
--	--

ہاں اگر بعض خطوط میں الفاظ مذکور اور باقی میں اس طرح کا مضمون مسطور ہو کہ میں فلاں کو ایسا لکھ چکا ہوں یا میں نے پہلے ہی لکھ دیا ہے،

وامثال ذلك مما يتعين الاخبار عن ذلك السابق لا يصلح للانشاء۔	اس کی مثل وہ الفاظ جو پہلے خبر کے لئے متعین ہوں چکے تو وہ الفاظ دوبارہ استعمال پر انشاء کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ (ت)
---	---

تو ان باقی خطوط کی تحریر اُسی طلاق سابق کا ذکر قرار پائے گی جدا طلاق نہ ٹھہرے گی،

في الهندية عن الظهيرية لو طلقها ثم قال لها طلاق دامت يقع اخرى ولو قال طلاق داده است لا يقع اخرى، ¹	ہندیہ میں ظہیریہ سے منقول ہے اگر خاوند نے طلاق دینے کے بعد کہا تجھے میں نے طلاق دی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی، اور اگر کہا طلاق دی گئی ہے، تو یہ دوسری نہ ہوگی۔ (ت)
---	--

اور اگر شہادت کافیہ نہ ہو تو از انجا کہ زید منکر ہے اصلاً ثبوت طلاق نہیں اگرچہ خطوط موجود اور اس کے خط سے بالکل مشابہ ہوتے کہ خط ملنا کوئی حجت شرعیہ نہیں،

لما صرحوا به في عامة الكتب ان الخط يشبه الخط فلا يعتبر ² ۔	کیونکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ عام کتب میں ہے، لہذا خط کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الاول في الطلاق بالصريح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۶

² فتاویٰ ہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۳۸۱، الہندیہ باب کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۹

بکر و عمر کا بیان کہ ہمیں خط لکھے اگرچہ وہ دونوں ثقہ عادل بھی ہوں اگرچہ بکر پر اُس اظہارِ خواہش کے سبب اس امر میں کوئی اپنی غرض و تہمت بھی نہ ہو اصلاً قابلِ التفات نہیں کہ کوئی کسی کو اس کے سامنے خط نہیں لکھا کرتا ڈاک میں آئے یا قاصد لایا بہر حال اُن کا یہ اظہار اسی مشابہت خط یا بیانِ ایچی پر مبنی ہوگا اور یہ کوئی شہادت شرعیہ نہیں کما لا یخفی علی ادنیٰ خادم للفقہہ وقد بیناۃ فی رسالتنا الاذکی الاھلال (جیسا کہ یہ بات علم کے ادنیٰ خادم پر مخفی نہیں ہے اور اس کو ہم نے اپنے رسالہ ازکی الاھلال میں بیان کیا ہے۔ ت) یہ جو کچھ گزرادر بارہ حکم قضا ہے یعنی جب تک اُن دو جوہ شہادت و اقرار میں کسی وجہ سے ثبوت نہ ہو حکم طلاق نہ دیا جائے گا، عورت کو حرام ہے کہ باوصت انکار شوہر ایسی مہمل خبر پر، اپنے آپ کو مطلق سمجھ کر کوئی کاروائی آزادی کرے، مردوں کا حرام ہے کہ اسے مطلق ٹھہرا کر قصد تزویج کریں، مگر فی الواقع اگر زید اس انکار میں جھوٹا ہے تو اس کا حساب لینے والا خدا ہے عورت اس وبال سے پاک وجد ہے خدا سے ڈرے اور حق ظاہر کرے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلہ جل مجدہ اتم۔

مسئلہ ۲۰۲: مرسلہ حکیم حسین خاں ازبیلی محلّہ فراشی ٹولہ ۲۰ رجب ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عرصہ ساڑھے تین سال سے رنڈی کے ساتھ نکاح کر لیا اور ہندہ قدیمہ زوجہ کو اذیت و تکلیف دیتا رہا حتیٰ کہ ایک روز سال گزشتہ ۱۳ مئی ۱۹۱۶ء کو بمواجہہ دو شخص عاقل و بالغ مسلم عمر و بکر جو کہ اس کے قرابت دار ہیں زید نے ہندہ سے کہا کہ مجھے دو عورت کی استطاعت نہیں، میں اپنے پسند سے رنڈی لے آیا اور تو میرے مطلب کی نہیں، میں تجھ کو رکھنا نہیں چاہتا ہوں، تجھ کو میں نے طلاق دی، تو میرے پاس سے چلی جا، تجھ کو اختیار اپنا ہے جو چاہ سو کر، مجھ کو اپنا اختیار ہے کہ میں نے رنڈی سے نکاح کر لیا اب زید طلاق سے انکار کرتا ہے اور نہ بلاتا ہے اور نہ آتا ہے اور نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور وہ دونوں شخص مقرر ہیں اور زید کہتا ہے کہ میں ہندہ کو خوب دق کرونگا، اور ہندہ صبر و تحمل سے عاجز ہو کر نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے پس حکم شرع شریف طلاق ہوئی یا نہیں، اور الفاظ مذکورہ سے کتنے طلاق واقع ہوئے اور ہندہ بعد عدت نکاح ثانی کر سکتی ہے یا نہیں، شمار عدت کب سے ہوگا اور دین مہر کی مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا

توجروا

الجواب:

جاہلوں سے فتویٰ لینا حرام ہے، مخالفانِ دین کو طرف رجوع کرنا سخت اشد حرام ہے، اس طلاق کو رجعی سمجھنا سخت جہالت ہے، اور عدت اس وقت سے شروع نہ جاننا اگر یہ طلاق بحالت حیض ہو بلکہ جب یہ حیض ختم ہو اس کے بعد کا طمس ختم ہو جدید حیض شروع ہو اس وقت سے عدت کا آغاز لینا دوسری جہالت ہے

بلکہ حکم شرعی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر بیان مذکور صحیح ہے عورت پر دو طلاقیں بائن پڑ گئی، عورت سے نکل گئی، شوہر کو رجعت کا کچھ اختیار نہ رہا،

<p>کیونکہ پانچواں لفظ صریح طلاق ہے اور چھٹا لفظ جواب کا احتمال رکھتا ہے اس لئے اس میں یت کی ضرورت ہے حتیٰ کہ مذاکرہ طلاق میں نیت پر موقوف ہے، اور ساتواں لفظ رد کا احتمال نہیں رکھتا پہلے طلاق کہنے کی بنا پر مذاکرہ طلاق ہو جانے کی وجہ سے یہ طلاق بھی بغیر یت واقع ہو گئی، کیونکہ یہ بائنہ طلاق ہے، اور بائنہ، رجعی طلاق کو لاحق ہو جاتی ہے اور بائنہ پہلی کو بھی جیسی بنا دیتی ہے اس لئے کہ بائنہ کے بعد رجوع ناممکن ہو جاتا ہے، لہذا مذکورہ سوال میں دو بائنہ طلاقیں ہو گئی ہیں۔ (ت)</p>	<p>فان اللفظ الخامس طلاق صریح ولا سادس لكنه يحتمل الردان توقف على النية حتى في المذاكرة فالسابع لا يحتمله وقد صارت الحالة بالطلاق حالة المذاكرة فوقع بلانية لان البائن يلحق الصريح ولكونه بائناً عاد الاول ايضاً مثله لاستحالة الرجعة بعد البينونة فطلقت تطليقتين بائنتين۔</p>
--	--

عدت اسی وقت سے لی جائیگی جب سے یہ طلاق دی اگرچہ حالت حیض میں دی ہو تمام احکام عدت مثلاً عورت پر گھر سے باہر جانے کی حرمت وغیرہ اسی وقت ثابت ہو جائیں گی نہ یہ کہ حیض جدید کے بعد آغاز ہوں، ہاں صرف یہ حیض شمار میں نہ آئے گا بلکہ اس کے بعد تین حیض کامل درکار ہوں گے، جس وقت سے یہ طلاق پڑی عورت کا مہر واجب الادا ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۳: از کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ محمد ابراہیم خاں دکیل سرشتہ ۲۳ رجب ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو جس کی عمر ۱۵ سال کی ہے ہندہ کے باپ عمرو کے مواجہہ میں طلاق بائن مغلط دے دیا اس طلاق کے اندر ایک سال بعد زید نے کسی طرح پر ہندہ کو بہکا کر یہ کلام دیا کہ مجھے طلاق نہیں ہوئی ہے اور زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں پدر ہندہ عمرو کو بروئے شریعت کیسا اختیار حاصل ہے، کیا عمرو قاضی کے سامنے دعوٰی پیش کر کے استقرار طلاق کی ڈگری لے سکتا ہے اور پانی لڑکی ہندہ نابالغہ کو زید کے قبضہ سے نکال سکتا ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل ہر غیب کو جانتا ہے فی الواقع اگر زید نے ہندہ کو طلاق مغلط دی تھی اور اب زید و ہندہ دونوں منکر ہو گئے ہں تو ان کا نکاح کچھ مسموع نہیں، اور ان پر فرض ہے کہ فوراً فوراً جد اہو جائیں ورنہ زنا ہے اور دونوں کو عذاب جہنم و غضب جبار کا استحقاق ہے، اگر وہ جُدانہ ہوں تو ہندہ کے باپ پر فرض ہے کہ قاضی کے

یہاں دعوی طلاق کر کے فوراً جدائی کرا لے اگر وہ نہ کرے تو جو مسلمان اس پر اطلاع رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ دعوی کر کے اُن میں جدائی کرا دے اس میں ہر مسلمان کو دعوی اختیار ہے بلکہ اگر کوئی شخص دعوی نہ کرے تو جن جن کے سامنے زید نے طلاق دی تھی اُن پر فرض ہے کہ قاضی کے یہاں حاضر ہو کر گواہی دیں اور اگر اُن میں دو گواہ قابل قبول شرع ہوں تو قاضی پر فرض ہے کہ بغیر کسی مدعی کے ان کے شہادت سُن لے اور اُن مرد و عورت کو جبراً جدا کر دے۔ اشباہ والنظائر میں ہے:

تسبیح الشہادۃ بدون الدعوی فی الحد الخالص وفی الطلاق والایلاء والظہار ^۱ ۔	خالص حد، طلاق، ایلاء اور ظہار میں بغیر دعوی بھی شہادت قبول کی جاسکتی ہے۔ (ت)
---	--

در مختار میں ہے:

تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولاً بخلاف حقوق اللہ تعالیٰ لوجوج اقامتہا علی کل واحد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودہ ^۲ ۔ (ملخصاً)	حقوق العباد میں شہادت قبول کرنے کے لئے پہلے دعوی پایا جانا شرط ہے۔ بخلاف حقوق اللہ کے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ ان کو قائم کرے اس لئے حقوق اللہ معاملہ میں ہر ایک فریق ہو سکتا ہے، گویا کہ دعوی موجود قرار پائے گا۔ (ت)
---	---

ہاں واقع میں زید نے طلاق نہ دی اور ہندہ کا باپ جھوٹا دعوی طلاق کر کے جدا کرانا چاہتا ہے تو ہو سخت عذات کا مستحق ہو گا۔ والعیاذ باللہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از بلر امپور ڈاک خانہ خاص ضلع گونڈہ محلہ پھانک جانب اوتر سرائے بختہ مرسلہ نور محمد آتشباز ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید خواندہ آدمی ہے عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزرتا ہے کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ کو بوجہ وجوہ طلاق واحد تنہا دی اور بعد گزرنے گزرنے پندرہ یوم کے دونوں میاں بیوی نے رجعت کر لی اور آج تک زید کی زوجیت میں رہی اتفاقاً بعد سولہ برس کے دونوں میں نا اتفاقی بوجہ ورغلانے ایک شخص کے جو زید کی تجارت میں شریک تھا ہو گئی اور زید کے مکان سے فرار ہو گئی بعد چند س روز کے واپس آئی اور

^۱ الاشباہ والنظائر کتاب الشہادات والد عادی ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۸

^۲ در مختار باب الاختلاف فی الشہادۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۸

سابقہ طلاق واحد کو تین طلاقیں کی مقرر ہوئی، چونکہ زید برادری والا آدمی ہے، پنچایت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور گواہوں نے بیان کیا، مجھے یاد نہیں ہے کہ زید نے طلاق واحد دی تھی یا طلاق ثلاثہ، اس وقت پنچایت میں زید سے قسم لی گئی، زید نے طلاق واحد کی قسم کھالی، ہندہ پھر زید کی زوجیت میں چند روز رہی، بعد ازاں ہندہ پھر فرار ہو کر اور دو گواہ بے نمازی دانگی وار شراب خوار و زانی ایک برادری و دیگرے قوم دیگر کچہری دیوانی میں پیش کر کے مقدمہ دائر کر کے ڈگری حاصل کر لی اور اس شخص کے مکان پر رہتی ہے جو کہ زید کا شریک تھا اور اسی کے ورغلانے کا گمان غالب تھا، پس صورتِ مسئلہ میں ہندہ کے گواہ مذکورہ کچہری کا قول معتبر ہو گا یا کہ گواہ اول پنچایتی برادرین زید کا قسم معتبر ہو گا اور اہل برادری کو زید کے شریک جہاں ہندہ رہتی ہے اور اسی کے ورغلانے کا تمام اہل برادری کو اور زید کو گمان غالب ہے تنبیہاً خاندان ترک کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ زوجہ زید ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو پنچایت کا فیصلہ حق تھا اس کے بعد ہندہ کا چند روز اس پر کاربند رہ کر اغوائے شیطان سے پھر فساد اٹھانا اور دو ۲۰ فائق گواہ پیش کر کے کچہری سے ڈگری لینا اسے شرعاً کچھ مفید نہیں، ہندہ بدستور زوجہ زید ہے، اور شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہل برادری ضرور اسے برادری سے خارج کریں اُس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَإِمَّا يُنَسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ① -	اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔
---	---

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس منّا من خيب امرأة على زوجها ^۲ رواه أبو داؤد والحاكم بسند صحيح عن أبي هريرة والطبرانی في الصغیر ونحوه في الاوسط عن ابن عمرو	ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے (اس کو ابو داؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے صغیر اور اس کی مثل اوسط میں ابن عمر رضی اللہ
---	---

^۱ القرآن ۶/۲۸

^۲ سنن ابو داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۲۹۶/۱، المستدرک للحاکم باب ليس منّا من خيب امرأة على زوجها الخ دار الفکر بیروت

فی الاوسط کا بیعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	تعالیٰ عنہ سے، اور اوسط میں ابو یعلیٰ کی طرح صحیح سند سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۰۵: از پکھیر ضلع مظفر پور محلہ نور العین شاہ شریف آباد رائے پور مظفر پور مرسلہ شریف الرحمن صاحب ۳ شعبان ۱۳۳۶ھ ہندہ کہتی ہے کہ مجھے میرا شوہر شیخ اسمعیل نے سیکدم پانچ طلاق دی ہے اور ایک ماں اور ایک بھاج اور ایک غیر عورت بالغ اور ایک لڑکا بارہ چودہ سالہ گواہ رکھتی ہے اس کی مائی کہتی ہے کہ ہاں پانچ طلاق دی ہے اور بھاج کہتی ہے کہ پانچ طلاق دی ہے، غیر عورت موجودہ کہتی ہے کہ دو دی ہے، لڑکا کہتا ہے کہ تین ۳ دی ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہاں مسمۃ مورن بھی تھی مسمۃ مورن کہتی ہے کہ طلاق نہیں دی ہے، اور پڑوس موجودہ لوگ سب بیک زبان کہتے ہیں کہ طلاق نہیں دی ہے، اور اسمعیل شوہر ہندہ کہتا ہے کہ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے اور نہ دُول گا، ہندہ اور ہندہ کی ماں اور بھاج باہمی سازش سے مجھ پر تہمت جھوٹی کی ہے چونکہ میں بیمار تھا ہندہ کو اپنی خدمت کے لئے تنبیہ و مجبور کرتا تھا اس لئے مجھ سے ناراض ہو کر جھوٹی تہمت مجھ پر کی ہے۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں کہ اگر وہ لڑکا بالغ ہو یا وہ خواہ بھاج خواہ وہ دوسری عورت کہ دو طلاق کہتی ہے ثقہ عادل شرعی نہ ہوں جب تو ظاہر یہاں تک کہ اگر یہ لڑکا بالغ اور یہ اور ماں اور بھاج سب ثقہ عادل ہوں فقط وہ غیر عورت ثقہ نہ ہو جب بھی طلاق اصلاً ثابت نہ ہوگی پہلی صورت میں اس لئے کہ صرف عورتیں ہیں اور تنہا عورتوں کی گواہ مقبول نہیں اور دوسری صورت میں اس لئے کہ عدالت نہیں اور تیسری صورت میں اس لئے کہ ماں گواہی بیٹی کے حق میں نہیں۔ در مختار میں ہے:

لا تقبل شهادة الفرع لاصله وبالعكس ^۱ ۔ (ملخصاً)	فرع (اولاد) کی شہادت اصلاً (والدین اور اوپر) کے حق میں اور اس کا عکس ہو تو بھی مقبول نہیں (ملخصاً)۔ (ت)
---	---

بحر الرائق میں ہے:

فی الولو الجیۃ تجوز شهادة الابن علی	ولو الجیۃ میں ہے کہ باپ نے اگر اپنی بیوی کو طلاق
-------------------------------------	--

^۱ در مختار کتاب الشہادت باب القبول وعدمہ مطبع مکتبائی دہلی ۹۴/۲

<p>ابیہ بطلاق امرأته اذالم تكن لامه أولضرتها لانها شهادة على ابیه وان كان لامه اولضرتها لاتجوز لانها شهادة لامه¹۔</p>	<p>دی تو بیٹے کی اپنے باپ کے خلاف شہادت مقبول ہوگی بشرطیکہ جس کو طلاق دی گئی ہو وہ اس بیٹے کی ماں یا ماں کی سہیلی نہ ہو، یہ شہادت باپ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مقبول ہوگی اور اگر بیٹے کی ماں یا اس کی سہیلی ہو تو پھر بیٹے کی یہ شہادت مقبول نہیں کیونکہ اگرچہ باپ کے خلاف ہے لیکن ماں کے حق میں ہے۔ (ت)</p>
--	---

اور بالفرض اگر یہ لڑکا بالغ اور بھوج اور وہ دوسری عورت سب ثقہ عادل ہوں بھی تو دو طلاقیں ثابت ہو سکتیں کہ اسی قدر تینوں شاہدوں کا اتفاق ہے لیکن یہ مذہب صاحبین کا ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اب بھی شہادت مقبول نہیں کہ دو² اور تین³ میں اختلاف ہے اور اختلاف شہود موجب رد شہادت۔ ہدایہ میں ہے:

<p>يعتبر اتفاق الشاهدين في اللفظ والمعنى عندإبي حنيفة فإذاشهد احدهما باللف والأخر بالعين لم تقبل الشهادة عنده وعندهما تقبل على الالف إذا كان المدعى يدعى الفين وعلى هذا الطلقة والطلقتان والطلقة والثالث²۔</p>	<p>امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دونوں گواہوں کا لفظ اور معنی میں اتفاق معتبر ہے لہذا اگر ایک گواہ نے ایک ہزار کہا اور دوسرے نے دو ہزار کہا تو یہ شہادت امام صاحب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذکورہ صورت میں ایک ہزار پر دونوں گواہوں کی شہادت قبول کر لی جائے گی بشرطیکہ مدعی نے دو ہزار کا دعویٰ کیا ہو۔ یوں ہی ایک طلاق اور دو طلاق کا یا ایک اور تین طلاقیں میں (گواہوں کا اختلاف ہو تو امام صاحب کے نزدیک اس اختلاف میں کوئی طلاق ثابت نہ ہوگی)۔ (ت) تو ثابت ہوا کہ صورت مستفسرہ میں اصلاً طلاق ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۰۶: از گلاوٹھی ضلع بلند شہر مدرسہ اسلامیہ مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب مدرس ۹ یقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا باپ ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو

¹ بحر الرائق باب من تقبل شهادة ومن لا تقبل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۰/۷

² ہدایہ باب الاختلاف فی الشهادة مطبع مجتہائی دہلی ۱۶۵/۳

الجواب:

نکاح و طلاق میں شہادت کا نصاب دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے۔ اھ ملخصاً ملقطاً (ت)	نصابہا لنکاح و طلاق رجلاں اور جل و امرأتان ^۱ اھ ملخصاً ملقطاً۔
--	---

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

تجاوز شہادۃ الاخ لاختمہ کذا فی محیط السرخسی	بھائی کی شہادت بہن کے حق میں مقبول ہے، جیسا کہ محیط
² -واللہ تعالیٰ اعلم۔	سرخسی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۷: از ریاست رامپور مسئلہ امر اوڈولہا مفتی غلام حیدر صاحب محلہ زانخ وواہ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کے دروازہ پر جاکر باؤز بلند اپنی زوجہ کے متعلق کہا کہ میں نے فلاں کی بیٹی فلاں کو طلاق دی، اب شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ ایک دفعہ محض خوف دلانے کے لئے غصہ کی حالت میں کہا تھا اور گھر میں زوجہ کے دو بھائی اور والدہ اور نانی اور دروازہ پر ایک ملازم کا بیان ہے کہ ہم نے طلاق دی دی کا لفظ تین دفعہ سنا اور دروازہ کے باہر دو شخصوں نے بھی اسی آواز کو سنا کہتے ہیں کہ ہم نے دی کا لفظ ایک دفعہ سنا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں تین طلاق ہوئیں یا ایک طلاق رجعی۔ بینوا تو جروا۔

¹ درمختار کتاب الشهادات مطبع محتسائی دہلی ۹۱/۲

² الفتاوى الهندية الفصل الثالث فيمن لا تقبل شهادته للتهمة الخ نوراني مکت خانہ پشاور ۳/۷۰

الجواب:

عورت کے دونوں بھائی اور ملازم ان تینوں شخصوں میں اگر دو اٹھ عادل قابل قبول شرع ہیں تو تین طلاقیں ہو گئیں عورت بے حلالہ نکاح میں نہیں آسکتی بشرطیکہ بھائیوں نے اسے آنکھ سے دیکھا ہو اور اس کے قول مذکور کو کان سے سنا اور اگر وہ گھر ہی میں رہے اور یہ باہر ہی رہا تو محض شناخت آواز پر شہادت نہیں ایک طلاق سے زائد ثابت نہ ہوگی پھر اگر واقع میں تین بار "دی" کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید، واللہ علیٰ کل شیء شہید، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸: تحصیل کچھانی تال مرسلہ عبدالغنی صاحب ۷ ار رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو منکوحہ ہیں ہندہ، زینت۔ ہندہ نے چاہا کہ زینب زوجہ ثانیہ کو طلاق ہو جائے زید کو اہل دہ نے بہت ڈرایا دھمکایا مگر زید نے ہرگز نہ مانا زینب کو طلاق نہ دی ان مغویان دہ نے پٹواری دہ سے کہ از قوم ہنود تھاساز کر کے طرح طرح کے نقصان مالی و جانی منجان کچھری کے اندیشہ پیدا کر دیا اور کہا تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اپنی عورت زینب کو طلاق دے دو اور یہ کلمات اُس پٹواری سے پورا خوف ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی تین مرتبہ اس کلمہ کا اعادہ کیا اور کرایا مگر یہ لفظ طلاق سے ثابت نہ ہوا کہ کون سی بی بی کو زید سے مرد ہنود پٹواری نے طلاق دلوائی، بعد تھوڑی دیر کے جبکہ جلسہ منتشر ہو گیا پٹواری نے زید سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کون سی بی بی کو طلاق دی زید نے کسی کا کچھ نام بھی نہیں لیا اور کسی عورت کی طرف اشارہ بھی نہ کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں اور زید شوہر اور زینب زوجہ کو باہم کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

جبکہ زید نے تین بار مجد اجدایہ لفظ اپنی زبان سے کہے کہ "میں نے اپنی بی بی کو طلاق دی" اگرچہ ڈرانے دھمکانے جبر واکراہ سے اگرچہ وہ کہلوانے والا ہندو یا کوئی تھا اس پر تین عدد طلاق ضرور لازم آئی اگر اس کی مراد زینب تھی تو زینب پر تین طلاق ہو گئیں اور اگر ہندہ مراد تھی تو ہندہ کو تین طلاقیں ہو گئیں اور اگر دھمکانے سے وہ الفاظ زبان سے ادا کر دئے اور نیت نہ زینب کی تھی نہ ہندہ کی، تو اب اس کے اختیار میں ہے جس کی طرف چاہے ڈال دے اگر زینب کو کہے گا اس پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور ہندہ کو تو اس پر تنویر میں ہے:

اگر خاوند نے کہا میری بیوی کو طلاق ہے جبکہ سا کی بیویاں دو تھیں یا تین تو ان میں سے ایک کو طلاق	لو قال امرأتی طالق وله امرأتان او ثلاث تطلق واحدة منهن وله
---	--

خيار التعيين ¹ ۔	ہوگی ان میں سے طلاق کے لئے ایک معین کرنے کا اختیار خاوند کو حاصل ہوگا۔ (ت)
-----------------------------	---

ردالمحتار میں ہے:

لا فرق في ذلك بين المعلق والمنجز وكذا لا فرق بين حلفه مرة او اكثر فله صرف الاكثري واحد ففى البزازیة عن فوائد شيخ الاسلام قال حلال الله عليه حرام ان فعل كذا وفعله وحلف بطلاق امرأته ان فعل كذا وفعله وله امرأتان فأراد ان يصرف هذين الطلاقين في واحدة منها أشار في الزيادات الى انه يبيلك ذلك ² ۔	مذکورہ صورت میں طلاق معلق ہو یا غیر معلق ہو اور یو نہی یا متعدد بار کہنے میں کوئی فرق نہیں، ایک سے زائد طلاقوں کو ایک ہی بیوی کے لئے مراد لینے کا بھی خاوند کو اختیار ہے، تو بزازیہ میں شیخ الاسلام کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز مجھ پر حرام ہے اگر میں فلاں کام کروں، اور پھر اس نے وہ کام کر لیا اور اس کے بعد پھر اس نے کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی کو طلاق، پھر اس نے وہ کام کر لیا، تو ان دونوں قسموں کے بعد خاوند کو دو بیویوں کی صورت میں اختیار ہے ان دونوں طلاقوں کو ایک بیوی کے لئے قرار دے، زیادات میں خاوند کو اس اختیار کا مالک قرار دینے کا اشارہ دیا ہے۔ (ت)
--	---

اور جبکہ وہ خالی الذہن تھا کسی لفظ سے کسی عورت کی نیت نہ تھی لیکن یہ الفاظ خالی نہیں جاتے اور شرع اسے تعین کا اختیار دیتی ہے تو ظاہر اس پر لازم نہیں کہ تینوں طلاقیں ایک ہی عورت پر ڈالے بلکہ ایک پر ایک اور ایک پر دو ڈال سکتا ہے اور دونوں پر یہ طلاق رجعی ہونی چاہئے جبکہ اسے سے پہلے دو والی کو ایک اور ایک والی کو دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، پھر اگر دونوں کو اپنے نکاح میں رکھنا چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر لے دونوں بدستور اس کی زوجہ رہیں گی، ہاں آئندہ کبھی اگر دو والی ایک یا ایک والی کو دو طلاقیں دے گا تو تین ہو جائیں گی اور پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہ کر سکوں گا۔

اقول: والدلیل علی جواز التفريق ما مر عن البزازیة عن	اقول: (میں کہتا ہوں) مذکورہ صورتوں میں طلاقوں کو بیویوں پر متفرق کر سکتا ہے اور اس کے جواز کے
---	---

¹ درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

² ردالمحتار باب طلاق غیر مدخول بہا دار احیاء التراث العربی ۴/۵۹۹

شیخ الاسلام عن اشارة محمد انه يملك الصرف الى واحدة ان اراد فقط افاد انه يملك التفريق ان شاء والثلاث والاربع والاثنتان في ذلك سواء وليس قوله طلقت طلقت او امرأته طالق امرأته طالق امرأته طالق كقوله طلقت امرأتى ثلاثاً، او امرأتى طالق ثلاثاً فان هنا قد افهم المغلظة فلا يملك التخفيف بالتفريق مع ان المروى عن الامام فيه ايضاً خيار التفريق غير انه تقع على كل منهن واحدة بأئنة لئلا يبلغ وصف الاصل في رد المختار رأيت بخط شيخ مشائخنا السائحاتي عن المنية لو كان الرجل ثلاث نساء فقال امرأتى ثلاث تطليقات يقع ثلاث لكل واحدة وعند ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه لكل واحدة منهن طلاق بائن وهو الاصح¹ اقول: اى الا اذابين وعين احدهن فعليها الثلاث

دلیل بزاز یہ کی گزشتہ عبارت شیخ الاسلام سے منقول کہ امام محمد نے اس میں اشارہ فرمایا کہ خاوند کو ایک ہی بیوی پر دونوں طلاقوں کو صرف کرنیکا اختیار ہے اگر چاہے تو واضح ہوا کہ انہوں نے افادہ کیا کہ خاوند اگر چاہے تو ان طلاقوں کو اپنی متعدد بیویوں پر متفرق کر سکتا ہے اس میں بیویوں کی تعداد دو^۲ یا تین چار ہونے میں کوئی فرق نہیں، اور خاوند کا "میں نے طلاق دی" میں نے طلاق دی "یا یوں" میری بیوی طلاق والی ہے "تین بار کہنا، اس کا حکم وہ نہیں جو "میں نے بیوی کو تین طلاقیں دیں" یا "میری بیوی تین طلاقی والی ہے" کا حکم ہے کیونکہ آخری دونوں الفاظ میں طلاق مغلط مفہوم ہوتا ہے، تو اب اس مغلط کو متعدد بیویوں پر تقسیم کر کے محقق نہیں بنا سکتا (لہذا یہ تین ایک ہی بیوی کے لئے قرار پائیں گی) حالانکہ امام سے اس مسئلہ میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے یہاں بھی تفریق کا اختیار خاوند کو دیا ہے صرف اس میں یہ بات فرمائی کہ ہر ایک بیوی کو ایک طلاق بائنہ ہوگی تاکہ اصل طلاق کا وصف لغو نہ جائے۔ ردالمحتار میں ہے کہ میں کہ میں نے شیخ المشائخ سائحاتی کے خط میں دیکھا انہوں نے منیۃ الفقہاء سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص کی تین بیویاں ہوں اور وہ کہے "میری بیوی کو تین طلاقیں ہیں" تو اس کی تینوں بیویوں میں سے ہر ایک کو تین تین طلاقیں واقع ہوگی، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہر ایک

¹ ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۵۹۲

فلا مخالفة فيه لمسألة خيار التعيين خلافاً لما فهم العلامة الشامي أما ههنا فكل كلمة على واحدة وكل احتمال كل امرأته ولا ترجيح فاليه البيان فان شاء جمع الكل على كل رجعية اذلا اصل هينا موصوفاً بالبينونة وبه انحل ما في ردالمحتار. وبالله التوفيق، والله تعالى اعلم۔

بیوی کو ایک ایک بانسہ طلاق ہوگی، اور یہی زیادہ صحیح ہے اھ
اقول (میں کہتا ہوں) مگر یہ اس صورت میں ہے جب خاوند
نے بیویوں میں کسی کو معین نہ کیا ہو اور اگر اس نے تینوں
بیویوں سے ایک کو واضح طور معین کر لیا تو پھر ایک کو ہی تین
طلاق ہوں گی، لہذا یہ صورت، تعین کے اختیار والے مسئلہ
کے مخالف نہیں، یہ ابت علامہ شامی کے فہم کے خلاف
ہے، لیکن یہاں زیر بحث مسئلہ میں تو ہر طلاق علیحدہ ذکر کی گئی
ہے جو کہ ہر بیوی کے لئے ہو سکتی ہے اور کوئی وجہ ترجیح نہیں
ہے لہذا خاوند کو ہی بیان کا حق ہوگا، وہ چاہے تو سب کو طلاقیں
ایک کے لئے بیان کرے اگر چاہے تو ان طلاقوں کو متعدد
بیویوں پر متفرق کر دے، اگر اس نے متفرق کر دیں تو پھر ہر
ایک کو طلاق رجعی ہوگی کیونکہ یہاں طلاق کو بانسہ سے
موصوف نہیں کیا گیا، اور اس تقریر سے ردالمحتار میں ذکر کردہ
اشکال حل ہو گیا، اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی حاصل ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

مسئلہ ۲۰۹:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو زوجہ ہیں چھٹی اور بشیرن، اور اس نے دو بار یا تین بار کہا میری عورت
پر طلاق، اور کسی کا نام نہ لیا تو ان میں کس پر اور کتنی طلاقیں پڑیں گی، بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں یا تو وہ دونوں عورتیں مدخولہ ہوں گی یا دونوں غیر مدخولہ یا ایک مدخولہ ایک غیر مدخولہ، اور ہر صورت
میں یا تو ایک کی تخصیص کرے گا کہ میں نے اسی کو طلاقیں دی تھیں یا دونوں کو دینا بتائے گا تو یہ چھ صورتیں ہوں گی اور بہر
تقدیر مذکور دو بار کہا یا تین بار تو مجموعہ بارہ^۱ ہیں جن میں یہ جگہ مدخولہ کے اس لحاظ سے کہ اسے پہلے ایک طلاق دے چکا ہے یا
دو^۲ یا نہیں چالیس^{۳۰} عہ بلکہ

عہ: دونوں مدخولہ ہونے میں چھ^۱ صورتیں ہیں کہ دونوں اسدہ ہوں یعنی اس سے پہلے کسی کو کوئی طلاق نہ دی تھی (باقی اگلے صفحہ پر)

اٹھاون^{۵۷} ہو جائیں گی،

ان سب کا حکم چار اصل کلی سے نکل سکتا ہے:

اول زن غیر مدخولہ تفریق طلاق کی صلاحیت نہیں رکھتی یعنی غیر مدخولہ کو یوں کہے کہ اس پر دو^{۵۸} طلاقیں یا اس پر تین طلاق، جب تو اس پر دو^{۵۹} یا تین طلاقیں ہوں گی اور اگر دو یا تین یوں کہا کہ تجھ پر طلاق تجھ پر طلاق، تو ایک ہی طلاق ہو کر نکاح سے نکل جائے گی باقی لغو جائیں گی۔

دوم مدخولہ جمعا و تفریقا ہر طرح تین طلاق رک کی صالحہ ہے زیادہ کی نہیں کہ تین^{۶۰} سے آگے طلاق ہی نہیں، تو جس مدخولہ کو کبھی ایک طلاق دے چکا تھا اب اُسے دو^{۶۱} سے زائد نہیں دے سکتا اور جسے وہ دو^{۶۲} دے چکا اس پر ایک سے زیادہ نہیں ڈال سکتا، اگر زیادہ دے گا باقی لغو ہو جائیں گی۔

سوم کلام جب تک موثر بن سکے گا لغو نہ ٹھہرائیں گے، اور ایسا دلوٰی جس میں کوئی حصہ کلام کا لغو جاتا ہو تسلیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یا دونوں کو ایک ایک دے چکا تھا یا دو^{۶۳} یا ایک^{۶۴} سادہ دوسری کو یا ایک^{۶۵} کو یا ایک^{۶۶} دوسری کو دو^{۶۷}، اور ایک مدخولہ دوسری غیر مدخولہ میں تین^{۶۸} صورتیں ہیں کہ وہ مدخولہ سادہ ہو یا ایک^{۶۹} پانچ ہو یا دو^{۷۰}، تو یہ نو^{۷۱} ہوں اور دسویں^{۷۲} وہ کہ دونوں غیر مدخولہ، ان دسویں پر محتمل ہے کہ ایک کی تخصیص کرے یا دونوں کو دینی کہے بیس^{۷۳} ہوئیں ان بیسوں^{۷۴} پر احتمال ہے کہ لفظ دو^{۷۵} بار کہا یا تین^{۷۶} بار، چالیس^{۷۷} ہوئیں الخ

عہ: اس لئے کہ ان دس^{۷۸} صورتوں میں چھ^{۷۹} صورتیں اختلاف حال زوجہ کی ہیں یعنی چوتھی سے جس میں ایک سادہ اور دوسری کو ایک ہو چکی ہے نویں ایک مدخولہ اور دوسری غیر مدخولہ ہے اور چار^{۸۰} صورتیں دسوں^{۸۱} سے متعلق ہونے والی ہیں، دو^{۸۲} کی تخصیص دو کی تقسیم، تین کی تخصیص تین کی تقسیم، ان صورتوں سے ان چار شکلوں میں جن میں حال زوجتین متفق ہے کوئی اختلاف نہ پڑے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چار ہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا جس کی چاہو تخصیص مان لو یا تین قسم کی تقسیم جس پر طلاق چار ہو دو اور دوسری پر ایک واقع مان لو حکم ایک ہی رہے گا، لہذا یہ چاروں^{۸۳} چار^{۸۴} سے مل کر سولہ^{۸۵} ہی ہوں، اور اسی طرح ان چھ^{۸۶} صورتیں اختلاف حالین میں تقسیم دو سے کوئی فرق نہ آئے گا ہر ایک پر ایک پڑے گی اور بیشک وہ دونوں ایک حال کی ہوں ایک پڑنے کی ضرور صالحہ ہیں ورنہ اس کے نکاح ہی میں نہ ہوتیں، یہ چھ^{۸۷} طلاق چھ^{۸۸} ہی رہیں، سولہ^{۸۹} اور چھ^{۹۰} بائیس^{۹۱}، مگر بحالتِ تخصیص دو^{۹۲} یا سہ^{۹۳}، یہ چھ^{۹۴} مختلف الحکم ہوں گی کہ تخصیص^{۹۵} یا اس عورت سے کی یا اس سے تقسیم، تین^{۹۶} میں دو^{۹۷} اس پر مانیں اور ایک اس پر، بالکس تو یہ چھ^{۹۸} یہاں آکر بارہ^{۹۹} ہوئیں اور تین^{۱۰۰} صورت تخصیص دو^{۱۰۱} و تقسیم سہ^{۱۰۲} سے ضرب کھا کر چھتیس^{۱۰۳} بائیس^{۱۰۴} اٹھاون^{۱۰۵}، واللہ تعالیٰ اعلم^{۱۰۶} امنہ

نہ کریں گے۔

چہارم جس کے پاس دو تہ وجہ ہوں اور وہ بلا تعین اپنی عورت کو طلاق دے تو اسے اختیار ہے کہ وہ طلاق اُن میں سے جس کی طرف چاہے پھیرے تعین مطلقہ میں اس کا بیان معتبر ہو گا جب تک اس کے قبول میں کلام کا لغو ہونا نہ لازم آتا ہو۔

یہ چاروں اصول جابجا کتب فقہ میں مصرح ہیں، پس اگر چھٹی بشیرن دونوں مدخولہ ہیں تو اب ان میں سے جس کی تخصیص کرے گا دو یا تین جتنی طلاقیں دی ہیں سب اسی پر پڑیں گی دوسری پر کچھ نہیں بشرطیکہ وہ اتنی طلاقیں کی صلاحیت رکھتی ہو مثلاً دو بار لفظ مذکور کہا تو اب جس کی تخصیص کرتا ہے اُسے دو طلاقیں کبھی نہ دی ہوں یا تین بار کہا تو اصلانہ دیں ہو ورنہ جس قدر اس کی صلاحیت ہے اتنی اس پر باقی دوسری پر پڑیں گی جبکہ اس میں کل باقی کی صلاحیت ہو ورنہ ایک طلاق بنا چاری لغو ٹھہرے گی مثلاً دو بار کہا اور چھٹی کی تخصیص کی اور اسے پہلے دو بار دے چکا تو اس بار پر ایک ہی پڑ کر وہ تین طلاقیں سے مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر تین اور اس سے پہلے ایک دے چکا تھا تو اب اس پر دو ہی پڑ کر تین ہو جائیں گی اور دونوں صورتوں میں باقی ایک بشیرن پر پڑے گی، اور اگر چھٹی کو دو دے چکا تھا تو اب تین بار کہا تو اس پر ایک پڑ کر تین ہو گئیں اور باقی دو بشیرن پر پڑیں گی جبکہ بشیرن پر پڑیں گی جبکہ بشیرن کو پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ ان دو باقی ماندہ سے ایک ہی بشیرن پر پڑ کر اس کی بھی تین ہو جائیں گی اور ایک مجبوراً لغو ہو جائے گی اس کے لئے کوئی محل نہیں، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو ہر ایک پر ایک ایک تو ضرور پڑے گی، رہی تیسری، اگر اس کی صلاحیت کسی میں نہیں تو لغو جائے گی اور خاص ایک میں ہے تو اُسی پر ضرور پڑے گی اور دونوں میں ہیں تو وہ جسے بتائے گا اس پر ہوگی مثلاً چھٹی بشیرن دونوں پہلے دو دو طلاقیں پا چکی تھیں تو اب ہر ایک پر ایک ایک پڑ کر تین تین ہو گئیں تیسری بیکار، اور اگر مثلاً چھٹی کو دو دو ہو چکی تھی اور بشیرن کو ایک، تو یہ تین جو دونوں کو دیں ان میں کی دو خاص بشیرن پر پڑیں گی اور چھٹی پر ایک، اگرچہ وہ اس کا عکس بتاتا ہو کہ میں نے چھٹی پر دو ڈالیں اور بشیرن پر ایک۔ اور اگر دونوں ایک ایک طلاق ہو چکی تھی یا ایک بھی نہ ہوئی تھی یا ایک کو ایک، دوسری کو اصلانہ ہوئی تھی تو دونوں ان تینوں میں سے دو کی قابل ہیں جس پر دو بتائے گا اس پر ان کی دو پڑیں گی، اور جس پر ایک اس پر ایک۔ اور اگر دونوں غیر مدخولہ ہیں تو ایک کی تخصیص اصلاً قبول نہ ہوگی کہ باقی کو لغویت لازم آتی ہے بلکہ ہر طرح دونوں پر ایک ایک پڑے گی، اور اگر تین بار کہا تھا تو تیسری عبث جائے گی۔ اور اگر مدخولہ وغیرہ مدخولہ ہیں اور تخصیص غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول نہ ہوگی بلکہ دو کی صورت میں دونوں پر ایک ایک پڑے گی اور تین کی صورت میں غیر مدخولہ پر ایک اور باقی دو مدخولہ پر اگر اسے پہلے دو نہ دے چکا ہو ورنہ اس پر بھی ایک ہی، اور تیسری بیکار۔ اور اگر تخصیص مدخولہ کی کرتا ہے تو مقبول

ہوگی جبکہ دو^۲ کی صورت میں اسے پہلے دو^۲ اور تین^۳ کی صورت میں پہلے ایک یا دو^۲ نہ دے چکا ہو ورنہ ایک یا دو^۲ مدخولہ پر پڑ کر باقی ایک غیر مدخولہ پر پڑ جائیں گی، اور اگر دونوں کو دینا بتاتا ہے تو غیر مدخولہ پر ایک ہی پڑے گی اگرچہ اس رتین میں سے دو^۲ بتاتا ہو باقی مدخولہ پر بشیر تین کی صورت میں اُسے پہلے دو^۲ نہ دی ہوں ورنہ اس پر بھی ایک پڑیگی اور ایک عبث۔ غرض تقسیم طلاق و تخصیص غیر مدخولہ کے احکام یکساں ہوں گے۔ خانہ میں ہے:

<p>لوکان له امرأتان لم يدخل بهما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق بانتاوان قال اردت واحدة منهما لا يصدق وكذا لو قال امرأتی طالق وامرأتی طالق وكذا العق و لو كان دخل بهما فقال امرأتی طالق امرأتی طالق كان له ان يوقع الطاقين على احدهما^۱۔</p>	<p>ایک شخص کی دو بیویاں ہیں دونوں سے دخول ابھی نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہ کی جائیگی، اور یونہی اگر اس نے کہا میری بیوی کو طلاق اور میری بیوی کو طلاق یعنی عطف کے ساتھ دونوں مجھے کہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یونہی اپنے دو غلاموں کے بارے میں عتق کے لئے ایسے کہا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے، اور اگر دونوں بیویوں کو دخول کر چکا ہو تو ان کو "میری بیوی کو طلاق، میری بیوی کو طلاق" کہا تو خاوند کو اس صورت میں یہ اختیار ہوگا وہ دونوں طلاقوں کو ایک بیوی کے لئے قرار دے۔ (ت)</p>
--	---

جو ہمارے اس بیان کو سمجھ لے وہ اس مسئلہ کے تمام باقی صدہا صور کے بھی احکام نکال سکتا ہے مثلاً دو زوجہ کی حالت میں یہ لفظ چار^۴ یا پانچ^۵ بار کہاتین کی حالت میں دو^۲ سے نو تک یا چار^۴ کی صورت میں دو^۲ سے بارہ^۶ تک کہ اس سے زائد جو کچھ ہے وہ مطلقاً فضول ہوگا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ ت)۔ رہا ایک ہی بار کہنا اس کا حکم سب صور میں یہی ہے کہ جس پر چاہے ڈال سکتا ہے کہ کم سے کم ایک کی صلاحیت تو ہر زوجہ میں ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از بھیکم پور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ حرہ کو یہ ہدایت کی فلاں رشتہ دار میرا تیرا دشمن ہے لہذا تو اس سے مراسم اتحاد ترک کر، زوجہ نے نہ مانا، زید نے بموجودگی چند اشخاص زوجہ کو طلاق دی اور عدت منقضی ہو چکی ہے، اب زید رجوع کیا چاہتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایک یا دو^۲ بار اس موقع پر جہاں

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسٹور لکھنؤ ۱۱/۷۰۷

طلاق واقع ہوئی تھی طلاق دی تھی تین مرتبہ نہیں کہا تھا، اشخاص موجود دین موقوفہ زوجہ مطلقہ بیان زد کی تصدیق کرتے ہیں مگر عمرو ہندہ و صفیہ کا بیان ہے کہ جب ہم سے ملا تھا اور ہم نے اس سے کیفیت واقعہ طلاق کو اپنے مکان پر دریافت کیا تو زید نے ہمارے سامنے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا کہ (میں طلاق دیتا ہوں) زید بیان عمرو وغیرہ کے تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے عمرو وغیرہ میرے مخالف ہیں اور براہ مخالفت جو مجھ سے رکھتے ہیں یہ کہتے ہیں تاکہ میری عورت مغفلہ ہو جائے اور میں عورت سے رجوع نہ ہونے پاؤں ورنہ ظاہر ہے کہ موقع طلاق پر علیحدہ تین مرتبہ کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ عمرو وغیرہ نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے صورت واقعہ ظاہر کی، اس صورت میں زید بتجدید نکاح پانی زوجہ سے رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اور تحلیل کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر موقع وقوع طلاق سے علیحدہ ہو کر دوسرے مقام پر عمرو وغیرہ کے سامنے تین مرتبہ جملہ مذکور کہنا تسلیم کیا جائے تو وہ جملہ متصور ہوگا یا واقعہ کرن والا طلاق مغفلہ کا، مترصد کہ بحوالہ کتاب وحدیث سے ہدایت فرمائی جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت واقعہ اگر بُہ نہی ہے تو طلاق مغفلہ ہرگز ثابت نہیں، زید حرہ سے بے حاجت تحلیل نکاح کر سکتا ہے، عمرو و ہندہ و صفیہ میں اگر ایک ہی شخص ثقہ عادل شرعی نہیں اگرچہ باقی دو زوجہ کمال عدالتہ شرعیہ رکھتے ہوں جب تو ظاہر ہے کہ نصاب شہادت کامل نہیں اور آج کل عدالتہ شرعیہ مردوں میں کم ہے نہ کہ زنان ناقصات العقل والدین کہ ان میں ثقہ شرعیہ ہندوستان میں شاید گنتی کی ہوں کما بیئناہ فی کتاب الشہادۃ من فتاونا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ کی کتاب الشہادت میں بیان کیا ہے۔ ت) اسی طرح اگر ان میں کوئی شخص زید سے عدالت ظاہرہ دنیویہ اس حد پر رکھتا ہے جس کے باعث باوصف عدالت اس کے حق میں متمم ہو جب بھی حسب فتویٰ ائمہ متاخرین اس کی گواہی زید کے ضرر پر مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

تقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لایا من من التقول علیہ ^۱	دینی دشمن کی شہادت قبول کی جائے گی کیونکہ شہادت دینداری ہے بخلاف دنیوی دشمن کے کہ وہ جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتا۔ (ت)
---	---

اسی طرح اگر زید نے مکان عمرو پر وہ جملہ اس وقت کہا ہو کہ حرہ کی عدت گزر چکی ہو،

^۱ درمختار کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۲

فَانْ اِنْقِضَاءُ الْعِدَّةِ يَجْعَلُهَا اجْنِبِيَّةً خَارِجَةً عَنِ مَحَلِّيَّةِ الطَّلَاقِ۔	کیونکہ عدت کا گزرنا جانا بیوی اجنبی بنا دیتا ہے اور اسکو طلاق کے محل سے خارج کر دیتا ہے (ت)
---	---

اور اگر ان سب سے قطع نظر کیجئے بلکہ مان ہی لیجئے کہ زید نے جملہ مذکورہ ضرور کہا اور ایام عدت کے اندر ہی کہا اور اس قدر شک نہیں کہ یہ جملہ زمان حال بتاتا ہے، نہ زمان ماضی، تو حکایت طلاق سابق نہ ہوگا بلکہ جبکہ لفظ اسی قدر ہیں کہ "میں طلاق دیتا ہوں" اور اس میں کچھ نام و ذکر نہیں کہ کسے دیتا ہوں نہ بیان کوئی قرینہ دائرہ ارادہ تطلیق حرہ کا قصد کیا تھا۔ خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

سکران ہربت منہ امرأته فتبعها ولم يظفر بها فقال بالفارسية بسہ طلاق ان قال اردت امرأتی يقع والا لا۔ ¹	نشے والے کی بیوی بھاگی تو اس نے بیوی کا پیچھا کیا اور ناکام رہا تو اس نے کہا: تین طلاق سے، اگر اس پر خاوند نے کہا میں نے بیوی مراد لی ہے تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی اور اگر کچھ بھی وضاحت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی (ت)
--	---

بزاز یہ واقفویہ میں ہے:

فرت ولم يظفر بها فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی يقع والا لا۔ ²	عورت بھاگی تو شوہر پکڑنے میں کامیا نہ ہوا، تو کہا تین طلاق، اگر وصاحت کی اور کہا بیوی کو دی ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)
--	--

بحر الرائق میں ہے:

لو قال طالق فقیل من عنیت فقال امرأتی طلاق امرأته اهـ ³ فقد علق الوقوع علی اقراره انه عنی امرأته۔	اگر کہا طلاق والی، تو پوچھا گیا کس کو طلاق کہا ہے، تو خاوند نے کہا اپنی بیوی کو، تو اس کی بیوی طلاق ہو جائے گی۔ تو انہوں نے وقوع طلاق کو خاوند کے اس اقرار پر معلق رکھا کہ اس سے اس نے اپنی بیوی مراد لی ہے۔ (ت)
---	--

اور اگر بالفرض وجود قرینہ بھی تسلیم کر لیں تاہم جب کلام میں عورت کی طرف اصلاً اضافت نہیں تو زید کا

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

² فتاویٰ انقزیہ الفصل ما یقع به الطلاق وما لا یقع به دار الاشاعت قندھار افغانستان ۱/۴۳

³ بحر الرائق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۳

قول کہ میں نے طلاق حرہ کی تیت نہ کی قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق مغفلہ کا حکم نہ ہوگا۔ محیط و خانہ و ہندیہ میں ہے:

<p>سئل شیخ الاسلام الفقیہ ابو نصر عن سکران قال لامرأته اتریدون ان اطلقک قالت نعم فقال اگرزن منی یک طلاق دو طلاق سه طلاق قومی اخر جی من عندی وهو یرعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله¹</p>	<p>شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے سوال کیا گیا کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دوں، تو بیوی نے کہا ہاں۔ اس پر خاوند نے کہا تو میری بیوی ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دُور ہو جا۔ اس کے بعد خاوند نے کہا کہ میں نے بیوی کو طلاق کی تیت سے نہیں کہا، تو اس کی بات مان لی جائیگی (ت)</p>
---	--

نیز عالمگیری میں ہے:

<p>فی الفتاوی رجل قال لامرأته اگر زن منی سه طلاق مع حذف الیاء لایقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لمّا حذف فلم یکن مضیفاً لیهما²</p>	<p>فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہہ کر تو میری بیوی ہے تین طلاق، اضافت کی یا، کو حذف کر کے کہا، تو اگر وضاحت کرتے ہوئے خاوند نے کہ میں نے بیوی کی طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یا، اضافت کو حذف کرنے پر بیوی کی طرف نسبت نہ ہوئی۔ (ت)</p>
--	--

در مختار میں ہے:

<p>لو قال ان خرجت یقع الطلاق اولا تخرجی الابدانی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لتركه الاضافة الیهما³</p>	<p>اگر خاوند نے کہا! گو تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا میری اجازت کے بغیر باہر نہ جانا کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھارکھی ہے، بیوی نکل گئی، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے قسم میں بیوی کی طلاق کو ذکر نہیں کیا۔ (ت)</p>
--	---

بزازیہ و خانہ میں ہے:

<p>لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها</p>	<p>مذکورہ صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوگی کہ اس نے</p>
-------------------------------------	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ لافاسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ لافاسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

³ در مختار باب الصریح مطبع مکتبائی دہلی ۲۱۸/۱

و یحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول قولہ ^۱ ۔	قسم میں بیوی کی طلاق کا ذکر نہیں کیا تو احتمال ہو سکتا ہے کہ غیر عورت کی طلاق کی قسم ہو، لہذا خاوند کی وضاحت قابل قبول ہوگی۔ (ت)
--	--

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں اگر عمر و ہندہ و صفیہ کا بیان صحیح بھی مانا جائے تاہم کسی طرح تین طلاقیں ہونا ثابت نہیں البتہ اگر واقع میں زید نے ایامِ عدت کے اندر انشاء طلاق حرہ کی نیت سے دوبار بھی جملہ مذکورہ کہا یا اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو ایک ہی بار بہ نیتِ ایقاع طلاق کہا ہو تو عند اللہ حرہ پر طلاق مغلط ہو گئی اگر زید غلط انکار کرے گا مفتی کا فتویٰ نفع نہ دے گا اللہ سے ڈرے اور جو امر واقع ہو اس پر عمل کرے۔ واللہ سببخنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱: از صدر بریلی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوج کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی، اور بیوی کہتی ہے کہ دی، اور دونوں قسم کھاتے ہیں، اور زوجہ ایک کاغذ پیش کرتی ہے کہ جس میں طلاق لکھی ہوئی ہے آیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مرد کی قسم معتبر ہے، عورت کی قسم فضول جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کاغذ کو وہ اپنا لکھا مانتا نہیں، تو طلاق ہرگز ثابت نہ ہوگی، ہاں اگر واقع میں طلاق دے دی ہے اور جھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب اس پر ہے، عورت خوب جانتی ہے کہ اس نے طلاق دے دی تھی، تو اگر وہ طلاق رجعی تھی تو کچھ حرج نہیں اور اگر بائن تھی تو عورت کو اس سے کہنا چاہئے کہ تُو نے طلاق نہیں دی سہی از سر نو نکاح میں کیا حرج ہے، اور مرد کو چاہئے کہ تجدید نکاح کر لے، اور اگر عورت جانتی ہے کہ وہ تین طلاقیں دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو اس سے بھاگے نجات حاصل کرے اپنا مہر وغیرہ چھوڑنے کے بدلے اس سے طلاق مل سکے تو یوں لے، نہ ہو تو عذاب اس پر رہے گا جب تک یہ خود اس کے پاس جانے کی رغبت نہ کرے گی۔ واللہ سببخنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲: از شہر بریلی ذخیرہ مرسلہ کرامت حسین

ما قولکم ایہا العلماء رحمکم اللہ تعالیٰ (اے علماء کرام، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے،

^۱ فتاویٰ نزاریہ علی بامش الفتاویٰ الہندیۃ کتآب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۲۰۰۷ء

آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) زید کہتا ہے کہ میں نے دو طلاق اپنی زوجہ کو دی ہیں، اور زوجہ کہتی ہے کہ مجھے علم طلاق دینے کا نہیں ہے، اور گواہ کہتے ہیں کہ زید نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دی ہیں۔ آیا قول زید کا معتبر ہوگا یا گواہوں کا؟ مع تصحیح نقل بیان فرمائیے فقط۔

الجواب:

اگر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں نماز پر ہیزگار ثقہ عادل قابل قبول شرع گواہی شرعی دیں گے تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گی، زید کا انکار نہ سنا جائے گا، اور اگر ایسے گواہ نہیں تو زید سے قسم لی جائے گی، اگر اس نے قسم کھانے سے انکار دیا جب بھی تین طلاقیں ثابت ہو جائیں گے، اور اگر قسم کھالے گا کہ میں نے صرف دو ہی طلاقیں دی ہیں تیسری طلاق نہ دی تو وہی ثابت ہوں گی، پر اگر جھوٹی قسم کھالی تو اس کا وبال زید پر ہوگا عورت الزام نہیں، گواہ شرعی نہ ہوں تو قسم لینے کے لئے عورت کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہوگا۔

والمسائل کلھا منصوص علیہا فی کتب المذہب کالدرا المختار وغیرہا۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	یہ تمام مسائل مذہب کی تمام کتب میں واضح مذکور ہیں، جیسا کہ در مختار وغیرہا میں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)
---	---

مسئلہ ۲۱۳: محمد ارشاد علی صاحب معلم درجہ اول عربی مدرسہ عالیہ ریاست رام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوگوں کے روبرو صرف یہ کہا کہ فلاں و طلاق۔ زوجہ وغیرہ کس کا نام نہیں لیا پھر کہا "عزیز الرحمن کے باپ کی بیٹی فلاں کو طلاق" بلا ذکر نام زوجہ کے اور اس کے اور اس شخص کے علاوہ مطلق کی بی بی کے اور بھی کئی بیٹیاں ہیں، بعد کو جب ایک شخص نے کہا یہ فلاں فلاں کیا کہتا ہے، تب کہا "آمنہ خاتون کو طلاق"، اور اس کی بیوی کا نام آمنہ خاتون ہے، غرض پہلے جو طلاق مطلق اور مبہم تھی اس کو اقرار ثالث میں بالکل متعین کر کے بیان کیا ہے تو اس صورت میں اس کی بی بی پر کتنی طلاقیں واقع ہو گئیں؟ جواب مدلل کتب فقہ سے مرحمت ہو۔

الجواب:

صورت مذکورہ میں تین طلاقیں واقع ہو گئیں وقد فسر البہم فنصبہ بعض السوال (اس نے مبہم کی تفسیر اپنے سوال کے ایک حصہ میں کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳: از شاہ جہان پور محمد خلیل مرسلہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہ جہان پوری ۱۳ ذی القعدہ ۱۳۱۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر کسی دوسرے شہر میں ہے اور اس نے طلاق تحریر کر کے اور رجسٹری
بھی حسب قانون انگریزی اس پر کر کے بذریعہ ڈاک کے پاس اولیائے ہندہ کے ارسال کی، تو اب سوال یہ ہے کہ تحریری طلاق
حالانکہ اس کاغذ پر شہادر بھی گواہوں کی لکھی، یہ شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ اور بحالت عدم اعتبار ہندہ کو نکاح ثانی اپنا دوسرے شخص
سے کرنا یا ولی ہندہ کو ہندہ کا نکاح کسی شخص ثانی سے کر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب:

ایسی مرسوم معہودہ تحریر مطلقاً معتبر و موجب وقوع طلاق ہے جبکہ بلا اکراہ ہو نص علی ذلك فی الاشباہ والبحر والدر و
الخانیة والہندیة وسائر الہندیة وسائر الاسفار الغر (اشباہ، بحر، دُر، خانیہ، ہندیہ اور باقی مشہور کتب میں اس کو واضح
طور پر بیان کر دیا ہے۔ ت) تو واقع میں اگر یہ تحریر شوہر ہندہ نے رضائے خود لکھی دیا نہ ضرور طلاق واقع ہو گئی۔ رہا یہ کہ زن
واولیائے زن اس پر کہاتک کاربند ہو سکتے ہیں، اسکی تین صورتیں ہیں:
اگر شوہر اس تحریر کا اقرار کرتا ہے تو ثبوت طلاق ظاہر، اور اگر منکر ہے تو ہرگز معتبر نہیں جب تک حجت شرعیہ قائم نہ ہو۔

فأن الخط يشبه الخط فلا يعتبر والقاضي انما يقضى بالحجة لا بمجرد الخط وقد حققناه في كتاب الصوم من فتاؤنا واكثرنا فيه من النقول عن الائمة الفحول۔	خط، خط کے مشابہ ہوتا ہذا معتبر نہ ہوگا، اور قاضی دلیل کی بناء پر فیصلہ کرتا ہے صرف خط کی بناء پر فیصلہ نہیں کرے گا، اس کی تحقیق ہم اپنے فتاویٰ کی کتاب الصوم میں کر چکے ہیں اور وہاں ہم نے جلیل القدر ائمہ کرام کے اقوال خوب نقل کئے ہیں (ت)
--	--

اور اگر اقرار انکار کچھ معلوم نہیں مثلاً ہنوز اس شہر سے واپس نہ آیا اس صورت میں اکبر رائے وغلبہ ظن ان کے لئے حجت
کاربندی ہے، اگر اس خط کی صحت میں شبہ ہو تو ہندہ کو ہرگز حلال نہیں کہ اپنے آپ کو مطلقہ عمل کر سکتے ہیں، شرعاً کافی لرحضۃ
العمل و مغنی حاجت الاثبات میں فرق زمین و آسمان کا ہے، ولہذا اگر شوہر انکار و اعتراض سے پیش آئے ان کی اکبر رائے کام نہ دے
گی اور پھر ثبوت بہ حجت شرعیہ کی حاجت پڑے گی، خانیہ میں ہے:

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو چکا ہے تو ایک ثقہ مسلمان نے آکر کہا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں، یا کہا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہے، یا کوئی غیر ثقہ مسلمان آکر اس عورت کے خاوند کا طلاق نامہ دکھا دے، عورت کو معلوم نہیں کہ یہ اس کے خاوند کا خط ہے یا نہیں، لیکن عورت کا غالب گمان یہ ہے کہ حق و درست ہے تو عورت کو عدت گزار کر نکاح کر لینا میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

لو ان امرأة غاب عنها زوجها فأخبرها مسلم ثقہ ان زوجها طلقها ثلاثاً اومات عنها او كان غير ثقة فاتاها بكتاب من زوجها بالطلاق وهي لاتدري ان الكتاب كتاب زوجها ام لا ان اكبر رأيها انه حق لا بأس بان تعتد وتزوج¹۔

ہندیہ میں ہے:

انہوں نے کتاب الاقضية میں مذکور کیا کہ اگر خلیفہ نے قاضیوں کے جام کوئی حکم نامہ بذریعہ خط جاری کیا ہو اور دو گواہوں کی موجودگی میں خلیفہ نے فیصلہ اور حکم دیا، تو خلیفہ کا یہ حکم نامہ کتاب القاضی الی القاضی کی طرح ہوگا لہذا خلیفہ کا وہ خط ان شرائط کے بغیر قابل قبول نہ ہوگا جن کو ہم نے کتاب القاضی میں ذکر کیا ہے، لیکن اگر خلیفہ کا وہ خط کسی کی تقرری یا معزولی کے بارے میں ہو تو ان مذکورہ شرائط کے بغیر بھی قبول کر لیا جائے گا اور مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا بشرطیکہ مکتوب الیہ اس پر عمل کرے گا کو دلی اطمینان ہو کہ یہ درست ہے لہذا وہ عمل پیرا ہوگا، اور یہ خط، عام رعایا کی آپس کے معاملات میں خط و کتابت کی طرح ہوگا کہ مکتوب الیہ کو دلی اطمینان پر عمل جائز ہے، یہ بھی ایسے ہی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ذکر فی کتاب قضیۃ انکتب الخلیفۃ الی قضائہ اذا کان الکتب فی الحکم بشہادۃ شاہدین شہد عندہ بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الا بالشرائط التی ذکرناها واما کتابہ انہ ولی فلاناً او عزل فلاناً فیقبل عنہ بدون تلك الشرائط و یعمل بہ المکتوب الیہ اذ وقع قلبہ انہ حق و یمضی علیہ و هو نظیر کتاب ساء الرعا یا بشیعی من لامعاملات فانہ یقبل بدون تلك الشرائط و یعمل بہ المکتوب الیہ وقع فی قلبہ انہ حق کذا ہنأ²۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الخطر والاباحۃ نوکشتور لکھنؤ ۹۱/۴

² فتاویٰ ہندیہ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۳۹۶/۳

مسئلہ ۲۱۵: از بڑوودہ ملک گجرات موتی باغ میریامرسلہ سید غلام سرور صاحب ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ
 شرع محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، ایک شخص نے اجیر شریف سے جا کر اپنی عورت کو بڑوودہ میں بذریعہ سٹ ایک طلاق بنام جماعت لکھ کر روانہ کیا میری عورت کو کہہ دینا میں نے ایک طلاق اپنی عورت کو دی، جماعت نے عورت کو خط سُنادیا، دو مہینے کے بعد بڑوودہ میں آیا، عورت نکاح میں رہی یا نکل گئی؟ سوال کے جواب عطا فرمائے ثواب آپ کو خداوند تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

الجواب:

اگر واقع میں اس شخص نے یہ خط آپ کو لکھا یا دوسرے کو عبارت مذکورہ بتا کر لکھوایا کہ میری عورت کی نسبت یہ الفاظ لکھ دے تو جس وقت اس کے قلم یا زبان سے یہ لفظ نکلے اسی وقت سے عورت ایک طلاق پڑ گئی اور اسی وقت سے عدت کا شمار ہوگا اگرچہ یہ خط بڑوودہ نہ پہنچتا یا وہ خود ہی لکھ کر نہ بھیجتا یا مکتوب الہیم عورت کو نہ سُنا تے کہ جو الفاظ طلاق لکھے یا بتائے جب ان میں کوئی شرط نہیں کہ یہ خط جب پہنچے یا سنایا جائے اس وقت طلاق ہو تو ان کا لکھنا یا بتانا ہی طلاق کا موجب ہو گیا بھیجنے پہنچنے سنانے پر توقف نہ رہا مگر از انجا کہ طلاق رجعی ہے عورت نکاح سے نہ نکلے گی جب تک عدت نہ گزر جائے۔ ایامِ عدت میں بے تجدید نکاح عورت سے رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے کہہ دے میں نے اسے اپنے نکاح میں پھر لیا، بدستور اس کی زوجیت میں باقی رہے گی جس میں عورت کی رضامندی بھی ضرور نہیں، اور اگر عدت گزر گئی تو برضائے عورت اس سے از سر نو نکاح کر سکتا ہے کچھ حلالہ کی حاجت نہیں جبکہ اس سے پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ اور اگر واقع میں یہ اس شخص کا کام نہیں بلکہ کسی اور نے بطور خود اس کے نام سے لکھ بھیجا ہے تو طلاق نہ واقع ہوئی کہ دوسرے کے نزدیک طلاق اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اسے اس خط کا اقرار ہو یا انکار کرے تو گواہانِ عادل شرعی گواہی دیں کہ اس نے ہمارے سامنے یہ کاروائی کی، بغیر اس کے صرف اتنی بات کہ خط اس کے ہاتھ کا لکھا معلوم ہوتا ہے بکار آمد نہیں، ہاں اگر واقع میں یہ کاروائی اسکی تھی اور منکر ہو گیا اور گواہ نہیں تو اس کا وبال اسی پر ہے، عورت پر گناہ نہیں۔ 'مبسوط امام محمد و تخلصہ و سبزیہ و اشباہ و شتافی و کفایہ و رد المحتار میں ہے:

ان کتب علی وجہ الرسالة مصدرا معنونا وثبت ذلك	اگر طلاق نامہ تحریر کیا ہو تو باقاعدہ سرنامہ کے ساتھ بھیجنے کے
باقراہ او بالبینة	انداز میں لکھا گیا ہو اور لکھنے والے کے اقرار سے یا گواہوں سے
	اس کا ثبوت ہو تو وہ زبانی

فکا لخطاب ^۱ ۔	طلاق کی طرح نافذ العمل ہوگا۔ (ت)
--------------------------	----------------------------------

فتاویٰ قاضی خاں وعالمگیری میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب یقع وتلزمها العدة من وقت الكتابة وان علق بمجیع الكتاب فمالم یجیع الیہا ^۲ اھملخصاً۔	اگر تحریری طلاق بھیجی ہو تو جو کچھ اس میں لکھا ہے اتنی طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اور تحریر کے وقت سے عدت شمار ہو جائے گی اور اگر طلاق کو خط ملنے پر معلّق کیا ہو تو آنے سے پہلے طلاق نہ ہوگی اھملخصاً۔ (ت)
---	---

خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیره اخبر امرأتی بطلقها او قل لها انها طالق طلقت للحال کما لو قال اکتب الی امرأتی انها طالق ^۳ اھملخصاً۔	ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو طلاق کی اطلاع دے دو، یا کہا کہ میری بیوی کو کہو کہ وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت سے طلاق ہوگی، جیسے کسی نے کہا تو میری بیوی کو لکھ کر وہ طلاق والی ہے، تو اسی وقت طلاق ہو جائے گی اھملخصاً (ت)
---	--

ہدایہ میں ہے:

لان الكتاب یشبه الكتاب فلا یثبت ^۴ ۔	تحریر، تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہذا معتبر نہ ہوگی۔ (ت)
--	---

اس مسئلہ کی باقی تحقیق ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۶: از ملک چھتیس گڈھ شہر رانپور محلہ بیجنا تھ باڑہ مکان منشی رحیم بخش عرضی نویس مرسلہ منشی محمد اسحاق صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۲ھ

بخدمت سراپا برکت جناب فیض مآب علوم سبحانی و معدن یزدانی جامع فروع و اصول مولانا صاحب

^۱ رد المحتار باب کتاب القاضی الی القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۳۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالكتابة نورانی کتب خانہ پشاور ۸/۷۸، فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الطلاق بالكتابة نوکشتور لکھنؤ ۲/۲۱۸

^۳ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق الفصل الاول فی صریح الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۲/۲۱۰

^۴ ہدایہ کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۳۹

سَلَّمَ اللہ تعالیٰ بعد از آداب کے بندہ محمد اسحاق عرض رساں ہے کہ حضور پُر نور کا فتویٰ پہنچا کمال درجہ کی خوشی حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم، فحوائِ خیر الناس من ینفع الناس (لوگوں میں سے بہتر ہو جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ ت) عطا فرمائے گا، التماس خدمتِ بابرکت میں یہ ہے کہ طالعور خاں اقرار کرتا ہے ایک مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ اقرار کر چکا ہے فقط اس کا مقولہ یہ ہے کہ بیشک یہ خط تو میں نے تحریر کیا ہے اب اس کے موافق مجھے شرع سے کیا حکم ہوتا ہے اور جب یہ خط آیا تو سرمست خاں صاحب نے طالعور خاں کی زوجہ عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو حرف بحرف پڑھ کر سنا بھی دیا، اس صورت میں یہ معلوم کرنا منظورہ کہ از روئے شرع عمدہ کے حق میں کیا حکم ہے، طالعور خاں اس پر اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا جبر کر سکتا ہے یا نہیں اور عمدہ کو بوجہ اس کے کہ عدت گزر چکی جس سے چاہے نکاح کر لینے کا اختیار ہے یا نہیں اور حکم وقوع طلاق میں کیا صرف پہلے خط کو دخل ہے یا اوروں کو بھی؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جبکہ طالعور خاں اسی خط کے لکھنے کا مقررہ اور سرمست خاں نے حسب درخواست طالعور خاں یہ خط اُن دونوں کو حرف بحرف سنا بھی جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو مستفسرہ میں عمدہ کے حق میں حکم شرع یہ ہے کہ اس پر دو طاقین بائن ہو گئیں ایک تو اسی وقت جبکہ طالعور خاں نے یہ لفظ لکھے تھے کہ آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو کہ دوسرے سے نکاح زن اجازت دیتا ہوں کہ اُس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو کہ دوسرے سے نکاح زن کی اجازت دینی بیشک کنایات طلاق سے ہے اور اس خط کی عبارت اول تا آخر نیت ازالہ نکاح میں ظاہر کما لایخفی علی کل ماہر وقد بینا کہ فی ماسبق (جیسا کہ کسی ماہر پر مخفی نہیں ہے اور ہم نے اس کو پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) او ان کنایوں سے طلاق بائن ہی پڑتی ہے۔

کنز الدقائق میں ہے:

فی غیبرھا بائنۃ وہی بائن، حرام، ابتغی الازواج ^۱ اھ	مذکورہ الفاظ ثلثہ کے غیر میں طلاق بائنہ ہوگی اور طلاق بائنہ کے الفاظ یہ ہیں: بائن، حرام، تو شوہر تلاش کراہ ملخصاً (ت)
---	---

تو بغور تحریر خط طلاق ہو گئی اور اسی وقت سے عدت کا شمار لیا جائے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

ان ارسل الطلاق فکما کتب وتلزمھا	اگر طلاق لکھ کر بھیجی تو جو لکھا وہ طلاق واقع ہوگی،
---------------------------------	---

^۱کنز الدقائق باب لکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

العدة من وقت الكتابة الخ ¹ (ملخصاً)	اور بیوی کو لکھائی کے وقت سے عدت لازم ہوگی الخ (ملخصاً)۔ (ت)
--	---

اور دوسری اس وقت جبکہ یہ خط بحرف عمدہ اور اس کے والد کو سرمست خاں نے سنایا کہ طالعور خاں کا لکھنا سرمست خان سنا دیں تاکہ اس پر طلاق شرعاً واجب ہو جائے طلاق معلق تھی تو جب شرط ایام عدت میں پائی گئی یہ طلاق بھی واقع ہوئی اور از انجا کہ پہلی طلاق بائن تھی یہ دوسری بھی خواہی خواہی بائن ہو گئی۔ ردالمحتار میں ہے:

اذ الحق الصريح البائن كان بائناً لان البيئونة السابقة عليه تمنع الرجعة كما في الخلاصة ² ۔	اگر بائنہ طلاق کے بعد رجعی طلاق دی تو وہ رجعی بھی بائنہ ہو جائے گی، کیونکہ پہلی بائنہ کے بعد رجوع ممنوع ہو جاتا ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)
--	---

بالجملہ عمدہ پر واجب کہ اپنے آپ کو طالعور خاں کے نکاح سے باہر سمجھے طالعور خاں کو اس پر ہر گز جبر نہیں پہنچتا، عمدہ کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے کہ طلاق بائن سے عورت خود مختار ہو جاتی ہے۔ رد مختار میں ہے:

لانها لا تملك نفسها الا البائن ³ ۔	بیوی بائنہ طلاق کے بعد اپنے آپ کی مالک ہو جاتی ہے۔ (ت)
---	--

اور جبکہ پہلے ہی خط بائن طلاق پڑی اور عدت گزر چکی تو بعد کے خطوط کو وقوع طلاق میں کچھ دخل نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

شرطه قيام القيد في المرأة نكاح او عدة كذا في المحيط السرخسي ⁴ اهملخصاً والله تعالى اعلم۔	وقوع طلاق کے لئے شرط ہے کہ بیوی ابھی تک نکاح یا عدت میں مقید ہو۔ جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے اھ ملخصاً۔ والله تعالى اعلم (ت)
---	---

مسئلہ ۲۱۷: بریلی محلہ نیم کی چڑھائی مرسلہ چودھری اشتیاق احمد ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو بذریعہ تحریر کے یہ اطلاع دی کہ میں نے

¹ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الطلاق بالکتابۃ نوکسور لکھنؤ ۲/۲۱۸

² رد المحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۶۹

³ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق باب الاول نورانی مکتب خانہ کراچی ۱/۳۴۸

اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دیا جس پر خالد نے یہ تحریر کر دیا کہ مہربانی کر کے مطلع کیجئے کہ آپ نے اپنی زوجہ ثانیہ کو طلاق دے دی زید نے خالد کی تحریر کے نیچے تحریر کر دیا جی ہاں اور بعد اس کے اپنے دستخط کر دئے زید کی زوجہ ثانیہ کو اس تحریر سے طلاق واقع ہو گئی اور زید کو رجوع کا موقع نہ رہا۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر زید مقرر ہوا گوہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ دونوں تحریریں اُس کی ہیں تو عورت نکاح سے نکل گئی رجوع نہیں کر سکتا، ہاں بے حلالہ دوبارہ برضائے زوجہ کر سکتا ہے اگر اس سے پہلے کبھی اسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۸: ازہاشی ضلع حصار ڈاک خانہ خاص مسئلہ محمد ظہیر الدین و محمد نظیر الدین عطاران ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین و ارباب باتمکین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ کو کھانے پینے کی تکلیف دیتا تھا پس مسماۃ ہندہ کے والد نے بوجہ اپنی لڑکی کی تکلیف دفع کرنے کے پنچایت کو جمع کر کے فیصلہ چاہا حالانکہ زید پنچایت کے جمع کرنے پر راضی نہ تھا، پنچایت نے یہ فیصلہ کیا کہ مسمیٰ زید اپنی بیوی مسماۃ ہندہ کو مبلغ معہ ۸/۱۸ دیا کرے جس کا ایک کاغذ بھی لکھا گیا باس مضمون کہ "اگر زید مذکور اپنی بیوی مسماۃ ہندہ مذکورہ کو رقم مجوزہ نہ دے گا تو ہندہ کو طلاق واقع ہو جاوے گی" جو بغرض دھمکی پنچایت نے لکھوایا تھا نہ کہ طلاق کی نیت سے زید نے نہ کاغذ لکھنے کو کہا اپنی زبان سے اور نہ اپنے قلم سے کاغذ مذکور لکھا بلکہ ایک دوسرے شخص نے کاغذ لکھا بوجہ دیکھ خود شخص زید خواندہ شخص ہے اور کاغذ پر دستخط زید نے برادری کے خوف سے کئے ہیں راضی نہ تھا بعد فیصلہ پنچایت مسماۃ ہندہ کو اس کا والد اپنے مکان پر لے گیا اور ہندہ مذکورہ بعد دو ماہ کے زید کے مکان میں آئی تو زید برابر اس کو نان نفقہ دیتا رہا مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زید نے وہ رقم مجوزہ پنچایت نہیں دی ہندہ کو طلاق ہو گئی یا بمصدق الاعمال بالنیات (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ت) نہیں ہوئی کیونکہ نہ اس کی طلاق دینے کی نیت تھی اور نہ پنچایت طلاق دلانا چاہتی تھی بلکہ محض دھمکی تھی بینوا تو جروا مع عبارة الكتب وبحواله الفصل والباب (عبارت کتب اور فصل اور باب کے حوالہ کے ساتھ بیان کیجئے اور اجر پائے۔ ت) فقط۔

الجواب:

صریح الفاظ میں نیت کی حاجت نہیں ہوتی، اور خود لکھنا اور دوسرے کے لکھے ہوئے کو سُن کر اس پر دستخط کرنا یکساں ہے اور خوفِ برادری کہ حدِ اکراہ تک نہ ہو کوئی عذر نہیں، اگر تحریر میں یہ تھا کہ

آج سے اس قدر ماہوار یعنی ماہ بماء دیا کرے، اور مہینہ گزر گیا کہ اس نے نہ دیا تو ایک طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر اُسے رجوع کا اختیار ہے اگر پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو ورنہ تین طلاقیں ہو گئیں اور بے حلالہ نکاح نہ ہو سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۹: از موضع بھر تول ضلع بریلی مسئلہ نظام علی صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ بدلو کا نکاح مسماۃ کا منی سے عرصہ تین برس کا ہوا تھا کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی، عرصہ ڈھائی سال کا ہوا کہ بدلو ملازم ہو کر ڈیرہ اسماعیل خاں چلا گیا، خبر گیری نان نفقہ کی چھوڑ دی، جب اُس کی بیوی کے ورثانے یعنی والدہ اور خالو نے خط بنا کر خبر گیری نان نفقہ کے روانہ کئے تو اُس نے اُس کے جواب میں خط روانہ کیا کہ میں نے مسمیٰ کو طلاق دی اور اُسے زوجیت سے چھوڑ دیا، چنانچہ مزید احتیاط والدہ خالو مسماۃ کا منی نے تھانے میں رپٹ لکھالی اور خط دکھلادیا اور ایک تار معرفت تھانہ دار روانہ کیا، تار کا جواب بذریعہ خط بیرنگ کے دیا کہ میں نے مسماۃ کو طلاق دے دی، پھر تیسرا خط آیا اس میں بھی یہی لفظ تحریر ہیں کہ ہم نے مسماۃ کا منی کو طلاق دے دی، اب یہ طلاق شرعی ہوئی یا نہیں؟ تیسرے خط میں ہی لفظ تحریر ہیں کہ میری طرف سے تین دفعہ طلاق ہے اب ہمارے پاس خط نہ بھیجنا اب تار پھر دیا تب بھی جواب طلاق کا دیا۔

الجواب:

اگر کا منی کو واقعی صحیح اطمینان ہے کہ یہ خطوط بدلو ہی کے لکھے ہوئے ہیں تو وہ اپنے آپ کو تین طلاقیں سے مطلق سمجھے اور بعد عدت نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر وہ آیا اور اُن خطوط کے لکھنے سے منکر ہوا تو بغیر شہادت گواہانِ عادل طلاق ثابت نہ ہوگی اور نکاح ثانی رد کر دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰: از رنگپور مسئلہ محمد یونس ۱۱ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

(۱) اگر زوجین میں طلاق کی بابت اختلاف ہو خاوند منکر اور بی بی طلاق کا ثبوت دینا چاہتی ہو تو ثبوت کا کیا طریقہ؟

(۲) جانبین میں شاہدین موجود ہوں مطلقہ کے شاہد کی گواہی دیں اور خاوند کے اس بات پر کہ مطلقہ نے بعد طلاق اُن سے کہا ہے کہ خاوند نے طلاق دینا چاہا تھا مگر نہ دی تو اب کون سی بات قابلِ سماعت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

بحالتِ اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور دو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا

کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہو جائے گی، پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلاً مسموع نہ ہوگا، ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہہ دے گا کہ اُس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۲: از کوٹہ راجپوتانہ محلہ روزپورہ فراش پاٹن مرسلہ عبدالشکور خاں صاحب ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی بعد عرصہ دراز ہندہ نے زید پر اس مضمون سے نالش زر مہر دائر کی کہ زید نے یہ کہہ کر کہ مجھ کو میری والدہ یہ وصیت کر کے مری ہے کہ اگر تو اپنی زوجہ کو پانی زوجیت میں رکھے گا تو میں قیامت میں دامنگیر ہوں گی گھر سے نکال دیا زید نے زر مہر اپنے ذمہ واجب سمجھ کر دغوی زر مہر سے اقبال کیا اور ہندہ کو اپنی زوجہ قبول کر کے سپردگی خواہش کی کچہری نے زر مہر کی ڈگری دے دی ہندہ نے ایک سال دس ماہ بعد نالش زر مہر کو طلاق کی بنا پر ظاہر کر کے یعنی وصیت والفاظ مذکورہ بالائی بنا پر نالش نان و نفقہ ایام عدت دائر کی، زید اس بیان ہندہ سے قطعی انکاری ہے بلکہ کچہری میں نالش سپردگی زوجہ دائر کی ہے تو کیا ایسی صورت میں ایسے الفاظ سے طلاق ہو سکتی ہے اور کیا نالش زر مہر کی بنا پر تصور ہو سکتی ہے اور کیا زید اپنی زوجہ کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے اور کیا ہندہ ایسی حالت میں نان و نفقہ ایام عدت پاسکتی ہے؟

الجواب:

محض بیان ہندہ سے کہ زید نے اپنی ماں کی یہ وصیت بیان کر کے اسے نکال دیا طلاق ثابت نہیں ہو سکتی جبکہ زید اُس بیان ہندہ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اگر اتنے الفاظ خود بیان زید سے ثابت ہوں جب بھی مثبت طلاق نہ تھے، ماں کی وصیت بیان کرنا طلاق نہیں، عورت کو گھر سے نکال دینا طلاق نہیں جب تک زبان سے بہ نیت طلاق نہ کہے کہ "نکل جا"، اور نیت طلاق کا حل اس کے اقرار سے ثابت ہوگا وہ کہے میں نے ت طلاق نہ کہا اور قسم کھالے معتبر ہوگی۔

وذلك لان اخرجی یحتمل ردافیتوقف علی الذیۃ لکل حال ویکفی تحلیفہا فی منزلة کما فی الدر المختار۔	یہ اسلئے کہ "نکل جا" میں جواب کا احتمال ہے لہذا ہر صورت میں اس سے طلاق مراد لینا نیت پر موقوف ہوگا، اور نیت کے لئے خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے جیسا کہ در مختار میں ہے (ت)
--	---

بالجملہ صورت مسئلہ میں طالق ثابت نہیں زید اُسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے، ہندہ کی نالش

^۱ در مختار باب کنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

باطل ہے، اور جب طلاق نہیں عدت کہا کہ اس کا نفقہ ہو، نفقہ زوجیت کا ہوگا اگر شوہر کے یہاں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۲۳: از شہر کہنہ بریلی محلہ شاہدانہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ نصر اللہ صاحب ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حالت غصہ میں اپنی زوجہ کو مارنے گیا اور کہا کہ اگر تُو لڑنے اور منہ زوری کرنے سے نہ مانے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دوں گا، وہ نہ مانی، شوہر نے کہا کہ "تجھ کو طلاق دی میں نے، جا تجھ کو طلاق دی میں نے"۔ اس کا نتیجہ یہ ہے جافظ، اب زید رجوع کرنا چاہتا ہے، بموجب شرع کے کیا حکم ہے؟
الجواب:

تین طلاقیں ہو گئیں بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

اس لئے کہ "جا" کا لفظ اگرچہ جواب بننے کا احتمال رکھتا ہے اور اگر پہلے طلاق دی ہو تو اس کی غایت بننے کا بھی احتمال رکھتا ہے، چونکہ حال مذاکرہ طلاق ہے لیکن جواب کے احتمال والے لفظ میں طلاق کے لئے نیت ضروری ہے، مگر یہاں خاوند کا طلاق کو واقع کرنا جواب کے احتمال کو رد کر دیتا ہے اور یوں ہی خاوند کا کہنا "اس کا نتیجہ یہ ہے" بھی جواب کے احتمال کو ختم کرتا ہے کیونکہ بیوی کی نافرمانی کا نتیجہ طلاق کو قرار دیا گیا جواب کو نہیں، لہذا جواب کا احتمال خلاف ظاہر ہے اس لئے قضاء بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی، اور قرینہ قاضی کی

لان (جا) وان كان يحتمل رداو غايته تقدم الطلاق ان الحال صال حال المذاكرة لكن ما يحتمل الردينوى فيه مطلقا غير ان ايقاعه الطلاق يرد ارادة فيه مطلقا غير ان ايقاعه الطلاق يرد ارادة الرد وكذا قوله (اس کا نتیجہ یہ ہے) فان الناتج من نشوزها تطليقها لارده فكان خلاف الظاهر فلا يصدق فيه قضاء، والقرينة كالقاضي^۱ كما في الفتح والبحر قال في الدر المختار ذهبي وتزوجي تقع واحدة بلانية^۲ قال الشامي لان تزوجي قرينة فان نوى الثلاث فثلاث بزازية^۳ ثم نازعه بان تزوجي

^۱ بحر الرائق كتاب الطلاق ۱/۳۵۷

^۲ در مختار باب الكنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱

^۳ رد المحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۷۲

<p>ایضاً کنایۃ فکیف یکون قرینۃ وان القرینۃ لا بدلہا من التقدم وهو ههنا متاخر^۱ اھ محصلہ، ولاورد لشئ منہما فیما نحن فیہ لتقدم الصریح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>طرح فیصل ہوتا ہے جیسا کہ فتح اور بحر میں ہے، درمختار میں کہا کہ خاوند نے کہا "تو چلی جا اور نکاح کر لے" تو اس کی بیوی کو ایک طلاق بغیریت بھی ہو جائے گی۔ علامہ شامی نے فرمایا: یہ اس لئے کہ "نکاح کر لے" کا لفظ قرینہ ہے اور مذکورہ صورت میں تین کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی، برازیہ اھ۔ پھر علامہ شامی نے اس پر سوال اٹھایا کہ "نکاح کر لے" خود کنایہ ہے تو یہ کیسے قرینہ ہوگا، نیز قرینہ پہلے ہوتا ہے جبکہ "نکاح کر لے" "تو چلی جا" کے بعد ہے، اھ، محصلہ، جبکہ ہمارے زید بحث مسئلہ میں یہ دونوں اعتراض نہیں ہیں کیونکہ یہاں صریح طلاق پہلے ہے اور "جا" کا لفظ بعد میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۲۲۴: از بڑودہ محلہ فتح پورہ پانی گرہ مکان رحمن مہات مرسلہ زینب بی بی بنت پیر خاں ۷ اذی الحجۃ ۱۳۱۱ھ علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطابق میرے سوال کے جواب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، میرے شوہر نے روبرو چار گواہ کے عرصہ دو برس کا ہوا طلاق بائن دیا نکاح باطل ہو گیا یا نہیں؟ اس اس کا اجر اللہ جل شانہ، دے گا۔
الجواب:

طلاق بائن دیتے ہی عورت فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے مرد کو اس پر کچھ اختیار نہیں رہتا۔ عالمگیری میں ہے:

<p>اما حکمہ فوقوق الفرقة بأنقضاء العدة فی الرجعی وبدونہ فی البائن کذا فی فتح القدیر^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی طلاق میں عدت گزرتے ہی بیوی اور خاوند میں جدائی ہوگی اور بائن طلاق میں طلاق کے بعد ہی فرقت ہو جائے گی عدت گزرنے کا انتظار نہیں ہوگا کذا فی فتح القدیر واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	--

^۱ ردالمحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت /

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۸۱ھ

مسئلہ ۲۲۵: از بمبئی محلہ کماٹی پورہ دوسری گلی مرسلہ محمد عثمان صاحب حنفی سنی قادری ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو ایک شخص کے سامنے کہا "میں تجھے طلاق دیتا ہوں" بعینہ یہی زید کی زوجہ
اور خواہد امن کا کہنا ہے، بعدہ ایک طلاق نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ عبارت درج تھی کہ اپنی بی بی زہرہ کو تلاق کہہ دیا اور زید
کا والد حلقاً کہتا ہے کہ میرے لڑکے نے "طلاق دیتا ہوں" کہا تھا اور اس کے والد کی نسبت دو آدمیوں نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ
نہیں کہتا اور زید کے والد نے یہ بھی کہا کہ یہ شخص یعنی زید جو لڑکا ہے میرا زہرہ بی بی کے والد کا نام نہ لیا جو بھولٹی تھا بلکہ زہرہ
لعل محمد کو طلاق دیتا ہوں۔ اور طلاق نامہ پانچ آدمیوں کے روبرو تحریر کیا گیا ان میں ایک آدمی یہ کہتا تھا کہ زید سے جب کہا گیا
کہ طلاق دے تو زید نے کہا "ہوں دیتا ہوں" اس صورت میں طلاق بائنہ ہوئی یا رجعی یاں نہیں؟

الجواب:

سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زید اب طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے یا منکر ہے، اگر اقرار کرتا ہے تو جیسی طلاق کو وہ مقرر ہے ویسی ہو گئی
رجعی یا بائن یا مغلطہ، اور اگر منکر ہے تو ان بیانوں سے جو سوال میں لکھے گئے اگر واقع میں ایسے ہی میں اصلاً کوئی طلاق ثابت
نہیں، اُس کا یہ لفظ کہ "میں تجھے کو طلاق دیتا ہوں" اس کا گواہ صرف ایک مرد ایک عورت اور وہ بھی اس کی عورت کی ماں، اور
طلاق نامہ کے یہ لفظ سوال میں ہیں کہ "اپنی بی بی زہرہ کو تلاق کو دیا" اس سے طلاق نہیں ہوتی، اس کا تو اتنا حاصل ہے کہ اسے
طلاق دینے کے لئے کسی کو سپرد اور کیا اور اس باپ کا جو بیان ہے وہ بھی مثبت طلاق نہیں کہ پہلے مرد کے ساتھ مل کر نصاب
کا مل ہو جائے، جب عورت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ نام لیا اور لعل محمد کی بیٹی کہا اور وہ لعل محمد کی بیٹی نہیں تو اس کو طلاق
نہیں۔ پچھلے بیان میں اس کی طرف اضافت نہ سوال میں ہے نہ جواب میں، اور طلاق نامہ لکھتے وقت کا یہ بیان ہے تو معنی ارادہ پر
حمل واضح ہے، غایت یہ کہ اگر وہ پہلا اور یہ پچھلا شخص ثقہ عادل ہوں تو زید سے حلف لیا جائے، اگر حلقاً کہہ دے کہ میرا ارادہ
طلاق کا نہ تھا تو ہرگز طلاق ثابت نہیں، ہاں اگر نقل طلاق نامہ میں دوسرا لفظ "کو" قلم سائل سے زائد نکل گیا ہے اور اس میں یہ
لکھا ہے کہ "زہرہ کو تلاق دیا" اور اس طلاق نامہ کے لکھنے کا وہ مقرر ہو یا دو گواہ عادل شرعی باقاعدہ شہادت دیں تو ایک طلاق رجعی
ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو غصہ کی حالت میں طلاق کے لفظ بولا

یعنی کہا حرامزادی تجھ کو میں نے طلاق دیا تو میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا۔ تو اب زید کہتا ہے ہندہ کو میں نے بیشک طلاق دیا لیکن دو طلاق دی یا تین طلاق دیا اس وقت میری یاد نہیں ہے مگر اس جگہ میں اُس وقت دو عورت تھی ایک زید کی میادوسری بہن یہ دونوں عورتیں کہتی ہیں زید نے اپنی بی بی کو ایک طلاق دیا اور حرامزادی میرے گھر سے نکل جا میں تجھ کو نہیں رکھوں گا اور ہندہ زید کی بیوی بھی یہی کہتی ہے۔ شرع شریف میں کیا حکم ہے طلاق واقع ہوا یا نہیں تو رجعی یا بائن طلاق مغلطہ؟ بینواتوجروا زیادہ والسلام فقط۔

الجواب:

جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھی یا تین، تو دو سمجھی جائیں گی جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو،

فی الاشباہ والدر المختار والعقود الدریۃ وغیرہا لوشک اطلق واحدة او اکثر بنی علی الاقل ^۱ ۔	اشباہ، در مختار، عقود در یہ وغیرہا میں ہے کہ ایک طلاق یا زیادہ میں شک ہو تو کم عدد والی یقینی ہوگی۔ (ت)
--	--

زید نے اس لفظ سے کہ "تو میرے گھر سے نکل جا" اگر طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن پڑیں فان البائن یلحق الصریح والرجعی یصیر بائناً بلحق البائن (بائن طلاق، رجعی طلاق کو لاحق ہو سکتی ہے تو بائنہ کے لاحق پر رجعی بھی بائنہ ہو جاتی ہے۔ ت) ورنہ ایک طلاق رجعی پڑی،

لان اخرجی مباہیحتل ردا فلا یقع بہ بلانیۃ وان كانت الحال حال المذاکرۃ لتقدم التطلیق یقع کما نصوا علیہ۔	کیونکہ "نکل جا" یہ لفظ رد کا احتمال رکھتا ہے لہذا نیت کے بغیر اس سے طلاق نہ ہوگی، اور اگر مذاکرہ طلاق کا حال جیسے پہلے طلاق دے دی ہو تو "نکل جا" سے طلاق واقع ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے۔ (ت)
---	--

ہاں اگر یہ سارا جملہ کہ "میں نے تجھ کو طلاق دی، میرے گھر سے نکل جا" دوبارہ کہا اُن میں ایک بار بھی "میرے گھر سے نکل جا" سے یت طلاق کی کی تو تین طلاقیں ہو گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

^۱ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

مسئلہ ۲۲۷: محمد حسن از مدرسہ منظر اسلام بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیک میں کہ زید اپنی بی بی سے بولنا اور بوسہ لینا اور جماع کرنا اور مباشرت کرنا حرام سمجھتا ہے، آیا طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ تمام عمر تُو مجھ پر حرام ہے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

زیرے سمجھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک زبان سے نہ کہے اور اس کہنے سے کہ تُو مجھ پر حرام ہے طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے کل گئی بعد عدت اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے، اور اگر اُس شوہر سے نکاح چاہے تو عدت میں بھی ہو سکتا ہے اور بعد بھی۔

<p>ردالمحتار میں ماتن کے "تواکلی ہے، توبری ہے، تو حرام ہے طلاق بائن" کے تحت لکھا ہے کہ ماتن کا قول "حرام ہے" عنقریب بیان آئے گا کہ اس ہمارے زمانے میں بغیر یت بھی بائن طلاق واقع ہوگی کیونکہ طلاق کے لئے یہ لفظ عرف بن چکا ہے حرام کے ساتھ علی (مجھ پر) کہے یا نہ کہے الخ، اسکی مکمل تحقیق اس پر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فی ردالمحتار تحت قوله خلیة بربية حرام بائن الخ قوله حرام سیاتی وقوع حرام بائن به بلانیة فی زماننا للتعارف سواء قال علی^۱ الخ وتماہم تحقیقة فیما علقناہ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

مسئلہ ۲۲۸ تا ۲۲۹: از ڈاک خانہ سنوہ قادریہ ضلع چانگام جو نیر مدرسہ مدرسہ مولوی جمال الدین صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۸ھ

<p>(۱) اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں اور دوبارہ نکاح کر لیا ہو تو کیا وہ دوبارہ تین طلاقیں کا مالک قرار پائے گا یا نہیں</p> <p>(۲) ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا کسی آیت یا حدیث سے ثابت</p>	<p>(۱) اگر کسی نے خود را دو یا یک طلاق بائن دہد بعد ازاں تجدید عقد نماید پیش ثانیاً مالک سے طلاق گردویانہ؟</p> <p>(۲) در آن واحد سے طالق معادادن و ایقاعش نمودن از کدامی آیت وحدیث ثابت نگرود حضرت</p>
---	--

^۱ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۶۲۴

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حکم از کجا آوردند واجماع بروئے چرانمودند واگر خلافت کندی حکم یک طالق دہد مواخذہ خواہد شد یا نہ چرا؟	نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہو، اگر کوئی ان مذکورہ تین کو ایک طلاق قرار دے تو مواخذہ ہوگا یا نہیں تو کیوں؟
--	--

الجواب:

(۱) مالک سے طلاق نہ شود ہر چہ باقی ماندہ است ہموں بدست اوست۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	(۱) تین طلاقوں کا مالک نہ ہوگا بلکہ باقی ماندہ طالق کا مالک رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) خلافت نہ کند مگر مخالف سواد اعظم و حکم عمر حکم خداست قال اللہ تعالیٰ مَا أَتَيْتُمُ الرَّسُولَ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ^۱ ، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة الخفاء الراشدین وعضوا علیہا بالنواجذ ^۲ ، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ^۳ لانا آتکھ از کنا آورد از انجا آوردہ کہ حق سبحانہ ہم در حق عمر فرمودہ لَعَلَّہُ الذِّینَ یَسْتَبِطُونَهُ مِنْهُمْ ^۴ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سواد اعظم کی مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سواد اعظم کا مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالیٰ کی ترجمانی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو کچھ سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی پیروی کرو۔" لیکن یہ کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالیٰ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا ہے حکم کو معلوم کر لیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں تم سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ القرآن الکریم ۵۹/۷

^۲ سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت الخفاء الراشدین البہدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵

^۳ مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیروت ۳۸۲/۵

^۴ القرآن ۸۳/۴

مسئلہ ۲۳۰: از قصبہ کوردور کوٹ ضلع اٹاواہ مسئلہ محی الدین احمد صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور وہ اس کے گھر سے باہر ایک ہفتہ رہی، اندر ایک ہفتہ کے پھر اس نے اُس کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور وہ اس کے گھر میں مثل زوجہ موجود ہے، اس کے واسطے شرعی کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر عورت کو طلاق دے کر ہفتہ کے بعد پھر رکھ لیا، اگر تین طلاقیں دی تھیں فاسق وزانی ہوا، یونہی اگر طلاق بائن تھی اور دوبارہ نکاح نہ کیا حرام کاری ہوا، اور اگر طلاق بائن تھی اور نکاح کر کے رکھ لیا طلاق رجعی تھی اور بلا نکاح واپس کر لیا تو گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمتا کے باپ اور بھائی اور ماں اور دیگر ورثاہ بیت اس امر کے طلاق مشہور کرتے ہیں کہ جو کچھ جلداد شوہر کی ہے اس کو چھین کر اور شوہر سے زوجیت کو چھڑا کر بجائے دیگر اس کا عقد کریں اور زر شوہر سے نفع اٹھائیں، بموجب شرع کے ایسے شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر واقع میں اس نے طلاق نہ دی یہ لوگ دانستہ جھوٹ باندہ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اس کے شوہر سے جھڑالیں تو سخت عذاب ولعنت الہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت) قال اللہ تعالیٰ:

اور سیکھتے ہیں ان دونوں سے وہ جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی کر سکیں۔ (ت)	فَيَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يَفْعَلُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ^۱ ۔
---	---

رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس متامن خبب امرأۃ علی زوجها او عبدا علی سببہ ^۲ ۔ رواہ	وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی کی بیوی کو اس کے خلاف بنائے، یا کسی غلام کو اپنے آقا کے خلاف
--	---

^۱ القرآن الکریم ۱۰۲/۲

^۲ المستدرک للحاکم باب لیس متامن خبب امرأۃ علی زوجها الخ دار افکر بیروت ۱۹۶/۲، سنن ابوداؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور

<p>ابوداؤد والنسائی والحاکم بسند صحیح وابن حبان فی صحیحہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو عند احمد بسند صحیح والحاکم وقال صحیح واکثرہ والبزار وابن حبان عن بریدۃ وعن الطبرانی فی الاوسط والصغیر عن ابن عمر وعند ابی یعلی والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔</p>	<p>کرے۔ اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے بسند صحیح اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، اور یہ امام احمد کے ہاں صحیح سند اور امام حاکم نے کہا صحیح ہے اور اس کو انہوں نے ثابت قرار دیا، اور بزار اور ابن حبان نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے اوسط اور صغیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابو یعلیٰ کے ہاں اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۲۳۲: از بیچنا تھ باڑہ ضلع رائے پور مرسلہ شیخ اکبر حسین صاحب متولی مسجد بیچنا تھ باڑہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع رائے پور میں ایک موروثی قاضی نے اپنی بی بی کو شرعی طور پر طلاق دی اور طلاق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا حتیٰ کہ اس کے کپڑے وغیرہ بھی دے دئے اور اپنے یہاں سے اُس کی ماں کے گھر پہنچا دیا بعض بعض باشندگان رائے پور نے بغرض تحقیق اس بات کے کہ طلاق دی یا نہیں جلسہ کیا قاضی نے اس جلسہ میں بھی مکرر سہ کر ان الفاظ سے بیان کی کہ میں انہوں نے بھی اپنے طور پر بہت کچھ سمجھایا، تقریباً چار برس کے بعد عورت کے وارثوں نے مہر کا دعویٰ کیا جب نوبت وارنٹ کی پہنچی تو قاضی اور دوسرے لوگوں نے جن کی یہ منشا تھی کہ کسی طرح سے بس اس میں میل ہو جائے کسی دوسری عورت کے ذریعہ اس عورت کو ملا دیا کچھری کا جگھڑا تو عورت کے آنے پر طے ہوا اب عدالت شرعی کیا حکم فرماتی ہے آیا طلاق ہوئی یا نہیں در صورت طلاق ہونے کے یہ کس صورت میں اپنے نکاح میں لاسکتا ہے اور یہ شخص امامت اور قضاء کر سکتا ہے یا نہیں، اور دوسرا شخص اس کے حکم سے نیابت کر سکتا ہے یا نہیں، اور جن اشخاص نے عورت کو راضی کرنے اور بلانے میں مدد کی ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ بیینوا تو جروا

الجواب:

جبکہ قاضی نے اپنی عورت کو طلاق دی طلاق ہو گئی، اس میں تو اصلاً شبہ نہیں، پھر اگر طلاق

بائن دی تھی یا عدت گزر کر بائن ہو گئی تو بے نکاح جدید اُسی عورت سے مل جانا حرام قطعی تھا، اور اگر تین طلاقیں دے چکا جب تو بے حلالہ نکاح جدید بھی ناممکن تھا اور یہ خیال کہ غصہ میں مطلقاً طلاق نہیں ہوتی محض جہلانہ خیال ہے، طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے رضامندی میں کون چھوڑتا ہے، پس دو صورت سابقہ میں اگر قاضی نے بے نکاح جدید اور صورت اخیرہ میں بے حلالہ نکاح اُس عورت سے میل کر لیا تو وہ اس کے ساتھی جتنے لوگ اس ملانے میں شریک و مددگار تھے سب مرتکب حرام و فاسق ہوئے، فاسق امام بنانے کے لائق نہیں یہاں تک کہ جو اُسے امامت پر باقی رکھے گا گنہگار ہوگا کیا نص علیہ فی ردالمحتار عن الغنیة عن الحجة (جیسا کہ ردالمحتار میں غنیہ کے حوالے سے حجۃ سے صراحتاً نقل کیا۔ت) یونہی وہ عہدہ قضائے شرعی کا بھی مستحق نہیں (کرم خردو ہونے کی وجہ سے عبارت ختم ہو گئی ہے ۱۲)

فی الدر المختار الفاسق لا یقلد وجوباً ویأثم مقلدہ بہ یفتی اھ ^۱ ملخصاً۔	دُر مختار میں ہے ضروری ہے کہ فاسق کو قاضی کا عہدہ نہ سونپا جائے اس کو قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہے، اسی پر فتویٰ ہے اھ ملخصاً (ت)
--	---

اور وہ خود ان عہدوں پر نہ رکھا جائے، دوسرے کو نائب کیا کرے گا اور یہ قضائے عرف عینی نکاح خوانی جسے عہدہ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہئے کہ نکاح خاص امر دین ہے اور عمر بھر صد ہا احکام دینیہ اُس پر مقرر ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا امور دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان، ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا ^۲ الْآيَةَ۔ وَاللَّهُ سَبِّحْنَهُ وَتَعَالَىٰ أَعْلَمُ وَعَلَيْهِ جَلَّ مَجْدُهُ اْتَمُوا وَاحْكُمُوا۔	اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خوب چھان بین کر لے (آیۃ) (ت)
--	--

مسئلہ ۲۳۳: از بھدرک ضلع بالسر ملک اوڑیسہ مسئلہ ضمیر خاں نگھا ۸ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضمیر خاں نامی ایک شخص نے اپنی حقیقی سالی سے زنا کا مرتکب ہوا، اُسکے شوہر نے ضمیر پر پکھری میں مقدمہ دائر کیا بعد مقدمہ اس کی سالی کو اُسکے شوہر نے باقاعدہ طلاق دے دی لیکن جس وقت مقدمہ چل رہا تھا ضمیر کی زوجہ کے ضمیر کو سخت سُست کہنے سے غصہ میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دے چکا تھا جب مقدمہ سے ضمیر نے خلاص پایا اُس نے اپنی سالی سے

^۱ در مختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲

^۲ القرآن الکریم ۶/۳۹

وعدہ کیا تھا، اگر میں مقدمہ سے خلاص ہوا تو تجھے اپنے مکان میں رکھوں گا لہذا اپنی سالی کی زبان بندی سے مقدمہ سے مخلص پایا اور اپنی سالی کو اپنے مکان میں لے آیا اوپر کے بیان کے مطابق ضمیر کو کاروائی کرنے سے بستی والوں نے جبر کیا اور ایک جلسہ کر کے کہا تو چاہے چھوٹی کو نکال دے یا بڑی کو طلاق دے اور چھوٹی سے نکاح کر لے، اُس وقت ضمیر نے اپنی منکوحہ کو طلاق ثلاثہ دیا اور اپنی سالی سے نکاح کر لیا، ایسی حالت میں کیا حکم شرع شریف ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اس کی پہلی زوجہ کو تین طلاقیں ہو گئی، اسکی عدت گزرنے کے بعد نکاح کیا ہے نیز سالی کو اس کے شوہر نے جو طلاق دی اس کی عدت بھی گزرنے کے بعد تو یہ نکاح صحیح ہو گیا اور اگر دونوں عدتوں میں سے کوئی عدت باقی تھی تو حرام فاسد ہوا اس پر فرض ہے کہ اُس دوسری کو بھی چھوڑ دے جب دونوں بہنوں کی عدتیں گزر جائیں اس دوسری سے نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۳۴: از دلیل گنج ذاک خانہ جہان آباد ضلع پبلی بھیت مرسلہ اکبر یار خان صاحب و حافظ سید میر صاحب ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جو غیر جگہ کی رہنے والی تھی اُس کی ماں ایک عرصہ سے یہاں آباد تھی جب اُس کی ماں بیمار ہوئی تو اُس کے دیکھنے کی غرض وہ عورت یعنی اُس کی لڑکی دلیل گنج آئی اُس کی ماں اس عرصہ میں مر گئی اسکی دو بہنیں بھی دلیل گنج میں موجود ہیں جن کی شادی بھی یہیں ہوئے بعد انتقال اُس کی ماں کے اس کے بہنوئی کے بھائی نے اپنے گھر میں رکھ لیا کچھ عرصہ تک وہ اپنے بہنوئی کے بھائی کے یہاں رہی پھر اُس کے خاوند کو بلوایا اور چودہ ۳ روپے دے کر اُس کے خاوند سے طلاق دلوائی اب وہ بدستور اُس شخص کے یہاں موجود ہے یہ فیصلہ جن پنپوں نے کیا ہے آیا صحیح ہے اور ان شخصوں کی بابت کیا حکم ہے جنہوں نے یہ پنجایت کی اور اس کی نسبت جس کے گھر میں غیر نکاحی عورت موجود ہے اب اس کا نکاح بعد عدت کرنے کا ارادہ ہے آیا وہ نکاح صحیح ہوگا یا غلط؟

الجواب:

طلاق ہو گئی بعد عدت نکاح صحیح ہوگا اور یہ جس نے بلا نکاح اُسے اپنے یہاں رکھا ہے اگر کسی امر ناجائز کا اُس کے ساتھ مرتکب ہوا ہے اگرچہ اسی قدر کہ تنہا مکان میں ایک منٹ کے لئے ساتھ ہونا تو فاسق ہے مستحق عذاب اور چودہ ۳ روپے اگرچہ بطور مالکانہ نہ دئے گئے جیسا بعض رذیل جاہلوں میں رواج ہے تو یہ لینا دینا دونوں حرام اور وہ فیصلہ کرنے والے سب مبتلائے آثام، اور اگر مردوزن میں اتفاق

کی کوئی صورت نہ تھی اور عورت نے روپے دے کر طلاق لی یا اس کی طرف سے کسی اور نے دے تو یہ صورت خلع میں آجائے اور جس کی طرف سے زیادتی ہے اس پر الزام رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۵: از موضع آواں ڈاکخانہ بیگووال ریاست پکورتھلہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید اپنی منکوحہ سے نو یا دس سال سے جدا ہو گیا البتہ خط ارسال کرتا رہا اس کی منکوحہ روز نکاح سے اپنے والدین کے گھر میں رہی اب ایک سال سے زید کی منکوحہ نے خود زاپنا دوسرے خاوند بکر سے نکاح کر لیا اس کے نطفہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کے پہلے خاوند مسمیٰ زید کی خبر اور خط آتے رہتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور اولاد اس عورت سے بکر نے جو حاصل کی طریقہ جائز ہے اور وہ اولاد شرعاً حلال ہے؟ اور بکر امام مسجد بھی ہے اور اس نے یہ ناجائز کام کیا تو جو شخص اس کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے کیا وہ درست ہیں؟ اور اگر درست نہیں تو انہیں کیا تعزیر ہونی چاہئے؟

الجواب:

بکر نے جو اس عورت سے نکاح کیا اگر اسے معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے تو یہ نکاح اس کے حق میں گناہ نہ ہوا اور اس نکاح سے اگر چھ^۱ مہینے یا زیادہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اسے ولد الزنا نہ کہیں گے اور وہ اسی بکر کا ہے،

علی مراجع الیہ الامام وعلیہ الفتویٰ تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہ۔	امام صاحب نے جس طرف رجوع فرمایا اس کی بناء پر اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تجنیس، خانیہ، سراجیہ، ہندیہ وغیرہ۔ (ت)
---	---

پھر اگر اسے اب تک نہیں معلوم تو اس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج، اور اگر بعد کو معلوم ہو گیا اور عورت کو نہیں چھوڑتا تو زانی ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب اور اگر وقت نکاح ہی سے اسے معلوم تھا کہ یہ دوسرے کی منکوحہ ہے اور دانستہ نکاح کیا تو نکاح نہ ہوا زانی محض ہوا بہ یفتی، ذخیرہ، ہندیہ، فتح، بحر (اسی پر فتویٰ ہے ذخیرہ، ہندیہ، فتح، بحر۔ ت) اور اس صورت میں لڑکا زید کا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاهر الحجر ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	بچہ شوہر کا اور زانی کو پھتر، واللہ تعالیٰ اعلم۔
--	--

^۱ مسند احمد بن حنبل حدیث بن عفان دار الفکر بیروت ۵۹/۱، کنز العمال حدیث تراث الاسلامی حلب بیروت ۲۹۳/۵

مسئلہ ۲۳۶: ازرائے پور ممالک متوسط محلہ بیچنا تھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحاق صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو عورت مطلقہ بطلاق بائن غیر مغلطہ ہے تو اس کا نکاح بعد عدت اس کے زوج سے
تو ہو سکتا ہے لیکن جس صورت میں کہ وہ اپنے زوج سے راضی نہ ہو بعد عدت بائن کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے
عند الشرع یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

شوہر سے تو اسی وقت نکاح ہو سکتا ہے کچھ عدت گزرنے کی حاجت نہیں، ہاں دوسرے شخص سے بعد عدت گزرنے کے کر سکتی
ہے، جس عورت پر طلاق بائن ہو وہ فوراً طلاق پڑتے ہیں خود مختار ہو جاتی ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے، شوہر اول
سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں ہو سکتی،

<p>ہندیہ میں ہدایہ سے منقول ہے کہ جب طلاق بائن ہو اور تین سے کم ہوں تو خاوند کو عدت کے اندر اور ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کرنا جائز ہوگا الخ اور ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ طلاق کا حکم یہ ہے کہ رجعی ہو تو عدت ختم ہو جانے پر اور بائن ہو تو عدت ختم ہوئے بغیر بھی جدائی ہو جائے گی اھ، در مختار میں ہے کہ بائن طلاق سے بیوی نکاح کے لئے خود مختار ہو جاتی ہے اھ، عقود در یہ میں ہے کہ بائن طلاق واقع ہو جانے پر اپنے آپ کی مالک ہو جاتی ہے اور عدت ختم ہو جانے پر وہ خاوند کیلئے اجنبی بن جاتی ہے، ملخصاً، یہ تمام مسائل مشہور اور واضح طور پر معلوم ہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فی الہندیۃ عن الہدایۃ اذا کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان یتزوجہا فی العدۃ وبعد انقضائها^۱ الخ وفیہا عن الفتح حکمہ وقوع الفرقة بانقضاء العدۃ فی الرجعی وبدونہ فی البائن^۲ اھ وفي الدر المختار لانہا لاتملک نفسہا الا بالبائن^۳ اھ وفي العقود الدرۃ وقع علیہ طلقۃ بائنۃ ملک بھا نفسہا و حیث انقضت عدتہا صارت اجنبیۃ^۴ اھ ملخصاً والمسائل کلہا واضحۃ شہیدۃ معلومۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ وما یتصل بہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۱-۷۲-۷۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ کتاب الطلاق الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸-۳۹

^۳ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

^۴ العقود الدرۃ فی تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ کتاب الطلاق تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۵

مسئلہ ۲۳۷: از موضع لال پور ڈاکخانہ موہن پور بنگالہ مرسلہ منیر الدین احمد لالپوری کمرلوی ۸ شوال ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ شرک پر عین اعتقاد رکھے اور بتخانے میں سجدہ وغیرہ کرنے سے اپنی بی بی کے نکاح سے خارج ہو گیا وہ اگر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے بی بی مذکورہ سے نکاح کرے تو حلالہ کرے یا بغیر حلالہ کے نکاح درست ہے؟

الجواب:

جو تین طلاق دے چکا ہو وہ یا جو رو یا دونوں اگر قہار کی لعنت اپنے سر لینے کو مرتد، مشرک، بت پرست کچھ بھی ہو جائیں وہ تین طلاقیں رہیں گی مسلمان ہو جانے کے بعد پھر حلالہ کی ضرورت ہوگی بے حلالہ ہر گز مرتد، مشرک، بت پرست نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے طلاق زید سے دو مہینے بعد بکر سے نکاح کر لیا ۸ سال تک اس کے یہاں رہی اس مدت میں چار بیٹے ہوئے زید قید ہو گیا تھا بعد قید بھی ہندہ کا دغوی دار نہ ہوا اب اس قدر مدت کثیر کے بعد ہندہ بے رضائے بکر خانہ بکر سے نکل کر خالد کے ہیں چلی گئی اس صورت میں ہندہ منکوحہ بکر ہے اور اس پر بکر کا دغوی اپنے پاس رکھنے کا پہنچتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مسئلہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض مکمل گزر چکے تھے اس کے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاح ثانی ختم ہو چکے ہوں یا وقت طلاق زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضع حمل ہو گیا اگرچہ اُس دن ہوا ہو اُس کے بعد اس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر صحیح تھا اور بکر اسے لینے کا دغوی کر سکتا ہے عورت جبراً اُسے دلائی جائے گی،

قال اللہ تعالیٰ اَلرَّجَالُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ ^۱	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر غلبہ حاصل ہے۔
(ت)	

اور اگر ان دو مہینے میں تین حیض مکمل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کر لیا تو وہ

عہ: امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اڑتالیس دن میں ہو سکتے ہیں ۱۲۔

^۱ القرآن الکریم ۳۴/۴

نکاح ہر گز صحیح نہ ہوا،

<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک پابند رکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا عدت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں نئے نکاح کا عزم نہ کریں۔ (ت)</p>	<p>قَالَ تَعَالَى وَالْمُطَلَّقَةُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ^۱ وَقَالَ تَعَالَى وَلَا تَعْرُضُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ^۲۔</p>
--	---

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جدا ہو جائیں اور ترک تعلق کریں، اور بکر نہ مانے تو عورت بطور خود جدا ہو سکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جدائی کرادے،

<p>دُر مختار میں ہے: دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی یا غیر موجودگی میں فسخ کا اختیار ہے دخول کر چکا ہو یا نہ کیا ہو، صح قول یہی ہے تاکہ گناہ سے اجتناب ہو سکے، لہذا یہ بات وجوب فسخ کے منافی نہیں بلکہ اس کے باوجود قاضی پر واجب ہے کہ دونوں میں تفریق کرے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>فی الدر المختار یثبت للکل واحد منها فسخه ولو بغير محضر صاحبه دخل بها أولا فی الاصح خروجاً عن المعصية فلا ینافی وجوبه بل یرجب علی القاضی التفریق بینہما^۳۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

مسئلہ ۲۳۹: از کانپور محلہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مرسلہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فتاویٰ شمس الدین و فتاویٰ ترمذی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے نکاح کیا لیکن نیت میں ہے کہ بعد اتنے دنوں کے طلاق دوں تو یہ نکاح درست ہے پس جو شخص دو چار روز یا دو چار مہینے میں طلاق دے دیا کرے اور اس قسم نکاح پر مدامت کرے اور لوگوں کو بھی اس جانب مائل کرے تاکہ وہ لوگ زنا سے محفوظ رہیں تو آیا ایسے شخص کو ثواب ملے گا یا نہیں، اور مدامت کی صورت میں متعہ تو نہ ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

متعہ تو ہر گز نہ ہوگا جب تک نفس عقد میں مدت معینہ خواہ غیر معینہ کی حد نہ مقرر کی جائیگی،

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۷

^۲ القرآن الکریم ۴/۳۳۵

^۳ در مختار باب المهر مطبع مکتبائی دہلی ۲۰/۱

<p>فی الدر المختار بطل نکاح متعة مؤقت وان جهلت البدة او طالت فی الاصح و لیس منه مالونکحها علی ان یطلقها بعد شهر او نوی مکثہ معها مدة معينة¹</p>	<p>در مختار میں ہے: متعہ اور مقررہ مدت تک کا نکاح باطل ہے اگر ہو مدت مقررہ مجہول ہو یا دراز ہو اصح قول میں، اور اگر ایک ماہ بعد طلاق دینے کی شرط پر نکاح کیا یا صرف نیت میں معینہ مدت تک پاس رکھنا مقصود ہو تو یہ دونوں صورتیں از قبیل باطل نہ ہوں گے۔ (ت)</p>
--	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>التوقيت انما یكون باللفظ²</p>	<p>مدت مقررہ تک نکاح کے لئے زبانی مدت کا تعین ضروری ہے (جو کہ باطل ہے)۔ (ت)</p>
---	---

مگر ایسے کی طرف لوگوں کو ترغیب نہ کی جائے اور خود بھی اس سے احتراز چاہئے جب تک کوئی حاجت صحیحہ شرعیہ ہر بار طلاق زوجہ کی طرف داعی نہ ہو کہ بے حاجت شرعیہ عورت کو طلاق دینا ثواب درکنار شرعاً ممنوع،

<p>علی ما صححه فی الفتح وحققه فی ردالمحتار وفيه وعنه عن مشائخ المذهب ان الاصل فيه الحظر لمافيه من كفران نعمة النكاح والاباحة للحاجة الى الخلاص³</p>	<p>شرعی ضرورت کے بغیر طلاق دینا ممنوع ہے جس کی تصحیح فتح میں ہے اور اس کی تحقیق ردالمحتار میں ہے، اور اسی میں فتح سے منقول کہ مشائخ سے مروی ہے کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے کیونکہ اس میں نکاح جیسی نعمت کی ناشکری ہے، اور طلاق کا مباح ہونا خلاصی کے لئے حاجت کی وجہ سے ہے۔ (ت)</p>
--	---

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

<p>تزوجوا ولا تطلقوا⁴ فان الله لا يحب الذواقين ولا الذواقات⁵ وفي لفظ لا تطلقوا النساء</p>	<p>نکاح کرو اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک نہ پیدا ہو (یعنی بے حاجت صحیحہ) طلاق نہ دو</p>
---	---

¹ درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۰/۱

² بحر الرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۸/۳

³ ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۱۶/۲

⁴ تاریخ بغداد ترجمہ نمبر دار الکتاب العربی بیروت ۱۹۱/۱۲

⁵ مجمع الزوائد باب فیمن یکثر الطلاق دار الکتاب العربی بیروت ۳۳۵/۴

<p>الامن ربيبة فان الله تعالى لا يحب الذواقين ولا الذواقات¹۔ رواه الطبرانی في الكبير عن ابی موسی الاشعري رضي الله تعالى عنه۔</p>	<p>کہ اللہ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا یعنی جو کچھ کچھ کر چھوڑ دینے کے لئے نکاح کرتے ہیں (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)</p>
---	---

غور کیجئے تو آیہ کریمہ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسْفِحِينَ² میں بھی اسی سے ممانعت کی طرف اشارہ ہے یعنی نکاح کرو عورتوں کو قید میں رکھئے، نہ مستی نکالنے، پانی گرانے۔ بعض صحابہ کرام مثل سیدنا امام حسن مجتبیٰ و مغیرہ بن شعبہ وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو کثرت نکاح و طلاق منقول ہے اسی حالت حاجت شرعیہ پر محمول ہے،

<p>في رد المحتار اذا وجدت الحاجة المذكورة ابيع وعليها يحصل ما وقع منه صلى الله تعالى عليه وسلم ومن اصحابه وغيرهم من الائمة صونالهم عن العبث والايناء بلا سبب³۔</p>	<p>رد المحتار میں ہے کہ جب حاجت مذکورہ پائی جائے تو طلاق مباح ہے، اور اسی معنی پر محمول ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور دیگر ائمہ کرام سے متعدد نکاح کے واقعات ہوئے، تاکہ ان حضرات کی طرف عبث اور ایذاء رسانی کی نسبت نہ ہونے پائے۔ (ت)</p>
---	---

محفوظ نہ ناکاذر بے معنی ہے ایک وقت میں چار تک شرعی اجازت ہے اور اس سے زائد کبھی جمع نہیں ہو سکتیں، اور عقل و نقل و تجربہ شاہد ہیں کہ نفس اتارہ کی باگ جتنی کھینچے دبتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیتے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے

والنفس كالطفل ان تهمله شب على حب الرضاع وان تفضطه ينفطم

(نفس بچے کی طرح ہے اگر آپ اسے موقع دیں گے تو وہ ماں کا دودھ پینے میں دلیر رہے گا،

اور آپ دودھ چھڑا دیں تو وہ چھوڑ دے گا۔ ت)

¹ المعجم الاوسط حديث نمبر المكتبة المعارف الرياض ۸/۴۱۳

² القرآن الكريم ۴/۲۴

³ رد المحتار كتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۱۶

جب ہمیشہ خواہش نو کی عادت ڈالی گئی اور پُر ظاہر کہ چند روز رکھ کر چھوڑنے کے لئے دو تار تازہ عورت کا ملنا خصوصاً ہندوستان میں سخت مشکل ہے تو جب اس میں کمی ہوگی نفس بد خو جسے صبر کا خو گر کیا ہی نہ تھا وہ رنگ لائے گا کہ ایک پر قناعت کرنے والے اس کی ہوا سے آگاہ نہیں۔ والہ تعالیٰ سب بخنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۱۲۴۰: مرسلہ محمد عبدالرحمن جلتانی شافعی از بنارس محلہ مدنی پورہ مدرسہ امداد العلوم مسجد کلاں ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں از روئے مذہب شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

(۱) ایک شخص شافعی المذہب زوجین باہم رہتے تھے شوہر کو جذام کا عارضہ ہو گیا جس کے خوف کی وجہ سے اُس کی زوجہ اپنے ماں کے یہاں چلی گئی، شوہر اس کو بلاتا رہا مگر اس کے لاحقہ عارضہ کے خوف سے اس کی زوجہ نہ آئی یہاں تک کہ شوہر اُس کا اُسی عارضہ میں فوت ہوا، اس صورت میں مہر و ورثہ و نان نفقہ زوج کے ترکہ سے زوجہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ از روئے شرع الطیف بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمایا جاوے۔

(۲) بعض اشخاص زوجہ مذکورہ بالا کو زوج مرحوم کے ترکہ سے ورثہ و نان نفقہ دینے میں انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زوجہ کو کچھ پہنچتا ہی نہیں ورثہ زوجہ قرآن مجید سے ثابت یا نہیں اور منکر اُس کا دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا یا نہیں فقط، بینوا توجروا

الجواب:

زوجہ متوفی کو صورت مستفسرہ میں باتفاق ائمہ حنفیہ و شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ مہر و ترکہ قطعاً ملے گا، ائمہ حنفیہ کے نزدیک تو جبت و عنت یعنی آلت بریدگی یا نامردی کے سوا کوئی مرض شوہر مطلقاً سبب فسخ نکاح نہیں، در مختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشاً کجنون و جذام و برص ^۱ الخ۔	خاوند بیوی میں کسی کو دوسرے کے عیب جسمانی مثلاً جنون، جذام اور برص کے امراض کی وجہ سے فسخ کا اختیار نہیں ہے الخ (ت)
--	---

^۱ در مختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

اور ائمہ شافعیہ کے یہاں اگرچہ جنون و جذام مستحکم و برص مستحکم سے خیالِ فسخ حاصل ہوتا ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ان امراض کے سبب آپ ہی نکاح زائل یا عورت کو بطورِ خود فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے بلکہ یہ معنی کہ فی الفور بلا تاخیر قاضی شرع کے حضور مطالبہ فسخ پیش کرنے کا اختیار ملتا ہے، جب وہ حکم فسخ دے اس وقت نکاح فسخ ہوتا ہے، بغیر اس کے وہ بدستور زوج و زوجہ ہیں۔ امام علامہ یوسف اردبیلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اجلہ شافعیہ سے ہیں کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

لا یثبت بالبرص والجذام قبل الاستحکام خیار العیب علی الفور ولا ینفردان بالفسخ بل لا بد من الرفع الی القاضی ^۱ اھ ملتقطاً۔	برص اور جذام کے مستحکم ہونے سے قبل فوری طور پر خیالِ عیب ثابت نہیں ہوتا، اور خاوند بیوی خود فسخ نہیں کر سکتے بلکہ قاضی کے ہاں مرافعت ضروری ہے اھ ملتقطاً (ت)
--	--

یہاں جبکہ نہ حاکم شرع کی طرف مرافعہ ہوا، نہ اس نے فسخِ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تو باتفاقِ ائمہ نکاح قائم رہا پس نص قطعی قرآن عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِ تَوْصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ^۲ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصہ، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا، یہ تقسیم وراثت تمہاری وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے۔ (ت)
--	---

وراثتِ زوجہ بلاشبہ ضروریاتِ دین سے ہے جس پر تمام فرقِ اسلام کا اجماع اور ہر خاص و عام کو اس کی اطلاع، تو مطلقاً اس کا انکار یعنی یہ کہنا کہ زوجیت شرع میں ذریعہ وراثت ہی نہیں صریح کلمہ کفر ہے، ہاں اگر براہِ ناواقفی عروضِ جذام کو خود مزیلِ نکاح سمجھ کر اس عورت کے استحقاقِ وراثت سے انکار کیا تو جہل و سفاہت باتفاق اور شرع مطہر پر بے باکانہ جرات ہے کفر نہیں، بالجملة صورتِ مسئلہ میں عورت یقیناً مستحقِ ترکہ ہے، یونہی باتفاق مہرِ مستی تمام و کمال واجب الادا ہے، خفیہ کے طور پر تو ظاہر ہے، شافعیہ کے نزدیک یوں کہ شوہر قبل انفساخِ نکاح مر گیا، انوار میں ہے:

^۱ الانوار لاعمال الابرار الطرف العاشر فی العیوب مطبعة جمالیة مصر ۱۳/۲

^۲ القرآن الکریم ۱۲/۴

لومات المعيب قبل الفسخ تقدر المهر ولافسخ ¹ ۔	عيب والا خاوند اگر فسخ سے قبل فوت ہو جائے تو مہر لازم ہوگا، فسخ نہ ہوگا۔ (ت)
---	--

بلکہ یہاں تو بالفرض اگر نکاح فسخ بھی کر دیا جاتا جب بھی مہر مثل ساقط نہ ہوتا۔ عبارتِ سوال سے ظاہر کہ شوہر کو اس مرض کا حدوث بعد زفاف ہوا تو بحالتِ فسخ بھی پورا مہر لازم الادا۔ انوار میں ہے:

اذا فسخ فان كان قبل الدخول سقط المهر ولا متعة، فسخ هو اولى وان كان بعده فان كان بعيب مقارن او حادث قبل الدخول وجب مهر المثل وان كان بحادث بعده وجب المسمى ² ۔	مرد یا عورت نے نکاح فسخ کیا تو اگر یہ فسخ دخول سے قبل ہوا تو مہر ساقط ہو جائے گا، اور جوڑا ساقط نہ ہوگا، اور اگر فسخ نکاح دخول کے بعد ہوا تو اگر دخول کے ساتھ یا دخول سے قبل، عیب پیدا ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا، اور دخول کے بعد عیب پیدا ہوا تو پھر مقررہ مہر واجب ہوگا۔ (ت)
--	---

رہا نان و نفقہ وہ بعد موت شوہر زمانہ عدت یا اس کے بعد کا باتفاقِ مذہب صحیح حنفی و شافعی اصلاً واجب نہیں، اس کے دینے سے ورثہ انکار کرتے ہوں تو بیشک بجائے۔ در مختار میں ہے:

لا تجب النفقة بأنواعها لمعتدة موت مطلقاً ولو حاملاً ³ ۔	کسی قسم کا نفقہ موت کی عدت والی کے لئے مطلقاً واجب نہ ہوگا اگرچہ حاملہ ہو۔ (ت)
--	--

انوارِ شافعی میں ہے:

المعتدة عن النكاح الفاسد لان نفقة لها حاملاً كانت او حائلاً وكذا الممتدة عن الوفاة ⁴ ۔	نکاح فاسد کی عدت والی کے لئے کوئی نفقہ نہیں، حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اور یہی حکم موت کی عدت والی کا ہے۔ (ت)
---	---

حاشیہ الکشری علی الانوار میں ہے:

المعتدة عن الوفاة لاتستحق النفقة والمؤنة	موت کی عدت والی نفقہ اور خرچہ کی مستحق نہیں ہے،
--	---

¹ الانوار الاعمال الابرار الطرف العاشر في العيوب مطبعة جمالية مصر ۳/۲۳

² الانوار الاعمال الابرار الطرف العاشر في العيوب مطبعة جمالية مصر ۳/۲۳

³ در مختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۳/۲۷۳

⁴ الانوار لاعمال الابرار کتاب النفقات الطرف الثالث في موانع النفقة مطبعة جمالية مصر ۲۲۸/۲

لصحة الخبر بذلك ¹	کیونکہ اس معاملہ میں صحیح حدیث ہے۔ (ت)
اسی طرح اگر ان دنوں کا نفقہ مانگتی ہے جن میں وہ بے اجازت شوہر اپنی ماں کے یہاں چلی گئی اور شوہر بلاتارہا، نہ آئی، تو ان ایام کا نفقہ بھی بالاتفاق نہ پائے گی کہ اس چلے جانے سے وہ ناشزہ و نافرمان ہے اور ناشزہ کے لئے جب تک ناشزہ رہے بالاجماع نفقہ نہیں۔ قرۃ العین علامہ زین شافعی میں ہے:	
تسقط بنشوز ولو ساعة كامتناع من تمتع لالعذر وخرج من مسكن بلا اذن ²	بیوی کی نافرمانی اگرچہ ایک دفعہ ہو جیسا کہ بلاعذر جماع سے انکار، یا بغیر اجازت گھر سے نکلنا نفقہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ (ت)

انوار میں ہے:

لانفقة للناشزة وان قدر على ردها الى الطاعة قهر اولو هربت منه او خرجت بلا اذنه من بيته فناشزة ³ اھملخصاً۔	نافرمان بیوی کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں اگرچہ جبراً خاوند اسے اطاعت پر مجبور کر سکتا ہو، اور اگر بیوی بھاگ جائے یا گھر سے بلا اجازت نکل جائے تو وہ نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصاً (ت)
ہاں اس سے پہلے ایام تسلیم نفس وعدم نشوز میں اگر کسی دن کا نفقہ نہ ملا تھا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک تو اس کا بھی دعوٰی نہیں کر سکتی کہ نفقہ اگر مفروضہ بحکم حاکم ہو موت احد الزوجین سے ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ نفقہ مفروضہ شوہر سے نہ ملا اور بحکم قاضی شرع عورت نے قرض لے لے کر خرچ کیا ہو کہ اس صورت میں ذمہ شوہر پر دین قرار پا کر موت سے ساقط نہیں ہوتا، تنویر حنفی میں ہے:	
بموت احدهما وطلاقها يسقط المفروض الا اذا استدان بامر القاضي ⁴	بیوی اور خاوند میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے یا طلاق ہو جانے سابقہ مقررہ نفقہ ساقط ہو جائے گا لیکن اگر قاضی کے حکم پر بیوی قرض لے کر خرچ کرتی رہی تو وہ قرض ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

البتہ ائمہ شافعیہ کے نزدیک جب ایام مذکورہ کا نفقہ نہ ملا شوہر پر مطلقاً دین ہے کہ کسی کی موت سے

¹ الکبشوری علی الانوار الطرف الثالث فی موانع النفقة مطبعة جمالیہ مصر ۲۲۸/۲

² قرۃ العین فی شرح فتح المعین فصل فی النفقة عامر الاسلام پورپریس اتروانگاری کبیر ص ۲۲۲ تا ۲۲۰

³ الانوار لاعمال الابرار الطرف الثالث فی موانع النفقة مطبعة جمالیہ مصر ۲۲۸/۲

⁴ درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۲۷۰/۱

ساقط نہ ہوگا اتنے دغوی کے نزدیک کر سکتی ہے۔ ہدایہ خفیہ میں ہے:

قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تصیر دینا قبل القضاء ولا تسقط بالہوت لانه عوض عندہ فصار کسائر الدیون ^۱ ۔	امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قاضی کے حکم کے بغیر بھی بیوی کا لیا ہوا قرض برائے نفقہ، موت کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک نفقہ معاوضہ ہے لہذا دوسرے واجب الادا امور کی طرح ہوگا۔ (ت)
--	--

انوار شافعیہ میں ہے:

لومل یکسہامدة صارۃ علیہ دینا ^۲ ۔	اگر کچھ مدت بیوی کو لباس نہ دیا تو وہ خاوند کے ذمہ قرض ہوگا۔ (ت)
---	--

اسی میں ہے:

لومات فی اثنائہ بلا قبض فدیون فی ذمتہ ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر بیوی اسی اثناء میں فوت ہو جائے تب بھی خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

۵ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

از کنگھڑ مرسلہ شیخ احمد بخش

مسئلہ ۲۴۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ ساتھ بکر کے تیرہ^۳ ہوئے جب بطور زوجہ اور شوہر بہ تعین مہر صہ عہ ہزار روپے اور دس^۴ دینار سرخ کے اس کے مکان میں رہی آٹھ برس تک برابر رہی ہندہ کے جانے سے مکان میں بکر کے دو برس کے بعد بکر کو بیماری جذام کی شروع ہوئی جب چھ برس تک ہندہ سے اور بکر سے صحبت مثل زن و شوہر کے نہیں ہوئی اسکے بعد آٹھ برس کے ہندہ کو بکر نے اپنے گھر سے نکال دیا ہندہ اپنی گزر اوقات جس طرح ممکن ہوا کرتی رہی مکان سے نکال دینے سے چھ ماہ بعد ہندہ پر بکر نے دغوی فراری فوجداری میں دائر کیا اس میں ہندہ نے زوجیت سے انکار کیا اور بکر نے بجائے صہ عہ ہزار روپے سورپے کے مہر کا اقرار کیا کچھری فوجداری نے زوجہ ہونا قائم رکھا بعد اُس کے سال بھر بعد دلاپانے زوجہ کا دغوی دیوانی میں دائر کیا اس وقت حسب تصفیہ باہمی یہ طے ہوا کہ ہندہ جہاں چاہے رہے اس عرصہ پانچ برس نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور عرصہ تیرہ برس سے بوجہ بیماری صحبت نہیں ہوئی اور بکر نے واقعی

^۱ الہدایۃ باب النفقة المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۲۰/۲

^۲ الانوار لاعمال الابرا کتاب النفقات الطرف الثانی فی کیفیۃ الانفاق مطبوعۃ جمالیۃ مصر ۲۲۵/۲

^۳ الانوار لاعمال الابرا کتاب النفقات الطرف الثانی فی کیفیۃ الانفاق مطبوعۃ جمالیۃ مصر ۲۲۵/۲

مہر سے انکار کیا اور نان نفقہ نہیں دیتا ہے اور قابلِ صحبت نہیں ہے تو ایسی صورت میں کیا چارہ ہندہ کے واسطے ہو نا چاہئے ہندہ خُلا یا طلاق پاسکتی ہے یا کیا ہندہ نان نفقہ اور کرایہ مکان پاسکتی ہے یا نہیں کیونکہ بکر اپنی زوجہ کے ساتھ معہ اپنی دختر کے ایک کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں اور ہندہ علیحدہ ایک مکان میں بکر کے مکان سے بفاصلہ ایک جریب کرایہ پر رہتی ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

بکر پر نان و نفقہ و مسکن ہندہ کا انتظام لازم ہے جبکہ ہندہ اپنے آپ کو اس کی قید میں رکھے، آوارہ گرد کا نان نفقہ نہیں ہوتا، اگر ہندہ اپنی جانب سے کوئی بات سقط نان و نفقہ نہ کرے اور بکر پھر بھی نفقہ نہ دے تو حاکم بکر کو مجبور کرے کہ نفقہ دے ورنہ طلاق دے، یا بکر راضی ہو تو ہندہ اس سے مہر وغیرہ مال پر خُلع کر لے بغیر اس کے جب تک بکر زندہ ہے اگرچہ بیمار ہے ناقابلِ صحبت ہو گیا ہندہ خود مختار نہیں ہو سکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳: از سنگ پور مرسلہ ابراہیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص بعارضہ جذام مبتلا ہو کر بستی سے نکل گیا مگر اپنی زوجہ کو باوجود علیحدگی بھی طلاق نہ دیتا، عورت مذکورہ از حد خواہش نکاح رکھتی ہے، دیگر ایک شخص مسٹی رستم نے اسی عورت مندرجہ بالا سے زنا کیا جس کا مقرر ہے زیادہ ثبوت کا حاجت نہیں، برادرانِ اسلام نے اس جرم پر اس کا حقہ پانی سلام و کلام ترک کر دیا ہے اب وہ نادم اور توبہ کار ہے لہذا اس کو ملنا چاہتے تو آیا وہ اس طریقہ سے شامل برادرانِ اسلام ہو سکتا ہے؟ فقط والسلام۔

الجواب:

اگر وہ شخص عورت سے صحبت کر سکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قادر ہے تو اس پر واجب نہیں کہ عورت کو طلاق دے اور عورت اس سے جدائی نہیں کر سکتی، اور اگر اُس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گتھگار ہوگا، اس صورت میں کہ صورت اس پر واجب ہو اور نہ دی، اگر جبراً اس سے طلاق لے لی جائے تو ہو جائے گی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منّا من خب امرأة علی زوجها ^۱ ۔ رواہ ابو داؤد	ہمارے گروہ سے نہیں کسی کی عورت کو اس سے بگاڑ دے (اس کو ابو داؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ
والحاکم بسند صحیح عن ابی ہریرۃ	

^۱ سنن ابو داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۶، المستدرک للحاکم باب لیس منّا من جب امرأة علی زوجها الخ دار الفکر بیروت

والطبرانی فی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر وفی الاوسط کابی یعلی بسند صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور طبرانی نے صغیر میں اور ایسے ہی اوسط میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اوسط میں ابو یعلیٰ کی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۲۴۴: از بلرام پور ضلع گوئڈہ متصل یتیم خانہ مرسلہ نذر محمد صاحب ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے پیر ساگی میں ہندہ نوجوان سے نکاح کیا بعد چند روز کے ہندہ اور زید میں
طرح طرح کی مخالفتیں واقع ہوئیں اور بوجہ بد کرداری زید کے ہندہ نے زید سے طلاق مانگا اس شرط پر کہ میں مہر معاف کردوں
اور تم طلاق دے دوزید نے نہ مانا مجبور ہو کر ہندہ نے اپنا معاملہ حاکم تحصیل کی کچہری میں پیش کیا حاکم تحصیل نے ہندہ کو طلاق
کی ڈگری دے دی اب ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اگر عورت جوان طاقتور ہے اور شوہر بڈھا فرقت ہے
عورت شوہر کے پاس نہیں رہنا چاہتی ہے شوہر چھوڑنا نہیں چاہتا تو شرعاً کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟
الجواب:

لا الہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دے طلاق تحصیلدار کے دے نہیں ہو سکتی قال اللہ تعالیٰ بَيِّدَ عَقْدَةِ النِّكَاحِ^۱ (اللہ تعالیٰ
نے فرمایا: نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔) دوسری جگہ نکاح کرے گی تو حرام قطعی وزنا ہوگا قال اللہ تعالیٰ
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۲ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں۔) ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اسے
اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے، اگر وہ اس پر قادر نہیں تو اس پر فرض ہے کہ اسے طلاق دے دے،

قال اللہ تعالیٰ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِعَوْفٍ أَوْ قَارِئُوهُنَّ بِعَوْفٍ ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو طلاقیں کے بعد بیوی کو حُسنِ سلوک سے پاس رکھو یا اُن کو بھلائی کے ساتھ فارغ کر دو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	--

مسئلہ ۲۴۵: از بلرامپور محلہ پور نیاتالاب ضلع گوئڈہ مرسلہ تنج بہادر خاں ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہندہ نے اپنے شوہر زید پر بحالت نزاع

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۷

^۲ القرآن الکریم ۴/۲۴

^۳ القرآن الکریم ۶۵/۲

پچھری دیوانی میں دعوٰی طلاق دائر کیا۔ شہادت وغیرہ پیش کر کے عورت نے اپنی طلاق کی ڈگری حاصل کر لی اب یہ عورت از روئے شرع شریف دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اور اگر بعد طلاق حاصل کردہ شوہر اول اس سے بعد چار پانچ ماہ کے رجعت کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچا دعوٰی رکے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کر سکتی ہے، اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہو گا قال اللہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہو کر ختم ہوں،

وَإِن طَلَّقْتُم بَعْضَهُنَّ ثَلَاثًا تَفَرُّوا ^۲	طلاق دی ہوئی عورت اپنے آپ کو تین حیض تک پابند کریں (ت)
--	--

اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہو کر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۲۳۶: ازربلی محلہ بہاری پور مرسلہ غلام مرتضیٰ صاحب ۱۶ شعبان ۱۳۲۶ھ
ہندہ صالحہ ہے اور اس کا شوہر فاسق فاجر موزی معطن سود خوارہ اور شرابی و عیاش ہے، ہندہ کو مار پیٹ کرتا تھا بلکہ چاقو چھری سے آمادہ رہتا تھا اور ایک بار چاقو مارا کہ جس سے گھائی دہنے ہاتھ کی کٹ گئی، دوسری مرتبہ ایک چاقو مارا جس بائی ہاتھ کی کلائی میں زخم پہنچا جس کے ہر نشان اب تک موجود ہیں، اکثر عورت کو شراب پینے پر بحالت نشہ مجبور کرتا تھا، چنانچہ ایک بار اس کے جگر پر ہندہ نے شراب سے نفرت ظاہر کی تو اس کے وہی گلاس مارا جس سے اس کو چوٹ لگ گئی اور آنکھوں میں شراچ پڑی جس سے آنکھیں دکھ آئیں اور عرصہ تک تکلیف رہی اور شخص مذکور تعلق ناجائز کئی عورتیں سے رکھتا تھا ان میں سے ایک عورت سے نکاح کر لیا تھا چند روز بعد اُسے مار پیٹ کر نکال دیا شوہر کی ان حرکات ناشائستہ سے ہندہ نہایت پریشان رہتی تھی ار ان بد چلن عورتوں کو اکثر گھر میں رکھتا تھا آخر کار

^۱ القرآن الکریم ۲۴/۴

^۲ القرآن الکریم ۲۲۸/۲

مجبوراً ہندہ کے والدین نے عرصہ سات ۴ سال کا ہوا بٹھالیا اس مدت میں شوہر ہندہ نے نان و نفقہ کی کچھ خبر نہ لی اور بد چلنی اس کی اب تک برابر اسی روش پر ہے عرصہ ڈھائی سال کے قریب ہوا کہ ایک عورت اور کرلی ہے اسی دوران میں شوہر نے نالاش دلا پانے زوجہ کے دائر کی کہ وہ بوجہ ثبوت بد چلنی کے خارج ہو گئی پر شوہر نے اپیل بھی کی وہ بھی خارج ہو گئی ہندہ کی یہ خواہش ہر گز نہیں ہے کہ میں اس موذی کے گھر جاؤں کیونکہ علاوہ دیگر تکالیف کے اب اندیشہ عجان بھی غالب ہے اس لئے کہ نالاش مذکور خارج ہو جانے سے مخالفت باہمی بہت کچھ بڑھ گئی ہے پس اس صورت میں علمائے دین سے استفسار ہے کہ شوہر سے طلاق یا دست برداری ہو سکتی ہے یا نہیں، اور شرعاً نکاح بھی رسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ہر گز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دنیوی و جانی و جسمانی اس کا ہر طرح کا ضرر ہے، جان جانے کا اندیشہ باقی و موجود اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ^۱ عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار فی السلام ^۲	اسلام میں نہ ضرر ہے نہ کسی کو ضرر دینا۔
---------------------------------------	---

پس اگر کچھ لوگ صالحین و اہل دین میسر ہو سکتے جن کی حمایت میں عورت کا رہنا شرعاً بھی جائز ہو اور وہ اس کی نگہداشت کافی طور پر کر سکیں اور شوہر کو اس کے دین جسم و جاں پر تعدی نہ کرنے دیں جب تو عورت وہاں اپنے آپ کو سپرد شوہر کرتی کہ اس میں دونوں کے حق مراعات رہتے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لوقالت انه بضربنی ویوذینی فمرو ان یسکننی بین قوم صالحین فان علم القاضی ذلک زجره ومنعه عن التعدی فی حقها والایسأل عن صنیعه فان صدقوها منعه عن التعدی فی حقها ولا یتروکھا ثمہ	بحر میں ہے اگر بیوی نے قاضی کو درخواست دی کہ خاوند مجھے مارتا اور افتیت دیتا ہے تو اس حکم دیجئے کہ مجھے نیک لوگوں میں سکونت دے، اگر قاضی خود اس معاملہ سے آگاہ ہو تو خاوند کو ڈانٹے اور مارنے اور زیادتی سے منع کرے، ورنہ پڑوسیوں سے خاوند کے رویے کے متعلق معلوم کرے اگر وہ بیوی کی تصدیق کریں تو قاضی خاوند کو زیادتی سے منع
--	--

^۱ القرآن الکریم ۶/۶۵

^۲ معجم اوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۹۱/۶

وان لم یکن فی جوارھا من یوثق بہ او کانوا یمیلون الی الزوج امرہ باسکانہا بین قوم صالحین ^۱ ۔	کرے ورنہ اسی مسکن میں رہنے دے، او اگر اس کے پڑوس میں کوئی ثقہ آدمی نہ ہو یا پڑوسی خاوند کی طرفداری کریں تو خاوند کو پابند کرے کہ وہ بیوی کو نیک لوگوں میں رہائش دے۔ (ت)
--	--

مگر غیر لوگوں سے اس زمانے میں نہ ایسی اُمید نہ ایسے لوگو ملیں گے پر نان نفقہ لازم کای جائے لائھا لیست بنا شرة لان انتنا عھا
بحق (کیونکہ وہ نافرمان نہیں کیونکہ اپنے حق کے لئے وہ خاوند کو جماع سے روکتی ہے۔ ت) پھر اگر اُس کے ساتھ خولت میں
اندیشہ ہو تو اس سے منع کریں اور یہی صورت معتبر ہے، اور اگر اب اندیشہ صحیح ہو اور ہندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع
شرابی کا ہندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرَ حَوْهِنَّ بِمَعْرُوفٍ ^۲	ان کو پاس روکے رکھو بھلائی کے ساتھ، یا ان کو فارغ کردو بھلائی کے ساتھ۔ (ت)
---	---

عورتوں کو تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو، جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہوا اور ترک
واجب گناہ ہے اس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے،

کما فی البحر والدرو غیرہما ان کل مرتکب معصیة لا حد فیہا فیہا التعزیر ^۳ ۔	جیسا کہ بحر میں ہے کہ وہ گناہ جس پر حد نہ ہو اس پر تعزیر ہوتی ہے۔ (ت)
--	--

بغیر اس کے بطور خود فسخ نکاح کی صورت ہمارے یہاں مذہب میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷: از موضع گھورنی ڈاک خانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

فسخ نکاح بہر وجہیکہ بود بلا تفرقہ قاضی شرع و بشرط بنودن قاضی شرع بلا حکم حاکم وقت میتواند شدیانہ، ودریں بلادما یا نہیں، اور ہمارے ملک	نکاح کا فسخ جیسے بھی ہو، قاضی کو تفریق کے بغیر اور قاضی شرع نہ ہونے کی وجہ سے وقت کے حاکم کے بغیر ہو سکے گا یا نہیں، اور ہمارے ملک
---	--

^۱ رد المحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۴

^۲ القرآن الکریم ۲/۲۳۱

^۳ در مختار باب التعزیر مطبع مجتبائی، دہلی ۳۲۷/۱

کہ قاضی شرع عدیم الوجود دست حکم حاکم غیر مسلم مناسب تفرقہ قاضی میواند شد یا نہ بتقدیر جواز نیابت اذن اولاد بدیست یا نہ؟	میں شرعی قاضی موجود نہیں تو کیا غیر مسلم حکمران قاضی کے قائم مقام ہو کر نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں اور اگر یہ فسخ کر سکتے ہیں تو کیا نیابت کیلئے ان کو اجازت حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (ت)
---	---

الجواب:

فسخ نکاح بردوگونہ است یکے آنکہ حقاً للشرع باشد مقارن ہچو نکاح زنی بر خواہش یا اصول و فروع مسموسہ یا آنکہ حرمت رضاعت داشتہ باشد الی غیو ذلک خواہ طاری چوں آنکہ رضاع یا مصاہرت بعد نکاح حرمت آرد یا شوہر مرتد شود والعیاذ باللہ تعالیٰ در ہچو صورت ہیچ حاجت قضائیت برہر یک زن و شوہر واجب ست فسخ کردنش اعظا ما للشریعة و اعدا ما للمعصیة نص علیہ فی الدر المختار وغیرہ من معتبدات الاسفار، دوم آنکہ برائے حق زن باشد چوں خیار بلوغ و عینین وغیرہما اینجا قضائے قاضی شرط ست تنہا زن یا ولی او باد مستبد تنواں شد اگر ولی بے تفریق قاضی جدا کردہ بزنی دیگر دہد حرام باشد زیرا کہ حق زوج باد متعلق ست و شرع حکم بتفریق نہ فرمودہ است و اصل ایں منصب شرع مطہر راست کہ کار کار دین ست پس ایں تفریق نہ رسد مگر قاضی را کہ نائب	نکاح کا فسخ دو قسم ہے، ایک شرع کی پاسداری کے لئے، اور یہ شرعی حق کو ابتداء سے عارض ہو، جیسے بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح، یا بیوی کے اصول (ماں، دادی) وغیرہ یا فروغ (بیوی کی پہلی بیٹی) کو شہوت سے چھوہا ہو، یا بیوی رضاعت کی وجہ سے حرام ہو وغیرہ ذالک، یا شرعی حق نکاح کے بعد لاحق ہوا، مثلاً رضاعت یا مصاہرت کی حرمت نکاح کے بعد عارض ہوئی ہو یا والعیاذ باللہ تعالیٰ، خاوند مرتد ہو گیا ہو تو ان تمام صورتوں میں فسخ نکاح کے لئے قاضی کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ مرد و عورت دونوں پر لازم ہے کہ وہ فسخ قرار دے کر جدائی اختیار کریں تاکہ شریعت کی تعظیم اور گناہ سے اجتناب کیا جاسکے، اس پر در مختار وغیرہ معتبر کتب میں تصریح کی گئی ہے، فسخ کی دوسری قسم یہ ہے کہ بیوی کے حق کی وجہ سے فسخ کیا جائے مثلاً بیوی کو بالغ ہونے پر فسخ کا اختیار حاصل ہو یا خاوند نامرد ہو وغیرہ، تو اس قسم میں فسخ کے لئے قاضی شرط ہے، بیوی یا اس کے ولی کو مستقل اختیار نہیں کہ وہ قاضی کے بغیر جدائی کا فیصلہ کریں، اگر اس صورت میں ولی نے قاضی کے بغیر عورت کا دوسرے سے نکاح کر دیا تو یہ نکاح حرام ہوگا کیونکہ ابھی پہلے
--	--

<p>خاوند کا حق اس عورت پر باقی ہے، اور شرعاً یہ تفریق نہ ہوگی کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے جس میں شرع کو ہی حق ہے، لہذا یہ کاروائی قاضی کے بغیر نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہی شرع کا نائب ہے، جیسا کہ نماز میں حق امامت حاکم کو ہی حاصل ہے، ہاں مسلمان ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>شرع مطہر است چنانکہ امامت در نماز حق حکام ست فاما شرط اسلام ست، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۳۸: سائل مذکور الرصد (سائل وہی پہلے مذکور ہے۔ ت)

<p>جس عورت کا خاوند دیوانہ ہونے کی وجہ سے تین چار سال ہسپتال میں پابند ہے ایسی عورت کو یہ اختیار ہے کہ وہ قاضی کی تفریق کے بغیر یا حکم حاکم کے بغیر نکاح فسخ کر لے یا نہیں؟ اور فسخ کی عدت پوری کئے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا کیا اس کے ولی کو یہ اختیار ہے عورت کے مطالبہ پر یا بغیر مطالبہ خود ہی قاضی تفریق کے بغیر صرف خاوند کے مجنون ہونے کی بنا پر دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح کر دے یا نہ؟ اور کیا بوقت ضرورت مثلاً زنا یا نفقہ کی محتاجی کے خطرہ پر غیر مفتی بہ قول کے مطابق حنفی مذہب کے علاوہ دوسرے کسی مذہب پر عمل جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دوسرے کسی امام کے مذہب پر خاوند کے مجنون ہونے پر قاضی کے بغیر فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ قاضی کے فسخ کے بغیر عدم جواز کی صورت میں نکاح کرانے والے اور نکاح کرنے والے مرد اور عورت کا کیا حکم ہے؟</p>	<p>ز نے راکہ شوہر ش دیوانہ شدہ از سہ چہار سال ہسپتال مقید گردیدہ است میرسد کہ بلا تفرقہ قاضی شرعی یا بلا حکم حاکم فسخ نکاح خود کند یا نہ و بلا انقضائے عدت فسخ بادیگرے نکاح خود میتواند کرد یا نہ یا ولی اورا میرسد کہ بطلب او یا بلا طلب او تفریق را و بلا تفرقہ قاضی محج بہجت مجنون شدن شوہر نکاح او بادیگرے کردہ بدہد یا نہ و بوقت ضرورت مثلاً خوف زنا و احتیاج نفقہ وغیرہ عمل بمذہب دیگر یا بقول غیر مفتی بہ از اقوال کے از ائمہ حنفیہ روا باشد یا نہ و بشرط جواز قول کسے در بارہ جواز فسخ نکاح آں مجنون الزوج را بلا تفرقہ قاضی ہست یا نہ، و در صورت عدم فسخ نکاح حکم نکاح و منکوحہ و منکوحہ چیست۔</p>
---	---

الجواب:

<p>خاوند اگر مجنون ہو جائے تو کسی طرح بھی ہمارے مذہب حنفی میں نکاح کا فسخ جائز نہیں ہے۔ اگر قاضی حنفی مذہب کا مقلد ہو تو اگر وہ فسخ کرے گا تو اس کا</p>	<p>شوہر اگر مجنون گردد نزد ما ہیچ گاہ فسخ نکاح نتوان شد و اگر قاضی شرع مقلد حنفی حکم بفسخ کند نیز باطل ست اذلیس للمقصدان</p>
---	--

فسخ باطل ہوگا کیونکہ مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کر سکتا، قدوری کی تصحیح میں علامہ قاسم نے اور پھر در مختار میں فرمایا کہ فتویٰ اور فیصلہ قول مرجوح پر جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، اور مستقل مجتہد صدیوں سے مفقود ہے، ہاں اگر شافعی یا حنفی قاضی کو سلطان نے عہدہ پر مقرر کرتے ہوئے یہ اجازت دی ہو کہ وہ ضرورت کی بنا پر اپنے مذہب کے مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر فیصلہ کر سکتا ہے تو اس قاضی کا فیصلہ صحیح ہوگا اور نافذ بھی ہوگا۔ اور یہ واضح ہے کہ اگر یہ تفریق ہوگی تو عورت کی خاطر ہوگی، شریعت کے حق کے لئے نہ ہوگی جبکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ایسی صورت میں اگر ولی نے یا خود عورت نے قاضی کی تفریق کے بغیر دوسرے شخص سے نکاح کیا تو ہر گز جائز نہ ہوگا، نکاح کے دونوں فریق اور نکاح کر کے دینے والے زناکاری میں مبتلا ہوں گے بشرطیکہ نکاح پڑھانے والے کو صورت حال کا علم ہو، ضرورت اگر صحیح اور واقعی ہو تو پھر مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر مبتلا شخص کو چاہئے کہ وہ خود عمل کرے لیکن مفتی ہر گز فتویٰ نہیں دے سکتا، اور وہ قاضی بھی جو اپنے مذہب کے مطابق فیصلے کرنے کا پابند ہو، وہ بھی ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا اگر فیصلہ کرے گا تو وہ بھی باطل ہوگا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور قابل اعتماد کتب میں اس کی تصریح موجود ہے، اور اگر مبتلا شخص خود دوسرے

یخالف مذہبہ در صحیح القدوری علامہ قاسم باز در مختار ست الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جہل و خرق للاجماع¹ (و مجتہد خود از صدہا سال مفقود است، آرے اگر قاضی شرعی شافعی المذہب باشد یا حنفی مگر سلطان کہ اورا بر قضا داشته است اذن داده باشد مثلاً ہنگام ضرورت بقول مرجوح فی المذہب یا بمذہب دیگر قضا کنی آل گاہ قضائے او صحیح و نافذ باشد و پیدا است کہ ایں تفریق اگر باشد بخاطر جاگرے تفریق قاضی شرع ولی بزنی دیگر دہد یا زن خودش بدگرے نکاح کند زہار جائز نیست نک و منکوحہ ہر دوزہ کار و منکوحہ نیز اگر بریں حال مطلع باشد بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر در آں خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل میتواں کرد فلما مفتی رانمی رسد کہ باو فتویٰ دہد یا قاضی مقلد مقید بالقضا بالمذہب باو حکم تواں کرد و اگر کند باطل شد کما قد منا و کل ذلک مصرح بہ فی الکتب المعتمدۃ و آنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند واجب ست کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد مثلاً قول امام محمد در تفریق زن مجنون شرط تفریق قاضی کہ بے روبراں قول مرجوح ہم عمل بناشد بلکہ بہوائے نفس والعیاذ

¹ در مختار مقدمہ کتاب رسم المفتی مطبع مجتہائی دہلی ۱۵۱۱

<p>مذہب یا مرجوح قول پر عمل کرے تو ضروری ہے کہ وہ ان تمام شرائط کی رعایت کرے، مثلاً امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجنون کی بیوی کے متعلق تفریق کے جواز کو قاضی سے مشروط کیا ہے اس کے بغیر مرجوح قول پر بھی تفریق جائز نہ ہوگی بلکہ یہ نفسانی خواہش کی پیروی ہوگی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۲۴۹: از اعظم گدھ ڈاکخانہ مبارکپور محلہ پرانی بہتی متصل مکان ناظر جی مرسلہ حبیب اللہ ولد بابو ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نابالغی میں نکاح ہوا اور وہ بی بی میکے سے اب تک رخصت ہو کر سرال نہیں گئی عرصہ تین برس کا ہوا کہ شوہر بیمار ہو گیا ہے اور برابر علاج بھی ہو رہا ہے مگر کوئی دوا فائدہ نہیں کرتی اور نہ کوئی حکیم مرض کا پتا بتائے کہ کون سا مرض ہے اب شوہر کی یہ حالت ہے کہ کوئی عضو کام کرنے کے لائق نہیں ہے ہر عضو سے معذور ہے، نہ چل سکتا ہے نہ کھڑا ہو سکتا ہے اور پاخانہ پیشاب سے بالکل معذور ہے اور زبان بھی درست نہیں ہے کہ زبان سے کوئی بات صاف نکلے کہ جو کوئی سمجھ سکے بلکہ پاخانہ پھرتا ہے تو دوسرا آبدست لے دیتا ہے یہی حالت آج تین برس سے ہے اور وہ باولے کی شکل ہو گیا ہے اپنے کپڑے کا کچھ خیال نہیں کرتا ننگا مادر زاد بھی ہو جاتا ہے اپنا خرچ بھی نہیں چلا سکتا اور نہ عورت کا چلا سکتا اور نہ شوہر کے والدین نے اس عورت کے نان نفقہ کا ابھی تک خیال کیا، لڑکی کے والدین عاجز ہو کر کے آپ کے پاس یہ سوال حبیب اللہ ولد بابو نے روانہ کیا ہے، ان سب حالتوں میں لڑکی کا نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ سب حالت اور واقعہ سچا تحریر ہے۔

الجواب:

ان وجوہ سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا، درمختار میں ہے:

<p>خاوند بیوی سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بنا پر فسخ کا اختیار نہیں ہے اگر وہ عیب واضح ہو مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا اس میں ہڈی یا غدود پیدا ہو گئی ہو۔ (ت)</p>	<p>لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشاً کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن^۱۔</p>
---	---

اس میں ہے:

^۱ درمختار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

لا یفرق بینہما بعجزہ عنہا ای عن النفقة و لو قضا بہ حنفی لم ینفذ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	خاوند اگر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو بھی تفریق جائز نہیں، اگر حنفی قاضی نے ایسا فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۲۵۰ تا ۲۵۴: از م بمبئی پوسٹ ۹ پیر ولین مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب مینجر طلسمی پریس ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ۷ سال ہوئے اور اس تمام زمانہ کا
خرچہ والدین پر رہا زید کوئی کام کرنا نہیں چاہتا اپنے چھوٹے بھائی کی معمولی آمدنی پر اپنا بار ڈالے ہوئے ہے اسی وجہ سے زید کے
والد بھی ناخوش ہیں کہ باوجود ان کے بہت سمجھانے کے بھی کچھ کام نہیں چاہتا، ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید کو اس کی
خوشدامن نے ہلا کر سمجھایا مگر وہ نہ مانا اور اپنے مکان جا کر یہ خط بھیج دیا بعدہ ہندہ کی والدہ نے انتقال کے بعد ہندہ کے ایک رشتہ
دار بھائی نے خط کتابت کی اس لئے کہ حقیقی کوئی بھائی بھی نہیں ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مندرجہ ذیل عبارات پر
فسخ نکاح یا تفویض طلاق کا حکم ہو سکتا ہے یا نہیں اور مفتوائے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ بحالت عدم وصولی نان نفقہ کیا حکم
ہے؟ بینوا تو جروا

(۱) خط خوشدامن کے نام، ماسوا اس کے میں تمہارا کوئی مزاحم نہیں اور نہ میں تمہارے کسی کام میں دخل دے سکتا ہوں مجھے
تمہاری خیریت اور خبر کی ضرورت نہیں ہے صرف اپنی لونڈیا کی وجہ سے خط بھیجتا ہوں تمہارے ہر کام کا تم کو اختیار ہے ہم کوئی
نہیں ہیں کیوں دخل دیں گے جو تمہارے لوگوں کے مزاج میں آوے وہ کرو، بعد انتقال والدین عمرو رشتہ کے بھائی نے خط بھیجا
کہ اب تو خبر گیری کرو اب نہایت نازک وقت ہے، اس کا جواب ذیل ہے۔

(۲) ذرا قرآن اور حدیث کو سامنے رکھئے اور پھر تصفیہ کیجئے گا کہ مرد پر کون سی عورت کا حق ہے اور کس وجوہات سے عورت
نکاح سے باہر ہو جاتی ہے بہت معاملات اور عادات ایسے کہ اگر مرد ان عادات کو عورت کی گوارہ کرے تو جہنمی ہو جائے وہ
میری نیک بخت بیوی میں سب موجود ہیں، بعدہ یہ لکھنے پر کہ خبر گیری کرو اور خبر گیری اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتے تو صاف
صاف علیحدگی کے الفاظ لکھ دو اگر کوئی صورت بھی منظور کرتے ہو تو میں یہ رعایت کروں گا کہ بحالت یکجائی اب تک کے حقوق
ہندہ سے معاف کرادوں گا اور بحالت علیحدگی مہر بھی، تاکہ عند اللہ بھی آپ ماخوذ نہ ہیں۔

^۱ در مختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۹/۱

(۳) جواب: آپ کا تو اب یہ خیال ہے جناب قبلہ خواشد امن صاحبہ نے بعد انتقال خسر صاحب مجھ کو یہاں سے بلایا اور مجھ سے بجائے اسکے لکھ وہ رکھنے پر مجبور کرتی ہیں یہ کہا کہ تم طلاق دیدو تو بہتر ہے میں خاموش ہو رہا اگر میں طرح نہ دے دیتا تو جب ہی معاملہ طے تھا مگر مجھے خالوتوں سے واقفیت ہو گئی اور میں نے پھر وہاں رہ کر انتظار کیا کہ شاید مزاج عالی درست ہو جائے مگر ماشاء اللہ اُس مزاج مبارک نے وہ عروج حاصل کیا کہ ہمیشہ سے چہار چند سوار نگرد کھلایا اور خیر مجھے شکایت نہیں ہے میں ایسے نافرمان متکبر لوگوں کی صحبت میں کبھی رہنا پسند نہیں کرتا اس واسطے کہ میں خود بد طینت ہوں اس وجہ سے بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں میری بھی یہی رائے ہے لیکن یہ لکھ دیجئے کہ زہرہ کا کیا حشر ہوگا یہ فیصلہ آپ کے سر ہے جو آپ کر دیں اگر زہرہ کو بھی دے دیں تو آپ کو مرضی، میں تیار ہوں، اگر آپ نہ دیں تو بھی راضی ہوں، بہر حال جو تصفیہ آپ کریں اس خط کے جواب پر آپ جو چاہیں گے میں لکھ دوں گا (بعدہ، دوسرا خط آیا)

(۴) برائے کرم جواب سے خط ہذا کے مطلع فرمائیے تاکہ جو رائے ہو اس پر عمل درآمد کیا جائے، اس پر عمر کے یہ کہنے پر کہ زہرہ ابھی صغیر سن ہے اور تم لوگوں کی صورت سے نا آشنا ایسی حالت میں اس کو علیحدہ کرنا گویا زندہ در گور کرنا ہے، لہذا یہ معاملہ آئندہ پر رکھو اور اپنی علیحدگی کی تحریر دوچار دستخط کر کے بھیج دو تمہارے اطمینان کو یہ لکھ دیتے ہیں کہ ہندہ کے تمام حقوق بشرطیکہ تم اپنی تحریر ایسی بھیج دو معاف ہیں (اس کو جواب یہ آیا)

(۵) میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال، زہرہ آپ لوگوں سے علیحدگی کی جائے کیونکہ ابھی وہ صغیرہ ہے جب تک وہ ہوشیار نہ ہو جائے تب تک میں اس کو وہاں رکھنا پسند رکھتا ہوں جس وقت وہ مجھ تک نہ آجائیگی جب تک یہ امر دشوار ہے، فقط۔

الجواب:

پہلا خط خوشدا امن کے نام ہے اُس میں نہ زوجہ سے خطاب نہ اس کا ذکر۔ اگر خود زوجہ سے کہتا تم کو اختیار ہے اور تفویض طلاق چاہتا تو اختیار بھی اُسی مجلس پر موقوف رہتا نہ کہ اب تک مستمر۔ درمختار میں ہے:

<p>خاوند نے بیوی کو کہا تجھے اختیار ہے، یا تر معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اور یہ الفاظ بیوی کو طلاق کا اختیار دینے کی نیت سے کہے تو بیوی کو اسی مجلس میں جس میں اس کو اس اختیار کے ملنے کی اطلاع ملی اپنے کو طلاق دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ وہ سن کر وہاں سے</p>	<p>قال لها اختارى او امرك بيدك ينوي تفويض الطلاق فلها ان تطلق في مجلس علمها به مالم تقم او تعمل ما يقطع¹</p>
---	---

¹ درمختار تفويض الطلاق مطبعت مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱

اٹھ نہ گئی ہو یا ایسا عمل نہ کیا ہو جس سے اس کا اختیار باطل ہوتا ہو۔ (ت)
اور "اگر ہم کوئی نہیں" کی جگہ خود زوجہ سے کہتا "نہ تو میری زوجہ میں نہ میں تیرا شوہر" جب بھی طلاق صاحبین کے نزدیک مطلقاً نہ ہوتی،

وفی جواهر الاخلاطی والخلاصة وخزانة المفتین هو المختار وان نوی ^۱ ۔	جواہر اخلاطی، خلاصہ، خزانۃ المفتین میں ہے کہ اگرچہ نیت کی ہو یہی مختار قول ہے (ت)
---	---

اور امام کے نزدیک کی نیت پر موقوف رہتی،

قدمه فی الخانیة واقتصر علیہ فی البدائع والکنز والملتقی وكان هو الاوجه۔	خانہ میں اس کو پہلے ذکر کیا۔ بدائع اور کنز اور ملتقی میں اسی پر اکتفاء کیا، لہذا یہی رائج ہے (ت)
---	--

در مختار میں ہے :

لست لك بزواج ولست لی بامرأة طلاق ان نواه خلافاً لہما ^۲ ۔ (ملخصاً)	خاوند نے اگر بیوی کو کہا "میں تیرا خاوند نہیں تو میری بیوی نہیں" طلاق کی نیت سے کہا تو ہوگی۔ اس میں صاحبین کا قول مخالف ہے (ملخصاً)۔ (ت)
---	--

ردالمحتار میں ہے :

قید بالنية لانه لا يقع بدونها اتفاقاً لكونه من الکنايات و اشار الى انه لا يقوم مقامها دلالة الحال لان ذلك فيما يصلح جواباً فقط وهو الفاظ ليس هذا منها ^۳ ۔	نیت سے مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر نیت طلاق نہ ہوگی بالاتفاق، کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے۔ اس میں یہ اشارہ دیا کہ دلالتِ حال نیت کے قائم مقام نہیں بن سکتا کیونکہ دلالتِ حال وہاں معتبر ہوتا ہے جہاں وہ فقط جواب بن سکے اور وہ خاص الفاظ ہیں یہ ان میں سے نہیں ہے۔ (ت)
---	---

خط دوم میں یہ پوچھا ہے کہ کن وجوہ سے عورت نکاح سے باہر ہو جاتی ہے اسے انشاء طلاق سے کچھ علاقہ نہیں اگرچہ اس کے دل میں یہی کہ ہندہ میں بعض وجوہ ایسی ہوں جن کے سبب وہ نکاح سے

^۱ خلاصة الفتاوی کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹۷/۲

^۲ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

^۳ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۳

باہر ہو گئی کہ طلاق لفظ سے ہوئی ہے دل کا تصور کچھ نہیں، اسی خط میں اس میں اس نے کہا ہے کہ میری بی بی الخ خط سوم میں فیصلہ دوسرے کے سر رکھا ہے اور یہ کہ جو آپ چاہیں گے میں لکھ دوں گا، یہ ایک وعدہ ہے اور وہ ایک رائے ہے کہ بہتر ہے کہ وہ بھی آزادانہ زندگی بسر کریں یہ کہ اُسے آزاد کیا۔

خط چہارم میں طلب مشورہ ہے۔

خط پنجم میں جب تک زہرہ نہ مل جائے طلاق دینے سے انکار ہے۔

غرض ان خطوط میں کوئی حرف صورت طلاق کا نہیں چارہ ہی کار معززین کے دباؤ خواہ ناش سے مجبور کرتا ہے کہ نان نفقہ دے یا طلاق، بغیر اس کے کوئی صورت خالص نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نفقہ نہ دے نے پر تفریق نہیں کراتے بلکہ عاجز محتاج ہونے پر جو ادائے نفقہ پر قادر نہ ہو اور اگر ہو بھی تو حنفی کو اپنے امام کا اتباع واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۵: از رامپور محلہ گھیریوسف الدین خاں دیوار جنوبی انگریز باغ متصل مسجد پاکھر مطب نمبر ۳۴ مسئلہ سید مختار احمد بیہمی ڈاکٹر ۷ اجمادی الاولیٰ

ایک مرد مسلمان کا پاک عورت مسلمان کے ساتھ عقد شرعی ہوا، لیکن اب منکوحہ سے شوہر مذکور کوئی تعلق ظاہری و باطنی نہیں رکھتا اور ہر طرح منکوحہ سے بے پروا ہے ابتدائے نکاح سے ہنوز کوئی بات تخلیہ شوہریت کا بھی نہیں ہوا معلوم ہوا کہ شوہر دائرہ مردانیت سے بالکل بعید ہے یعنی نامرد ہے لہذا اس قسم سے یا ایسے نامرد سے منکوحہ نکاح جائز ہے یا ناجائز، اس عورت کو کیا عمل کرنے کی ضرورت ہے، اور موافق حدیث شریف کیا حکم ہے؟

الجواب:

نکاح صحیح ہو گیا، عورت بے موت یا طلاق جدا نہیں ہو سکتی اگرچہ مرد نامرد ہو۔ ہاں چارہ کار حاکم شرعی کے یہاں دعوٰی ہے وہ اس ثبوت لینے کے بعد کہ مرد اس پر قادر نہ ہو، مرد کو ایک سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے، اس سال میں عورت مرد سے جدا نہ رہے اگر سال گزر جائے، اور اب بھی قادر نہ ہو عورت پھر دعوٰی کرے اور حاکم پھر ثبوت لینے کے بعد عورت پوچھے کہ تُو اپنے اس شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے، اگر عورت فوراً بلاتا خیر کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا، تو حاکم ان میں تفریق و جدائی کر دے، یہ تفریق طلاق ہوئی، اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کر سکے گی ورنہ نہیں، یہ حکم عورت کی جانب ہے، رہا مرد، اُسے حکم شریعت ہے کہ جب وہ عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا تو اُس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے نہ دے گا تو کنہ کار و مستحق عذاب

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: مرسلہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس ساکن شیر کوٹ تاجر المورہ ۶ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ
یہاں کوہ المورہ پر ایک شخص امان اللہ نے اپنی دختر کا نکاح سید فضل حسین شاہ باشندہ ٹھاکر دوارہ سے دیا، رخصت ہو گئی، سال
بھر تک عورت اپنے شوہر کے پاس رہی اور ہم بستری ہوئی، پھر باپ کے یہاں آئی، امان اللہ و سید فضل حسین میں کوئی رنجش
پیدا ہوئی، فضل حسین اپنی منکوحہ کو ٹھاکر دوارہ لے جانا چاہا، امان اللہ نے لے جانے نہ دیا بلکہ قسم قسم کے تنازع ہو گئے یہاں
تک کہ نوبت نالاش کی آئی۔ امان اللہ نے جھوٹا طلاق کا دعوٰی کیا کہ بوجہ ظہور دروغ حاکم نے خارج کر دیا۔

ثانیاً مقدمہ اجازت فعل مختاری قائم کیا، بھی خارج ہوا، بعد ازاں سید فضل حسین اپنے مکان پر تھا، یہاں کے تھانہ دار سے کچھ
مخاصمت تھی تھانہ دار نے عناداً سید مذکور کو بریلی کے پاگل خانے میں بھیج دیا، اس اثناء میں امان اللہ موقع پا کر برہنہ پاگل
ہونے کے مقدمہ دائر کر کے حاکم سے اجازت نکاح ثانی کی چاہی، حاکم ہندو نے وجہ پاگل ہونے کی قائم کر کے نکاح ثانی کی
اجازت دے دی، امان اللہ نے اجازت سے دس ۱۰ دن بعد نکاح ثانی کر دیا جسے اب کئی سال گزرے، جب سید فضل حسین رہائی
یاب ہوا تو آکر داد خواہ ہوا اور مقدمہ دائر کر دیا۔ لہذا علمائے دین و مفتیان شرع متین سے اس صورت میں استفسار مطلوب ہے
کہ نکاح ثانی دختر امان اللہ کا بنائے مجنونیت پر جائز ہوا یا نہیں، اگر ناجائز ہو تو بوجہ مرور مدت چند سال فضل حسین کا دعوٰی ساقط
ہو یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ہندہ کا یہ نکاح ثانی کہ اس نے زندگی شوہر میں بے وقوع طلاق دوسرے شخص سے کر لیا بالاتفاق محض
ناجائز مردود ہے اور حاکم کی اجازت باطل و مطرود۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کے
ہم پیرو ہیں اور ان کے اعظم اصحاب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر تو اس بیہودہ نکاح کے عدم جواز اور
عورت کا اب تک بدستور زوجیت شوہر اول میں ہونا آفتاب نیمروز سے زیادہ روشن کہ ہمارے امام کے مذہب میں جنون شوہر
کے باعث عورت کو ہر گز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور یہی مذہب اعظم ارکان مذہب امام ابو یوسف کا
ہے اور اسی کو بوجہ کثیرہ ترجیح حاصل، اسی کو تمام متون مذہب مثل کنز وافی و وقایہ و نقایہ و مختار و اصلاح و تنویر و ملتقی و غیرہا
میں اختیار فرمایا، اسی دلیل کو عامہ شروح معتمدہ مثل ہدایہ و کانی و تبیین و اختیار و فتح القدیر وغیرہ میں مرجع کیا، اسی پر اکثر
فتاویٰ کا طابق ہوا، اسی کو امام اجل قاضی خاں نے اپنے فتاویٰ میں

مقدم رکھا اور وہ اسی قول کو مقدم رکھتے ہیں جو رائج و معتمد ہو، اسی کو علامہ ابراہیم حلبی نے ملتقی الابحر میں تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو مؤید ہو، اسی کو خانیہ پھر خزانیہ المفتین میں ہمارا مذہب کہا امام علامہ فخر الدین زبیلی نے شرح کنز الدقائق پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام نے شرح ہدایہ میں اس عظیم و جلیل تحقیق کے ساتھ ہمارے اس مذہب کی تائید و توصیف اور قول خلاف کی تضعیف و تزییف فرمائی کہ اصلاً گنجائش کلام باقی نہ رکھی من شاء فلیشر فبطل العتہما (جو چاہے ان کے مطالعہ مشرف ہو۔ ت) اور اکثر کتب مذہب میں تو اس پر ایسا جزم قطعی فرمایا کہ قول خلاف کا نام تک نہ لیا، میں یہاں صرف چند کتابوں کی عبارتیں نقل کرتا ہوں، اوقایہ و انقایہ اصلاح تینوں کتابوں میں ہے :

لا یتخیر احدہما بعیب الآخر ¹	دونوں میں سے کسی کے عیب کی وجہ سے دوسرے کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ (ت)
---	---

کثر میں ہے :

لم یتخیر احدہما بعیب ²	ایک کے عیب کی وجہ سے دوسرا فسخ کو اختیار نہیں کر سکتا۔ (ت)
-----------------------------------	--

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے :

لاخیار لہا ان وجدت (المرأة) به (ای بالزوج) جنوباً ³ الخ۔	بیوی کو اختیار نہ ہوگا اگر وہ خاوند میں جنون پائے (ت)
---	---

اختیار شرح مختار میں ہے :

الحاصل اذا کان بأحد الزوجین عیب فلاخیار للاخر الا فی الجب والعنة والخصی ⁴	اگر زوجین میں سے کسی میں عیب ہو تو دوسرے کے اختیار نہ ہوگا مگر جب شوہر مقطوع الذکر یا نامرد یا خصی ہو تو عورت کا اختیار ہوگا۔ (ت)
---	---

خزانیہ المفتین و فتاویٰ امام قاضی میں ہے :

¹ مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ کتاب الطلاق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۷۱۔ ۷۰

² کنز الدقائق باب العنین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳

³ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب العنین دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۳

⁴ الاختیار لتعلیل المختار فصل فی العیوب التی یثبت بہ الخیار الخ دار فراس للنشر والتوزیع ۱۱۵/۳

حق الفسخ بسبب العيب عندنا لا يثبت في النكاح فلاترد المرأة بعيب ما وان وجدت المرأة زوجها جنوبا وجذا ما وبر صاليس لها حق الفرقة، ¹ ملخصاً۔ ہمارے نزدیک عیب کی وجہ سے نکاح کے فسخ کا حق نہ ہوگا، لہذا بیوی کسی عیب کی وجہ سے رد نہیں کیا جاسکے گا، اور عورت اگر خاوند میں جنون، جذام یا برص کا مرض پائے تو اس کو جدائی کا حق نہ ہوگا، ملخصاً۔ (ت)

”تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے :

لا یتخیر احد الزوجین بعيب الاخر ولو فاحشا کجنون ² الخ۔ خاوند اور بیوی سے کسی کے عیب اگرچہ فحش ہو، پر دوسرے کو اختیار فسخ نہیں مثلاً جنون الخ (ت)
--

فقیر کی اس اجمالی تقریر سے واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ مذہب کتنی وجوہ کثیر سے ترجیح رکھتا ہے :
اولاً خود یہی کہ وہ مذہب امام ہے اور مذہب امام، امام مذاہب جس سے عدول ہر گز جائز نہیں۔

اللا ضرورة ضعف دليله او تعامل بخلافه كما نصوا عليه وقد اوضحناه في فتاؤنا۔ مگر ضعف دلیل یا تعامل کے خلاف ہونے پر، جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے جس کی وضاحت ہم نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ (ت)
--

ثانیاً یہی امام ابو یوسف اعظم ارکان مذہب کا قول ہے، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ارشاد امام اعظم قول امام ابو یوسف مرنج
و مقدم ہے۔ در مختار میں ہے :

يأخذ القاضي كالمفتي بقول أبي حنيفة على الاطلاق ثم بقول أبي يوسف ثم بقول محمد ³ الخ قاضی بھی مفتی کی طرح مطلقاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو اپنائے گا، پھر امام ابو یوسف پھر امام محمد کے قول کو الخ۔ (ت)

ثالثاً اس پر اجماع متون جن کی جلالت شان کو کئی کتاب نہیں پہنچ سکتی کہا نصو علیہ قاطبة وحققناہ فی کتاب النکاح من
فتاؤنا (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاویٰ کی کتاب النکاح میں کی ہے۔ ت)

¹ قاضی خاں فصل الخیارات التي تتعلق بالنكاح نوکثور لکھنؤ ۱۸۷۱ء

² در مختار باب العینین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۴

³ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۲

رابعاً تظافر شر و حکم بتصریح علماء فتاویٰ پر مقدم ہیں و سیاقی عن النمر (غز سے عنقریب منقول ہوگا۔ ت)
 خامساً اس پر جزم و اعتماد کرنے والوں کی کثرت۔ امداد الفتاح و رد المحتار و عقود الدریہ میں ہے: القاعدة ان العمل بما عليه
 الاكثر¹ (قاعدہ یہ ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل ہوگا۔ ت)
 سادساً اس کو مرجع و مختار رکھنے والوں کی جلالت و عظمت جن میں مثل برہان الدین صاحب ہدایہ و امام قاضی خاں و امام محقق
 علی الاطلاق و غیر ہم اعلیٰ ائمہ اعلامہ ہیں، علماء فرماتے ہیں امام قاضی خاں کی ترجیح اوروں کی ترجیح پر مقدم ہے اور فرماتے ہیں
 اُس سے عدول نہ کیا جائے کہ وہ فقیہ النفس ہیں کما فی رد المحتار و غیہ (جیسا کہ رد المحتار و غیرہ میں ہے۔ ت)
 سابعاً قوت دلیل کہ بعد ملاحظہ تبیین الحقائق و فتح القدر آفتاب کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

<p>اقول: (میں کہتا ہوں) الحمد للہ یہ ثابت ہو گیا کہ حاوی قدسی کا یہاں کہنا کہ امام محمد کے قول کو ہم لیں گے، جیسا کہ ہندیہ میں ان سے منقول ہے، تو یہ ایسے ہے جیسے انہوں نے امام ابو یوسف سے ایک شاذ روایت جو کہ معتمد مذہب اور تمام متون و شروح و فتاویٰ کے خلاف ہے کہ جمعہ کے روز استواء شمس کے وقت نفل پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ اس دن آگ شعلہ زن نہیں ہوتی، کے متعلق علیہ الفتویٰ (اس پر فتویٰ ہے) کہہ دیا، جیسا کہ اس کو اشباہ میں حلیہ سے انہوں نے حاوی سے نقل کیا ہے قلت (میں کہتا ہوں) وہاں حاوی سے یہی حاوی قدسی مراد ہے کیونکہ میں نے اس کی تصریح حلیہ میں دیکھی ہے، علامہ سید حموی نے غز العیون میں فرمایا کہ حاوی کا صرف یہ دعویٰ کرنا کہ "اس پر فتویٰ ہے" سے لازم نہیں آتا کہ یہ تصحیح شدہ</p>	<p>اقول: ثبت بحمد اللہ نقول الحاوی القدسی بقول محمد ہنا بہ ناخذ کما نقلہ عنہ فی الہندیۃ انما ہو کقولہ ایضاً لروایۃ شاذۃ عن ابی یوسف مخالفاً للمذہب المعتمد المجمع علیہ بین المتون والشروح والفتاویٰ وہی عدم کراہیۃ النفل یوم الجمعة عند الاستواء لان النار لاتسعر فیہ ان علیہ الفتویٰ کما نقلہ فی الاشباہ عن الحلیۃ عن الحاوی قلت والمراد ہو هذا اعنی حاوی القدسی فقد رأیت التصریح بہ فی الحلیۃ قال العلامة السید الحموی فی غز العیون مجرد دعویٰ الحاوی ان الفتویٰ علیہ لایقتضی انہ المصحح</p>
--	--

¹ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحادیۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۲۵۶/۲

<p>المعتد فی المذہب کیف واصحاب المتن قاطبة والشروح ماشون علی قولہما (یعنی الطرفین رضی اللہ عنہما) ومشی اصحاب المتن تصحیح التزانی علی ان مافی المنون والشروح مقدم علی مافی الفتاویٰ^۱ اھ</p>	<p>ہو اور مذہب معتد علیہ ہو یہ کیونکر ہو سکتا جبکہ تمام اصحاب متن و شروح، طرفین کے قول پر قائم ہیں، اور اصحاب متن کی طرف سے یہ التزامی تصریح موجود ہے کہ متن و شروح کا بیان فتویٰ کے بیان پر مقدم ہے اھ (ت)</p>
---	---

خیر یہاں تک ہمارے اصلا مذہب پر بنائے سخن تھی مگر مجھے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح مذکور کو روایت خلاف سے بھی اصلاً تعلق نہیں بلکہ وہ باتفاق ہمارے تمام ائمہ کے محض ناجائز واقع ہوا۔ میں اگرچہ اسے متعدد دلائل سے ثابت کر سکتا ہوں مگر یہاں صرف چند واضح امور پر اقتضاد کافی، روایت خلاف کا ہر گز یہ حکم نہیں کہ جنون شوہر میں مطلقاً حاکم فوراً اجازت نکاح ثانی دے بلکہ جب جنون پیدا ہو تو لازم کہ روز مرافعہ سے مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دے اگر اس میں اچھا ہو گیا تو اب ہر گز تفریق جائز نہیں، اور نہ اچھا ہوا تو عورت جب تک پھر دغوی نہ کرے حاکم ہر گز حکم نہ دے وہ بدستور زوج زوجہ رہیں گے ہاں اگر اب عورت پھر دوبارہ خواستگاری تفریق کو آئے تو قاضی اسے اختیار دے کہ چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کر لیا شوہر کو، اگر اس نے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا قاضی سپاہیوں نے اسے اٹھادیا قاضی فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا تو اب اسے اصلاً اختیار نہ رہا ہمیشہ کے لئے اس کی زوجہ ہے کہ کبھی دغوی تفریق نہیں کر سکتی، اور اگر اسی جلسہ میں اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب قاضی تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق بائن گئی جائے گی، اس کے بعد عورت ایام عدت پورے کر کے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور ضرور ہے کہ عورت درخواست قاضی مصریامدینہ کے حضور پیش کرے وہ سال بھر کی مدت دے، اس کے سوا دنیا میں کسی کی تاویل کی معتبر نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

<p>قال محمد ان كان الجنون حادثاً يوجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول اذا لم يبرأ۔^۲ اھ</p>	<p>امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند کو جنون نیا عارض ہوا تو اس کو نامردی کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی، پھر سال کے بعد بیوی کو فسخ کا اختیار دیا جائیگا بشرطیکہ تندرست ہوا ہواھ (ت)</p>
--	--

^۱ غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر القول احکام الجمعة ادارة القرآن کراچی ۳/ ۲۳۸

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فی العنین نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۲۶/۱

اسی میں ہے:

مذکورہ صورت میں عورت سال کے بعد آکر کہے میرا خاوند تندرست نہیں ہوا، خاوند اس دوران جماع نہ کر سکا ہو تو قاضی بیوی کو اس وقت اختیار دے گا، شرح جامع صغیرہ قاضی خاں میں ایسے ہی ذکر کیا ہے تو قاضی کے اس اختیار پر عورت نے اپنے خاوند کو ترجیح دی یا اس مجلس اختیار سے اٹھ گئی، یا قاضی کے اہلکاروں نے اسے وہاں سے اٹھادیا یا قاضی عورت کے فیصلہ بتانے سے قبل چلا گیا، تو عورت کا اختیار ختم ہو جائے گا، محیط میں ایسے ہی بیان ہے، اور یونہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ تاتارخانیہ میں واقعات سے یونہی منقول ہے، اور اگر مذکور صورتوں کو خلاف عورت نے خاوند سے فرقت کو ترجیح دی تو قاضی خاوند کو بائنہ طلاق دینے کا حکم صادر کرے گا، اگر خاوند نے طلاق سے انکار کر دیا تو پھر قاضی خود دونوں میں تفریق کر دے گا، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں یوں ذکر فرمایا، جیسا کہ تبیین میں ہے اھ ملخصاً (ت)

جاءت المرأة الى القاضي بعد مضي الاجل والزواج لم يصل اليها خيراها القاضي في الفرقة كذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضي او قام القاضي قبل ان تختار بطل خيارها كذا في المحيط، و هكذا روى عن محمد رحمه الله تعالى عنه وعليه الفتوى كذا في التاتارخانية ناقلا عن الواقعات، ان اختارت الفرقة امر القاضي ان يطلقها بئذئذ. فان ابي فرق بينهما هكذا ذكر محمد في الاصل كذا في التبیین¹ اھ ملخصاً۔

اسی میں ہے:

یہ مہلت کا حکم قاضی شہر کی موجودگی میں دیا جائیگا، اگر خود عورت نے خاوند کو یہ مہلت دی یا کسی غیر قاضی نے دی ہو تو یہ معتبر نہ ہوگی، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے (ت)

لا يكون هذا التاجيل الا عند قاضي مصر او مدينة فان اجلته المرأة او اجله غير القاضي لا يعتبر ذلك كذا في فتاویٰ قاضی خاں۔²

اسی میں ہے:

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۳

² فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۳

لاتصح ولاية القاضى حتى يجتمع فى المولى شرائط الشهادة كذافى الهداية من الاسلام والحرية و التكليف ¹ الخ۔	قاضی کی دی ہوئی مہلت بھی تب معتبر ہوگی جب اس قاضی میں تقرری کے تمام شرائط موجود ہوں، وہ شہادت والے شرائط ہیں یعنی اسلام، آزاد ہونا اور مکلف ہونا الخ (ت)
---	--

ظاہر ہے صورت مظہرہ سوال میں شوہر کا جنون نو پیدا تھا کہ بغرض ثبوت ہنوز چار ہی مہینے گزرے تھے تو جواز نکاح ثانی و تحصیل
فرقت کا یہ طریقہ ہر گز نہ تھا کہ حاکم اسے نکاح ثانی کی اجازت دے دیتا بلکہ اُس پر فرض تھا کہ ثبوتِ کامل کے کرسال بھی کی
مہلت دیتا اُس کے بعد کاروائی مذکور کرتا۔ یہاں نہ سال الکی مہلت دی گئی، نہ بعد مہلت عورت نے دوبارہ دعوٰی کیا، نہ
بعد² تاخیر عورت نے اُسی جلسہ میں اپنے نفس کو اختیار کرنا ظاہر کیا، طرفہ³ یہ کہ حاکم سرے سے مسلمان بھی نہیں، ایسی
کاروائی اصلاً قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی، نہ اس کے سبب وہ زوجیت شوہرِ اول سے باہر آ سکتی ہے، نکاح و طلاق ہم مسلمانوں کے دینی
و مذہبی معاملات ہیں جن میں ہماری شریعت تمام احکام کی مراعات بغیر چارہ نہیں، اگر کوئی زن شوہر دار کو بے وقوع طلاق
و افتراق اجازت نکاح دے دے تو کیا اُسے جائز ہو جائے گا کہ وہ جس سے چاہے نکاح کر لے، حاشا ہر گز روانہ ہو گا نہ وہ عصمت
شوہر سے باہر آئے گی۔ یہاں بعینہ یہی صورت واقع ہوئی، طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی اجازت سے دس ۱۰ ہی دن بعد
نکاح ثانی کر لیا، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے، ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق بائن ہوتی ہے، اور طلاق
میں تین حیض کی عدت فرض۔

قال الله تعالى وَاللَّهُ طَلَّقْتُ يَتَرَكْنَنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ⁴ 2۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عدت والی عورتیں اپنے آپ تین حیض کامل ہونے تک پابند رکھیں (ت)
---	--

بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز، اور ہمارے سب ائمہ کے نزدیک یہ وہی چیز قانونِ حال میں ازدواج مکرر کہتے ہیں، اور کوئی
سفیہ سافیہ گمان نہیں کر سکتا کہ مرورِ مدت سے زوجیت زوجہ ہو گئی اور ہو گئی اب شوہر کس بنا پر دعوٰی کر سکتا ہے و لاجل
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، پس عورت پر واجب حتیٰ ہے کہ اس حرام سے باز آئے اور اپنے شوہر کے سوا دوسرے سے
کنارہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول فی تفسیر معنی الادب الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۷/۳

² القرآن الکریم ۲۲۸/۲

مسئلہ ۲۵۷: ۲۲ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر پیدا نشی عنین یعنی نامرد نکلا چنانچہ ڈاکٹر نے اس کا ملاحظہ کیا اور سند نامرد ہونے کی دے دی دریں صورت نکاح اس کا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے آیا زوجہ شوہر سے محتاج طلاق ہے یا نہیں اور ایسی حالت میں مستحق کسی جزء مہر کی ہوتی ہے یا نہیں اور ڈاکٹری سند ثبوت نامردی کے لئے کافی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا

الجواب:

زوج کا عنین ہونا مانع صحت نکاح نہیں، زوجہ عنین مثل دیگر زنان بے طلاق شوہر سے جدائی کا اختیار نہیں رکھتی، خلوت صحیحہ اگر ہولی تو مہر تمام و کمال پائے گی،

فی التنویر الخلوۃ بلامانع کا لوطع ولومجبوباً او عنیناً اوخصیاً فی ثبوت النسب وتاکد المہر ^۱ اھ ملتقطاً۔	تنویر میں ہے: خلوت میں مانع نہ ہو تو وہ وطی کے حکم میں ہوگی اگرچہ خاوند کا ذکر کٹا ہوا ہو، یا نامرد یا خصی ہو، تو یہ خلوت نسب کے ثبوت اور مہر کو لازم کرنے میں وطی کی طرح ہوگی، اھ، ملتقطاً (ت)
---	--

سند ڈاکٹری محض ناکافی و نامعتبر ہے،

قال اللہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنِكَاحٍ فَتَبَيَّنُوا ^۲ الْآيَةَ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی وضاحت کو لو آئیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۲۵۸: از شہر بریلی محلہ کوہاڑاپیر مسئلہ نصیر اللہ صاحب ۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کی ناقابلیت بیان کرتی ہے کہ چھ برس کا عرصہ شادی کو ہوا اب تک شوہر میں کوئی مردی نہیں۔ مرد کی ایسی حالت اس کے ورثاء کو بھی معلوم ہے مرد خود علاج کرتا رہتا ہے لیکن کوئی علاج مفید نہ ہوا اب عورت چاہتی ہے میرا عقد دوسرا شخص کے ساتھ ہو جائے مرد کو اس کے خیال سے تعرض نہیں تو ایسے مرد کے ساتھ نکاح جائز ہوا یا نہیں، اور اپنا ارادہ کس طرح پورا کرے، آیا طلاق دے یا کوئی ضرورت نہیں؟

^۱ درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۸/۱

^۲ القرآن الکریم ۶/۳۹

الجواب:

نکاح مذکور جائز و صحیح ہے، عورت کو ہر گزروا نہیں کہ بے طلاق یا فرقتِ شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کر لے، اگر کرے محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

<p>قال الله تعالى فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ^۱</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو اطلاقوں کے بعد بیوی پاس رکھ لویا بھلائی کے ساتھ آزاد کر دو۔ (ت)</p>
---	---

بعد طلاق عورت عدت بیٹھے اگر مرد خلوت کر چکا ہو اگرچہ اس پر قادر نہ ہوا ہو۔ اُس کے بعد جس سے چاہے نکاح کر لے، اور اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تو بعد طلاق فوراً جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

<p>في الهندية من باب العنين عليها العدة بالاجتماع ان كان الزوج قد خلا بها وان لم يخل بها فلا عدة عليها^۲ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>ہندیہ میں "نامرد کے احکام" کے باب میں ہے کہ عورت پر بالاجتماع عدت ہوگی جب خاوند نے خلوت کر لی ہو، اور اگر خلوت نہ پائی ہو تو پھر عورت پر عدت نہیں ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
--	--

مسئلہ ۲۵۹: از محکمہ پیمائش ضلع گورکھپور مرسلہ منشی فرید احمد اہلکار پیشی کرنیل ۹ ربیع الاول ۱۳۰۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم دس برس کی تھی اور زید پندرہ^{۱۵} برس کا کہ ان کے والدین نے رضادر غبت خود ان کا نکاح کر دیا جب مریم بالغہ ہوئی تو اسے ظاہر ہوا کہ شوہر نامرد ہے اس صورت میں وہ نکاح ہوا یا نہیں، اور مریم بے طلاق زید کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں، اور شوہر طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص کیا ہے، دعویٰ مہر پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا اتوجروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصددرہا عن اہلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو اس کی زوجہ ہے، اور دوسرے سے نکاح ہر گز جائز نہیں، قال اللہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۳ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

^۱ القرآن الکریم ۲۳۱/۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نوری مکتب خانہ پشاور ۱۲۴/۱

^۳ القرآن الکریم ۲۴/۴

عورتوں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) عقود الدریہ میں ہے :

<p>سئل فی بکر صغیرۃ زوجہا ابوہا من رجل ودخل بہا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنة وطلبت التفریق فما الحكم. الجواب لا یفرق بینہما بمجرد دعواہا انہ عنین^۱ الخ</p>	<p>ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باکراہ نابالغہ بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا اور خاوند نے جماع کر لیا اس کے بعد وہ بیٹی بالغ ہوئی تو اس نے عقل و فہم کے باوجود خاوند کے نامرد ہونے کا دعوٰی کیا جس میں اس نے تفریق (فسخ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے، تو جواب دیا کہ لڑکی کے محض اس دعوٰی پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)</p>
---	---

البتہ جب زید نے غیر قادر اور اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔

<p>قال تعالیٰ فَاِمْسَاكِ بِعُرْوَةِ اَوْ تَسْرِيْ بِحَسَنِ^۲۔</p>	<p>اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک یا دو اطلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ آزاد کر دو۔ (ت)</p>
--	--

پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم وزید کسی عالم دین فقیہ متین کو پہنچ کریں،

<p>فی الفتاویٰ الخیریۃ للعلامة خیر الدین الرملى، سئل فی العنین اذا جعل بینہ و بین زوجۃ محکمین فاجلوه سنة ومضت، هل لهم ان یفرقوا بینہما اذا طلبت امر لا اجاب نعم یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس یحدو لقودولایۃ علی العاقلۃ ولهم ان یفرقو بطلب الزوجة، واللہ اعلم^۳ اھ قلت وهذا نص یقدم علی استظہار</p>	<p>فتاویٰ خیر یہ میں ہے مصنف خیر الدین رملی سے سوال کیا گیا نامرد ہونے کے دعوٰی پر خاوند اور بیوی کے معاملہ میں ثالث بنایا جائے اور وہ ثالثی والے حضرات خاوند کو ایک سال کی مہلت دیں اور مہلت ختم ہو جائے تو کیا ثالث حضرات اس پر تفریق کا فیصلہ کر سکتے ہیں یا نہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کر سکتے ہیں کیونکہ یہ نامرد ہے، حد یا قصاص یا عاقلہ پر دیت کا معاملہ نہیں ہے اس لئے ثالث حضرات کو بیوی کے</p>
---	---

^۱ عقود الدریہ باب العنین حاجی الغفار وپیران قندھار افغانستان ۳۲/۱

^۲ القرآن الکریم ۲۲۹/۲

^۳ فتاویٰ خیریہ باب التحکیم دارالمعرفة بیروت ۱۶/۲

<p>مطالبہ پر یہ تفریق جائز ہے۔ واللہ اعلم بالاعلامۃ امین الدین ابن عابدین اما بالتأمل مع ان ما استظهر به لا یغیدہ کما اوضحنا فیما علقناہ علیہ فتبصر۔</p>	<p>قلت (میں کہتا ہوں) ی فقہی نص ہے جو علامہ ابن عابدین کی رائے پر مقدم ہے لیکن بغور معلوم ہو رہا ہے کہ ان کی رائے ان کو خود مفید نہیں ہے جیسا کہ ہم نے وہاں حاشیہ میں واضح کیا ہے، تو غور چاہئے۔ (ت)</p>
--	--

ہندہ اگر اس کے حضور دعویٰ کرے حکم زید سے جواب لے اگر اپنی نامردی اور مریم پر قدرت نہ پانے کا مقرر ہو اسے آج سے
سال بھر کامل کی مہلت دے اور منکر ہو تو عورت ثلثہ نمازی پر ہیزگار مریم کو دیکھے جب وہ شہادت دے کہ واقعی مریم ہنوز بکر
ہے تو زید کو سال بھر کی مہلت دی جائے اگر وہ دن ختم ماہ قمری ہو تو سال کے بارہ "مہینے تیرہ" ہلالوں سے لئے جائیں ورنہ تین
سوساٹھ^{۳۶۰} دن شمار کر لیں اور اس مدت میں جتنے دنوں مریم با اختیار خود زید کے مسکن میں نہ رہے یا اسے خواہ زید کو ایسا مرض
ہو جس میں مجامعت نہ ہو سکے وہ دن شمار میں نہ آئیں گے اور اگر زید ہی اسے نہ رکھے یا اس کے پاس نہ آئے تو کچھ مجرمانہ پائے گا
یونہی ایام حیض بھی مجرمانہ ہونگے جب اس طرح سال گزر جائے اور زید مریم پر قدرت نہ پائے مریم پھر حکم کے پاس تفریق
وازالہ نکاح کا دعویٰ کر حکم پھر زید سے وجاب لے اگر معترف ہو یا بحالت انکار پھر کسی عورت معتمدہ نمازی متقیہ کی شہادت
معانیہ سے ثابت ہو کہ اب بھی مریم بدستور بکر ہے تو حکم مریم سے پوچھے تو زید کو اختیار کرتی ہے یا اپنے نفس کو اگر کہے زید کو
یا بغیر کچھ کہے چلی جائے یا کھڑی ہو جائے یا اٹھادی جائے یا حکم اٹھ کھڑا ہو تو اب اس کا دعویٰ باطل اور نکاح لازم ہو گیا اور اگر
اسی جلسہ میں کہہ دے میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو حکم زید کو حکم دے کہ اسے طلاق دے کہ حکم شرع تجھ پر طلاق دینی واجب
ہے اگر دیدے فبہا ورنہ حکم کہہ دے میں تم دونوں میں تفریق کردی فوراً مریم اس کے نکاح سے نکل جائے گی جس سے چاہے
نکاح کر لے، پس اگر زید و مریم میں خلوت ہو چکی تو مریم پر عدت اور زید کے ذمیہ پورا مہر ورنہ عدت نہیں اور آدھا مہر،

<p>فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المختار لو وجدته عنینا اجل سنة قمرية بالاهلة على المذهب ولو اجل في اثناء الشهر فبالايام اجماعا (کل شهر ثلثون یوما) ورمضان وایام</p>	<p>تنویر الابصار، در مختار اور رد المختار میں ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کو نامرد پائے تو خاوند کو ایک سال کی قمری مہینوں کے حساب سے مہلت دی جائے گی، جیسا کہ مذہب میں ہے، اور اگر مہینہ کے درمیان مہلت دی گئی تو پھر بالاجماع دنوں کی گنتی بحساب ہر ماہ تیس دن مہلت شمار ہوگی، اور ماہ رمضان اور</p>
---	--

<p>عورت کے حیض کے دن مہلت میں شمار ہوں گے، اور یونہی خاوند کے حج اور غیر حاضری کے ایام مہلت میں شمار نہ ہوں گے، اور مہلت کا شمار دغوی پیش ہونے کے وقت سے ہوگا، اس دوران مہلت اگر خاوندی نے بیوی سے ایک مرتبہ جماع کر لیا تو بہتر ہے ورنہ قاضی کی تفریق سے بیوی بائنے ہو جائے گی اگرچہ خاوند طلاق دینے سے انکار کر دے یہ کاروائی بیوی کے مطالبہ پر ہوگی، عورت کے مطالبہ کا تعلق، تفریق، مہلت اور اس کے بائنے ہونے تمام امور سے ہے، اگر مہلت کے دوران خاوند وطی کرنے کا مدعی ہو اور بیوی انکار کرتی ہو تو پھر ثقہ ایک عورت یا دو عورتوں نے کہہ دیا کہ بیوی تا حال باکرہ ہے تو بیوی کو اسی مجلس میں اختیار ہوگا، اور یہ اختیار قاضی دے گا، اگر بیوی نے اس موقع پر خاوند کو اپنایا تو بیوی کا اختیار ختم ہو جائیگا جس طرح مجلس اختیار میں بیوی خاوند سے جدائی کو ناپسند کرتے ہوئے اٹھ جائے یا قاضی کے عملہ نے بیوی کو اٹھا دیا، یا قاضی خود اٹھ کر چلا گیا اور بیوی نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہ کیا تھا تو ان تمام صورتوں میں بیوی کا اختیار باطل ہو جائے گا، اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ بیوی کے اٹھ جانے میں یہ امکان موجود ہے اھ ملتقطا (ت)</p>	<p>حیضها منها وكذا حجه وغيبته لامة حجه وغيبتها ومرضه ومرضاً ويوجل من وقت الخصومة فان وطئ مرة فيها والابانت بالتفريق من القاضي ان ابى طلاقها بطلبها يتعلق بالجبيع (ای جبيع الافعال) وهي فرق واجل وبانت ولو ادعى وانكرته فقالت امرأة ثقة والثنان احوط هي بكر خيرت في مجلسها (ای یخیرھا القاضی) وان اختارته بطل حقها كما لو وجد منها دليل اعراض بان قامت من مجلسها واقامها اعوان القاضي او قام القاضي قبل ان تختار شيئا به يفتي لامكانه مع القيام¹ اھ ملتقطاً۔</p>
--	--

عالمگیری میں ہے :

<p>اگر بیوی نے فرقت کو پسند کیا تو قاضی خاوند کو بائنے طلاق دینے کا حکم دے گا، اگر خاوند انکار کر دے تو قاضی خود تفریق کر دے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں یونہی فرمایا ہے، جیسا</p>	<p>ان اختارت الفرقة امر القاضي ان يطلقها بائنة فان ابى فرق بينهما هكذا ذكر محمد رحمه الله تعالى في الاصل كذا في التبيين</p>
---	---

¹ در مختار شرح تنویر الابصار باب العنین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۳، رد المحتار باب العنین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۵

<p>والفرقة تطليقه بآئنة كذا في الكافي ولها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج قد خلا بها وان لم يدخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسي والمتمتع ان لم يكن مسي كذا في البدائع اهـ¹</p>	<p>کہ تبیین میں مذکور ہے، اور قاضی کی تفریق بائنے طلاق قرار پائے گی جیسا کہ کافی میں مذکور ہے۔ بیوی کے لئے کامل مہر ہوگا اور اس پر بالاجماع عدت لازم ہوگی بشرطیکہ خاوند نے خلوت پالی ہو، اور اگر اس نے خلوت بیوی سے نہ کی ہو تو عدت نہ ہوگی اور مہر بھی نصف ہوگا، اور اگر مہر مقرر نہ تھا تو اس صورت میں صرف (تمتع) جوڑا دیا جائے گا، جیسا کہ بدائع میں مذکور ہے (ت)</p>
--	--

اصل حکم یہ ہے پھر زید براہ شرارت و اضرار زوجہ کسی کو بیچ کرنے پر راضی نہ ہو تو چارہ کاریہ ہے کہ اس شہر میں جو عالم دین وہاں کے سب اہل علم فقہ و علوم دینیہ میں زائد ہو مریم اُس کے یہاں بطور خود و علوی مذکور کرے عالم موصوف زید کو بلا کر کاروائی بروجہ مذکور کرے۔

<p>فان اعلم البلد لا يحتاج في زماننا في امثال هذا الى التحكيم كما نص عليه المولى الفاضل سيدى عبدالغنى النابلسى في الحديقة الندية عن الامام العتباتى وعن السيد السهوى ثم عن المناوى رحمهم الله تعالى عليهم اجمعين۔</p>	<p>کیونکہ علاقہ کا بڑا عالم ہمارے زمانہ میں کسی پنجایت کا پابند نہیں یعنی ثالثی کا محتاج نہیں، جیسا کہ فاضل محترم مولانا عبد الغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اس پر تصریح فرماتے ہوئے امام عتباتی اور سید سمودی اور پھر علامہ مناوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نقل کیا ہے۔ (ت)</p>
---	---

پھر اگر زید کو آنے میں بھی انکار ہو تو عالم مدوح خود اس کے پاس تکلیف کرے،

<p>في الهندية يذهب بنفسه او يبعث من يحضره ورسول الله صلى الله تعالى عليهم فعل كلا النوعين² اهـ ملخصاً۔</p>	<p>ہندیہ میں ہے خود جائے یا کسی کو بھیج کر طلب کرے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں طریقے اپنائے ہیں (ت)</p>
---	---

اور غالباً ہنوز حکم مسئلہ سے ناواقفی کے باعث اسے عالم موصوف سے ملنے اور گفتگو کرنے میں باک نہ ہوگا بس صرف اتنا اس سے دریافت کر لے کہ مریم تیری نامردی کی شاکہ ہے آیا واقعی ایسا ہی نہیں اگر اقرار

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۵۲۳/۱

² فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۵/۳

کرے سال بھر کی مہلت دے داور بحالت انکار زنانِ ثقات کو دکھا کر بقائے بکارت کا ثبوت لے کر زید کو مہلت ایک سال کی اطلاع کو دے جب بعد مرور مدت عورت پھر جدائی چاہے عالم دوبارہ زید کے پاس جائے، بن پڑے تو کاروائی مذکور کرے مگر جب زید کو خواہی نخواہی ایذا و ضرر مریم ہی منظور ہے تو بعد سماع مہلت عجب نہیں کہ دوبارہ عالم سے نہ ملے کہ آخر جبر شرعی کی طرف تو کوئی راہ ہی نہیں، اگر ایسی صورت واقع ہو تو مریم اس بار دوم کی کاروائی میں اپنے آپ کو اعانت عالم سے غنی سمجھے اور صرف اُس قدر امداد پر جو اوّل بار بحکم عالم نامر دی زید ثابت ہو کر مہلت یکساں دی گئی تھی قناعت کرے اب کہ زید عالم سے نہ ملے اور کاروائی آئندہ نہ ہونے دے ہندہ خود کہہ دے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور زید کے نکاح سے باہر آئی مذہب صاحبین پر اس قدر بھی کافی ہو جائے گا اور مریم اس کے ظلم سے نجات پائے گی،

ردالمحتار میں ماتن کے قول (ورنہ قاضی کی تفریق سے بائد ہو جائے گا) کے تحت بیان کیا کہ بعض نے کہا قاضی کی تفریق کے بجائے بیوی خود اپنے کو علیحدہ قرار دے تو کافی ہے اور قاضی کی ضرورت نہیں، جیسا کہ عتق میں خیار کی صورت میں عورت کو خود کاروائی کا اختیار ہے، بعض نے اس قول کو اصح قرار دیا، جیسا کہ غایۃ البیان میں ہے۔ اور مجمع میں پہلے قول (قاضی کی تفریق) کو امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اور دوسرے کو صاحبین کا قول قرار دیا ہے، نہر۔ اور بدائع میں مختصر الطحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ دوسرا قول ظاہر روایت ہے، اور پھر کہا کہ بعض مواقع میں ظاہر روایت صاحبین کا قول ہے، اھ۔ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) ہمارے علماء نے نص فرمائی ہے کہ اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فی ردالمحتار تحت قوله والابانت بالتفریق من القاضی وقیل یکفی اختیارها نفسها ولا یحتاج الی القضاء کخیار العتق قیل وهو الاصح کذا فی غایۃ البیان وجعل فی المجمع الاول قول الامام والثانی قولہما نہر، وفی البدائع عن شرح مختصر الطحاوی ان الثانی ظاہر الروایۃ ثم قال و ذکر فی بعض المواضع ان ما ذکر فی ظاہر الروایۃ قولہما^۱ انتھی۔

اقول: وقد نص علمائنا ان تقلید الغیر یجوز فی

^۱ ردالمحتار باب العنین دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۹۵/۲

مواقع الضرورة قال الله تعالى

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ¹ فَمَا ظَنُّكَ بِالْعَمَلِ
بقول صاحبی الامام المثلث فی ظاہر الروایۃ المذیل
بترجیح ما فقد صرحوا انه لیس فی المذہب قول
لاحد غیر الامام الہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
واما ما ینسب الی الصحابین او الی احدهما فما ہو
الارواۃ عنہ مال الیہا بعض الاصحاب، فنسبت الیہ
کما اقسام علیہ الاصحاب بایمان غلاظ شداد کما
ذکرہ فی رد المحتار و غیرہا من الاسفار واللہ یحب
التیسر ولا یرضی بالظلم ولا ضرر ولا ضرار فی
الاسلام² والیہ المشتکی من احوال الزمان، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

کے علاوہ کی تقلید بوقت ضرورت جائز ہے، اور اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں فرمائی۔
" تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دونوں شاگردوں (صاحبین)
کے قول پر عمل کے بارے میں تجھے کیا تردد ہو سکتا جبکہ وہ قول ظاہر
الروایۃ کے ضمن میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے
ہوئے ہے، فقہاء میں ایک طرح کی ترجیح بھی دامن میں لئے
ہوئے ہے، فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ مذہب میں امام اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے ماسوا کوئی قول نہیں اور
جو صاحبین یا ان میں کسی ایک کی طرف منسوب ہے تو وہ بھی
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول ہے جو ان سے مروی ہوتا
ہے اور بعض شاگرد اس قول کو اپنا لیتے ہیں جیسا کہ اس کو آپ کے
شاگردوں نے شدید قسموں کے ذریعے ذکر فرمایا ہے کہ جیسا کہ
اس کو رد المحتار وغیرہ کتب میں بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ آسانی
پیدا کرنے کو پسند فرماتا ہے اور ظلم اور ضرر کو اسلام میں پسند نہیں
فرماتا، اور اس کے دربار میں ہی زمانہ کے احوال کی شکایت ہے،
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۶۰: ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نامرد ہے اُس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اب وہ مقدمہ جھوٹا بنا
کر کچہری چڑھتا ہے کہ ہم نے طلاق نہیں دی ہے کچہری سے حکم ہوا ڈاکٹر معاینہ کرے اس کا ملاحظہ بھی ہوا وہ نامرد ہے دوچار
شخصوں نے اس کو چڑھا کر نالش کر دی ہے، اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

جب طلاق دے دی اور عدت گزر گئی طلاق بائن تھی تو عورت نکاح سے نکل گئی اور وہ جھوٹی

¹ القرآن الکریم ۷۸/۲۲

² المعجم الکبیر حدیث مکتبہ المعارف الریاض ۹۱/۶

نالش کرنے سے سخت گنہگار ہوا، اور اگر طلاق رجعی تھی اور عدت کے اندر رجعت کر لی تو عورت اُس کے نکاح میں ہے اور نالش میں وہ گنہگار نہ ہوا اگرچہ طلاق نہ دی کہنا نہ چاہئے تھا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۱: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع بلار عایت کسی کے مسائل مفصلہ ذیل میں، ایک عورت جو ان تیس ۳۰ سالہ کہ جس کا خاوند مدت دراز سے مجنون ہے اور اس کا علاج بھی ہر قسم سے کرایا گیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا، م اور اس شخص کا جنون حد کو پہنچ گیا کہ جس کو فقہ والے جنون مطبق کہتے ہیں، اور نیز اس مجنون کے پاس کچھ مال و اسباب بھی نہیں ہے جس سے اس عورت کے نان و نفقہ کا انتظام ہو سکے، ایسے مجنون کی زوجہ کو ائمہ ثلاثہ سے کسی امام کے نزدیک خیار تفریق ہے یا نہیں اور مسئلہ میں خیار تفریق کس امام کے قول پر فتویٰ ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مسئلہ شرعی میں دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مثلاً شرح وقایہ و ہدایہ و شامی وغیرہ میں اکثر مسائل کے اندر صاحبین کے قول کی ترجیح، امام کے قول پر ثابت کرتے ہیں، اور کتب فتاویٰ مثلاً عالمگیریہ و قاضی خاں وغیرہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، آیا یہ بات جائز ہے یا نہیں۔ جن مسائل میں قاضی و حاکم حکم وغیرہ نہیں ہے چنانچہ آج کل عملداری نصاریٰ کی ہے تو اس صورت میں مفتی کا فتویٰ قائم مقام ہو سکتا ہے یا نہیں، جواب مسئلہ صاف صاف معہ حوالہ کتب کے مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

ہمارے مذہب میں جنون کی وجہ سے ہرگز تفریق نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون ^۱ الخ	خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر اگرچہ وہ عیب جنون کی طرح واضح ہو، فتح کا اختیار نہیں الخ (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

وقد تکفل فی الفتح بردماً استدلل به الائمة الثلاثة و محمد ببالامزید علیہ ^۲	فتح میں ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے موقف کا خوب رد کیا جس سے زائد کی گنجائش نہیں ہے (ت)
---	---

^۱ درمختار باب العنین مطبع مجتہبی دہلی ۱۱/۲۵۴

^۲ ردالمحتار باب العنین دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۹۷

ہمارے علماء سے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جانبِ خیار گئے اور حاوی قدسی میں حسبِ عادت برخلاف عامہ متون و شروح و فتاویٰ اس کی نسبت "بہ ناخذ" (ہمارا اخذ مختار ہے۔ ت) بھی لکھ دیا جیسا کہ اُس سے عالمگیریہ میں منقول ہوا۔ فقیر کے فتاویٰ میں بتفصیل تام واضح کر دیا گیا ہے کہ ماخوذ و مختار، معتمد و واجب التعویل مذهبِ مہذب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے :

وان قول الحاوی لخلافہ بہ ناخذ۔ قد خالف فیہ المذہب وجہورائۃ المذہب والدلیل ایضافان الدلیل مع الامام فلا یلتفت الی خلافہ۔	حاوی کا امام صاحب کے قول کے خلاف پر بہ ناخذ (ہماری یہی مختار ہے) کہنا، یہ مذهب اور جمہورائۃ المذہب کے خلاف ہے جبکہ دلیل بھی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہی قوی ہے اس لئے اس کے خلاف کی طرف التفات کی ضرورت نہیں۔ (ت)
---	--

بانیہم اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالتِ ضرورت بلا مکر و فریب و پیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن۔

فقد اجاز والتحقق الضرورة الصحيحة تقلید الغیر بشرائط فهذا اولی بالجواز اذلیس بحمد اللہ فی المذہب قول خارج عن اقوال الامام کہا نص علیہ العلماء الکرام و ذکرہ اصحاب امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم بغلاظ الایمان و شد ادالاقسام لاسیما وقد ذیل لما هو اکد الفاظ الافتاء۔	فقہاء کرام نے صحیح ضرورت کی بناء پر دیگر ائمہ کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے تو یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی بطریقِ اولیٰ اتباع جائز ہوگی کیونکہ مجتہد تعالیٰ مذهب کا کوئی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے خارج نہیں ہے جیسا کہ اس پر علماء کرام نے نص کی ہے اور اس چیز کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں نے غلیظ حلقوں اور شدید قسموں کے ذریعہ بیان کیا ہے خصوصاً جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے ذیل میں فتویٰ کے پُر تاکید الفاظ کو ذکر کیا گیا ہو۔ (ت)
---	---

مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطورِ خود اس سے فرقت کر کے دوسرے سے نکاح کر لے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں،

لان فیہ خلافاً عظیماً شدیداً قویاً بل اجل واقوی فلا یتزوج هذا الجانب الا بالقضاء کما فی العنة بل	کیونکہ اس میں عظیم، قوی اور شدید بلکہ بہت بڑا قوی خلاف ہے، اس لئے اس پہلو کو قاضی کے فیصلہ کے بغیر ترجیح نہیں ہو سکتی، جیسا کہ مسئلہ
--	--

اولیٰ کمالی خفی۔	عنین (نامرد) بلکہ اس سے بھی اولیٰ تر، جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)
------------------	---

بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم شرعی کے حضور دعوٰی کرے وہ ثبوت جنون لے کر روزِ نالاش ایک سال کامل کی مہلت دے، اگر اس مدت میں شوہر اچھا ہو گیا فبہا، اور اگر اچھا نہ ہوا اور عورت نے بعد انقضائے سال پھر دعوٰی نہ کیا تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، اور اگر پھر رجوع لائی اور حاکم کو ثابت ہوا کہ شوہر ہنوز مجنون ہے تو اب وہ عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اپنے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو، اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا بغیر کچھ کہے چلی گئی یا کھڑی ہو گئی یا کسی نے اسے اٹھادیا یا حاکم خود اٹھ کھڑا ہوا تو اب عورت کو اصلاً اختیار نہ رہا وہ بدستور ہمیشہ اس مجنون کی زوجہ رہے گی، اور اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب حاکم تفریق کر دے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعد، جس سے چاہے نکاح کرے، یہ اس صورت میں ہے کہ جنون ثابت ہو اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہوا، اور اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی مدتہائے دراز گزر گئیں کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم و ممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کا اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو (عہ بیان ہوئے) ہندیہ میں ہے :

اذکان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لہا کذا فی الکافی قال محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کان الجنون حادثاً یؤجلہ سنة کالعنة ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذالم یبرأ وان کان مطبقاً فهو کالجوبہ نأخذ کذا فی الحاوی القدسی ¹ ۔	جب خاوند میں جنون، برص یا جذام جیسی امراض کا عیب ہو تو بھی بیوی کو فسخ کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ کافی میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند کو نکاح کے بعد جنون لاحق ہوا تو نامرد کی طرح اس کو بھی قاضی ایک سال کی مہلت دے گا، پھر سال کے بعد تندرست نہ ہونے پر عورت کو نکاح کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا، اور اگر جنون شروع سے چلا آ رہا ہو تو اس کا حکم ذکر کئے کی طرح ہوگا، اور اسی پر ہمارا عمل ہے جیسا کہ حاوی قدسی میں بیان کیا ہے۔ (ت)
--	---

عہ: یہاں اصل میں بیاض ہے۔

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۲۶/۱

بہر حال یہ تفریق بے حکم شرع نہیں، جہاں قاضی شرع نہ ہو وہاں جو عالم دین سچا تمام اہل شہر میں فقہ کا علم ہو ایسے امور میں حاکم شرعی ہے:

کما نص علیہ فی الحدیقة الندیة عن فتاوی الامام العتابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔	جیسا کہ اس پر فتاویٰ امام عتابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حدیقة الندیہ میں نص کی گئی ہے (ت)
--	--

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ ایسا فیصلہ اس کے لئے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے اور یہ لوگ رامپور وغیرہ ریاست اسلامیہ میں چارہ جوئی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶۲: از بہیڑی ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ نے زید کے ساتھ کیا اب کئی سال گزرے رخصت بھی ہو گئی مگر زید نامرد نکلا ہندہ اس کے پاس بدقت تمام کچھ دنوں تک رہی، ہر چند زید سے کہا جاتا ہے طلاق بھی نہیں دیتا اس وقت میں ہندہ کے واسطے چارہ کار کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار رہے گا۔

قال اللہ تعالیٰ فَاَمْسِكْ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْ بِهَا حَسَنًا ^۱ ۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک طلاق یا دو ۲ طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دی۔ (ت)
---	--

اگر زید خدا نافرستی کر کے طلاق نہیں دیتا تو اس کی تدبیر شرع مطہر میں یہ ہے کہ ہندہ حاکم شرع کے حضور دعوٰی کرے، حاکم زید سے جواب لے، اگر وہ ہندہ پر اپنے قادر نہ ہونے کا قرار کر لے فیہا ورنہ حاکم کسی عورت مسلمان نیک پار سا ثقہ معتمدہ ہو شیار کو دکھا کر شہادت لے کہ ہندہ دوشیزہ ہے، بعدہ، زید کو ایک سال کامل کی مہلت دے، اس سال میں زید ہندہ پر قاصر ہو جائے تو بہتر ورنہ عورت پھر دعوٰی کرے اور تفریق چاہے، اب پھر اگر زید خواہ شہادت یک عورت مسلمہ ثقہ سے ہندہ کی دوشیزگی ثابت ہو تو حاکم عورت سے دریافت کرے کہ اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو، اگر عورت شوہر کو اختیار کرے، یا اپنے نفس کے اختیار میں تاخیر کرے کہ مجلس بدل جائے تو اب اس کا دعوٰی بالکل ساقط ہو جائے گا، لہذا اسی جلسہ میں

^۱ القرآن الکریم ۲۲۹/۲

فوراً اپنے نفس کو اختیار کر لے اس وقت حاکم زید کو حکم دے وہ اگر مان لے بہتر ورنہ حاکم خود ان میں تفریق کا حکم کر دے، یہ تفریق طلاق بائن ہو جائے گی، بعد مروت عدت ہندہ کو اختیار ملے گا جس سے چاہے نکاح کر لے،

فی الدر المختار لو وجدته عیناً اجل سنة قمریة فان وطئ مرة فبها والابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقاً بطلبها ¹ مخلصاً۔	در مختار میں ہے اگر بیوی خاوند کو نامرد پائے تو قمری مہینوں کے حساب سے سال بھر کی خاوند کو مہلت دی جائے گی، اگر اس دوران میں ایک مرتبہ وطی کر لے تو بہتر، ورنہ عورت کے مطالبہ پر قاضی کی تفریق سے بیوی کو بائنہ طلاق ہوگی، اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے اھ ملخصاً۔ (ت)
---	--

یہ ساری کارروائی قاضی شرع کے حضور جسے حاکم اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا ہو، فی الدر لا عبدة بتاجیل غیر قاضی البلدة² (در مختار میں ہے کہ شہر کے قاضی کے علاوہ کسی اور کی مہلت کا اعتبار نہیں ہے۔ ت) اگر ان کے شہر میں کوئی ایسا قاضی نہ ہو تو زید و ہندہ کسی ذی علم کو بیچ مقرر کریں اس کے یہاں یہ کاروائیاں ہوں،

فی الخیریة یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولا قود ولادیة علی العاقلة ولهم ان یفرقوا بطلب الزوجة ³ ۔	فتاویٰ خیر یہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں ثانی فیصلہ جائز ہے کیونکہ یہ حد، قصاص یا عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، تو ثالث حضرات کو بیوی کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے۔ (ت)
--	--

اگر زید کسی کو بیچ بنانے پر راضی نہ ہو تو ہندہ رامپور وغیرہ بلاد اسلامیہ میں جا کر قاضی شرع کے یہاں دعویٰ کرے جس کی قضاء کو والی اسلام نے اس کے خاص اس شہر والوں سے مخصوص نہ کر دیا ہو،

فان القضاء یقبل التخصیص بالزمان والمكان کما فی الاشباہ وغیرہا۔	کیونکہ قضاء زمانہ اور مکان کے لئے مخصوص ہو سکتی ہے جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)
--	--

وہ احکام مذکورہ پر عملدرآمد کرے۔

فی بحر الرائق ورد المحتار وغیرہا من	بحر الرائق، رد المحتار وغیرہا مکتب میں ہے کہ
-------------------------------------	--

¹ در مختار باب العنین مطبع مجتہدائی دہلی ۱/۲۵۴

² در مختار باب العنین مطبع مجتہدائی دہلی ۱/۲۵۴

³ فتاویٰ خیریہ باب التحکم دار المعرفۃ بیروت ۱۶/۲

الاسفار ولا يشترط ان يكون المتداعيان عن بلد القاضى ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	دعویٰ کرنے والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضی کے شہر کے ہوں الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۲۶۳: از بریلی محلہ باغ احمد علی خاں متصل بانس منڈی مسئلہ اسحق احمد صاحب ۲۵ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نصیبین کا نکاح زید کے ساتھ ہوا، زید نامرد ہے اور نصیبین خانہ زوج میں بخوشی اپنی
موجود تھی مگر والدین نصیبین مذکور چاہتے ہیں کہ مسمتا مذکور اس سے علیحدہ کر لی جائے، زید سے طلاق لینا واجب ہے
یا نہیں، نصیبین کے نکاح کو عرصہ ڈھائی برس کا ہوا شروع نکاح میں صرف تین مرتبہ ہمبستری کا اتفاق ہوا ازاں بعد نامرد ہو گیا
اب نصیبین مذکور ناخوش ہے بنائے ناخوشی یہ ہے کہ زید کے باپ نے ایک مکان وقت نکاح اس کے نام کر دیا تھا اب جبراً واپس
لے لیا اور رجسٹری کرائی۔

الجواب:

طلاق لینا واجب نہیں، نہ اب بر بنائے نامردی دعویٰ ہو سکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کر چکا ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے
کہ وہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عند اللہ اُس پر لازم ہے کہ اُسے طلاق دے دے جبکہ وہ اپنا حق جماع چھوڑنے پر راضی
نہ ہو،

قال تعالى فَاَمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيْهِ بِاِحْسَانٍ ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ روک رکھو یا اسے نیکی کے ساتھ آزاد کردو واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

مسئلہ ۲۶۴: از بریلی محلہ ملوکپور مسئلہ امانت علی صاحب ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو جگہ اپنے نکاح کا پیام بھیجا لڑکی والوں کو تحقیقات سے معلوم ہوا
کہ یہ شخص نامرد ہے تیسری جگہ دھوکہ دے کر ایک لڑکی سے عقد کر لیا اور نامرد ثابت ہوا، پس ایسی حالت میں نکاح جائز ہوا یا
نہیں؟

الجواب:

ہاں نکاح ہو گیا، عورت دعویٰ کرے گی کہ تو بعد ثبوت نامردی مرد کو سال بھر کامل کی مہلت دی جائیگی،

^۱ بحر الرائق کتاب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵/۶

^۲ القرآن الکریم ۲۲۹/۲

اگر اس مدت میں اس عورت پر قادر ہو گیا فبہا، ورنہ پھر عورت کے دغوی کرے اور اب بھی نامردی ثابت ہو جانے پر حاکم عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کے پاس رہنا مانے یا جدائی، اگر وہ فوراً کہے گی کہ جدائی چاہتی ہوں تو دونوں میں تفریق کر دے گا، اُس وقت عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵: از پر تاب گڑھ محلہ سید امین مسئلہ عبدالرب صاحب ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جس عورت کا مرد پانچ سال سے زیادہ تک نامعلوم و بے نشان ہے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہے کہ دوسرا شوہر کر لے۔ امام مالک شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک قول کے فرماتے ہیں کہ "جب گزر جائیں چار برس تو تفریق کر دے درمیان میں ان دونوں کے قاضی، بعد اس کے نکاح کریں زوج ثانی سے۔" اور غرض مستفسر کی یہ ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے اس مسئلہ کے فسخ نکاح کی کیوں کر قاضی سے کرا دی جائے، اس زمانہ پُر آشوب میں بعاث حکام غیر مذہب کے احکام قاضی کے بالکل مسدود ہو گئے ہیں پس ایسے وقت میں طریقہ اُس کے فسخ کرنے نکاح کے کیونکر عمل میں لائی جائے گی۔ دوسرے یہ کہ بعد فسخ کرا دینے نکاح قاضی کے، آیا اس کے لئے کوئی عدت طلاق یا وفات کی کرنا چاہئے یا کہ بدون عدت کے نکاح ثانی کر لے۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی شخص ضرورت کے وقت بعض مسئلوں میں امام شافعی و امام مالک کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں اس شخص کو ہمیشہ کے لئے کل مسئلوں میں اس امام کی تقلید لازم ہوتی ہے یا نہیں؟ چوتھے یہ کہ خفیہ بھی اس فتوے کے موافق فتویٰ دے سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ہمارے مذہب میں وہ نکاح نہیں کر سکتی جب شوہر کی عمر سے ستر ۷۰ سال گزر کر اس کی موت کا حکم نہ دیا جائے اس وقت وہ بعد عدت وفات نکاح کر سکے گی یہی مذہب امام احمد کا ہے اور اسی طرف امام شافعی نے رجوع فرمائی، امام مالک کہ چار سال مقرر فرماتے ہیں وہ اس کے گم ہونے کی دن سے نہیں بلکہ قاضی کے یہاں مرافعہ کے دن دے سے خود امام مالک نے کتاب مدونہ میں تصریح فرمائی کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس ۲۰ برس گزر چکے ہوں اُن کا اعتبار نہیں، ادعائے ضرورت کا علاج تو اُن کے یہاں بھی نہ نکلا، آج تک تو جتنا زمانہ گزرا بیکار ہے اب قاضی شرع اگر ہو بھی اور اس کے یہاں مرافعہ کیا جائے اور وہ شوہر کا مفقود الخبر ہونا تصدیق کرے اُس کے بعد چار برس کی مہلت دے اور پھر اب تک مفقود رہنا تحقیق کرے اُس کے بعد تفریق کرے اور عورت عدت بیٹھے یہ ممتد زمانہ بے شوہر اور بے نان نفقہ کے کیسے گزرے گا، مذہب بھی چھوڑا اور کال بھی نہ کٹا، لہذا وہ کرے جو امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ ایک عورت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بلا میں مبتلا

ہی امرأۃ ابتلیت فلتصبر

حقاً یا یتھا موت و طلاق ¹ ۔	فرمایا ہے اس پر لازم ہے کہ صبر کرے یہاں تک کہ شوہر کی موت یا طلاق ظاہر ہو۔
--	--

ضرورت صادقہ کے وقت جو کسی مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ سے کسی امام کی تقلید کی جاتی ہے صرف اس مسئلہ میں اس کے مذہب کی رعایت امور واجبہ میں ضرور ہوگی، دیگر مسائل میں اپنے امام ہی کی تقلید کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے خاوند نے اپنی زوجہ کے قتل کی نیت سے چاقو مارے اور اپنی دانست میں اس کا کام تمام کر دیا تھا مگر قضائے الہی سے وہ زندہ بچ گئی، شوہر بعد میں سزائے جرم میں دس برس کے لئے دریائے شور بھیجا گیا، شوہر نے لفظ طلاق کا کچھ نہیں کہا تھا اب زوجہ محتاج ہے اور کسب پر قادر نہیں، دوسرے شخص سے وہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ وقت مقدمہ جب انگریز نے شوہر کو دریائے شور بھیجا تھا اور شوہر نے یہ بیان کیا تھا میں نے تو اس کو بالکل مار ڈالا تھا، وارثان زوجہ نے حاکم سے یہ کہا کہ اس شخص سے زوجہ کو طلاق بھی دلوادو، تو حاکم نے یہ کہا کہ تم اپنے علماء سے دریافت کرو، باقی مجرم نے تو اپنی زوجہ کو اپنے ذہن میں قتل ہی کر ڈالا تھا، طلاق کے استفسار و طلب کی حاجت کیا ہے، اور واقعی شوہر نے زوجہ کو اس طور مارا تھا کہ اس کا بچ جانا تعجبات سے ہے یعنی زوجہ کی آنتیں وغیرہ سب نکل کر باہر آ گئی تھیں فی الجملہ صورت مستفسرہ میں ہندہ زوج کے نکاح میں ہے یا نہیں اور دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور جس عورت کا شوہر دائم الحبس ہو گیا وہ نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

بے افتراق بہوت یا طلاق دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی، ہمارے نزدیک، غیبت خواہ عسرت کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیل نفقہ سے عورت کی محرومی باعث تفریق نہیں بلکہ شافیہ وغیرہم کے نزدیک بھی جواز تفریق کے یہ معنی کہ عورت قاضی شرع کے حضور دعوٰی پیش کرے اور قاضی گواہ شرعی لے کر تفریق کر دے نہ یہ کہ عورت بطور خود جس سے چاہے نکاح کر لے، یہ ہرگز ائمہ اربعہ میں

¹ مصنف عبد الرزاق باب التی تعلم مہلک زوجها المکتبۃ الاسلامی بیروت ۹۱/۷-۹۰ حدیث نمبر ۱۲۳۳۲، ۱۲۳۳۳، ۱۲۳۳۴، ۱۲۳۳۵

سے کسی کامل مذہب نہیں، اسی طرح شوہر کا بقصد قتل زوجہ پر حربہ کرنا اور اپنے گمان میں اس کا کام تمام کر دینا کسی کے نزدیک موجب افتراق نہیں، کوئی جاہل سا جاہل بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ جس کی عمر تخمیناً ۷۰ سال کی تھی فوت ہو گئی وہ بوجہ ناقابل ہونے زوجیت کے مباشرت شوہری سے مجبور ہے اندام نہانی قابل ادخال نہ تھا قدرۃ اُس میں قابلیت مباشرت نہ تھی زن و شوہر میں کبھی مجامعت نہ ہوئی نہ کوئی اولاد پیدا ہوئی بس اس زوجہ کے شوہر پر کیا کیا حقوق عائد ہو سکتے ہیں اور شوہر مٹرو کہ منقولہ و غیر منقولہ زوجہ میں حقوق شرعی رکھتا ہے یا دونوں ایک دوسرے کی مالیت میں کچھ حق نہیں رکھتے یا فلاں اس قدر کہتا ہے اور فلاں اس قدر یا فلاں بالکل حق نہیں رکھتا اور فلاں رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئلہ میں زن و شوہر کے باہمی حقوق ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے زن قابل جماع کے ساتھ صرف فرق اتنا ہے کہ اگر فرج داخل میں بقدر حشفہ ادخال ناممکن تھا اور ایسی حالت میں شوہر طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اگرچہ خلوت کر چکا ہوتا کہ وہ خلوت بوجہ مانع خلوت صحیح نہ تھی اور عدت جب بھی لازم آتی اور عورت کا نفقہ بھی شوہر پر لازم آتا اب کہ عورت کا انتقال ہو گیا اس کا کل مہر ذمہ شوہر واجب الادا ہو گیا اور عورت کا نصف ترکہ شوہر کو ورثہ پہنچے گا کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح شرعاً صحیح بلکہ لازم ہوتا ہے کہ شوہر دعویٰ فسخ نہیں کر سکتا، درمختار میں ہے:

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشاً کجنون وجذام ورتق وقرن ^۱	فحش عیب ہو تو بھی خاوند بیوی میں سے کسی کو دوسرے میں عیب کی بناء پر فسخ نکاح کا اختیار نہیں، مثلاً جنون، جذام، بیوی کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی ہو۔ (ت)
--	---

اُسی میں ہے:

الخلوة بلا مانع کرتق وقرن وعقل كالوطء فی تاكد المهر وتجب العدة فی الكل ولو فاسدة و	خلوت جس میں مانع جماع نہ پایا جائے مثلاً عورت کی شرمگاہ میں تنگی یا ہڈی وغیرہ ہو تو ایسی خلوت وطی کے حکم میں ہوگی جس سے مہر لازم ہو جائے گا
---	---

^۱ درمختار باب العنین مطبع مجتہبی دہلی ۱/۲۵۴

الموت ایضاً کالوطی فی حق العدة والمهر ^۱ اھ ملتقط۔	عدت واجب ہوگی اگرچہ نکاح فاسد ہو، اور موت بھی وطی کی طرح ہے اس سے بھی مہر اور عدت لازم ہوگی اھ ملتقط (ت)
--	--

اسی میں ہے:

النفقة تجب للزوجة بنکاح صحیح ولو رتقاء او قرنأ او کبيرة لا توطأ ^۲ (ملخصاً)	بیوی کے لئے نفقہ واجب ہے نکاح صحیح ہو خواہ بیوی کی شرمگاہ میں ہڈی یا غدود کی وجہ سے تنگی ہو، یا بڑھاپے کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو (ملخصاً) (ت)
--	--

اسی میں ہے:

يستحق الارث بنکاح صحیح لا فاسد ولا باطل ^۳ (ملخصاً)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	صحیح نکاح میں وراثت کا استحقاق ہوتا ہے فاسد یا باطل میں نہیں (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
--	---

^۱ درمختار باب المهر مطبع مجتہائی دہلی ۱۹۸/۱

^۲ درمختار باب النفقة مطبع مجتہائی دہلی ۲۶۶-۶۷/۱

^۳ درمختار کتاب الفرائض مطبع مجتہائی دہلی ۳۵۲/۲

باب الکناۃ

(طلاق کناۃ کا بیان)

رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق^{۱۳۱۱ھ}
(طلاق بائن کے الفاظ کی تعداد اور ان کی تفصیل کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۲۶۸: ازبڑودہ ضلع گجرات کلاں ٹھکانہ پایگاہ قاسم حالہ مرسلہ غلام حسین حالہ ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں عالم شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، چند روز بعد اُس کے خاوند نے طلاق بائن دی جائز یا نہیں؟ عورت فاحشہ ہے خاوند نے طلاق بائن دیا جائز ہے یا نہیں؟ طلاق بائن کسے کہتے ہیں؟ طلاق بائن کا کیا طریقہ ہے؟ طلاق بائن کس طور سے دیتے ہیں؟ جس وقت چاہے خاوند اپنی عورت کو طلاق بائن دے سکتا ہے یا نہیں؟ مع مہر و نام کتاب عبارت عربی ترجمہ اردو، خلاصہ تحریر فرمائیے، اس کا اجر آپ کو خداوند کریم عطا کرے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بائن وہ طلاق جس کے سبب عورت فوراً نکاح سے نکل جائے، اگر بعد نکاح ابھی وطی و جماع کی نوبت نہ پہنچی اگرچہ خلوت ہو چکی ہو تو طلاق دی جائے بائن ہی ہوگی۔

<p>فی التَّنْوِيرِ والدَّرُورِ والمَحْتَارِ الْخُلُوةُ لَا تَكُونُ كَالْوُطَى فِي حَقِّ الرَّجْعَةِ لَارْجَعَةٍ لَهُ بَعْدَ الطَّلَاقِ الصَّرِيحِ بَعْدَ الْخُلُوةِ بِحَرَايَ لَوْ قَرَعَ الطَّلَاقُ بَائِنًا أَهْبَالَ التَّنْقَاطِ۔</p>	<p>تنویر، در، ردالمحتار میں ہے کہ بیوی سے رجوع کے معاملہ میں خلوت، وطی کی طرح نہیں، یعنی خلوت کے بعد اور جماع سے پہلے طلاق دی ہو تو اس صریح طلاق کے بعد بیوی سے رجوع نہیں ہو سکتا ہے، بحر_____ کیونکہ صریح طلاق قبل از جماع بائنہ ہوتی ہے اھ ملتقطاً (ت)</p>
---	--

یونہی جب طلاق تین تک پہنچ جائیں خواہ ایک بار میں خواہ دس برس میں، تو وہ بھی بائن ہو جاتی ہیں بلکہ وہ بائن کی قسم اکبر ہیں کہ پھر بے حلالہ اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ بائن کی تیسری صورت وہ طلاق کہ مال کے بدلے دی جائے مثلاً شوہر نے کہا میں بعوض ہزار روپیہ تجھے طلاق دی یا تیرے مہر کے بدلے طلاق دی، اور عورت نے قبول کر لیا، یا عورت نے کہا میں نے اپنے مہر یا فلاں قرض سے تجھے بری کیا اس شرط پر کہ تو مجھے طلاق دے دے، مرد نے دے دی، یا مرد نے کہا جتنے حق عورتوں کے شوہروں پر ہوتے ہیں اُن سب سے مجھے بری کر، اس نے کہا بری کیا، اس نے فوراً کہا میں نے طلاق دی، کہ اس میں اگرچہ صراحۃً ذکرِ عوض نہ تھا مگر صورتِ حال دلیل معاوضہ ہے،

<p>فی التَّنْوِيرِ الْوَاقِعِ بِالطَّلَاقِ عَلَى مَالٍ طَّلَاقُ بَائِنٌ ۱۲ وَفِي ردالمَحْتَارِ ارَادَ بِالْمَالِ مَا يَشْمَلُ الْاِبْرَاءَ مِنْهُ حَتَّى لَوْ قَالَتْ اِبْرَأْتُكَ عَمَالِي عَلَيْكَ عَلَى طَّلَاقٍ فَفَعَلَ بَرِّئَ وَ بَائِنٌ، بِحَرِّ عَنْ الْبِزَازِيَةِ وَفِي الْفَتْحِ آخِرُ الْبَابِ قَالَ اِبْرَئِيْنِي مِنْ كُلِّ حَقٍّ يَكُونُ لِلنِّسَاءِ عَلَى الرِّجَالِ فَفَعَلْتُ فَقَالَ فِي فَوْرِهِ طَلَقْتُكَ وَهِيَ مَدْخُولٌ بِهَا يَقَعُ بَائِنًا لِانْه بَعُوضٌ ۳۔</p>	<p>تنویر میں ہے کہ مال کے عوض طلاق، بائنہ طلاق ہوگی اھ، اور ردالمحتار میں ہے کہ مال سے مراد عام ہے نقد ہو یا خاوند کے ذمہ اگر بیوی کا مال ہو مثلاً مہر وغیرہ تو طلاق کے عوض بیوی کا خاوند کو اپنے حق سے بری کرنا حتیٰ کہ اگر بیوی نے کہہ دیا کہ طلاق کے عوض میں تجھے اپنے حق سے بری کرتی ہوں، اور اس نے طلاق دے دی تو یہ طلاق بائنہ ہوگی، بحر نے اس کو بزازیہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے، اور فتح میں اس باب کے آخر میں ہے خاوند نے کہا تو مجھے ہر ایسے حق سے بری کر دے جو عورتوں کا مردوں کے ذمہ ہوتا ہے، اور بیوی نے ایسے کر دیا تو خاوند نے فوری طور پر کہہ دیا میں نے تجھے طلاق دی، اگر بیوی مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ</p>
---	---

^۱ ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۲/۲

^۲ درمختار باب الخلع مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۵/۱

^۳ ردالمحتار باب الخلع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۶۰/۲

ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے۔ (ت)

چوتھی جو طلاق کسی قسم کی دی گئی اور بغیر رجعت ہوئے عدت گزر گئی وہ طلاق بھی بائن ہوگی۔ ان چاروں صورتوں میں کسی لفظ کی تخصیص نہیں سب الفاظ ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔

پانچواں یہ کہ عورت سے جماع ہولے اس کے بعد طلاق دے اور گنتی بھی تین تک نہ پہنچے، نہ مال کے بدلے طلاق ہو نہ عدت گزرے، بایں ہمہ طلاق دیتے ہی بائن ہو جائے اس کے لئے الفاظ مقرر ہیں کہ ان لفظوں سے کہا تو بائن ہوگی اور ان سے کہا تو رجعی کہ عدت کے اندر رجعت کا اختیار دیا جائیگا مثلاً اگر زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو عورت نکاح سے نکلنے نہ پائے گی بدستور زوجہ رہے گی اور حکم طلاق زائل نہ ہوگا۔

بائن کے بعض الفاظ یہ ہیں:

اجا،^۱ نکل،^۲ چل،^۳ روانہ ہو،^۴ اٹھ،^۵ کھڑی ہو،^۶ پردہ کر،^۷ دوپٹہ اوڑھ،^۸ نقاب ڈال،^۹ ہٹ،^{۱۰} سرک،^{۱۱} جگہ چھوڑ،^{۱۲} گھر خالی کر،^{۱۳} دور ہو،^{۱۴} چل دور،^{۱۵} اے خالی،^{۱۶} اے بریافت،^{۱۷} اے جدا،^{۱۸} تو مجھ سے جدا ہے،^{۱۹} میں نے تجھ بے قید کیا،^{۲۰} میں نے تجھ سے مفارقت کی،^{۲۱} تو جدا ہے،^{۲۲}

دُر میں ہے، نکل جا، چلی جا، کھڑی ہو جا، پردہ کر، دوپٹہ اوڑھ، ہٹ جا، جگہ چھوڑ، دور ہو، خالی ہو۔ اغربی یا اعزبی غربت یا عزوبت سے ہے، یہ الفاظ جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، اور اکیلی، اے بری یا حرام یا بائنہ، یہ الفاظ اور ان کے ہم معنی جیسے، تو مجھ سے جدا ہے، میں نے تجھے آزادی دی، ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں، اور، تو مجھ سے آزاد ہے، میں نے تجھے بے قید کیا، میں نے تجھ سے مفارقت کی، یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتے، یہ تمام اقسام رضا کی حالت میں کہے ہوں تو نیت پر موقوف ہوں گے۔ (ت)

فی الدرفنحو اخرجی واذہبی وقومی تقنعی، تخیری، استتری، انتقلی انطلق، اغربی، اعزبی، من الغربة او من العزوبة یحتمل ردا، ونحو خلیة، بریة، حرام بائن، ومراد فہا کبتة بتلة یصلح سباً، انت حر ة، سرحتک، فارقتک لایحتمل السب والرد، ففی حالة الرضی تتوقف الاقسام علی نية^۱ (ملتقط)۔

^۱ درمختار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۳/۱

۲۳ رستہ ناپ، ۲۴ اپنی راہ لے کتایتان عن الذہابیہ دونوں کنایہ ہیں، جانے، سے۔ (ت) ۲۵ کلامنہ کر، ۲۶ چال دکھا، ۲۷ چلتی بن، ۲۸ چلتی نظر آ، ۲۹ دفع ہو، ۳۰ دال نے عین ہو، ۳۱ روفو چکر ہو، ۳۲ پنجر خالی کر، ۳۳ ہٹ کے سر، ۳۴ اپنی صورت گما، ۳۵ بستر اٹھا، ۳۶ اپنا سوجھتا دیکھ، ۳۷ اپنی گھڑی باندھ، ۳۸ اپنی نجاست الگ پھیلا، ۳۹ تشریف لے جائیے، ۴۰ تشریف کا ٹوکرا لے جائیے، ۴۱ جہاں سینگ سائے جا، ۴۲ اپنا مانگ کھا، ۴۳ بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے، کھا کنایہ عن البعد والذہابیہ سب دُور ہونے، اور جانے سے، کنایہ ہیں۔ (ت) ۴۴ اے بے علاقہ ہو کقولہ بتتہ بتتہ "بے علاقہ ہو" کہا تو بتتہ اور بتتہ کی طرح ہے۔ (ت) ۴۵ منہ چھپاؤ، کقولہ تقنعی تخمری استتیر پیردہ کر، اوڑھنی لے، نقاب ڈال، کی طرح ہیں۔ (ت) ۴۶ جہنم میں جا، ۴۷ چولھے میں جا، ۴۸ بھاڑ میں جا،

فی فروع الدراذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ ۱۔	دُر کے فروعی مسائل میں ہے: جہنم میں جا، کہا، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، خلاصہ۔ ت
--	--

۴۹ میرے پاس سے چل، ۵۰ اپنی مراد پر فتح مند ہو، ۵۱ میں نے نکاح فسخ کیا، ۵۲ تو مجھ پر مثل مردار یا ۵۳ سو زیا ۵۴ شراب کے ہے

فیہا ایضاً وكذا اذہبی عنی وافلحی وفسخت النکاح وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالباء ۲۔	اسی میں ہے اور یوں ہی اگر کہا میرے پاس سے چلی جا، اپنی مراد پر کامیاب ہو، میں نے نکاح فسخ کیا، تو مجھ پر مردار کی طرح ہے، تو مجھ پر خنزیر کی طرح یا شراب کی طرح ہے۔ ت
--	---

نہ مثل بھگ یا فیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے،

فی ردالمحتار تحت قول الدرانت علی کالمیتۃ والمراد التشبیہ بما هو محرم العین کالخمر والخنزیر و المیتۃ فالحکم فیہ کالحکم فی انت علی حرام بخلاف ما لو قال انت علی کمتاع فلاں فلا یقع وان نوی افادۃ فی الذخیرۃ ۳۔	ردالمحتار میں درمختار کے قول "تو مجھ پر مردار کی طرح ہے" سے مراد وہ چیز ہے جو قطعی حرام ہے جیسے شراب، خنزیر اور مردار۔ ان کا حکم وہی ہے جو "تو مجھ پر حرام ہے" کا ہے، اس کے بخلاف اگر اس نے کہا "تو مجھ پر فلاں کے مال کی طرح ہے" اس میں نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی، ذخیرہ میں یہ افادہ کیا۔ (ت)
--	---

۱ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۲۶/۱

۲ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۲۶/۱

۳ ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۷۷

۵۵ تو مثل میری ماں یا بہن یا بیٹی کے ہے اور یوں کہا کہ توماں بہن بیٹی ہے تو گناہ کے سوا کچھ نہیں،

<p>دُر میں ہے اگر بیوی کو کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح" لفظ مثل یا کاف کو تشبیہ کے لیے ذکر کیا، اور یوں ہی اگر لفظ علیٰ (مجھ پر) کو حذف کر دیا ہو اور خدمت یا ظہار یا طلاق جو بھی نیت کرے گا وہی حکم ہوگا، ہر ایک کی نیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ لفظ کنایہ ہے، اور کچھ بھی نیت نہ تھی یا تشبیہ کے لفظ کو حذف کر دیا ہو تو یہ لغو کلام ہوگا، اور صرف ادنیٰ معنی یعنی خدمت و کرامت مراد ہوگا، اور "تو میری ماں ہے اور اے میری بیٹی اے میری بہن" جیسے الفاظ مکروہ ہیں۔ (ت)</p>	<p>فی الدروان نوی بآنت علی مثل امی اوکامی وکذالو حذف علی، خانیه بر او ظہار او طلاقاً صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والاينو شیعاً او حذف الکاف لغاوتعین الادنی اے البریعنی الکرامة ویکرہ قولہ انت امی ویابنتی ویاختی ونحوہ^۱۔</p>
---	--

۵۹ تیری گلو خلاصی ہوئی، تو خالص ہوئی فی ردالمحتار انت خالصة^۲ (ردالمحتار میں ہے: تو خالص ہوئی۔ ت) "حلال خدا، یا" حلال مسلمانان^۳ یا ہر حلال مجھ پر حرام،^۴ تو میرے ساتھ حرام میں ہے،

<p>یہ تمام فتاویٰ شامی میں ہے جیسا کہ آئندہ صراحتاً آئے گا، ان میں متاخرین فقہاء نے ہمارے متقدمین ائمہ کی مخالفت کی ہے اور کہا ان الفاظ میں نیت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق میں عُرف بن چکے ہیں، قلت (میں کہتا ہوں) ہمارے علاقہ میں یہ عُرف نہیں ہے تو یہ الفاظ اپنے اصل پر لوٹ آئیں گے، علامہ شامی نے فرمایا: متاخرین نے جدید عُرف کی بنا پر خلاف کیا تو اس کے ساتھ وقوع بآئن وجود عرف پر موقوف ہوگا۔ (ت)</p>	<p>الکل فی الشامی کما یأتی صریحاً وخالف فیہا المتأخرون اثبتنا المتقدمین فقالوا لاحاجة الی الذیۃ لانہ المتعارف قلت وفي بلادنا قد انعدم التعارف فال الامر الی ماکان علیہ قال الشامی ان المتأخرین خالفوا العرف الحادث فیتوقف الآن وقوع البائن به علی وجود العرف۔</p>
--	---

۶۵ میں نے تجھے تیرے ہاتھ بیچا اگر کسی عوض کا ذکر نہ کرے،

<p>ردالمحتار میں خانیه سے منقول ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "میں نے تجھے تیرے پاس فروخت کیا" تو</p>	<p>فی ردالمحتار عن الخانیۃ ولو قال بعت نفسك منك فقالت اشتريت یقع</p>
---	--

^۱ درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۲۴۹/۱

^۲ ردالمحتار باب الکناہیات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۲/۲

بیوی نے کہا میں نے خریدا، تو بائنہ طلاق ہو جائیگی، کیونکہ بیوی کو اس کے پاس فروخت کرنا بیوی کو اپنے نفس کا مالک بنانا ہے نفس کی ملکیت بیوی کو بغیر بائنہ طلاق کے حاصل نہیں ہو سکتی، لہذا بائنہ طلاق ہوگی اھ۔ (ت)	طلاق بائن لان بیع نفسہا تمليك النفس من المرأة وملك النفس لا يحصل الا بالبائن فيكون بائناً اھ۔
--	---

اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا،

کیونکہ یہ بیوی کو اپنے نفس کا مالک قرار دینا ہے تو بیوی اپنے نفس کی مالک بائنہ طلاق کے بغیر نہیں بن سکتی، اس کے بخلاف جو آئندہ عنقریب آئے گا کہ خاوند اگریوں کہے "میں نے تجھے تیری طلاق فروخت کی" تو اسے یہ طلاق کا مالک بنانا ہوا لہذا یہ خاوند کا بیوی کو طلاق تفویض کرنا ہے جس میں بیوی کا قبول کرنا شرط ہے۔ (ت)	لانه تمليك نفسها منها وهي لا تملك نفسها الا بالبائن بخلاف ما سيحتمى من قوله بعث منك طلاقك فانه تمليك الطلاق منها فكان تفويضاً فاشتراط قبولها۔
---	---

^{۱۶} میں تجھ سے باز آیا، ^{۱۷} میں تجھ سے درگزر کرنا فی ردالمحتار عدیت عنہا ^{۱۸} (ردالمحتار میں ہے: میں تجھ سے درگزر کرتا) ^{۱۹} تو میرے کام کی نہیں، ^{۲۰} میرے مطلب کی نہیں، ^{۲۱} مصرف کی نہیں کہا حققناہ علی ہامش ردالمحتار (جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس تحقیق کی ہے۔ ت) ^{۲۲} مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں، ^{۲۳} کچھ قابو نہیں، ^{۲۴} ملک نہیں، ^{۲۵} میں نے تیری راہ خالی کر دی، ^{۲۶} تو میری ملک سے نکل گئی، ^{۲۷} میں نے تجھ سے خلع کیا، ^{۲۸} اپنے میکے بیٹھ، ^{۲۹} تیری باگ ڈھیلی کی، ^{۳۰} تیری رستی چھوڑ دی، ^{۳۱} تیری لگام اتاری، ^{۳۲} اپنے رفیقوں سے جامل،

ہندیہ میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے خلیۃ، بریۃ، بتہ، بائن اور حرام کے الفاظ کے ساتھ دیگر چار الفاظ کو ملحق کیا ہے ان دیگر چاروں کو امام سرخسی نے مبسوط میں اور قاضیخان نے شرح جامع صغیر میں اور دوسرے حضرات نے ذکر کیا ہے وہ لاسبیل لی علیک (مجھے تجھ پر چارہ نہیں)، لا ملک لی علیک (تجھ پر میری ملکیت نہیں)، خلیۃ سبیلک (میں نے تیرا راستہ آزاد کیا)، فارقتک (میں نے تجھ سے مفارقت کی)،	في الهندية والحق ابو يوسف رحمه الله تعالى بخليۃ وبريۃ وبتة وبائن وحرام اربعة اخرى ذكرها السرخسي في المبسوط وقاضی خان في شرح الجامع الصغير واخرون وهي لاسبیل لی علیک، لا ملک لی علیک، خلیۃ سبیلک، فارقتک، ولا رواية في خرجت من ملكي قالوا هو
--	---

^۱ ردالمحتار باب الخلع قوله كبعت نفسي مطبعتا دہلی ۵۵۹/۲

^۲ ردالمحتار باب الكنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۲/۲

<p>اور خرجت من مملکی (تو میری ملکیت سے نکل گئی) میں کوئی روایت نہیں ہے، اور فقہاء نے فرمایا یہ بمنزلہ "خلیت سبیلک" کے ہے، اور نتائج میں ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے پانچ الفاظ کے ساتھ مزید چھ الفاظ ملحق فرمائے ہیں، اور وہ چار پہلے ذکر شدہ اور دو^۲ مزید، وہ خالعتک (میں نے تجھ سے خلع کیا) الحقی باہلک (اپنے خاندان میں چلی جا) غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے اھ، قلت (میں کہتا ہوں) یہ بات پناہ طلب کرنے والی میں ہے۔ اور اسی غایۃ السروجی میں یہ بھی ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا "تیری ڈوری تیرے کندھے پر ہے" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے تو منتقل ہو، تو جائز الحقی کی طرح ہے۔ اور بزازیہ میں ہے اگر یوں کہا "اپنے دوستوں سے مل جا" نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، بحر الرائق میں یونہی ہے۔ (ت)</p>	<p>بمنزلة خلیت سبیلک، وفي الینابیع الحق ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بالخمسۃ ستۃ اخرى وهی الابعة المتقدمة وزاد خالعتک والحقی باہلک هکذا فی غایۃ السرجی^۱، اھ، قلت وهو فی حدیث المستعینۃ وفيها ایضاً، وفي قوله حبلك على غاربك لا یقع الطلاق الا بالنیۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان وانتقلی وانطلقی کالحقی وفي البزازیة وفي الحقی بر فقتک یقع اذ انوی کذا فی البحر الرائق^۲۔</p>
--	--

^{۸۲} مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں ہو کقولہ لاسبیل لی علیک (جیسا کہ اس کا قول "مجھے تجھ پر چارہ نہیں۔ ت) ^{۸۳} خاوند تلاش کر،

<p>اور ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا "تو خاوند تلاش کر" ایک بانہ طلاق ہوگی اگر نیت کی ہو، یادو^۲ اور تین ہوگی اگر ان کی نیت کی ہو، شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے۔ (ت)</p>	<p>فی الہندیۃ ویأتبعی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواھا^۱ واثنتین وثلاث ان نواھا هکذا فی شرح الوقایۃ^۳۔</p>
---	--

میں نے ہندیہ کے اصل قلمی نسخہ سے مقابلہ کیا تو میں نے وہاں یوں عبارت پائی اور دو اور تین ^{۱۲} حامد رضا غفرلہ (ت)

عہ: قابلت عبارة عن اصل الہندیۃ فوجدتها هکذا او ثنتان وثلاث حامد رضا غفرلہ۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۷۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۷۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۷۳

۸۴ مجھے تیری حاجت نہیں، ۸۵ مجھے تجھ سے سروکار نہیں، ۸۶ تجھ سے مجھے کام نہیں، ۸۷ غرض نہیں، ۸۸ مطلب نہیں، ۸۹ تو مجھے درکار نہیں، ۹۰ تجھ سے مجھے رغبت نہیں، ۹۱ میں تجھے نہیں چاہتا، یہ محض مہمل ہیں اگرچہ نیت کرے،

<p>فی الہندیۃ ولو قال لا حاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذا فی السراج الوہاج واذ قال لا یریدک ولا احبک ولا اشتہیک ولا رغبۃ لی فیک فأنه لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی بحر الرائق^۱</p>	<p>ہندیہ میں ہے اگر کہا "مجھے تجھ میں حاجت نہیں ہے، طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج وہاج میں مذکور ہے، اور جب یوں کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" یا "میں تجھے پسند نہیں کرتا" یا "میں تجھ میں خواہش نہیں رکھتا" یا "مجھے تجھ میں دلچسپی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو، یہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، بحر الرائق نے ایسے ہی بیان کیا۔ (ت)</p>
---	---

۹۲ میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا (لفظ میں جدا ہوں یا ہوا کا نیت نہیں اگرچہ نیت طلاق کہے)

<p>فی الہندیۃ ولو قال انا منک بائن ونوی الطلاق یقع ولو قال انا بائن ولم یقل منک لا یقع وان نوی کذا فی محیط السر خسی^۲</p>	<p>ہندیہ میں ہے اگر یوں کہا، میں تجھ سے بائن ہوں اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر صرف میں بائن ہوں اور "تجھ سے" نہ کہا تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، محیط سر خسی میں ایسے ہی مذکور ہے۔ (ت)</p>
---	---

۹۳ میں نے تجھے جدا کر دیا، میں نے تجھ سے جدائی کی، ۹۴ تو خود مختار ہے، ۹۵ تو آزاد ہے،

<p>فی الہندیۃ ولو قال فی حال مذاکرۃ الطلاق بائنتک او ابنتک او کابنت منک او انت سائبۃ او انت حرۃ یقع الطلاق وان قال لم انا الطلاق لا یصدق قضاء^۳</p>	<p>ہندیہ میں ہے اگر حالت مذاکرہ طلاق میں، میں تجھ سے جدا ہوں، میں نے تجھ کو جدا کیا، میں تجھ سے جدا ہوا، تو سائبہ ہے یا تو آزاد ہے، تو طلاق ہو جائے گی اور اگر وہ کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو قضاء اس کی تصدیق نہ کی جائے گی (ت)</p>
---	---

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

۸۹ مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں، ۹۰ مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا،

فی الہندیۃ ولو قال لہا لانکاح بینی و بینک او قال لم یبق بینی و بینک نکاح یقع الطلاق اذ انوی کذا فی فتاویٰ قاضی خاں ^۱ ۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا، تجھ میں مجھ میں نکاح نہیں، یا کہا، مجھ میں اور تجھ میں نکاح باقی نہیں ہے، تو نیت طلاق سے طلاق ہوگی، جیسا کہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ (ت)
---	---

۹۱ میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا ۹۲ باپ یا ۹۳ ماں یا ۹۴ خاوندوں کو دیا یا ۹۵ خود تجھ کو دے ڈالا (اور تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو کہا تو کچھ نہیں)

فی الہندیۃ روى الحسن عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ اذا قال و ہبتک لایک لایک اولخالک اولعک اولفلان الاجنبی لم یکن طلاق کذا فی السراج الوہاج ولو قال لہا و ہبت نفسک منک فہو من جملۃ الکنایات ان نوى به الطلاق یقع والا فلا ^۲ ۔	ہندیہ میں ہے: امام حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ اگر یوں کہا، میں نے تجھے تیرے بھائی، خالو، چچے یا فلاں اجنبی کو ہبہ کیا طلاق نہ ہوگی جیسا کہ سراج وہاج میں ہے۔ اور اگر یوں کہا، میں نے تیرا نفس تجھے ہبہ کیا تو کنایہ کے الفاظ میں سے ہے اگر نیت کی تو طلاق ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ (ت)
---	--

۹۶ مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا یا تجھ میں مجھ میں کچھ شئی نہیں اگرچہ نیت کرے،

فی الہندیۃ ولو قال لم یبق بینی و بینک شئی ونوی بہ الطلاق لایقع وفي الفتاویٰ لم یبق بینی و بینک عمل ونوی یقع کذا فی العتابیۃ ^۳ ۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی شئی باقی نہیں، اور اس سے نیت طلاق کی ہو تو طلاق نہ ہوگی، اور فتاویٰ میں مذکور ہے اگر یوں کہا، تیرے اور میرے درمیان کوئی معاملہ باقی نہیں رہا، نیت کی ہو تو طلاق ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں مذکور ہے۔ (ت)
--	--

۹۷ میں تیرے نکاح سے بری ہوں، ۹۸ بیزار ہوں،

فیہا عن الخانیۃ ولو قال انابریعی من	ہندیہ میں ہے خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا میں تیرے
-------------------------------------	--

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷۳

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۷۳

نکاح کی یقیناً اذانی ¹ ۔	نکاح سے بری ہوں، طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی۔ (ت)
-------------------------------------	--

۹۹ مجھ سے دُور ہو جا،

فیہا عنہا ولو قال ابعدي عني ونوي الطلاق يقع ² ۔	ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے، اگر کہا تو مجھ سے دُور ہو جا، طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائے گی۔ (ت)
--	--

۱۰۰ مجھے صورت نہ دکھا،

وهذا بمعنى ابعدي عني، وفيه ينوي كما مرانفاً بخلاف استتري مني فانه بزيادة مني خرج عن كونه كما في الخانية ايضاً قال الشامي يكون قوله مني قرينة لفظية على ارادة الطلاق بمنزلة المذاكرة تأمل ³ اه، ورأيتني كتبت على هامشه مانصه اقول وذلك بخلاف ان يقول لا ترني وجهك فانه يكون عبارة عن البغض والتنفر فلا يزول الاحتمال اه فافهم ⁴ ۔	اور یہ "مجھ سے دُور ہو جا" کے معنی میں ہے، اور اس میں نیت کرے گا، جیسا کہ ابھی گزرا، اس کے برخلاف "مجھ سے پردہ کر" (منی) (مجھ سے) کا لفظ زائد ہونے کی وجہ سے کنایہ سے خارج ہے، جیسا کہ خانیہ میں بھی ہے، نیز علامہ شامی نے فرمایا کہ یہاں منی (مجھ سے) کا لفظ قرینہ لفظیہ ہے کہ اس نے طلاق مراد لی ہے یہ بمنزلہ مذاکرہ طلاق ہے، غور چاہئے اھ مجھے اس کے حاشیے پر لکھنا یاد ہے جس کی عبارت یہ ہے، اقول: (میں کہتا ہوں) کہ اس کے برخلاف ہے یہ کہنا، تو اپنا چہرہ مجھے نہ دکھا، کیونکہ یہ لفظ بغض اور نفرت کے اظہار کے لئے ہے لہذا دوسرا احتمال ختم نہ ہوگا، اھ، غور کرو۔ (ت)
--	--

۱۰۱ کنارے ہو، تو نے مجھ سے نجات پائی،

في الهندية ومن الكنايات تنجي عني ونجوت مني كذا في فتح القدير ⁵ ۔	ہندیہ میں ہے: الفاظ کنایہ میں سے، کنارے ہو، مجھ سے تو نے نجات پائی، ایسے ہی فتح القدير میں ہے۔ (ت)
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۱/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۱/۱

³ رد المحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۳

⁴ جد الممتار باب الکنايات حاشیة . المجمع الاسلامی مبارکپور ۲/۵۱۵

⁵ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۱/۱

ومثلها) اور اسی کی مثال ہے۔ ت) ^{۳۳} الگ ہو، ^{۳۴} امیں نے تیرا پاؤں کھول دیا

لعدم التعارف في بلادنا ومافی الخلاصة پای کشاده کردم ترا تفسیر قوله طلقك عرفا حتی یکون رجعیا وتقع بدون النية ^۱ اه فبنی کما تری علی العرف فی الهندیة عن الذخيرة عن الامام ظهیر الدین یفتی فیما سواها بأشراط النية ویكون الواقع بائنًا ^۲ ۔	ہمارے علاقہ کا عرف نہ ہونے کی بنا پر، اور جو خلاصہ میں ہے کہ "میں نے تیرے پاؤں کھول دئے، عرف میں "میں نے تجھے طلاق دی" کے ہم معنی ہے، لہذا اس سے طلاق رجعی ہوگی، اور بغیر نیت طلاق ہو جائے گی اہ تو یہ عرف پر مبنی ہے جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے، ہندیہ میں ذخیرہ سے امام ظہیر الدین سے منقول ہے کہ مذکورہ الفاظ کے علاوہ میں نیت شرط ہونے پر فتویٰ دیا جائے گا اور اس سے بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)
--	--

^{۳۵} امیں نے تجھے آزاد کیا، ^{۳۶} آزاد ہو جا،

فیہا ولو قال اعتقتك طلقت بالنية کذا فی معراج الدراية وکونی حرة او اعتقی مثل انت حرة کذا فی بحر الرائق ^۳ ۔	ہندیہ میں ہے: اور اگر خاند کہے "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیت سے طلاق ہوگی، جیسا کہ معراج الدراية میں ہے، اور "تو آزاد ہو جا" یا "تو آزاد ہے" انت حرة کی طرح ہے، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ (ت)
--	---

^{۳۷} تیری بند کٹی، ^{۳۸} تُو بے قید ہے،

فیہا ولو قال انت السراح فهو کما قال لها انت خلیة کذا فی فتاویٰ قاضی خان ^۴ ۔	ہندیہ میں ہے: اگر کہا "تُو بے قید ہے" یہ ایسے ہی ہے جیسے یوں کہے "تُو جدا ہے" جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ (ت)
---	--

^{۳۹} امیں تجھ سے بری ہوں،

فیہا فی مجموع النوازل امرأة قالت لزوجها انا بريئة منك فقال الزوج	ہندیہ میں ہے کہ مجموع النوازل میں ہے، بیوی نے کہا "میں تجھ سے بری ہوں" تو خاند نے جواب میں
---	---

^۱ خلاصة الفتاویٰ کتاب الطلاق مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹۹/۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۳

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۳

^۴ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۳

انابری منک ایضاً فقالت ماذا تقول فقال مانویت الطلاق لا يقع لعدم النية كذا في المحيط ¹ ۔	کہا "میں بھی تجھ سے بری ہوں" پھر بیوی نے کہا خیال کرو کیا کہہ رہے ہو، تو خاوند نے کہا میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہا، تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ نیت نہیں ہے، جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)
---	--

۱۱ "اپنا نکاح کر، جس سے چاہے نکاح کر،

فيها ولو قال تزوجي ونوي الطلاق او الثالث صح وان لم ينوشيثاً لم يقع كذا في العتابة ² ۔	ہندیہ میں ہے اگر کہا "تو نکاح کر لے" اور طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق، اور تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور کوئی نیت نہیں کی تو کوئی طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عتابیہ میں ہے (ت)
---	---

۱۲ "میں تجھ سے بیزار ہوا،

فيها عن الخلاصة ولو قال لها اذتو ببزار شدم لا يقع بدون النية ³ قلت وظاهران ليس كقوله انا منك طالق فافهم ⁴ وثبت۔	ہندیہ میں خلاصہ سے ہے، اگر کہا "میں تجھ سے بیزار ہوں" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ قلت (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے مذکور لفظ خاوند کے قول "میں تجھ سے طلاق والا ہوں" کی طرح نہیں ہے، غور کرو اور ثابت رہو۔ (ت)
---	---

۱۳ "میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں،

في الخانية وفي قولك لانكاح لي عليك لا يقع الطلاق البالنية ⁴ ۔ (ملخصاً)	خانہ میں ہے: خاوند کے اس قول سے کہ "میرے لئے تجھ پر نکاح نہیں ہے" نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
--	--

۱۴ "میں نے تیرا نکاح منسوخ کیا،

فيها ولو قال لها فسختك نكاحك يقع الطلاق	خانہ میں ہے: اگر بیوی کو کہا "میں نے تیرا نکاح
---	--

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جو در مختار میں ہے وہ سہو ہے ۱۲ منہ
(ت)

عہ: اشارة الى ان ما في الدر سہو ۱۲ منہ

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس في الكنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۷۳

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس في الكنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۷۳

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالفاظ الفارسيہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶۸

⁴ فتاویٰ قاضی خاں فصل في الكنايات نوکشتور لکھنؤ ۲/۲۱۶

اذنوی ^۱ ۔	فسخ کیا، تیت سے طلاق ہو جائے گی۔ (ت)
----------------------	--------------------------------------

۱۵"تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں (اور اگر انہوں نے کہا کہ "تجھ پر چاروں کھلی ہیں" تو کچھ نہیں جب تک یہ بھی نہ کہے، "جو راستہ چاہے اختیار کر

فہاؤلو قال لہا "اربع طرق عليك مفتوحة ونوی الطلاق لا یقع الطلاق الا ان یقول اربع طرق عليك مفتوحة فخذی فی ای طریق شئت فحینئذ یقع الطلاق اذنوی ولا قال (چہار راہ بر تو کشادم) لا یقع الطلاق ما لم ینو ^۲ وفی الہندیۃ اذا قال لہا چہار راہ بر تو کشادہ است لا یقع الطلاق وان نوی ما لم یقل خدی ایما شئت عند اکثر المشائخ وانه منقول عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واذ قال لہا چہار راہ بر تو کشادم یقع الطلاق اذنوی وان لم یقل خدی ایما شئت ^۳ ۔	خانہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "چاروں راہ تجھ پر کھلی ہیں" اور طلاق کی تیت کی تو طلاق نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے جس راستے کو تو چاہے اختیار کر لے، اگر طلاق کی تیت سے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر کہا تجھ پر چاروں راہیں کھول دیں، تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور ہندیہ میں بھی ہے کہ اگر خاوند نے صرف یہ کہا "تجھ پر چار راہیں کھلی ہیں تو نیت کے باوجود نہ ہوگی جب تک ساتھ یہ نہ کہے" تو جس کو چاہے "اختیار کر لے۔" اکثر مشائخ کے ہاں یہ ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہی منقول ہے۔ اور اگر کہا "تجھ پر چاروں راہیں کھولتا ہوں" تو تیت کی تو طلاق ہو جائیگی، اگرچہ اس نے "جس کو تو چاہے اختیار کرے" نہ کہا ہو۔ (ت)
---	---

۷"میں تجھ سے دست بردار ہوا

فی الخانیۃ (جنگ بازداشت) از تو قال الفقیۃ ابو جعفر واحدة بآئنة وغیرہ یقع رجعیۃ والا ول اصح ^۴ ۔	خانہ میں ہے: اگر خاوند نے کہا "میں تجھ سے دست بردار ہوا" تو ابو جعفر فقیہ نے کہا ایک طلاق بائنہ ہوگی، اور دوسروں نے کہا کہ ایک طلاق رجعی ہوگی، پہلا قول اصح ہے (ت)
---	--

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکئیات نوکثور لکھنؤ ۲۱۶/۳

^۲ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکئیات نوکثور لکھنؤ ۲۱۷/۳

^۳ فتاویٰ ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۱

^۴ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکئیات نوکثور لکھنؤ ۲۱۷/۳

۱۸ میں نے تجھے تیرے گھر والوں یا ۱۹ باپ یا ۲۰ ماں کو واپس دیا،

فی الطحاوی عن الدر المننتقی رد دتک الیہم ولا یشترط قبولہم ^۱ ۔	طحاوی میں در مننتقی سے منقول ہے، خاوند نے کہا "میں نے تجھے تیرے گھر والوں کو واپس کر دیا" تو گھر والوں کا قبول کرنا شرط نہیں ہے (ت)
---	---

۲۱ تو میری عصمت سے نکل گئی،

فی العقود صرح فی الوجیز لبرہان الاثمة انه لو قال فسخت النکاح بینی و بینک ولم یبق بینی و بینک لا یقع الا بالذیة، ولا یخفی ان قوله انت خارجة عن عصمتی مثله فی المعنی من الفتاوی المزبورة قلت فان الخروج عن العصمة یكون بطلاق وفسخ کطریق حرمة مصاهرة ولو من قبله فلم یتعین للطلاق وکذا الخروج عن المالك کما مر ^۲ ۔	عقود در یہ میں ہے کہ علامہ، برہان الاثمة نے وجیز میں تصریح کی ہے اگر خاوند نے کہا "میرے اور تیرے درمیان نکاح باقی نہ رہا" تو نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اور یہ مخفی نہیں کہ خاوند کا کہنا کہ "تو میری عصمت سے خارج ہے" معنی میں اسی کی مثل ہے جو فتاوی مذکورہ سے مروی ہے قلت (میں کہتا ہوں) عصمت سے خارج ہونا طلاق اور فسخ کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً حرمت مصاہرہ کی بنا پر جو کہ خاوند کی طرف سے بھی طاری ہو سکتی ہے لہذا فسخ کے لئے طلاق متعین نہیں ہے، اور اسی طرح ملکیت سے خارج ہونا بھی ہے جیسا کہ گزرا۔ (ت)
--	--

۲۲ میں نے تیری ملک سے شرعی طور پر اپنا نام اتار دیا،

فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجه نزلت عنها نزولا شرعیا هل تبین بذلك امر لا (اجاب) لم ار من تعرض لهذا فی کلامهم لکن رأیت فروعا متعددة فی کنایات تقتضی انه	خیر یہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو غضب میں اور طلاق کے مطالبہ پر کہا "میں نے اس سے شرعی نام اتار دیا" تو کیا اس شخص کی بیوی بائنے ہو جائے گی یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں نے فقہاء کے کلام میں اس مسئلہ کے بیان کو نہیں پایا، لیکن میں نے کنایہ کے بہت سے مسائل
--	--

^۱ طحاوی علی الدر المختار باب کنایات دار المعرفة بیروت ۱۳۸/۲

^۲ عقود الدریہ فی تنقیح الحامدیة کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/۲۳

۲۳ تو میرے لائق نہیں قیامت یا ۲۴ عمر بھر،

۲۵؎ تو مجھ سے ایسی دُور ہے جیسے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ سے یا دلی لکھنؤ سے،

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی، تو مطلقہ بائنہ ہے (بے حرف عطف) یا تو مطلقہ پلس بائنہ ہے تجھ پر سب سے فحش تر طلاق، شیطانِ طلاق، بدعت کی طلاق، بدتر طلاق، پہاڑ کی مثل، ہزار کے مثل، کوٹھری بھر کے سخت یا لمبی یا چوڑی طلاق، سب سے بُری، سب سے کڑی، سب سے گندی، سب سے ناپاک، سب سے کڑی، سب سے بڑی، سب سے چوڑی، سب سے لمبی، سب سے موٹی طلاق، مکالمات طلاق،

¹ الفتاوى الخيرية كتاب الطلاق دار احياء التراث العربي بيروت ٥٠/١

² خلاصة الفتاوى الفصل الثامن في الكنايات مكتبة حبيب كويته ١٠٠/٢

³ خلاصة الفتاوى كتاب الطلاق مكتبة حبيبہ کوئٹہ ۹۹/۲

<p>دُر میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تجھے بائن طلاق، فحش تر طلاق، شیطانی طلاق، بدتر طلاق، بدعت طلاق، یا پہاڑ برابر، یا ہزار برابر، کوٹھری بھر طلاق، شدید طلاق، طویل، عریض، سب سے بری، سب سے شدید، سب بڑی، سب سے عریض سب سے طویل، سب سے غلیظ، سب سے عظیم طلاق۔ تو ان تمام صورتوں میں ایک بائنہ طلاق ہوگی جبکہ یہاں بھی تین کی نیت نہ کی ہو۔ اور اگر بائن کوف کے ساتھ ذکر کرے مثلاً تو طلاق والی "فبائنہ" کہا تو بائنہ ہوگی۔ ذخیرہ۔ (ت)</p>	<p>فی الدر ویقع بقوله انت طالق بائن او افحش الطلاق او طلاق الشیطان والبدعة او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملع البيت او تطليقة شديدة او طويلة او عريضة او اسوأ او اشد او اخبث او اکبره او اعرضه او اطوله او اغلظه او اعظمه واحدة بائن ان لم ينو ثلاثاً. فيه ايضاً ولو بالفاء (ای فی قوله انت طالق فبائن) فبائن ذخيرة^۱۔ (ملخصاً)</p>
--	---

^{۲۳} تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو اپنے اختیار میں ہو جائے،

<p>دُر میں ہے: اگر کہا "تجھ پر ایسی طلاق جس سے تو اپنے اختیار میں ہو جائے" تو بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ بیوی بائنہ طلاق کے بغیر اپنی مالک نہیں ہو سکتی (ت)</p>	<p>فی الدر كما يقع البائن لو قالت انت طالق طلقة تملکي بها نفسك لانها لا تملك نفسها الا بالبائن^۲۔</p>
--	---

^{۲۴} تجھ پر بائن طلاق،

<p>ردالمحتار میں ماتن کے قول کہ "اپنے نفس کی مالک نہ ہوگی" کے تحت ہے اس کی تصریح بدائع میں کی ہے، اور کہا کہ جب طلاق ایسے وصف سے موصوف ہو جو بائنہ ہونے پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوگی اھ، اور یہ صفت "تو بائنہ طلاق والی ہے" کے معنی میں ہوگی الخ (ت)</p>	<p>في رد المحتار تحت قوله لانه لا تملك نفسها صرح به في البدائع وقال اذا وصف الطلاق بصفة تدل على البينونة كان بائناً. وهذه الصفة بمعنى قوله انت طالق طلقة بائنة^۳ الخ۔</p>
--	---

^۱ درمختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

^۲ درمختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

^۳ ردالمحتار باب الصريح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵۰/۲

۲۵ تجھ پر وہ طلاق جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، اس میں بالاتفاق ہمارے ائمہ کے مذہب میں طلاق بائن ہوگی۔ اور اگر یہ کہا "تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجعت کا اختیار نہیں، جوہرہ میں فرمایا کہ اس میں رجعی ہوگی، اور بائن ہونے کو ضعیف بتایا مگر تبیین الحقائق اور غایۃ البیان اور فتح القدیر میں فرمایا کہ اول تو ہمیں رجعی ہونا مسلم نہیں اور ہو بھی تو اس کی وجہ یہ ہے یہ ایک بحث ہے جس سے اصلاً مذہب ہمارے ائمہ کا اس صورت میں وقوع بائن ہونا ثابت نہیں ہوتا اگرچہ بحر الرائق میں اسی بحث کی بناء پر جزم فرمایا کہ یہاں وقوع بائن ہمارا مذہب ہے،

<p>فی البحر عن الجوہرۃ ان قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیک یلغو ویملک الرجعة وقیل تنقع واحدة بائنة وان نوى الثلث فثلاث اھ وظاهر ما فی الهدایۃ ان المذہب الثانی فانه قال واذا وصف الطلاق بضرب من الشدة والزیادة کان بائناً^۱ اھ</p>	<p>بحر میں جوہرہ سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا تجھے طلاق اس شرط پر جس میں مجھے رجعت کا اختیار نہیں، تو یہ رجعی ہوگی، اور بعض نے کہا ایک بائنہ واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت کی تو تین ہوں گی۔ اور ہدایہ کے بیان سے ظاہر یہ ہے کہ دوسرا قول مختار مذہب ہے کیونکہ اس نے کہا کہ اگر طلاق کو کسی شدت اور زیادتی کے ساتھ موصوف کیا جائے تو وہ بائنہ ہوگی اھ (ت)</p>
---	--

اس کے سوا تیسری صورت ایک اور ہے وہ یہ کہ تجھے طلاق ہے اور مجھے رجعت کا اختیار نہیں، اس میں بلاشبہ رجعی ہوگی کما فی الشامی ویاتی (جیسا کہ شامی میں ہے اور آگے آئے گا۔ ت) یونہی اگر کہا تجھ پر طلاق ہے اس شرط پر کہ اس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہیں بلکہ یوں کہا کہ تجھ پر وہ طلاق ہے جس کے بعد رجعت نہ ہوگی، تو ان سب صورتوں میں بلا خلاف رجعی ہونا چاہئے،

<p>والسر فیہ ان الصور ههنا ثلث العطف والشرط و الوصف كقوله انت طالق ولا رجعة لی علیک وانت طالق علی ان لارجعة لی علیک وانت طالق طلقۃ</p>	<p>اس میں رازیہ ہے کہ یہاں تین صورتیں ہیں، ایک عطف، دوسری شرط، تیسری وصف، پہلی، جیسے کہے "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق تجھ پر نہیں۔" دوسری، جیسے کہے "تجھے طلاق اس شرط پر کہ مجھے</p>
--	--

^۱ بحر الرائق باب الکنایات (بیچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹۱/۳)

رجوع کا حق نہیں۔" تیسری، جیسے کہ "تجھے وہ طلاق جس میں مجھے تجھ پر رجوع کا حق نہیں" پہلی صورت میں عطف کی وجہ سے مستقل کلام ہے ماقبل کو تبدیل نہیں کرے گا اور ماقبل اپنے شرعی حکم سے متغیر نہ ہوگا، اور دوسری صورت میں شرط کی وجہ سے ماقبل متغیر کرے گا، اور اس میں وجہ مختلف ہے، جس نے یہ وجہ بنائی کہ ماقبل کے لئے میسر ہے اور شرعی حکم متغیر کر رہا ہے، تو اس شرط کو لغو قرار دیا اور ماقبل کو رجعی قرار دیا، کیونکہ اس کو رجعی کی شرط بنانا زیادہ وزنی ہے اور یہ کہا کہ اللہ کے حکم کے خلاف شرط باطل ہے، اگرچہ ایسی سوشلٹیں بھی ہوں تو وہ باطل ہوں گی جیسا کہ حدیث صحیح میں ارشاد ہے۔ اور تیسری صورت وصف تو جس نے یہاں وصف قرار دیا انہوں نے کہا اس وصف کی وجہ سے طلاق بائنہ ہوگی، لہذا ان کے نزدیک یہ وصف پہلے بیان کی تبدیلی نہیں بلکہ یہ اس کی تعبیر ہے گویا اس نے کہا "طلاق سے میری مراد ایسی طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو"۔ آپ جانتے ہیں کہ پہلی صورت واضح ہے، اور دوسری صورت میں شرط کو مؤثر ماننے کو ترجیح ہوگی کیونکہ کسی کلام کو عمل میں لانا اسے مہمل قرار دینے سے بہتر ہے، اور تیسری صورت میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ جب طلاق کو کسی شدید اور زیادتی والے وصف سے موصوف کیا جائے تو وہ طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، لیکن خاوند کے اس قول میں "تجھے طلاق وہ کہ میں تجھ سے رجوع نہ کروں گا" کے متعلق جو میں نے ذکر کیا ہے کہ اس میں بالاتفاق رجعی

لارجعة لی فیہا علیک، الاول کلام مستقل لایغیر ماقبلہ فلا یتغیر عن حکمہ الشرعی والثانی مغیر ویختلف النظر فیہ فمن نظر الی انہ تغیر لحکم الشرع، الغاہ و اوقع الرجعی لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط مالیس فی کتاب اللہ فشرطہ باطل وان شرط مائة شرط کما ارشد الیہ الحدیث الصحیح ومن ارجعه الی معنی الوصف اوقع بہ البائن فلم یجعله تغیر ابل تعبیرا کانه یقول ان مرادی طلاق لارجعة لی فیہ وانت تعلم ان الاول اظهر لکن ربما یؤید هذا لان الاعمال اولی من الاهیال واما الثالث فلا شبهة فیہ عندنا لما مر انہ اذا وصف الطلاق بضرب من الشدة والزیادة کان بائنا، اما ما ذکرنا انہ ینبغی وقوع الرجعی بلا خلاف فیما اذا قال انت طالق طلقة لا اراجعک بعدھا فالوجه فیہ ان الطلاق الرجعی لا یتلزم الرجعة فلا ینافی عدمھا انما ینافی عدم اختیارھا، فحل محل ابعاد وبهذا القدر لا یسلب منه خیار الرجعة فمن جهته احتمال هذا المعنی لم یمکن نصا فی ارادة

¹ صحیح البخاری باب اذا الشرط فی شروطا لتحمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۹۰/۱

<p>البینونة فلم یکن بائنا بالشک. فاذا کان هذا فی الوصف ففی الشرط اولی هذا مآظر لی فلیراجع ولیحرر، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>طلاق ہونی چاہئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق رجعی کو رجوع لازم نہیں ہے بلکہ خاوند کی مرضی پر ہے، ہاں خاوند کا کہنا "میں رجوع نہ کروں گا" رجوع کے عمل کے خلاف ہے تو اس کا یہ کہنا رجوع سے بعید ہے منافی نہیں، لہذا صرف اس وجہ سے خاوند کو عملاً رجوع سے نہیں روکا جاسکتا، تو اس احتمال کی بنا پر مذکورہ الفاظ "بائنا طلاق کے لئے نص نہ بن سکیں گے" تو اس شک کی وجہ سے طلاق بائنہ نہ ہوگی۔ جب وصف میں یہ گنجائش ہے تو شرط میں بطریق اولی گنجائش ہوگی، یہ وہ ہے جو مجھ پر عیاں ہوا، تاہم تحقیق کی طرف رجوع اور وضاحت کو اختیار کرنا چاہئے</p>
--	---

۲۷ مجھ سے پردہ کر،

<p>کما تقدم عن الشامی وهو قوله استتري منی۔</p>	<p>جیسا کہ شامی کا بیان گزر اور وہ، تو مجھ سے پردہ کر۔ (ت)</p>
<p>۲۸ اے حرام، تو حرام ہے، ۲۹ تو مجھ پر حرام ہے، ۳۰ میں نے تجھے حرام کیا، ۳۱ میں نے تجھے اپنے اوپر حرام کیا، ۳۲ میں تجھ پر حرام ہوں، ۳۳ میں نے اپنے آپ کو تجھ پر حرام کیا، یہاں فقط حرام ہوں یا میں نے اپنے آپ کو حرام کیا کافی نہیں جب تک تجھ پر نہ کہے۔</p>	<p>رد المحتار میں ہے: خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" غفریب آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانہ میں طلاق کے لیے عرف بن جانے کی وجہ سے بغیر نیت طلاق ہو جائے گی۔ اس میں محرمۃ یا حرمتک (حرام شدہ یا تجھے حرام کرتا ہوں) میں کوئی فرق نہیں، اور پھر "مجھ پر" کا لفظ کہے یا نہ کہے تو بھی کوئی فرق نہ ہوگا، اور خاوند کا کہنا، مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام، اور ہر حلال مجھ پر حرام، تو میرے ساتھ حرام میں ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، تاہم حرمت نفسی (میں نے اپنے نفس حرام کیا) کے</p>
<p>فی رد المحتار قوله حرام سیاتی وقوع البائن به بلانية فی زماننا للتعارف لا فرق فی ذلك بین محرمة وحرمتك سواء قال علی اولاً. او حلال المسلمین علی حرام وکل حل علی حرام وانت معی فی الحرام وفی قوله حرمت نفسی لابدان یقول علیک^۱ اه قلت وهو كذلك بهذه الالفاظ متعارف عندنا بخلاف ما مر من قوله حلال الله او المسلمین اوکل حلال فبهذه الثلاثة لا یقع الطلاق</p>	<p>رد المحتار میں ہے: خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" غفریب آئے گا کہ اس سے ہمارے زمانہ میں طلاق کے لیے عرف بن جانے کی وجہ سے بغیر نیت طلاق ہو جائے گی۔ اس میں محرمۃ یا حرمتک (حرام شدہ یا تجھے حرام کرتا ہوں) میں کوئی فرق نہیں، اور پھر "مجھ پر" کا لفظ کہے یا نہ کہے تو بھی کوئی فرق نہ ہوگا، اور خاوند کا کہنا، مسلمانوں کا حلال مجھ پر حرام، اور ہر حلال مجھ پر حرام، تو میرے ساتھ حرام میں ہے، ان میں کوئی فرق نہیں، تاہم حرمت نفسی (میں نے اپنے نفس حرام کیا) کے</p>

^۱ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹۲

الابالنية لعدم العرف في زمانك۔	ساتھ علیک (تجھ پر) کہنا ضروری ہے اہ قلت (میں کہتا ہوں) اس لفظ میں ہمارے زمانے میں بھی یہی حکم ہے کہ بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، لیکن "اللہ کا حلال یا مسلمانوں کا حلال اور ہر حلال مجھ پر حرام ہے" اس کے برخلاف ہے، ان تین الفاظ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی کیونکہ ہمارے زمانے میں یہ طلاق کے لئے معروف نہیں ہیں۔ (ت)
--------------------------------	--

(۳۵) ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق،

شامی عن البحر وفي واحدة كالف واحدة اتفاقاً وان نوی الثلث ^۱ ۔	شامی نے بحر سے نقل کیا "ہزار طلاق کے برابر ایک طلاق" میں اتفاق ہے کہ ایک ہی ہوگی اگرچہ وہ تین کی نیت کرے۔ (ت)
--	--

ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔

رجعی کے بعض الفاظ یہ ہیں:

امیں نے تجھے طلاق دی،^۲ اے مطلقہ بتسدید لام،^۳ اے طلاق گرفتہ،^۴ اے طلاق دی گئی،^۵ اے طلاق شدہ،^۶ اے طلاق یافتہ،^۷ اے طلاق کردہ،

في الدروانت طالق ومطلقة بالتشديد ^۲ ۔	دُر میں ہے "تو طلاق والی ہے یا طلاق دی ہوئی" بالتشديد۔ (ت)
---	--

اے طلاق دادہ،

في الخزانة ولو قال لها اي طلاق داده يقع واحدة ^۳ ۔	خزانہ میں ہے کہ اگر کہا "اے طلاق دی ہوئی" تو ایک طلاق واقع ہوگی (ت)
--	--

مگر اس عورت نے اگر اپنے پہلے شوہر سے طلاق پائی تھی بایں معنی اس نے یہ آٹھ الفاظ کہے تو طلاق نہ ہوگی،

في الخانية رجل قال لامرأته يا مطلقة وكان لها زوج قبله وقد كان طلقها ذلك	خانیہ میں ہے: اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اے طلاق دی ہوئی" جبکہ اس بیوی کو پہلے کسی خاوند نے طلاق
--	--

^۱ رد المحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۴/۲

^۲ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۸/۱

^۳ خزانة المفتیین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱۱۰/۱

<p>الزوج ان لم ينوبكلامه الاخبار طلقت. وان قال عنيت به الاخبار دين فيما بينه وبين الله تعالى وهل يدين في القضاء اختلفت الروايات فيه والصحيح انه يدين¹</p>	<p>دی تھی، تو اگر خاوند نے پہلے واقعہ کی حکایت کی نیت نہ کی تو طلاق ہو جائے گی، اور اگر اس نے کہا کہ میں نے پہلے واقعہ کی حکایت اور خبر دی ہے تو دیانہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس بات کو تسلیم کیا جائے گا، لیکن کیا قضاء بھی اس کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں، اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ تصدیق کی جائے اور طلاق نہ ہونے کا فیصلہ دیا جائے گا۔ (ت)</p>
--	--

”میں نے تجھے چھوڑ دیا،

<p>في الهندية ترابہشتم فهذا تفسير قوله طلقتك عرفا حتى يكون رجعياً²</p>	<p>ہندیہ میں ہے، اگر کہا ”میں نے تجھے چھوڑ دیا“ تو عرف میں یہ ”میں نے تجھے طلاق دی“ کے معنی میں ہے حتیٰ کہ اس سے رجعی طلاق ہوگی (ت)</p>
---	---

”میں نے تجھے فارغی یا ”فارغی دی،

<p>فانه بلسان كثير من اهل الحرف الدنية كالحائكين وغيرهم صريح في الطلاق بل كثير منهم لا يعرف للطلاق لفظاً غير هذا ومعلوم ان كلام كل حالف يحمل على عرف³ خاصة ولا يجب شيوع ذلك العرف في الناس عامة كما صرح به المحقق حيث اطلق۔</p>	<p>تو یہ لفظ کسی لوگوں کی زبان میں صریح کے معنی میں ہے بلکہ بہت سے لوگ اس کے علاوہ کوئی لفظ طلاق کے لئے سمجھتے ہی نہیں، اور یہ بات مسلمہ ہے حلف والے کی کلام کو اس کے خاص عرف پر محمول کیا جائے گا، اور اس عرف کا تمام لوگوں میں معروف ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اس پر محقق ابن ہمام نے تصریح کی ہے (ت)</p>
--	--

”تجھے تیرے شوہر نے طلاق دی، اس کا بھی وہی حکم ہے،

<p>عہ: هكذا في الاصل بقلم الناسخ والصواب عندی علی عرفہ۔ حامد رضا غفرلہ۔</p>	<p>اصل میں ناقل کے قلم سے اسی طرح ہے جبکہ میرے نزدیک علی عرفہ درست ہے۔ حامد رضا غفرلہ (ت)</p>
---	---

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۰۹/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السانی فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نوری کتب خانہ ۳۸۹/۱

<p>ہندیہ میں ہے کہ بعض علماء سے پوچھا گیا کہ جب کوئی شخص نشے میں اپنی بیوی کو یوں کہے:</p> <p>"اے سرخ رخسار چاند جیسے چہرے والی میری بانو! تجھے طلاق دی گئی"</p> <p>تو انہوں نے جواب دیا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر بیوی پہلے کسی خاوند سے مطلقہ اور مدخولہ ہے اور بعد میں اس سے نکاح کیا، تو پھر اس لفظ سے طلاق نہ ہوگی بشرطیکہ اس نے طلاق کی نیت نہ کی ہو، اور اگر وہ بیوی کسی سے مطلقہ نہ ہوئی تھی تو نیت کی یا نہ کی ہر طرح طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)</p>	<p>فی الہندیۃ سئل بعضهم عن سکران قال لا امرأتک ای سرخ لبک بامہ ماند رویت کہ بانوی من طلاق دادہ شویت</p> <p>قال ینظر ان کانت المرأۃ ثیباً وکان قبل هذا لها زوج طلقها ثم تزوجها هذا فانه لا يقع الطلاق بهذا اللفظ ان لم تکن له نية الطلاق وان لم یکن له قبل هذا زوج یقع الطلاق نوی اولم ینوکذا فی التتارخانیۃ^۱</p>
--	---

^{۱۵} تجھ پر طلاق،

<p>تو یہ صریح طلاق سے بھی زیادہ واضح طلاق ہے ہمارے زمانہ اور عرف میں، لہذا بحر کا بیان یہاں اعتراض کے طور پر وارد نہ ہوگا اور جیسا کہ دُر کا قول کہ "مجھ پر طلاق ہے" کہا تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی کیونکہ یہ عرف میں طلاق ہے، تو اس پر علامہ شامی نے فرمایا: دُر کی یہ بات آئندہ آنے والی اس بات کے منافی نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ "مجھ پر طلاق" کہنے پر طلاق نہ ہوگی، یہ اس لئے کہ یہ وہاں ہے جہاں یہ لفظ طلاق کے لئے عرف غالب نہ ہو الخ (ت)</p>	<p>فانه من اصرح صریح فی زماننا و عرفنا فلا یرد ما فی البحر و ذلك مثل قول الدر علی الطلاق، یقع بلانیۃ للعرف قال الشامی ولا ینافی ذلك ما یاتی من انه لو قال طلاقک علی لم یقع لان ذاک عند عدم غلبۃ العرف^۲۔ الخ</p>
--	--

^{۱۶} طلاق ہو جا،

<p>در میں ہے کہ اگر کہا "طلاق ہو" یہ بھی صریح طلاق</p>	<p>فی الدر ویدخل طلاق بأش بلا فرق بین</p>
--	---

^۱ فتاویٰ ہندیہ فصل فیمن یقع طلاقہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۴

^۲ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۳۲

عالم و جاہل ^۱ ۔	کے حکم میں داخل ہے خواہ عالم کہے یا جاہل کہے کوئی فرق نہیں۔ (ت)
----------------------------	---

۸۔ تو طلاق ہے، ۹۔ تو طلاق ہو گئی،

فی الدرو فی انت الطلاق او طلاق یقع واحدة رجعية ان لم ینوشیئاً اونوی واحدة او ثنتین فان نوی ثلاثاً فثلث ^۲ ۔	در میں ہے: اگر کہا "تو طلاق ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی خواہ کوئی نیت نہ ہو یا ایک یا دو کی نیت کی ہو، اور اگر تین طلاق کی نیت سے یہ لفظ کہا تو تین طلاقیں ہوں گی۔ (ت)
---	--

۹۔ طلاق لے،

فی ردالمحتار خذی طلاقك فقلت اخذت فقد صح الوقوع به بلا اشتراط نية كما فی الفتح وكذا يشترط قولها اخذت كما فی البحر ^۳ ۔	ردالمحتار میں ہے: اگر کہا "اپنی طلاق لے" جواب میں بیوی نے کہا "میں نے لی" تو نیت کے بغیر بھی طلاق ہوگی، صحیح یہی ہے، جیسا کہ فتح میں ہے، اور اس میں عورت کا جواب میں "میں نے لی" کہنا بھی شرط نہیں ہے، جیسا کہ بحر میں ہے (ت)
---	---

وہ باہر جاتی تھی کہ کہا "طلاق لے جا،

فی الخانية واذا جرت الخصومة بينها وبين زوجها فقامت لتخرج فقال (الزوج سه طلاق باخويشتن طلاق ببر) فقال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى ان نوی الايقاء يقع فان لم تكن له نية فكذلك لانه ايقاء ظاهر ^۴ ۔	خانیہ میں ہے: اگر خاوند بیوی میں جھگڑا ہوا اور بیوی اٹھ کر باہر جانے لگی تو خاوند نے کہا "اپنے ہمراہ تین طلاقیں لے جا" اس پر شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر خاوند نے طلاق واقع کرنے کی نیت سے کہا تو طلاق ہو جائے گی اور نیت نہ ہو تو بھی طلاق ہو جائیگی کیونکہ اس کلام کا ظاہر طلاق ہے۔ (ت)
---	--

^۱ درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۸/۱

^۲ درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۸/۱

^۳ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۳۰/۲

^۴ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۲/۳

^{۲۱} اپنی طلاق اٹھا اور روانہ ہو،

ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا "تو اپنی طلاق اٹھا اور جا" تو بغیر نیت بھی طلاق ہو جائے گی۔ (ت)	في الهندية عن الخلاصة ولو قال لها سه طلاق خود بردار و رفتی يقع بدون النية ^۱ ۔
---	---

^{۲۲} میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی،

خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے: اگر کہا "میں نے تیری طلاق تیرے آنچل میں باندھ دی جا" تو طلاق ہوگی (ت)	في الخزانة عن الخلاصة ولو قال سه طلاق بکرانه چادر تو بر بستم برو تطلق ^۲ ۔
---	---

^{۲۳} جا تجھ پر طلاق (اور اگر صرف جا بیتی طلاق کہتا تو بائن تھی)

خیر یہ میں ہے: ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا "جا تجھ پر طلاق رجعی ہوگی یا بائن ہوگی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رجعی ہے تو پھر صرف "جا" کہنے میں اور اس میں کیا فرق ہوگا جبکہ طلاق کی تیت سے صرف "جا" کہا تو آپ کا فتویٰ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا "جا تجھ پر طلاق" کا مطلب یہ ہے کہ تو طلاق کی صفت سے موصوف ہو کر جا، تو یہ صریح طلاق ہے اس لئے رجعی ہوگی، اس کے برخلاف اگر صرف "جا" کہا تو صریح نہیں بلکہ کنایہ ہے اس لئے یہ بائن ہوگی۔ (ت)	في الخيرية سئل في رجل قال لزوجته روجی طالق هل تطلق طلاقاً رجعياً ام بائناً واذا قلتم تطلق رجعياً فما الفرق بينه وبين ما اذا اقتصر على قوله روجی ناویا به طلاقاً حیث افیتتم بانه بائن اجاب بانه فی قوله روجی طالق معناه روجی بصفة الطلاق فوق بالصریح بخلاف روجی فان وقوعه بلفظ کنایة ^۳ ۔
--	---

^{۲۴} تجھے طلاق یا طلاق تجھ کو،

ہندیہ میں خزانہ المفتین سے منقول ہے "تجھے طلاق	في الهندية خزانة المفتین ولو قال
--	----------------------------------

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

^۲ خزانہ المفتین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱/۱۰۸

^۳ فتاویٰ خیر یہ کتب الطلاق بولاق مصر ۱/۵۱

<p>لہا ترا طلاق او طلاق ترا فہی طلاق ولا فرق بین التقدیم والتأخیر^۱۔</p>	<p>یا طلاق تجھے "تو اس تقدیم و تاخیر میں کوئی فرق نہیں ہر طرح یہ طلاق ہو جائے گی (ت)</p>
--	--

یوں ہی وہ الفاظ جو کئی زبان والے کہتے ہیں، مثلاً^۶ملاق،^۷تملاک،^۸تملاغ،^۹تملاکھ،^{۱۰}تملاغ،^{۱۱}تمٹاکھ،^{۱۲}تمٹاخ ہندان بتشدید اللام (یہ دونوں الفاظ لام مشد کے ساتھ بھی ہیں۔ ت) بلکہ تو تلے کی زبان سے^{۱۳}تملات

وَعَلَىٰ هَٰذَا الْقِيَاسُ، وَكَلَهُ ظَاهِرٌ فِي الطَّحْطَاوِي ذَكَرَ فِي
الْبَحْرَانِ الْفَاظَ الْمَصْحُفَةَ خَمْسَةَ وَهِيَ تَلَاوٍ وَتَلَاغٍ
وَتَلَاكٍ وَتَلَاغٍ، تَلَاكَ زَادَ فِي النَّهْرِ تَلَاوٍ وَتَلَالٍ وَيَنْبَغِي
أَنْ يُقَالَ إِنَّ الْفَاءَ أَمَاطَاءَ أَوْ تَاءَ وَاللَّامُ أَمَاقِفَ أَوْ عَيْنَ
أَوْ غَيْنَ أَوْ كَافٍ أَوْ لَامٍ وَاثْنَانِ فِي خَمْسَةِ بَعَشْرَةِ الصَّرِيحِ
مِنْهَا الطَّاءُ مَعَ الْقَافِ وَمَا عَدَا ذَلِكَ مَصْحَفٌ ١٥٢ أَقُولُ:
وَذَكَرَ فِي الْخُلَاصَةِ رَجُلٌ قَالَ لَامْرَأَتَهُ تَرَ اتِّلَاقَ هُهْنَا
خَمْسَةَ الْفَاظِ (وَعَدَ مِنْهَا) طَلَاغٍ وَتَلَاكَ عَنِ الْإِمَامِ أَبِي
بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ أَنَّهُ يَقَعُ وَإِنْ تَعَبَدَ وَقَصْدَانِ
لَا يَقَعُ ١٥٣ قَضَاءُ وَيَصْدَقُ دِيَانَةٌ ١٥٤

یہاں کچھ عبارت رہ گئی ہے خلاصہ میں عبارت اس طرح ہے
 قضاء تصدیق نہ کی جائے ۱۲ حامد رضا غفرلہ (ت)

عنه: ههنا سقط العبارة فى الخلاصة هكذا ولا يصدق قضاء حامد رضا غفر له.

¹ فتاویٰ ہند، الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیة نورانی مکت خانہ پشاور ۱/۳۸۴

² طحطاوي على الدر المختار باب الصريح دار المعرفة بيروت ١١٢/٢

³ خلاصة الفتاوى كتاب الطلاق جنس آخر في الفاظ الطلاق مكتبة حبيبہ کوئٹہ ۸۳/۲

الفاظ سے طلاق واقع ہوگی، اور اگر وہ قاضی کے ہاں کہے میں نے ان الفاظ سے یہ قصد کیا ہے کہ طلاق واقع نہ تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، لیکن دیانۃ تصدیق کی جائے گی۔ (ت)
کسی نے کہا تیری عورت پر طلاق ہے کہا^{۳۳} ہاں یا^{۳۴} کیوں نہیں،

فی الدر ولوقیل له طلقت امرأتک فقال نعم اوبلی بالهجا طلقت بحر ^۱ ۔	در میں ہے: اگر کسی نے خاوند سے پوچھا "تو نے بیوی کو طلاق دی ہے" تو اس نے جواب میں کہا "ہاں" یا "کیوں نہیں" کے جے کرتے ہوئے، تو طلاق ہو جائے گی، بحر۔ (ت)
---	--

مگر جب ایسی سخت آواز ایسے لہجہ سے کہا جس سے انکا عدم اقرار سمجھا جائے، یہ فائدہ اکثر جگہ قابل لحاظ ہے فی الخانیة والخزانة وغیرہما (خانہ اور خزانہ وغیرہما میں ہے۔ ت) یا کہا تیری عورت پر طلاق نہیں، کہا کیوں نہیں (اور اگر کہے نہ یا ہاں تو طلاق نہ ہوگی)

اما الاول فانه صريح في الانكار اما الآخر ففيه احتمالان اثبات النفي واثبات المنفي اي الطلاق فلا يقع بالشك. اقول ولا يرد ما في الفتح من عدم الفرق بين نعم وبلى لان مبناه على العرف كما قال صاحب الفتح والذي ينبغي عدم الفرق فان اهل العرف لا يفرقون بل يفهمون منهما ايجاب المنفي ^۲ اه اما في عرفنا فمعناه كما قلت في رد المحتار عن البحر ان موجب نعم تصديق	ان میں پہلا لفظ (نہ) صریح انکار ہے، اور دوسرا (ہاں) تو اس میں کئی احتمالات ہیں، نفی کا اثبات یا منفی طلاق کا اثبات، تو ایسی صورت میں شک ہو تو طلاق نہ ہوگی۔ اقول (میں کہتا ہوں) فتح میں یہاں "ہاں" اور "کیوں نہیں" میں عدم فرق کو ذکر کرنا قابل اعتراض نہیں کیونکہ ان کے اس بیان کا مبنی عرف پر ہے جیسا کہ صاحب فتح نے خود بیان کیا ہے کہ مناسب یہی ہے کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو کیونکہ عرف والے ان میں فرق نہیں کرتے بلکہ وہ دونوں میں منفی کا اثبات سمجھتے ہیں اھ، لیکن ہمارے عرف میں ان دونوں میں فرق ہے، جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ رد المحتار میں بحر سے منقول ہے کہ نعم (ہاں) کا
---	--

^۱ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۸/۱

^۲ رد المحتار بحوالہ فتح القدیر مطبع مجتبائی دہلی ۴۵۳/۲

<p>ماقبلہا من کلام منفی او مثبت استفہاماً کان او خبراً، و موجب بلی ایجاب مابعد النفی استفہاماً کان او خبراً، الا ان المعتبر فی احکام الشرع العرف حتی یقام کل واحد منهما مقام الآخر^۱ اھ</p>	<p>استعمال پہلی کلام کی تصدیق کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ مثبت ہو منفی استفہامی ہو یا خبر ہو، اور بلی (کیوں نہیں) کا استعمال پہلی کلام میں نفی کا اثبات کرنے کے لئے ہوتا ہے خواہ وہ نفی استفہام میں ہو یا خبر میں، مگر احکام شرع میں بہر حال عرف کا اعتبار ہے، حتیٰ کہ عرف میں ایک دوسرے کی جگہ استعمال مراد لیا جاتا ہے اھ (ت)</p>
---	--

۳۷ تجھے طلاق ہے اور مجھے اختیار رجعت نہیں،

<p>فی الشامی عن الخیریۃ عن الصیرفیۃ انت طالق ولا رجعة لی علیک فرجعیۃ^۲۔</p>	<p>فتاویٰ شامی میں خیریہ سے اور انہوں نے صیرفیہ سے نقل کیا کہ اگر خاوند نے کہا "تجھے طلاق اور مجھے رجوع کا حق نہیں ہے" تو ایک رجعی طلاق ہوگی (ت)</p>
---	--

۳۸ تجھ پر طلاق ہے نہ پھیرے تجھے کوئی قاضی نہ حاکم نہ عالم،

<p>فی الخیریۃ سئل فی رجل قال لزوجتہ انت طالق لا یردک قاضی ولا وال ولا عالم هل یكون بائناً امر رجعیاً اجاب ہو رجعی ولا یملک اخر اجه عن موضوعه الشرعی بذلک^۳۔</p>	<p>خیریہ میں ہے: سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "تجھے طلاق ہے تجھے کوئی قاضی، کوئی حاکم یا عالم واپس نہ کر سکے، تو کیا اس صورت میں طلاق رجعی ہوگی یا بائن؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رجعی ہوگی، اور اس کے کہنے سے شرعی ضابطہ ختم نہ ہوگا۔ (ت)</p>
---	--

تو^{۳۹} مذہب یہودی یا نصاریٰ یا چاروں مذہب یا سب^{۴۰} مذاہب مسلمین پر مطلقہ،

<p>فی الخیریۃ قال فی منح الغفار اقول وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی الاربعۃ مذاہب یرید بذلک ان الطلاق یقع علیہا</p>	<p>خیریہ میں ہے: منح الغفار میں کہا "میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ میں خاوند کا قول تجھے چاروں مذہب طلاق" تو اس سے مراد یہ ہے کہ تمام مذاہب پر متفقہ طلاق ہے، تو ایسی صورت میں یقیناً طلاق</p>
---	--

^۱ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۳۳

^۲ رد المحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۵۱

^۳ فتاویٰ خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۶

<p>بأنفأقهم وينبغي الجزم بوقوعه قضاء وديانة كما لا يخفى اه اقول: ولا شبهة في كونه رجعياً لا بائناً لما قدمنا^١، سئل عن رجل قال لزوجته انت طالق على مذهب اليهود والنصارى، وعن رجل قال لزوجته انت طالق على سائر مذاهب المسلمين اجاب فيهما بأنه طلاق رجعي^٢۔</p>	<p>ہو جائے گی قضاءً بھی اور دیانۃً بھی، جیسا کہ واضح ہے اھ، اقول: (میں کہتا ہوں) یہ طلاق بلاشبہ رجعی ہوگی بآئندہ نہ ہوگی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، نیز ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے یہودی اور نصرانی مذہب پر طلاق، دوسرے نے کہا تجھے مسلمانوں کے تمام مذاہب پر طلاق، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی۔ (ت)</p>
---	--

^٢ "جا تجھے طلاق ہے،" ^٣ "سورویا یہودیوں کو حلال اور مجھ پر حرام ہو،

<p>فی الخیرية سئل فی رجل قال لزوجته روجی طالق تحلی للیہودی وتحرمی علیّ وعن قال روجی طالق تحلی للخنزیر وتحرمی علیّ، اجاب بأنه رجعی لان قوله روجی طالق صریح فیہ، وقوله تحلی للیہود او للخنزیر لغولانہ خلاف الم شروع وهو لا یبطلکہ، وقوله وتحرمی ای حرمة تحصل بانقضاء العدة اذ هو ثابت شرعاً بصریح الطلاق بعد الدخول^٣۔</p>	<p>خیر یہ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو یہودیوں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام" اور یوں ایک دوسرے نے بیوی کو کہا "جا طلاق ہے تو خنزیروں کے لئے حلال اور مجھ پر حرام ہے" تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ "جا طلاق ہے" صریح طلاق ہے، اور اس کا یہ کہنا تو یہودیوں یا خنزیروں کے لئے حلال ہے، لغوبات ہے اور خلاف شرع ہے جس کا اسے اختیار نہیں، اور اس کا یہ کہنا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" سے مراد وہ حرمت ہے جو عدت گزرنے کے بعد ہوتی ہے جیسا کہ شریعت میں مدخولہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد حرمت ہوتی ہے (ت)</p>
--	---

مگر یہ اس وقت جبکہ اس لفظ سے کہ "مجھ پر حرام ہو" طلاق کی نیت نہ کی ورنہ دوبان پڑیں گی،

<p>فی الشامی نعم لو قصد بقوله وتحرمی</p>	<p>فتاویٰ شامی میں ہے ہاں اگر اس نے "تو مجھ پر</p>
--	--

^١ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۳۶/۱

^٢ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۳۷/۱

^٣ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۵۰/۱

<p>حرام ہے" سے نئی طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہو تو یہ دوسری طلاق بائنہ ہوگی اھ، اقول: (میں کہتا ہوں) یہاں یہ اعتراض ہوگا کہ پہلے گزرا ہے کہ بیوی کو اپنے لئے یا اپنے آپ کو بیوی پر حرام کرنا، بغیر نیت بھی طلاق ہوگی جبکہ یہاں یہ کہنا کہ "نئی طلاق کی نیت سے مجھ پر حرام ہے" کہا تو نیت سے طلاق، تو دونوں بیان آپس میں مختلف ہیں، تو جواب یہ کہ یہاں "تحرمی" (تو مجھ پر حرام ہوگی) ظاہر طور پر یہ استقبال ہے، جیسا کہ میں طلاق دوں گا یا تو طلاق والی ہوگی، کا حکم ہے، غور کرو۔ (ت)</p>	<p>على ايقاع الطلاق وقع به اخرى بائنة^۱ اھ اقول: ولايردان تحريماً او تحريم نفسه عليها طلاق بلانية كما تقدم لان هذا مضارع ظاهرة الاستقبال كقوله طلاق كنم او تكونين مطلقة فافهم۔</p>
--	--

^۲ تو مطلقہ اور بائنہ یا ^۳ مطلقہ پھر بائنہ ہے،

<p>در میں ہے: اگر عطف کیا تو بیوں کہاں تعلق و بائن، یا یوں کہا انت طالق ثم بائن، اور لفظ بائن سے کوئی نئی طلاق مراد نہ لی تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی (ت)</p>	<p>في الدرو لو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ينو شيئاً فرجعية^۲۔</p>
--	--

مگر جبکہ ہر لفظ سے مجدد طلاق کی نیت کی ہو تو دو^۲ بائنہ ہیں،

<p>ردالمحتار میں ہے: نیت نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس نے نئی طلاق کی نیت سے تینوں حروف کہے ہوں اور تین طلاقیوں کی نیت سے یہ تکرار کیا یا بائن سے تین کی نیت کی ہو، جو بھی نیت کی ہوگی وہ واقع ہوگی۔ (ت)</p>	<p>في ردالمحتار ومفهوم التقييد بعدم النية انه لو نوى تكرير الايقاع مع الحروف الثلاثة او نوى بالباين الثلاث انه يقع مانوى^۳۔</p>
---	---

^۴ عورت کے بیٹے کو دیکھ کر کہ اے طلاقن کے جنے، ^۵ اے مادر طلاقہ عہ

<p>اصل (قلمی نسخہ) میں ایسے ہی ہے اور ممکن ہے یہ ناقل کی غلطی ہو، میرے خیال میں درست یوں ہے اے مادرت شش طلاقہ، جیسا کہ ہندیہ سے آئیگا ۱۲ فقیر حامد رضا قادری</p>	<p>عہ: هكذا في الاصل ولعله نسخه الناسخ وعندى صوابه اى مادرت شش طلاقه كما يجئى عن الهندية فقير حامد رضا قادری</p>
--	--

^۱ ردالمحتار باب الصريح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵۱/۲

^۲ درمختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۲/۱

^۳ ردالمحتار باب الصريح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵۰/۲

<p>فی الهندیة عن الظہیریة رجل من عادتہ ان یقول اذا رأى صبیا ای مادت شش طلاقہ فسکر من الخمر فاتاہ ابنہ فظنہ صبیا اجنبیا فقال رواے مادت شش طلاقہ ولم یعلم انه ابنہ طلقت امرأته ثلثا^۱ اھ</p>	<p>ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ ایک شخص کی عادت ہے کہ وہ جب کسی سچے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے "اے تیری ماں چھ طلاق والی" تو اس کو شراب کا نشہ تھا اس حالت میں اس کا اپنا بیٹا آیا تو اس نے نشے میں سمجھا کہ کوئی اجنبی بچہ ہے تو اس نے اس کو بھی "جاے تیری ماں چھ طلاق والی" کہہ دیا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اھ (ت)</p>
--	--

اقول: (اس میں بھی وہی تفصیل چاہئے جو لفظ مطلقہ وغیرہ میں گزری کمالایخی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) ^{۳۸} تجھ پر پوری یا ^{۳۹} دھی یا ^{۴۰} تہائی وغیرہ ^{۴۱} تجھ پر طلاق کا ہزارواں حصہ،

<p>فی الدر و جزء الطلقة ولو من الف جزء تطليقة لعدم التجزئ^۲۔</p>	<p>در میں ہے: طلاق کی جزء خواہ ہزارویں جزء، ایک ہی طلاق ہوگی، کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہو سکتے۔ (ت)</p>
--	--

^{۴۲} تجھ پر کم درجہ کی طلاق،

<p>فی الخائبة ولو قال اقل الطلاق یقع واحدة^۳۔</p>	<p>خانیہ میں ہے اگر کہا کم از کم طلاق تو ایک ہی ہوگی۔ (ت)</p>
---	---

^{۴۳} تیرے پر نصف، ^{۴۴} تیرے چوتھائی پر طلاق، ^{۴۵} تیرے ہزارویں ٹکڑے پر طلاق، ^{۴۶} تیری روح پر طلاق، ^{۴۷} تیری جان پر طلاق، ^{۴۸} تیری ناک پر طلاق (اور اگر انف یا بینی پر کہے یا عربی فارسی میں انفک طالق، بریبینی تو طلاق (تیری ناک پر طلاق۔ ت) کہے تو کچھ نہیں، برعکس اس کے عربی میں عنقک طالق یا فرجک طالق (تیری گردن کو طلاق یا تیری شرمگاہ کو طلاق۔ ت) کہے، طلاق ہو جائے گی، اور اردو میں تیری عنق یا گردن یا فرج پر طلاق کہے تو کچھ نہیں جبکہ لفظ فرج یا اس کا اور مرادف بولے جس سے عرف ہند میں کل عورت مراد نہ لیتے ہوں اگرچہ خاص اردو ہی کا لفظ ہو، وجہ یہ ہے کہ یہاں خاص وہ لفظ ہو نا چاہئے جس سے اُس زبان میں انسان کی ذات کو تعبیر ہوں، عربی میں عنق و فرج ایسے ہی ہیں اور ہماری زبان میں عنق و گردن و خاص لفظ و بینی وغیرہ ایسے نہیں، اور ہمارے یہاں کا یہ عام محاورہ ہے

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۵/۱

^۲ درمختار باب السابع مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۱۹/۱

^۳ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۲۰۸/۱

کہ فلاں شخص شہر بھر کی ناک ہے، خاندان کی ناک ہے، عورت موم کی ناک ہے، تو ظاہر اس میں طلاق ہو جانا چاہئے۔ اسی طرح فرج کا وہ نام جس سے کل عورت مراد لیتے ہوں۔

فی الدر واذاضاف الطلاق اليها او الى ما يعبر به عنها كالرقبة والعنق والروح والبدن والجسد (الاطراف داخله في الجسد دون البدن) والفرج والوجه والراس وكذا الاست بخلاف البضع والدم على المختار خلاصة او اضافته الى جزء شائع منها كنصفها وثلاثها الى عشرها (وكذا لو اضافته الى جزء من الف جزء منها كما في الخانية) وقع لعدم تجزيه¹ اه مزيدا من رد المحتار وفيه ايضا كما لا يقع لو اضافته الى الانف²۔

در مختار میں ہے کہ جب طلاق کو بیوی کی طرف یا اس کے ایسے حصے کی طرف منسوب کرے جس سے بیوی کی شخصیت مراد لی جاتی ہو، مثلاً گردن، رقبہ، روح، بدن، جسم (ہاتھ اور پاؤں جسد کا حصہ ہیں بدن کا حصہ نہیں ہیں) شرمگاہ، چہرہ، سر اور اسی طرح سرین، تو بیوی کو طلاق ہوگی، مگر بضع، دُر اور خُون کی طرف نسبت کی طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں اس کو مختار قرار دیا ہے، اور یوں نہیں اگر طلاق کو بیوی کے غیر معین حصہ مثلاً نصف، ثلث تا دسویں حصہ کی طرف منسوب کیا اور اگر معین حصہ خواہ کتنا مثلاً ہزارواں حصہ تو طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلاق کے اجزاء نہیں ہیں جیسا کہ خانہ میں اضافہ ہے اہ رد المحتار میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح ناک کی طرف طلاق کی نسبت، مثلاً تیری ناک کو طلاق، تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

کسی سے اپنی عورت کی نسبت کہا اسے اس کی طلاق کی خبر دے یا^{۱۳} خذہ دے یا^{۱۴} اس کی طلاق کی خبر اس کے پاس لے جایا^{۱۵} اسے خبر دے یا^{۱۶} اس لکھ بھیج یا اس سے کہہ کہ وہ مطلقہ ہے یا^{۱۷} اس کے لئے اس کی طلاق کی سند یا^{۱۸} یاداشت لکھ دے ابھی طلاق ہو گئی اگرچہ یہ اس سے نہ کہے نہ لکھے، اور یوں کہا کہ اس سے کہہ کہ تو مطلقہ ہے تو جب جا کر کہے گا اس وقت پڑے گی ورنہ نہیں،

فی الخانية رجل قال لغیره اخبر امرأتی بطلاقها او احمل اليها طلاقها او اخبرها انها طالق

خانہ میں ہے، اگر دوسرے شخص کو کہا، میری بیوی کو اس کی طلاق کی خبر دے، یا، اس کی طلاق اس کی طرف لے جا، اسکو خبر دے دو یا کہہ دو کہ وہ طلاق والی ہے،

¹ در مختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹، رد المحتار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۶۶

² در مختار باب الصريح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۹

توان صورتوں میں اسی وقت طلاق ہو جائے گی اور بیوی کو خبر پہنچنے یا اس شخص کے بیوی کو کہہ دینے پر موقوف نہ ہوگی، اور اگر بیویوں کو کہہ تو اس کو کہہ دے کہ تو طلاق والی ہے تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک وہ شخص بیوی کو یہ بات کہہ نہ دے، اور اگر دوسرے کو کہہ تو میری بیوی کو طلاق لکھ دے، تو اسی وقت طلاق ہوگی جس طرح کہ کہا "اس کو طلاق پہنچا دے" یا جس طرح کہا "تو میری بیوی کی طرف لکھ دے کہ اس کو طلاق ہے۔" اور عقود دریہ نے "بیوی کو کہہ دے کہ اس کو طلاق ہے" کے مسئلہ میں مخالف قول کیا ہے اور کہا کہ یہ خاوند کی طرف سے یہ دوسرے شخص کو وکیل بنانا ہے، تو عقود دریہ کی طرف تحقیق کے لئے رجوع کرنا چاہئے۔ (ت)

او قل لها انها طالق طلقت للحال ولا يتوقف على وصول الخبر اليها ولا على قول المأمور ذلك. ولو قال قل لها انت طالق لا يقع الطلاق ما لم يقل لها المأمور ذلك. ولو قال اكتب لها طلاقها ينبغي ان يقع الطلاق للحال كما لو قال احمل اليها طلاقها. وكما لو قال اكتب الى امرأتى انها طالق¹، وخالف العقود في مسألة قل لها هي كذا فاجعله تو كيلا فراجع عه۔

عقود کی عبارت یوں ہے: اس شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے دوسرے کو کہا "تو میری بیوی سے کہہ دے کہ تو تین طلاق والی ہے" اور جبکہ دوسرے شخص نے یہ بات اس کی بیوی کو نہ کہی ہو تو کیا طلاق نہ ہوگی جب تک وہ شخص بیوی کو یہ بات نہ کہہ دے، اس سوال کے جواب میں فرمایا ہاں (نہ ہوگی) کیونکہ وکالت ہے جیسا کہ بزازیہ میں اس کی تصریح "طلاق کے الفاظ کے اقسام" میں ہے اھ۔ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا، جو یہ ہے، اقول: (میں کہتا ہوں) مضارع (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ: عبارة العقود هكذا سئل في رجل قال لآخر قل لامرأتى تكون طالقة بالثلث ولم يقل لها الاخر شيئا فهل لا تطلق ما لم يقل لها الجواب نعم لانه تو كيلا كما صرح به في البزازیة في نوع الفاظه² اھ و كنت كتبت على هامشه ما نصه. اقول: المضارع

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۱/۲۱۰

² العقود الدریة کتاب الطلاق حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/۲۱۱

۶۸ میں تجھے طلاق دیتا ہوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

انما يعمل اذا غلب للحال ح. هو كقوله قل لها هي طالق
و صرح في الخانية انها تطلق بذلك في الحال بخلاف قوله
قل لها انت طالق فلا تطلق ما لم يقل. راجع و حرر وان
كانت المسئلة (اعنى مسئلة العقود) قل لامرأتى تكوى
طالقة (بزيادة الياء وحذف النون كما هو لغة شائعة
لاسيما في العوام حتى تكون الصبيغة للخطاب) فالجواب
صحيح بل اريب وموافق لما في الخانية فلترجع البزازية
اهتم من المولى سبخنه وتعالى بالبزازية فاتضح ان الامر
كما فهمت وان (تكون) تصحيف من (تكوني) فان عبارة
البزازية هكذا قال لها قولي ان طالق فقالت وقع وان لم
يقبل لا. بخلاف ما لو قال لآخر قل لامرأتى

کا صیغہ طلاق میں تب عمل کرے گا جب اس سے غالب طور پر حال
مراد ہو، تو ایسی صورت میں اس کا حکم ایسا ہوگا جیسے خاوند دوسرے
کو کہے کہ بیوی کو کہہ دو اس کو طلاق ہے، اور خانیہ میں تصریح ہے
کہ اس سے اسی وقت طلاق ہوگی، بخلاف جب کہے "بیوی کو تو کہہ
دے کہ تجھے طلاق ہے" تو طلاق نہ ہوگی جب تک وہ نہ کہہ دے اس
کی طرف رجوع کر کے دیکھو، اور اگر یہ عقود کا مسئلہ، یوں ہو
کہ، دوسرے کو خاوند کہے، کہ، تو میری بیوی سے کہہ دے "تو
طلاق والی ہو جا" (تکون میں نون کا حذف اور یاء کا اضافہ کر کے
کہے جیسا کہ یہ عام طور پر خصوصاً عوام میں مشہور ہے، تو یہ بصیغہ
امر خطاب ہوگا) تو عقود کا یہ جواب بلا شک و شبہ درست ہوگا، اور
خانیہ کے بیان کے موافق ہوگا، تو بزازیہ کی عبارت پر غور
کروا، پھر اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر بزازیہ کا مسئلہ واضح کر دیا
کہ معاملہ وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور سمجھا کہ "تکونی" کی
تبدیلی میں "تکون" ہو گیا، کیونکہ بزازیہ کی عبارت یوں ہے
خاوند نے یہ کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی ورنہ اگر خاوند نے نہ کہا تو
طلاق نہ ہوگی، اس کے برخلاف جب خاوند نے دوسرے شخص کو کہا
کہ تو میری بیوی سے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ہندیہ میں ہے: اور محیط میں ہے اگر عربی میں مضارع (اطلق) کہا تو طلاق نہ ہوگی، مگر جب یہ لفظ غالب طور پر حال کے لئے استعمال ہوتا ہو تو طلاق ہو جائے گی، اور ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ بیوی نے خاوند کو کہا "طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق کر دے" تو خاوند نے اگر جواب میں یہ کہا "میں طلاق کر رہا ہوں طلاق کر رہا ہوں" تین مرتبہ تکرار کیا تو تین طلاقیں ہوں گی، اس کے برخلاف اگر یوں کہے "میں کروں گا" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ استقبال ہے لہذا شک ہوگا اور طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

فی الہندیۃ وفی المحيط لوقال بالعربیۃ اطلق لایکون طلاقاً الا اذا غلب استعمالہ للحال فیکون طلاقاً¹، وفیہا عن الخلاصۃ قالت طلاق بدست مرا طلاق کن فقال الزوج طلاق میکنم طلاق میکنم وکرر ثلاثاً طلاق ثلاثاً بخلاف قوله کنم لانہ استقبال فلم یکن تحقیقاً بالتشکیک²

¹⁹میں تجھے طلاق چھوڑتا ہوں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کہہ دے کہ "وہ طلاق والی ہے" تو طلاق ہو جائے گی وہ شخص بیوی سے کہے یا نہ کہے، اس کا اصل مبسوط میں مذکور ہے کہ خاوند نے دوسرے کو کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق کہہ دے یا اس کو خوشخبری طلاق کی دے یا تو اس کی طلاق اس کو بجا دے، ان صورتوں میں خبر دے یا نہ دے ہر طرح طلاق ہوگی اور خاوند نے دوسرے کو یوں کہا کہ تو میری کو کہہ کہ تجھے طلاق ہے، تو جب تک وہ شخص بیوی کو کہہ نہ دے گا طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ اس شخص کو وکیل بنانا ہوا اھ، تو جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ خانیہ کے مطابق ہے اور خطاب کے صیغہ سے مختص صورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (ت)

انہا طالق حیث تطلق قال الرجل امر لا، اصلہ ماذکر فی الاصل قال لاخر اخبارها بطلاقها او بشرها او احمل اليها طلاقها يقع اخبر امر لا، ولو قال لاخر قل لها انت طالق لا تطلق ما لم يقل لانه توکیل³ اھ فہو کما تری مطابق لما فی الخانیۃ ومختص بصورۃ الخطاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب منہ۔

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق باللفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۸۴

² فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق باللفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۸۴

³ فتاویٰ ہندیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ کتب الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۸۴/۵-۱۷

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ مضارع کا صیغہ جب حال کے لئے غالب الاستعمال ہو تو یہ طلاق صریح میں شمار ہوگا، قلت (میں کہتا ہوں) اور اگر خالص حال کے لئے ہو تو پھر طریق اولیٰ صریح ہوگا جبکہ "چھوڑنا" کا لفظ ہماری زبان میں طلاق میں صریح ہے (ت)	فی ردالمحتار عن البحر من الصریح المضارع اذا غلب فی الحال ^۱ اھ قلت فکیف اذا تبعض له وچھوڑنا من الصریح بلساننا۔
--	--

ہاں اگر عزم و ارادہ کی نیت پر کہے گا بایں معنی کہ تجھے طلاق دیا جا رہا ہوں تو عند اللہ طلاق نہ ہوگی،

فتاویٰ خیرہ میں ہے: مضارع میں خاوند کی بات پر دیانۃ تصدیق بہر حال ہوگی اگرچہ وہ مضارع، حال کے معنی میں غالب ہو۔ (ت)	فی الخیرۃ یدین علی کل حال ائی ولو غلط فی الحال ^۲ ۔
---	---

تجھ پر دو^۲ مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہ دی تھی ابھی پڑ گئی بشرطیکہ نکاح کو دو^۲ مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں، اور اگر جھوٹی خبر کی نیت تھی تو عند اللہ کچھ نہیں یہ ہر صیغہ میں جاری ہے،

خیرہ وغیرہ میں جیسے ہے کہ اگر کہا "تو دو ۲ ماہ سے مطلقہ ہے، اور اس کے بعد کہا کہ میں نے یہ ماضی کی خبر کاذب کے طور پر کہا ہے، تو کیا اس پر طلاق ہوگی یا نہیں اور اگر آپ فرمائیں کہ طلاق ہوگی تو اس کو رجوع کا حق ہوگا یا نہیں، اس کا جواب دیا کہ قضاء طلاق ہوگی دیانۃ نہ ہوگی، اور قاضی کے فیصلہ پر اس کو عدت میں بغیر نکاح اور عدت کے بعد جدید نکاح سے رجوع کا حق ہوگا، جبکہ مذکورہ کارروائی کے علاوہ خاوند نے کچھ اور نہ کہا ہو، اور دُر میں ہے کہ یونہی اگر خاوند نے کہا "تو گزشتہ روز سے طلاق والی ہے" تو اگر نکاح آج کیا ہو تو یہ بات لغو ہوگی اور گزشتہ روز سے قبل نکاح کیا ہو تو ابھی سے طلاق ہو جائیگی کیونکہ ماضی کا انشاء حال کا انشاء متصور ہوگا (ت)	کما فی الخیرۃ وغیرہا وفیہ ایضا قال لھا انت مطلقۃ من شہرین ویقول نویت الاخبار فی الماضی کاذباً هل یقع علیہ الطلاق ام لا واذا قلتم یقع هل له ان یردها ام لا، اجاب یقع قضاء لادیانۃ وعلی حکم القضاء له مراجعتها فی العدة بغیر عقد وبعدها بعقد جدید حیث لم یصدر منه سوی ما ذکر، ^۳ وفی الدر وکذا انت طالق امس وقد نکحها الیوم ولونکحها قبل امس وقع الان لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال ^۴ ۔ (ملخصاً)
---	--

^۱ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۰

^۲ فتاویٰ خیرہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹

^۳ فتاویٰ خیرہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۰

^۴ در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۰

۱۷ تجھ پر دو برس تک طلاق ہے، اس میں دو برس بعد پڑے گی،

فی الخیریۃ قال لہا انت طالق الی سنتین ولانیۃ لہ فمأ
الحکم. اجاب یقع علیہا بعد السنّین طلقة واحدة
رجعیۃ صرح بہ صاحب البحر والبنازیۃ والولو
الجیۃ وغیرہم من کتب الحنفیۃ۔¹

۱۸ تجھ پر یہاں سے عرب تک طلاق، اور اگر یوں کہا کہ اتنی لمبی یا بڑی طلاق تو بائن ہوگی،

فی الدر وبقولہ من هنا الی الشام واحدة رجعیۃ مالم
یصفہا بطول او کبر فبائنۃ۔²

۱۹ تو فلاں عورت سے زیادہ مطلقہ ہے، طلاق ہو جائے گی اگرچہ فلاں عورت مطلقہ نہ بھی ہو،

بخلاف مالمو قال بالعربیۃ انت اطلق من فلانۃ فلا تطلق
الابالنیۃ بشرط ان تكون فلانۃ مطلقۃ فقد عد فی الدر
قوله انت اطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ³ من کنایات
التي یقع بہا الرجعی، قال الشامی علیہ فی الفتح بان افع
التفضیل لیس صریحاً فافہم⁴ اہ بخلاف مانحن فیہ
فانہ مطلقۃ صریحۃ ولا یعتریہ الاحتمال بزیادۃ فہا فیہ
الاثبات الطلاق

بخلاف اس کے جب بزبان یوں کہا "انت اطلق من فلانیۃ" تو
نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، نیت سے بھی تب ہوگی جب وہ
فلاں عورت مطلقہ ہو، خاوند کے اس قول کہ "تجھے فلاں کی
عورت سے بڑی طلاق بشرطیکہ وہ فلاں کی عورت مطلقہ ہو تو
در میں اس کو ان کنایات میں شمار کیا ہے جن سے ایک رجعی
طلاق ہوتی ہے۔ علامہ شامی نے اس پر فرمایا کہ فتح میں اس
کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صیغہ تفضیل طلاق میں صریح نہیں
ہے، غور کرواھ، اس کے برخلاف وہ

¹ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۵/۱

² در مختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۹۱

³ در مختار باب کنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲/۵۱۱

⁴ رد المحتار باب کنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۶۶۲

والزیادة وقد حققناه فيما علقناه على ردالمحتار۔	صورت جو ہم نے ذکر کی ہے کیونکہ وہ صریح مطلقہ ہے اس میں زیادتی وغیرہ کا احتمال رکاوٹ نہ ہوگا یہ طلاق اور زیادتی کا اثبات ہے اور اس کو ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں محقق کیا ہے۔ (ت)
--	--

ان سب صورتوں میں بے حاجت نیت طلاق رجعی پڑتی ہے، اے مطلقہ بسکون طاء، فی الدرانت مطلقۃ بالتخفيف (درمیں ہے خاوند نے مطلقہ یعنی ط پر جزم کے ساتھ، بیوی کو کہا "تو مطلقہ ہے"۔ (ت) "میں نے تیری طلاق چھوڑ دی،" "میں نے تیری طلاق روانہ کر دی،" "میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا،

فی ردالمحتار قوله خلیت سبیل طلاقك وكذا خلیت طلاقك او تركت طلاقك ان نوى وقع والا فلا خانیة۔ ¹	ردالمحتار میں ہے: خاوند نے کہا "میں نے تیری طلاق کا راستہ چھوڑ دیا،" میں نے تیری طلاق روانہ کر دی، میں نے تیری طلاق چھوڑ دی "تو اگر تیت کی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، خانیہ۔ (ت)
---	---

¹ تجھ پر ط، ل، ا، ق۔² تجھ پر ط، لام، الف، قاف۔

فی ردالمحتار قوله او ط ل ا ق ظاهر ما هنا مثله فی الفتح والبحران یأتی بمسئی احرف الهجاء والظاهر عدم الفرق بینہا و بین اسمائہا ففی الذخیرۃ قال لامرأته الف نون تاء طاء الف لام قاف انه ان نوى الطلاق تطلق المرأة ² ۔ (ملخصاً)	ردالمحتار میں ہے: یا خاوند کا قول ط، ل، ا، ق تو یہ طلاق میں ظاہر ہے، اسی کی مثل فتح اور بحر میں ہے کہ حروف ہجاء اور اس کے مسمی کو ذکر کرے تو ظاہر میں کوئی فرق نہیں، ہم نے حروف کے اسماء کو بیان کر دیا ہے تو ذخیرہ میں ہے کہ اگر بیوی کو کہا الف، نون، تاء، طاء، الف، لام، قاف، اور طلاق کی نیت کیا تو طلاق ہوگی (ملخصاً)۔ (ت)
--	---

"میں نے تیری طلاق تجھے بہہ کی،" "قرض دی،" "نیرے پاس گرو کی،" "امانت رکھی،" "میں نے تیری طلاق چاہی،" "تیرے لئے طلاق ہے،" اللہ نے تیری طلاق چاہی، "اللہ تعالیٰ نے تیری طلاق مقدر کی،

فی ردالمحتار وغير ذلك مثل الطلاق	ردالمحتار میں ماتن کے قول وغیرہ ذلک کے تحت
----------------------------------	--

¹ ردالمحتار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

² ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۰

<p>بیان کیا، مثلاً میں نے تجھے تیری طلاق بہہ کی، میں نے تیری طلاق تجھ کو فروخت کی جب جواب میں عورت یہ کہے کہ میں نے بدلہ کے بغیر خریدی، میں نے تیری طلاق تجھے قرض دی، اللہ نے تیری طلاق چاہی، یا اللہ نے تیری طلاق مقدر فرمائی، کیا تو چاہتی ہے، ان مذکورہ صورتوں میں نیت کی تو ایک طلاق رجعی ہوگی جیسا کہ فتح میں ہے، بحر میں اس پر زائد ہے تیرے لئے طلاق ہے الخ اور اسی ردالمحتار میں ہے لیکن جو بحر نے افادہ فرمایا وہ بھی کہ، میں نے تیرے پاس تیری طلاق امانت رکھی ہے یا رہن رکھی ہے، اس پر شارح طلاق نے واقع ہونے کی تصحیح ذکر کر رہے ہیں، اقوال: (میں کہتا ہوں) یعنی اگر نیت نہ کی ہو تو یہ مسئلہ ہے کیونکہ اس سے مقصد بحر پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ اس کو صریح قرار دیتے ہیں۔</p> <p>(ت)</p>	<p>عليك وهبتك طلاقك. بعثك طلاقك اذا قالت اشتريت من غير بدل. خذی طلاقك اقرضتك طلاقك شاء الله طلاقك او قضاء او شئت ففي الكل يقع بالنية رجعي كما في الفتح. زاد في البحر الطلاق لك الخ¹ وفيه اماما في البحر ايضاً من ان منه اودعتك طلاقك ورهنتك طلاقك فسيذكر الشارح تصحيح عدم الوقوع به² اقول: اي ان لم ينولان المقصود به الرد على البحر في جعله صريحاً۔</p>
---	--

^{۱۵} میں نے تیری طلاق تیرے ہاتھ بیچی، عورت نے کہا میں نے خریدی، اور کسی عوض مالی کا ذکر نہ ہو اور نہ بائن ہوگی)

<p>ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے: اگر خاوند نے کہا میں تجھے ایک طلاق فروخت کرتا ہوں، تو بیوی نے جواب میں کہا میں نے خریدا، تو بلا معاوضہ ایک طلاق رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اھ اور دُر میں ہے کہ مال کے بدلے صریح طلاق واقع ہو تو وہ بائنہ کے حکم میں ہوگی (ت)</p>	<p>في رد المحتار عن البحر ولو قال بعث منك تطليقة فقلت اشتريت يقع رجعياً مجاناً لانه صريح³ ۵۲۰/۲ الدر وحكم الواقع بالطلاق الصريح على مال طلاق بائن⁴۔</p>
---	---

¹ ردالمحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۷

² ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳۰

³ ردالمحتار باب الخلع دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۵۹

⁴ درمختار باب الخلع مطبع مجتبائی، دہلی ۱/۲۳۵

(۱۶) میں نے تجھے اس عورت پر طلاق دی کہ تو اتنے دنوں کے لئے فلاں مطالبہ مجھ سے ہٹا دے۔

<p>فإن العوض غير مال ففى ردالمحتار بعد ذكر الطلاق على مال بخلاف طلقنى على ان اؤخر مالى عليك. فإن التأخير ليس بمال وصح التأخير لوله غاية معلومة والا فلا. والطلاق رجعى مطلقاً بحر عن البزاية^۱، کہا۔</p>	<p>کیونکہ یہ عوض مال نہیں تو ردالمحتار میں طلاق بعوض مال کے بعد ذکر کیا، بخلاف اس کے کہ جب بیوی کہے میرا جو مال تیرے ذمہ ہے اسے میں تجھ پر مؤخر کرتی ہوں اس کے عوض تو مجھے طلاق دے۔ خاوند نے اس پر طلاق دے دی تو وہ رجعی ہوگی کیونکہ یہ عوض یعنی تاخیر مال نہیں ہے۔ اگر مال کی کوئی مدت مقرر تھی یہ تاخیر درست ہوگی ورنہ نہیں، بزایہ سے بحر نے گزشتہ کی طرح نقل کیا۔ (ت)</p>
---	--

۷۴ میں نے طلاق تیرے دامن میں رکھ دی عہ

<p>في الخزانة عن الخلاصة ولو قال مزار طلاق در دامت كردم ان نوى او كان في حال مذاكرة الطلاق يقع والا فلا^۲۔</p>	<p>خزانہ میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند نے کہا "میں نے تیرے دامن میں ہزار طلاق رکھ دی ہے" اگر نیت کی تو طلاق ہوگی، یونہی اگر یہ بات طلاق کے مذاکرہ کے بعد کہی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)</p>
--	--

۱۸ عدت بیٹھ فی ردالمحتار عہ^۲، ۱۹ تجھ پر ایک،

<p>عہ ۱: قول: شاید مسئلہ دامن و مسئلہ سابقہ چادر میں فرق بوجہ اضافت و عدم اضافت طلاق ہے کہ وہاں یہ کہا تھا تیری طلاق تیرے آنچل باندھی، لہذا بے نیت پڑ گئی، یہاں صرف طلاق کہا، تیری طلاق نہ کہا لہذا نیت پر رہی، ولیحذر، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم^۲ امنہ عہ ۲: ہنہنا فی الاصل بیاض ولعل العبارة المطلوبة منها هي ما نقل ههنا في الذيل قوله اعتدى امر بالاعتداد الذي هو من العدة او من العدة، اي اعتدى نعى عليك بدائع اه الفقيه حامد رضا قادری غفر له۔</p>	<p>یہاں قلمی نسخہ میں بیاض ہے ہو سکتا ہے اس سے مطلوب وہ عبارت ہو جس کی ذیل میں نقل کیا جاتا ہے کہ اعتدی، اعتداد سے امر ہے جو عدت سے ہے یا عد سے ہے یعنی میرے نکاح کو اپنے اوپر خدا کو نعت شمار کر، بدائع اھ ۱۲ الفقیہ حامد رضا قادری غفر لہ (ت)</p>
--	---

^۱ ردالمحتار باب الخلع مطبع مہتابی دہلی ۵۶۰/۳

^۲ خزانة المفتیین فصل فی صریح الطلاق قلمی نسخہ ۱۰۸/۱

متون میں ہے: تو ایک ہے، تو ہمارے قائم کردہ عنوان سے دلیل جاننے والے کو معلوم ہے۔ (ت)	فی المتون انت واحدة ويعرف ما ترجما من يعرف الدليل۔
--	--

۱۰ تجھ پر دو، اس میں دو طلاقیں رجعی بحالت نیت پڑیں گی،

کیونکہ یہ بھی پہلی ہی وجہ کی طرح معلوم ہے کہ یہاں لفظ طلاق پوشیدہ ہے جس سے یہ طلاق رجعی ہوگی، اور غیر طلاق کا احتمال ہونے کی وجہ سے نیت پر موقوف ہوگی، اور بحر میں اسی قسم سے شمار کیا ہے جب یہ کہے کہ "تو میری بیوی نہیں اور میں تیرا خاوند نہیں" نیت کی تو ایک رجعی طلاق ہوگی، قلت (میں کہتا ہوں) اس کلام سے طلاق کا وقوع امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، اور بحر میں امام کے قول کو پہلے ذکر کیا ہے، لیکن خلاصہ، خزائنہ المفتین، جواہر الاخلاطی اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ خاوند نے کہا "تو میری بیوی نہیں ہے" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فانه مثله بعين الوجه لان الوقوع بطلاق مضمر فكان رجعيا ويحتمل غيره فتوقف على النية وعد في البحر من هذا القسم لست لي بامرأة وما انالك بزواج ^۱ ، حيث يقع رجعي ان نوى قلت والوقوع به مذهب الامام وعندهما لا وان نوى كما في الخانية و قد قدم قول الامام لكن في الخلاصة وخزانة المفتين وجواهر الاخلاطى والهندية في قوله توزن من نبى لا يقع وان نوى هو المختار ^۲ ، والله تعالى اعلم۔
---	---

ان سب میں نیت کی حاجت ہے اگر نیت نہیں تو کچھ نہیں اور ہے تو طلاق رجعی ع۔ اے وجہ بے سبب طلاق

عہ: اصل میں اتنی عبارت اور زائد ہے یہ دو سو بیس^{۲۰} الفاظ طلاق ہیں جن میں سے ایک سو تیس^{۳۰} سے بائن پڑتی ہے، نوے^{۹۰} سے رجعی۔ دونوں میں ننانوے^{۹۹} سے بے نیت باقی سے منوی، اور ہنوز ہر قسم میں زیادت کو اور الفاظ باقی اقوال بعد تکمیل الفاظ اضافہ فرمائے گئے لہذا منوی ایک سو بیس تالیس^{۱۳۵}، غیر منوی ایک سو آٹھ^{۱۰۸}، یہ کل دو سو تیرپن الفاظ ہیں ۲۵۳، ایک سو ساٹھ^{۱۶۰} سے بائن اور ترانوے^{۹۳} رجعی ۱۲ حامد رضا غفرلہ

^۱ بحر الرائق باب الکنايات ۱/۳۰۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۶

دینا فی نفسہ ناپسندیدہ بلکہ شرعاً مذموم ہے،^۱ خصوصاً بائن کے بے ضرورت محض بدعت و ممنوع ہے۔ عورت کا معاذ اللہ فاحشہ ہونا اگرچہ سب سے بڑھ کر اجازت طلاق کی وجہ، مگر بائن کی بھی کار بر آری ممکن کہ طلاق رجعی بطور مسنون دے اور رجعت نہ کرے خود ہی بائن ہو جائے گی، وقت طلاق میں بھی یہ خصوصیت ہے کہ زن مدخولہ کو^۲ حیض یا نفاس میں طلاق نہ دے مگر خلع وغیرہ جو طلاق مال کے عوض ہو وہ اس حال میں بھی جائز ہے، عورت کی عمر اگر نو برس سے کم ہے،^۳ یا بچپن تک پہنچ چکی ہو،^۴ یا جوان تو ہوئی مگر حیض کبھی نہ آیا،^۵ یا حاملہ ہے تو ایس عورت کو ایک مہینے میں دو طلاق نہ دے، اور جو عورت ان چار کے علاوہ ہے اسے ایسی پائی نہ دے کہ اس میں یا اس سے پہلے کے حیض میں یہ اسے طلاق دے چکا، یا ان میں، یا "دھوکے سے دوسرا شخص اس سے جماع کر چکا ہے، طلاق میں یہ بارہ^۶ صورتیں منع ہیں، پھر ان سب ممانعتوں کے یہ معنی کہ مرد ان کے خلاف سے گنہگار ہوگا ورنہ طلاق تو بہر حال پڑ جاتی ہے جب تک عورت پر قید نکاح یا عدت اور مرد کے ہاتھ میں کوئی طلاق باقی ہے،

فتح القدیر میں کتاب الطلاق کے شروع میں ہے، اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر حاجت ہو تو ممنوع نہیں ہے، مگر حاجت صرف بڑھاپے اور شکوک میں منحصر نہیں ہے اہل مختار رد المحتار میں ہے کہ طلاق کا صرف بڑھاپے یا شکوک کی بناء پر مباح ہونا ضعیف ہے اور جس کو فتح میں تصحیح قرار دیا ہے اس میں اس کی قید نہیں بیان کی، جیسا کہ فقہاء کرام نے مطلق حاجت کو بیان کیا ہے، اور ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ جس کے متعلق مذہب ہونے کا دعویٰ کیا اور جس کی تصحیح فتح میں کی ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اہ اور اسی میں بحر اور اس نے فتح سے نقل کیا کہ ایک بانہ طلاق، ظاہر روایت میں بدعی طلاق

فی فتح القدیر اول کتاب الطلاق الاصح حظہ
الاحاجة غیر ان الحاجة لاتقتصر علی الکبر والریبة
۱ اہملاً خصوصاً فی رد المحتار ان الضعیف هو عدم اباحتہ
الاکبر اور یبہ والذی صححہ فی الفتح عدم التقیید
بذلک کما هو مقتضی اطلاقہم الحاجة وبما قدرناہ
ظہران لامخالفة بین ما ادعاه انہ المذہب وما
صححہ فی الفتح ۲ ۱۵ وفيہ عن البحر عن الفتح
الواحدة البائنة بدعية فی ظاهر الرواية ۳ الخ

^۱ فتح القدیر کتاب الطلاق نور یہ رضویہ ستمبر ۳۲۷/۳

^۲ رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۶

^۳ کتاب الطلاق ۲/۱۸

ہے الخ، اور دُر میں ہے کہ ایک رجعی طلاق ایسے طُسر میں جس میں وطی نہ کی ہو فقط وہی احسن طلاق ہے اور غیر موطوۃ بیوی کو اگرچہ حیض کے دوران ایک طلاق اور وطی شدہ کو تین طُسروں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی اور نہ ایسے طُسر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جن میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ ایسے طہر سے پہلے حیض میں وطی ہو اور نہ طلاق ہو، حیض والی کے لئے، اور تین مہینوں میں تین طلاقیں متفرق کرنا جس کو حیض نہ آتا ہو، تو ایسی طلاقیں حسن اور سنی ہوں گی۔ اور بوڑھی، نابالغہ اور حاملہ کو وطی کے بعد طلاق دینا حلال ہے کیونکہ وطی کے بعد طلاق دینا اسلئے مکروہ ہے کہ حمل ٹھہرنے کا احتمال ہوتا ہے جو کہ جو ان حیض والی میں ہو سکتا ہے، اور بدعی طلاق وہ ہے جو ان مذکورہ دو اقساموں (احسن اور حسن) کے خلاف ہو، اور حیض میں خلع مکروہ نہیں اور نفاس بھی حیض کا حکم رکھتا ہے اہل لمخصاً۔ علامہ شامی نے فرمایا: ماتن کا قول "وہ طہر جس میں وطی نہ ہو" کہا، یہ نہ کہا کہ اس خاوند سے وطی نہ ہوئی ہو، یہ اس لئے تاکہ کلام شبہ سے وطی کو بھی شامل ہو سکے، کیونکہ ایسی صورت میں بھی طلاق بدعی ہوگی جیسا کہ اس پر اسمیجانی نے نص کی ہے۔ اور اس سے معلوم ہوا

فی الدر طلاق رجعیۃ فقط فی طہر لاوطی فیہ احسن، وطلاقہ لغیر موطوۃ ولو فی حیض، ولموطوۃ تنفریق الثلث فی ثلاثۃ اطہار لاوطی فیہا ولافی حیض قبلہا ولاطلاق فیہ فیمن تحبض و فی ثلاثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن و سنی، وحل طلاق الایستہ والصغیرۃ و الحامل عقب وطی لان الکراہۃ فیمن تحبض لتوہم الحبل، والبدعی ما خالفہما والخلع فی الحیض لایکرہ والنفاس کالحیض^۱ اہل ملخصاً۔ قال الشامی قوله لاوطء فیہ لم یقل، منہ، لیدخل فی کلامہ ما لو طئت بشہۃ، فان طلاقہا فیہ حیثئذ بدعی نص علیہ الاسمیجانی، وبہذا عرف ان کلام المصنف اولی من قول غیرہ لم یجامعہا فیہ لکن لا بد ان

^۱ درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۵ تا ۲۱۷

کہ مصنف کی کلام دوسروں کی نسبت اولیٰ ہے کیونکہ دوسروں نے یوں کہا ہے کہ خاوند نے اس ٹھسر میں وطی نہ کی ہو، لیکن مصنف کی کلام میں یہ کہنا بھی ضروری تھا کہ اس ٹھسر سے قبل حیض میں بھی وطی نہ ہو اور نہ طلاق ہو، اور حمل ظاہر نہ ہو اور بوڑھی اور نابالغہ نہ ہو، جیسا کہ بدائع میں ہے کیونکہ اگر ایسے ٹھسر میں طلاق دی جس سے قبل حیض میں وطی کی ہو تو وہ طلاق بدعی ہوگی اگرچہ ٹھسر میں وطی نہ ہو، اور یوں ہی اگر اس حیض میں طلاق کے بعد ٹھسر میں طلاق دی ہو کیونکہ ایسی صورت میں ایک طہر میں دو طلاقات شمار ہوں گی جو کہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ اور ماتن کا قول کہ "اس کے غیر میں" یعنی وہ عورت حیض کی بجائے عمر کے حساب سے بالغ قرار پائے اور اس نے کسی حیض کا خون نہ دیکھا اور نہ پایا، یا عورت حاملہ ہو، یا ایسی نابالغہ جو نو سال سے کم عمر والی ہو مختار قول کے مطابق، یا آئسہ (وہ عورت جو پچپن^{۵۵} سال کو پہنچ چکی ہو) رائج قول کے مطابق، یا حیض والی عورتوں میں وہ عورت جس کا ٹھسر دراز مدت تک ختم نہ ہو، کیونکہ نوجوان عورت جس کو خون حیض آچکا ہے تو اس کو سنت طلاق صرف ایک ہی ہوگی جب تک وہ حدایاس تک نہ پہنچی ہو۔ ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے: اگر بیوی سے کوئی ناپسندیدہ

يقول ولا في حيض قبله ولا طلاق فيهما ولم يظهر حملها ولم تكن آيسة ولا صغيرة كما في البدائع لانه لو طلقها في طهر وطئها في حيض قبله كان بدعياً، وكذا لو كان قد طلقها فيه وفي هذا الطهر، لان الجمع بين تطليقتين في طهر واحد مكروه عندنا¹، قوله في حق غيرها أي في حق من بلغت بالسن ولم تر دماً أو كانت حاملاً أو صغيرة لم تبلغ تسع سنين على المختار أو آيسة بلغت خمس وخمسين سنة على الراجح، أما مبتدئة الطهر فمن ذوات الاقراء لانها شابة رأت الدم فلا يطلقها للسنة الواحدة ما لم تدخل في حد الاياس²، قال في الذخيرة عن المنتقى لا باس بان

¹ رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸

² رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۹

<p>امر محسوس کرے تو حیض کے دوران بھی خلع کرنے میں کوئی حرج نہیں اہلیوں ہی مال کے عوض طلاق حیض میں دی جائے تو مکروہ نہیں جیسا کہ بحر میں معراج سے نقل کرتے ہوئے تصریح کی ہے اور خلع سے مراد وہ ہے جو مال کے عوض ہو۔ ماتن کا قول کہ "نفاس، حیض کی طرح ہے"۔ بحر میں فرمایا کہ حیض میں طلاق عورت کی عدت کو طوالت سے بچانے کی وجہ سے ممنوع ہے تو نفاس میں یہی بات ہے اس لئے یہ بھی حیض کی طرح ہے، اہ، (رد المحتار کی تمام عبارت، ملتقطاً) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (ت)</p>	<p>یخلعہا فی الحیض اذا ارای منها ما یکرہ اھ وکذا الطلاق علی مال لایکرہ فی الحیض کما صرح بہ فی البحر عن المعراج والمراد بالخلع ما اذا کان خلعا بمال^۱، قوله والنفاس کالحیض قال فی البحر ولما کان المنع من الطلاق فی الحیض لتطویل العدة علیہا کان النفاس مثله جوہرۃ^۲ اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔</p>
---	--

فہرست الفاظ طلاق

ان سب صورتوں میں اگر طلاق کی نیت ہو طلاق بائن پڑ جائے گی

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۱	جا	۵۱۵	۱۱	سرک	۵۱۵
۲	نکل	۵۱۵	۱۲	جگہ چھوڑ	۵۱۵
۳	چل	۵۱۵	۱۳	گھر خالی کر	۵۱۵
۴	روانہ ہو	۵۱۵	۱۴	دور ہو	۵۱۵
۵	اُٹھ	۵۱۵	۱۵	چل دور	۵۱۵
۶	کھڑی ہو	۵۱۵	۱۶	اے خالی	۵۱۵
۷	پردہ کر	۵۱۵	۱۷	اے بری	۵۱۵
۸	دوپٹہ اوڑھ	۵۱۵	۱۸	اے جدا	۵۱۵
۹	نقاب ڈال	۵۱۵	۱۹	تو جدا ہے	۵۱۵
۱۰	ہٹ	۵۱۵	۲۰	تو مجھ سے جدا ہے	۵۱۵

^۱ رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸

^۲ رد المحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۱۸

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۲۱	میں نے تجھے بے قید کیا	۵۱۵	۴۰	تشریف کاٹو کرا لے جائیے	۵۱۵
۲۲	میں نے تجھ سے مفارقت کی	۵۱۵	۴۱	جہاں سینگ سمائے جا	۵۱۵
۲۳	رستہ ناپ	۵۱۶	۴۲	اپنا مانگ کھا	۵۱۵
۲۴	اپنی راہ لے	۵۱۶	۴۳	بہت ہو چکی اب مہربانی فرمائیے	۵۱۵
۲۵	کالا منہ کر	۵۱۶	۴۴	اے بے علاقہ	۵۱۵
۲۶	چال دکھا	۵۱۶	۴۵	منہ چھپا	۵۱۵
۲۷	چلتی بن	۵۱۶	۴۶	جنہم میں جا	۵۱۵
۲۸	چلتی نظر آ	۵۱۶	۴۷	چولھے میں جا	۵۱۵
۲۹	دفع ہو	۵۱۶	۴۸	بھاڑ میں جا	۵۱۵
۳۰	دال نے عین ہو	۵۱۶	۴۹	میرے پاس سے چل	۵۱۵
۳۱	رفو چکر ہو	۵۱۶	۵۰	اپنی مراد پر قہمند ہو	۵۱۵
۳۲	پنجر اخالی کر	۵۱۶	۵۱	میں نے نکاح فسخ کیا	۵۱۵
۳۳	ہٹ کے سڑ	۵۱۶	۵۲	تو مجھ پر مثل مردار ^۱ عہ	۵۱۵
۳۴	اپنی صورت گما	۵۱۶	۵۳	یا مثل سونر	۵۱۵
۳۵	بستر اٹھا	۵۱۶	۵۴	یا مثل شراب کے ہے	۵۱۵
۳۶	اپنا سوجھتا دیکھ	۵۱۶	۵۵	تو مثل میری ماں ^۲ عہ	۵۱۷
۳۷	اپنی گھڑی باندھ	۵۱۶	۵۶	یا بہن	۵۱۵
۳۸	اپنی نجاست الگ پھیلا	۵۱۶	۵۷	یا بیٹی کے ہے	۵۱۵
۳۹	تشریف لے جائیے	۵۱۶	۵۸	تو خلاص ہے	۵۱۵

عہ ۱: نہ مثل بھگ یا فیون یا مال فلاں یا زوجہ فلاں کے۔

عہ ۲: یوں کہا تو ماں بیٹی ہے، جو گناہ کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ	نمبر شمار	الفاظ طلاق	صفحہ
۵۹	تیری گلو خلاصی ہوئی	۵۱۷	۷۹	تیری رسی چھوڑ دی	۵۱۸
۶۰	تو خالص ہوئی	۵۱۷	۸۰	تیری لگام اتار لی	۵۱۸
۶۱	حلال خدا	۵۱۷	۸۱	اپنے رفیقوں سے جاہل	۵۱۸
۶۲	یا حلال مسلماناں	۵۱۷	۸۲	مجھے تجھ پر کچھ اختیار نہیں	۵۱۹
۶۳	یا ہر حلال مجھ پر حرام	۵۱۷	۸۳	خاوند تلاش کر	۵۱۹
۶۴	تو میرے ساتھ حرام میں ہے	۵۱۷	۸۴	میں تجھ سے جدا ہوں یا ہوا عہہ	۵۲۰
۶۵	میں نے تجھے تیرے ہاتھ بچا عہہ	۵۱۷	۸۵	میں نے تجھے جدا کیا	۵۲۰
۶۶	میں تجھ سے باز آیا	۵۱۸	۸۶	میں نے تجھ سے جدائی کی	۵۲۰
۶۷	میں تجھ سے درگزر	۵۱۸	۸۷	تو خود مختار ہے	۵۲۰
۶۸	تو میرے کام کی نہیں	۵۱۸	۸۸	تو آزاد ہے	۵۲۰
۶۹	میرے مطلب کی نہیں	۵۱۸	۸۹	مجھ میں تجھ میں نکاح نہیں	۵۲۱
۷۰	میرے مصرف کی نہیں	۵۱۸	۹۰	مجھ میں تجھ میں نکاح باقی نہ رہا	۵۲۱
۷۱	مجھے تجھ پر کوئی راہ نہیں	۵۱۸	۹۱	میں نے تجھے تیرے گھر والوں عہہ	۵۲۱
۷۲	کچھ قابو نہیں	۵۱۸	۹۲	یا باپ	۵۲۱
۷۳	ملک نہیں	۵۱۸	۹۳	یا اماں	۵۲۱
۷۴	میں نے تیری راہ خالی کر دی	۵۱۸	۹۴	یا خاندنوں کو دیا	۵۲۱
۷۵	تو میری ملک سے نکل گئی	۵۱۸	۹۵	یا خود تجھ کو دے ڈالا	۵۲۱
۷۶	میں نے تجھ سے خلع کیا	۵۱۸	۹۶	مجھ میں تجھ میں کچھ معاملہ نہ رہا عہہ	۵۲۱
۷۷	اپنے منہ بیکہ	۵۱۸	۹۷	میں تیرے نکاح سے بری ہوں	۵۲۱
۷۸	تیری باگ ڈھیلی کی	۵۱۸	۹۸	بیزار ہوں	۵۲۱

عہہ ۱: اگرچہ کسی عوض کا ذکر نہ کرے اور عورت کے اس کہنے کی بھی حاجت نہیں کہ میں نے خریدا۔

عہہ ۲: فقط میں جدا ہوں یا ہو کافی نہیں اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔

عہہ ۳: کیا میں نے تجھے تیرے بھائی یا ماموں یا چچا یا کسی اجنبی کو دے دیا تو کچھ نہیں۔

عہہ ۴: مجھ میں تجھ میں کچھ نہیں رہا سے کچھ نہیں اگرچہ تیت کرے۔

مسئلہ ۲۶۹: ازکاپور فراش خانہ عقت آبکاری سڑک جدید متصل کوڑہ گھر مکان حافظ زبیر حسن مرسلہ مولوی سید سعید الحسن صاحب الجمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو بذریعہ خط یہ لکھا کہ تم مجھ کو فارغ خطی دے دو اور اس زوجہ ہندہ کے لکھنے پر شوہر زید نے یہ لکھ دیا کہ میری طرف سے تین مرتبہ فارغ خطی ہے مجھ کو تم سے کچھ مطلب نہیں جو تمہارا جی چاہے وہ کرو، تو اب اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہ؟ اور مسماۃ ہندہ کو اب کیا کرنا چاہئے؟ شوہر زید کے پاس جانا درست ہے یا نہ؟ اگر جائے تو کیا ہے؟ بینوایی الکتاب توجروایوم الحساب۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں تین طلاقیں ہو گئیں، زید کے پاس اسے جانا حرام محض ہے، بے حلالہ کے زید سے نکاح نہیں ہو سکتا،

فَإِنْ هَذَا اللَّفْظُ مِنَ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ لَا يَسْتَعْمَلُ الْإِفَاقِ مَعْنَى الطَّلَاقِ وَلَا يَرَادُ وَلَا يَفْهَمُ مِنْهُ إِلَّا هَذَا. فَكَانَ مِنَ الصَّرِيحِ الَّذِي لَا يَحْتَاجُ إِلَى الذِّمَّةِ لِأَنَّهُ حَيْثُ يَقَعُ جَوَابًا لِسُؤَالِهَا كَمَا هُنَا فَأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الرَّدَّ كَمَا لَا يَخْفَى۔	خاوند کی طرف سے بیوی کے لئے اس لفظ کا استعمال صرف طلاق کے معنی میں ہوتا ہے اور اس سے مراد اور فہم یہی ہوتا ہے، لہذا یہ لفظ صریح ہے جس میں نیت کی محتاجی نہیں ہے کیونکہ جیسے یہاں بیوی کے سوال کے جواب میں مذکور ہو تو اس سے رد کا احتمال نہیں ہوتا، جیسا کہ مخفی نہیں ہے (ت)
--	--

ردالمحتار میں ہے:

فَمَا لَا يَسْتَعْمَلُ فِيهَا الْإِفَاقِ الطَّلَاقُ فَهُوَ صَرِيحٌ يَقَعُ بِلَا نِيَّةٍ وَمَا يَسْتَعْمَلُ فِيهَا اسْتِعْمَالُ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ كُنَايَاتِ الْعَرَبِيَّةِ فِي جَمِيعِ الْأَحْكَامِ، بِحَرٍّ ^۱ ۔	جو لفظ صرف طلاق میں استعمال ہو وہ صریح ہوتا ہے جس میں نیت کی حاجت نہیں، اور جو لفظ طلاق اور غیر طلاق میں استعمال ہو تو اس حکم تمام احکام میں عربی کنایہ جیسا ہوتا ہے، بحر۔ (ت)
--	--

اسی طرح عالمگیریہ میں بدائع سے ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

^۱ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۲

مسئلہ ۲۷۰: (مسودہ میں سوال نہیں ملا)

الجواب:

اگر یہ بات اس نے صحیح کبی کہ میں تو پہلے خط میں فارغ خطی بھیج چکا ہوں تو اگر اس خط میں یہ تھا کہ میں نے تجھے فارغ خطی دی تو خط لکھتے ہی ایک طلاق ہو گئی تھی اور اگر خط میں یہ تھا کہ جب یہ خط تجھے پہنچے تو تجھے فارغ خطی ہے، اور وہ خط اسے پہنچا تو اس وقت اسے طلاق ہو گئی تھی بہر حال اس طلاق کے بعد اگر تین حیض عورت کو ہو چکے تھے، اس کے بعد یہ خط لکھا جس کی نقل سوال میں ہے جب تو یہ خط بیکار ہے کہ پہلے طلاق ہو چکی اور عدت گزری لی اور اگر اس نے رجعت نہ کی تو عورت اجنبیہ ہو گئی اس کی طلاق کا محل نہ رہی اس صورت میں عورت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اور اگر اس خط کے لکھنے یا پہنچنے کے بعد عورت کو ابھی تین حیض نہ ہوئے یا خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہنچا یا اس نے سرے سے خط لکھا ہی نہ تھا یوں ہی غلط لکھ دیا تو ان سب صورتوں میں اس پر تین طلاقیں ہو گئیں، بعد انقضائے عدت سوائے شوہر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے شوہر سے بے حلالہ نہیں ہو سکتا، حلبی پھر شامی علی الدر المختار میں ہے:

انت علی المفقی بہ من عدم تو قفہ علی الذیۃ لکونہ بائنًا ^۱ ، ملخصاً۔	تو مجھ پر حرام ہے، کہنے پر مفتی بہ قول میں نیت پر موقوف نہیں، حالانکہ یہ طلاق بائنہ ہے ملخصاً (ت)
--	--

نیز رد المختار میں ہے:

افقی المتأخرون فی انت علی حرام بائنہ طلاق بائن للعرف بلانیۃ ^۲ ۔	متأخرین نے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" کہنے میں طلاق بائنہ ہوگی، عرف کی وجہ سے نیت کے بغیر واقع ہوگی (ت)
---	---

فارغ خطی عرف میں طلاق صریح ہے کہ عورت کی طرف اس کی اضافت سے طلاق ہی مراد و مفاد ہوتی ہے، رد المختار میں ہے:

الصریح ماغلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفاً الا فیہ من ائی لغة کانت و هذا فی عرف زماننا کذلک فوجب اعتبارہ صریحاً ^۳ ۔	صریح وہ لفظ ہے جس کا عرف میں غالب استعمال طلاق کے لئے ہو۔ اور کسی بھی عرف میں وہ بغیر نیت صرف طلاق کے لئے استعمال ہو اور یہ لفظ ہمارے زمانہ کے عرف میں ایسا ہی ہے لہذا اس کے صریح ہونے کا اعتبار ضروری ہوگا۔ (ت)
---	---

^۱ رد المختار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۹۶

^۲ رد المختار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۲

^۳ رد المختار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۳۲

اور صحیح یہ ہے کہ طلاق لے طلاق صریح ہے، محیط پھر ہندیہ میں ہے:

<p>لو قال لها داد طلاق يقع من غيرنية وهو الاشبه لان قوله داد في العادة. وقوله خذسواء ولو قال لها خذى طلاقك يقع من غيرنية كذاههنا كذا في المحيط¹ ملخصاً۔</p>	<p>اگر خاوند نے کہا "طلاق دے" تو بغیر نیت طلاق ہو جائے گی، اور یہی اشبہ بالحق ہے، کیونکہ "داد" کہنا ایسے ہی ہے جیسے کسی نے "خذ" (لے پکڑ) کہا تو عادت میں "داد" (فارسی) اور خذ (عربی) دونوں مساوی ہیں، اور اگر خاوند کہے "لے طلاق پکڑ" تو بغیر نیت طلاق ہو جاتی ہے، تو یہاں بھی ایسے ہی ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے۔ ملخصاً (ت)</p>
--	---

اور دوبارہ لفظ کے طلاق جدید ہوگا نہ تاکید، اشباہ میں ہے:

<p>التأسيس خير من التاكيد فاذا دار اللفظ بينهما تعين الحمل على التأسيس ولذا قال اصحابنا رحمهم الله تعالى لو قال لزوجته انت طالق طالق طلقت ثلاثاً²، والله تعالى اعلم۔</p>	<p>تأسيس یعنی نیا فائدہ، تاکید سے بہتر ہے، لہذا جب کوئی لفظ تأسيس اور تاکید دونوں کا احتمال رکھے تو اس کو تأسيس پر محمول کرنا متعین ہوگا، اس لئے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر خاوند نے لفظ طلاق کو تین مرتبہ دہرایا تو تین طلاقیں ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	---

مسئلہ ۲۷۱: ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

اگر خط مذکور میں "لے" کا لفظ مکرر نہ ہوتا، یوں ہوتا کہ کہ فارغ خطی لے تو بقیہ کی وجہ سے تین طلاقیں ہوتیں یا کیا حکم تھا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

خط لکھنے اور پہنچنے کے احکام وہی ہیں جو گزرے اور اگر اس میں خط پہنچنے پر طلاق لکھی تھی اور وہ نہ پہنچا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں، تو اگر اس نے اس لفظ کہ "تو میرے کام کی نہیں" طلاق کی نیت کی تو ایک اس سے

<p>وانما احتاج الى النية مع ان الحال حال المذاكرة كما ذكره مسنداً</p>	<p>حالت مذاکرہ طلاق (جیسا کہ بیوی کے باپ کے خط کا حوالہ ہے) ہونے کے باوجود نیت کا محتاج ہوگا</p>
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۸۲

² الاشباہ والنظائر التأسيس خير من التاكيد ادارة القرآن کراچی ۱۸۱/۱

<p>کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے جیسا کہ ہم جد الممتار میں تحقیق کر چکے ہیں جبکہ یہاں حالت بھی عضوہ کی ہے، اس لئے مذاکرہ طلاق یہاں نیت سے مستغنی نہیں کر سکتا، جیسا کہ ہم نے فتح القدیر سے ان کو استفادہ کر کے تحقیق کی ہے، اور دوسری (طلاق یہ کہنے سے کہ "فارغ خطی لے" کیونکہ یہ صریح رجعی طلاق ہے تو بائن کو لاحق ہوگی، لیکن خاوند کا کہنا "حرام ہو چکی ہے" یہ لفظ اگرچہ عرف کی بناء پر صریح طلاق بن چکا ہے لیکن بائن کو لاحق نہ ہوگی حلی اور پھر شامی کے بیان پر کہ "ضابطہ پر تو مجھ پر حرام ہے" سے اعتراض نہ ہوگا جیسا کہ مفتی بہ قول پر یہ نیت پر موقوف نہیں ہے (یعنی صریح طلاق ہے) حالانکہ نہ بائنہ اس کو لاحق ہو سکتی اور نہ ہی یہ بائنہ کو لاحق ہو سکتی ہے، کیونکہ ایسی بائنہ ہے جو نیت پر موقوف نہیں ہے، اور اس کا نیت پر موقوف نہ ہونا (یعنی صریح ہونا) عارضہ کی بناء پر ہے اپنے اصل کے اعتبار سے نہیں اھ (ت)</p>	<p>الی کتاب ابیہا لانہ یحتمل السب کما حققنا فی جد الممتار والحالة حالة الغضب فلا تجعله المذاكرة غنيا من النية کما حققنا فیہ مستفتدین اور دوسری فارغ خطی لے، سے لانہ رجعی صریح فیلحق البائن اما قوله حرام ہو چکی فهو وان صار صریحا بالعرف لا یلحق البائن علی مافی الحلبي ثم الشامي، حیث قال لا یرد انت علی حرام، علی المفتی به من عدم توقفه علی النية مع انه لا یلحق البائن ولا یلحقه البائن لكونه بائنا لما ان عدم توقفه علی النية امر عارض له لا بحسب اصل وضعه^۱ اھ</p>
---	--

اقول: والوجه فیہ انہ یسکن جعله اخبار افلا ضرورة جعله انشاء (میں کہتا ہوں، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کو قبل ازین طلاق سے حکایت اور خبر قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے اس کو انشاء قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ت) اور اگر اس لفظ سے کہ "تو میرے کام کی نہیں" اس نے نیت طلاق کی تو ایک حرام سے ہو چکی اور دوسری فارغ خطی سے، بہر حال باقی الفاظ سے کچھ نہ پڑے گی،

<p>کیونکہ اس کے بعد تمام الفاظ بائنہ طلاق والے ہیں لہذا وہ بائنہ کو لاحق نہ ہوں گے، اور دوسرا لفظ، اگرچہ اس سے رجعی طلاق ہوئی مگر اس کو بائنہ لاحق ہونے پر وہ بائنہ ہو گئی اس لئے اس کو</p>	<p>لان کل ما بعده کنایات بوائن فلا تلحق البائن و اللفظ الثانی وان کان الواقع به رجعیاً قد صار بلحوقه البائن بائناً فلا تلحقه</p>
---	--

^۱ رد المحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۶۹/۲

<p>کناہیہ والی بائنہ لاحق نہ ہو سکے گی، بلکہ اس کو خبر بنایا جانا ممکن ہے اس لئے اس کو طلاق نہ قرار دینے کی وجہ سے بھی لحوق نہ ہوگا بلکہ اس کو ثانی کو لحوق ہی اول کو لحوق قرار دیا جائے گا جبکہ یہ بائنہ ہے لہذا اس کے بعد والی تمام بائنہ ممنوع ہوں گی جیسا کہ ہم نے جدالمستار میں بیان کیا ہے۔ (ت)</p>	<p>کناہیہ بائن لا مکان جعلہ اخبار ابل لحوقہ بالثانی لحوقہ بالاول وقد کان بائنًا فیمنع کلہ کہا بیناہ فی جدالمستار،</p>
---	---

اور اگر وہ خط اس نے لکھا ہی نہ تھا تو تین طلاقیں ہونا چاہئے۔

<p>کیونکہ اس کا "فارغ خطی" کے بارے میں پہلے ہونے کا اقرار، طلاق کا اقرار ہے تو یہ قضاءً طلاق ہوگی اور باقی دو طلاقیں مذکورہ دو لفظوں سے ہو جائیں گی، مجھے یہ معلوم ہوا جبکہ حقیقت کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لان اقرارہ بتقدیم فار غخطی اقرار بالطلاق، فیكون طلاقاً قضاءً والباقيان باللفظين المذكورين هذا مظهر لي والعلم بالحق عند ربّي۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

۴ شعبان ۱۳۱۲ھ

از مرزا پور کلکتہ مرسلہ عبدالغفور خاں

مسئلہ ۲۷۲:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ میں اور میری بی بی میں تکرار ہوئی اس کو مار پیٹ کیا جس گھر میں وہ تھی اس گھر میں سے ہم باہر نکل آئے اپنے کارخانے میں بیٹھے ہوئے لڑکے نے جو دوسری بیوی سے ہے ہم سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو ہم جو پیدا کریں گے تم کو دیں گے، تو ہم نے کہا کہ تم کہتے ہو تو ہم اس کو مانگتا نہیں دو مرتبہ کہا ہم اس کو مانگتا نہیں مانگتا نہیں، بیٹے نے کہا تم اس کو فارغ خطی دے دو، ہم نے کہا تم کو اختیار ہے، لڑکا ہمارا فارغ خطی لکھ کر لایا لکھوا لایا ہم نے اس کو پڑھوایا نہیں، دستخط اس پر کردئے، فارغ خطی زبان بنگلہ میں ہے بجنم بلف ہذا مرسل ہے، اس صورت میں طلاق ہوا یا نہیں؟ اب عورت چاہتی ہے کہ بے حلالہ کے نکاح ہو جائے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

بلاشبہ جائز ہے، حلالہ کی اصلاً ضرورت نہیں، اس سوال کے ساتھ زبان و خط بنگلہ میں دو کاغذ آئے، ایک از جانب زوجہ جس میں شوہر سے مہر و طلاق پانے کا ذکر ہے، دوسرا از جانب شوہر جس کا ترجمہ چند معتبر مسلمان بنگالی طلبہ علم نے یہ کیا (میں عبدالغفور خاں ساکن کلکتہ مرزا پور، طلاق یہ ہے کہ شاہد النساء کو ساڑھے تین روپے دین مہر مطابق شریعت دین محمدی کے نکاح کیا، اس وقت راضی سے مہر ادا کر کے طلاق بائنہ دی۔ راقم عبدالغفور خاں) عبدالغفور کا دو خواہ دس بار کہنا ہم اس کو مانگتا نہیں

ماگتا نہیں، یہ تو محض بے اثر تھا کہ اس کے معنی نفی خواہش و طلب و ارادہ ہے اور ان کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے،

<p>ہندیہ میں ہے: جب خاوند نے کہا، میں تجھے نہیں چاہتا، یا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں کرتا، یا، مجھے رغبت نہیں، ان الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے، بحر الرائق میں یونہی ہے۔ (ت)</p>	<p>فی الہندیۃ اذا قال لا اریدک، اولاحبک، اولاشتہیک، اولارغبۃ لی فیک، فانہ لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق¹</p>
--	---

اور فارغ خطی کی اصل وضع اس کاغذ کے لئے ہے جو مدیون کو بابت بے باقی و برات ذمہ لکھ کر دیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب اس پر کچھ مطالبہ نہ رہا، یہ لفظ جب عورت کی طرف نسبت کیا جائے تو اس سے مراد عورت کو لکھ دینا ہوتا ہے کہ وہ اس کے مطالبہ و حقوق نکاح سے بری ہوئی جس کا حاصل طلاق نامہ بائن تحریری تھی

<p>اس کے علاوہ یہ حقیقت عرفیہ ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ خود ظاہر ہے اگرچہ کوئی دوسری چیز اس کو ظاہر نہ کرے۔ (ت)</p>	<p>علاانہ ہو الحقیقۃ العرفیۃ کما علمت فہو ظاہر بنفسہ وان لم یکن ہناک مظهر لہ۔</p>
---	---

پسر عبد الغفور خاں نے جبکہ اس سے فارغ خطی دینے کی درخواست کی اور اس نے کہا تم کو اختیار ہے تو یہ طلاق بائن تحریری کا اسے اختیار دینا ہوا، مرد جسے اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دے اس میں حکم یہ ہے کہ وہ اختیار اسی جلسہ تک باقی رہتا ہے اگر وہ شخص بلا ضرورت خواہ کسی ایسی ضرورت کیلئے جو اس کا طلاق سے متعلق نہ تھی اٹھ جائے یا وہیں بیٹھا کسی اور کام بلکہ بے علاقہ کلام میں مشغول ہو جائے تو وہ اختیار زائل ہو جاتا ہے،

<p>اگر کسی اجنبی کو کہا، کہ، میری بیوی کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے، تو اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا، اور رجوع کا اختیار نہ ہوگا اہ اور اسی میں خانیہ</p>	<p>فی الہندیۃ عن الخلاصۃ عن الصغریٰ لوقال لاجنبی امر امرأتی بیدک، یقتصر علی المجلس ولا یملک الرجوع² اھو فیہا</p>
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید ۱/۳۹۳

سے منقول ہے: اگر خاوند نے دوسرے کو طلاق کا اختیار دیتے ہوئے کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے"، تو یہ اختیار اسی مجلس کے لئے ہوگا الخ در مختار میں ہے اگر خاوند نے دوسرے کو کہا "تو میری بیوی کو طلاق دے" اگر اجنبی نے اس اختیار سے طلاق دے دی تو رجعی ہوگی، انہوں نے اس اختیار کو صرف مجلس کے لئے نہیں کہا اور کہا یہ توکیل ہے اور اگر تیری مرضی ہو تو میری بیوی کو طلاق کہا تو پھر تمملیک ہوگی، اور وکیل بنانا اور مالک بنانا ان دونوں باتوں میں پانچ فرق ہیں، مالک بنانے پر اختیار کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی اسے معزول کر سکتا ہے اور یہ اختیار مجلس کے لئے ہی ہوگا الخ لمختار ردالمحتار میں ہے کہ مجلس کی تبدیلی ایسی چیز سے ہوگی جو پہلی بات کو منقطع کر دے اور دوسرے کام میں مصروف کر دے الخ۔ اور اسی میں ہے مجلس سے کھڑا ہو جانا اس میں اعراض کے لئے دلیل بھی ہونی ضروری ہے اھ، اسی میں ہے پہلے بات سے ہٹ کر کوئی اجنبی بات کرنا اعراض کی دلیل ہے اھ (ت)

عن الخانية لوقال لغيره طلق امرأتى فقد جعلت ذلك اليك فهو تفويض يقتصر الى المجلس¹ الخ وفي الدر المختار في قوله لاجنبى طلق امرأتى يصح رجوعه عنه ولم يقيد بالمجلس لانه توكيل الا اذا علقه بالمشيئة فيصير تمليكا والفرق بينهما في خمسة احكام ففي التمليك لا يرجع ولا يعزل ويتقيد بمجلس² الخ ملخصا وفي ردالمحتار عن الفتح المبدل للمجلس ما يكون قطعاً للكلام الاول وافاضة في غيره³ الخ وفيه الاصح انه لا بد ان يكون مع القيام دليل الاعراض اھ⁴ وفيه الكلام الاجنبى دليل الاعراض اھ⁵۔

الفاظ سوال یہ ہیں کہ فارغ خطی لکھ کر لایا لکھوایا جس سے ظاہر ہے کہ پسر نے اسی جگہ فارغ خطی نہ لکھی بلکہ وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد تحریر ہوئی، اب اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ کاغذ مذکور پسر نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اس سے پہلے کسی غیر کام میں مصروف نہ ہوا یہ اٹھ کر جانا بضرورت قلم یادوات یا کاغذ لینے کے تھا یہ اشیاء وہاں موجود نہ تھیں جب تو یہ تحریر اسی اختیار کی بناء پر واقع ہوئی اور پسر کے لکھتے ہی شاہد النساء پر ایک طلاق

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۹۳

² ردالمحتار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۷

³ ردالمحتار باب تفویض الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۸۴

⁴ ردالمحتار باب تفویض الطلاق دار احیاء التراث العربی ۴/۷۷۴

⁵ ردالمحتار باب تفویض الطلاق دار احیاء التراث العربی ۴/۷۷۴

بائن پڑ گئی، عبدالغفور خاں کا اس تحریر کو پڑھنا سننا کچھ ضرور نہ تھا،

<p>کیونکہ اس نے تفویض کے مطابق عمل کیا ہے، اور جس کو تفویض کیا گیا ہو وہ مالک بنادیا جاتا ہے اور جس کو مالک بنایا گیا ہو وہ اپنی مرضی سے عمل کرتا ہے اور مالک بنانے والے کی مرضی پر موقوف نہیں رہتا، حتیٰ کہ جب کسی کو مالک بنادیا تو اب مالک بنانیوالا واپس لینے کا مالک نہیں رہتا، جیسا کہ پہلے گزرا۔ (ت)</p>	<p>فأنه انما عمل بموجب التفويض والمفوض مملك والمملك يعمل بمشيئة نفسه من دون توقف على رضا المملك بالكسر حتى لو رجع بعد ماملك لم يملك الرجوع كما تقدم۔</p>
---	--

اور اگر یہ اٹھ کر جانابے ضرورت یا ضرورت تحریر سے جدا کسی اور غرض کے لئے تھا یا وہ تحریر اس نے کسی اور سے لکھوائی تو ان صورتوں میں اُس اختیار کی بناء پر نہ ہوا بلکہ ایک فضول واجنبی کا لکھنا تھا،

<p>جس کو کوئی اختیار سوچا جائے تو اجنبی شخص سے دخل کی وجہ سے وہ بھی اجنبی ہو جاتا ہے کیونکہ مالک نے اس کو طلاق دینے کا اختیار سوچا ہے نہ کہ دوسرے کو وکیل بنانے کا اختیار سوچا، جس طرح وکیل بالطلاق دوسرے کو وکیل بنانے کا مجاز نہیں اور نہ ہی وہ دوسرے کے عمل کے اس میں جائز کر سکتا ہے جیسا کہ انقروی نے خانیہ سے نقل میں اس کی تصریح کی ہے۔ (ت)</p>	<p>فان المفوض اليه بفصل اجنبى يصير اجنبياً، وهو انما فوض اليه التطبيق دون التوكيل كما ان الوكيل بالطلاق لا يملك ان يوكل غيره اويجيز مافعل غيره كما نص عليه في الانقروى من الخانية۔</p>
--	--

اور فضولی شخص جسے شوہر کی طرف سے امر یا اذن تحریر نہیں یا نہ رہا وہ اگر عورت کی طلاق لکھ لائے تو اس کا نفاذ اجازت شوہر پر موقوف رہتا ہے اگر وہ اس کے مضمون پر مطلع ہو کر اس تحریر کو نافذ کر دے مثلاً صراحۃً کہہ دے کہ میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا نفاذ دیا کوئی فعل ایسا کرے جو نافذ کرنے پر دلیل ہو مثلاً اس پر اپنے دستخط کر دے یا اپنی طرف سے عورت کے پاس روانہ کرے یا بھیجنے کو کہے تو وہ تحریر نافذ ہو جاتی اور گویا خود شوہر کی تحریر قرار پاتی ہے ورنہ نہیں،

<p>بزایہ میں اجازت کے مسائل سے تھوڑا پہلے ہے کہ زوج کے غیر نے طلاق نامہ لکھا اور پھر اس کو خاوند پر پڑھا تو خاوند نے لے کر اس پر مہر لگائی یا دوسرے کسی شخص کو کہایہ طلاق نامہ میری بیوی کو جا کر دے دو، تو یہ کارروائی ایسے ہی ہوگی جیسے خاوند نے خود</p>	<p>في البزاية قبيل مسائل المجازاة كتب غير الزوج كتاب الطلاق وقرأه على الزوج فأخذته وختم عليه اوقال لرجل ابعث هذا الكتاب اليها فهذا بمنزلة كتابته</p>
--	--

<p>بنفسه^۱ اھ، ومثله فی الخلاصة قلت ولعل هذا هو محل ما فی الهندیة عن المحيط عن المنتقی وفي رد المحتار عن التاترخانیة ان كل كتاب لم یكتبه بخطه ولم یملہ بنفسه لا یقع الطلاق به اذالم یقرانه کتابه^۲ اھ فان الاقرار کما یكون صریحاً فکذلک دلالة۔</p>	<p>طلاق نامہ لکھا ہوا ھ، اور خلاصہ میں بھی ایسا ہے قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں محیط سے اور انہوں نے منتقی سے اور رد المحتار میں تاتارخانیہ سے جو ذکر کیا کہ جو طلاق نامہ خاوند نے خود نہ لکھا نہ لکھوایا تو اس سے طلاق نہ ہوگی تا وقتیکہ خاوند اس تحریر کی تصدیق نہ کر دے کہ یہ میری کارروائی ہے، تو ہرگز یہ کی مذکورہ عبارت کا محمل بھی یہی ہے کیونکہ جس طرح اقرار صراحتاً ہوتا ہے یونہی دلالت بھی ہو سکتا ہے (ت)</p>
--	---

اور پُر ظاہر کہ تنفیذ کے لئے صرف مضمون پر مطلع ہونا درکار ہے اور وہ اس میں منحصر نہیں کہ حرف بحرف اسے پڑھوا کر سنے بلکہ آپ پڑھ لے یا دیکھ لے یا دوسرا پڑھ دے یا اس کا خلاصہ مضمون بتادے ہر طرح حاصل ہے۔

<p>فقول البزازیة قرأه علی الزوج غیر قید بل تصویر لاطلاع الزوج علی مافیہ فانه لامعنی لتنفیذ ما لا یدری۔</p>	<p>تو ہرگز یہ کا قول کہ "خاوند پڑھے اور سنائے" قید نہیں ہے بلکہ خاوند کو طلاق نامہ کی تحریر پر اطلاع کی ایک صورت ہے کیونکہ خاوند کے علم کے بغیر اس کی طرف سے کارروائی بے معنی ہے (ت)</p>
--	--

اشباہ میں ہے:

<p>قال فی فتح القدير وصورتہ ان یکتب الیہا بخطبہا فاذا بلغها الكتاب حضرت الشہود وقرأتہ علیہم وقالت زوجت نفسی منه، او تقول ان فلاناً کتب الی یخطبني فاشہدوا انی قد زوجت نفسی منه، اما لو لم تقل</p>	<p>فتح القدير میں فرمایا: اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو خط لکھے اور اس نکاح کے پیغام کو کوئی لے جا کر عورت کو پیش کرے، عورت گواہوں کو حاضر کر کے انہیں خط سنائے اور پھر یوں کہے کہ میں نے فلاں سے اپنا نکاح کیا، یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے منگنی کا پیغام لکھا ہے تو تم گواہ بن جاؤ کہ میں نے اپنا نکاح اس سے کر دیا ہے۔ لیکن اگر عورت نکاح کا پیغام</p>
---	---

^۱ فتاویٰ ہرزیہ علی ہامش ہندیہ نوع آخر التوکیل والکنایۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۵/۴

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السادس فی الطلاق بالکتابۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۸۵/۴

<p>سنائے بغیر مجلس میں موجود گواہوں کو صرف یہ کہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کر دیا ہے تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کا ایجاب اور قبول دونوں باتوں کو ایک مجلس میں سننا ضروری ہے، تو عورت کا گواہوں کو منگنی کا خط سننا یا منگنی کو فلاں کی طرف سے ذکر کرنا اور پھر اپنی طرف سے قبولیت کو ذکر کرنے سے نکاح کے دونوں رکن گواہوں نے ایک مجلس میں سُن لئے، اس کے برخلاف اگر یہ چیز متقی ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)</p>	<p>بحضر تهم سوای زوجت نفسی من فلان لاینعقد لان سباع الشطرين شرط باسماهم الكتاب والتعبير عنه منها قد سبوا الشطرين بخلاف ما اذا انتفيا¹۔</p>
---	---

اور بلاشبہ قاعدہ عامہ یہی ہے کہ جو شخص کوئی کاغذ لائے اور دوسرے سے اس پر دستخط یا مہر کرائے تو اگر وہ حرف بحرف پڑھ کر نہ سنائے گا تو حاصل مضمون ضرور بتائے گا یا وہ نہ بتائے تو یہ مہر کرنے والا پوچھ لے گا کہ اس میں کیا لکھا ہے پس اگر ایسا ہی ہوا اور عبد الغفور خاں نے اس کے مضمون پر مطلع ہو کر مہر کی تو اب وقت مہر سے شاہد النساء پر طلاق پڑ گئی اور شاید اس کے خلاف ہی واقع ہوا اور بے اطلاع مضمون مہر کردی تو البتہ طلاق نہ ہوئی، بالجملة اگر یہ بچھلی صورت واقع ہے جب تو شاہد النساء بدستور نکاح نکاح عبد الغفور خاں میں ہے اور اگر وہ پہلی دو صورتیں واقع ہوئیں تو ایک صورت پر تحریر پسر اور دوسری صورت پر مہر کرنے کے وقت طلاق پڑی بہر حال ایک طلاق سے زائد نہ ہوئی اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا تھا تو بے تکلف اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں، هذا كله مآظهر للعبد الضعيف والعلم بالحق عند الخبير اللطيف (یہ تمام وہ ہے جو اس عبد ضعیف (مصنف) پر ظاہر ہوا، جبکہ حقیقت کا علم علیم خیر کے پاس ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۳: از ما نگرول بندر کاٹھیاواڑ تائی باڑی مرسلہ فتح محمد بن نور محمد جمدار ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ حضرت قبلہ گاہ مولانا صاحب سلم اللہ تعالیٰ از جانب مانگرول بندر فدوی خاکسار فتح محمد ابن نور محمد جمدار کے از حد آداب و تسلیمات کے واضح ہو کہ میں نے میری عورت کو پڑوسی کے ساتھ تکرار کرنے میں منع کرنے سے نہ ماننے کے سبب غصہ میں طلاق فارقتی لکھ کے اس کی والدہ کے اس کو فارقتی بھیج دی، پھر بہت پچھتایا، ایک اور بچہ بھی صغیر برس روز کا ساتھ ہے اس کے بعد دونوں کو تڑپ بے حد ہے

¹ الاشباہ والنظائر احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۷۷-۵۹

وہ رات روز رو رہے ہیں اور فارقتی لکھ کر دی ہے اور منہ سے کچھ بھی نہیں کہا ہے، آخر اس کے رونے پر اور میرا بچہ چھوٹا سا تھ ہونے پر پھر گھر میں لانے کا خیال کیا ہے ہمارے یہاں کے عالموں میں مولوی احمد سے دریافت کیا تو فرماتے ہیں کہ سوا حلالہ کے درست نہیں ہو سکتی اور مولوی محمود انتقال کر گئے اب آپ اس میں جو حکم فرمائیے سو کیا جائے گا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو بابت کسی منازعت کے حالت غصہ میں اس کے والدین کے گھر جانے کے بعد ایک ورقہ میں مبہم بلاعد لفظ طلاق کے یوں لکھا کہ طلاق دے کر فارقتی دیتا ہوں، جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں دو طلاقیں ہو گئیں، حلالہ کی کوئی حاجت نہیں، اگر اس طلاق کے بعد عدت گزر گئی ہے یعنی تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے جب تو عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح کر لے اور اگر عدت باقی تو دو صورتیں ہیں اگر فارقتی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریح سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے جب تو دو طلاقیں رجعی ہوئیں کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی ایک طلاق نہ دے چکا ہو ورنہ بیشک اب تین ہو گئیں اور اب بے حلالہ جائز نہیں، اور اگر یہ لفظ وہاں صریح نہیں سمجھا جاتا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں، عورت نکاح سے نکل گئی مگر اس کی رضا کے ساتھ دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے خواہ عدت گزری ہو یا نہیں اسی شرط پر کہ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دی ہو یہ سب اس صورت میں کہ فارغ خطی سے اس نے وہ کاغذ مراد نہ رکھا ہو اور اگر یہ مقصود ہے کہ طلاق دے کر یہ اس کی سند بھیجتا ہوں تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے جب کہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دے چکا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

از دفتر مدرسہ رحمانیہ پبلی بھیت مرسلہ مولوی فضل حق صاحب

مسئلہ ۲۷۴:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور اس کے سرالیوں میں رنجش کے ساتھ گفتگو ہو رہی تھی اس درمیان میں ہندہ جو زوجہ زید تھی اس کے چھوڑ دینے کی بات چھڑ گئی اور زید سے کہا گیا کہ اس روز روز کے جھگڑے سے چھوڑ دو، زید نے کہا تم کل چھڑاتی ہو میں ابھی چھوڑتا ہوں۔ اس اخیر جملہ کی تین بار یا اس سے زیادہ تکرار کی ہندہ پر طلاق ہوئی یا نہیں اور کس قسم کی طلاق پڑی؟ بحوالہ کتب سے

عبارت جواب کا جلد اُمیدوار ہوں۔

الجواب:

تین طلاقیں مغلطہ ہو گئیں، محیط و ذخیرہ و خلاصہ و ہندیہ کی تصریحات کے علاوہ ذی علم پر یہ مسئلہ بدیہیات سے ہے تو وہ اس پر حوالہ و عبارت طلب نہ کرے گا، اور جاہل کا حوالہ وہ بھی مع عبارت طلب کرنا سوء ادب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۵: از پبلی بھیت محلہ عبداللطیف خاں مسئلہ پیارے ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خُسر اور دلماد میں لڑائی ہونے پر دلماد کہے کہ اگر تم کل چھوڑ داتے ہو تو میں آج ہی چھوڑتا ہوں، اس لفظ کے کہنا پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

طلاق رجعی ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۶: از شہر کانپور اے بی روڈ، دکان جناب حافظ پیر بخش صاحب سوداگر مسئلہ ولی محمد صاحب ۱۷ جمادی الاخری
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو رخصت کرانے کے لئے جب اپنے سسرال گیا تو اس کی خوشدامن نے کہا کہ ہم لڑکی کو رخصت نہیں کریں گے بلکہ ہم قصہ ختم کرنا چاہتے ہیں، اس پر زید نے اپنی خوشدامن سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا آپ لوگوں کو بہت ناگوار ہوا، پھر خوشدامن نے کچھ ایسے الفاظ کہے جس سے اس کا منشاء یہ تھا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق دے دے، اس پر زید نہایت برہم ہوا، اور کہا کہ اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو، اس کے جواب میں خوشدامن نے کہا ہاں تو پسند نہیں ہے، آیا ایسی صورت میں زید کی زوجہ کو طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

اگر بہ نیت طلاق تھا ایک طلاق بائن گئی، اور اگر بقسم کہے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی قبول کریں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے۔ عالمگیریہ میں عنایہ سے ہے:

<p>اگر خاوند بیوی کو کہے کہ تو نکاح کر لے، طلاق کی نیت یا تین طلاقیں کی نیت کی ہو نیت کے مطابق ایک یا تین طلاقیں صحیح ہوں گی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو واقع نہ ہو گی (ت)</p>	<p>لو قال تزوجی ونوی الطلاق او الثلاث صح وان لم یوشیئاً لم یقع۔^۱</p>
---	---

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکناہیات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

ردالمحتار میں شرح جامع صغیر امام قاضی خاں سے ہے:

<p>لو قال اذهبي فتزوجي وقال لم انو الطلاق لا يقع شي لان معناه ان امكنك^۱ - والله تعالى اعلم -</p>	<p>اگر کچھ نیت نہ کی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس کے کہنے کا مقصد یہ ہوگا کہ تجھے ممکن ہو تو نکاح کر (جبکہ طلاق کے بغیر ممکن نہیں، تو طلاق نہ ہوگی) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۲۷۷: از موضع نان ٹوڈا کھانہ اکبر آباد ضلع علی گڑھ مسئلہ محمد تحسین علی صاحب یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو بد چلنی اور بد کاری کے الزام لگائے اور اس سے کہا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو میرے کام کی نہیں مگر زید کہتا ہے کہ میں نے ہرگز طلاق نہیں دی، تو کیا اس صورت میں ادائے لفظ طلاق زید کی بیوی زید کے نکاح سے خارج ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو دو ۲ طلاقیں بائن ہو گئیں، عورت نکاح سے خارج ہو گئی، اگر پہلے کبھی اسے کوئی طلاق نہ دی تھی تو عورت کی مرضی سے اس سے دوبارہ جدید مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے اور پھر کبھی ایک طلاق دے گا تو تین ہو جائیں گی اور بے حلالہ نکاح نہ کر سکے گا، اور اگر اس وقت عورت اس سے دوبارہ نکاح پر راضی نہیں تو یہ اس پر جبر نہیں کر سکتا، اور اگر پہلے کبھی ایک طلاق اسے دے چکا تھا تو ابھی تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ نکاح نہیں کر سکتا،

<p>وذلك لان اللفظ الاول صريح والثاني كناية يحتمل السب وقد صار الحال باللفظ الاول حال المذاكرة فوقع به بائن فجعل الاول ايضاً بائناً - والله تعالى اعلم -</p>	<p>یہ اسلئے کہ پہلا لفظ طلاق میں صریح ہے، اور دوسرا کنایہ ہے جو کہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتا ہے جبکہ پہلے لفظ کی وجہ سے مذاکرہ طلاق کی حالت ہو گئی تو اس قرینہ کی وجہ سے کنایہ کا لفظ بھی طلاق بانئہ قرار پائے گا جس کی وجہ سے صریح طلاق بھی بانئہ کے حکم میں ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	---

مسئلہ ۲۷۸: از پہلی بھیت محلہ پکریا مسئلہ بشیر احمد صاحب ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مستی زید جس کی علمی لیاقت علم عربی میں قریب دستار بندی ہے اب بیوی کو چند باریہ الفاظ بحالت صحت نفس کہے کہ میں تم کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تمہارا

^۱ ردالمحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۷۲

دل چاہے چلی جاؤ خواہ تم دوسرا خواہ بلا خواہ رہو، مگر بی بی چند بار یہ الفاظ سُن کر بھی خاموش تھی تو کچھ دن کے بعد یہ کہا کہ مجھ کو افسوس ہے کہ کیسی بے حیا عورت ہے کہ میں خوشی سے اجازت چلے جانے کی دیتا ہوں اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتی جب بی بی پر یہ ملامت ڈالی تو بی بی نے جانے کی تیاری کی تو زید نے کاغذات دیہہ زمینداری بی بی جس کا زید کا رکن تھا حوالہ کر دئے تو اب اس مسئلہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور بیوی اب زید سے راضی نہیں ہے اور زید سے قطع تعلق کرتی ہے۔

الجواب:

یہ الفاظ کنایہ ہیں نیت پر حکم ہے، اگر زید نے بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اس سے بلا حلالہ اس کی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جبکہ اس سے پہلے اس عورت کو دو طاقین نہ دے چکا ہو، اور اگر وہ قسم کھا کر انکار کر دے کہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ کہے تھے تو طلاق نہ مانی جائے گی، اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۹:

از آراء مسئلہ مولوی عبدالغفور صاحب

۱۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی بی بی منکوحہ زینب سے کہا بصورت نالافتاقی کہ ہم تمہارے ہاتھ کا کھانا نہیں کھائیں گے، تب اس پر بی بی مذکور نے کہا کہ جب کھانا نہیں کھاؤ گے تو ہم کو صفائی دے دو تب زید نے کہا کہ صفائی دے دیا بی بی نے کہا صفائی دے دیا تو پھر کہا کہ صفائی دے دیا تو پھر کہا صفائی دے دیا تو بی بی نے کہا کہ تب ہم کہیں چلے جائیں تو زید نے کہا کہ کہیں چلی جاؤ اس صورت مذکورہ میں طلاق مغظلہ واقع ہوا کہ نہیں اگر طلاق واقع نہیں ہوا تو کیا دلیل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں، بینوا تو جروا

الجواب:

صورت مذکورہ میں طلاق مغظلہ تو کسی طرح نہ ہوئی فان البائن لا یلحق البائن کمافی المتون (کیونکہ بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی، جیسا کہ متون میں ہے۔ ت) ہاں اگر ان چار لفظوں میں جو زید نے کہے اگر کسی ایک لفظ یا دو تین یا چاروں سے عورت کو طلاق دینے کی نیت زید نے کی تو ایک طلاق بائن ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کی رضا سے اس سے نکاح دوبارہ کر سکتا ہے اور اگر اصلاً کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے طلاق نہ ہوئی، درمختار میں ہے:

^۱ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۵/۱

اذہبی یحتمل رد او نحو خلیۃ بریۃ یصلح سباً (الی قوله) فی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا ¹	اس لئے کہ یہ جواب بھی بن سکتا ہے اور توجہ اہے، تو بری ہے، یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال رکھتے ہیں اس کے قول کہ "غصہ میں پہلے دونوں الفاظ موقوف رہیں گے، اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں" تک۔ (ت)
--	---

مبسوط امام سرخسی میں ہے:

وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ الحق بہذہ الالفاظ خلیت سبیلک، فارقتک، لاسبیل الیک، لاملک لی علیک لانہا تحتل السب۔ ای لاملک لی علیک لانک ادون من ان تملکی وفارقتک اتقاء لشرك و خلیت سبیلک لہوانک علی ² (ملخصاً)	امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ "میں نے تیرا رستہ کھول دیا" "میں تجھ سے جدا ہوا" اور "میری تجھ پر کوئی ملکیت نہیں" کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی "میری تجھ پر ملکیت نہیں" کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ تو اس قابل نہیں کہ میں تیرا مالک بنوں، اور میں تجھ سے جدا ہوا یعنی تیرے شر سے جدا ہوں، میں نے تیرا راستہ کھولا کیونکہ میرے ہاں تو حقیر ہے (ملخصاً) (ت)
---	--

فتح القدیر میں ہے:

یدین فی الغضب لان ہذہ الالفاظ تذکر للابعاد وحالة الغضب یبعد الانسان عن الزوجة۔ ³	غصہ میں ان الفاظ کے متعلق خاوند کی تصدیق کی جائیگی کیونکہ یہ الفاظ دور کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جبکہ غصہ کی حالت میں انسان بیوی سے دور رہتا ہے۔ (ت)
---	---

یہ بات کہ ان میں اصلاً کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کی تھی اگر زید قسم کھا کر کہہ دے قبول کر لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہوگا یہ قسم گھر میں عورت بھی کر سکتی ہے۔ در مختار میں ہے:

ویکفی تحلیفہا لہ فی	عورت کا مرد سے گھر قسم لینا
---------------------	-----------------------------

¹ در مختار باب کنایات مطبعت مجتبائی دہلی ۲۵/۱-۲۴

² مبسوط امام سرخسی باب ما تقع بہ الفرقة الخ دار المعرفۃ بیروت ۸/۶

³ فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۳/۴۰۲

منزلہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--------------------------------

مسئلہ ۲۸۰:

از ماربرہ مطہرہ مسئلہ حافظ عبدالکریم صاحب

۲۵ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس امر کے ایک شخص نے اپنی خواشدا من و خسر و نیز زور و چند عورات دیگر کے یہ کہا کہ میں تمہاری دختر سے لادغوی ہوتا ہوں تم اس کو بلالو ورنہ میں اس کو بے عزت کر کے نکال دوں گا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں اگر اس نے ان لفظوں سے کہ "میں تمہاری دختر سے لادغوی ہوتا ہوں" طلاق دینے کا قصد کیا تھا اور بہ نیت طلاق یہ کلام کہا تھا تو طلاق واقع ہو گئی ورنہ نہیں۔ فتاویٰ امام خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی رجل ضرب زوجته فلامه اهلها فقالت انت مجارة اني ما اقربك غيرنا وطلاقا هل تطلق بهذا القول ام لا (اجاب) لا تطلق. ففي الخانية في قوله لاملك لي عليك. لا سبيل لي عليك خليت سبيلك. الحق باهلك. لو قال ذلك في حال مذاكرة الطلاق او في الغضب وقال لم انوبه الطلاق يصدق قضاء في قول ابي حنيفة وقال ابو يوسف لا يصدق ومعنى انت مجارة انت منتقذة معاذة ما تكرهينه وهو قريب من معنى هذه الالفاظ ^۲ واللہ اعلم انتہی اقول:	ان میں سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو میٹھا تو خاوند کو بیوی کے گھر والوں نے طاعت کی، اس پر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تو محفوظ ہو گئی میں تیرے قریب نہ ہوں گا" طلاق کی نیت نہ کی ہو تو کیا اس بات سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں، جواب میں انہوں نے فرمایا طلاق نہ ہوگی۔ تو خانیہ میں ہے: خاوند کا بیوی کو کہنا، تجھ پر میری ملکیت نہیں، تجھ پر مجھے کوئی چارہ نہیں، تیرا راستہ میں نے کھول دیا "یا کہا" تو اپنے گھر والوں کے ہاں جا۔ اگر یہ الفاظ مذاکرہ طلاق یا غصہ میں کہے اور بیان کیا کہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قضاء خاوند کی بات مان لی جائے گی، اور امام ابو یوسف کے نزدیک قضاء تصدیق نہ کی جائے گی "تو مجارہ" کا معنی تو بچی ہوئی پناہ میں ہے اس چیز سے جس کو تو ناپسند کرتی ہے، اور یہ لفظ اوپر مذکورہ الفاظ کے قریب ہے واللہ تعالیٰ اعلم انتہی اقول:
---	--

^۱ درمختار باب کنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

^۲ فتاویٰ خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۵۱/۱

وانت تعلم ان مسئلتنا هذه اقرب الى المنصوص من مسئلة الخيرية كما لا يخفى۔	(میں کہتا ہوں کہ) ہمارا زیر بحث مسئلہ خیر یہ میں بیان کردہ مسئلہ کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)
--	---

پس اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ ان لفظوں سے میں نے طلاق دینے کی نیت نہ کی تھی قبول کر لیں گے اور وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے،

في الدر المختار القول له بيينه في عدم النية ويكفي تحليفها له في منزله فان ابى رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبیٰ ^۱ ۔	در مختار میں ہے: نیت ہونے نہ ہونے میں خاوند کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی اور اس سے گھر میں ہی حلف لے لینا کافی ہے اور اگر وہ حلف دینے سے انکار کرے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کر سکتی ہے تو اگر وہاں بھی حلف سے انکار پر مصرر ہے تو پھر حاکم خاوند بیوی میں تفریق کر دے، مجتبیٰ۔ (ت)
---	---

ہاں اگر واقع میں اس نے نیت طلاق کی تھی اور اب جھوٹی قسم کھالی تو عند اللہ طلاق ہو گئی مگر اس کا وبال شوہر پر ہے، عورت پر الزام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱: از بریلی صدر مسئلہ شیخ عبدالحق ۱۷ محرم شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عبدالحق نے اپنی عورت کو طلاق نامہ لکھا اور اس دستاویز میں ان الفاظ سے طلاق لکھی "میں لادغوی ہوں یہ عورت جہاں چاہے شادی کر لے" ایسی صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اگر عبدالحق پھر اسے نکاح میں لانا چاہے تو ضرورتِ حلالہ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا
الجواب:

صورت مستفسرہ میں جب کہ طلاق لکھنے کی نیت سے یہ الفاظ لکھے ہوں عورت پر ایک طلاق ہو گئی وہ نکاح سے نکل گئی، اب اس سے نکاح کرے تو صرف نکاح جدید برضائے زوجہ کافی ہے حلالہ کی کچھ حاجت نہیں اگر اس سے پہلے کبھی اسے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۲: مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب محلہ طویلہ ۷ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و ہندہ میاں بی بی میں باہم جھگڑا رہتا تھا اکثر اسے

^۱ در مختار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

تکلیف دیتا اور مارتا ایک دن اس سے زیور مانگا اس نے انکار کیا کہا تجھے چاقو سے مار ڈالوں گا ہندہ بخوف جان والدین کے یہاں چلی آئی شوہر نے چوری کا الزام بھی لگایا اور تھانہ میں ریپٹ کا ارادہ کیا لوگوں نے سمجھا یا اس وقت یہ گفتگو ہوئی جو لکھی جاتی ہے، نا صح کیا فضیحت کراؤ گے۔ زید: وہ میری بیوی ہی نہیں رہی فضیحت کیسی۔ نا صح: دیکھو لغو باتیں نہ کرو۔ زید: جب وہ میری بلا اجازت چلی گئی میرے نکاح سے باہر ہے اور وہ میرے کام کی نہ رہی مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں۔ نا صح: دیکھو کنایہ اشارہ سے بھی طلاق ہو جاتی ہے ذرا سوچ سمجھ کر کہو تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ زید: مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں نہ وہ میری بیوی ہے۔ آیا اس گفتگو سے وہ عورت مطلقہ ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

زید کا پچھلا قول کہ "نہ وہ میری بیوی ہے" مذہب مختار پر اصلاً الفاظ طلاق سے نہیں یہاں تک کہ بہ نیت طلاق بھی کہے تاہم واقعہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال ثُوزن من نئی لایقع وان نوی هو المختار کذافی جواہر الاخلاطی ¹	اگر کہا تو میری بیوی نہ ہے، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہی قول مختار ہے، جیسا کہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ (ت)
--	---

اسی طرح "مجھ کو اس سے کچھ غرض نہیں" یہ بھی لفظ طلاق نہیں کہ غرض بمعنی شوق مستعمل ہے کما فی القاموس (جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ت) یا قصد و خواہش کما فی المنتخب (جیسا کہ منتخب میں ہے۔ ت) یا حاجت کما فی شروح النصاب (جیسا کہ شروح النصاب میں ہے۔ ت) اور ان اشیاء کی نفی سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق اطلاق کرے۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال لاحاجة لی فیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق کذافی السراج الوہاج اذا قال لاریدک ولا احبک ولا اشتہیک ولا رغبة لی فیک فانه لایقع وان نوی فی قول ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ کذافی البحر الرائق ²	اگر کہا "مجھے تیرے بارے کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تو بھی طلاق نہ ہوگی، سراج و ہاج میں ایسے ہی ہے۔ اور کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" "میں تجھے پسند نہیں کرتا" "تیرے بارے مجھے رغبت نہیں" اگر نیت ہو تب بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق نہ ہوگی، بحر الرائق میں یوں ہی ہے۔ (ت)
---	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۶

² فتاویٰ ہندیہ الخامس فی الکتابیات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

اسی میں ہے:

رجل قال لامرأته مبراكاريستي ونوي به الطلاق لايقع كذا في الظهيرية ¹	کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو میرے لئے کام کی نہیں" تو نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ ظہیرہ میں ہے۔ (ت)
--	--

ہاں "وہ میری بیوی ہی نہ رہی" کنایات طلاق سے ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لو قال صرت غير امرأتی فی رضا أو سخط تطلق اذ انوی كذا في الخلاصة ²	اگر خاوند نے رضایا ناراضگی میں کہا "تو میری بیوی نہ رہی" اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)
---	--

اسی طرح یہ لفظ بھی کہ "وہ میرے نکاح سے باہر ہے" صریح نہیں کنایہ ہے،

لان الخروج من النكاح يكون بالطلاق وبكل فرقة جاءت من قبله كتقبيله بنتها او من قبلها كتقبيلها ابنه وغير ذلك. فلم يتعين لافادة الطلاق وصار كقوله لم يبق اوليس بيني وبينك نكاح بل هما عبارتان عن معنى واحد. وهذا يتوقف على النية فكذا ذاك۔	کیونکہ نکاح سے خروج، طلاق کے ساتھ اور دیگر وجوہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً خاوند بیوی کی بیٹی کا (شہوت کے ساتھ) بوسہ لے یا بیوی خاوند کے بیٹے کا اسی طرح بوسہ لے یا اس کے علاوہ بھی کئی طرح سے فرقت کے اسباب ہو سکتے ہیں، لہذا یہ لفظ طلاق کے لئے خاص نہ رہا، جب وہ کہے "نکاح باقی نہ رہا" یا "تیرے میرے درمیان نکاح نہیں ہے" بلکہ یہ دونوں ہم معنی ہیں تو نیت پر موقوف ہوں گے، یہ بھی ایسا ہے (ت)
---	--

عالمگیری میں ہے:

لو قال لها لانكاح بيني وبينك اوقال لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق اذ انوی ³	اگر کہا "تیرے میرے درمیان نکاح باقی نہیں رہا" اگر نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)
--	---

یوں ہی "وہ میرے کام کی نہ رہی" بھی کنایات سے ہے کہا حققناه فی ماعلقناه علی رد المحتار

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۰/۱

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس في الكنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۶/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس في الكنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

(جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردالمحتار کے حاشیہ میں کر دی ہے۔ ت) مگر سوقِ کلام سے ظاہر یہ ہے کہ زید نے یہ الفاظ بطور اخبار کہے، نہ نیتِ انشاءِ طلاق۔ تیسرا لفظ دوسرے پر معطوف ہے اور دوسرا پہلے کی شرح و بیان علت، اور اس اخبار کا مبنیٰ وہ غلط گمان جو عوامِ زمانہ میں شائع ہے کہ عورت بے اجازت شوہر گھر سے چلی جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اور جو اخبار و اقرار طلاق بر بنائے غلط فہمی مسئلہ ہو دیانہً اصلاً موثر نہیں،

فی الخیرۃ عن الاشباہ عن جامع الفصولین والقنیۃ اذا اقر بالطلاق بناء علی ما فقی بہ المفتی ثم تبیین عدم الوقوع فانه لا یقع ^۱ ۔	خیر یہ میں اشباہ سے اور وہاں سے جامع الفصولین اور قنیہ سے منقول ہے کہ اگر مفتی کے فتویٰ کی بنا پر طلاق ہونے کا اقرار کیا تو پھر معلوم ہوا کہ طلاق نہ ہوئی، تو اس اقرار کو طلاق نہ قرار دیا جائے گا۔ (ت)
--	--

خیر بہر حال مدارِ کارِ نیت پر ہے، اگر زید نے ان تینوں لفظوں میں کُل یا بعض کسی سے طلاق دینے کا قصد کیا تھا تو ایک طلاق بائن واقع ہوئی کہ عورت راضی ہو تو اب یا عدت کے بعد جب چاہے بے حلالہ اس سے نکاح کر سکتی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

لا یدلحق البائن البائن بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت بائن لا یقع الا طلاق واحدة بائنة ^۲ ۔	اگر کہا، تجھے ایک بائنہ طلاق، اس کے بعد دوبارہ کہا تجھے بائنہ طلاق، تو ایک ہی بائنہ طلاق ہوگی کیونکہ پہلے بائنہ کے بعد دوسری بائنہ اس کو لاحق نہیں ہو سکتی۔ (ت)
---	---

اور اگر ان تین میں کسی لفظ سے طلاق دینے کی نیت نہ کی اگرچہ اخیر کے دونوں لفظ بہ نیت طلاق کہے ہوں تو اصلاً طلاق نہ ہوئی وہ بدستور اس کی زوجہ ہے اور نیتِ طلاق نہ ہونے میں شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر وہ قسم کہہ دے کہ میں نے ان تینوں لفظوں میں کسی سے نیتِ انشاءِ طلاق نہ کی تھی قطعاً مان لیں گے اور انہیں زوج و زوجہ جانیں گے، اگر وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے: القول له بیمينه فی عدم النية^۳ (نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات معتبر ہوگی۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۷

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکناہیات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۷

^۳ درمختار باب الکناہیات مطبع مجتہائی دہلی ۱/۲۲۴

مسئلہ ۲۸۳:

از مستہرا محلہ کیسٹور پورہ مرحلہ حکیم توحید الحق صاحب

۲۲ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید عاقل و بالغ بھمائش دیگر مرداں و زبردستی والدین باہیجاب ہندہ رضادادہ او را نکاح خود در آرد و خلوت صحیحہ بوقوع نیاید کہ ہندہ پیش مادر خود باشد و هنوز رخصت نشدہ باشد و بازید پیش دوسہ مردماں صادق و عادل بنا راضی بگوید کہ من باہیجاب ہندہ برضا و رغبت خود اقرار ندادہ ام محض بھمائش و زبردستی مردماں اقرار بلسان نمودم اس نکاح من مسلم شدہ باز از سر نو خواہد شد و اندراں حالت ناراضی از خویش و اقارب رنجیدہ بجائے سفر نماید و از ہندہ خبرے نگیرد نہ از قرائن و اطوار او توقع باز آمدن ماند و در انجا قاضی و شاہدان عندالایجاب اقرار بالجزم دہد کہ من ناکند ام هنوز نکاحم از کسے نگر دیدہ و نہ از خویش و اقارب ما کسے زندہ نہ مارا از کسے در وطن سر و کارے است و نہ خواہد شد حال ہندہ در نکاح زید ماندہ یا نہ و دریں صورت چگونہ از زید آزاد گردد، فقط۔

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں، کہ زید عاقل و بالغ نے دوسرے لوگوں کی تلقین اور والدین کے جبر پر ہندہ سے ایجاب و قبول کیا اور اس سے نکاح کر لیا، اور ابھی رخصتی نہ ہوئی اور خلوت صحیحہ نہ ہوئی کیونکہ ہندہ ابھی والدہ کے پاس ہے، اس کے بعد زید نے دو تین سچے اور عادل حضرات کے سامنے نکاح پر عدم رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ میں نے ہندہ سے اپنی رضامندی اور رغبت کے ساتھ ایجاب نہیں کیا بلکہ محض دوسروں کی زبردستی کی بنا پر اور ان کی تلقین کی وجہ سے صرف زبانی رضامندی ظاہر کی تھی اس لئے یہ نکاح مجھے منظور نہیں، یہ نکاح دوبارہ ہونا چاہئے، اندریں حالات خویش و اقارب کی ناراضگی ہوئی جس پر وہ کہیں سفر پر نکل گیا اور ہندہ کی خبر تک نہ لی، اور اس کے قرائن و اطوار بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ واپس نہیں آئے گا، وہاں اس نے تمام گواہوں اور قاضی وغیرہ کو بالجزم یہ تاثر دیا کہ وہ ابھی کنوارہ غیر شادی شدہ ہے اور کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوا، اور یہ بھی تاثر دیا کہ میرے خویش و اقارب میں کوئی بھی زندہ نہیں رہا اور میرا اب وطن سے کوئی سروکار نہیں ہے اور نہ ہی ہوگا۔ تو مذکورہ حالات میں ہندہ ابھی زید کے نکاح میں ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں زید سے ہندہ کا چھٹکارا کیسے ہو؟ فقط۔

الجواب:

در صورت مستفسرہ بقطع نظر از آنکہ تحقق اکراہ شرعی معلوم نیست جبر و اکراہ در بارہ نکاح محل صحت و نفاذ و لزوم نباشد فی الہندیۃ

در صورت مسئلہ میں قطع نظر اس بات کے کہ یہ جبر و اکراہ شرعی تھا یا نہیں، نکاح میں جبر و اکراہ اس کے نفاذ اور لزوم کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ ہندیہ میں ہے

کہ مجبور کئے ہوئے شخص کے قولی تصرفات ہمارے نزدیک منعقد ہو جاتے ہیں اور وہ امور جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے ہیں مثلاً طلاق، عتاق اور نکاح یہ لازم ہو جاتے ہیں جیسا کہ کافی میں ہے، ملخصاً۔ لہذا اس کا یہ کہنا کہ میں ابھی کنوارا ہوں اور ابھی تک کسی سے نکاح نہیں کیا کوئی چیز نہیں کیونکہ نکاح کا انکار بھوٹی خبر ہے جس کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہندیہ میں ہے کہ اگر کہے "میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا" تو طلاق کی نیت ہو تو بھی طلاق بالاجماع نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے، اور یوں نہیں اگر کہے "میری کوئی بیوی نہیں" طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ زید کا یہ کہنا کہ "وطن میں میرا کسی سے کوئی سروکار نہیں اور نہ ہوگا" تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا قلبی تعلق یا غرض کسی سے نہیں ہے، جس کا معنی رغبت اور حاجت ہے، گویا اس نے یوں کہا مجھے کسی سے غرض یا حاجت نہیں ہے یا مجھے کسی کی پروا نہیں ہے جبکہ یہ مذکور الفاظ طلاق میں سے نہیں ہیں، ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا مجھے تجھ میں حاجت نہیں یا میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تیری خواہش نہیں رکھتا، مجھے تجھ سے رغبت نہیں، تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک۔ نیز علماء کرام نے فرمایا ہے

تصرفات المکرہ کلھا قولاً منعقدة عندنا وما لا یحتمل الفسخ منه كالطلاق والعتاق والنکاح فهو لازم کذا فی الکافی^۱ اہ ملخصاً قول او من ناکتھ الام و ہنوز باکے نکاح نہ کردہ چیزے نیست زیرا کہ جمود نکاح خبر دروغ ست و اثرے ندارد فی الہندیۃ ان قال لم اتزوجک و نوی الطلاق لا یقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع ولو قال مالی امرأۃ لا یقع وان نوی ہمچنان قول او مرادر وطن باکے سروکارے نیست و نخواہد بود کہ سروکار نبودن بمعنی نفی غرض و تعلق قلب ست کہ عبارت از رغبت و حاجت باشد گویا گفت باکے غرضے ندارم یا حاجتم نیست یا پروائے کسے ندارم و اینہا خود از الفاظ طلاق نیست فی الہندیۃ لو قال لا حاجۃ لی فیک، ینوی الطلاق فلیس بطلاق اذا قال لا اریدک ولا احبک ولا اشتہیک ولا رغبتۃ لی فیک، فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ^۳ باز علماء

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاکواہ الباب الاول فی تفسیر شرعاً الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۵/۵

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۵/۱

کہ کوئی شخص کہے بغداد کی تمام عورتوں کو طلاق ہے اور اس کی بیوی بھی بغداد میں ہو تو اس کی بیوی کو اس وقت طلاق نہ ہوگی جب تک اس لفظ سے بیوی کی طلاق کی نیت نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے تمام بغداد والوں کی عورتوں کو طلاق تو ذخیرہ میں اذکار کے متعلق اختلاف ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق نہ ہوگی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روایت بھی یہی ہے تاوقتیکہ بیوی کی نیت سے نہ کہے، کیونکہ یہ عام بات ہے اور اس میں اشباہ اور وہاں خانیہ سے منقول ہے کہ فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے، زید نے وطن کہا ہے جو کئی شہروں اور قریبوں پر مشتمل ہے، اور پھر اس نے خاص عورتوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف "وطن سے سرکار نہیں" کہا، تو وطن سب مردوں، عورتوں، بچوں اور بچیوں کو شامل ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسئلہ صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ثابت ہے اور طلاق ثابت نہیں ہے، چھٹکارے کا چارہ کاری یہی ہے کہ کسی شرعی حاکم کے ہاں رجوع کرے تاکہ وہ طلاق حاصل کرائے یا حقوق زوجیت بحال کرائے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

فرمودہ انداگر گفت زنانہ بغداد ہمہ طلاقہ اند وزن او نیز از بغداد ست مطلقہ نشود مگر آن کہ بالتعبیر نیت او کردہ باشد فی ردالمحتار ذکر فی الذخیرۃ اولاً الخلاف فی نساء اهل بغداد طالق فعند ابی یوسف وروایۃ عن محمد لا تطلق الا ان ینویہا لان هذا امر عام¹، وفیہ ایضاً عن الاشباہ عن الخانیۃ الفتوی علی قول ابی یوسف² (ایں جا لفظ وطن گفتمہ است کہ از بلدہ وقریہ عام ترست باز تخصیص زنان ہم نہ کرد مطلق لفظ کسے گفت کہ زنان و مردان و پسراں و دختران ہمہ راشامل است بالجملہ در صورت مسئلہ نکاح صحیح و لازم ست و طلاق ثابت نیست چارہ کار جزیں چست کہ رجوع بگومت کردہ آید تا طلاق رسد یا حقوق زنا شوئی مودی شود۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۷: از پبلی بھیت محلہ بشیر خاں متصل مکان مینہ شاہ مرسلہ نظام الدین شانہ گر ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت مدخولہ سے تین بار کہا "میں نے تجھے آزاد کیا" اس صورت میں نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اب اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

¹ ردالمحتار باب الطلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۱

² ردالمحتار باب الطلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۱

الجواب

یہ لفظ کہ "مرد نے عورت سے کہا" اگر ان سے طلاق کے معنی مراد نہ تھے جب تو طلاق اصلاً نہ ہوئی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو ایک طلاق پڑ گئی عورت نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ وغیرہ کی کچھ ضرورت نہیں، نہ اسے کچھ انتظار کی حاجت، دونوں آپس میں راضی ہوں تو اسی وقت پھر نئے سرے سے نکاح کر لیں، ہاں اگر شوہر نے خود ہی ان میں کوئی لفظ تین طلاقیں کی نیت سے کہا تو بیشک طلاق مغالطہ ہو گئی کہ اب بے حلالہ کے اس سے نکاح نہیں کر سکتا،

ہندیہ میں ہے اگر خاوند نے کہا "میں نے تجھے آزاد کیا" تو نیت طلاق سے طلاق ہو جائے گی، جیسا کہ معراج الدراریہ میں ہے اھ اور دُر میں ہے وہ لفظ کنایہ ہوتا ہے جو طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور وہ طلاق اور غیر طلاق دونوں قسم کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بائنہ طلاق ہوگی اور ایسے لفظ سے بائنہ طلاق ہوگی ایک یا دو کی نیت سے ایک، اور تین کی نیت سے تین ہوں گی اور ایسا لفظ پہلے بائنہ طلاق کو لاحق نہ ہوگا مگر جب وہ پہلی طلاق کی حکایت کا احتمال رکھتا ہو تو اس کو خبر و حکایت ہی قرار دیا جائے گا، مثلاً یوں کہے "تو بائن بائن ہے" یا کہے "میں نے ایک طلاق بائنہ دی ہے" تو دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں، اس کے برخلاف جب یوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی" یا کہے "میں نے بڑی بائنہ کی نیت کی ہے" تو اس صورت میں اس کو خبر قرار دینا درست نہیں ہو سکتا، لہذا اس کو انشاء ہی ماننا پڑے گا اھ ملتقطاً (ت)

فی الہندیۃ لوقال اعتقتک، طلقت بالنیۃ کذا فی معراج الدراریۃ اھ^۱ وفی الدر، کنایتہ مالم یوضع لہ ای الطلاق واحتملہ وغیرہ ویقع البائن ان نواھا والثلثین وثلث ان نواھا، ولایلحق البائن اذا ممکن جعلہ اخباراً عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطبیقۃ فلا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء بخلاف ابنتک باخری اوقال نویت البینونہ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء^۲ اھ ملتقطاً۔

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

از بدایوں مرسلہ اعلیٰ حضرت سید ابوالحسن احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسئلہ ۲۸۵:

ایک عورت سے ایک مرد اجنبی نے جبریہ زنا کیا شوہر نے سنا تو اعتبار جبر نہ کر کے یہ کلمات کہے کہ

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۷۳

^۲ درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

"میرے کام کی نہ رہی، میں نے چھوڑ دی، اگر آئے گی تو ناک کاٹ لوں گا، جہاں چاہے چلی جائے، جو چاہے سو کرے۔" اور اس کو عرصہ سال بھر سے زیادہ گزر گیا، آیا طلاق پڑی یا نہیں؟ وہ عورت دوسرا نکاح کرے یا نہ کرے؟ خاوند نے باوجود فہمائش بھی رجوع نہ کیا، بدستور مقرر اسی بات کا ہے جو کبھی تھی الفاظ طلاق صریح نہ تھے یہی تھے جو کہے، فقط۔

الجواب:

عورت کو چھوڑ دینا عرفاً طلاق میں صریح ہے، خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

لو قال الرجل لامرأته ترائنيك بازداشتم او بهشتم اويله كردم ترا واپے كشاده كردم ترا فهذا كله تفسير قوله طلقتك عرفاً حتى يكون رجعيًا ويقع بدون النية ¹ ۔	اگر کوئی شخص بیوی کو کہے "میں نے تیرا چنگل باز رکھا، تجھے چھوڑا ہے، تجھے جدا کر دیا ہے یا تیرے پاؤں کھول دے ہیں، تو یہ تمام الفاظ عرفاً" تجھے طلاق دی" کے ہم معنی ہیں، اس لئے ان سے رجعی طلاق ہوگی اور بغیر نیت طلاق ہوگی۔ (ت)
--	--

"اور جہاں چاہے چلی جائے" کنایات طلاق سے ہے کہ کلام میں تقدم طلاق صریح کے باعث وہ بھی تنقیح نیت کا محتاج نہ رہا،

في التنوير كناية مالم يوضع له واحتمله وغيره فلا تطلق بها الابنية اودلالة الحال ² في ردالمحتار المراد بها الحالة الظاهرة المفيدة المقصودة ومنها تقدم ذكر الطلاق بحر عن المحيط ³ ۔	تنویر الابصار میں ہے کہ جو لفظ طلاق کے لئے وضع نہ ہو اور طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے لفظ سے بغیر دلالت و نیت طلاق نہ ہوگی، اس پر ردالمحتار میں ہے: دلالت سے مراد یہ ہے کہ کوئی ظاہر ایسی حالت ہو جو مقصود کے لئے مفید ہو سکے اسی قبیل سے ہے کہ ان الفاظ سے قبل طلاق کا ذکر ہو چکا ہو، بحر میں محیط سے منقول ہے۔ (ت)
--	---

اور جبکہ یہ بائنہ اس طلاق صریح رجعی سے ملی وہ بھی بائنہ ہوگئی،

فان البائن يلحق الرجعي وبلحوقه يبطل	بائنہ طلاق جب رجعی کو لاحق ہو جائے تو اب خاوند کو
-------------------------------------	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع في الطلاق بالالفاظ الفارسية نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۹۳

² درمختار شرح تنویر الابصار باب کنایات مطبع مہتابی دہلی ۱/۲۲۳

³ ردالمحتار باب کنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۳

خیار الرجعة فی صیران بائنین، کما صرحوا بہ۔	رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں بائنہ بن جاتی ہیں، جیسا کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ہے (ت)
--	--

پس صورت مذکورہ میں عورت نکاح سے نکل گئی اس پر دو طلاقیں بائن پڑ گئیں، اگر اس مدت میں عدت گزر گئی ہو تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۶: ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

اپنی عورت کو دو مرتبہ اس نے چھٹی دی اس کے بعد جو آدمی اس کے محلے کے ہیں وہ کہتے ہیں کہ طلاق ہو گئی اور اس کا آدمی کہتا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی اور عورت کہتی ہے کہ مجھ کو طلاق نہیں دی صرف آدمیوں کے سامنے اس آدمی نے یہ کہا کہ چھٹی دی اور دوسرے یہ کہ جب عورت اپنے مکان کو چلی گئی تو اس کے مکان کو آگ لگ گئی تو لوگوں نے کہا کہ آگ اس شخص نے دی جس کی تو عورت ہے اب اس کا نام لے کر آدمی کو اور عورت کو دونوں کو چوکی پر لئے جاتے تھے اور یہ کہتے تھے یہ کہو کہ اس شخص کی ماں بہن ہیں اور اس شخص نے بوجہ خوف کے یہ بات کہہ دی کہ یہ عورت میری بہن ہے تو ان دونوں کو ان آدمیوں نے چھوڑا اب وہ عورت مرد دونوں باہم راضی ہیں تو اس کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص آپ کے پاس سے فتویٰ لے جاوے اور اس کے مطابق عمل نہ کرے تو اس کا کیا نتیجہ ہے؟ بینوا تو جروا عند اللہ۔

الجواب:

عورت کی نسبت یہ لفظ کہا کہ "یہ میری بہن ہے" نکاح میں کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ سائل نے اظہار کیا کہ اس شخص نے حالت غضب میں اپنی زوجہ کی نسبت دوبار یہ لفظ کہے کہ "میں نے اسے چھٹی دی" اس کہنے سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی وہ نکاح سے نکل گئی جب مرد و عورت دونوں راضی ہیں نئے سرے سے پھر نکاح کر لیں،

فی تنویر الابصار اخرجی واذہبی یحتمل ردا و حرام، بائن یصلح سباً و سرحک لا یحتمل السب والرد ففی حالة الرضا تتوقف الاقسام علی نية وفي الغضب الاولان وفي مذاکرۃ الطلاق الاول فقط ^۱ اھ مختصراً۔	تنویر الابصار میں ہے 'خاوند کا بیوی کو کہنا' تو نکل جا، تو چلی جا" یہ جواب کا احتمال بھی رکھتے ہیں، اور اس کا بیویوں کو کہنا "حرام ہے، بائن ہے" یہ ڈانٹ کا احتمال بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ کہنا "میں نے تجھے آزاد کر دیا" یہ ڈانٹ اور جواب دونوں کا احتمال نہیں رکھتے، تو رضا کی حالت میں یہ تمام الفاظ نیت پر موقوف ہوں گے، اور غصہ کی حالت میں پہلے دونوں موقوف اور مذاکرہ طلاق میں صرف پہلا لفظ نیت پر موقوف ہو گا اھ مختصراً (ت)
--	---

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب الکنايات مطبع مکتبائی دہلی ۲۲۴/۱

جو شخص شریعت مطہرہ کے فتویٰ پر عمل نہ کرے گنہگار مستحق سزا و عذاب ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۸۷: از نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ شیخ عبدالرزاق ۱۵ شعبان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ سے بہ نیت طلاق ایک وقت میں تین بار کہا کہ "میں نے تجھے آزاد کیا" اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی مغلط یا بائنہ یا رجعی؟ فقط۔
الجواب:

صورتِ مسئلہ میں عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی یعنی عورت نکاح سے نکل گئی، زوج کو اس پر کوئی اختیار جبر نہ رہا وہ عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے مگر حلالہ کی اصلاً حاجت نہیں جب کہ اس بار سے پہلے کبھی دو طلاقیں اس عورت کو نہ دے چکا ہو، زن و مرد اگر راضی ہوں تو شوہر عدت میں اور بعد عدت اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے، یہاں تین طلاق کا حکم دینا یوں غلط ہے کہ تمام متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ کنایہ بائنہ طلاق بائن کے بعد طلاق جدید نہیں ٹھہرتا بلکہ اسی طلاق اول سے اخبار ہوتا ہے الا ان ینص بمالایحتملہ (مگر ایسے الفاظ سے واضح کہے جو دوسرے معنی کا احتمال نہ رکھتا ہو۔
(ت) در مختار میں ہے:

لا یلحق البائن البائن اذا مکن جعله اخباراً عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطليقة فلا یقع لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء بخلاف ابنتک باخری ^۱ ۔	بائنہ طلاق بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی جب دوسری بائنہ پہلی سے حکایت و خبر ہو مثلاً "تو بائن بائن ہے" یا "میں نے تجھے طلاق سے بائنہ کیا" تو دوسری بائنہ واقع نہ ہوگی، کیونکہ پہلی سے حکایت و خبر ہے، لہذا اس کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب یوں کہے "میں نے تجھے دوسری بائنہ طلاق دی۔ (ت)
---	---

اور ایک ہی پڑنے کی یہ وجہ ٹھہرانا کہ الفاظ طلاق متفرقاً کہے جب اول پڑی اب عورت محل طلاق نہ رہی لہذا دوسری نہ پڑی، یہ یوں جہل محض ہے یہ حکم خاص زن غیر مدخولہ کے ساتھ ہے، زن مدخولہ جب تک عدت نہ گزرے تین طلاق مجموع و مفرق سب کی محل ہے کما نصوا علیہ قاطبة فی جمیع کتب المذہب (جیسا کہ اس پر مذہب کی تمام کتب میں نص ہے۔ ت) اور یہاں مدخولہ ہے کما افصح عنه السائل فی سوال آخر (جیسا کہ سائل

^۱ در مختار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۵/۱

نے خود اس کو دوسرے سوال میں واضح کیا ہے۔ ت) بلکہ ایک پڑنے کی صحیح وجہ یہ ہے جو فقیر نے بیان کی وباللہ التوفیق، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) اس صورت میں کہ زید کی زوجہ کو کسی نے دوسرے ایک شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا جب زید کو خبر ہوئی تو اس نے چار پانچ آدمیوں کے زور و اپنے خسر سے مخاطب ہو کر کہا کہ چونکہ تم لوگوں نے میری زوجہ کو غیر شخص کے ساتھ ایک مکان میں بند کیا لہذا اب وہ مجھ پر حرام، پس کیا حکم ہے، آیا وہ زوجہ طلاق ہو گئی یا هنوز حسب سابق اس کی زوجہ ہے، بر تقدیر تعلق زوجیت کے قائل کے ذمہ کچھ کفارہ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ہر چند یہ لفظ زوجہ عرف ملحق بالصریح ہے کہ بے حاجت نیت طلاق بائن واقع ہو،

<p>ردالمحتار میں ہے کہ خاوند کا کہنا "تو حرام ہے" عنقریب بیان ہوگا کہ اس لفظ سے ہمارے زمانے میں بغیر نیت بائنہ طلاق واقع ہوگی کیونکہ اس کے طلاق ہونے پر عرف بن چکا ہے۔ تو مجھ پر حرام ہے، اور میں نے تجھے حرام کیا، دونوں برابر ہیں، یہاں "مجھ پر" کا لفظ کہے نہ کہے کوئی فرق نہیں ہے اھ ملخصاً، مکمل عبارت کتاب میں ہے۔ (ت)</p>	<p>في رد المحتار قوله حرام سيأتي وقوع البائن به بلا نية في زماننا للتعرف لافرق في ذلك بين محرمة وحرمتك سواء قال عليّ اولا اھ ملخصاً وتبامه فيه۔</p>
--	---

مگر کلام زید "چونکہ تم نے ایسا کیا لہذا حرام ہے" اس کے یہ معنی بھی محتمل کہ صرف اس بند کرنے کو موجب حرمت بتاتا ہے جیسے بہت جتال کے خیال میں ہوتا ہے کہ عورت بے اجازت شوہر باہر جائے تو نکاح سے نکل جاتی ہے اس تقدیر پر یہ کلام انشاء طلاق نہ ہوگا بلکہ ایک بنائے باطل پر اقرارِ طلاق، اور وہ محض لغو ہے،

<p>خانہ میں ہے کہ ایک شخص نے خیال کیا کہ مرض برسام میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے، اس بناء پر اس نے کہا "میری بیوی مطلقہ ہو گئی" پھر تندرست ہونے کے بعد طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے گمان کیا کہ برسام میں خود بخود طلاق ہو جاتی ہے،</p>	<p>في الخانية رجل طلق امرأته وهو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی ثم قال انی كنت اظن ان الطلاق في تلك الحالة كان واقعا قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ</p>
--	---

^۱ ردالمحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۶۴

حین ما اقر بالطلاق ان رده الى حالة البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالة البرسام فالطلاق غیر واقع ^۱ الخ۔	تو اس صورت میں ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر طلاق کا اقرار کرتے ہوئے مرض کو وجہ بتائے اور کہے کہ "میں نے مرض برسام میں طلاق دی ہے" تو طلاق واقع نہ ہوگی الخ۔ (ت)
---	---

پس اگر یہی معنی مراد تھے تو نہ طلاق ہوئی نہ کوئی کفارہ لازم، اور اگر بہ نیت طلاق الفاظ مذکورہ کہے تو ایک طلاق بائن ہوئی عورت نکاح سے نکل گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۹: از بحری آباد ڈاکخانہ سادات ضلع غازی پور ۷ اذی الحجہ ۱۳۱۲ھ مسئلہ محمد ابو الخیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ مرتکب زنا سمجھ کر ناراض ہو کر اس کے باپ کے گھر پہنچا دیا اور یہ کلام کیا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہمارے قابل نہ رہی اور بعد دو ایک مہینہ کے نہیں معلوم کہاں چلا گیا اس کو عرصہ سات ۷ برس کا ہوا کہ ہنوز مفقود الخبر ہے اس کے بعد اس کے باپ نے زوجہ کے شوہر کے بڑے بھائی کو جو مالک و بزرگ خانداری ہے بلا کر یہ کہا کہ یہ عورت عزت و آبرو تمہاری ہے لے جاؤ ہمارے یہاں اس کا گزر نہیں ہوگا اس کے شوہر کے بڑے بھائی نے انکار کیا اور یہ کہا اول تو شوہر اس کا مکان پر نہیں ہے دوسرے یہ عورت ہمارے کام کے لائق نہیں ہے ہم نہ لے جائیں گے تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو کر دو، اس جواب پر اس کا باپ دوسرے نکاح کے سامان میں تھا کہ اس اثناء میں وہ عورت بطور خود ایک شخص کے ساتھ بلا نکاح چلی گئی اور اسی مرد کے ساتھ اس زمانہ سے بلا نکاح رہی اب اس عورت نے اس شخص کے ساتھ جس کے ساتھ بطور خود چلی گئی تھی نکاح کر لیا تو آیا یہ نکاح ثانی اس کا شرعاً جائز ہوا یا نہیں اور زوج اول کا غصے سے یہ کہنا کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے تو ہماری قابل نہیں رہی اور بعد اس کے اس کو چھوڑ دینا اور دی ہوئی چیز واپس لینا حکم میں طلاق کے ہے یا نہیں؟ اور بقرآن مذکور اس کہنے سے کہ ہم تجھ کو نہ رکھیں گے طلاق واقع ہوئی یا نہیں حالانکہ قرآن حالیہ ودالات حال اس امر پر موجود ہے کہ زید نے کلام بالا جو کنایہ طلاق ہے بارادہ طلاق کہا تھا مختصر وقایہ میں ہے:

ور کنایہ ما یحتملہ وغیرہ فنحو اخر جی و اذہبی وقومی یحتمل ردا، ونحو خلیۃ وبریۃ، بتہ، حرام، بائن، یصلح سباً ونحو اعتدی واستبرئی	اور کنایہ وہ ہے کہ طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال رکھتا ہو مثلاً نکل جا، چلی جا، اٹھ جا۔ یہ الفاظ کسی بات کا جواب ہو سکتے ہیں اور جدا، یری ہے، علیحدہ ہے، حرام ہے، بائن ہے، ڈانٹ کا احتمال
---	---

^۱ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکثور لکھنؤ ۲۱۳

رحمك انت واحدة انت حرة اختارى امرك بيدك سرحتك فارتك، لا يَحْتَمِلُ الرَدَّ والسبَّ ^۱ ۔	رکھتے ہیں، اور مثلاً عدت پوری کر، رحم کو صاف کر، تو اکیلی ہے، تو آزاد ہے، تجھے اپنا اختیار ہے، تیرا معاملہ تیرے اختیار میں ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، میں نے تجھ سے فرقت کر لی، یہ صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں۔ (ت)
--	---

شرح و قایہ میں ہے:

وفي حالة الغضب يتوقف الاولان اى ما يصلح رداو ما يصلح سباً على النية ان نوى الطلاق يقع به الطلاق وان لم ينو لا يقع واما القسم الاخير وهو ما يصلح ردا لا سباً يقع به الطلاق وان لم ينو ^۲ اھ	اور غصہ کی حالت میں پہلے دونوں الفاظ یعنی جو جواب بن سکتے اور وہ جو ڈانٹ بن سکتے ہیں نیت پر موقوف ہوں گے، اگر طلاق کی نیت نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن تیسری قسم جو ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہ غصہ کی حالت میں بغیر نیت بھی طلاق قرار پائیں گے، اھ (ت)
---	---

اور ظاہر ہے کہ ہم نے تجھ کو چھوڑ دیا ہم تجھے نہ رکھیں گے متحد المفاد و داخل قسم اخیر ہے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ہم تجھ کو نہ رکھیں گے متمحض للاستقبال والابعاد ہے اور ایسا لفظ اگر صریح بھی ہوا اصلاً موثر نہیں مثلاً اگر ہزار بار کہے میں تجھے طلاق دے دوں گا طلاق نہ ہوگی۔

وهذا ظاهر جدا. وفي جواهر الاخلاطى فقال الزوج طلاق ميكنم انها ثلاث لان مى كنم يتمحض للحل وهو تحقيق بخلاف قوله كنم لانه يتمحض للاستقبال، وبالعربية قوله اطلق لا يكون طلاقاً لانه دائر بين الحال والاستقبال	یہ بالکل ظاہر ہے: اور جواہر اخلاطی میں ہے خاوند نے کہا "میں طلاق کرتا ہوں، طلاق کرتا ہوں تو تین طلاقیں ہوں گی کیونکہ اس کا قول "کرتا ہوں" صرف حال کیلئے مختص ہے اور یہ طلاق کو واقع کرتا ہے اس کے برخلاف اس کا یہ کہنا "طلاق کروں گا" یہ خالص استقبال کے لئے ہے اور عربی میں اطلق (طلاق دوں گا) سے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہ
--	--

^۱ مختصر الوقایہ کتاب الطلاق نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

^۲ شرح الوقایہ باب ایقاع الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۸۸/۲

فلم یکن تحقیقاً مع الشک ^۱ الخ	حال اور استقبال دونوں میں مشترک ہے، لہذا شک کی بناء پر طلاق واقع نہ ہوگی الخ (ت)
--	--

اور "تو ہمارے قابل نہ رہی" اگرچہ کنایہ ہو سکتا ہے مگر وہ سب کو بھی محتمل ہے کہ اس کی نالائقی و ناکارگی کا اظہار ہے جس طرح برادر شوہر نے بھی اس مضمون کے لفظ کہے، اور جب کہ حالت غضب تھی جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر، تو الفاظ صالحہ سب محتاج نیت رہیں گے بے ظہور نیت بوجہ شک حکم طلاق نہیں دے سکتے کما یظهر من عبارة النقایة التي نقل السائل والجواهر التي نقلنا (جیسا کہ نقایہ کی عبارت جس کو سائل نے نقل کیا ہے۔ سے ظاہر ہو رہا ہے اور جواہر اخلاطی کی عبارت جس کو ہم نے نقل کیا ہے، سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ ت) اور اسے نکال دینا، کپڑے وغیرہ چھین لینا دلیل غضب ہے، نہ دلیل طلاق تو بے ظہور طلاق یا وضوح موت حقیقیہ یا بال حکم بمرور مدت معینہ للمفقود بمذہب مفتی بہ مؤید بالحدیث روز ولادت سے ستر سال ہے، عورت کو نکاح ثانی ہر گز نہ تھا نہ ہے وہ اب بھی معصیت و مخالفت شرع مطہر میں مبتلا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ سے بحالت غضب یہ لفظ کہے: "مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں۔" جس سے چاہ مباشرت کر۔^۲ جسے چاہے اپنا خاوند بنا۔ "مجھ سے تجھ سے کچھ تعلق نہ رہا" اس صورت میں طلاق واقع اور ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مسئول بہا میں لفظ اؤل یعنی "مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں" الفاظ طلاق ہی سے نہیں حتی کہ اگر اس سے نیت کرے گا تاہم واقع نہ ہوگی،

فی فتاویٰ الامام قاضی عہد خاں لو قال	فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے: اگر خاوند نے کہا
--------------------------------------	---

ہندیہ میں کہا، اگر یوں کہے، میرا تجھ سے کام نہیں اور تیرا مجھ سے نہیں میرا جو کچھ تیرے پاس ہے مجھے دے دے، جہاں چاہے چلی جا، تو بغیر نیت طلاق نہ ہوگی۔ خلاصہ میں یوں نہیں ہے^{۱۲} مفتی اعظم الہندہ^{۱۲} مفتی رضامند غلہ (ت)

عہ: قال فی الہندیۃ لو قال لہا مرا با تو کراے نیست و ترا با من نے اعطینی مکان لی عندک واذہبی حیث شئت لایقع بدون النیۃ کذا فی الخلاصۃ^۲ مفتی اعظم الامہ مصطفیٰ رضامند غلہ۔

^۱ جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق المصریح قلمی نسخہ ص ۷۰-۷۹

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع نورانی مکتب خانہ پشاور ۱/۳۸۵

<p>"مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کی ہو تب بھی طلاق نہ ہوگی یونہی اگر کہا "تو میرے کام کی نہیں" اور یونہی اگر کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت طلاق ہوا (ت)</p>	<p>لا حاجة لي فيك ونوى الطلاق لا يقع وكذا لو قال مرابكار نيسقي وكذا لو قال ما اريدك^۱ اه</p>
---	--

باقی الفاظ ثلاثہ میں چند صورتیں ہیں:

(۱) اگر اس نے کسی لفظ سے نیت طلاق نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا کہ لفظ ثالث محتمل رد و سبب نہیں، اور ایسے الفاظ حالت غضب میں حاجت تیت نہیں رکھتے۔

<p>ہدایہ میں ہے کہ غصہ کی حالت میں ان تمام الفاظ میں خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ یہ الفاظ ڈانٹ اور جواب کا بھی احتمال رکھتے ہیں، مگر وہ الفاظ جو صرف طلاق کا احتمال رکھتے ہیں اور ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتے وہاں تصدیق نہ کی جائیگی اھ۔ (ت)</p>	<p>في الهداية في حالة الغضب يصدق في جميع ذلك لا احتمال الرد والسبب الا فيما يصلح للطلاق ولا يصلح للرد والشتيم^۲ انتھی۔</p>
---	--

(۲) اور جو صرف پہلے سے نیت طلاق کی تو بشرطیکہ لفظ ثانی سے معنی حقیقی یعنی میں تو طلاق دے چکا اب تزویج کا تجھے اختیار ہے مراد نہ لئے ہوں تو دو^۲ بائنہ واقع ہوں گی، لفظ اول سے بحکم نیت اور ثانی سے بدیں سبب کہ بوجہ تقدم و مقارنت نیت حالت حالت مذاکرہ ہوگئی اور اس حالت میں الفاظ غیر صالحہ رد یا بند نیت نہیں رہتے،

<p>ہدایہ میں ہے: جب پہلے لفظ سے طلاق کی نیت کی ہو تو مذاکرہ طلاق ہو جانے کی وجہ سے باقی دو الفاظ بھی طلاق کے لئے متعین ہو جائیں گے اس کے برخلاف جب یہ کہے کہ میں نے تیسرے لفظ سے طلاق مراد لی ہے تو پھر پہلے دونوں لفظ طلاق نہ ہونگے صرف آخری ایک طلاق ہوگی کیونکہ پہلے دونوں کے</p>	<p>في الهداية لما نوى بالاولى الطلاق صار الحال حال مذاكرة الطلاق فتعين الباقيان للطلاق بهذه الدلالة، بخلاف ما اذا قال نويت بالثلاثة الطلاق دون الاوليين حيث لا يقع الا واحدة لان الحال</p>
--	--

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکنايات والمدلولات الکنايات نوکثور لکھنؤ ۲۱۶/۱

^۲ الهدایہ فصل فی الطلاق قبل الدخول المكتبة العربية کراچی ۳۵۴/۲

<p>عند الاولیین لم تکن حال مذاکرة الطلاق (وفیہا) قال نویت بالاولی طلاقاً وبالثنائی حیضادین فی القضاء لانه نوى حقيقة کلامه ملخصاً انتھی، وفی الکافی شرح الوافی فی حالة مذاکرة الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاءً لافیهما یصلح جواباً وردافانه لایجعل طلاقاً عزاله فی العلمگیریة^۲</p>	<p>وقت مذاکرہ طلاق نہ تھا، اور اسی میں اگر مذکورہ صورت میں یہ کہے کہ میں نے پہلے لفظ سے طلاق اور دوسرے سے حیض مراد لیا ہے تو خواند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے لفظ کے حقیقی معنی کی نیت کی ہے اھ ملخصاً (ت) اور کافی شرح وافی میں ہے کہ مذاکرہ طلاق میں ان تمام الفاظ سے قضاءً طلاق واقع ہوگی جو طلاق کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور جو صرف ڈانٹ یا جواب بننے کا احتمال رکھتے ہیں ان میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ان کو طلاق قرار نہ دیا جائے گا، اس عبارت کو عالمگیری میں کافی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)</p>
---	--

رہا تیسرا لفظ، ہر چند وہ بھی محتاج نیت نہ تھا مگر اس سبب سے کہ دوسری طلاق سابق سے اخبار قرار دینا ممکن، اور ایسی صورت میں بائن سے بائن لاحق نہیں ہوتی اس سے طلاق واقع نہ ہوئی،

<p>فی الدر المختار لایلحق البائن اذا ممکن جعله اخباراً عن الاول کانت بائن بائن او ابنتک بتطليقة لانه اخبار فلا ضرورة فی جعله انشاء^۳۔</p>	<p>در مختار میں ہے: بائن کے بعد دوسری بائن نہ ہوگی جبکہ دوسری بائن پہلی سے حکایت بن سکے، مثلاً "تو بائن بائن" ہے "یا" میں نے تجھے طلاق کے ساتھ بائنہ کر دیا" یہ اخبار ہے اول سے کو انشاء بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ت)</p>
---	--

(۳) اسی طرح اگر پہلی یا دوسری دونوں (۴) یا تینوں سے یت طلاق کی تو دہوی بائنہ واقع ہوں گی،

<p>لما مر من ان البائن لایلحق البائن ما ممکن حملاً علی الاخبار۔</p>	<p>جیسا کہ گزرا کہ بائن بائنہ کو لاحق نہیں ہوتی جب وہ پہلی سے حکایت بن سکے (ت)</p>
---	--

باقی سب صورت میں خواہ (۵) صرف دوسرا (۶) یا صرف تیسرا (۷) یا پہلا اور تیسرا دونوں (۸) یا

^۱ الہدایہ فصل فی الطلاق قبل الدخول المكتبة العربية کراچی ۳۵۵/۲

^۲ الکافی شرح الوافی

^۳ در مختار باب الکنايات مطبع مکتبائی دہلی ۲۲۵/۱

دوسرے اور تیسرا مقرون بہ نیت ہوں تو ایک ہی بائنہ واقع ہوگی،

کَمَا يَظْهَرُ مِمَّا الْقَيْنَا عَلَيْكَ مِنَ الْاَدْلَةِ اِنْ اُطْلِقَ بِالْثَّلَاثَةِ كَلِمَاتٍ تَقْدِمُهَا طَلَاَقٌ	جیسے ہم نے آپ کو دلائل بیان کر دئے اس سے ظاہر ہے، اور یہ کہ تیسرے لفظ سے طلاق نہ ہوگی جب اس سے قبل طلاق بائنہ ہو چکی ہو۔ (ت)
--	--

پس اس میں شبہ نہیں کہ ہندہ نکاح زید سے خارج ہو گئی اور تا وقتیکہ زید اس سے نکاح جدید نہ کرے وہ اس کی زوجہ نہیں ہو سکتی،

فِي تَنْوِيرِ الْاَبْصَارِ وَيَنْكَحُ مَبَانْتَهُ بِمَادُونَ الثَّلَاثِ فِي الْعِدَّةِ وَبَعْدَهَا بِالْاِجْمَاعِ ^۱ - وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ -	تنویر الابصار میں ہے کہ تین سے کم بائنہ میں دوبارہ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
---	--

مسئلہ ۲۹۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی نسبت کہا "مجھے اس سے کچھ کام نہیں میں اس کو نہیں رکھوں گا اگر اسے گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" پھر اس اندیشہ سے کہ شاید اس سے طلاق نہ ہو گئی ہو اس سے پھر نکاح کر لیا، اس صورت میں عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں اور یہ نکاح کافی ہوا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اس عورت پر طلاق واقع نہ ہوئی اور پہلا ہی نکاح اس کا بحال خود قائم ہے دوسرے نکاح کی کچھ حاجت نہ تھی یہ عبث واقع ہوا۔

فِي الْعَالَمِ الْغِيرِيَّةِ رَجُلٌ قَالَ لِامْرَأَتِهِ مَرَّابَكَارِ نَيْسَتِي وَنَوِي بِهِ الطَّلَاقَ لَا يَقَعُ ^۲ اَنْتَهِي -	عالمگیری میں ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو کہا "تو میرے کام کی نہیں" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ نیت بھی کی ہو (ت)
--	---

اما قولہ "میں اس کو نہیں رکھوں گا"

فَهَذَا اِنْ اِحْتَمَلَ الْجَمَاعُ اَنْ رَكَهْنَا بِلُغْتِنَا يَكْنِي بِهِ عَنِ الْجَمَاعِ اِلَّا اَنْهُ عِدَّةٌ فَلَا يَفِيدُ شَيْئًا. وَاَمَّا قَوْلُهُ (اِس) كُوْغَرِ مِيْن رَكَهْنَا	تو یہ اگرچہ جماع کا احتمال بھی رکھتا ہے کیونکہ "رکھنا" ہماری لغت میں جماع سے کنایہ ہوتا ہے مگر یہ وعدہ ہے لہذا اس سے کچھ بھی مراد نہ ہوگا، اور اس کا
--	--

^۱ در مختار شرح تنویر الابصار باب الرجعة مطبع مکتبائی دہلی ۱/۲۴۰

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۰

<p>قول "اس کو گھر میں رکھوں تو اسی کا دودھ پیوں" تو یہ ایلاء یعنی قسم کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ گھر میں رکھنا، گھر میں رہنے کی اجازت دینا ہے، اس سے وطی مراد نہیں ہو سکتی، اور قسم بھی نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ اس کو گھر میں رکھا بھی تو قسم کا کفارہ نہ پڑے گا کیونکہ بیوی کا دودھ پینا زیادہ سے زیادہ حرام ہے، اور یوں ہی اگر کہا اگر میں یہ کام کروں تو میں زانی یا چور یا شرابی یا سود خور قرار پاؤں، قسم نہ ہوگی۔ ہندیہ میں کافی سے یہی منقول ہے، لہذا اس سے کوئی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>تو اسی کا دودھ پیوں) فہذہ لیس من باب الایلاء فی شئی لان گھر میں رکھنا انما هو الایلاء ای هو التمكن من ان تسكن فی بیتہ ولا یکنی بہ عن الوطی ولا یكون یمینا ایضا حتی لو اواھا ومکنھا بعد من التمكن لاتلزمہ کفارۃ یمین لان شرب لبن العرس غایتہ ان یكون حراماً وقولہ ان فعلت کذا فانما زان او سارق او شارب خمر او اکل ربو فلیس بحالف اھکذا فی الہندیۃ عن الکافی فلا یلزمہ بذلک شیء، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔</p>
---	---

مسئلہ ۲۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس باب کے کہ زید نے حالت نرا نصکی یا راضکی میں ہندہ سے جو اس کی زوجہ ہے یہ کلمے کہے کہ "میرے مکان سے نکل جا اور میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا، تو اب اور کوئی شوہر کر لے، یا کسی سے آشنائی کر، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، اور اگر تو میرے کہنے سے نہ نکلے گی تو پھر میں تیری ناک کاٹ لوں گا کہ پھر تو خاوند کرنے سے بھی بیکار ہو جائے گی" وہ ہندہ بخوف ناک اور بسبب یہ کلمے کہنے زید کے، وہاں سے نکل کر ایک مکان میں کہ جو اس کے اقرباؤں کا تھا چلی آئی، چرچا اس کا محلہ میں پھیلا، جب زید سے آکر اہل محلہ نے کہا ہندہ کے باپ نے جواب پایا زید سے کہ "میری اب طبیعت اس سے بہت ناراض ہے میں اس کو اب اپنے پاس نہ رکھوں گا" اور جس نے کہا یہی جواب پایا کہ "مجھ کو اُس سے کچھ سروکار نہیں اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے وہاں جائے" اور ایک صاحب نے کہا کہ تمہاری بے حرمتی ہوگی تو زید نے کہا "کیا بے حرمتی ہوگی کیا مرد عورت کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں کچھ بے حرمتی اور بے عزتی نہیں ہے" بس یہ کلمے زید کے مثل طلاق ہوئے بیچ حق ہندہ کے یا نہیں؟ جو حکم شرعی ہو اور تمام فرمائیں فقط بینوا تو جو روا۔

الجواب:

یہ کلمات جو زید نے کہے کنایات طلاق میں سے ہیں ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے یعنی

^۱ فتاویٰ ہندیہ کتاب الایمان الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۵/۲

زید مذکور کو اختیار ہے کہ اس سے رجعت کر لے یا بعد انقضائے عدت نکاح کر لے۔ در مختار میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ:

اذہبی و تزویجی یقع واحدة بلا نیۃ ^۱	یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا کہ چلی جا اور دوسرا شوہر کر لے تو اس سے ایک طلاق پڑ جائے گی خود شوہر کی نیت طلاق کی ہو یا نہ ہو۔
---	---

کتبہ محمد احسن الصدیقی الحنفی

محمد احسن صدیقی^{۱۳۶}

الجواب:

اقول: وبالله استعین (میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں۔ ت) جواب میں الفاظ مندرجہ سوال سے تعرض نہیں اور جس بات کا حکم در مختار سے نقل کیا یعنی اگر شوہر نے زوجہ کو کہا "چلی جا اور دوسرا شوہر کر لے" سوال میں بہیئت کذائی نہیں، اگر "اخر جی اور اذہبی" میں فرق نہ کیا جائے تاہم بسبب لفظ ثالث یعنی اس کلام کے کہ "میں اب تجھ کو اپنے یہاں نہ رکھوں گا" صورت مسئلہ کی بدل جائے گی، پس دلیل جناب مجیب کی قطع نظر اس سے کہ رجعی ہونا صورت محکوم علیہا کا اس سے ظاہر نہیں سوال سے علاقہ نہیں رکھتی کہ حکم ہیئت اجتماعیہ کا حالت انفرادی کے حکم سے مغایر ہو سکتا ہے فلا یتم التقریب اصلاً (تو دعویٰ اور دلیل مطابق نہ ہوئے۔ ت) علاوہ بریں بعد تسلیم اس امر کے کہ یہ کلمات کنایات طلاق سے ہیں طلاق مذکورہ کو رجعی قرار دینا بس عجیب ہے اس لئے کہ سوا چند الفاظ کے کہ کتب فقہ میں مذکورہ ہیں باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور لفظ ابتغی الازواج (خاوند تلاش کر۔ ت) کو وقایہ الروایۃ میں کنایات میں ذکر کر کے کہا واحداً بائناً^۲ (ایک بائنے طلاق ہوگی۔ ت)

پس جواب صحیح یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں تین لفظ کنایات طلاق سے مذکور ہیں:

اول، تو میرے مکان سے نکل جا کہ حاصل معنی "اخر جی" کا ہے بشرط نیت اس سے طلاق بائن ہو جاتی ہے کما مر (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت)

^۲ دوم، تو اب کوئی شوہر کر لے یا کسی سے آشنائی کر، اس تردید کے جزء اول کا بھی یہی حکم ہے، وقد مر ایضاً (اور یہ بھی گزر چکا۔ ت)

^۳ سوم، مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں، یہ لفظ بھی کنایات طلاق سے ہے کہ بشرط نیت اس سے

^۱ در مختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱

^۲ شرح الوقایہ باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۸۷/۲

طلاق بائن ہوتی ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

ولو قال لم يبق بيني وبينك عمل يقع الطلاق اذ انوى ¹ ۔	اگر یوں کہا کہ "تیرے اور میرے درمیان کوئی عمل نہ رہا" جب طلاق کی نیت سے ہو طلاق واقع ہوگی۔ (ت)
---	--

پس اگر جملہ یا بعض الفاظ مذکورہ بہ نیت طلاق کے کہے طلاق بائن واقع ہوئی، بے تجدید نکاح کے مباشرت عورت سے حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

البائن يلحق الصريح لا البائن الا اذا ² ۔	بائن طلاق، صریح کو لاحق ہو سکتی ہے بائن کو نہیں مگر جب۔ (ت)
---	---

(جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۹۳: از شہر کہنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنی زوجہ سے جس کا نام ہندہ اور جو کئی سال سے اس کے نکاح میں تھی بغرض اپنی شادی دوسری جگہ کرنے کے اس کو طرح طرح کی تکلیفیں دینا شروع کیں اور بحجر اس پر تہمت زنا کی لگا کر ایک پرچہ تحریر کیا اور پرچہ اپنے قلمدان میں رکھا اس روز ہندہ کو سختی ایسی دی کہ زید کے وارثان نے ہندہ کے وارثوں کو خبر دی کہ تم اپنی لڑکی کو اپنے گھر لے جاؤ وہ سخت تکلیف میں ہے۔ اس پر ہندہ کی ماں ہندہ کو اپنے گھر لے آئی اور پرچہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے وہ بھی ہندہ اپنے ساتھ لائی اس پر ہندہ کے وارثوں نے ایک مجمع عام میں زید کو ایسے کلمات کی تحریر سے نصیحت نہمائش کی، بجواب اس کے زید نے کہا کہ میں نے چھوڑا، مجھے کچھ تعلق نہیں، جو اسباب ہندہ کا ہے ابھی مجھ سے لے لو۔ ہندہ کے وارثوں نے دو شخصوں کو زید کے پاس ہندہ کا اسباب لینے کو بھیجا، زید نے کل اسباب دے دیا، ان لوگوں نے ہندہ کے حوالہ کر دیا، ہندہ نے کہا کہ میرا زیور باقی ہے وہ بھی لاؤ، وہ بھی شخص زیور لینے زید کے پاس گئے، زید نے زیور کا وعدہ کیا کہ بیس روز میں دوں گا۔ چنانچہ زید نے بیسویں روز زیور و چار آدمیوں کے کل زیور دے دیا اور پھر کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ اس صورت میں زید نے دومرتبہ یہ کلمہ کہا کہ مجھ سے کچھ تعلق نہیں۔ منشاء زید کا ان کلمات سے ظاہر ہے۔ عرصہ چار سال ہوا جب سے اس وقت تک کچھ تعلق نہیں رکھا۔ اس صورت میں شرعاً ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر طلاق پڑ جانے اور نکاح زید سے باہر ہو جانے کا حکم دیا جائے گا، ہاں

¹ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکناہیات نوکشتور لکھنؤ ۲۱۶/۱

² درمختار باب الکناہیات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۵/۱

اگر لفظ جوزید نے کہے اسی قدر ہیں اور اس حالت میں وہ حلف شرعی کے ساتھ بیان کرے کہ میں نے یہ الفاظ ہندہ کی نسبت نہ کہے تھے اسے چھوڑنا مراد نہ تھا تو وقوع طلاق کا حکم نہ دیں گے پھر اگر وہ اپنے اس حلف میں جھوٹا ہو تو اس کا وبال اور عذاب الہی کا استحقاق زید ہی پر رہے گا ہندہ پر الزام نہ آئے گا،

ہندیہ میں خلاصہ سے اور وہاں فتاویٰ سے منقول ہے اگر کسی نے بیوی کو کہا "اگر تُو عورت ہے تو مجھ سے تین طلاق" عورت کے ساتھ یاء نسبت کو ذکر نہ کیا، تو پھر کہے کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی، تو طلاق نہ ہوگی اس نے جب یاء کو حذف کر دیا تو اب طلاق بیوی کی طرف منسوب نہ ہوئی۔ ہ۔ نرازیہ اور خانیہ میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا گھر سے میری اجازت کے بغیر مت نکل، کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اس میں خاوند کی وضاحت معتبر ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی اور کی طلاق مراد لے کر قسم کھائی ہو اور واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

فی الہندیۃ عن الخلاصۃ عن الفتاویٰ رجل قال لامراتہ اگر تُو زن منی سہ طلاق مع حذف الیاء لا یقع اذا قال لم انو الطلاق لانه لما حذف فلم یکن مضیفاً الیہا^۱ اھو فی البزازیۃ والخانیۃ فی قولہ لا تخرج من الدار الا باذن فانی حلفت بالطلاق انه یحتمل الحلف بطلاق غیرہا فالقول قولہ^۲ اھو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۳: از قصبہ ولی تحصیل آنولہ ضلع بریلی مرسلہ مسماۃ محمودی بنت شیخ علیم اللہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مسئی ولایت خاں شوہر (مجھ مسماۃ محمودی) نے عرصہ دراز سے مجھ کو چھوڑ دیا ہے، نہ مجھ کو نان نفقہ دیتا ہے، میں بوجہ نہ ملنے نان و نفقہ کے بہت تکلیف میں ہوں، لہذا میں بھی اس شخص سے بوجہ تارک الصلوٰۃ و نیز نہ دینے نان و نفقہ کے ناخوش ہوں، چنانچہ ایک پرچہ نوٹس ناخوشی شوہر مذکور کا میرے پاس آیا وہ ہر شے سوال ہذا ہے، امید کہ برائے خدائے علمائے دین بموجب شرع شریف حکم آزادی کا ارقام فرمائیں تاکہ میں نکاح اپنا کسی شخص صالح سے کر لوں اور عمر میری بسر ہو، عبارت نوٹس یہ ہے کہ پرچہ نوٹس آپ کا دربارہ ناشی متذکرہ نان و نفقہ دختر آپ کی کا یعنی محمودی کا آیا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ کی لڑکی میرے گھر رہی تب تک آپ میرے خسر رہے جس روز سے کہ اس کو میں نے آزاد

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۲

^۲ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۱/۲۱۵

کر کے معہ جملہ اسباب جہیز وغیرہ اس کے ہمراہ کر دیا گیا اور آپ کے گھر بھیج دیا گیا مجھ سے اور اس سے کچھ تعلق شرعاً نہیں رہا، نہ اس کا کوئی سامان میرے ذمہ باقی رہا بلکہ اس روز بہت پچان قبضہ سرولی کے موجود تھے وہ بھی اس امر کے گواہ ہیں، اگر مجھ سے اور مسماۃ مذکور سے کچھ تعلق ہوتا تو میں ضرور اس کے نان و نفقہ کی فکر کرتا، آپ کیوں برابر تحریر کرتے ہیں، اب آپ کے نوٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ پھر پچان جمع کر کے میرے مکان پر لانے والے ہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو مجھ سے اور آپ سے رنج حد کو پہنچے گا، لہذا اب آپ پچان کے جمع کرنے کا ارادہ نہ کریں، اس واسطے نوٹس دیا گیا مطلع رہو۔ از مقام دھنورہ مرسلہ ولایت خاں ۲۱/۱۲ اکتوبر ۱۹۲۰ء۔

الجواب:

عبارت نوٹس سے (کہ جب تک میرے گھر رہی آپ میرے خسر رہے جس روز سے اس کو میں نے آزاد کر کے آپ کے گھر بھیج دیا) صاف اقرار طلاق ظاہر ہے،

بیوی کو "آزاد ہے" کہنا، اگرچہ الفاظ کنایہ میں سے ہے تاہم یہ ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا اور صرف طلاق مراد ہوگی جیسا کہ مخفی نہیں ہے، درمختار میں ہے: بیوی کو کہنا "تو آزاد ہے" ڈانٹ اور جواب کا احتمال نہیں رکھتا، اور اس پر علامہ شامی نے فرمایا "میں نے تجھے آزاد کیا" ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے "تو آزاد ہے" جیسا کہ فتح میں ہے، اور حالت بھی غصہ کی ہو تو پھر طلاق ہی حکم سمجھا جاسکتا ہے، اس میں عورت قاضی کی مانند ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اعتاق المرأة وان كانت من الكنایات فلا يتحمل ردًا ولا سبًا كما لا يخفى. وفي الدر المختار انت حرة لا يحتمل السب والرد¹ قال الشامي واعتقتك مثل انت حرة كما في الفتح² والحالة كما تری حالة الغضب فلا يفهم في الحكم الا الطلاق والمرأة كالقاضي كما في الفتح وغيره۔

پس اگر گواہان شرعی سے ثابت ہو کہ یہ نوٹس اسی کا لکھا ہوا ہے یا وہ مقرر ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہو گئی اور وقت تحریر نوٹس سے عدت لی جائے گی اگرچہ ہندہ بھی تسلیم کرتی ہو کہ جس وقت اس نے گھر سے نکالا تھا طلاق دے دی تھی جس کا اقرار اس نوٹس میں ہے، ہاں اگر ہندہ گھر سے نکالتے وقت

¹ درمختار باب الكنایات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

² رد المحتار باب الكنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۵

طلاق دینے کی مقرر ہے اور اس وقت سے تحریر نوٹس کے وقت تک اتنا زمانہ گزر گیا جس میں عدت منقضی ہو تو عدت تو محمودی کو روز تحریر نوٹس ہی سے کرنی پڑے گی مگر اس عدت کا نفقہ شوہر سے نہ پائے گی

مواخذة علیہا بأقرارها وان امره الشرع بالعدّة قطعاً للتزویر۔	یہ بیوی کے اپنے اقرار پر مواخذہ ہے اگرچہ شرع نے اس کو عدت کا حکم دیا ہے کیونکہ جھوٹ ہو سکتا ہے۔ (ت)
---	---

اگر محمودی اس وقت طلاق دے جانے کی مقرر نہیں تو اس عدت کے ایام کا نفقہ بھی شوہر سے پائے گی،

لان نفقة عدة الطلاق علی الزوج بالنص وبه ظهر ضعف ما فی الخیرية۔	کیونکہ طلاق کی عدت میں نفقہ خاوند پر نص کی وجہ سے ثابت ہوا ہے، اس سے خیر یہ کے بیان کا ضعف واضح ہو گیا ہے (ت)
فی الخیرية سئل فی رجل فرض علیہ القاضی نفقة وکسوة لزوجته ومضت مدّة فأدعی طلاقها منذ زمان اجاب ان کذبته فی الاسناد ولم تقم بینة کان علیها العدّة من وقت الدعوی ولها فیها النفقة والسکنی وان صدقته فلا نفقة لها ولا سکنی ¹ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	فتاویٰ خیر یہ میں ہے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر اس کی بیوی کا نفقہ اور لباس قاضی نے لازم کیا، اور کچھ مدت گزرنے پر خاوند نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے بیوی کو مدت سے طلاق دے رکھی ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عورت خاوند کے اس دعویٰ کو دلیل سے جھوٹ ثابت کر دے اور گواہ پیش نہ کر سکے تو بیوی پر دعویٰ کے وقت سے عدت لازم ہو جائے گی، اور عدت میں اس کو نفقہ اور رہائش ملے گی، اور اگر بیوی خاوند کے دعوے کو سچ قرار دے تو پھر عدت میں نفقہ اور رہائش نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ فتاویٰ خیر یہ باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱/۵۷

مسئلہ ۲۹۵:

علمائے کرام، آپ رحمکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ زید کا ہندہ کے ساتھ شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع گشت بعد چند روز ہندہ را خلل جن واقع گردید از دُعا و ایچ فاقہ نہ شد سالے بہمیں حال مبتلا ماند والدین ہندہ ہندہ را بر مکان خود آوردند و والدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع و احتراز از صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا بر تو ہم مستولی نشود زید نوع خیال ایں سخن نکرد و خفیہ از والدین خود آمد و شد جاری داشت و قتیکہ والدین زید از یں آمد و شد مطلع شدند زید را تنگ گرقتند و ممانعت قطعی نمودند زید نصیحت و انتناع والدین کا رگش واز ہندہ انقطاع کلی کرد و ہدیریں اثنا بفضل الہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از انقطاع دارد و تا حال بہ ہندہ رجوع نگردید و ارادہ رجوع ہم ندارد و تا سہ سال کامل نزد والدین خود قیام نمود و تا حال موجود ست جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند و والدین ہندہ مفلوک الحال و مزدور پیشہ ہستند و زید از قرض نانے ہم با ہندہ گاہے مفلوک گشت و نمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانین در میان آمد آازید و والدینش صاف جواب داد و گفت کہ (مارا از ہندہ مطلق سرکار نیست از جانب ما یں جواب صاف را طلاق فہمید) پس اندر یں صورت نکاح ہندہ بادیگر کس کردن جائز خواہد شد

یائہ، علمائے

علمائے کرام، آپ رحمکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ زید کا ہندہ کے ساتھ شرع محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع گشت بعد چند روز ہندہ را خلل جن واقع گردید از دُعا و ایچ فاقہ نہ شد سالے بہمیں حال مبتلا ماند والدین ہندہ ہندہ را بر مکان خود آوردند و والدین زید زید را نصیحت کردند کہ انقطاع و احتراز از صحبت ہندہ باید کرد مبادا ایں بلا بر تو ہم مستولی نشود زید نوع خیال ایں سخن نکرد و خفیہ از والدین خود آمد و شد جاری داشت و قتیکہ والدین زید از یں آمد و شد مطلع شدند زید را تنگ گرقتند و ممانعت قطعی نمودند زید نصیحت و انتناع والدین کا رگش واز ہندہ انقطاع کلی کرد و ہدیریں اثنا بفضل الہی ہندہ را صحت کلی حاصل گشت مگر زید از انقطاع دارد و تا حال بہ ہندہ رجوع نگردید و ارادہ رجوع ہم ندارد و تا سہ سال کامل نزد والدین خود قیام نمود و تا حال موجود ست جملہ مصارف ہندہ متعلق والدین ہندہ ماند و والدین ہندہ مفلوک الحال و مزدور پیشہ ہستند و زید از قرض نانے ہم با ہندہ گاہے مفلوک گشت و نمی شود بارہا گفتگوئے ایں بجانین در میان آمد آازید و والدینش صاف جواب داد و گفت کہ (مارا از ہندہ مطلق سرکار نیست از جانب ما یں جواب صاف را طلاق فہمید) پس اندر یں صورت نکاح ہندہ بادیگر کس کردن جائز خواہد شد

یائہ، علمائے

<p>ذوی الکرام ومفتیان ذوی الاحترام استفتاء را از مواہیر و دستخط بجواب صاف شریعہ مزین فرمائید بیوا تو جروا مکر را ینکہ گفتگو سے او والد نیش کہ آں بر جواب صاف دادن مبنی ست جواز طلاق دادن رایانہ فقط،</p>	<p>جواب ہے اور اس کو طلاق سمجھا جائے، تو کیا اندریں حالات، ہندہ کا کسی دوسرے شخص سے نکاح جائز ہو گیا نہیں؟ علمائے کرام اور مفتیان ذوی الاحترام سے درخواست ہے کہ استفتاء کا جواب اپنے دستخطوں اور مہروں سے مزین فرما کر مابور ہوں، نیز مکر رہے کہ زید اور اس کے والدین کا یہ کہنا کہ "ہمارے صاف جواب کو طلاق سمجھا جائے" کو طلاق دینا متصور کیا جائے یا نہیں، فقط، (ت)</p>
--	---

الجواب:

<p>اللهم هداية الحق والصواب۔ در صورت مستفسره طلاق براس زن واقع نشد زیرا کہ سروکار نبودن جز اظهار بے غرضی و بے پروائی افادہ معنی دیگر نمی کند و اگر شوہر مرز نش را گوید مرابطہ غرض نیست یا پروائے تو نداریم یا تو مرا بکار نیستی یا تو مرا چیزے نباشی یا میان من و تو چیزے نمائندہ است ہر گز طلاق واقع نشود اگرچہ باینہ ارادہ و نیت طلاق کردہ شد فیہر ظاہر کہ سروکار نبودن بیش ازین الفاظ نیست بلکہ علماء روشن گفتہ اند کہ اگر زن را گفت تو مرا بیگانہ ایں ہم لغو و مہمل باشد پس لفظ مذکور فی السؤال اولی باہمال فی العلمگیریہ لوقال لاحاجۃ لی الیک ینوی الطلاق فلیس بطلاق (وفیہا) اذا قال لا اریدک ولا احبک ولا اشتہیک ولا رغبۃ لی فیک فانہ لا یقع وان نوی فی قول ابی حنیفۃ رحمہم</p>	<p>اے اللہ! حق کی رہنمائی فرما۔ (ت) مسئولہ صورت میں عورت کو طلاق نہ ہوئی، کیونکہ سروکار نہ ہونا، بے غرضی، بے پروائی کے علاوہ کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ اگر شوہر خاص بیوی کو کہے "مجھے تجھ سے غرض نہیں، میں تیری پروا نہیں رکھتا، تو میرے کام کی نہیں، تو میرے لئے کوئی چیز نہیں، یا تیرے اور میرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں رہی" تب بھی ہر گز طلاق نہ ہوگی، اگرچہ یہ الفاظ طلاق کی نیت سے بھی کہہ دے اور طلاق کی نیت کرے، تو "سروکار نہیں" ان مذکورہ الفاظ سے زیادہ سخت نہیں، بلکہ مشہور علماء کا ارشاد ہے کہ اگر خاوند، بیوی کو یہ کہے "تو میرے لئے بیگانی ہے" تو یہ مہمل اور لغو کلام ہوگی، تو سوال میں مذکور الفاظ بطریق اولیٰ مہمل ہیں، عالمگیری میں ہے کہ خاوند بیوی کو کہے "مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں" اور طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ ہوگی۔ اور اسی میں ہے اگر یوں کہے کہ "میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا، میں تجھ سے خواہش نہیں رکھتا" یا کہے "مجھے تجھ میں کوئی رغبت</p>
---	--

نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے۔ اور اسی میں ہے کہ اگر یوں کہا "میرے اور تیرے درمیان کوئی چیز باقی نہیں" تو نیت طلاق کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ اور خلاصہ میں ہے اگر خاوند نے کہا تو میرے لئے بیگانی ہے یا کہ مجھے تجھ سے کوئی حاجت نہیں، تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ عالمگیری میں ہے کہ علامہ ابوبکر سے نشہ والے کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے اپنی بیوی کو کہا "میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں" تو میرے لئے کچھ نہیں" تو انہوں نے جواب میں بیان فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ طلاق نہ ہوگی اور بیوی بحال رہے گی۔ تو واضح ہو گیا کہ سوال میں مذکور لفظ، صریح یا کنایہ طلاق کا لفظ نہیں ہے تو ان کا کہنا کہ "ہمارا صاف جواب طلاق سمجھا جائے" بھی لغو اور مہمل ہے، کیونکہ اس سے قبل زید کی طرف سے طلاق کا کوئی اظہار نہیں، تو اس کی کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ گویا اس نے کہا "میں نے اس بات سے طلاق کی نیت کی ہے" اور نیت بھی کرے تب بھی طلاق کے لئے کارگر نہیں ہے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، پس یہ مہمل

اللہ تعالیٰ^۱ (وفیہا) لو قال لم یبق بینی و بینک شیعی ونوی بہ الطلاق لایقع^۲ وفي الخلاصة قال تو مرا یگانہ او قال لا حاجة لی فیک لایقع وان نوى^۳ وفي الهندية ایضا سئل ابوبکر عن سکران قال لامرأته بیزارم بیزارم بیزارم تو مرا چیزے نباشی الی قوله ارجو انها لاتطلق وهي امرأته^۴، وچوں ظاہر شد کہ اس لفظ از الفاظ طلاق نیست نہ صریح نہ کنایہ، پس قول او کہ از جانب مائیں جواب صاف راطلاق فمند نیز لغو باشد زیرا کہ او پیش از اظہار طلاق نیست پس گویا حاصل کلامش آن ست کہ چنیں گفتہ کہ بایں گفتن نیت طلاق کردم و خود اگر نیت ے کرد کارگر نمی باشد کما وضحا پس اظہار مہمل جز مہمل نباشد

قلت ولا یسکن جعله طلاقاً مبتدأً لانه

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

^۳ خلاصۃ الفتاویٰ کتاب الطلاق مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۹۸

^۴ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۳

برائے مہمل ہے۔ قلت (میں کہتا ہوں۔ ت) اس گفتگو کو ابتداء طلاق قرار دینا درست نہیں، کیونکہ شرعی طور پر غیر معتبر لفظ سے اشارہ ہے، اور جو شرعاً غیر معتبر ہو اس کو کوئی بھی معتبر نہیں بنا سکتا، دُر مختار میں فرمایا کہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ وہ بیدار ہو کر کہے کہ میں نے اسے جائز قرار دیا ہے یا اس کو واقع کرتا ہوں، تو پھر بھی نہ ہوگی کیونکہ وہ جس کلام کو واقع کرنا چاہتا ہے وہ نیند کی کلام ہے جو غیر معتبر ہے، جوہرہ، اھ۔ اور خانیہ میں اس خاص جزئیہ کی تصریح کی ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے، تو یہ خیال کر لے کہ تُو طلاق والی ہے تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت سے بھی کہے اھ ملخصاً، لہذا مسئلہ صورت میں ہندہ کو ہرگز جائز نہیں کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے۔ یہ میری تحقیق ہے حقیقی علم اللہ تعالیٰ رب العزت کو ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

ارشاد الی غیر معتبر شرعاً وما لم یعتبر شرعاً فلیس فی وسع احداث یجعله معتبراً قال فی الدر المختار لا یقع طلاق النائم ولو قال اجزته او اوقعته لا یقع لانه اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرہ^۱ اھ وقد صرح بالجزئیة فی الخانیة حیث قال، قال لہا احسبی انک طالق لا یقع وان نوی^۲ اھ ملخصاً پس در صورت مذکورہ زہار روایت سے کہ ہندہ با مردے دگر نکاح کند هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶: ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کچھری میں اپنی بی بی کی نسبت بیان کیا کہ میرا اس سے نکاح نہیں ہوا اور اس کی اولاد میرے نطفہ سے نہیں ہے اور حاکم نے بموجب بیان کے مقدمہ کو فیصلہ کر کے اس کی بی بی اور اس کی اولاد قرار نہ دی حالانکہ نکاح اس کا درحقیقت اسی عورت سے ہو چکا تھا اب شرعاً نکاح اس کا جائز رہا یا نہ رہا اور اولاد اس کی فوت ہونے کے بعد اس کا ترکہ پائے گی یا نہ پائے گی اور بعد حث اس شخص پر کفارہ یمن عائد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

^۱ در مختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۸/۱

^۲ قاضی خان کتاب الطلاق نوکسور لکھنؤ ۲۱۰/۱

الجواب:

سائل مظہر کہ شخص مذکور نے انگریزی کچہری میں کسی مصلحت سے ایسا اظہار حلفی دیا پس صورت مستفسرہ میں وہ شخص جھوٹے حلف کا گنہگار ہوا، توبہ استغفار کرے، باقی نہ نکاح گیانہ کفارہ آیا، نہ اولاد اس کے لئے ترکہ سے محروم ہوئی،

امابقاء النکاح فلان جحوده لایزیله والمقام ههنا متعین للاخبار لانه فی اظهار لاسیما مع الحلف بل اللفظ بنفسه لایحتمل الانشاء کما لایخفی بخلاف قول القائل لست لی بامرأة فلم یکن طلاقاً اجماعاً۔	نکاح کا باقی رہنا اس لئے کہ اس کا انکار نکاح کو موثر نہیں کرتا جبکہ یہ مقام بھی خبر دینے کے لئے متعین ہے کیونکہ یہ اظہار ہے اور وہ بھی حلف کے ساتھ ہے بلکہ خود لفظ بھی انشاء کا احتمال نہیں رکھتا، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی کہے کہ "تو میری بیوی نہیں ہے تو یہ بالاجماع طلاق نہیں (باوجودیکہ یہ انشاء ہے)۔" (ت)
---	---

عالمگیری میں ہے:

ان قال لم اتزوجك ونوی الطلاق لایقع الطلاق بالاجماع کذا فی البدائع ¹	اگر خاوند کہے "میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا" تو بالاجماع طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ بدائع میں ہے (ت)
--	--

اسی میں ہے:

اتفقوا جیبعا انه لو قال والله ما انت لی بامرأة ولست والله بامرأة فانه لایقع شیء وان نوی کذا فی السراج الوهاج ² ، مدخصاً۔	اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر خاوند کہے "خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں" یا یوں کہے "خدا کی قسم میری بیوی نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے ملخصاً۔ (ت)
---	---

اسی طرح اور کتب میں ہے:

واما عدم الکفارة فلان المعهود فی محاکمهم غیر القسم وان کان فلا کفارة	اور لیکن کفارہ اس لئے نہیں کہ کچہری میں حلف کو قسم نہیں قرار دیا جاتا ہے، اور اگر قسم ہو بھی تو
--	---

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

² فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

<p>فی غموس وامأعدم انتفاء نسب الولد حتی یحرموا من ترکة فلعدم تحقق اللعان ومجرد النفی لا ینفی وان تصادق علیہ الزوجان۔</p>	<p>یہ یمین غموس ہے جس پر کفارہ لازم نہیں ہوتا، (ماضی کے معاملہ میں جھوٹی قسم کو یمین غموس کہتے ہیں) باقی بچے کے نسب کا انتفاء اس لئے نہیں ہوگا کہ لعان کے بغیر نکاح کی نسبت منتفی نہیں ہو سکتی، اور لعان کے بغیر نفی پر خاوند بیوی دونوں متفق ہو جائیں تب بھی اولاد کی نسب منتفی نہیں ہو سکتی۔ (ت)</p>
--	--

در مختار میں ہے:

<p>من قذف زوجته ونفی نسب الولد منه او من غیره وطالبته ببوجب القذف وهو الحد، لا عن فان لاعنت بعده والا جست تلاعن او تصدقه فان صدقه لا ینتفی النسب لانه حق الولد فلا یصدقان فی ابطاله اھملتقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>جس نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا بچے کے نسب سے انکار کر دیا، یا بیوی کے پہلے خاوند سے بچے کے نسب کو اس کے والد سے منتفی کیا اور بیوی نے قاضی کے ہاں اس پر حد قذف کا دعویٰ کیا تو خاوند نے لعان کیا تو اس کے بعد اگر عورت نے لعان کیا تو بہتر ورنہ بیوی کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ لعان کے لئے تیار ہو جائے یا خاوند کی تصدیق کرے، اور خاوند کی تصدیق کر دی تو نسب منتفی نہ ہوگا کیونکہ یہ بچے کا حق ہے، لہذا بچے کے حق کو باطل کرنے میں ان دونوں کی بات تسلیم نہ کی جائیگی اھملتقط واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۲۹۷: ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی منکوحہ سے دو بار کہا کہ "تو میرے نکاح سے باہر ہے، بجائے میری ماں بہن کے ہے" آیا اس کی منکوحہ پر طلاق پڑی یا نہیں؟ اور یہ ظہار ہے یا نہیں؟ اور اگر طلاق ہو گئی تو رجعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور بعد رجعت کفارہ ظہار زوج کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

سائل نے عند التفتیش بیان کیا کہ اس نے ایک جگہ جانے کے لئے اپنی زوجہ کو کہا تھا اس نے

^۱ در مختار باب اللعان مطبع مکتبائی دہلی ۱/۵۲-۲۵۱

انکار کیا اس نے اصرار کیا آخر کہا "اگر نہ جائے گی تو میرے نکاح سے باہر ہو جائے گی" اس نے پھر بھی نہ مانا تو کہا "تو میرے نکاح سے باہر ہو گئی، تو بجائے میری ماں بہن کے ہے" اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جانے کا حکم ہے،

لان اللفظ من الکنايات كقوله لم يبق بيني وبينك نكاح كما في الهندية وظاهر انه لا يصلح ردًا ولا سبًا والحالة حالة الغضب۔	کیونکہ یہ لفظ کنایات میں سے ہے، جیسا کہ "تیرے اور میرے درمیان نکاح نہیں" جیسا کہ ہندیہ میں ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا اور حالت بھی غصہ والی ہے۔ (ت)
---	--

اور اب ظہار کا کوئی محل نہیں،

فان الظهار يعتمد الزوجية كما في الدر المختار وانه بعد البيونة صادق في بيان الحرمة كما في رد المحتار ۔	کیونکہ ظہار نکاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ در مختار میں ہے، اور خاوند طلاق بائن کے بعد اپنے بیان حرمت میں سچا ہے جیسا کہ رد المحتار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)
---	---

تو کفارے کی حاجت نہیں اور صرف رجعت کی صورت نہیں بلکہ نکاح پھر کرے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

ازر چھاتھانہ بیٹری ضلع بریلی

مسئلہ ۲۹۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے بیٹوں سے ناخوش ہوا اور ان کو علیحدہ کر دیا، لوگ برادری کے جمع ہوئے کہ ان کو ایک جگہ جمع کر دیں، باپ یعنی زید کو سمجھانا شروع کیا، اسی اثناء میں زید نے اپنی بی بی کی نسبت کہا کہ مجھ کو اس سے کوئی تعلق نہیں خواہ یہ اپنے لڑکوں میں رہے یا کسی جگہ چلی جائے میں لا دغوی ہوں مجھ کو اس سے کچھ مطلب نہیں، وہ برادری کے لوگ جو جمع تھے ان میں سے ایک شخص عمرو نے کہا کہ اے زید! خاموش ہوا اپنی زبان کو روک، یہ کیا کہتا ہے، ایسے لفظ نہیں بولتے ہیں زید نے پھر دوبارہ سہ بارہ اسی طرح سے کہا کہ میں پھر کہتا ہوں کہ مجھ کو کوئی دغوی نہیں جہاں چاہے چلی جائے مجھ کو کچھ تعلق نہیں، غرض جوں جوں عمرو اس کو سمجھاتا تھا اتنا ہی زید ان الفاظ کو بار بار کہتا تھا چار چھ مرتبہ اُن سب کے زور و رویہ الفاظ زید نے اپنی زبان سے نکالے، اب زید چاہتا ہے کہ میں بی بی کو اپنے پاس رکھوں، برادری کے بعض لوگ بھی کہتے ہیں کہ زید نے اس وقت غصے میں کہہ دیا تھا کچھ حرج نہیں اور چاہتے ہیں کہ میاں بی بی کا میل جول کراوے، تو فرمائیے کہ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور میاں بی بی کو خلط ملط

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

جائز ہے یا نہیں؟ یا جو بات عند اللہ ہو بیان فرمائیے، بینوا بالصدق والصواب وتوجروا عند اللہ یوم الحساب۔

الجواب:

"مجھے اس سے کچھ مطلب نہیں" کے سوا باقی الفاظ کنایات طلاق سے ہیں ان کے کہنے میں اگر زید نے عورت کو طلاق دینے اور اپنے نکاح سے باہر کر دینے کی نیت کی تھی تو ایک طلاق بائن ہو گئی،

ولا یتعدد بالتکرار لان الکناۃ البائنة لاتلحق طلاقاً بائناً کما فی البحر والدردو غیدہ۔	اور یہ تکرار کی وجہ سے متعدد طلاقیں نہیں ہو سکتیں، کیونکہ کنایہ والی بائنہ طلاق پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی، جیسا کہ بحر اور درو غیر ہما میں ہے (ت)
---	---

اس صورت میں تو عورت کو رضامندی کے ساتھ اس سے نکاح کر لے اور اگر یہ الفاظ عورت کو طلاق دینے کی نیت سے نہ کہے تھے تو طلاق ہی نہ ہوئی عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے یہ بات کہ ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہ کی تھی خود زید کے بیان سے معلوم ہوگی عورت اس سے قسم لے کر پوچھے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو طلاق کا حکم نہ ہوگا،

فی الدر المختار وی کافی تحلیلہا لہ فی منزلہ ^۱	در مختار میں ہے کہ عورت کا گھر میں خاوند سے قسم لے لینا کافی ہے (ت)
--	---

اگر زید جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا وبال زید ہی پر ہے، عورت الزام سے بری ہے اور اگر زید قسم کھانے سے انکار کر دے یا صاف اقرار کر دے کہ میں نے وہ الفاظ بنیت طلاق کہے تھے تو بغیر نکاح جدید کے اُن میں میل جول نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۹: از سر ولی پر گنہ آنولہ ضلع بریلی محلہ رنگیزاں مرسلہ مسیتن زوجہ وزیر بیگ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھ مسماۃ مسیتن کو مرزا وزیر بیگ شوہر میرے نے عرصہ دراز سے ہر طرح کی تکلیف دے کر اپنے مکان سے نکال دیا ہے اور میں اپنے باپ کے گھر رہتی ہوں، یہاں تک کہ میں نان شبینہ کو محتاج ہوں، چنانچہ چند بار میں نے شوہر مذکور سے بابت نان و نفقہ بذریعہ تحریر طلب کیا سو اس کے جواب میں یہ نوٹس بھیجا جو ہر شتہ سوال ہذا ہے یقین ہے کہ ملاحظہ سے گزرا ہوگا لہذا امید ہوں کہ برائے عند اللہ بموجب حکم شرع شریف کے اجازت ہو کہ میں اپنا نکاح کسی مرد صالح

^۱ در مختار باب الکناۃ مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۳/۱

کے ساتھ کرلوں جس سے قوت بسری میری متصور ہو فقط

نقل نوٹس: نوٹس بنام مسماۃ مسیتن ذخیر خیراتی واضح ہو تم نے چند بار واسطے خرچ کے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو خرچ کی سخت ضرورت ہے خوب بات ہے اگر تم بلا اجازت میرے اپنی ماں کے گھر نہ چلی جاتیں تو میں تم کو خرچ کچھ نہ کچھ دیا کرتا اگرچہ میں پہلے ہی تم سے از حد ناخوش ہوں مگر اب تو میرا بالکل ہی تم سے کچھ تعلق نہیں رہا، مجھ سے تم کسی قسم کی اُمید مت رکھنا بلکہ تم کو اپنی ذات کا اختیار ہو چکا، میں تم سے دست بردار ہوں، زیادہ اور لکھوں فقط، راقم وزیر بیگ از پیاس ۹ جولائی ۱۹۰۴ء

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق بائن پڑنے کا حکم دیا جائے گا عورت اپنے آپ کو نکاح سے باہر سمجھے اور روز طلاق کے بعد تین حیض کامل شروع ہو کر ختم ہو جانے کے بعد اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے،

<p>کیونکہ کنایات میں تعلق کی نفی کو طلاق دینا قرار دیا گیا ہے اور یونہی "دستبردار ہونا" کا حکم ہے، یہ دونوں لفظ جواب اور ڈانٹ کا احتمال نہیں رکھتے اور حالت بھی غصہ والی ہے، اس لئے طلاق واقع ہونے کا حکم ہوگا اور اسی طرح باقی الفاظ بھی کنایہ والے ہیں جن سے طلاق ہی مراد ہوتی ہے اور ان سے بیوی کو اختیار دینا نہیں ہوتا جیسا کہ محاورات کے مفہومات کو سمجھنے والا ہر شخص جانتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)</p>	<p>لان نفی التعلق من بین کنایات التطلیق و کذا دست برداری ولا یحتملان ردا و لاسباً والحالة حالة الغضب فی حکم بالوقوع بل اللفظ الباقی ایضاً کنایۃ عن التطلیق دون التفویض کما یعلم من یعرف اسالیب التحاور واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>
--	---

مسئلہ ۳۰۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور اس کا مرد یعنی خاوند اس کا میاں بی بی میں جھگڑا اور فساد ہوا اور غصہ تھا اس غصہ کی حالت میں عورت نے کہا مجھ کو طلاق دے دو، اس کے میاں نے غصہ کی حالت میں تین بار کہا تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی تو ہماری بہن ہو چکی۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں جب غصہ اُتر تو خیال کیا یہ ہم نے کیا کہا فقط۔ یہ واقعہ ہوا ہے ایک نومبر ۱۹۰۶ء کو، آج پانچواں دن ہے۔

الجواب:

تین طلاق کی اس صورت میں اصلاً گنجائش نہیں،

<p>کیونکہ اگر بائن ہو تو وہ پہلی بائنہ کو لاحق نہیں ہو سکتی،</p>	<p>لانہ کان بائننا و البائن لا یلحق البائن</p>
--	--

و ظاہر انہ لیس ظہار العدم التشبیہ و ظاہر کلامہم ان لا طلاق فیہ تأمل۔	اور ظاہر یہ ہے کہ ظہار نہیں کیونکہ ظہار میں تشبیہ ہوتی ہے جو یہاں نہیں ہے لہذا فقہاء کرام کا ظاہر قول یہی ہے کہ اس صورت میں طلاق نہ ہوگی، غور کی ضرورت ہے۔ (ت)
---	--

احتیاط یہ کہ آپس میں نکاح نئے سرے سے کر لیں، دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸ شوال ۱۳۲۶ھ

از شاہجہانپور محلہ باروزی اول

مسئلہ ۳۰۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ ہندہ اپنی ساس کی بد مزاجی اور سخت کلامی سے اپنے والدین کے مکان پر چلی آئی زید اس کے شوہر نے جو پردیس میں ملازم ہے ایک خط بقلم خود بذلیہ ڈاک ہندہ کے باپ کے نام لکھا، علاوہ کلمات سخت کے یہ بھی لکھا کہ اب آپ عمر بھر لڑکی کو بٹھائے رکھئے اور اب وہ کبھی نہیں بلائی جاوے گی اور اب آپ دیکھئے گا کہ مجھ کو لوگ کیسے لڑکی دیتے ہیں اور اب آپ لڑکی کو اپنے پاس رکھئے اور آپ کی لڑکی میں کیا صفت ہے، اب آپ لڑکی کو بٹھائے رکھئے جب تک جی چاہے، اور میرا اس کا کچھ تعلق نہیں اور اب آپ کی لڑکی کو کوئی نہیں بلائے گا اور میں والد صاحب کو لکھ دوں گا کہ آپ سے کچھ تعلق نہ رکھا جاوے اور لڑکی کو بلایا جاوے اور میری آپ کی خط و کتابت بھی یہیں سے قطع ہوتی ہے اب آپ جواب اس کا نہ دیجئے گا میں نہیں چاہتا، پس یہ کلمات جو زید نے لکھے وہ طلاق تک پہنچے یا نہیں؟

الجواب:

ایسے خط سے طلاق نہیں ہو سکتی جب تک زید اس کے لکھنے کا اقرار نہ کرے، پھر بعد اقرار بھی حکم طلاق نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس لفظ کے بہ نیت طلاق کہنے کا اقرار نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی تعلق نہیں، ہاں اگر وہ کہے کہ یہ خط میں نے اور یہ الفاظ بہ نیت طلاق لکھے تھے تو ضرور ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائیگا اور اگر واقع میں اس نے یہ لفظ بہ نیت طلاق لکھے تھے اور اب اس کا انکار کر جائیگا تو اس کا وبال اس پر ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۲: از شاہجہان پور محلہ دلدراک متصل مسجد کوٹھی بابو سمیع اللہ خاں مرسلہ سید امجد علی صاحب ہیڈ کانسٹیبل

پیشہ ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

عمر و ایک نوکری پیشہ ہے اور اس کی ایک لڑکی محمودہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ رہتی تھی عرصہ تین چار سال ہوا کہ اس کی ماں سوتیلی نے اپنے حقیقی بھائی کی صلاح سے جو محمود کا سوتیلیا ماموں ہے بلار ضامندی عمرو محمودہ جس کی عمر ۱۴ سال تھی کی شادی خالد جو بد چلن لامذہب آدمی ہے سے کر دی، دس بارہ یوم میں محمودہ کو جب علم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام مطابق شرع نہیں، تب خالد کو فہمائش پابندی نماز کی کی جس پر

محمودہ کو سخت و سُست کہا گیا اور ہر طرح کی تکلیف خورد و نوش اور صوم و صلاۃ کی دی گئی اور آخر کار خالد نے محمودہ کو باپ کے گھر پہنچا دیا، کچھ عرصہ بعد والدہ و نانی خالد کی آئیں اور خدا اور رسول کو درمیان میں ڈال کر اور اقرار اس بات کا کر کے کہ اب لڑکی کو تکلیف نہ ہوگی اور اس کو ناخوش نہ رکھا جائے گا محمودہ کو رخصت کرا لے گئیں، دس پندرہ یوم تک محمودہ وہاں رہی، مگر قسم اور اقرار کی پابندی نہ دیکھ کر وہ میکہ چلی آئی غرضیکہ اس عرصہ چار سال میں چار پانچ مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا، اخیر مرتبہ خالد کے باپ نے حلف لیا اور ذمہ دار ہوا اور لڑکی کو رخصت کرا لے گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد خالد نے محمودہ سے بات چیت کرنا گھر میں آنا چھوڑ دیا اور بالآخر زیور و کپڑا اتار کر یہ کہہ کر کہ اب عمر بھر کو جاؤ ہم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اس کو میکہ میں پہنچا دیا اور ایک جماعت کثیر کے جلسہ میں جس میں چند اصحاب نمازی اور پابندِ صوم و صلوٰۃ موجود تھے کہا کہ ہم نے اب درجہ ہی پھونک دیا اور مجھ سے و محمودہ سے کوئی تعلق نہیں رہا اور جب سے اب تک کوئی خبر گیری نہ لی۔

الجواب:

لوگ بہت گول سوال کرتے ہیں کچھ نہ بتایا کہ نکاح کے وقت محمودہ بالغہ تھی یا نابالغہ، چودہ سال کی عمر میں دونوں باتیں محتمل ہیں، اگر عارضہ ماہواری آتا ہو بالغہ ہے ورنہ نابالغہ، یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر بالغہ تھی تو اس کا اذن لیا گیا یا نہیں، اور نابالغہ تھی تو باپ نے اس نکاح کو سُن کر کیا کہا اور یہ رخصت کس کی اجازت سے ہوئی۔ جب تک ان باتوں کی تفصیل نہ بتائی جائے حکم متعین نہیں ہو سکتا، اور ہر شق کا حکم بتانا خلاف مصلحت شرعیہ ہے، تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ نکاح کو صحیح مان کر طلاق کی نسبت استفسار ہے کہ ان لفظوں سے ہوئی یا نہیں، اگر وہ واقعی لامذہب ہے بایں معنی کہ زندیق و دہریہ ہے کوئی دین نہیں رکھتا یا بایں معنی کہ وہابی غیر مقلد ہے جب تو نکاح ہی نہ ہوا طلاق کیسی، اور اگر بایں معنی کہا کہ دین کے احکام پر قائم نہیں، ہر قسم کے لوگوں سے میل جول ہے، تو اگر نکاح صحیح فرض کر لیا جائے جس کی حقیقت بغیر امور مذکورہ کے واضح نہ ہوگی تو طلاق کی نسبت اتنا جواب ہے کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں، طلاق اس کی نیت پر موقوف ہے، اگر بہ نیت طلاق کہے ایک طلاق بائن ہوگئی، عورت نکاح سے نکل گئی ورنہ نہیں، اور نیت ہونے نہ ہونے میں مرد کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے، کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

از رانچی اوپر بازار مرسلہ جناب عبدالرب

مسئلہ ۳۰۳:

شوہر نے اپنی بی بی سے کہا کہ مجھ سے اور تجھ سے کوئی سروکار واسطہ نہیں میں نے تجھ کو چھوڑ دیا

بعد کہنے ان الفاظ کے تفرقہ و قطع تعلق بعد زمانہ ڈیڑھ سال کے دوسرے مرد نے اس عورت سے نکاح کرنا چاہا بعض نے کہا کہ اسے شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے، شوہر سے پوچھا کہ تم نے طلاق دی ہے یا نہیں، اس نے بیان کیا کہ ڈیڑھ دو سال سے میں نے اس کو چھوڑ دیا ہے اور کوئی واسطہ و سرکار نہیں ہے اور وہ داخل طلاق ہے اور طلاق ہی جائے، سوال یہ ہے کہ واسطہ و سرکار نہیں اور میں نے اسی کو چھوڑ دیا ہے، طلاق بالکناہیہ محتاج نیت و دلالت حال کی ہے، عرصہ ڈیڑھ دوسرے سے باہمی تفرقہ و قطع تعلق رکھنا موافق قول ثانی امام محمد کے جو مختار سعدی ہے دلیل اوپر نیت طلاق کے ہے تیسرا جملہ داخل طلاق یا طلاق ہی جائے صریح ہے، پس وقوع طلاق مسند زمان ماضی اندر مدت ڈیڑھ دو سال کے ثابت ہے یا نہیں اور انقضائے عدت زمانہ وقوع طلاق سے عرصہ ڈیڑھ دو سال کے اندر موافق روایات فقہیہ متعلق ہے یا نہیں، اور یہ دوسرا نکاح بعد ڈیڑھ دو سال کے صحیح ہوا یا نہیں، زید بسند کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ و مخرج وغیرہ ثابت کرتا ہے کہ جب وقوع طلاق باسناد مسند زمان ماضی متعلق ہے اور طلاق سبب عدت تو عدت اندر ڈیڑھ دو سال کے گزر گئی نکاح دوسرا صحیح ہے بکر کہتا ہے کہ نہیں بلکہ وقت اقرار سے عدت محسوب ہوگی یہ دوسرا نکاح باطل ہے بلکہ تمتع فیما بین داخل زنا، پس قول بکر کا صحیح ہے یا زید کا؟

الجواب

"مجھ کو تجھ سے کوئی سروکار نہیں" یہ تو الفاظ طلاق سے ہی نہیں،

کقولہ لا حاجة لی فیک لا اشتھیک اکیانص علیہ فی العلمگیریہ وغیرہا۔	جیسا کہ خاوند کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، تجھ میں میری خواہش نہیں ہے، جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے (ت)
--	---

"مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" یہ ضرور کنایات طلاق سے ہے کقولہ لم یبق بینی و بینک شیعہ^۲ (جیسا کہ یوں کہے میرے اور تیرے درمیان کچھ نہیں ہے۔ ت) اور "میں نے تجھ کو چھوڑ دیا" یہ لفظ صریح ہے کما بینناہ فیما علقناہ علی رد المحتار (جیسا کہ ہم نے رد المحتار کے حاشیہ میں اس کو بیان کر دیا ہے۔ ت) اب اگر اُس نے ان لفظوں سے کہ "مجھ سے تجھ سے کوئی واسطہ نہیں" طلاق کی نیت کی تھی تو دو طلاقیں بائن ہو گئیں،

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکناہیات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

^۲ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکناہیات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۶

فأن الصريح يلحق البائن والرجعي اذا جمعه البائن جعله بائناً لامتناع الرجعة۔	کیونکہ صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے اور صریح اور بائن جمع ہو جائیں تو بائنہ صریح کو بائنہ بنا دیتی ہے کیونکہ رجوع نہیں ہو سکتا۔ (ت)
--	--

اور اگر اس سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق رجعی ہوئی اگرچہ دوسرے لفظ سے بھی نیت نہ کی ہو،

لان الصريح لا يحتاج الى النية ولتاخره عن الكناية لم يكن قرينة على نية الطلاق بها۔	کیونکہ صریح طلاق نیت کی محتاج نہیں ہوتی، چونکہ صریح طلاق یہاں کنایہ کے بعد ہے لہذا کنایہ کے وقت نیت طلاق کا قرینہ موجود نہ تھا۔ (ت)
---	---

عالمگیر یہ میں محیط سے ہے:

لو قال لها بيني فانت طالق فهي واحدة اذالم ينو بقوله بيني طلاقاً ¹ ۔	اگر خاوند کہے "تو مجھ کو تجھے طلاق" تو یہ ایک طلاق ہے، اگر اس نے "تو مجھ کو" سے طلاق کی نیت نہ کی ہو۔ (ت)
--	---

فتاویٰ خیر یہ میں ہے:

قال لامرأته في حال الغضب روجي طالق يقع واحدة رجعية وان نوى الاكثر والابانة اولم ينوشيناً لانه صريح. اذ الكناية ما تحتل الطلاق ولا يكون الطلاق مذکور ايضاً كما صرح به قاضي خاں في الكنايات. وهنأ الصريح مذکور ² ۔	خاوند نے بیوی کو غصہ میں کہا "میری روح طلاق والی ہے" تو ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ وہ زیادہ طلاقوں کی یا بائنہ کی نیت کرے یا کوئی نیت نہ کرے ہر طرح ایک رجعی ہوگی، کیونکہ یہ صریح ہے اور کنایہ وہ ہوتی ہے جس میں طلاق کا احتمال ہو اور طلاق کا ذکر بھی نہ ہو جیسا کہ اس کو قاضی خاں نے کنایات کے باب میں ذکر کیا ہے جبکہ یہاں صریح طلاق مذکور ہے۔ (ت)
---	---

ردالمحتار میں ہے:

انه مذکور بعده والقرينة لا بد ان تتقدم كما يعلم مبامر	یہ بعد میں مذکور ہے جبکہ قرینہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ہو، جیسا کہ پہلے اعتدی (تو عدت
---	--

¹ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۷۷

² فتاویٰ خیر یہ کتاب الطلاق دارالمعرفة بیروت ۱/۵۴۵ و ۵۵۵

فی اعتدی ثلثاً^۱

پوری کر تین مرتبہ کہنے کے متعلق معلوم ہو چکا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

کنایہ پہلے ہو تو اس سے کوئی طلاق نہ ہوگی جبکہ نیت طلاق نہ ہو، کیونکہ ایسی صورت میں نیت اور دلالت دونوں نہ پائے گئے، اور دلالت اگرچہ ہے مگر بعد میں ہے جو کہ قرینہ نہیں بن سکتی اقول: (میں کہتا ہوں) خیر یہ میں جو مذکور ہے وہ محیط سے منقول کے کچھ خلاف ہے جبکہ ظاہر وہی ہے جو محیط میں ہے، خانیہ کی عبارت یوں ہے کہ کنایہ وہ جو طلاق کا احتمال رکھے اور صراحۃً طلاق مذکور نہ ہو، جبکہ اس کا معنی یہ ہے کہ طلاق میں نص نہ ہو، یہ کیونکر نہ ہو جبکہ انہوں نے خانیہ میں فرمایا کہ اگر خاوند بیوی کو کہے "تو طلاق والی ہے پس تو عدت پوری کر" اور پھر کہے کہ میں نے فاعتدی (پس تو عدت پوری کر) سے عدت مراد لی ہے، تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور اگر کہے کہ میں نے اس سے دوسری طلاق مراد لی ہے یا کہے کہ میں نے کوئی نیت نہیں کی، تو یہ دوسری طلاق شمار ہوگی، اور یونہی اگر "و" عطف کے ساتھ یا بغیر عطف و اعتدی اور اعتدی کہے تو بھی یہی حکم ہے، تو یہاں اس بیان میں انہوں نے "اعتدی" کے کنایہ سے نیت کے ساتھ دوسری طلاق باوجودیکہ اس سے پہلے صریح طلاق مذکور ہے، واقع ہونا تسلیم کیا ہے، تو بلا شک کنایہ میں نیت کی ضرورت نہ ہوگی جہاں صریح طلاق پہلے مذکور ہو تاکہ وہ مذاکرہ طلاق بن سکے، اس کے برخلاف جو ہم بیان کر رہے ہیں اس میں کنایہ پہلے اور صریح بعد میں ہے

لا یقع بالاول شیء لانہ لم ینوبہ ودلالة الحال وجدت بعده^۲ اقول: وفيما ذكر في الخيرية نوع مخالفة لما مر عن المحيط والظاهر مافي المحيط و عبارة الخانية الكناية ما تحتل الطلاق ولا يكون الطلاق مذکور انصافاً^۳ فأنما معناه لا يكون نصافي الطلاق كيف وقد قال فيها لوقال انت طالق فاعتدی وقال عنيت به العدة صحت نيته وان عنى به تطليقة اخرى ولم ينو شيئاً فهي تطليقة اخرى وكذلك واعتدی او قال اعتدی بغير حرف العطف^۴ فقد وقع بالكناية اخرى عند النية مع وجود الصريح وانما لم يحتج الى النية لتقدم الصريح فكان من المذاكرة بخلاف ما نحن فيه فانه كقوله بيني فانت طالق والله تعالى اعلم۔

^۱ ردالمحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۷۲

^۲ ردالمحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۶۴

^۳ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الكنايات والمدلولات نوکسور لکھنؤ ۳/۲۱۶

^۴ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الكنايات والمدلولات نوکسور لکھنؤ ۳/۲۱۶

لہذا وہ "توجد اہو تجھے طلاق ہے" کی طرح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وقت اقرار سے عدت معتبر ہونا کہ برخلاف ائمہ اربعہ و جمہور صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فتوائے متاخرین ہے صرف محل تہمت میں ہے اور وہ بھی وہاں کہ طلاق صرف اقرار سے ثابت ہوا اگر پہلے سے معلوم ہے تو بلاشبہ بالاجماع وقت طلاق ہی سے عدت ہے، یوں ہی اگر پہلے سے طلاق کا ثبوت نہیں مگر جس وقت سے طلاق دینا بیان کرتا ہے جب سے زوجہ کو جدا کر دیا ہے تو اس صورت سے بھی فتوائے متاخرین متعلق نہیں، اور یہاں یہ دونوں باتیں موجود ہیں طلاق قبل اقرار ثابت ہے اور اس وقت سے وہ اسے جدا بھی کر چکا تو یہاں وقت اقرار سے عدت لینا صراحتاً باطل و خلاف اجماع ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

بحر میں فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مبسوط میں ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے، اس لئے اس کو بیوی کی بہن اور اس کے ماسوا زائد چار عورتوں سے نکاح حلال نہ ہو گا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پوری نہ ہو جائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اھ، اور سغدی نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے یوں کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا محمل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی بیان کردہ وقت طلاق سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں اور اگر وہ دونوں اس وقت سے اب اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں تو پھر طلاق کے لئے بیان کردہ وقت میں دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے اس لئے وقت کے بیان میں تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی

قال في البحر ظاهر كلام محمد في المبسوط وعبارة الكنز اعتبارها من وقت الطلاق الا ان المتأخرين اختاروا وجوبها من وقت الاقرار حتى لا يحل له التزوج باختها واربع سواها زجراله حيث كتم طلاقها، وهو المختار كما في الصغرى اه و وفق السغدى بحمل كلام محمد على ما اذا كان متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه، اما اذا كان مجتمعين فالكذب في كلامها ظاهر لا يصدقان في الاسناد، قال في البحر وهذا هو التوفيق ان شاء الله تعالى وفي الفتوح ان فتوى المتأخرين مخالفة للائمة الاربعة وجمهور الصحابة والتابعين وحيث كانت مخالفتهم للتهمة فينبغي ان يتحري به محالها و الناس الذين هم مظانها، ولهذا فصل السغدى بما مر اه ملخصاً

<p>اقرہ فی البحر والنہر۔^۱</p>	<p>عدت شمار ہوگی) اور بحر میں فرمایا یہ موافقت درست ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ، جمہور صحابہ کرام اور تابعین کے قول کے مخالف ہے، تو یہ مخالفت تہمت کے مقام میں ہے، تو بہتر ہے کہ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات موجود ہیں اسی لئے سعدی نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جو گزر چکی اھ ملخصاً، اور اس کو بحر اور نھر میں ثابت رکھا ہے۔ (ت)</p>
--	--

ڈیڑھ دو سال میں اگرچہ ذوات الحیض کی مدت کا انقضاء لازم نہیں فقد تكون ممتدة الطهر (کیونکہ کبھی لمبے طہر والی ہوتی ہے۔ ت) مگر شک نہیں کہ اتنی مدت انقضائے عدت کے لئے کافی ضرور ہے کہ امام کے نزدیک کم از کم دو مہینے اور صاحبین کے ہاں انتالیس دن^{۳۹} میں تین حیض گزر سکتے ہیں اور عورت کا نکاح پر اقدام انقضائے عدت کا اقرار تو صحت نکاح میں کوئی شبہ نہیں جب تک کہ عورت کا اس اقرار میں کذب شرعاً نہ ثابت ہو یوں کہ طلاق سے مثلاً ڈیڑھ برس بعد نکاح کیا اور اس نکاح کو چھ مہینے اور طلاق کو دو برس گزرنے سے پہلے بچہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں صاف ظاہر ہوا کہ عدت نہ گزری تھی، بدائع، و بحر و در مختار وغیرہا میں ہے:

<p>اقدامها علی التزوج دلیل انقضاء عدتها^۲۔</p>	<p>بیوی کا نکاح کے لئے اقدام اس کی عدت ختم ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے (ت)</p>
--	--

بالجملہ قول بکر غلط محض ہے اور حاصل قول زید کا اس وجہ پر کہ ہم نے تقریر کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۳۰۴: سائل مذکور الصدر بتاریخ مذکور

اسی مسئلہ کے متعلق بکر بزور طبع زید کو ترغیب عزت و احترام دنیاوی دلا کر کہتا ہے کہ تم اس مسئلہ میں اقرار شبہ کا اقرار کرو تو ہم بمقابلہ عوام تمہاری عزت و دنیا کر دیویں گے اگر کوئی اعتراض کرے گا تو صدا غلطیاں و شبہات خلفائے راشدین و ائمہ مجتہدین پیش کر کے لوگوں کو سرنگوں کر دیویں گے و بصورت عدم اقرار شبہ بدعتی کا حکم لگا دیں گے، غور فرمایا جائے کہ بمقابلہ عوام کے خواص کی غلطیاں دکھانا ایک جزئی مسئلہ میں توہین خواص متصور ہے یا نہیں؟ اور ایک مسلمان کو بدعتی کہنا کیسا ہے؟

^۱ رد المحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱۰/۲

^۲ بحر الرائق باب العدة النجیم سعید کمپنی کراچی ۱۳۷/۱۴

الجواب:

بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتع زنا ہوگا یہ شریعت مطہرہ پر اس کا افتراء تھا، اسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکام شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جما ہے اس وقت تک اگر اس کا افتراء نادانستہ تھا اور اب جان کر مضر ہوگا تو قصداً مفتوی علی اللہ ہوگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَفْتَوِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ^۱	جھوٹا افتراء وہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)
---	---

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ^۲	بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افتراء بازی کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)
--	--

اس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھادیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

أَيُّبَعُونَ عَنْهُمْ الْعُرَّةَ فَإِنَّ الْعُرَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ^۳	کیا وہ ان کے ہاں عزت چاہتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے (ت)
---	---

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شبہ بتانا موجب عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے، خلفائے راشدین وائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی ان کا اس طرح ذکر بلاشبہ توہین ہے بکر بے ادب مختل الدین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۵: از مارہرہ ضلع ایٹہ عقب تھانہ مرسلہ عصمت اللہ خاں قادری ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

مسماۃ مجیدن جس کی عمر قریب ۹ سال کے تھی اس کا نکاح اس کی پھپی کے لڑکے رحیم خاں سے ہوا، کبھی میل جول عورت مرد کا جیسا ہونا چاہئے نہ ہوا، اس وقت مجیدن کی عمر قریب ۱۳ سال کے ہے اس کے شوہر نے گاؤں میں مشہور کیا کہ وہ مرد نہیں ہے نہ عورت کے قابل، چند آدمی اپنے رشتہ دار اور غیر لوگوں

^۱ القرآن ۶/۱۰۵

^۲ القرآن ۱۰/۹۶

^۳ القرآن ۴/۱۳۹

اور اپنی ساس سے یہ کہا کہ میں کسی قابل نہیں ہوں میں جواب دے دوں گا میرے چھوٹے بھائی سے اس کا عقد کر دو یہ بیوی نہیں ہے بلکہ ماموں زاد بہن ہے۔ اس پر اس کی ساس بہت ناخوش ہوئی، اب اس سے جواب کے لئے کہا جاتا ہے وہ انکار کرتا ہے، کبھی کہتا ہے میں اب مرد ہو گیا، کبھی لوگوں سے کہا میں اس عورت کی ناک کاٹ لوں گا۔ یہ عورت اس کے گھر جانا نہیں چاہتی نہ اس کی ماں اس کو بھیجنا چاہتی ہے بلکہ دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ آیا وہ عورت اب بلا طلاق لئے دوسری جگہ اس کا نکاح کر سکتی ہے؟

الجواب:

اس کا کہنا کہ میں کسی قابل نہیں اور یہ کہ میں جواب دے دوں گا، اور یہ کہ میری بی بی نہیں، اور یہ کہ ماموں زاد بہن ہے، ان میں سے کوئی لفظ کلمہ طلاق نہیں البتہ اس کا یہ لفظ کہ "فلاں سے اس کا عقد کر دو" کنایہ طلاق ہو سکتا ہے،

"اس کا نکاح فلاں سے کر دو کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے" کے مطابق ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے ماتن کے قول "جس نے اپنی بیوی کا نکاح دوسرے سے کر دیا" کے متعلق جس نے کہا اگر طلاق نیت کی ہو طلاق ہو جائیگی اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا خاوند کا کہنا کہ "میں نے اپنی فلاں بیوی کا تجھ سے نکاح کیا" اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ تجھ سے نکاح کیا اگر تجھ سے نکاح کرنا جائز ہو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے تجھ سے نکاح کیونکہ میں نے اس کو طلاق دے رکھی ہے، توجب طلاق کی نیت سے کہے تو صرف دوسرا احتمال مراد ہوگا، اس لئے طلاق ہو جائے گی اھ (ت)

علی معنی زوجہا فلانا لانی طلقتهما کہا قال ش فیمن زوج امرأته من غیرہ موجهاً لمن قال ان نوی طلقت لعل وجهه ان قوله زوجتك امرأتی فلانة یحتمل ان یکون علی تقدیر ان صح تزویجها منك او تقدیر لانها طالق منی فاذا نوی الطلاق تعین الثانی فتطلق
اھ^۱۔

رحیم خاں سے قسم لی جائے کہ تُو نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی تھی یا نہیں، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے اس لفظ سے طلاق مجیدن کی نیت نہ کی تھی طلاق ثابت نہ ہوگی دوسری جگہ نکاح حرام محض ہوگا، اور اگر قسم کھانے سے انکار کر دے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور عورت اسی وقت سے جب سے

^۱ رد المحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۷۷۲

یہ الفاظ اس نے اپنی ساس سے کہے تھے نکاح سے باہر سمجھی جائے گی پھر اگر خلوت اصلاً نہ ہوئی جب تو عورت وقت طلاق ہی سے نکاح ثانی کی محل ہو گئی اور اگر خلوت ہوئی اگرچہ جماع نہ کر سکا تو اگر جب سے اب تک عدت یعنی بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو اب ورنہ جب ختم ہوں دوسرے سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر حیم خاں نہ ملے کہ اس پر قسم رکھی جاتی تو طلاق ثابت نہیں نکاح حرام ہوگا قال اللہ تعالیٰ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ^۱ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۶: از چھپرہ محلہ نئی بازار تربہ مرسلہ حاجی عبدالرزاق صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ
زید نے بارہا اپنی بی بی کو غصہ کی حالت میں کہا تم ہمارے سامنے و نظر سے دور ہو جاؤ جب وہ سامنے سے دور نہیں ہوتی اس وقت وہ جوتا لے کر دوڑتا ہے تب وہ سامنے سے علیحدہ ہو جاتی ہے آیا طلاق عائد ہوتا ہے یا نہیں؟
الجواب:

اگر اس نے بہ نیت طلاق یہ الفاظ نہ کہے تو طلاق نہ ہوئی، اور اگر ایک بار بھی بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہو گئی عورت نکاح سے نکل گئی مرد سے قسم لی جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ کبھی بہ نیت طلاق نہ کہے تو حکم طلاق نہ دیں گے، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے، یہ قسم حاکم کے سامنے ہونا ضروری نہیں عورت گھر میں قسم لے سکتی ہے۔ در مختار میں ہے:

یکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	عورت کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)
--	--

مسئلہ ۳۰۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تقریباً ۱۱ سال کا ہوا میری شادی کو ہوئے، میرے شوہر نے مجھ کو تین چار بار اپنے مکان سے نکال دیا، برادر جمع ہوئے اور مجھ کو میرے شوہر کے یہاں پہنچا دیا، اور پھر چند عرصہ کے بعد میرے شوہر نے مجھ کو اپنے مکان سے باہر نکال دیا اور کہہ دیا کہ "تو نکل جا، آج سے مجھ سے اور تجھ سے کسی قسم کا کچھ تعلق نہیں"۔ اب عرصہ چھ سال سے اپنے والدین کے مکان پر ہوں، برادران نے دو شخص مقرر کئے وہ بتاریخ ۲ شوال ۱۳۳۶ھ جمعہ کو میرے شوہر کے مکان پر گئے اور انہوں نے یہ لفظ میرے شوہر سے کہے کہ تمہاری بی بی بہت تکلیف میں ہے اور وہ تمہارے

^۱ القرآن ۲۵/۴

^۲ در مختار باب الکناہیات مطبع مکتبائی دہلی ۲۲۴/۱

پاس آنا چاہتی ہے، اس پر میرے شوہر نے یہ جواب دیا کہ "وہ میری بی بی تو اسی تاریخ سے نہیں رہی جب سے وہ گئی ہے اور اسی تاریخ سے چھوڑ چکا ہوں صرف اس کو پریشان کرنے کے واسطے چھوڑ رکھا ہے۔" اب کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں اپنے شوہر کی زوجیت میں رہی یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت پر ایک طلاق بائن ہو گئی اور وہ اس کی زوجیت سے نکل گئی، اگر اس روز سے آج تک جسے سائلہ چھ سال کا عرصہ بتاتی ہے اسے تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے ہوں جیسا کہ ظاہر یہی ہے اس صورت میں اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کر لے، اور اگر شاید ابھی تین حیض نہ ہوئے ہوں تو جب ہو جائیں اس وقت اسے دوسرے سے نکاح جائز ہوگا اس لئے کہ وہ چھ برس سے طلاق دینے کا مقرر ہے اور وہ دونوں اسی وقت سے جدا ہیں تو عدت جہی سے لی جائے گی۔ ردالمحتار میں ہے:

بحر میں فرمایا کہ مبسوط میں امام محمد کا ظاہر کلام اور کنز کی عبارت میں ہے کہ عدت کا اعتبار طلاق کے وقت سے ہے مگر متاخرین نے اس میں اقرار کے وقت سے عدت کا وجوب مانا ہے اس لئے ایسے شخص کو بیوی کی بہن اور اس کی بیوی کے ماسوا چار عوتوں سے نکال حلال نہ ہوگا جب تک اقرار کے بعد مکمل عدت پوری نہ ہو جائے، متاخرین کا یہ حکم طلاق کو چھپانے کی سزا کے طور پر ہے، اور یہی مختار ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اھ، اور صغریٰ نے امام محمد اور متاخرین کے کلاموں میں موافقت پیدا کرتے ہوئے کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا محمل یہ ہے کہ جب خاوند و بیوی بیان کردہ وقت طلاق سے علیحدگی اختیار کر چکے ہوں، اور اگر وہ دونوں اس وقت سے وقت اقرار تک اکٹھے رہ رہے ہوں، تو دونوں کا جھوٹ ظاہر ہے لہذا وقت کے بیان میں دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی (اور اقرار کے وقت سے ہی عدت شمار ہوگی)

قال في البحر وظاهر كلام محمد في المبسوط وعبارة الكنز اعتبارها من وقت الطلاق، إلا أن المتأخرين اختاروا وجوبها من وقت الإقرار حتى لا يحل له التزوج بآختها وأربع سواها زجراله حيث كنتم طلاقها وهو المختار كما في الصغرى اه ووفق السغدى بحمل كلام محمد على ما إذا كان متفرقين من الوقت الذي اسند الطلاق اليه، أما إذا كانا مجتمعين فالكذب في كلامهما ظاهر فلا يصدقان في الاسناد قال في البحر وهذا هو التوفيق إن شاء الله تعالى وفي الفتح إن فتوى المتأخرين مخالفة للائمة الاربعة و

جہور الصحابة والتابعين رضى الله تعالى عنهم
وحيث كانت مخالفتهم للتهمة فينبغي ان يتحرى به
محالها والناس الذين هم مظانها ولهذا فصل
السغدي بامر اه واقرة في البحر والنهر¹ اه اقول:
وانما اسند الامر الى اقراره لان قوله "نكل جا" يَحْتَمِل
الرد كما نصوا عليه وقوله "تعلق نهى" يَحْتَمِل السب
كما حققناه في جد المبتكر والحال حال الغضب
فلا يحكم بالطلاق الا اذا اقر بالنية و"چھوڑنا" من
الصريح بلساننا فان كان قوله "اسی تاریخ سے" الخ
راجعا الى ذينك اللفظين، كان اقرار بالنية، فالعدة
مذذاك بالاجماع وان فرض على خلاف الظاهر صرفه
عن الكلام المعروف الى كلام باطن مجهول او جعل
اقرار كاذبا كاف انشاء مسند ا فالعدة مذذاك بحكم
التوفيق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بحر میں فرمایا دونوں کلاموں میں یہ توفیق ان شاء اللہ درست
ہے، اور فتح میں ہے کہ متاخرین کا فتویٰ ائمہ اربعہ، جہور صحابہ اور
تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مخالف ہے اور متاخرین کا یہ فتویٰ
مقام تہمت کے لئے ہے، لہذا مناسب ہے کہ موقع محل کے متعلق
سوچ بچار سے کام لیا جائے، اور لوگوں میں ایسے واقعات پائے
جاتے ہیں، اسی لئے سغدی نے اس کی تفصیل واضح کرتے ہوئے
مذکورہ موافقت بیان کی ہے، اور اس کو بحر اور نہر میں ثابت
رکھا ہے اه اقول: (میں کہتا ہوں) اور خاوند کے اقرار سے حکم
متعلق اس لئے ہوگا کہ خاوند کا کہنا "نکل جا" جواب بننے کا احتمال
رکھتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے، اور خاوند کا
کہنا "تعلق نہیں" ڈانٹ کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ ہم نے جد المبتکر
حاشیہ ردالمحتار میں تحقیق کی ہے جبکہ حالت بھی غضب والی ہے تو
اس وقت تک طلاق کا حکم نہ ہوگا جب تک طلاق کی نیت کا اقرار نہ
کرے، اور لفظ "چھوڑنا" ہماری زبان میں صریح طلاق ہے، اس
لئے خاوند کا کہنا "اسی تاریخ سے الخ" اگر پہلے دونوں لفظوں کی
طرف رائج ہو تو یہ نیت طلاق کا اقرار قرار پائے گا لہذا عدت کا شمار
بالاجماع اسی تاریخ سے ہوگا، اور اگر اس کی بات کو معروف معنی
کے بجائے مجہول اور مخفی معنی کی طرف پھیرا جائے یا اقرار کو
جھوٹ قرار دیا جائے، اگرچہ یہ خلاف ظاہر ہے تاہم یہ انشاء ہوگا اور
اس وقت کا اعتبار ہوگا لہذا عدت یہاں سے شمار ہوگی جیسا کہ
موافقت کی صورت میں ذکر ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ ردالمحتار باب کنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱۰

مسئلہ ۳۰۸: از ریاست رامپور محلہ شاہ آباد دروازہ مسئلہ سید نادر علی صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنی منکوحہ کو بوجہ زبان درازی مارا، اس پر اور زیادہ بدکلامی اور گفتگو ناشائستہ کرنی چاہی، زید نے اور سختی کی، اور یہ لفظ مجبور ہو کر منکوحہ سے کہا کہ چلی جا۔ اس واقعہ کے وقت زید کے رشتہ کے بہنوئی موجود تھے، لفظ "چلی جا" سن کر زید سے کہا کہ اب تمہارا نکاح کب رہا، اس پر زید کو اور زیادہ غیظ بڑھا جو انتہا درجہ پر شمار کیا جائے اور کوئی نشیب و فراز کا خیال نہ کیا اسی حالت غیظ، میں اپنے بہنوئی کی طرف مخاطب ہو کر چونکہ وہ اس کے پاس کھڑا تھا لفظ طلاق چند بار جس کی تعداد پورے طور یاد نہیں کہا اور یہ بھی کہا کہ "آزاد کیا"، ان لفظوں کی ادائیگی زید نے متوجہ کر کے یا مخاطب ہو کر اپنی منکوحہ سے نہ کہے بلکہ اس وقت زید کا فاصلہ اپنی منکوحہ سے آٹھ سات قدم کا تھا اور منکوحہ زید کے روبرو نہ تھی اور اس کا ایجاب و قبول نہ ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز رہا یا باطل ہوا؟ اور زید کی منکوحہ ۵ ماہ کی حاملہ بھی ہے، لہذا یہ مسئلہ علمائے دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ آپ صاحبان اپنی مہر و دستخط سے مزین فرمائیں۔

الجواب:

زید نے لفظ "طلاق طلاق" چند بار کہا اگر اس سے اپنی زوجہ کو طلاق دینی مقصود تھی تو تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی،

<p>کیونکہ اگر تین مرتبہ کہا تو تین، ورنہ اگر دو مرتبہ طلاق کہا تو پھر تیسری طلاق اس کے "آزاد کیا" کہنے پر ہو گئی، کیونکہ یہ لفظ ڈانٹ اور جواب بننے کا احتمال نہیں رکھتا، جبکہ پہلے "طلاق" کہنے پر مذاکرہ طلاق بھی بن چکا ہے کیونکہ مدخولہ عورت (وطی شدہ) کو طلاق طلاق کہا ہے جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، اور پہلے طلاق میں بیوی کی نسبت آخری لفظ میں بھی معتبر ہوگی جیسا کہ "میں نے تجھے طلاق دی" میں ہوتا ہے۔ (ت)</p>	<p>لانه ان ثلث فذاك وان ثنى فثالثهما قوله قوله "آزاد کیا" لانه لا یحتمل رد او لاسباب و قد صارت الحال حال المذاکرۃ لانه قاله لمدخوله "طلاق طلاق" كما ذکره السائل والاضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق كقوله طلقته طلقته۔</p>
--	---

مگر یہ اس کے اقرار پر موقوف ہے کہ اس لفظ "طلاق طلاق" سے زوجہ کو طلاق دینی مراد تھی اگر اقرار نہ کرے گا ان الفاظ سے حکم طلاق نہ ہوگا اگر واقع میں اس نے نیت طلاق کی تھی اور مکر جائے گا تو وبال اس پر رہے گا

مستحق عذاب نار ہوگا، عورت کے پاس جانا اس کے لئے زنا ہوگا عورت پر الزام نہ ہوگا۔ خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے:

سکران ہربت منہ امرأتہ فتبعہا ولم یظفر بہا فقال بالفارسیۃ بسہ طلاق ان قال عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع ^۱ ۔	ایک نشے والے کی بیوی اس سے بھاگ گئی تو یہ اس کے پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہوا تو (بالفاظ فارسی) کہا "تین طلاق" بعد میں اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو کہا تھا، تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور اگر کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
---	--

وجیز کردری پھر انقرویہ میں ہے:

فرت ولم یظفر بہا فقال سہ طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والا ^۲ ۔	بیوی بھاگی تو کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا "تین طلاق" اگر بعد میں کہے "میں نے بیوی کو کہا ہے" تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔ (ت)
---	--

پھر اگر وہ اقرار مذکور کر لے جب تو کوئی بحث ہی نہ رہی کہ تین طلاقیں ہو گئیں اور اگر اقرار نہ کرے تو یہ الفاظ خارج ہو کر دو لفظ
رہے "چلی جا" اور "آزاد کیا" پہلا لفظ مطلقاً محتاج نیت نہیں ہے۔ در مختار میں: اذہبی یحتمل رد^۳ (کیونکہ جواب بن سکتا
ہے۔ ت) اگر قسم کھا کر کہے کہ بہ نیت تفریق زن نہ کہا تھا، تو اس لفظ سے طلاق نہ مانیں گے یہ قسم مکان ہی پر کافی ہے حاکم کے
سامنے ہونا ضرور نہیں، اگر جھوٹی قسم کھائے گا تو اس کا بھی پھر زنا کا وبال اس پر ہے، در مختار میں ہے:

یکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ ^۴ ۔	خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے (ت)
دوسرا لفظ "آزاد کیا" اگرچہ نہ محتمل رد ہے نہ محتمل سب، اور حالت غضب ہے تو طلاق مطلقاً ہونی چاہئے تھی، در مختار میں ہے:	
انت حرۃ لا یحتمل السب والرد ^۵ ۔	"تو آزاد ہے" کہنا ڈانٹ اور جواب نہیں بن سکتا۔ (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۲/۱

^۲ فتاویٰ انقرویہ کتاب الطلاق دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۴۱/۱

^۳ در مختار باب الکناہیات مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۳/۱

^۴ در مختار باب الکناہیات مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۳/۱

^۵ در مختار باب الکناہیات مطبع مجتہائی دہلی ۲۲۳/۱

مگر لفظ آزاد کیا میں عورت کی طرف اضافت نہیں تو اگر بحلف کہہ دے گا کہ عورت کی نسبت نہ کہا تھا تو طلاق کا اصلاً حکم نہ ہوگا اگر جھوٹا حلف کرے گا تو اس کا پھر زنا کا وبال اور عذاب شدید کا استحقاق اُس پر ہے۔ خانیہ و نزاریہ میں ہے:

<p>"تو میری اجازت کے بغیر مت نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے" کہا، تو عورت نکل گئی، طلاق نہ ہوگی کیونکہ بیوی کی طلاق کی قسم نہ کہا، اور احتمال ہے کہ کسی دوسری عورت کی طلاق مراد لی ہے لہذا شوہر کی وضاحت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (ت)</p>	<p>لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول له¹</p>
---	---

بالجملہ اگر "طلاق طلاق" سے نیت طلاق کی اقرار کرے تو تین طلاقیں ہو گئیں ورنہ ایک بائن کا حکم ہے، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت میں خواہ بعد عدت اس سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے مگر یہ کہ بحلف کہے کہ لفظ "آزاد کیا" اس زوجہ کی نسبت نہ کہا تھا تو اب اس سے حلف لیں گے کہ "چلی جا" سے اس عورت کو طلاق بائن کا ارادہ کیا تھا یا نہیں، اگر اس پر بھی حلف کر لے گا تو اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا، اور اگر اس پر حلف سے انکار کرے تو قاضی کے حضور پیش کیا جائے اگر حاکم کے سامنے بھی انکار کرے تو ایک طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا، عورت نکاح سے نکل گئی، غصہ یا حمل یا عورت کا دور ہونا کچھ منافی طلاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰۹: از شاہجہان پور محلہ مہمند گڑھی مرسلہ حافظ نذیر حسن صاحب ۲۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو عرصہ سات برس سے چھوڑ رکھا اور اس کا اصلاً خبر گیراں نہیں ہوتا ہے، نہ روٹی دیتا ہے نہ کپڑا دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے کہ اس کا دوسری جگہ نکاح کر دیا جائے اور اس کا کوئی علاقہ بندوں سے دستگیر نہیں ہے کہ اس کا نان نفقہ کسی طرح پر چل سکے سخت مجبور ہے، اب جو حکم صاحبان شرع متین کا ہو اس پر عمل کیا جائے، بیان کروا جڑ پاؤ، اور اس مدت کے درمیان میں مسماۃ نے اس بات کی بہت کوشش کی کہ اب میرا شوہر مجھ کو رخصت کر لیجاوے اور بطور اپنی زوجہ کے مجھ کو سمجھے، اس کے واسطے مسماۃ نے چند خط بھی روانہ کئے اور آدمیوں کو بھی بھیجا لیکن شوہر نے کچھ توجہ نہیں کی، پھر اس کے بعد خود بھی گئی، پھر بھی اس نے نہیں رکھا واپس کر دیا، تب مجبور ہو کر عدالت سے نان نفقہ کا دعویٰ کیا وہاں اس نے روٹی کپڑا

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۱/۲۱۵

دینے کا اقرار کیا اس پر بھی وہ مقدمہ خارج کیا گیا، پھر اس کے بعد مسماۃ نے کچھ عرصہ تک انتظار کیا، پھر مسماۃ نے وہاں خبر بھیجی اس پر اس نے ایک ایسا کارڈ روانہ کیا کہ جس کو دیکھ کر عقل گم ہو گئی، چونکہ ظاہر میں وہ شخص اقرار کرتا ہے اور باطن میں وہ ایسا ہے، پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسماۃ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اور وہ شخص ضلع شاجہان پور مقام موضع سندھول کارہنے والا ہے اور مسماۃ باشندہ شاجہان پور ہے محلہ مہمند گھڑی، اور جو کارڈ اس نے روانہ کیا وہ کارڈ بھی اس میں رکھا ہے، آپ اپنے دستخط اور جو علمائے سنت ہوں ان کے دستخط کروا کے روانہ کیجئے، نہایت عاجز اور مسکین ہوں فقر فاقہ کرتی ہوں، آپ صاحبان علمائے دین کے دستخط ہو کر فتویٰ آجائے گا تو اور جگہ نکاح کر لوں گی اور آپ کو دُعاؤں کی اور آپ کو اللہ تعالیٰ اس کا اجر عظیم دے گا، واسطے اللہ کے میرے اوپر رحم کیجئے۔

الجواب:

کارڈ دیکھا گیا اس میں صرف یہ لفظ ہے آپ کہتے ہیں اپنی عورت کو لے جاؤ اور اس نے مجھ پر مقدمہ چلایا اور وکیلوں کے پاس گئی اور پھری گئی اور ہر کس ونا کس سے ملی اس لئے وہ بالکل میرے کام کی نہ رہی، اتنے لفظ پر جب تک طلاق کی نیت سے کہنا ثابت نہ ہو طلاق کا حکم نہیں ہو سکتا، نہ ہر گز عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اگر کرے گی محض حرام ہوگا، اس سے پوچھا جائے اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں میں نے یہ لفظ بہ نیت طلاق کہا تھا تو جہی سے طلاق ہو گئی جب سے اب تک اگر عورت کو تین حیض آ کر ختم ہو گئے یا جب ختم ہو جائیں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر وہ نیت طلاق کا اقرار نہ کرے اس پر حلف رکھا جائے اگر حلف سے کہہ دے کہ میں نے ان لفظوں سے نیت طلاق نہ کی تھی تو ہر گز حکم طلاق نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے یکفی تحلیل فہالہ فی منزلہ^۱ (خاوند سے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔ ت) اور اگر حلف سے انکار کرے تو شرعی نالش کی جائے کہ اس نے یہ الفاظ کہے ہیں اور ان سے طلاق کا احتمال ہے اگر وہ حاکم کے سامنے بھی اس حلف سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور عورت بعد عدت دوسری جگہ نکاح کر سکے گی اور اگر وہاں حلف کر لیا تو طلاق ثانیہ نہ ہوگی، اگر جھوٹی حلف یہاں یا وہاں کیا تو وبال اس پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹ شوال ۱۳۳۷ھ

مسئلہ ۳۱۰: از بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نوشی و قمار بازی کرتا ہے، اس نے

^۱ درمختار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

حالت میں نوشی و ہار کی سوزش قمار بازی میں بیوی اپنی سے روپیہ طلب کیا، روپیہ دینے میں بیوی نے تسلیم کیا یہ سمجھ کر کہ حالت غیر ہے اس وجہ سے تشدد ہے نیز یہ بھی خیال کیا کہ بچوں کو تکلیف نہ ہو، یہ سستی کرنا اور انکار روپیہ سے کرنا اس کو اس قدر ناگوار ہوا کہ یہ تحریر لکھ کر دے دی جو حضور کے پیش نظر ہے:

نقل تحریر: مسماۃ عائشہ بیگم کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ چاہے کسی کے ساتھ عقد کرے یا بیٹھی رہے مجھے کچھ عذر نہیں ہے۔ عنایت اللہ ولد محمد مصطفیٰ ساکن بریلی شہر کہنہ محلہ قرولی مورخہ ۷ جولائی ۱۹۱۹ء۔

الجواب:

اگر یہ تحریر اس نے بہ نیت طلاق لکھی یعنی "میں نے اسے طلاق دے کر آزاد خود مختار کر دیا چاہے تو دوسرے سے نکاح کر لے" جب تو ایک طلاق بائن ہوگی عورت نکاح سے نکل گئی عورت کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اور اگر نیت طلاق سے نہ لکھی تو طلاق نہ ہوئی یہ بات کہ طلاق کی نیت نہ تھی زید کے حلف پر ہے اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ میں نے اس سے اسے اپنے نکاح سے خارج کرنے کی نیت نہ کی تھی مان لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے، اگر زید جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے۔ در مختار میں ہے:

والقول له ببينه في عدم النية ويكفي تحليفه في	اس کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کر لی جائے گی، اور بیوی کا گھر
منزله ^۱ - واللہ تعالیٰ اعلم۔	میں خاوند سے قسم لینا کافی ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۱: از شہر بریلی کیمپ صدر مسئولہ حبیب احمد صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئے عرصہ ۹ سال کا ہوا، شادی کر کے وہ شخص صرف پندرہ روز اپنی زوجہ کے پاس رہا بعد میں وہ سفر کو چلا گیا اور ۹ سال سے آوارہ پھرتا ہے، جب اس کے قیام کی خبر دہلی میں معلوم ہوئی اس کی زوجہ اس کے پاس گئی اس نے کہا "تو یہاں سے چلی جا ورنہ تیری ناک کاٹ لوں گا، جو تیرا دل چاہے وہ تو کر، میرے پاس مت آ۔" عورت نوجوان ہے شوہر متذکرہ بالا پر کیا نکاح جائز رہا؟

الجواب:

اگر اس کی نیت ان لفظوں سے طلاق کی نیت ہونا ثابت ہو جائے حکم طالق دے دیں گے ورنہ

^۱ در مختار باب الکنايات مطبع مہتابی دہلی ۲۲۴/۱

نہیں، اس سے پوچھا جائے کہ تو نے یہ لفظ بہ نیتِ طلاق کہے تھے یا نہیں، اگر قسم کھالے کہ میں نے بہ نیتِ طلاق نہ کہے تھے، تو طلاق نہ مانی جائے گی، اور اگر قسم کھانے سے انکار کے تو طلاق ثابت ہو جائے گی جب تک یہ انکار حاکمِ شرع کے حضور نہ ہو طلاق ثابت نہ ہوگی ہاں اگر اقرار کر دے کہ بہ نیتِ طلاق کہے تھے تو طلاق ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۲: از پبلی بھیت محلہ شیر محمد مسئلہ اولیس خاں عرف شریف اللہ خاں ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص ملازمِ فوج ہو کر پردیس جانے کے وقت اپنے والدین سے یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میری یہ عورت میرے مطلب کی نہیں ہے میری واپسی سے قبل نہایت ایذا کے ساتھ اس کو نکال دینا، میں واپس آ کر دوسری شادی کر لوں گا۔ چنانچہ اس شخص کی عورت کو مطابق استدعا کے اس کے والدین نے اندر دو ماہ نکال دیا اور اس عورت نے اندر ایک ماہ دوسرے شخص کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا، عورت مذکورہ دوسرے شوہر کے یہاں سے بھی بلا طلاق کے بوجہ حمل ہونے کے نکال دی گئی اب اس عورت کو اپنے پہلے شوہر کے مکان سے نکلے ہوئے تقریباً ایک سال گزر گیا اور اس کا شوہر بھی ملازمتِ فوج سے واپس آیا اور پانچ چھ ماہ ہوئے وقت واپسی کے آج تک عورت مذکور کا خبر گیراں نہیں ہوا اور قبل جانے پردیس کے ایک دن اس کے شوہر نے طلاق نامہ لکھنے کا بندوبست کیا تھا اور کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا مگر اس کو کسی خیال نے تکمیلِ طلاق نامہ سے روک دیا تھا، عورت مذکور کو اس کے ماں باپ بھی اپنے پاس رکھنے کے روادار نہیں ہیں اور اس کی گود میں ایک لڑکا سا تھ سال کا پہلے شوہر کا موجود ہے کیا عورت مذکور اپنا نکاح کسی اور شخص سے کر سکتی ہے؟

الجواب:

یہ لفظ کہ "یہ عورت میرے مطلب کی نہیں" کنایات سے ہے اور محتمل سبب ہے اور حالتِ غضب ہے تو حکمِ طلاق نیت پر موقوف ہے کہ پہلا شوہر اگر یہ اقرار کرے کہ بہ نیتِ طلاق یہ لفظ کہے تھے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور بعد وضع حمل عدت گزر گئی دوسرے سے نکاح کا اسے اختیار ہوگا، اگر وہ نیتِ طلاق کا انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے، اگر حلف کرے گا کہ اس کی نیتِ طلاق کی نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی اور عورت کو دوسری جگہ نکاح حرام ہوگا، اور وہ جو دوسرے سے نکاح کیا تھا وہ تو بہر حال حرام تھا کہ بلا ثبوت طلاق تھا اور اگر ثبوت بھی ہو جاتا تو عدت کے اندر تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۳: از اجیر شریف محلہ چارٹ مسئلہ سید محمد عظیم صاحب ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت کا بیان ہے کہ میرے خاوند سے عرصہ دو برس سے کوئی تعلق نا اتفاقیوں کے باعث نہیں تھا چنانچہ اب اس نے زبانی اور تحریر سے یہ لکھ دیا ہے کہ "تو ہفتہ کے اندر میرے

پاس نہ آئے تو جہاں پر چاہے جا، تجھے اختیار ہے تیرے دل کا اور مجھے اختیار ہے اپنے دل کا۔ "لہذا عورت نے ان الفاظ کو طلاق سمجھ کر اپنے کو بائن کر لیا لہذا فرمائیے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور عورت بعد عدت دوسرے سے عقد کر سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اس صورت میں طلاق ہونا نیت شوہر پر موقوف ہے عورت کو کوئی اختیار نہیں کہ بطور خود اپنے آپ کو مطلقہ سمجھے، شوہر اگر قسم سے کہہ دے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو ہرگز طلاق نہ مانی جائے گی اور وہ بدستور اس کی زوجہ ہوگی، ہاں اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو حاکم شرعی کے حضور نالاش کی جائے اگر شوہر اس کے سامنے بھی حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہو جائے گی، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۲: از شہر بریلی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غصہ کی حالت میں اور دوران طلب طلاق میں زید نے اپنی ساس اور خسر سے کہا اگر میں پسند نہیں ہوں تو دوسرے سے نکاح کر دو یا شادی کر دو، سانس نے جواب میں کہا ہاں تو پسند نہیں ہے اس سے نکاح ٹوٹ گیا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

حالت مذکورہ وغضب ہے اور لفظ نہ محتمل رد نہ محتمل سبب ہے لہذا طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی ہذا ما عندی (یہ جواب میرے ہاں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۵: از جیت پور کاٹھیاواڑ جامع مسجد مدرسہ معرفت جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب مسئلہ مولوی جمیل الرحمن صاحب رضوی بریلی ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ،

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی ہندہ پر سخت غصہ ہو کر بحالت غصہ یہ کہا کہ "تو اپنے گھر کو جا میرے کام کی نہیں، میں نے تجھ کو طلاق دی"۔ ہندہ کو آٹھ ماہ کا حمل ہے زید حلف اٹھاتا ہے کہ "میں نے فقط تنبیہ کے لئے یہ الفاظ کہے تھے ہرگز ایسے الفاظ طلاق کی غرض سے نہ کہے تھے اور میں اس وقت غصہ میں آپے سے باہر تھا"، اب زید و ہندہ کیا کرنا چاہئے؟ اگر حلالہ لازم آتا ہو، تو کوئی صورت شریعت مطہرہ نے ایسی بھی بتائی ہے کہ حلالہ نہ کرنا پڑے اور زید و ہندہ کے تعلقات قائم رہیں یا قائم ہو جائیں۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

اگر واقعہ اسی قدر ہے عورت نے یا کسی اور نے عورت کے لئے طلاق نہ مانگی تھی جس کے جواب میں یہ لفظ اس نے کہے نہ اس نے ان الفاظ کو مکرر کہا بلکہ صرف ایک ہی بار کہا تو اس صورت میں ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوئی

<p>کیونکہ پہلا لفظ جواب کا بھی احتمال رکھتا لہذا بہر صورت نیت طلاق ضروری ہے، اور دوسرا لفظ ڈانٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے اس لئے صرف غصہ کی حالت میں طلاق کی نیت کرنی ہوگی جبکہ وہ قسم دے چکا ہے اور گھر میں قسم دے دینا کافی ہے جیس کہ درمختار میں ہے۔ اور تیسرا لفظ اگرچہ طلاق میں صریح ہے لیکن یہ پہلے دونوں لفظوں کے لئے قرینہ کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ قرینہ کے لئے پہلے ہونا شرط ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ (ت)</p>	<p>لان اللفظ الاول يحتمل الرد فينوي على كل حال والثاني يحتمل السب فينوي في الغضب وقد حلف ويكفي حلفه في منزله كما في الدر المختار واللفظ الثالث وان كان صريحاً لا يكون قرينة في الاولين لان شرط النية ان تنقدّم كما في رد المحتار۔</p>
--	---

پس اگر اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی تھیں نہ ایک طلاق بائن دی تھی جس کی عدت باقی ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو رجعت کر سکتا ہے، مثلاً زبان سے اتنا کہہ دے کہ "میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا" تو وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر وضع حمل تک رجعت نہ کرے گا تو اس کے بعد برضائے زن اس سے دوبارہ نکاح کرنے کی حاجت ہوگی، حلالہ کی حاجت دونوں صورتوں میں نہیں، حلالہ تین طلاقوں پر لازم ہوتا ہے، اور جب لازم ہوتا ہے اس کے ساقط کرنے کی کوئی صورت نہیں وکل ما ذکر فی القنیۃ من الحیل وغیرہ باطل لا اصل له (قنیہ میں جو حیل ذکر کئے گئے وہ باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۶: مرسلہ مستقیم خاں زمیندار ۱۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علی محمد خاں کی بیٹی کا نکاح بھورا خاں کے ساتھ ہوا ابھی رخصت نہ ہوئی تھی کہ باہم نزاع ہو گیا۔ برکت اللہ خاں، مستقیم خاں، نظیر الدین خاں صلح کے لئے گئے۔ سب کے سامنے بھورا خاں نے کہا "یہ میری زوجہ نہیں ہے میں نے اس کو پہلے چھوڑ دیا ہے" اور چند مرتبہ کہا "میں نے چھوڑ دی چھوڑ دی مجھ کو کچھ سروکار نہیں، میری بی بی نہیں ہے" اس صورت میں طلاق ہوئی یا

^۱ درمختار باب الکنايات مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۴/۱

نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اس صورت میں عورت نکاح سے نکل گئی، اس پر ایک طلاق بائن ہو گئی، آدھا مہر شوہر پر واجب الادا ہوا، عورت کو عدت کی ضرورت نہیں جس وقت چاہے نکاح کر لے، اگر اس شوہر سابق ہی سے راضی ہو تو اس سے بھی نکاح ہو سکتا ہے حلالے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۷: مسئلہ مولانا حشمت علی صاحب سنی حنفی قادری رضوی لکھنوی متعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۹ رجب شریف یوم جمعہ ۱۳۳۸ھ بریلی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے اپنی ساس سے کہا "میں تمہاری لڑکی کو چھوڑتا ہوں میرے کام کی نہیں" اب سوال یہ ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

دو طلاقیں بائن ہو گئیں، عورت نکاح سے نکل گئی، عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر رخصت نہ ہوئی تھی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، اور اگر زید ہی سے نکاح چاہے تو اس سے بھی کر سکتی ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، جبکہ اس سے پہلے کوئی طلاق اسے نہ دے چکا ہو کہ ایسا تھا تو تین ہو گئیں بے حلالہ نہیں ہو سکے گا،

کیونکہ پہلا لفظ صریح ہے اس لئے یہ طلاق ہوئی اگرچہ نیت نہ بھی ہو، اس سے مذاکرہ طلاق کا حال ہو گیا، اور دوسرا لفظ صرف ڈانٹ کا احتمال رکھتا اور جواب نہیں بن سکتا، لہذا یہاں نیت کی ضرورت نہیں کیونکہ مذاکرہ طلاق ہو چکا ہے، اس سے بائنہ طلاق ہوئی کیونکہ یہ کنایات میں سے ہے لیکن اعتدی اور اس جیسے الفاظ کنایہ تین میں سے نہیں ہے، لہذا اس دوسرے لفظ سے پہلی صریح طلاق بھی بائنہ ہو گئی کیونکہ دوسری بائنہ ہے جس کی وجہ سے پہلی میں رجوع ممکن نہ رہا، لہذا بیوی کو دو بائنہ طلاقیں ہوئیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

وذلك لان اللفظ الاول صريح فوقع به طلاق وان لم ينو وصار الحال به حال المذاكرة واللفظ الثاني لا يحتمل الرد بل السب فاستغنى عن النية لاجل المذاكرة، والواقع به بائن لانه من الكنايات غير الثلاث المعلومة اعتدى واخيها فحقوقه جعل الرجعي الاول ايضا بائنا لامتناع الرجعة بالثاني فبانت بثنتين۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۸: ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ "جا میں نے تجھے چھوڑ دیا" اور چند مرتبہ اور چند آدمیوں کے سامنے یہی کہا کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" مگر "طلاق" کا لفظ نہیں کہا تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اگر تین بار کہاتین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا اور تین بار سے کم کہا اور عدت گزر گئی تو دوسرا نکاح آپس میں کر سکتے ہیں، اور عدت نہ گزری تو مرد کا اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۹: از شہر بریلی محلہ ذخیرہ مسئلہ سید شرافت علی صاحب ۷ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی اپنے میکہ میں ہے، زید کے گھر سے ایک آدمی اس کو لینے گیا، اس کے والدین نے نہیں بھیجا، دوسرے دن زید خود گیا پھر بھی نہیں بھیجا اور نہ کوئی وجہ خاص بتلائی، زید کو ناگوار ہوا اس نے کہا کہ "اگر آپ بھیجے تو آپ کی لڑکی کو جواب دے دوں گا اور آپ اس وقت دو چار آدمیوں کو بلوایجئے تاکہ میں اس وقت اُن کی موجودگی میں جواب دے دوں اور قطع تعلق کر لوں۔" زید کے خسر اوساس نے جواب دیا کہ "نہ ہم آدمیوں کو جمع کریں گے اور نہ جواب لینا منظور ہے" زید یہ کہہ کر کہ "میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا اور کل بذریعہ رجسٹری ڈاکخانہ سے دوبارہ آپ کو اطلاع دوں گا۔" دوسرے دن اس نے یہ لکھ کر کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں" رجسٹری کردی، زید کے خسر نے واپس کردی، زید پر دیس چلا گیا وہاں سے دو ماہ کے بعد آیا اس وقت زید کے ایک عزیز نے جو کہ اس کی بی بی کا قریبی رشتہ دار تھا، زید سے مل کر یہ چاہا کہ بیوی سے صلح ہو جائے، زید نے اس کو یہ جواب دیا کہ "میں طلاق دے چکا ہوں اب صلح کیسی" وہ خاموش ہو گیا، چنانچہ ایک اور آدمی سے بھی زید نے یہ کہا کہ "میں اپنی بی بی کو طلاق دے چکا ہوں" اب زید معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اس کی بی بی کو طلاق ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

طلاق ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی، اگر اس سے پہلے کوئی طلاق نہ دے چکا تھا تو برضائے زن اس سے نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی حاجت نہیں، اور اگر پہلے ایک طلاق بھی دے چکا تھا تو اب بے حلالہ نہیں کر سکتا کہ تین ہو گئیں ایک پہلے اور ایک اس وقت اس کا کہنا کہ "میں اس وقت سے جواب دیتا ہوں اور اپنا کوئی تعلق نہیں رکھتا" _____ پھر لکھنا

کہ "میں قطع تعلق کرتا ہوں" یہ مجموع ایک ہی ہوگی فان البائن لا یلحق البائن والنیة قد ظہرت

(بائنہ طلاق پہلی بائنہ کے بعد نہیں آسکتی اس میں نیت کی ضرورت تھی جو کہ پائی گئی۔ ت) اور ایک اس کا لکھنا کہ "طلاق دیتا ہوں" اور رجسٹری واپس دینے سے طلاق واپس نہ ہوگی کہ بلا شرط تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰: از ملک متوسط شہر رانپور محلہ بیجنا تھ بارہ مرسلہ منشی محمد اسحاق مولود خواں عراقی نولیس ۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی طالع ور خاں نے بحالت غیظ و غضب ایک خط اپنے خسر حقیقی کے نام لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے جناب ماموں نجم خاں صاحب دام ظلہ بعد السلام علیکم واضح ہو میں نے آپ سے بارہا کہا کہ عمدہ کو یہاں سے مت لے جاؤ، مگر آپ لے ہی گئے بغیر رضامندی، آپ نے اپنی ہی ضد کی، میں بھی اس کے اطوار سے نہایت درجہ ناخوش تھا، اس چار مہینہ کے عرصہ میں کبھی میری خدمت نہ کی، اطوار ناشائستہ جو اس میں ہیں اُن کا دفع غیر ممکن ہے، اس سے بڑھ کر خراب عادات عمدہ میں ہیں، لہذا بخوشی تمام آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کر دو، کیونکہ جس حالت میں میرا دل اس سے خوش نہیں اور اس کا بھی مجھ سے نہیں ایسی حالت میں ایک دوسرے کی جان کے ضرور خواہاں رہیں گے ایسا نہ ہو نا سبب، رضادر غبت آپ کو اجازت دیا، اس کا خرابانہ ہو نا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیتا کہ خدائے پاک مجھ کو اپنے فضل سے مرتکب گناہ نہ کرے، اس خط کو بطور طلاق نامہ کے تصور فرمائیں اگر آپ اس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا صرف ڈیڑھ سو روپیہ نکاح میں صرف ہوا اس کا تو البتہ افسوس ہے کہ حج کاروپیہ خرچ ہو گیا مگر کیا علاج ہے کچھ چارہ نہیں، مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ آپ اپنے دل میں بھی اس امر کا رنج نہ کریں تحریر مختصر کو کثیر تصور فرمائیں، عمدہ سے اور مجھ سے اب کچھ سروکار نہ رہا جو رشتہ پہلے تھا وہی اب قائم رہے گا، سرمست خاں اس خط کو حرف بحرف پڑھ کر ماموں صاحب اور عمدہ کو بھی سُنادیں تاکہ اس پر شرعاً طلاق واجب ہو جائے، کیونکہ وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہو نا اظہر من الشمس ہے، فقط بندہ طالع ور خاں از مقام ساکولی۔

جس وقت یہ خط پہنچا سرمست خاں نے عمدہ اور اس کے والد نجم خاں کو سنادیا، بعد ایک ہفتہ کے طالع ور خاں اپنے خسر کے یہاں آئے اور کہنے لگے کہ میری زوجہ عمدہ کو میرے ساتھ روانہ کر دو، نجم خاں نے روبرو چند آدمیوں کے بھیجنے کا اقرار کیا پھر بعد دو گھنٹہ کے طالع ور خاں لینے آئے تو معلوم ہوا کہ نجم خاں دیہات پر چلا گیا، بعد چند ماہ کے نجم خاں نے طالع ور خاں سے صراحت کہہ دیا کہ ہم لڑکی کو کیسے روانہ کریں تم نے تو طلاق نامہ لکھ کر روانہ کر دیا، پھر بائیس^{۲۲} ماہ کے بعد طالع ور خاں نے اپنے خسر کے نام یہ خط لکھا:

جناب ماموں صاحب! بعد سلام علیک واضح ہو میں نے یہاں پر کئی علماء سے دریافت کیا سب

یہی کہتے ہیں کہ طلاق ہو چکی اس لئے عرض پرداز ہوں کہ آپ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیجئے مجھ سے کوئی واسطہ نہ رہا آپ رنجیدہ نہ ہوں امر مجبوری ہے ورنہ کوئی صورت لانے کی کیا ہو تا فقط
پھر نومادہ کے بعد خسر کو خط لکھا کہ فرنگی محل کے علماء سے خط بھیج کر فتویٰ طلب کیا تھا، جواب آیا کہ طلاق ہو چکی مہر کے نسبت انہوں نے فتویٰ دیا کہ نصف مہر دینا چاہئے، مگر میں اور جوابوں کا منتظر ہوں، پس عرض یہ ہے کہ صورت مرقومہ بالا میں عمدہ پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کن لفظوں سے؟ اور کس قسم کی؟ اور کتنی طلاق متحقق ہوئیں؟ غرض عمدہ طالعور خاں کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ اس خط میں آٹھ لفظ تھے:

(۱) بخوشی تمام اجازت دیتا ہوں کہ اس کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ کر دو۔

(۲) رضا اور غبت آپ کو اجازت دیا۔

(۳) اس کا خرابانہ ہونا سبب دوسرے نکاح کی اجازت دیا۔

(۴) اس خط کو بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں۔

(۵) اگر آپ اس کا نکاح کرادیں گے تو مجھ کو کسی نوع کا عذر تکرار آگے نہیں اور نہ کروں گا۔

(۶) عمدہ سے اور مجھ سے کوئی سرکار نہ رہا۔

(۷) اس خط کو ماموں صاحب اور عمدہ کو سنا دیں کہ اس پر شرعاً طلاق واجب ہو جائے۔

(۸) وہ میری بلا اجازت گئی تو نکاح کے باہر ہونا ظہر من الشمس ہے۔

ان میں لفظ چہارم صالح ایقاع طلاق نہیں کہ بطور طلاق نامہ تصور فرمائیں، کے صاف یہ معنی کہ حقیقت میں طلاق نامہ نہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

بیوی نے خاوند کو کہا "مجھے طلاق دے" خاوند نے جواب میں کہا "تو دی ہوئی یا کی ہوئی خیال کر لے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ عربی میں اس کا معنی یوں ہے "تو گمان کر لے کہ تو طلاق والی ہے" اور اگر یوں بالفاظ عربی کہا تو طلاق نہ ہوگی چاہے طلاق کی نیت کی ہو اھ ملخصاً (ت)

امراً قال لزوجها مطلقاً فقال الزوج وادہ انکار وکرده انکار لا یقع وان نوی کانه قال لها بالعربیۃ احسبى انک طالق وان قال ذلک لا یقع وان نوی^۱ اھ ملخصاً۔

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۱۱۰/۲۱۰

اُسی میں ہے:

لو قيل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدها مطلقه واحسبها مطلقه لاتطلق امرأته ¹ اه تمام تحقیق ذلك في فتاوانا المفصلة۔	ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے" اور دوسرا جواب میں کہے "تُو اس کو طلاق دی ہوئی شمار کر لے تو مطلقہ سمجھ لے" تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی اھ، اس کی مکمل تحقیق ہمارے مفصل فتووں میں ہے۔ (ت)
---	--

لفظ بچم ظاہر ترک نزاع کا وعدہ ہے،

"آگے بمعنی آئندہ" اوہو تعلیق علی الانکاح ان ارید بقوله "آگے" بعد الانکاح، او اخبار عن النية في بعض الالفاظ السابقة ان ارید به من بعد ما کتبت هذا۔	آگے بمعنی آئندہ یا یہ نکاح کر دینے پر معلق ہے اگر اس نے "آگے" کے لفظ سے نکاح کر دینے کے بعد کی نیت کی ہو، یا پہلے مذکور الفاظ میں سے کسی لفظ میں نیت کی خبر دینا ہے جبکہ اس نے وہ لفظ لکھنے کے بعد مراد لی ہو۔ اسے محفوظ کر لو۔ (ت)
---	---

لفظ ششم بھی الفاظ طلاق سے نہیں، سر بمعنی خیال و خواہش اور کار بمعنی حاجت ہے، سر و کار نہیں یعنی غرض، مطلب حاجت کام
نہیں، اور ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے۔ خانیہ و رازیہ وغیرہا میں ہے:

لو قال لاحاجة لي فيك ونوي الطلاق لا يقع وكذا لو قال مرابكار نيسقي وكذا لو قال ما اریدك ² ۔	اگر خاوند نے کہا "مجھے تجھ میں کوئی حاجت نہیں" تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ یوں ہی اگر اس نے کہا "تو میرے کام کی نہیں" یوں ہی اگر اس نے کہا "میں تجھے نہیں چاہتا" تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
--	---

بحر الرائق میں ہے:

اذ قال لاحاجة لي فيك اولاريدك او لاحبك اولو اشتھيك اولارغبة	اگر خاوند نے یہ الفاظ کہے "مجھے تجھ میں حاجت نہیں، میں تجھے نہیں چاہتا، میں تجھے پسند نہیں کرتا،
--	---

¹ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الطلاق نوکشتور لکھنؤ ۱۱۳/۲۱۳

² فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکنايات نوکشتور لکھنؤ ۱۱۶/۲۱۶

لی فیک فانہ لایقع وان نوی ^۱ ۔	مجھے تیری خواہش نہیں، تجھ میں میرے لئے رغبت نہیں "تو طلاق کی نیت کے باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)
--	--

لفظ ہشتم بھی محض لغو و غلط ہے کہ ایک باطل خیال جہاں پر نکاح سے باہر ہونا بتاتا ہے بے اجازت شوہر عورت چلی جائے تو نکاح سے باہر نہیں ہوتی اور جو اقرار غلط بنا پر ہو معتبر نہیں۔ خانیہ میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأة تزوجها فھی طالق فشر ب وهو صبی فتزوج وهو بالغ وظن صهره ان الطلاق واقع فقال هذا البالغ (آرے حرام است بر من) لا تحرم امرأته هو الصحيح لانه ما اقرب بالحرمة ابتداء وانما اقرب بالسبب الذی تصادقا علیه وذلك السبب باطل ^۲ اھ ملخصاً۔	ایک بچے نے کہا "اگر میں یہ پی لوں تو جس عورت سے بھی نکاح کروں تو اس کو طلاق" پھر اس نے دوران بچپن وہ چیز پی لی، پھر بالغ ہونے کے بعد اس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے سسرال نے خیال کیا کہ اس کے مذکور قول کے مطابق کی وجہ سے طلاق ہوگئی تو اس لڑکے نے کہا "ہاں یہ مجھ پر حرام ہے" تو اس صورت میں صحیح قول کے مطابق اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی، کیونکہ یہاں ابتداءً بیوی کو حرام نہیں کہا بلکہ اس نے اس سبب کے وجود کا اقرار کیا جس پر یہ دونوں سچے اور جس سبب پر اس نے یہ اقرار کیا وہ باطل ہے اھ ملخصاً (ت)
---	--

بقیہ چار الفاظ میں تین لفظ پیشین کا حاصل اجازت نکاح دینا ہے اور وہ بیشک کنایات سے ہے،

فأنه ينبی عن رفع قید النکاح و اخر اجها عن عصمة لنفسه كقوله تزوجی ^۳ كما فی الخانیة وابتغی الازوج ^۴ كما فی الكنز ووهبتك للازوج كما فی	کیونکہ یہ الفاظ نکاح کی قید کو ختم کرنے کی خبر دیتے ہیں اور اپنی عصمت سے نکالنے کی خبر دیتے ہیں جیسے کہ خاوند یوں کہے "تو نکاح کر" جیسا کہ خانیہ میں ہے "تو خاوند تلاش کر" جیسا کہ کنز میں ہے
---	---

^۱ بحر الرائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۰۳/۳

^۲ فتاویٰ قاضی خاں باب التعلیق نوکشتور لکھنؤ ۲۳۵

^۳ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی الکنایات نوکشتور لکھنؤ ۲۱۶

^۴ کنز الدقائق باب الکنایات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

^۵ فتاویٰ ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۳۷۶/۱

الہندیہ۔	"میں نے تجھ کو خاوندوں کے سپرد کیا" جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ (ت)
----------	---

مگر ان تین اور ان کے ساتھ کتنی ہی کنایات بائن ہوں سب سے ہوگی تو ایک ہی طلاق بائن ہوگی اگرچہ سب سے نیت کی ہو فان البائن لایلحق البائن (کیونکہ بائن طلاق کے بعد دوسری بائنہ لاحق نہیں ہو سکتی)۔ (ت)

لفظ ہفتم طلاق صریح ہے مگر اس شرط پر معلق کہ سرمست خاں، نجم خاں اور عمدہ کو حرف بحر ف خط پڑھ کر سنادے،

فان لفظہ تاکہ تضید ہناترتب الطلاق علی الاسماع ای ربط حصول ذاک بحصول هذا وهذا هو معنی التعليق وفي الدر المختار يكفي معنى الشرط ¹ ۔	اس لئے کہ "تاکہ" کا لفظ یہاں سنانے پر طلاق کو مرتب کرنے کے لئے ہے یعنی اس چیز کے حاصل ہو جانے پر اس چیز کا حصول بتانے کے لئے ہے اور یہی تعلیق کا معنی ہوتا ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ تعلیق کا معنی ہی شرط کے لئے کافی ہوتا ہے (ت)
--	--

تو ان آٹھ لفظوں کا حاصل صرف دو لفظ رہے، ایک کنایہ جس سے بلحاظ نیت طلاق بائن پڑیگی دوسرا صریح معلق جس سے بعد تحقق شرط طلاق رجعی ہوگی، صریح کا حکم تو دیانتاً وقضاءً دونوں میں ایک ہی ہے کہ اگر سرمست خاں نے خط مذکور دونوں کو حرف بحر ف سنادیا تو طلاق ہو گئی اور اگر ان میں ایک کو سنانے میں بھی کچھ کمی رہی جسے حرف بحر ف سنانا نہ کہیں تو نہ ہوئی مگر حکم کنایہ یہاں مختلف ہے دیانتاً حاجت نیت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

لا يقع ديانة بدون النية ولو وجدت دلالة الحال فوقه بواحد من النية او دلالة الحال انما هو في القضاء فقط كما هو صريح البحر وغيره ² ۔	کنایہ کی صورت میں نیت کے بغیر طلاق نہ ہوگی اور اگر دلالتِ حال بھی پائی جائے تو طلاق کا وقوع نیت یا دلالتِ حال میں سے ایک کے ساتھ ہوگا یہ صرف قضاءً طلاق ہوتی ہے بحر وغیرہ کی صراحت یہی ہے۔ (ت)
--	--

اور قضاء بوجہ قرآن سابق و سیاق وقوع طلاق کا حکم علی الاطلاق،

¹ در مختار باب التعليق مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ

² ردالمحتار باب الكنايات دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۶۳ھ

فان اللفظ وان كان مما يصلح رد كما في الغرر والبحر
والخانية لكن قد حفته قرائن ترد معنى الرد كقوله
لهذا وقوله ايانه هو مناسب وقوله اس کا خرابانہ ہونا سبب وقوله
تا کہ خدائے پاک الخ فان هذه التعليلات والتفريعات
لاتلائم قصد الرد كما لا يخفى ودلالة القال كدلالة
الحال۔

ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے، دلالة الحال تعم دلالة المقال^۱ (دلالتِ حال، دلالتِ قال کو بھی شامل ہے۔ ت) مگر خط کی بنا پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہو سکتا ہے جب کہ شوہر مقریا گواہان عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد و دو عورت سے ثابت ہو کہ یہ خط اس کا ہے ورنہ صرف مشابہت خط پر حکم نہیں۔ اشاہ میں ہے:

<p>ان کتب علی وجه الرسالة مصدر المعنونا وثبت ذلك بأقراره او بالبينة فكالخطاب²۔</p>	<p>اگر خط کا عنوان شروع کر کے لکھا اور پھر اس کے اقرار یا گواہوں سے ثابت ہو جائے تو یہ لکھنا زبانی خطاب کی طرح ہے۔ (ت)</p>
---	--

پس صورتِ مستفسرہ میں حکم قضایہ ہے کہ اگر اس خط کا طالعور خاں کا ہونا نہ اس کے اقرار سے ثابت نہ گواہانِ عادل سے، جب تو اصلاً حکم طلاق نہیں، اور اگر اقرار یا شہادت سے ثبوت ہے تو عہدہ پر طلاق بائن پڑ گئی، اگر سرمست خاں نے عہدہ و نجم خاں دونوں کو حرف بحرف سنا دیا تو دو طلاقیں بائن ہوئیں،

<p>اس لئے کہ صریح طلاق، بائنہ کو لاحق ہو سکتی ہے، اور جب بائنہ کے بعد اس کو رجعی لاحق ہو تو وہ رجعی طلاق بھی بائنہ کی طرح ہو جاتی ہے</p>	<p>فإن الصريح يلحق البائن والرجعي اذ الحقه صار مثله لعدم امكان اثبات الرجعة كما في البزاية</p>
--	--

¹ ردالمحتار باب الكنایات دار احياء التراث العربی بیروت ۴۶۳/۲

² الاشباه والنظائر الفن الثالث احكام الكتابة ادارة القرآن کراچی ۲/۹۸-۲۹۷

و غیرہا۔	کیونکہ ایسی صورت میں رجوع کا امکان نہیں رہتا، جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے (ت)
----------	--

ورنہ ایک ضرور ہوئی بہر حال، عمدہ نکاح سے نکل گئی، یہی تفصیل جو حکم قضائی ہے عمدہ کو اسی پر عمل واجب ہے فان المرأة كالقاضي كما في الفتح وغیرہ (کیونکہ بیوی اس میں قاضی کی طرح ہے، جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) اور حکم دیانت یہ ہے کہ اگر یہ خط طالع ور خاں کا ہے اور اس نے الفاظ کنایہ میں کُل یا بعض سے نیت ازالہ نکاح کی تو طلاق بائن ہوئی پھر اسکے ساتھ وہ خط سنانے کی شرط بھی پوری پائی گئی تو دو اطلاق بائن ہوئی بہر حال عمدہ نکاح سے باہر ہوئی اور اگر نیت کی توسنانے کی شرط پائے جانے کی حالت میں ایک طلاق رجعی پڑی جس میں اسے اختیار رجعت تا ایام عدت تھا، اور اگر اس شرط میں بھی کمی رہی تو اصلاً طلاق نہ پڑی، یونہی اگر یہ خط اس کا نہیں جب بھی طلاق نہ ہوئی اگرچہ گواہ گواہی دیں یا خود اس نے غلط اقرار کر دیا ہو،

فان الاقرار الكاذب لا اثر ديانة هذا جملة القول و التفصيل في فتونا المذكورة۔	اس لئے کہ جھوٹے اقرار کا کوئی اثر دیانۃً نہیں ہے، یہ تمام خلاصہ کلام ہے اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں مذکور ہے۔ (ت)
---	---

اور جب کہ عمدہ وطالع ور خاں میں خلوت صحیحہ ہوئی جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر ہے کہ وہ چار مہینے شوہر کے یہاں رہی تو بعد طلاق کُل مہر واجب الادا ہے، نصف ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ بحر الرائق کتاب الطلاق باب الطلاق الصریح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۷، رد المحتار باب الکنايات دار احیاء التراث العربی بیروت

باب تفویض الطلاق

(تفویض طلاق کا بیان)

مسئلہ ۳۲۱: از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ پوسٹ آفس کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۶ رجب ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ فی الدارین (اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد مبارک ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا خاتون مسٹی زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو خطبہ کیا تب ہندہ کہے کہ اگر اس شرط پر راضی ہو تو تیرے نکاح میں آسکتی ہوں ورنہ نہیں شرط یہ ہے، بغیر اذن ہمارے اس خاتون مطلقہ کو یا کسی اور غیر کو نکاح میں نہ لائیں، اگر لائیں تو اختیار تین طلاق کی میرے ہاتھ میں رہے، زید نے شرط کو قبول کیا اور ہندہ کو نکاح میں لا کر پانچ چھ مہینے رہا پھر زید نے زینب کو بہ نکاح گھر میں لایا ہندہ خفا ہو کر زینب کے ساتھ تھوڑی دیر جنگ و خصومت کے بعد اس کے کہا کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں کہہ کر گھر سے نکل گئی اس قول ہندہ کے ساتھ گواہ بھی شرط ہے یا نہیں، اور اس طرح کے اختیار کرنا صحیح ہوگا یا نہیں، اور بعد آٹھ نو مہینے کے ولی ہندہ نے جا کر زید سے طلاق مانگا زید نے کہا کہ جو میں نے ستر روپے مہر بانو کو دیا تھا واپس دے دو تب طلاق دوں گا بحسب کہنے زید کے ستر روپے جو کہ بابت مہر کے تھے واپس دے کر طلاق دلایا، صحیح ہے یا لغو، بعد اس طلاق کے ہندہ پر عدت واجب ہے یا نہیں؟ اگر عدت کے اندر ہندہ بکر کے ساتھ نکاح بیٹھے تو وہ نکاح شرعاً حرام ہے یا حلال؟

بینواتوجروا۔

الجواب:

قطع نظر اس سے کہ زید و ہندہ میں جو یہ گفتگو قبل از نکاح ہوئی، اس میں تعلیق صحیح شرعی و اضافہ الی الملک کہاں تک متحقق تھی کہ اگر اس وقت الفاظ ناکافیہ تھے تو خاص عقد نکاح میں بھی اس شرط کا ذکر آیا یا نہیں، آیا تو کن الفاظ سے؟ اور ایجاب میں تھا یا قبول میں؟ ان تفصیل پر نظر کے بعد یہ واضح ہو گا کہ ہندہ کو اس قرارداد کی بناء پر بر تقدیر نکاح زینب بے اذن ہندہ اپنے نفس کو تین طلاق دے لینے کا اختیار حاصل بھی ہوا یا نہیں، صورت یہی فرض کر لیجئے کہ شرعاً اختیار حاصل ہو گیا تھا پھر بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ بعد تحقق شرط جس مجلس میں ہندہ کو نکاح زینب کی اطلاع ہو اس مجلس میں بے کسی کلام اجنبی کے اپنے نفس کو طلاق دے لے، یہ کہہ کر چلا جانا کہ اب میں مطابق اختیار نامہ رہ نہیں سکتی ہوں طلاق نہیں، اور جب اپنے نفس کو بے طلاق دے چلی گئی مجلس بدل گئی اور اختیار جاتا رہا بلکہ اگر یہ کہنا طلاق ہی فرض کیا جائے تاہم اس سے پہلے زینب سے جنگ و جدل کلام فضولی و اجنبی کیا ان سے بھی مجلس بدل گئی اور اختیار نہ رہا، در مختار میں ہے:

خاوند کی اجازت سے دوسرا کوئی شخص طلاق واقع کرے تو اس کے لئے تین طریقے ہیں: 'تفویض، توکیل، اور ۲) خط یا قاصد۔ بیوی کو طلاق کا حق تفویض کرنے کیلئے تین الفاظ ہیں، بیوی کو طلاق کا اختیار، یا معاملہ طلاق سپرد کرنا، یا اس کی مرضی پر رضا مندی ظاہر کرنا، لہذا بیوی کو کہا "اختیار کر لے" یا "تیرا معاملہ تیرے سپرد" تو تفویض طلاق ہوگی۔ یا اس کو کہا "تو اپنے آپ کو طلاق دے" تو ان صورتوں میں بیوی کو جس مجلس میں اس تفویض کا علم ہوا اس مجلس علم میں وہ بالمشافہ یا بطور اطلاع اپنے اختیار کو استعمال کر سکتی ہے، اگر خاوند نے یہ اختیار کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ کیا ہو تو یہ مجلس ایک پورا دن یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے اور اختیار کو کسی وقت سے مخصوص کیا ہو اور وہ وقت بیوی کے علم سے قبل ختم ہو گیا تب

ما یوقعہ بأذنه وانواعہ ثلثة تفویض وتوکیل ورسالة. والفاظ التفویض ثلثة تخییر وامر بیدو مشیئة. قال لہا اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسک. فلہا ان تطلق فی مجلس علیہا بہ مشافہة او اخبارا، وان طال یوماً او اکثر مالم یوقتنہ ویبضی الوقت قبل علیہا مالم تقم لتبدل مجلسہا حقیقة او حکماً بان تعمل ما یقطعہ مایبدل علی الاعراض۔¹

¹ در مختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۶/۱

بھی بیوی کو مجلس علم میں اختیار باقی ہوگا بشرطیکہ اس مجلس علم میں کوئی تبدیلی اٹھنے یا اٹھنے کے مترادف کوئی کام یا بات کرنے سے نہ آئی ہو کیونکہ ایسی بات یا کام حقیقتاً یا حکماً مجلس کی تبدیلی قرار پائے گا۔ مثلاً کسی ایسے کام میں وہاں ہی مصروف ہو جائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس نے اختیار کو چھوڑ دیا اور ختم کر دیا ہے (ت)	
--	--

ردالمحتار میں ہے:

ودخل فی العمل الکلام الاجنبی۔ ^۱	ایسے کام میں اجنبی اور اختیار سے لا تعلق کلام بھی اعراض سمجھا جائے گا۔ (ت)
--	--

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ اختیار ہر گز صحیح نہ ہوا نہ اس وقت تک ہندہ پر کوئی طلاق پڑی، ہاں جب ولی ہندہ نے طلاق مانگی اور زید نے مہر واپس لے کر طلاق دی، یہ طلاق بیشک صحیح ہوئی اور اسی طلاق کے وقت سے ہندہ پر عدت لازم آئی، اگر ختمِ عدت سے پہلے بکر وغیرہ زید کے سوا کسی سے نکاح کرے گی باطل محض و حرام قطعی ہوگا،

قال اللہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض ختم ہونے تک عدت میں پابند رکھیں واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)
---	--

مسئلہ ۳۲۲: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین (اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی اگلی خاتون مسماۃ زینب کو طلاق دے کر ہندہ کو اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر بلا اذن ہندہ اپنے اگلے خاتون مطلقہ کو یا اور دوسری کسی کو اپنے نکاح میں لائے تو ہندہ کو تین طلاق کا اختیار ہے خواہ کہ طلاق کو اختیار کر کے اپنے نفس کو چھڑائے یا مرضی شوہر پر رہے۔ اب زید بلا اذن ہندہ اپنی اگلی خاتون مطلقہ کو بہ نکاح گھر میں لایا اس صورت میں ہندہ کو اختیارِ ایقاع طلاق کے واسطے مجلس شرط ہے یا نہیں، ہندہ دعوٰی کرتی ہے کہ بمجرد آتے ہی زینب کے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تھا زید اور دو عورت حاضر مجلس ہندہ تھے کہتے ہیں ہندہ نے کوئی بات

^۱ ردالمحتار باب تفویض الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۶۷۲

^۲ القرآن الکریم ۲۲۸/۲

نہ کہی بلکہ گھر سے باہر گئی اور زینب سے جنگ و خصومت کی، اس اختلاف میں عندالشرع گواہ معتبر ہے یا قول ہندہ معتبر؟ مع الدلیل بیان فرمائیں، اگر ہندہ اس دعوٰی مذکور کے بنا پر بعد تین مہینے کے بکر کے پاس نکاح بیٹھے تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور باوجود اس دعوٰی مذکورہ کے ہندہ نے زید سے خلع کیا تو یہ خلع عندالشرع معتبر ہے یا نہیں؟ معترض کہتا ہے اگر وہ دعوٰی ہندہ صحیح ہوتا تو کیوں خلع کیا، ہندہ کہتی ہے بسبب خوفِ حاکم خلع کیا تھا، نہ عدم اختیار نفس کے اختلافِ زوجین کی صورت میں قولِ زوجہ عالمگیری میں ثابت ہے جیسا کہ:

<p>اگر خاوند نے بیوی کو اس کی طلاق کا معاملہ اس کے ہاتھ میں دے دیا، اور بیوی نے اس پر اپنے آپ کو طلاق دے دی اور خاوند نے کہا چونکہ تو دوسرے کام میں مشغول ہو گئی تھی یا دوسری بات میں مشغول ہو چکی تھی، اور اس کے بعد تو نے طلاق دی ہے اور بیوی نے خاوند کے اس الزام کا انکار کرتے ہوئے کہا "نہیں بلکہ میں نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے اور میں کسی دوسرے کام میں مشغول یا اجنبی بات میں مشغول نہیں ہوئی" تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، اور بیوی کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائیگی، استروشنی کے فصول میں یوں ہی مذکور ہے۔ انتہی (ت)</p>	<p>واذا جعل امرها بیدها وطلقت نفسها وقال الزوج انما طلقت نفسك بعد اشتغالك بكلام او بعمل، وقالت بل طلقت نفسي في ذلك المجلس من غير ان اشتغل بكلام اخر وبشيء اخر فالقول قولها وقع الطلاق كذا في فصول الاستروشنی^۱، انتہی۔</p>
---	--

اس صورتِ مسطور میں عندالشرع کس کی دلیل معتبر ہے؟ بیہنا تو جروا۔

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں قولِ زوج قسم کے ساتھ معتبر ہے، ہندہ جب تک گواہانِ عادل شرعی دو مرد یا ایک مرد و دو عورتوں کی شہادت سے ثابت نہ کرے کہ میں نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو طلاق دے لی تھی اس کی بات ہر گز نہ سنی جائے گی نہ اسے بکر سے نکاح کی اجازت ہوگی خلع جو کیا صحیح ہے، خلع کی عدت گزرنے پر جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس صورت واقعہ اور صورتِ مسئلہ فتاویٰ عالمگیری میں فرقِ عظیم ہے وہاں شوہر کو بھی تسلیم تھا کہ عورت نے اپنے نفس کو طلاق دی مگر یہ کہتا تھا کہ اس کا یہ طلاق دینا باطل واقع ہوا کہ بعد تبدلِ مجلس تھا، یہ صراحتاً خلافِ ظاہر ہے کہ جب عورت نے بعدِ تنخیر طلاق کا قصد کیا تو ظاہر یہی ہے

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۹۱

کہ ایسے ہی وقت طلاق دی جس سے اُس کا یہ قصد پورا ہو یعنی مجلس بدلنے سے پہلے تو اس صورت میں شوہر خلافِ ظاہر دعوٰی کرتا تھا، لہذا قول عورت کا معتبر ہوا، اور یہاں شوہر سرے سے ایقاعِ طلاق ہی کا اقرار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہندہ بے طلاق دے چلی گئی، اور ہندہ دعوٰی طلاق کرتی ہے تو وہ زوالِ نکاح کی مدعیہ اور شوہر منکر ہے، لہذا قول شوہر معتبر ہے، اور اختیارِ طلاق دے جانے سے خواہی نخواہی یہی ظاہر نہیں کہ عورت طلاق ہی اختیار کرے گی، جامع الفصولین میں ہے:

ت (یعنی زیادات) میں ہے، خاوند نے بیوی کو کہا کہ "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" تو اس پر بیوی نے اپنے آپ کو طلاق دے دی، اس کے بعد خاوند نے اسے کہا کہ تو نے اختیار کے بعد مجلس میں کسی تبدیلی کے بغیر اپنے کو طلاق دی ہے تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر ہوگی کیونکہ بیوی کی تصریح کا سبب خاوند کا اپنا اقرار ہے کہ (بیوی نے طلاق دی ہے) وہ پایا گیا ہے محم (یعنی مختصر الحاکم)، خاوند نے بیوی کو کہا "میں نے تجھے کل اختیار دیا تھا تو نے اپنا اختیار استعمال نہ کیا" تو جواب میں بیوی نے کہا "میں نے اختیار کو استعمال کر لیا ہے" تو خاوند کی بات معتبر ہوگی شیخ (یعنی شمس الائمہ سرخسی)، مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ "میں نے تجھے کل آزاد ہونے کا اختیار دیا تو تو نے اپنے آپ کو آزاد نہ کیا" تو غلام نے کہا "میں نے کر لیا ہے" تو غلام کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ مالک نے اس کی آزادی کا اقرار نہ کیا، کیونکہ محض آزادی کا اختیار دینا عتق کو لازم نہیں کرتا جب تک مالک کے اختیار پر غلام اپنے آپ کو آزاد نہ کر لے، جبکہ غلام اس کا مدعی ہے اور مالک

ت (ای الزیادات) قال امرک بیدک فطلقت نفسہا فقال انما طلقت نفسك بعد الاشتغال بکلام او عمل وقالت بل طلقت نفسي في ذلك المجلس بلا تبدل فالقول قولها لانه وجد سببه باقراره محم (ای مختصر الحاکم) قال خیرتک امس فلم تختاری وقالت قد اخترت فالقول قوله شیخ (ای شمس الائمہ السرخسی) قال لِقْنَه جعلت امرک بیدک فی العتق امس فلم تعتق نفسك قال القن فعلته لا یصدق اذ المولی لم یقر بعتقه لان جعل الامر بیده لا یوجب العتق مالم یعتنق القن نفسه والقن یدعی ذلك والمولی ینکره ولا قول للقن فی الحال لانه یخبر بها

<p>لايملك انشاءه لخروج الامر من يده بتبدل مجلسه وكذا لو قال اعتقتك على مال امس فلم تقبل فقال القن قبلت فالقول للمولى وكذا هذا كله في الطلاق وفي امرك بيدك¹ اھ ملخصاً۔</p>	<p>انکار کرتا ہے اور اس گفتگو میں غلام کا کہنا کہ میں نے اپنے آپ کو آزاد کر لیا ہے یہ اس چیز کی خبر دے رہا ہے جس کی انشاء کا ابھی تک وہ مالک نہیں بنا تو فی الحال غلام کا کوئی قول نہیں ہے، کیونکہ اب مجلس بدلنے کی وجہ سے اختیار اس کے ہاتھ سے نکل چکا ہے، اور یونہی اگر کہا کہ "میں نے کل تجھے مال کے عوض آزادی کا اختیار دیا تھا جسے تُو نے قبول نہ کیا"، تو غلام نے کہا "میں نے قبول کر لیا تھا" تو مالک کی بات معتبر ہوگی۔ اور یہی تمام صورتیں طلاق اور بیوی کے ہاتھ میں اختیار دینے کے متعلق ہیں اھ ملخصاً (ت)</p>
--	--

بحر الرائق میں ہے:

<p>الفرق بينهما ان في المسئلة الاولى اتفقا على صدور الايقاع منها بعد التفويض، والزوج يدعي ابطال ايقاعها فلا يقبل منه²۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔</p>	<p>مذکورہ صوتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں خاوند بیوی دونوں اختیار کے بعد مجلس میں اختیار کو استعمال کرنے پر متفق ہیں مگر خاوند، بیوی کے حق کو باطل کرنے کا مدعی ہے اس لئے اس کی بات مقبول نہ ہوگی الخ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)</p>
---	---

مسئلہ ۳۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے قبل نکاح یہ قرار دیا کہ اگر میں دوسرا نکاح کسی اور عورت سے کروں تو تجھ کو اختیار ہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے لے، اس شخص نے دوسرا نکاح کر لیا، عورت اپنے آپ کو فوراً حسب اختیار طلاق دے لے اور شوہر اس پر رضامند نہ ہو تو طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور قبل نکاح یہ شرط جائز تصور ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر لفظ جو اس شخص نے اس عورت سے قبل نکاح کہے اسی قدر اور یونہی ہیں جس طرح سوال میں

¹ جامع الفصولین الفصل الثالث والعشرون فی الامر بالیہد ومتعلقہ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۳۰۲-۳۱

² بحر الرائق فصل فی الامر بالیہد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۲۶/۳

مذکور ہوئے تو اس صورت میں عورت کو بر تقدیر نکاح ثانی کوئی اختیار طلاق دے لینے کا حاصل نہ ہو اس کا اپنے نفس کو طلاق دینا کافی نہیں جب تک شوہر اس طلاق کو نافذ نہ کرے،

<p>فَان الْمَلِكِ اَوِ الْاَضَافَةِ اِلَيْهِ لَا بَدَّ مِنْهُ وَلَمْ يَوْجَدْ اَوْ طَلَاقِ الْفُضُولِ يَتَوَقَّفُ عِنْدَ اَعْلَى اجَا زَةِ الزَّوْجِ۔</p>	<p>کیونکہ طلاق دیتے وقت ملکیت یا اس کی طرف نسبت کا موجود ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں یہ موجود نہیں، یا یہ کہ یہ فضولی کی طلاق ہے جبکہ فضولی کی طلاق خاوند کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے (ت)</p>
---	---

پیش از نکاح جو ان الفاظ سے شرط کی جائے لغو و مہمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۳: از بنگالہ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اس شرط پر زینب سے نکاح کیا کہ اگر تم کو چھ^۱ مہینے تک بے خوراک و بے خبری چھوڑوں گا تو اختیار ایقاع تین طلاق کی ملک تیرے ہاتھ دے دیا، اب زید نے بعد ایک سال کے اپنی منکوحہ کو خوش و راضی کر کے فی ماہ خوراک مقرر کر کے واسطے کسی کام کے سفر میں گیا اور تین گواہ بھی موجود ہیں، اب بعد چند روز کے منکوحہ زید دعوٰی کرتی ہے کہ میری طلاق واقع ہو گئی، آیا یہ دعوٰی زینب صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر الفاظ شرط کہ زید نے کہے یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے تو اس میں چار^۲ صورتیں ہیں:

اول یہ لفظ زید نے پیش از نکاح کہے اگرچہ اسی وقت معاً نکاح کر لیا۔

دوم خاص ایجاب و قبول میں شرط کی اور ابتدائے ایجاب اس شرط کے ساتھ جانب زید سے تھی یعنی زید نے کہا میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر تجھ کو چھ^۱ مہینے تک الخ، زینب نے کہا میں نے قبول کیا۔

سوم شرط خود عقد میں تھی اور ابتدائے ایجاب زینب کی طرف سے مثلاً زینب یا اس کے وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا اپنی مَوَکَلَہ زینب بنت فلاں بن فلاں کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ اگر تو تیرے چھ^۱ مہینے تک الخ، زید نے کہا میں نے قبول کیا، یا زینب خواہ وکیل نے کہا میں نے اپنے نفس یا مَوَکَلَہ مذکورہ کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر میں تجھ کو چھ^۱ مہینے تک الخ۔

چہارم یہ شرط بعد تحقق ایجاب و قبول کی، پہلی دو^۲ صورتوں میں سرے سے یہ تفویض طلاق یعنی زینب کو بشرط مذکور طلاق کا اختیار دینا ہی صحیح نہ ہوا، اگر بالفرض زید چھ برس بے نفقہ و بے خبر گیری چھوڑے اور

زینب سو بار اپنے نفس کو طلاق دے طلاق نہ پڑے گی،

لان التفویض تعتمد الملك او الاضافة اليه ولم يوجد۔	کیونکہ تفویض کا دار و مدار ملکیت یا اس کی طرف نسبت پر ہے جو کہ یہاں موجود نہیں ہے۔ (ت)
---	--

فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

البداء اذا كانت من الزوج كان التفویض بعد النكاح لان الزوج لما قال بعد كلام المرأة قبلت والجواب يتضمن اعادة ما في السؤال صار كانه قال قبلت على ان يكون الامر بيدك، فيصير مفوضاً بعد النكاح ^۱ مختصراً۔	بیوی نے خاوند سے طلاق کا اختیار طلب کیا تو اب خاوند نے تفویض کی ابتداء کی تو یہ تفویض نکاح کے بعد متصور ہوگی کیونکہ اگر بیوی کے جواب میں صرف "قبلت" (میں نے قبول کیا) کہا، تو یہ تفویض نکاح کے بعد اس لئے ہوگی کہ سوال کا جواب میں اعادہ معتبر ہوتا ہے گویا کہ یوں کہا میں نے قبول کیا کہ معاملہ تیرے ہاتھ میں ہوا مختصراً (ت)
---	--

اور پچھلی دو صورتوں میں تفویض صحیح ہوگئی، اب اگر زید نے بعد نکاح چھ مہینے تک بے نفقہ و خبر گیری نہ چھوڑا تو بھی زینب پر طلاق ہونے کے کوئی معنی نہیں لعدم تحقق الشرط (شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ ت) اور اگر شرط مذکور پائی گئی تو جس وقت چھ مہینے گزرے زینب کو اپنی طلاق دے لینے کا اختیار تو ضرور حاصل ہوا مگر یہ اختیار اسی جلسہ تک رہے گا اگر مجلس بدلی یا کوئی فعل یا قول زینب سے ایسا صادر ہو جو اپنے آپ کو طلاق دینے سے اجنبی ہو تو وہ اختیار فوراً جاتا رہا اب چاہے سو بار اپنے نفس کو طلاق دے نہ ہوگی، مثلاً جس وقت چھ مہینے گزرے زینب ایک جگہ بیٹھی تھی وہاں سے کھڑی ہوگئی یا کھڑی تھی چلنے لگی یا کھانا مانگا یا کنگھی کی یا کسی سے کوئی اجنبی بات اس معاملے کے علاوہ کہی اس کے بعد اپنے آپ کو طلاق دی ہر گز نہ پڑے گی اور اگر اسی جلسہ میں بغیر کسی ایسے قول و فعل اپنے آپ کو طلاق دے سب سے پہلے یہی بات کی تو بیشک طلاق ہوگئی۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

التفویض المعلق بشرط اما ان يكون مطلقاً عن الوقت واما ان يكون مؤقتاً فان كان مطلقاً بان قال اذا قدم فلان فامرك بيدك فقدم فلان فامرهما بيدهما اذا علمت في مجلسها الذي	وہ تفویض جو کسی شرط سے معلق ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں، وقت مقرر ہوگا یا مقرر نہ ہوگا۔ اگر شرط کے ساتھ وقت مقرر نہ ہو جیسے یوں کہے "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے جب فلاں شخص آجائے تو"
---	---

^۱ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نو لکھنؤ ۱۵۲

قدم فیہ ^۱ الخ	اس صورت میں بیوی کو فلاں کے آنے کی اطلاع والی مجلس میں اپنا اختیار حاصل ہو جائے گا الخ (ت)
--------------------------	--

اُسی میں ہے:

اذا قامت عن مجلسها قبل ان تختار نفسها وكذا اذا اشتغلت بعمل آخر يعلم انه كان قاطعاً لما قبله كما اذا دعت بطعام لتأكله او نامت او نشطت او اغتسلت او اختضبت او جامعها زوجها او خاطبت رجلاً بالبيع والشراء فهذا كله يبطل خيارها كذا في السراج الوهاج ^۲	اگر بیوی مجلس میں اپنے کو طلاق دینے سے قبل اٹھ کھڑی ہوئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئی جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ اختیار کے لئے قاطع ہے مثلاً بیوی اس مجلس میں اختیار استعمال کرنے سے قبل کھانے کے لئے کھانا طلب کر لے یا تنگھی کرنا شروع کر دے یا غسل شروع کر دے یا خضاب مہندی لگانا شروع کر دے یا خاوند سے ہمبستری شروع کر دے یا کسی دوسرے شخص سے خرید و فروخت کی بات شروع کر دے، تو یہ تمام افعال اس کے اختیار کو باطل کر دیں گے۔ سراج الوہاج میں ایسے ہی مذکور ہے (ت)
---	--

در مختار میں ہے:

والفلك لها كالبیت وسیدد ابتها کسیرھا حتی لا یتبدل المجلس بجرى الفلك ویتبدل بسیدر الدابة ^۳ الخ۔	کشتی، گھر کی طرح ہے، اور سواری کا چلنا عورت کے اپنے چلنے کی طرح ہے حتیٰ کہ مجلس اختیار تبدیل نہ ہوگی جب کشتی چلتی رہی ہو مگر سواری کے چلنے پر مجلس تبدیل ہو جائے گی الخ (ت)
---	---

بالجملہ صورت مستفسرہ میں زینب پر طلاق ہونے کے لئے تین امور ضرور:

ایک یہ کہ وہ تفویض جانب زوج سے صحیح واقع ہوئی یعنی بعد نکاح یہ اختیار دیا ہو یا وقت نکاح اس طور پر کہ ابتدائے ایجاب عورت کی طرف سے ہو۔

دوسرے یہ کہ بعد نکاح چھ^۱ مہینے بے نفقہ و خبر گیری گزرے ہوں۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی الامر بالید نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۹۲

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث فی تفویض الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۸۷

^۳ در مختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۷

تیسرے یہ کہ اُن کے گزرتے ہی اسی مجلس میں بے کسی اجنبی بات کے زینب نے اپنے آپ کو طلاق دے لی ہو۔ ان تین امور سے اگر ایک بھی کم ہے دعوٰی طلاق محض غلط و باطل ہے اب اگر زید ان تینوں باتوں کے وجود کا مقرر ہو تو آپ ہی طلاق ثابت ہو جائے گی، اور اگر ان میں بعض کا منکر ہو تو امر اوّل و دوم میں زینب پر گواہ دینے ضرور ہیں، شہادتِ شریعہ سے ثابت کرے کہ شوہر نے اسے تفویض طلاق بروجہ مقبول شرعی کی اور چھ مہینے بے نفقہ و خبر گیری گزر گئے اگر گواہانِ عادل سے اسے ثابت نہ کر سکے گی تو زید کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت نہ ہوگی، اور امر سوم میں اگر زید کو سرے سے بعد حصول شرط زوجہ کی جانب سے ایقاع طلاق صادر ہونے ہی کا انکار ہے جب بھی گواہ ذمہ زینب ہیں اور اگر ایقاع بھی زید کو تسلیم ہے تو گواہ دینا زید پر لازم ہے یعنی صحتِ تفویض و انقضائے ششماہی و ایقاع طلاق زید کو تسلیم یا گواہوں سے ثابت ہے اور تنقیح صرف اس بات کی باقی ہے کہ اس مدت گزرنے پر زینب نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے لی یا بعد زینب کہتی ہے اسی وقت میں نے دے لی تھی اور زید منکر ہے، تو اس کا بار ثبوت زید پر ہے، یہ گواہوں سے ثابت کرے کہ جس وقت چھ مہینے گزرے ہیں زینب بے طلاق دئے ہوئے کسی اور کام میں مشغول ہو گئی اگر ثابت کر دے گا طلاق نہ ہوگی ورنہ زینب کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اور طلاق ثابت کر دیں گے۔ در مختار میں ہے:

<p>بیوی نے کہا میں نے مجلس تبدیل کئے بغیر اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے، اور خاوند اس کا انکار کرتا ہے تو بیوی کی بات معتبر ہوگی، مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر وہ اس کے بغیر قصور مارے، پھر خاوند نے بیوی کو پیٹ دیا تو اب بغیر قصور پیٹنے کی شرط پائے جانے، میں خاوند بیوی کا اختلاف ہوا تو خاوند کا قول معتبر ہوگا کہ وہ منکر ہے، اگر عورت شرط کے نہ پائے جانے کے موقف پر خاوند کے خلاف شہادت پیش کرے تو قبول کی جائے گی جیسا کہ عنقریب ذکر آئے گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>	<p>قالت طلقت نفسي في المجلس بلا تبدل وانكر فالقول لها، جعل امرها بيدها ان ضربها بغير جنابة فضربها ثم اختلفا فالقول له لانه منكر وتقبل بينتها على الشرط المنفي^١، كما سيجي. واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔</p>
---	--

۲۱ شعبان ۱۴۲۰ھ

از ملک بنگالہ ضلع سلہٹ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب

مسئلہ ۳۲۵:

<p>علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عبد الکریم نے مسماۃ کجنگ بی بی سے</p>	<p>چہ فرمائند علمائے دین شرع متین اندریں مسئلہ کہ عبد الکریم میاں مسماۃ کجنگ بی بی را</p>
---	---

^۱ در مختار باب الامر بالیٰد مطبع مجتہدائی دہلی ۲۲۹/۱

نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے بعد عبدالکریم نے بانو موصوفہ کو بائن طلاق دے دی اور وہ عبدالکریم کے مکان سے دوسرے مکان میں چلی گئی، پھر عبدالکریم نے مسماۃ مانتون بی بی سے نکاح کیا اور نکاح نامہ میں یہ تحریر کر کے مانتون بی بی کو دے دیا کہ "وہ تیرے بغیر کھننگ بی بی یا کسی دوسرے عورت سے نکاح کروں تو وہ جب دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھے تو تجھے تین طلاقیں کا اختیار دیتا ہوں کہ تو جس وقت چاہے میرے نکاح سے خارج ہو جائے اور دوسرے جس شخص سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اگر اس وقت میں تجھ پر زوجیت کا دعویٰ کروں تو یہ دعویٰ شریعت اور انگریزی قانون کے خلاف متصور ہوگا" اس تحریر پر چند حاضر مسلمانوں کو گواہ بنایا، اسکے بعد چند روز میں ہی عبدالکریم نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پہلی بیوی کھننگ بی بی کو اپنے مکان پر لے آیا جس کے بعد دونوں بیویوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اور کھننگ بی بی نے اپنی جرات اور دلیری سے مانتون بی بی کو عبدالکریم کے مکان سے نکال دیا تو مانتون بی بی ایک روز زبردستی عبدالکریم کے والد کے گھر ٹھہری اور وہاں عبدالکریم کے والد کو اپنی سوکن کے ساتھ ہونے والی گزشتہ روز کی کہانی سنائی اور کہا کہ میں نے نکاح نامہ تحریر شدہ عبدالکریم کے اقرار کے مطابق اپنے آپ کو طلاق دیتی ہوں اور اپنے اختیار کو استعمال کرتی ہوں، وہ یہ کہہ کر اپنے والدین کے

در عقد نکاح خود آورد و از بطن مذکورہ دخترے تولد شد بعد ازاں عبدالکریم از کسے وجہ ناراضی بانو موصوفہ را طلاق بائن داد، بی بی مذکورہ از مکان عبدالکریم بمکان دیگر رفت بعد ازاں عبدالکریم مسماۃ مانتون بی بی را نکاح کرد و نامہ بطور کابین بریں مضمون نوشتہ داد کہ بغیر تو ہیچ زن را خواہ کھننگ بی بی باشد یا زن دیگر در نکاح من نیارم اگر آرم و آں زن دیگر در باب چوکھٹ پائے دار و پس ترا اختیار طلاق ثلاثہ است بہر وقتے کہ باید خود را از نکاح من خارج کردہ باشوہر دیگر نکاح توانی کرد، اگر در آں وقت دعویٰ زوجیت بکنم خلاف شریعت و قانون انگریزی خواہد شد نوشتہ بدست مانتون بی بی داد چند کس را از مجلس مسلمین گواہ کرد، پس از چند روز عبدالکریم قول خود را خلاف نمودہ بانو اول کھننگ بی بی را بمکان خود آورد بعد ازاں میان ہر دوزن جنگ وجدال شد کھننگ از شجاعت و دلیری خود مانتون بی بی را از مکان عبدالکریم پیروں کرد پس مانتون بی بی جبراً روزے بمکان والد عبدالکریم ماندہ بروز دیگر سخنائے کہ ضرہ خود دیروز شدہ بود بیان کردہ گفت کہ من بمطابق اقرار نامہ سہ طلاق خود را اختیار می روم و بمکان والدین رفت بعد ازاں عبدالکریم قول خود را خلاف اقرار نامہ کردہ دعویٰ زوجیت کرد پس مانتون بی بی بعد چہار ماہ بخوف جنگ وجدال شوہرے خود را ہفتاد

<p>گھر چلی گئی، اس کے بعد عبدالکریم نے اپنے اقرار نامہ کے برخلاف مائتوں بی بی پر اپنی زوجیت کا دعوٰی کر دیا، تو مائتوں بی بی نے جنگ وجدال سے بچتے ہوئے عبدالکریم کو اس کے دعوٰی کے عوض ستر روپے خلع کے طور پر چار ماہ بعد ادا کر دئے، تو عبدالکریم نے اس وقت مائتوں بی بی کو تین طلاقیں دیں، تو اس کے ایک روز بعد مائتوں بی بی نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، تو کیا اس کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ براہین شرعیہ اور دلائل قویہ سے جواب لکھا جائے۔ یاد رہے کہ اس مسئلہ میں تین سال سے اختلاف چلا آ رہا ہے، بینوا توجروا۔</p>	<p>روپیہ دادہ خلع کرد عبدالکریم مائتوں بی بی را سہ طلاق داد پس مائتوں بی بی بعد یک روز بامر دیگر نکاح خود کرد پس اس نکاح جائز شد یا نہ، براہین شرعیہ و دلائل قویہ باید نوشت، مخفی نماند کہ از سہ سال در بارہ اس مسئلہ اختلاف ست، بینوا توجروا۔</p>
--	--

الجواب:

<p>اگر عبدالکریم نے وہ تحریر نکاح سے پہلے لکھی ہو اور اس میں وہی الفاظ ہوں جو سائل نے تحریر کئے ہیں جس میں مائتوں بی بی سے نکاح کو بطور شرط صراحۃً ذکر نہیں کیا گیا، مثلاً یہ صورت ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں اور پھر تجھ پر دوسری عورت کو بیوی بناؤں اور وہ میرے گھر آئے تو تجھے تین طلاقیں کا اختیار ہے الخ۔ تو ایسی صورت میں یہ تحریر لغو اور باطل ہے، اور پہلی بیوی یا کسی دوسری کو نکاح کر کے گھر لائے تو مائتوں بی بی کو اختیار نہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو تین طلاق دے وہ بدستور عبدالکریم کی بیوی ہوگی اور خلع کے بعد اس کو عبدالکریم کے تین طلاق دینے پر وہ مطلقہ قرار پائی اور اس وقت سے اس کی عدت شمار ہوئی، اور عدت پوری ہونے سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام،</p>	<p>اگر عبدالکریم آں نامہ پیش از نکاح نوشت و آنجا الفاظ ہمیں قدر بود کہ سائل ذکر نمود بزنہ گرفتن مائتوں شرطا بالتصریح مذکور نبود مثلاً اگر ترا نکاح کنم و باز بر تو زنہ دیگر بزنہ گیرم و او بخانہ ام آید پس ترا اختیار سہ طلاق ست الخ پس دریں صورت آں نامہ لغو و باطل ست و بزنہ گرفتن منکوحہ اولی خواه غیر او مائتوں را بیج اختیار طلاق دادن خودش رواندارد او، ہمچنان زن عبدالکریم است تا آنکہ خلع کرد و عبدالکریم سہ طلاق داد ازیں وقت مطلقہ شد و عدت برو واجب آمد پیش از مرد و عدت نکاحی کہ بامر دیگر کرد ناجائز و باطل و زنا و حرام بود از باز ماندن فرض ست قال اللہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّنَّ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ^۱ اور دالمحتار ست لو قال لها</p>
---	---

^۱ القرآن الکریم ۲/۲۲۸

تزوجتك على ان امرك بيدك فقبلت جاز النكاح ولغا
الشرط لان الامر انما يصح في الملك او مضافا اليه
ولم يوجد واحد منهما بخلاف ما مر فان الامر صار
بيدها مقارنا لصيرورتها منكوحه^١ انه نهر،

واگر تحریر نامہ پس از نکاح مانتون ست تفویض طلاق نجانہ عہ
آنچنان کہ دران نامہ گفته است صحیح شد و بوجہ قول عبدالکریم بہر
وفتیکہ باید الخ متقید بمجلس نمائند فی الدر المختار
من فصل المشیئة تقید بالمجلس لانه تمليك الا اذا
زاد متى شئت ونحوه مما یفید عموم الوقت فتطلق
مطلقاً^٢ پس بریں تقدیر زراں باز کہ طلاق خویش اختیار کرد از نکاح
بیروں شد اگر چہ ایں معنی روز دوم رونمود و ذلک لان قولہ
بہر وفتیکہ باید الخ توضیح للتفویض المذكور فی قولہ
پس ترا اختیار ثلاثہ است کہا ہو الظاهر لمبتدأ
المفهوم المتعارف من امثال التحاور وان فرض
کونہ کلاماً بحیالہ فهو تفویض

ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے مانتون کو اس دوسرے
شخص سے علیحدہ ہو کر باز رہنا ضروری اور فرض ہے، اللہ تعالیٰ
کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے
آپ کو پابند رکھیں۔ ردالمحتار میں ہے: اگر ایک شخص نے
کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا
ہوں کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے اس
شرط پر نکاح کو قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا اور شرط مذکور
لغو ہو جائیگی، کیونکہ طلاق کا اختیار نکاح میں یا نکاح کی طرف
نسبت کرنے میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ دونوں امر یہاں
نہیں ہیں، اس کے برخلاف جو گزرا کیونکہ وہاں طلاق کا اختیار
نکاح سے مقارن ہو جاتا ہے عورت کے منکوحہ ہو جانے کی
وجہ سے اہ نہر۔ اور اگر عبدالکریم نے وہ تحریر نامہ مانتون بی
بی سے نکاح کرنے کے بعد لکھا ہے تو پھر تین طلاقیں کی
تفویض جس طرح اختیار نامہ میں موجود ہے صحیح ہے اور
عبدالکریم کے تحریر نامہ "جس وقت چاہے" لکھنے کی وجہ سے
یہ تفویض اس مجلس سے مقید نہ رہی۔ درمختار کی فصل فی
المشیئة میں ہے کہ یہ مشیت یعنی اختیار طلاق مجلس موجود میں
رہتا ہے اور اسی سے مقید ہوتا ہے اے

عہ: یہاں کرم خوردہ ہے ۱۲

^۱ ردالمحتار باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴۰/۲

^۲ درمختار باب الامر بالیید مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۹/۱

بنفسه وليس فيه التنصيص على تفويض طلاق واحد حتى ينافيه اختيار الثلاث عند الامام انما هو كلام مطلق ليشتمل كل بينونة بواحد ات او باكثر فصح على هذا ايضا وان لم تبين الابو احدة، وعلى الاول بثلاث. قال في ردالمحتار لا يقع شبي فيا اذا امرها بالواحدة فطلقت ثلاثا بكلمة واحدة عند الامام اما لو قالت واحدة وواحدة وواحدة وقعت واحدة اتفاقا لانه لم يتعرض للعدد لفظا واللفظ صالح للعموم والخصوص وتبامه في البحر¹،

اگر اس سخن، چہچہاں راست باشد کہ سائل وانمود یعنی در کلام عبدالکریم لفظ (موقتیکہ باید) نیز زائد بود پس دریں حالت اگر پس اس طلاق مانتون راسہ حیض کامل آمدہ ختم شدہ بود بعد اس نکاح باشخص دیگر کرد جائز باشد ورنہ حرام، و وقوع اس معنی بعد چار ماہ از طلاق اولیس دلیل قطعی

بعد نہیں رہتا کیونکہ یہ تملیک ہے، لیکن اگر "جب چاہے" کا لفظ زائد کیا ہو یا اس کی مثل اور کوئی عموم وقت کے لئے لفظ زائد کیا ہو تو پھر مجلس کی قید کے بغیر مطلقاً طلاق ہوگی، پس اس صورت میں مانتون بی بی کا اپنے آپ کو طلاق دینا درست ہوا اور وہ عبدالکریم کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے، اگرچہ عبدالکریم اس کارروائی کے دوسرے روز اس کے خلاف اقدام کر کے رد بھی کر دے، تاہم نکاح ختم ہو گیا ہے، یہ اس لئے کہ اس نے "جس وقت چاہے" کا لفظ ذکر کیا اور یہ تین طلاقوں کی تفویض کی وضاحت ہے، جیسا کہ عرف میں اس محاورہ کے استعمال سے متبادر طور پر مفہوم سمجھا جاتا ہے، اور اگر بعینہ اس کو کلام فرض کیا جائے تو یہ بنفسہ تفویض ہوگی اور تفویض میں چونکہ ایک طلاق کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہاں تین طلاقوں کو اختیار کرنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں منافی نہ ہوگا، (ہاں اگر بیوی تین طلاقوں کو بیک لفظ کی بجائے "ایک اور ایک اور ایک" تین مرتبہ کہتی ہے تو پھر بالاتفاق ایک ہوتی) لیکن یہاں تو مطلق کلام ہے جس میں ایک یا زیادہ بانہ طلاقیں ہوں سب کو شامل ہے، تو اس بناء پر بھی تین طلاقیں اپنا نادرست ہے اگرچہ علیحدہ علیحدہ کہنے میں ایک ہی سے بانہ اور بیک لفظ میں تین طلاقوں سے ہی بانہ ہو جاتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق کا

¹ ردالمحتار باب فی المشیئة دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۸۸

اختیار دیا اور بیوی نے تین کو بیک لفظ اپنایا تو امام صاحب کے نزدیک کوئی طلاق نہ ہوگی اور ایک ایک کر کے تین طلاقوں کو اپنے لئے اختیار کیا تو پہلی ایک بالاتفاق واقع ہوگی کیونکہ لفظوں میں خاوند نے عدد کو ذکر نہیں کیا اس میں عموم اور خصوص دونوں کا احتمال ہے اس کی پوری بحث بحر میں ہے۔ تو اگر بات ایسے ہی ہے جیسے سائل نے ظاہر کی ہے یعنی عبدالکریم نے اختیار سوہنے ہوئے "جب چاہے" بھی زائد کیا ہے، پس اندریں صورت مانتون بی بی کے طلاق کو اپنانے کے بعد تین حیض کامل گزر چکے ہوں اور اس کے بعد اس نے دوسرے شخص سے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح جائز ہے ورنہ عدت مکمل ہوئے بغیر نکاح کیا تو یہ حرام ہے اور محض چار ماہ طلاق کے بعد گزرنا یہ عدت کے پورا ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے، اس کے متعلق عورت کو علم ہوتا ہے کیونکہ کبھی تین سال میں بھی تین حیض مکمل نہیں ہوتے، یہ صورت مسئلہ کا حکم ہے۔ مجھ فقیر کو خطرہ ہے کہ یہ وہی مسئلہ ہو جو میرے پاس ۱۳۱۷ھ میں تین بار سلہٹ سے آیا تھا، اور سائل نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہاں یہ فساد تین سال سے چلا آ رہا ہے۔ پہلی بار ۶/رجب ۱۳۱۷ھ کو یہ سوال آیا تو اس میں یہ بیان تھا کہ زید یعنی عبدالکریم کا یہ اقرار نامہ نکاح سے پہلے لکھا گیا ہے اور اس میں مانتون سے نکاح کی ملکیت یا سبب کا ذکر بھی نہ تھا، اس سے قطع نظر ۶/رجب ۱۹ شوال اور ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ تین مرتبہ سوالات کئے گئے جن میں اس تازہ

انقضائے عدت نیست زن بحال خود عالمہ است می تواند کہ گاہے در سہ سال نیز سہ حیض تمام نشود ایست حکم صورت مسئلہ، اما فقیر می ترسم کہ ایست مسئلہ ہماں است کہ در ۱۳۱۷ھ سہ بار از ہمیں سلہٹ نزد فقیر آمدہ بود و سائل ایست بار نیز گفت کہ ایست فساد از سہ سال آنجا برپاست، بار اول ۶/رجب ۱۳۱۷ھ بیانے کہ آمد ظاہر ش آنست کہ ایست اقرار زید یعنی عبدالکریم پیش از نکاح ہندہ اعنی مانتون بود و آنجا نیز تصریح اضافت بملک یا سبب ملک نیست و قطع نظر از اس ۶/رجب ۱۹ شوال و ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ در سوالات ہر سہ بار ہیچ ذکر ایست زیادت تازہ کہ ہر وقتیکہ باید نبود بلکہ در سوال اول لفظ ہندہ ہمیں قدر نوشتہ بود کہ اب میں مطابق اقرار نامہ نہیں رہ سکتی ہوں، ایست گفت و از خانہ بروں رفت جواب دادم کہ ایست الفاظ طلاق نبود بالفرض اگر طلاق باشد پیش آنہا باز ضرہ خود جنگ و جدل سخنے فضول واجنبی بود مجلس متبدل شد و اختیار طلاق از دست رفت طلاق از اس روز شد کہ خلع کرد از اس روز امر در عدت واجب ست ورنہ نکاح حرام، بریں واجب جواب در سوال شوال نیز ہمیں از تقیید بمجلس سوال کرد جواب رفت، در سوال ذیقعدہ فرود کہ ہندہ دعوٰی میکند کہ بمجرّد آمدن

ضرہ بخانہ ہماں وقت نفس خودم را اختیار کردہ بودم و شوہر منکر اصل ایں معنی ست میگوید کہ ہندہ بیچ گفٹ و بدر رفت دریں صورت قول کراست جواب نوشتم زید راست، بعد سہ سال چہارم بار ایں سوال آمد و در ولفظ زائد است کہ تفسیر مجلس از بیخ بر انداخت بایں معنی بانبر باید بود اگر ایں سوال متعلق بہم واقعہ است پس تبدیل کنندگاں از خدا ترسند اگر بہ تعبیر واقعہ حکم از مفتی بدست آرند عالم الغیب والشادۃ را چہ جواب دہند

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَأَنَّهُ إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ^۱ -
واللہ تعالیٰ اعلم۔

زائد لفظ "جب چاہے" کا اضافہ نہ تھا بلکہ پہلی مرتبہ سوال میں، ہندہ کے عنوان سے لکھا گیا کہ "اب میں اقرار نامہ کے مطابق نہیں رہ سکتی ہوں، یہ کہا اور زید کے گھر سے چلی گئی، تو میں نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ طلاق نہیں بن سکتے اور اگر بالفرض ہندہ کے یہ الفاظ طلاق ہوں بھی تو اس کا پہلے اپنی سوکن کے ساتھ جھگڑا کرنا، لا تعلق اور اجنبی بات ہونے کی وجہ سے اختیار والی مجلس تبدیل ہو گئی جس سے ہندہ کے ہاتھ طلاق کا اختیار جاتا رہا، لہذا ہندہ یعنی مانتون بی بی کو اس روز طلاق ہوئی جس روز اس نے خاوند سے خلع کیا، اور اسی دن سے عدت واجب ہوئی اور اس کا مکمل ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا نکاح حرام ہے، اس جواب کے بعد شوال والے سوال میں بھی خاوند کی طرف سے دئے گئے اختیار والی مجلس کی قید سے سوال کیا گیا اس کو جواب دیا گیا، اور ذیقعدہ والے سوال میں یہ بات زائد تھی کہ ہندہ دعویٰ کرتی ہے کہ خاوند نے صرف سوکن کی گھر آمد پر مجھے طلاق کا اختیار دیا تھا جس کو میں نے اس موقع پر استعمال کر لیا تھا، اور خاوند اس بات سے انکار کرتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہندہ نے اس موقع پر کچھ نہیں کہا اور گھر سے چلی گئی، اس صورت کے بارے میں سوال کیا گیا خاوند یا بیوی کس کی بات معتبر ہے؟ میں نے جواب میں لکھا زید یعنی خاوند کی بات معتبر ہے۔ مذکور تین بار سوال کے بعد چوتھی مرتبہ تین سال کے بعد اب یہ سوال آیا ہے اور اس میں ایک مزید اضافہ کیا گیا ("اور جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے") لکھا گیا ہے اور مجلس کی قید والی صورت کو سرے سے ہی ختم کر دیا گیا لہذا اس معاملہ کی تحقیق ہونی چاہئے اگر یہ آخری سوال بھی ان پہلے تین سوالوں کا واقعہ ہے تو پھر سوال میں تبدیلی کرنے والوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے، اگرچہ سوال کی تبدیلی کے ذریعہ مفتی سے مطلب کا حکم حاصل کر لیں گے لیکن عالم الغیب والشادۃ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دیں گے۔ جس نے اس کو سننے کے بعد تبدیل کیا تو گناہ بدلنے والوں پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ القرآن الکریم ۱۸۱/۲

مسئلہ ۳۲۶: از خیر آباد میانسرائے مدرسہ عربیہ ضلع سیتاپور اودھ مرسلہ سید فخر الحسن صاحب رضوی ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
مسمیٰ زاہد علی ولد عابد علی کا عقد نکاح مسماۃ کریمہ بنت عبد اللہ کے ساتھ باقرار امر بالید منعقد ہوا، حسب ذیل نکاح نامہ تحریر ہوا:

نقل نکاح نامہ

<p>الحمد لله الذي فاصل بين الحلال والحرام وواصلنا بسلوك النظام وحرمة السفاح عصمة للعالم وحفظنا لنسل بنى آدم والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد الانام وعلى آله البررة الكرام واصحابه العظام۔</p>	<p>تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو حرام و حلال میں فرق فرمانے والا ہے اور نظام کی ڈوری جوڑنے والا ہے اور جس نے نظام عالم کی حفاظت کے لئے اور نسل بنی آدم کو محفوظ رکھنے کے لئے زنا کو حرام فرمایا ہے، صلوة وسلام اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق جہان کے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر، اس آل جو پاک اور بزرگ ہے، اور صحابہ پر جو عظیم مرتبہ والے ہیں۔ (ت)</p>
---	--

ابعد میں سید زاہد علی ولد سید عابد علی ساکن بلدہ خیر آباد نے برضا اور رغبت خود مسماۃ کریمہ دختر سید عبد اللہ کو بعض مہر متجمل
چار مثقال نقرہ جس کے ایک سو چھپن بروئے وزن روپیہ چہرہ دار رائج الوقت ہوتے ہیں اپنے عقد نکاح میں لایا، اور مسماۃ کریمہ
موصوفہ کو برضا مندی خود بلا اکراہ واجبار احدے مضمون امر ہا بیدھا (پر مختار کر دیا یعنی مسماۃ کریمہ مدوحہ جب چاہیں اپنی
ذات کو میرے عقد نکاح سے خارج کر کے آزاد کر لیں مجھ کو کبھی کسی طرح اپنے نکاح میں رہنے کا دغوی نہ ہو سکے گا کیونکہ یہ
مضمون امر ہا بیدھا اس وقت قطعاً یقیناً وہ میرے عقد سے خارج ہو جائیں گی لہذا یہ تحریر لکھ دی کہ وقت ضرورت کام آئے
فقط، چونکہ قبل انعقاد نکاح کے مسمیٰ زاہد علی کی بد اطواری و خراب چلنی کی شکایت خارجاً مسموع ہوئی تھی جس کی بالاتفاق اکثر
اہل برادری نے تکذیب کر کے نکاح کر دینے پر سید عبد اللہ کو مجبور کیا اور بالآخر سید عبد اللہ نے بطریق مندرجہ بالا نکاح کر دیا
تھا اور بالآخر ہموں آتش درکاسہ سامنے آیا بمقتضائے

خوئے بد در طبیعتی کہ نشست

نرود جز بوقت مرگ از دست

(بری عادت جو طبیعت میں رچ بس جائے وہ وقت موت تک زائل نہیں ہوتی۔ ت)

مسمیٰ زاہد علی نے بعد چند روز کے وہی بد چلنی اختیار کی اور انجام کار کچہری سے سزایاب ہو گیا۔ مسماۃ کریمہ اگرچہ

بوجہ شرم و غیرت خلقی کے کوفت و سوخت درونی کا کسی پر اظہار نہیں کرتی مگر تحلیل ہوتی جاتی ہے، چونکہ کریمہ ہنوز نو عمر و جوان ہے سید عبد اللہ و نیز دیگر اعرٹا کا خیال ہے کہ بشرطِ رضا مندی مسماۃ کریمہ اس سے طلاقِ مسنونہ دلا کر دوسری جگہ مناسب پر اس کا نکاح کر دیا جائے، پس اس ضرورت سے ہدایت خواہ ہوں کہ ایسے الفاظ اُردو کا کوئی فقرہ یا چند فقرات بتائے جائیں جس کو مسماۃ کریمہ اپنی زبان سے رُو رو چند لوگوں کے ادا کر کے طلاقِ مسنونہ حاصل کر کے جس میں کوئی قباحت و سُقیم شرعی باقی نہ رہے، اس طلاقِ مسنونہ حاصل کرنے کے متعلق جو طریقہ عمدہ ہو اور جو جو الفاظ اُردو مناسب ہوں اس سے مفصلاً و تصریحاً ہدایت فرمائی جائے۔

الجواب:

اس تحریر میں امر ہا بیدھا مختار کر دیا نکاح سے خارج ہونا آزاد ہونا جتنے الفاظ ہیں سب کنایہ ہیں اور حالتِ رضا ہے نہ غضب ہے نہ مذکرہ طلاق، اور حالتِ رضا میں جملہ الفاظ نیتِ زوج پر موقوف رہتے ہیں، کریمہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے کے میں نے حکم اس اختیار عام کے جو میرے شوہر نے مجھے دیا اپنے آپ کو شوہر کی طرف سے ایک طلاق دی اس پر زاہد علی سے دریافت کیا جائے کہ تُو نے جو وہ الفاظ لکھے اُن میں طلاق کا اختیار دینے کی تیری نیت تھی یا نہیں، اگر وہ اقرار کرے فبھا، اور اگر انکار کرے تو اس پر حلف رکھا جائے، اگر حلف کر لے کہ میری نیت یہ نہ تھی تو طلاق نہ ہوگی۔ اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے، اور اگر حلف سے انکار کر دے گا تو طلاق ہو جائے گی، اور دونوں صورتوں میں بائن ہوگی۔ عورت نکاح سے نکل جائے گی اگر اب تک خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۲ صفر ۱۳۳۸ھ

از رامپور کوٹھی چڑیا خانہ مرسلہ حسین احمد صاحب دفعدار

مسئلہ ۳۲۷:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ بنت زید کا عقد بکر کے ساتھ اس شرائط سے ہوا چنانچہ ایک اقرار نامہ بکر نے اسی وقت بعد عقد مذکور کے لکھ دیا کہ ۲ تولہ کی بالی طلائی اور ۴ ماشہ کی نقطنی اندر میعاد چھ ماہ کے بنواؤں گا ورنہ طلاق ہے، ہندہ میعاد مذکور پر اپنے باپ زید کے گھر چلی آئی، اقرار نامہ پر عمر خالد وغیرہ رشتہ دارانِ بکر کی گواہی اور بکر کے (العبد) انگوٹھے کے نشان موجود ہیں، پس اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

اقرار نامہ کی نقل بھی ملاحظہ ہوئی اس میں بھی یہی لفظ ہے کہ "ورنہ طلاق ہے" یہ بیان نہیں کہ کس کو طلاق ہے، لہذا صورتِ مستفسرہ میں باعتبارِ ظاہر جبکہ اس نے چھ مہینے کے اندر یہ چیزیں بنوا کر نہ دیں ایک

طلاق رجعی سمجھی جائے گی کہ عدت کے اندر شوہر کو رجعت کا اختیار ہوگا لیکن اگر زید قسم کھا کر کہہ دے کہ اس نے "طلاق" ہے" سے ہندہ کو طلاق دینا مراد نہ لیا تھا اس کی بات مان لی جائے اور اصلاً حکم طلاق نہ ہوگا، اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر رہے گا،

خاوند نے اگر بیوی کو کہا کہ میری اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکل کیونکہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے، تو اگر بیوی باہر نکل جائے تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کا ذکر نہیں کیا جبکہ دوسری کسی عورت کی طلاق کی قسم ہو سکتی ہے، لہذا یہاں خاوند کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ ردالمحتار میں بزازیہ سے منقول ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

قال لها لا تخرجي من الدار الا باذني فاني حلفت بالطلاق فخرجت لا يقع لعدم ذكر حلفه بطلاقها ويحتمل الحلف بطلاق غيرهما فالقول له¹ (ردالمحتار عن البرازية) والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۳۲۸: ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی ساس ہندہ کے یہاں رہتا تھا ہندہ نے اس سے مکان خالی کرنے کو کہا اس نے انکار کیا اس نے اس کا اسباب پھینک دینا چاہا اُس نے کہا اگر میرا اسباب پھینک دے تو میں تمہاری لڑکی کو طلاق دے دوں گا، اس پر دو ۲ مرد اور ایک عورت تو یہ گواہی دیتے ہیں کہ زید نے ہمارے سامنے طلاق دے دی، اور دو ۲ مرد کہتے ہیں اس نے صرف یہ کہا کہ مال پھینکا تو طلاق دے دوں گا نہ اس نے پھینکا نہ اس نے طلاق دی، زید بھی طلاق دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ان دو ۲ مردوں اور ایک عورت جو مدعی طلاق تھے ایک مرد کی نسبت معلوم ہوا کہ بے قید آدمی ہے یہاں تک کہ نماز کا بھی پابند نہیں، اور ایک مرد پہلے کہتا تھا اب وہ منکر ہے کہ میرے سامنے طلاق نہ دی میں سُنی سُنائی کہتا تھا اور اس عورت کی عدالت معلوم نہیں، اور ہو بھی تو ایک عورت کی

¹ ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۲۹

گواہی سے ثبوت نہیں ہوتا اور زید نے ہمارے سامنے حلف شرعی کے ساتھ کہا کہ میں نے ہرگز طلاق نہ دی میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ مال پھینکوگی تو طلاق دے دوں گا، پس اس صورت میں طلاق ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ:

اس جلد کا آخری عنوان "باب تفویض الطلاق" ہے، تیرھویں جلد کا آغاز "باب تعلیق الطلاق" سے ہوگا،



مآخذ و مراجع

سن وفات ہجری

مصنف

نام کتاب

۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱۔ الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲۔ الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳۔ الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۴۔ الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۶۔ ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷۔ الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۸۔ الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹۔ اشعة المبعث شرح مشکوٰۃ
۴۸۲	علی بن محمد البرزدوی	۱۰۔ اصول البرزدوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲۔ آکامہ المرجان فی احکام الجنان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴۔ امداد الفتاح شرح نور الايضاح
۷۹۹	امام یوسف الارودی بلی الشافعی	۱۵۔ الانوار لعبد الابراہ

۴۳۲	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	امانی فی الحدیث	۱۶
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	الایجاز فی الحدیث	۱۷
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	القاب الروات	۱۸
۱۸۹	ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی	الاصل (مبسوط)	۱۹
۲۰۰	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	اخبار مدینہ	۲۰
۲۰۴	محمد بن ادریس الشافعی	الامر	۲۱
۲۵۶	زبیر ابن بکار الزبیری	اخبار مدینہ	۲۲
۳۶۰	الحسن بن عبدالرحمن الرامہرمزی	امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۴۰۵	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری	اربعمین للحاکم	۲۴
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	احیاء العلوم	۲۵
۶۷۶	محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	اربعمین نووی	۲۶
۶۷۶	سید البرار ابو زکریا یحییٰ شرف النووی	الاذکار المنتخبہ من کلام	۲۷
۶۳۰	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	۲۸
۸۰۶	امام زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی	الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	۲۹
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	الاصابۃ فی تہییز الصحابہ	۳۰
۹۰۳	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	انہودج العلوم	۳۱
۹۱۱	عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	الاتقان جلال الدین	۳۲
۹۷۴	احمد بن حجر الھیتمی المکی	اعلام بقواطع الاسلام	۳۳
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	۳۴
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن عبد الرحیم	الانتبہۃ فی سلاسل اولیاء	۳۵
۱۲۰۵	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	اتحاف السادۃ المتقین	۳۶
۱۲۷۳	عبد الغنی الدہلوی المدنی	انجیح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ	۳۷
		اعانة الطالبین سید محمد شطالہ المیاہی	۳۸
۴۲۸	ابو علی حسن بن عبد اللہ الشیربانی	الاشارات ابن سینا	۳۹

۳۹۔	الاشارات ابن سینا	ابو علی حسن بن عبد اللہ الشیر با بن سینا	۴۲۸
ب			
۴۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱۔	البداية (بداية المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمن	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۹۲۲
۴۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵۔	البسیط فی الفروع	حبیب الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶۔	البنایة شرح الهدایة	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷۔	بهجة الاسرار	یوسف بن جریر اللغنی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸۔	بلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹۔	بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰۔	براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء
ت			
۵۱۔	تاج العروس	سید محمد مرتضی الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۵۴۔	التجنيس والمزيد	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن المہام	۸۶۱
۵۶۔	تحفة الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷۔	تحقیق الحسابی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۵۹۔	التعريفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰۔	التہذیب لما فی الموطأ من المعانی والاسانید	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳

۶۱۔	تنبيه الانام في آداب الصيام	
۶۲۔	تفسير الجلالين	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی ۸۶۴-۹۱۱
۶۳۔	تهذيب التهذيب	ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی ۸۵۲
۶۴۔	تنزيه الشريعة المرفوعة عن اخبار الشريعة الموضوعة	ابو الحسن علی بن محمد بن عراق الکنتانی ۹۲۳
۶۵۔	تفسير ابن ابي حاتم	عبد الرحمن بن محمد الرازی (حافظ) ۳۲۷
۶۶۔	تهذيب الآثار	ابو جعفر محمد بن محمد بن جریر ۱۳۱۰
۶۷۔	تقريب القريب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی ۹۱۱
۶۸۔	التقريب والتحبير	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبي ۸۷۹
۶۹۔	التيسير شرح الجامع الصغير	عبد الرؤف بن تاج العارفين بن علی السناوی ۱۰۳۱
۷۰۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی ۷۴۳
۷۱۔	تقريب التهذيب	شهاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی ۸۵۲
۷۲۔	تنوير المقياس	ابوطاهر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی ۸۱۷
۷۳۔	تنوير الابصار	شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد التمرتاشی ۱۰۰۴
۷۴۔	تعظيم الصلوة	محمد بن نصر المروزی ۲۹۴
۷۵۔	تأريخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطيب البغدادي ۴۶۳
۷۶۔	التوشيح في شرح الهداية	عمر بن اسحق السراج البندی ۷۷۳
۷۷۔	تأريخ الطبوي	محمد بن جرير الطبري ۳۱۰
۷۸۔	تنبيه الغافلين	نصر بن محمد بن ابراهيم سمرقندی ۳۷۳
۷۹۔	تأريخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار ۶۴۳
۸۰۔	التزغيب والترتيب	زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری ۶۵۶
۸۱۔	التوضيح شرح التنقيح في اصول الفقه	عبد اللہ بن مسعود بن تاج الشریعة ۷۴۷
۸۲۔	تذكرة الحفاظ	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی ۷۴۸
۸۳۔	تذبيب تهذيب الكمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی ۷۴۸
۸۴۔	التلويح شرح توضيح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ تفتازانی ۷۹۲
۸۵۔	تدريب الراوي	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی ۹۱۱

۸۶۔	التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۸۷۔	تاریخ الخیسی	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری	۹۶۶
۸۸۔	تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	۱۰۰۸
۸۹۔	التبیان فی بیان ما فی لیلة النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۳
۹۰۔	تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون	۱۱۳۰
۹۱۔	التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۹۲۔	تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹
۹۳۔	تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲
۹۴۔	التحریر المختار (تقریرات الراجعی)	عبدالقادر الراغبی الفاروقی	۱۳۲۳
۹۵۔	تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	۹۸۶
۹۶۔	تجنیس الملتقط		
۹۷۔	تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
۹۸۔	تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی اکاشفی الواعظ	۹۱۰
ث			
۹۹۔	الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	۳۶۰
۱۰۰۔	ثبت ابو محمد بن امیر المکی المصری		
ج			
۱۰۱۔	جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۱۰۲۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۱۰۳۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۱۰۴۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۰۵۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۱۰۶۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶

۸۲۳	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل باین قاضی	جامع الفصولین	۱۰۷
۳۴۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الكبير في فروع الحنفية	۱۰۸
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جواهر الاخلاطی	۱۰۹
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	الجواهر الزکیة	۱۱۰
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جواهر الفتاویٰ	۱۱۱
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیہقی	الجوہرۃ النبیۃ	۱۱۲
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعديل في رجال الحديث	۱۱۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغير في الحديث	۱۱۴
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری (تفسیر طبری)	جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	۱۱۵
۲۵۶	ابو علی حسن بن عرفہ بعداز	جزء حديثي حسن بن عرفه	۱۱۶
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	الجامع للاحلاق الراوی والسامع	۱۱۷
۶۳۶	محمد بن محمود الاستروشنی	جامع احكام الصغار في الفروع	۱۱۸
۶۴۶	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	جامع الادویہ والاغذیہ	۱۱۹
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السموودی والمصری	جواهر العقدين في فضل الشرفين	۱۲۰
۹۷۰	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	جواهر خمسہ	۱۲۱
۹۱۱	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی	جمع الجوامع في الحديث	۱۲۲
۹۷۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	جوہر منظر فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳
۱۰۵۲	عبداللہ بن سیف الدین محدث دہلوی	جذب القلوب الى ديار المحبوب	۱۲۴
۵۵۶	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	الجامع الكبير في الفتاویٰ	۱۲۵
ح			
۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخدیمی	حاشیہ علی الدرر	۱۲۶
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیہ ابن شلبی علی التبیین	۱۲۷
۱۰۱۳	عبداللہ بن محمد الرومی	حاشیہ علی الدرر	۱۲۸
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	حاشیہ علی الدرر لملا خسرو	۱۲۹

۱۳۰	حاشیة على المقدمة العشماوية	علامہ سقظی
۱۳۱	الحاشیة لسعدی آفندی علی العنایة	سعد اللہ بن عیسی الآفندی
۱۳۲	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیة	عبد الغنی النابلسی
۱۳۳	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی
۱۳۴	حصر المسائل فی الفروع	امام ابو الیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی
۱۳۵	حلیة الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی
۱۳۶	حلیة المحلی شرح منیة المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج
۱۳۷	حز الایمانی ووجه التهانى	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی
۱۳۸	حیوة الحيوان الکبری للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القروینی
۱۳۹	الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری
۱۴۰	حاشیة التلویح ملاحسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو
۱۴۱	حاشیة التلویح حسین چلبی	حسن بن محمد شاه الفناری چلبی
۱۴۲	حز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری
۱۴۳	حجة الله البالغة	شاه ولی اللہ بن شاه عبد الرحیم الدہلوی
۱۴۴	حاشیة مکتوبات شاه ولی اللہ	شاه ولی اللہ بن شاه عبد الرحیم الدہلوی
۱۴۵	حصر الشارح فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی
۱۴۶	حاشیة الكمثری علی الانوار	
۱۴۷	حاشیة کفایة الطالب الربانی	
۱۴۸	حاشیة الحنفی علی الجامع الصغیر علامہ الحنفی	
۱۴۹	الحاوی للفتاوی	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی
۱۵۰	حسن المقصد فی عمل المولد	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی
خ		
۱۵۱	خزانة الروایات قاضی جکن الحنفی	
۱۵۲	خزانة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری

۱۵۳۔	خزانة المفتین	حسین بن محمد السعانی السیقانی	۷۷۰ کے بعد
۱۵۴۔	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵۔	خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷۔	الخصائص الكبرى	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸۔	خلاصة الوفا	علی بن احمد السمودی	۹۱۱
۱۵۹۔	خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصفی	۱۰۸۸

۲

۱۶۰۔	الدراية شرح الهداية	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۶۲۔	الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین الحصفی	۱۰۸۸
۱۶۳۔	الدر النثیر علامہ	جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴۔	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱

۳

۱۶۵۔	ذخيرة العقبي	یوسف بن جنید الجبلی (چلبی)	۹۰۵
۱۶۶۔	ذخيرة الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷۔	ذم الغيبة	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

۴

۱۶۸۔	الرحمانية		
۱۶۹۔	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰۔	رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱۔	رغائب القرآن ابو مروان	عبد الملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

۹۷۰	شیخ زین الدین بابر بن نجیم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	۱۷۲
۲۸۰	عثمان بن سعيد الدارمی	رد على الجهبية	۱۷۳
۱۸۳۱ء ۱۲۴۶	مولوی اسماعیل دہلوی	رساله نذور	۱۷۴
۴۶۵	عبد الکریم بن ہوازن القشیری	رساله قشیریہ	۱۷۵
۸۵۵	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	۱۷۶
۸۷۹	قاسم بن قطلوبغا المصری	رفع الاشتباه عن سبل البیاء	۱۷۷
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله طلوع شریا	۱۷۸
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله اتحاف الغرفه	۱۷۹
۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	رسائل ابن نجیم	۱۸۰
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	رساله ابتداء	۱۸۱
۱۰۹۸	احمد بن سید محمد مکی الحموی	رساله القول البلیغ فی حکم التبلیغ	۱۸۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ دہلوی	رساله انصاف	۱۸۳
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	رسائل ابن عابدین	۱۸۴
۱۳۱۷	جعفر اسماعیل البرزنجی	۱۸۵- رساله میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	
۶۹۴	ابو جعفر احمد بن احمد الشیر بالمحب الطبری المکی	الریاض المنصره فی فضائل العشره	۱۸۶
۱۲۴۶	میاں اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی ۱۸۳۱ء	رساله بدعت	۱۸۷
	مولوی خرم علی	رساله وعائیه	۱۸۸
۱۳۴۳	ابوالحسنات محمد عبداللہ	رساله غایۃ المقال	۱۸۹
		ز	
	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجانی التونی اواخر القرن السادس	زاد الفقہاء	۱۹۰
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن المہام	زاد الفقیر	۱۹۱
۱۰۱۶	محمد بن محمد التمر تاشی تقریباً	زواہر الجواہر	۱۹۲
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	زیادات	۱۹۳
۱۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	زہر النسرین فی حدیث المعبرین	۱۹۴

۱۹۵۔	زہر الدہی علی المجتبی	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶۔	زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحہ	۹۲۱
۱۹۷۔	الزواج عن الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸۔	زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹۔	زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲

س

۲۰۰۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی البیہقی	۸۰۰
۲۰۱۔	السنن لابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
۲۰۲۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الحر اسافی	۲۷۳
۲۰۳۔	السنن لابن داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴۔	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶۔	السنن لدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷۔	السنن لدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸۔	سیرت ابن ہشام	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹۔	سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰۔	سراجی فی المہیث	سراج الدین سجاوندی ساتویں صدی ہجری	
۲۱۱۔	سیر اعلام النبلاء	نفس الدین محمد احمد الذہبی	۷۳۸
۲۱۲۔	السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحلہ لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳۔	سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴۔	سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یبار	۱۵۱
۲۱۵۔	سراج القاری		
۲۱۶۔	السعدیہ		
۲۱۷۔	السعی المشکور فی رد المذہب المأثور	محمد بن عبدالحلہ لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

ش

۲۱۸۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری
۲۱۹۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی
۲۲۰۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی
۲۲۱۔	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی
۲۲۲۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری
۲۲۳۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور
۲۲۴۔	شرح الدرر	شیخ اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی
۲۲۵۔	شرح سفر السعادة	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی
۲۲۶۔	شرح السنة	حسین بن منصور البغوی
۲۲۷۔	شرح شرعة الاسلام	لیقوب بن سیدی علی زادہ
۲۲۸۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجانی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسیجانی
۲۲۹۔	شرح الغریبین	
۲۳۰۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۱۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی
۲۳۲۔	شرح المنظومة لابن ویبیان	عبدالبر بن محمد ابن شحنے
۲۳۳۔	شرح المنظومة فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی
۲۳۴۔	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی
۲۳۵۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۶۔	شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۷۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۸۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجنڈی
۲۳۹۔	شرح الوقایۃ	صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود
۲۴۰۔	شرح الهدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنے

۲۴۰۔	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنتہ	۸۹۰
۲۴۱۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسمیجانی	۴۸۰
۲۴۴۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔	الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔	شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابی	۶۸۶
۲۴۷۔	شرح کافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابی	۶۸۶
۲۴۸۔	شرح طالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۳۹
۲۴۹۔	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔	شرح عقائد النسفی	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔	شرح المقاصد سعد الدین	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۲۔	شرح الواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔	شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۴۔	شرح چغینی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔	شرح حاشیۃ الكنز ملا مسکین	معین الدین البرہوی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔	شرح عین العلم	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۸۔	شرح قصیدۃ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔	شرح قصیدۃ ہمزہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۰۔	شرح رباعیات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۱۔	شرح فوائیح الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۲۔	شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۳۔	شرح النقایہ لابن البکار	ابوالکلام بن عبداللہ بن محمد بعداز	۹۰۷
۲۶۴۔	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔	شرح مقدمہ عثمانیہ	احمد بن ترکی الماکلی	

۲۶۳۔	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۳۰۶
۲۶۶۔	شرح جامع الاصول للمضيف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثير الجزري	۶۸۶
۲۶۷۔	شرح السلتقى للبهنسى	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسى	۹۸۷
۲۶۸۔	شرح در البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشير با بن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹۔	صحاح الجوبرى	اسماعيل بن حماد الجوبرى	۳۹۳
۲۷۰۔	صحيح ابن حبان (كتاب التفسير والانواع)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱۔	صحيح ابن خزيمة	محمد بن اسحاق ابن خزيمة	۳۱۱
۲۷۲۔	الصرح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي تقريباً	۶۹۰
۲۷۳۔	صغرى شرح منيه	ابراهيم الحلبي	۹۵۶
۲۷۴۔	صراط مستقيم	سيد احمد شهيد ريلوى	۱۲۴۶
۲۷۵۔	الصواعق المحرقة	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	۹۷۳

ط

۲۷۶۔	الطحاوى على الدر	سيد احمد الطحاوى	۱۳۰۲
۲۷۷۔	الطحاوى على المراق	سيد احمد الطحاوى	۱۳۰۲
۲۷۸۔	طبقات المقرئين	محمد بن احمد الذهبي	۷۴۸
۲۷۹۔	طبقات القراء	محمد بن محمد الجزري	۸۳۳
۲۸۰۔	الطريقة المحمدية	محمد بن بر على المعروف ببر كل	۹۸۱
۲۸۱۔	طلبة الطلبة	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	۵۳۷

ع

۲۸۲۔	عمدة القارى شرح صحيح البخارى	علامہ بدر الدين ابى محمد محمود بن احمد العيني	۸۵۵
۲۸۳۔	العناية شرح الهداية	اکمل الدين محمد بن محمد الباری	۷۸۶
۲۸۴۔	عناية القاضى حاشية على تفسير البيضاوى	شهاب الدين الخفاجى	۱۰۶۹

۲۸۵۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶۔	عقود الدریّة	محمد امین ابن عابد بن الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷۔	عدّة کمال الدین	محمد بن احمد الشیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۲۸۸۔	عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹۔	عوارف المعارف	شهاب الدین سهروردی	۶۳۲
۲۹۰۔	عقد الفرید	ابوعبدالله محمد بن عبد القوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱۔	عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الخفّی البلیخی	۸۳۰
۲۹۲۔	عقد الجید	شاه ولی الله بن شاه عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳۔	عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابد بن	۱۲۵۲
۲۹۴۔	عمدة الراعیہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحلہ الکھنونی	۱۳۰۴
غ			
۲۹۵۔	غایۃ البیان شیخ قوام الدین	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۲۹۷۔	غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۲۹۹۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۹۵۶
۳۰۱۔	غیث النفع فی القراء السبع	یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
ف			
۳۰۲۔	فتح الباری شرح البخاری	شهاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳۔	فتح القدير	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الإمام	۸۶۱
۳۰۴۔	فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵۔	فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز	۸۲۷

۳۰۶۔	فتاویٰ حجّہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۷۔	فتاویٰ خیریہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۸۔	فتاویٰ سراجیہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۰۹۔	فتاویٰ عطاء بن حمزہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۰۔	فتاویٰ غیاثیہ	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۱۔	فتاویٰ قاضی خان	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۲۔	فتاویٰ ہندیہ	ظہر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۳۔	فتاویٰ ظہیریہ	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولو الجی	۵۴۰
۳۱۴۔	فتاویٰ ولوالحیہ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۳۱۵۔	فتاویٰ الکبریٰ	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۶۔	فقہ الاکبر	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۷۔	فتح المعین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۳۱۸۔	فتح المعین شرح ترقۃ العین	حجی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۱۹۔	الفتوحات المکیّۃ	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۰۔	فوائد الروحوت	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۱۔	الفوائد	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۲۔	فوائد المخصّصۃ	شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۳۔	فیض القدیر	اسمعیل بن عبداللہ الملّقب بسمویہ	۲۶۷
۳۲۴۔	فوائد سیویۃ	ابو عبداللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۵۔	فضائل القرآن لابن ضریس	ابوالحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۶۔	فوائد الخلیجی	محمد بن محمود استر و شنی	۶۳۶
۳۲۷۔	فصول العبادی	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۸۔	فتاویٰ تاتارخانیہ	امام محمد بن عبدالرحمن السخاوی	۹۰۳
۳۲۹۔	فتح المغیث	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۳۳۰۔	فتاویٰ زینیہ		

۳۳۱۔	فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲۔	فتح الالہ شرح المشکاة	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۳۔	فتاویٰ الفقہیہ ابن حجر مکی	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۴۔	فتاویٰ انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵۔	فتاویٰ اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶۔	فوائد مجموعہ	شوکانی محمد بن علی بن محمود الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷۔	فتاویٰ جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸۔	فضل لباس العباءم	ابو عبد اللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹۔	فتاویٰ قاعدیہ	ابو عبد اللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰۔	فتاویٰ غزی	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱۔	فتاویٰ شمس الدین الرملی		
۳۴۲۔	فتح الملک المجید		
۳۴۳۔	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹
ق			
۳۴۴۔	القاموس المحيط	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۳۴۵۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملباری	۹۲۸
۳۴۶۔	القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷۔	القرآن الکریم		
۳۴۸۔	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابوطالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹۔	القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰۔	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۱۔	القول الجمیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۲۔	قمر الاقبار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحلیم لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳۔	القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبد اللہ البیہقی	۱۳۰۴

ک

۳۵۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵۔	الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶۔	الکبریٰ الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸۔	کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹۔	کتاب الالباء فی آداب دخول الحمام	ابو الحاس محمد بن علی	
۳۶۰۔	کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۳۶۱۔	کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲۔	کتاب الطہور لابن عیینہ		
۳۶۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵۔	کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	
۳۶۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷۔	کشف الرمز علامۃ المقدسی		
۳۶۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	ابن الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۳۷۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۳۷۲۔	کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵۔	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶۔	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸

۳۷۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۳۷۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۳۷۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸
۳۸۰۔	کتاب الحجہ	امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱۔	کتاب المشیخۃ	امام محمد ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۲۔	کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳۔	کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۴۔	کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۵۔	کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو لعقلی الہکمی	۳۲۲
۳۸۶۔	کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۳۸۷۔	کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸۔	کتاب الحجہ علی تارک الحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۳۸۹۔	کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰۔	کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	ابوالحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱۔	کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۳۹۲۔	کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۳۹۳۔	کتاب الصفین	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴۔	کتاب المصاحف ابن الانباری		
۳۹۵۔	کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۶۔	کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷
۳۹۷۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث دہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸۔	لقطہ العرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

ل

۳۹۹۔	لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰۔	الآلی المصنوعه فی الاحادیث الموضوعه	ابوبکر عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۰۱۔	لواقح الانوار القدسیہ سیدالمنتخب من الفتوحات المکیه	عبدالوہاب بن احمد الشحرانی	۹۷۳
ف			
۴۰۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳۔	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۴۰۵۔	مجری الانہر شرح ملتقى الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر الصدیقی	۹۸۱
۴۰۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۴۰۸۔	مجمع الانہر فی شرح ملتقى الابحر	عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی ششی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۴۱۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶۔	مراق الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلائی	۱۰۶۹
۴۱۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان لما علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰۔	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱۔	المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

۱۱۱۹	محب اللہ الباری	مسلم الثبوت	۴۲۲۔
۲۰۴	سلیمان بن داؤد الطیلسی	مسند ابی داؤد	۴۲۳۔
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۴۲۴۔
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راہویہ	مسند اسحاق ابن راہویہ	۴۲۵۔
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۴۲۶۔
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرزازی	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۷۔
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۸۔
۵۵۸	شہر دار بن شیر ویہ الدلمی	مسند الفردوس	۴۲۹۔
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۴۳۰۔
۷۱۰	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	المصنفی	۴۳۱۔
۲۳۵	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبہ	۴۳۲۔
۲۱۱	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبد الرزاق	۴۳۳۔
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	مصباح الدجی	۴۳۴۔
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	معرفة الصحابة	۴۳۵۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الاوسط	۴۳۶۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الصغیر	۴۳۷۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الکبیر	۴۳۸۔
۷۴۹	محمد بن محمد البخاری	معراج الدراية قوام الدین	۴۳۹۔
۷۴۲	شیخ ولی الدین العراقی	مشکوٰۃ المصابیح	۴۴۰۔
۶۹۱	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	المغنی فی الاصول	۴۴۱۔
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	المغرب	۴۴۲۔
۴۲۸	ابو الحسن احمد بن محمد القدوری الحنفی	مختصر القدوری	۴۴۳۔
۹۳۱	یعقوب بن سید علی	مفاتیح الجنان	۴۴۴۔
۵۰۲	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	المفردات للامام راغب	۴۴۵۔
	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	المقدمة العشماویة فی الفقه المالکیة	۴۴۶۔

۵۵۶	المبتقط (فی فتاویٰ ناصری) ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۴۴۷
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۴۴۸
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۴۴۹
۳۰۷	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۴۵۰
۳۳۴	الحاکم الشیر محمد بن محمد بن احمد	۴۵۱
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۴۵۲
۱۰۰۴	محمد بن عبد اللہ التمر تاشی	۴۵۳
۹۵۶	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۴۵۴
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۴۵۵
۶۹۴	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۴۵۶
	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	۴۵۷
۴۵۶	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۸
۵۱۰	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراہیم البرودی	۴۵۹
۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	۴۶۰
۷۰۵	سدید الدین محمد بن محمد اکاشغری	۴۶۱
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	۴۶۲
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۴۶۳
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	۴۶۴
۴۷۶	ابی اسحق ابن محمد الشافعی	۴۶۵
۹۷۳	عبد الوہاب الشعرانی	۴۶۶
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	۴۶۷
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۶۸
۳۲۷	محمد بن جعفر الخراطی	۴۶۹
۱۵۰	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۴۷۰
۱۸۹	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۴۷۱

۳۰۳	حسن بن سفیان النسوی	المسند فی الحدیث	۴۷۲
۳۸۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	۴۷۳
۵۱۶	قاسم ابن علی الحریری	مقامات حریری	۴۷۴
۵۱۶	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	معالم التنزیل تفسیر البغوی	۴۷۵
۵۴۸	ابوالفتح محمد بن عبدالکریم الشسرستانی	الملل والنحل	۴۷۶
۵۹۷	ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی	موضوعات ابن جوزی	۴۷۷
۶۴۲	ابوعمر و عثمان بن عبدالرحمن ابن الصلاح	مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	۴۷۸
۶۵۶	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	۴۷۹
۷۱۰	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی	مدارک التنزیل تفسیر النسفی	۴۸۰
۷۵۶	عضد الدین عبدالرحمن بن رکن الدین احمد	الواقف السطانیہ فی علم الکلام	۴۸۱
۸۳۳	محمد بن محمد الجزری	مقدمہ جزریہ	۴۸۲
۹۰۲	شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السحاوی	مقاصد حسنہ	۴۸۳
۹۲۳	احمد بن محمد القسطلانی	الوابب الدینیہ	۴۸۴
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	۴۸۵
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط	۴۸۶
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی	ماثبت بالسنۃ	۴۸۷
۱۰۹۶	قاضی میر حسین بن معین الدین	المیبذی	۴۸۸
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	۴۸۹
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	مکتوبات شاہ ولی اللہ	۴۹۰
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مکتوبات	۴۹۱
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	ملفوظات	۴۹۲
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	معمولات	۴۹۳
	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	مخزن ادویہ فی الطب	۴۹۴
۱۲۴۳	ابوالحسنات محمد عبداللہ	مجموعہ فتاویٰ	۴۹۵
۱۲۴۳	سید نذیر حسین الدہلوی	معیار الحق	۴۹۶

۴۹۷۔	مظاہر حق مولوی	نذیر الحق میرٹھی	
۴۹۸۔	مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۴۹۹۔	مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰۔	مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱۔	مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲۔	مشیحہ ابن شاذان		
۵۰۳۔	معرفة الصحابة لابن نعیم	احمد بن عبد اللہ اصہبانی	۴۳۰
۵۰۴۔	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام فخر الدین رازی		۶۰۶

ن

۵۰۵۔	النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶۔	نصب الراية	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزلیلی	۷۶۲
۵۰۷۔	نور الايضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸۔	النهاية	حسام الدین حسین بن علی السغنائی	۷۱۱
۵۰۹۔	النهاية لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰۔	النهر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱۔	نواذر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲۔	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانی زاده	۱۰۳۱
۵۱۳۔	النوازل فی الفروع	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴۔	نواذر الاصول فی معرفة اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵۔	الوافی فی الفروع	عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶۔	الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعة	۶۷۳

۵۱۸۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۹۔	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۲۰۔	البواقیت والجواب	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۵۲۱۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹



ضمیمہ مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی ہدیۃ العارفین	۶۸۵/۶۹۶/۶۹۱ ۴۶۳/۱
۲۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳۔	اوضح رمز علی شرح نظم الكنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴۔	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳
۵۔	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷۔	اسباب النزول	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام البیت والضریح	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰۔	انسان العین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۱۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳۔	الاعلام بأعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

۱۴۔	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الخفقی
۱۵۔	الآداب الحمیدہ والاخلاق	محمد بن جریر الطبری
۱۶۔	الاربعمین طائیفہ	ابوالفتح محمد بن محمد الطائی الہمدانی
۱۷۔	انیس الغریب	جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی
۱۸۔	الارشاد فی الکلام	امام ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ الجوبینی الشیر بامام الحرمین
۱۹۔	افضل القراء بقراء امر القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی
۲۰۔	الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحارمی الشافعی

ت

۲۱۔	تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الخفقی
۲۲۔	تحفة الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الخفقی
۲۳۔	تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی
۲۴۔	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی
۲۵۔	التغییب والترہیب	ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی
۲۶۔	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۷۔	التشبیہ عند التبیہ	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی
۲۸۔	تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابواسحق ابراہیم بن اسماعیل الصغار البخاری
۲۹۔	تفہیم المسائل	
۳۰۔	تنبیہ الغافل والاسنان	محمد امین ابن عابدین الشامی

ث

۳۱۔	ثقفیات	ابوعبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی
۳۲۔	ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان

ج

۳۳۔	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبری)	ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی
-----	-----------------------------------	----------------------------------

۶۷۱	ابو عبد اللہ محمد ابن احمد القرطبی	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبری)	۳۳
۸۳۲	یوسف بن عمر الصوفی	جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	۳۴
۱۳۴۰	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	جد المبتار علی رد المبتحار	۳۵

ح

۶۴۴	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	الحسابی	۳۶
۱۰۶۲	اسمعیل بن عبد الغنی نابلسی	حاشیہ در غرر نابلسی	۳۷
۹۸۲	عبد القادر الفاکھی	حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل	۳۸
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حواشی علی معالم التنزیل	۳۹
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حسام الحرمین علی منحہ الکفر والہیین	۴۰

خ

۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السہودی	خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	۴۱
-----	-------------------------------	--------------------	----

د

۴۵۸	ابوبکر بن احمد بن حسین البیہقی	دلائل النبوة	۴۲
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	در شہین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۸۶۷	ابوالقاسم محمد بن عثمان الوائلی الدمشقی	در منظر فی مولد النبی المعظم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴
۴۵۸	احمد بن حسین البیہقی	کتاب الدعوات	۴۵
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	الدرۃ المغیبة فی زیارة المصطفویۃ	۴۶
۶۴۳	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	الدرۃ الثمنیہ فی اخبار المدنیۃ	۴۷
۱۳۰۴	مفتی احمد بن السید زینی وحلان	الدرر السننیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	۴۸

ذ

۲۸۱	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	ذکر الموت	۴۹
-----	--	-----------	----

۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیر بابن عابدین	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	۵۰۔
س			
۵۸۶	حافظ ابو الطاهر احمد بن محمد السلفی	سلفیات من اجزاء الحديث	۵۱۔
۱۰۷۰	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	۵۲۔
	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	سنن الہدی	۵۳۔
۳۵۳	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	سنن فی الحديث	۵۴۔
ش			
۱۲۷۶	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	شرح رسالہ فضالیہ	۵۵۔
۸۹۵	علامہ محمد یوسف السنوسی	شرح الصغری	۵۶۔
۴۰۲	ابو القاسم اسماعیل بن حسین البیہقی الحنفی	الشامل فی فروع الحنفیہ	۵۷۔
۷۹۶	محمد بن یوسف اکرمانی	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	۵۸۔
۱۲۷۱	مولوی خرم علی باہوری غالباً	شفاء العلیل شرح القول الجبیل	۵۹۔
	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	شرح صحیح بخاری	۶۰۔
۹۳۳	عبدالعلی بن محمد بن حسین	شرح زینج سلطانی	۶۱۔
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	شفاء العلیل وبل الغلیل	۶۲۔
ص			
	الصالح المأثور عن النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم		۶۳۔
۹۵۶	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبي	صغری شرح منیة المصلی	۶۴۔
۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵۔

۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵۔
		<u>ط</u>	
۲۳۰	محمد بن سعد الزہری	الطبقات الکبریٰ	۶۶۔
		<u>غ</u>	
۷۲۸	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	غرائب القرآن و غائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	۶۷۔
۲۲۴	قاسم بن سلام البغدادی	غریب الحدیث	۶۸۔
۲۸۵	ابراہیم بن اسحاق الحرابی	غریب الحدیث	۶۹۔
۱۲۷۱	مولوی خرم علی باہوری غالباً	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	۷۰۔
		<u>ف</u>	
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر الشافعی الشیربالحمل	الفتوحات الالہیہ (تفسیر جمل)	۷۱۔
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	الفرج بعد الشدة	۷۲۔
		فاتح شرح قدوری	۷۳۔
		فوائد حاکم و خلاص	۷۴۔
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	فیض القدير شرح الجامع الصغير	۷۵۔
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	فیوض الحرمین	۷۶۔
۱۱۳۳	شاہ رفیع الدین	فتاویٰ شاہ رفیع الدین	۷۷۔
۹۷۴	احمد بن محمد ابن حجر مکی	الفتح المبین شرح اربعین نووی	۷۸۔
		فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبد الوہاب	۷۹۔
۵۶۱	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	فتوح الغیب	۸۰۔
۱۰۰۴	عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	فتاویٰ عزیز	۸۱۔
		<u>ق</u>	
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیربالحمل	قوة عیون الاخبار	۸۲۔

ک

- ۸۳- کشف الغطاء ما لزم لموتی علی الاحیاء محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین
- ۸۴- کتاب اتباع الاموات ابراہیم بن اسحاق الحرابی ۲۸۵
- ۸۵- کتاب الدعوات سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰
- ۸۶- کتاب الثواب فی الحدیث ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر ۳۹۹
- ۸۷- کشف النور عن اصحاب القبور عبدالغنی نابلسی ۱۱۴۳
- ۸۸- کتاب الزہد امام احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱
- ۸۹- کتاب القبور عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا ۲۸۱
- ۹۰- کتاب الروضہ ابوالحسن بن براء ۲۴۳
- ۹۱- کتاب الزہد حافظ ہناد بن السری التیمی الدارمی ۲۴۳
- ۹۲- کتاب ذکر الموت
- ۹۳- کتاب ادعیۃ الحج والعمرة قطب الدین الدہلوی ۱۲۸۹
- ۹۴- کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی ۱۰۳۱
- ۹۵- کتاب الخروج قاضی امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی ۱۸۲
- ۹۶- کف الرعاع عن المحرمات للہود السماع ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی ۹۷۴

ل

- ۹۷- لباب المناسک شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی ۹۷۸

م

- ۹۸- منح الدروس الاذہب فی شرح الفقہ الاکبر علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۱۴
- مجموعہ خانی (فارسی)
- ۹۹- مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۹۵
- ۱۰۰- مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی ۹۷۴

۱۰۱۔	مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکاشی	۲۴۹
۱۰۲۔	الستقی فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۰۳۔	منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷
۱۰۴۔	معراج الدراية فی شرح ہدایہ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	۷۳۹
۱۰۵۔	المسند الصحیح فی الحدیث	ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی	۳۱۶
۱۰۶۔	مسند الشامیین		
۱۰۷۔	مدارج النبوة	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲
۱۰۸۔	مجمع البرکات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲
۱۰۹۔	منہال الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۰۔	مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	۷۱۱
۱۱۱۔	مائتہ مسائل	محمد اسحاق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۲۔	مسائل اربعین	محمد اسحاق محدث دہلوی	۱۲۶۲
۱۱۳۔	مالا یدمنہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۱۴۔	مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	۷۴۰
۱۱۵۔	منتشیر یا حذر منتقی فی شرح الملتقی	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۱۶۔	موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی	۱۲۳۰
۱۱۷۔	مثنوی شریف فارسی منظوم	ملا جلال الدین محمد بن محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	۷۲۲
۱۱۸۔	مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی البحر جانی سید شریف	۸۱۶
۱۱۹۔	المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	۷۹۱
۱۲۰۔	مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
۱۲۱۔	مظاہرتی ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	۱۲۸۹
۱۲۲۔	منۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۲۵۲
۱۲۳۔	مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲
ن			
۱۲۴۔	نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	۴۰۲

۱۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	نبیل الاوطار شرح منتقى الاخبار	۱۲۵
۱۲۷۱	خرم علی بابوری	نصيحة المسلمين	۱۲۶
۸۹۸	عبدالرحمن بن احمد الجامی	نفحات الانس من حضرات القدس	۱۲۷
۱۰۶۹	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	نسیم الرياض فی شرح شفاء قاضی عیاض	۱۲۸
۸۳۳	شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری	النشر فی قراة العشر	۱۲۹
۸۵۲	احمد بن علی حجر القسطلانی	نزیه النظر فی توضیح نخبة الفكر	۱۳۰
۱۳۰۶	مولوی عبدالعلی مدراسی	نفع المفتی والمسائل	۱۳۱
۲۵۵	ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	نواذر الاصول	۱۳۲
	عمر بن محمد بن عوف الشامی	نصاب الاحتساب فی الفتاوی	۱۳۳
	علی بن غانم المقدسی	نور الشعبة فی ظفر الجبعة	۱۳۴
۹۴۴	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زاده	نظم الفرائد و جمع الفوائد فی الاصول	۱۳۵
		نافع شرح قدوری	۱۳۶
	شرف الدین بخاری	نام حق	۱۳۷
۹۸۸	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زاده	۱۳۸۔ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	
		و	
۶۸۱	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	وفیات الاعیان	۱۳۹
۳۲۵		واقعات المفتیین	۱۴۰
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السمودی	وفاء الوفا	۱۴۱
		ھ	
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہوامع	۱۴۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہمعات	۱۴۳